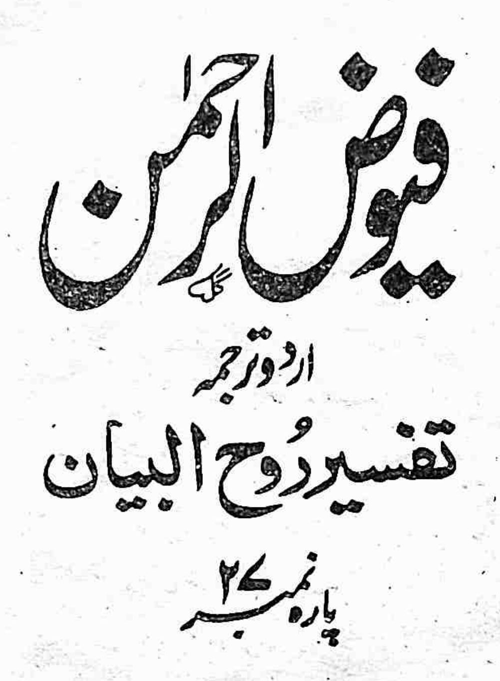


فیوض الرحمٰن

اردو ترجمہ

تفسیر روح البیان

پارہ نمبر ۲۷

مؤلف

العالم والفاضل والشیخ النحریر الکامل الجامع بین البواطن والظواہر ومفخر الاماثل والاکابر خاتمۃ المفسرین قدوۃ ارباب الحقیقۃ والیقین فرید اوانہ وقطب زمانہ منبع جمیع العلوم مولانا ومولی الروم الشیخ اسمٰعیل حقّی البروسوی قدس سرّہٗ

المتوفی ۱۱۳۷ھ

مترجم

شیخ الحدیث والتفسیر الحافظ الحاج مولانا علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی

مکتبہ اویسیہ رضویہ

بہاولپور پاکستان

نام کتاب ——— فیوض الرحمٰن اردو ترجمہ تفسیر روح البیان پارہ ۲۷

مصنف ——— سراج العلماء والفضلاء علامہ اسمٰعیل حقی قدس سرہٗ

مترجم ——— شیخ القرآن استاذ العلماء حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ

تصحیح ——— چوہدری مشتاق محمد خان

باہتمام ——— صاحبزادہ عطاالرسول اویسی

سن طباعت ——— ۱۹۹۱ء بار دوم ۱۹۹۴ء

پ ۲۷

فہرست



زیر سرپرستی :- فیض ملت حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی قادری مدظلہ العالی

مدیر اعلیٰ

صاحبزادہ عطاء الرسول اویسی رضوی

مقام اشاعت

جامعہ اویسیہ رضویہ سیرانی روڈ بہاولپور

پارہ (۲۷)

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى
قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ۝
مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ۝ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ
الْمُسْلِمِيْنَ ۝ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ
الْاَلِيْمَ ۝ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ
مُّبِيْنٍ ۝ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ فَاَخَذْنٰهُ
وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۝ وَفِيْ عَادٍ اِذْ

اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ۝ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ
اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ۝ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى
حِيْنٍ ۝ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ
يَنْظُرُوْنَ ۝ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ۝
وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝

ترجمہ: ابراہیم نے فرمایا تو اے فرشتو تم کس کام سے آئے بولے ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں کہ ان پر گارے کے بنائے ہوئے پتھر چھوڑیں جو تمہارے رب کے پاس حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان کیے رکھے ہیں تو ہم نے اس شہر میں جو ایمان والے تھے نکال لیے تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا اور ہم نے اس میں نشانی باقی رکھی ان کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں اور موسیٰ میں جب ہم نے اسے روشن سند لے کر فرعون کے پاس بھیجا تو اپنے لشکر سمیت پھر گیا اور بولا جادوگر ہے یا دیوانہ تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں ڈال دیا اس حال میں کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا اور عاد میں جب ہم نے ان پر خشک آندھی بھیجی جس چیز پر گزرتی اسے گلی ہوئی چیز کی طرح کر چھوڑتی اور ثمود میں جب ان سے فرمایا گیا ایک وقت تک برت لو تو انھوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو ان کی آنکھوں کے سامنے انھیں کڑک نے آلیا تو وہ نہ کھڑے ہو سکے اور نہ وہ بدلہ لے سکتے تھے اور ان سے پہلے قوم نوح کو ہلاک فرمایا بے شک وہ فاسق لوگ تھے۔

تفسیر عالمانہ: قال۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ یہ فرشتے ہیں کسی دوسرے کام کے لیے بھیجے گئے ہیں ان سے فرمایا فما خطبکم تم کون سے بہت بڑے عظیم الشان کام کے لیے بھیجے گئے ہو سوائے خوشخبری کے اس لیے کہ الخطب اکثر اس کام کے لیے ہوتا ہے جو محاورہ میں عظیم الشان ہو بہت تھوڑا ایسا ہوا ہے کہ شدائد و تکالیف میں مستعمل ہوا ہے مثلاً کہا جاتا ہے خطوب الزمان وغیرہ (زمانہ کے حادثات) اور فاء تعقیب کی ہے اس پر متفرع ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ ملائکہ کرام ہیں۔

ایھا المرسلون۔ اے بھیجے ہوئے فرشتو۔ قالوا انا ارسلنا الیٰ قوم مجرمین۔ ہم مجرم لوگوں کی طرف بھیجے گئے وہ لوگ جو جرائم ومعاصی میں سرکش اور ان پر اصرار کرتے ہیں۔ ان سے لوط علیہ السلام کی قوم مراد ہے۔ فتح الرحمٰن میں ہے وہ جرائم کے مرتکب ہوتے تھے اور جرائم معاصی و آثم سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ لنرسل علیھم تاکہ ہم ان پر پھینکیں بعد اس کے کہ ان کی بستیاں اُلٹ دیں اور انہیں تہ وبالا کریں جیسا کہ دوسری سورتوں میں تفصیل آگئی ہے۔ حجارۃ من طین۔ گارے کے ڈھیلے جو آگ پر پکائے جائیں اور ان پر ہر ایک مجرم کا نام لکھا ہوا تھا اگر من طین کی قید نہ لگائی جاتی تو وہم ہوتا کہ وہ برف والے ڈھیلے اُٹھا کر لائے تھے جیسا کہ ارسلنا کے قرینہ سے سمجھا جا رہا تھا کہ آسمان سے لائے تو وہی ہوں گے اس کا ازالہ فرمایا کہ وہ آگ سے پکائے ہوئے ڈھیلے تھے (مسوّمۃً) نشان والے۔

حل لغات: سوّمت الماشیۃ سے ہے بمعنی میں نے اسے چھوڑا تاکہ گھاس چرے اس کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے۔

فائدہ: حضرت سعدی المفتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ اُس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھے اسی لیے من جارہ یہاں محذوف ماننا پڑے گا۔ اے من عند ربك یادہ عذاب کے لیے نشان والے تھے اُس وقت انھیں اسومۃ سے ماننا ہوگا بمعنی المعلمہ یعنی ان پر سفید یا سرخ نشان تھا یا سیاہ، سے تاکہ وہ زمین کے ڈھیلوں سے ممتاز محسوس ہوں یا مسومہ بمعنی ہر ڈھیلے پر اس کا نام لکھا ہوا تھا جس کے لیے وہ چھوڑا گیا تھا تاکہ وہ ہلاک وتباہ ہو جس پر اس کا نام تھا۔

عند ربك۔ تیرے رب تعالیٰ کی طرف سے یعنی اس کے خزانوں سے جن میں اس کے سوا اور کوئی تصرف نہیں کرسکتا۔

للمسرفین۔ حد سے بڑھنے والوں کے لیے فجور میں جبکہ اُنھوں نے اپنی عورتوں سے جماع پر اکتفاء نہ کیا جو ان کے لیے مباح کی گئیں اور وہ لڑکوں سے لواطت کے مرتکب ہوئے۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مسرفین کا مشرکین بنایا ہے کیونکہ تمام گناہوں سے حد متجاوز اور بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں۔

فاخرجنا۔ تو ہم نے نکالا۔ فاء فصیحیہ ہے جو محذوف کو ظاہر کرتی ہے گویا کہا گیا ہے تباشروا یا امرادا بہ فاخرجنا۔ اُنھوں نے اس پر عمل کیا جس کے لیے انہیں حکم تھا تو ہم نے نکالا اپنے حکم سے۔ فاسر باھلك الخزات کو اپنے اہل کو لے جایئے) اس معنیٰ پر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینا ہے جبریل علیہ السلام کا قول نہیں۔

فائدہ: حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ یہ اُلٹنے والی بستیوں پر عذاب کرنے آئے ہیں اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو تباہ کریں گے تو آپ کو اپنے برادرزادہ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم آیا اور سوچا کہ ان پر ایسے عذاب میں کیا گزرے گی تو ملائکہ کرام نے فرمایا فکر نہ کیجئے لوط علیہ السلام اور ان کی صاحبزادیاں عذاب سے محفوظ رہیں گے اور فاخرجنا کا یہی مطلب ہے من کان فیھا۔ وہ جو اس میں ہیں یعنی قوم لوط میں جو ہیں وہ پانچ تھے جیسا کہ تفسیر الکاشفی میں ہے ان کا ذکر نہ کرنا ان کی شہرت کی وجہ سے ہے۔

من المومنین۔ مومنین میں سے جو حضرت لوط علیہ السلام پر ایمان لائے۔

فما وجدنا فیھا بیت: تو نہ پایا ہم نے اس بستی میں سوائے اہل بیت کے۔ من المسلمین اسلام لانے والوں میں سے وہ یہ تھے:

حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی دو صاحبزادیاں لیکن آپ کی زوجہ وہ کافرہ تھی اسی طرف حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے اشارہ فرمایا ؎

با بدان یار گشت ہمسر لوط
خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحاب کہف روزے چند
پے نیکاں گرفت مردم شد

ترجمہ: (۱) حضرت لوط علیہ السلام کی ہمسر (زوجہ) بُروں کے ساتھ رہی تو خاندان نبوت سے اس کا نام ختم ہو گیا۔
(۲) اصحاب کہف کے کتا نے چند روز نیکوں کے قدم پکڑے تو آدمی بن گیا۔

فائدہ: بعض نے کہا حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت میں سے جنہوں نے نجات پائی وہ کل تیرہ تھے۔ بعض کہتے ہیں قوم لوط میں سے صرف ایک فرد ایمان لایا تھا آپ نے انہیں بیس سال تبلیغ فرمائی۔

انبیاء علیہم السلام کے امتیوں کی گنتی:

علماء فرماتے ہیں کہ قیامت میں بعض انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کی اُمت آئے گی۔ بعض کے ساتھ ان کی قوم۔ بعض کے ساتھ ان کا قبیلہ ہوگا۔ بعض کے ساتھ اس کا بیٹا اور صرف ایک فرد اور ہوگا اور بعض وہ ہوں گے جن کی کسی نے بھی تابعداری نہ کی ہوگی اور ان کی دعوت کو کسی نے قبول تک نہ کیا۔ یہ اُس وقت ہوگا جہاں کی حاضری سخت اور تاریکی پھیلی ہو گی یعنی قیامت کے دن۔

مسئلہ :۔ آیت میں اشارہ ہے مومن و مسلم صدقاً و ذاتاً متحد ہیں لیکن مفہوماً متحد نہیں کیونکہ مسلم مومن سے عام ہے ہر مومن مسلم ہے لیکن ہر مسلم مومن نہیں۔

قاعدہ :۔ کبھی عام و خاص ایک مادہ میں متحد ہو جاتے ہیں۔

فائدہ :۔ بعض نے کہا کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے لیکن حکم مخبر پر یقین کرنا اور قبول کرنا اور مخبر کو سچا ماننا اور اسلام خضوع و انقیاد کا نام ہے یعنی احکام کو قبول کرنا اور ان پر یقین کرنا یہی تصدیق کی حقیقت ہے جیسے اس سے مخفی نہیں جسے اولی العقل و تأمل ہے اور اس کا انکار مکابرہ ہے۔

وترکنا فیھا۔ اور اس بستی میں ہم نے چھوڑی آیۃ۔ کوئی علامت جو ان پر پتھروں سے پہنچے ہوئے عذاب پر دلالت کرتی ہے یا ان کا وہ سیاہ پانی بدبودار جو ان کی زمین سے نکلا۔

للذین یخافون العذاب الالیم۔ ان لوگوں کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں یعنی ان کا حال یہ ہے کہ وہ عذاب سے ڈرتے ہیں بوجہ ان کی سلامتیٔ فطرت اور رقت قلبی کے نہ ان کے ماسوا وہ لوگ جن کے دل سخت ہیں وہ تو اسے کچھ نہیں سمجھتے جیسا کہ ہم نے بہت سے حجاج کو دیکھا کہ جب وہ حضرت صالح علیہ السلام کے شہروں سے گزرتے ہیں تو پرواہ تک نہیں کرتے حالانکہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ایسے مقامات سے گزرتے تو گریہ فرماتے اور سر مبارک کو جھکا کر چلتے اور دوسروں کو بھی رونے کا حکم فرماتے اور فرماتے تم رونا نہیں آتا تو رونے والی صورت بنا کر یہاں سے گزرو۔

فائدہ :۔ آیت میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت کا مالک ہے کہ وہ دین کے مددگاروں کی مدد کرتا ہے اور اپنے دشمنوں سے بدلہ لیتا ہے اگرچہ دیر سے۔

حُبِ درویشاں :۔ آیت میں دلیل ہے کہ وہ باب نجات اور حشر مع اہل الفلاح و اہل الرشاد کا دارو مدار اللہ والوں سے محبت اور حسن اتباع میں ہے لیکن وہ ان سے معنوی اتصال سے نصیب ہوتا ہے نہ کہ ظاہری نشست و برخاست سے ورنہ نوح و لوط علیہما السلام کی ازواج نجات پا جاتیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا ادخلا النار مع الداخلین۔ تم دونوں دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔

سبق :۔ عاقل پر لازم ہے کہ کامل کی اتباع کرے اور اہل فساد و اہل قصور سے دور رہے بالخصوص فسادی عورتوں سے کہ وہ ناقصات العقل والدین اور ناقصات الشہادت والمیراث ہیں ان میں بہت سی ایسی ہیں کہ جن پر نفسانیت و شیطانیت کا غلبہ ہوتا ہے بالخصوص ایک فسادی عورت دوسری کے ساتھ ملے تو فساد میں اضافہ کرتی ہے۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ قوم مجرم اور مسرف وہ نفس اور اس کی صفات ذمیمہ ہیں۔ اذکار و ریاضات نفس اور اس کے اوصاف کو تباہ کر سکتے ہیں اور شخص انسانی کے شہر میں مسلمان صرف قلب سلیم اور اس کے اوصافِ حمیدہ ہیں یہی ہلاکت سے سالم رہتے ہیں۔ جب نفس اور اس کے صفات ذمیمہ مٹ جاتے ہیں تو نفس کا تزکیہ اور اس کے اخلاق کی تہذیب و تبدیل بنتی ہے اور وہ لوگ جو عذاب دردناک سے ڈرتے ہیں ان کو قد افلح من ذکاھا و قد خاب من دساھا کی وعید سے عبرت حاصل ہوتی ہے لیکن یہ تزکیہ اگرچہ اس کا حصول خارجی اسباب و وسائط سے ہوتا ہے لیکن درحقیقت یہ بھی فضل الٰہی پر منحصر ہے ورنہ ہر ایک کو حاصل ہوتا جو اسباب پر عمل کرتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان لوگوں سے بنائے جن کے نفوس مطمئنہ راضیہ مرضیہ صافیہ ہیں (آمین)

تفسیر عالمانہ: و فی موسٰی۔ اور موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اس کا عطف و فی الارض ایات للموقنین پر ہے۔ اس معنیٰ پر ابراہیم و لوط علیہما السلام کا قصہ جملہ معترضہ کی طرح ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی ہے کہ اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ سے پہلے بھی اسی طرح ہوتا رہا اور کافروں کو ڈر سنایا جا رہا ہے کہ تمہارے سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں جنہیں ہم نے تباہ کیا وہ بھی تمہاری طرح انبیاء علیہما السلام کی تکذیب کرتے تھے جیسے قوم لوط ہلاک ہوئی یا اس کا عطف و ترکنا فیھا ایۃ پر ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیج کر دکھا دیا کہ موسیٰ علیہ السلام ایمان داروں سمیت نجات پا گئے اور فرعون اپنی قوم سمیت تباہ و برباد اور غرق ہوا اس میں اے کفار مکہ تمہارے لیے عبرت ہے یہ ایسے ہے۔ یہ اس عبارت کی طرح ہے حلقتھا نبتا و ماء باردا۔ میں نے اسے گھاس کھلایا اور ٹھنڈا پانی پلایا یعنی سقیتھا معناً محذوف ماننا پڑے گا کیونکہ پانی کھلایا نہیں پلایا جاتا ہے)۔ ورنہ فی موسٰی ترکنا کا معمول نہیں بن سکتا کیونکہ ترکنا فی موسٰی ایۃ صحیح نہیں ہو سکتا جیسے ترکنا فی تلک القریٰ صحیح ہے اس لیے کہ یہاں ترک سے ابقاء مراد ہے اور موسیٰ علیہ السلام کے لیے اس لیے صحیح نہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نہ رہے تو پھر انہیں جو نجات جیسے انعامات ملے وہ کیسے باقی رہ سکتے ہیں۔

اذ ارسلناہ (جب ہم نے انہیں بھیجا) اس کا منصوب ہونا آیت محذوفہ سے ہے ای کائنۃ وقت ارسلنا دوسری تقریر پر یہ جعلنا کا ظرف ہے الی فرعون۔ فرعون والیٔ مصر کی طرف بسلطان مبین۔ ساتھ دلیل ظاہر کے وہ جو ظاہر ہوئے ان سے معجزات باہرہ جیسے عصا اور ید بیضاء وغیرہ ہم سلطان مصدر ہے اور مصدر کا استعمال تعدد پر بھی ہوتا ہے۔ فتولی برکنہ (تو وہ پھرا اپنی جانب) یعنی گردن پھیری

اس سے اعراض روگردانی مراد ہے یعنی ایمان سے منہ موڑا اور ہٹ گیا التولی بمعنی الاعراض (روگردانی) ہے اور برکنہ کی باء تعدیہ کی ہے جیسے ونآی بجانبہ۔ میں باء تعدیہ کی ہے اس لیے کہ اس نے نآی کو متعدی کیا ہے بمعنی بعد اس تقریر پر رکن بمعنی طرف و جانب ہوا اس سے مراد اس کی اپنی ذات ہے اس لیے کہ طرف الشئ اور اس کی جانب سے شے کا نفس مراد لیا جاتا ہے اور الصحاح میں ہے کہ رکن الشئ بمعنی الجانب ولاقوی جیسے کاندھا انسان کے لیے بعض نے کہا اس نے روگردانی کی ساتھ اس کے جس سے اسے قوت حاصل تھی ملک۔ لشکر کیونکہ رکن بمعنی مایرکن الیہ الانسان۔ وہ شے جس کی طرف انسان مائل ہو اور وہ مال اور لشکر اور قوت ہی ہو سکتی ہے بہرحال رکن لشکر کے لیے مستعار (مجاز) ہے کیونکہ لشکر کو اس رکن (ستون) سے مشابہت ہے جس سے مکان کی بنیاد قوت پکڑتی ہے۔ اس معنیٰ پر باء سببیہ یا ملابستہ ومصاحبۃ کی ہے۔

وقال۔ اور فرعون نے کہا موسیٰ علیہ السلام ساحر جادوگر ہیں اور جادو خوارق عادات پر چشم بندی کرتا ہے۔ او مجنون۔ یا مجنون ہے کہ اپنے انجام کی فکر نہیں کرتا۔ المجنون بمعنی ذوالجنون: جنون بمعنی زوال العقل وفسادہ یعنی عقل کا زائل اور فاسد ہو جانا موسیٰ علیہ السلام سے جو خوارق عادات کے طور صادر ہوئے انہیں فرعون نے گویا کی طرف منسوب کیا اور سوچا یہ کہ یہ امور ان کے اپنے اختیار وسعی سے ہیں یا کسی دوسرے کی مدد سے ظاہر کرتے ہیں۔

فائدہ:۔ ابوعبیدہ نے فرمایا کہ او بمعنی واو ہے کیونکہ انھوں نے وہ دونوں (سحر۔ جنون) موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیے یہ ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا الی مأۃ الف اویزیدون۔ وہ لاکھ یا ان سے زائد کی طرف بھیجے گئے جیسے اس آیت میں او بمعنی واو ہے ایسے ہی آیت مذکورہ میں او بمعنی واو ہے)۔

فرعون کی حماقت:۔ بزرگوں نے فرمایا کہ فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر اور مجنون کی طرف منسوب کرنا اس کی حماقت بلکہ جہالت کی دلیل ہے اس لیے کہ اس نے آپ کو دو متضاد باتوں سے منسوب کیا کیونکہ ظاہر ہے کہ جادوگر عقل تام اور ذہن دراک وخوب ادراک کرنے والا ہر اور حذاقت دا فر کا مالک ہوتا ہے اور دیوانگی زوال عقل کی نشانی ہے۔ کمال عقل وزوال عقل کا اجتماع کیسا۔

فاخذناہ وجنودہ فنبذناھم فی الیم۔ تو ہم نے اسے پکڑا اور اس کے لشکر کو پھر ہم نے انھیں دریا میں پھینکا۔

حل لغات:۔ النبذ بمعنی القاء الشئ وطرحہ ای الخ شے کو بیکار کر کے پھینک دینا اب معنیٰ کہ ہم نے

انہیں بحر قلزم میں پھینکا باوجودیکہ بہت تھے ایسے پھینکے گئے جیسے تمہارا کوئی کنکریاں ہاتھ میں لے کر دریا میں پھینک دیتا ہے اور وہ ان کا کوئی خیال تک نہیں کرتا بس ایسے ہی پھینکتا جا رہا ہوتا ہے۔ وَهُوَ مُلِيمٌ اور وہ خود کو ملامت کرتا تھا) یعنی جب ہم نے اسے پکڑا تو اس کا حال یہ تھا کہ وہ اپنی ہر چھوٹی بڑی غلطی پر خود کو ملامت کرتا تھا اس لیے ہر صاحب ذنب (گناہ) گناہوں کی مقدور پر ملامت کیا جاتا ہے۔

فائدہ:۔ حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ مُلِیم بمعنی مستحق ملامت یا خود کو ملامت کرنے والا کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام سے کیوں اعراض کیا اور کیوں انہیں ساحر و مجنون کہا اسی لیے وہ مرتے وقت کہہ رہا تھا آمنت انہ الخ (میں ایمان لایا) ؎

بگو آنچہ دانی سخن سودمند
وگر ہیچ کس را نیاید پسند
کہ فردا پشیماں بر آرد خروش
کہ آوخ چرا حق نکردم بگوش

ترجمہ:۔ (۱) کہہ وہ جو سودمند سخن جانتا ہے اگرچہ کسی کو پسند نہ آئے۔
(۲) کہ کل پشیمان ہو کر فریاد کرے گا کہ نصیحت حق کو میں نے کیوں نہ سنا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ آیت میں موسیٰ قلب کی طرف اشارہ ہے کہ اسے فرعون نفس کی طرف بھیجا گیا ساتھ دلائل کے یعنی لا الٰہ الا اللہ کا عصا کہ جس کا اعجاز ظاہر ہے بایں طور کہ وہ جو جتنا بہتان تراشتے ہیں سب کو نگل جاتا ہے یعنی بناوٹی جادوؤں کو فرعون کے جادوگر یعنی نفس کی تمام صفات ذمیمہ کو فرعون نفس نے اعجاز و ایمان سے روگردانی کی طرف اپنی تمام صفات کے تو اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا و قہر و جلال کے دربار میں غرق کر دیا (ہم مالک متعال کے غضب سے پناہ مانگتے ہیں) اس لیے کہ فرعون نفس موسیٰ قلب کی طرف جنون و سحر کی نسبت کرتا تھا کیونکہ یہ قاعدہ ہے جو کوئی کسی کی مخالفت کرے تو وہ اس کے نزدیک مجنوں ہے حالانکہ موسیٰ قلب مجنوں نہ تھا بلکہ مجذوب تھا کیونکہ ان دونوں میں فرق ہے اس لیے کہ مجنوں وہ ہوتا ہے جس کی عقل معلوم کونی وغیرہ سے زائل ہو جائے اور مجذوب وہ ہے جس کی عقل عظیم قدرتِ الٰہی کے مشاہدہ سے ماسوی اللہ سے بے خبر ہو جائے۔ مجذوب کی عقل اللہ تعالیٰ کے ہاں پوشیدہ اور اس کے شہود سے نعمت یافتہ اور اس کے حضور میں مقیم اور اس کے جمال میں مصروف ہے یہی وہ لوگ جو عقول کے بغیر اصحاب عقول ہیں۔

مجذوب کی قسمیں:۔ مجذوب تین قسم ہیں:۔

۱۔ جس کی عقل پر واردات کا غلبہ ہو اس پر واردات کا حکم چلتا ہے یہی وجہ ہے وہ ہر حال میں واردات سے مغلوب رہتا ہے اس پر انہی واردات کا تصرف ہوتا ہے جب تک وہ اسی حال میں ہے اس کی اپنی کوئی تدبیر نہیں ہوتی۔

۲۔ اس کی عقل تو روک دی جاتی ہے لیکن عقل حیوانی اس کے پاس ہوتی ہے جس سے وہ کھاتا پیتا تصرف کرتا ہے لیکن بلا تدبیر اور بغیر سوچے سمجھے ایسے لوگوں عقلاء المجانین کہا جاتا ہے کیونکہ یہ دوسرے (حیوانات) لوگوں کی طرح عیش طبعی سے فائدہ اُٹھا رہا ہے۔

۳۔ اس دائمی طور واردات نہیں کبھی زائل ہوجاتے ہیں کبھی آجاتے ہیں جب اس سے واردات زائل ہوجاتے ہیں تو وہ لوگوں میں اپنی عقل سے ہی وقت بسر کرتا ہے اُمور کی صحیح تدبیر کرتا ہے جو کچھ کہتا ہے صحیح عقل سے کہتا ہے تدبیر اور سوچ بچار سے کام کرتا ہے وہ عام لوگوں کی طرح ہوتا ہے یہ صاحب القدم المحمدی ہوتا ہے کیونکہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزول وحی کے وقت تو اپنے سے فارغ ہوجاتے لیکن جب وحی سے فراغت پاتے تو لوگوں کو وحی کا پیغام سناتے۔

مسئلہ:۔ مجاذیب سے آداب شرعیہ کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ عقول سے فارغ ہوتے ہیں کیونکہ ان پر امر الٰہی سے ایک عظیم الشان ورود کا غلبہ ہوتا ہے ؎

ہر کہ کرد از جام یک جرعہ نوش

نہ ادب ماند درو نہ عقل و ہوش

ترجمہ:۔ جس نے جام (عشق) کا ایک گھونٹ پیا اسے نہ ادب کا خیال رہا نہ عقل و ہوش

مسئلہ:۔ مجاذیب کا حکم اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی ہے جو حالت شہود اور نعت استقامت میں مر گیا وہ حیوان (جانور) کی طرح ہے کہ از حکم طبعی کھاتا پیتا اور جماع کرتا ہے اس پر کوئی قید نہیں اور نہ اس پر کوئی مطالبہ کیونکہ ان پر ہر وقت کشف طاری رہتا ہے جیسے حیوانات پر مثلاً ایسے میت پر جانوروں کی طرح حالات منکشف ہیں کیونکہ جب ان کی نعش اُٹھا کر چلتے ہیں تو میت کہتی جلدی لے چلو اگر وہ سعید ہے) اگر وہ شقی (کافر وغیرہ) ہے تو کہتی ہے یار مجھے کہاں لے جا رہے ہو ایسے جس کی عقل نہ ہو (مجذوب کی طرح) تو اس کا حکم بھی میت کا ہے کیونکہ اس کا مردوں (اموات) میں شمار ہوتا ہے یہ ان سعادت مندوں میں سے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہے۔

فائدہ:۔ اکثر مجنوں لوگ مکاشفات و مشاہدات سے ہوتے ہیں یعنی وہ لوگ امور غیبیہ و احوال ملکوتیہ کا مکاشفہ اور وہ اُمور جو عام لوگوں سے مخفی ہیں وہ ان کا مشاہدہ کرتے ہیں اور یہ دولت انہیں مجاہدہ کے بغیر

نصیب ہوتی ہے اسی سے ہی وہ دائرۂ عقل سے خارج ہوتے ہیں کیونکہ ایسے لوگ اچانک کی فتح کے متحمل نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ اس کے لیے پہلے سے تیار نہیں ہوتے اسی لیے اس حالت کے بعد ان لوگوں کا دائرہ عقل میں داخل ہونا مشکل ہوجاتا ہے ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ایسے حضرات بھی ہیں جن پر وہ حالت بھی طاری ہوتی ہے لیکن عقل کی بقا بھی قبول کر لیتے ہیں اور وہ اپنے حال پر غالب بھی رہتے ہیں ایسا نہیں کہ ان پر حال کا غلبہ ہوجائے پہلا اہل نہایت سے ہے دوسرا اہل ہدایت سے اور اللہ تعالیٰ تو جملہ اُمور پر غالب ہے۔ (وہ جیسے چاہے مالک ہے)۔

تفسیر عالمانہ: وفی عاد یعنی قوم عاد میں آیات ہیں اس کا عطف فی الارض پر ہے وجعلنا فیہم آیۃ۔ پر اس تقدیر پر وہ وترکنا فیہا آیۃ کا معطوف ہوا۔ اذ ارسلنا علیہم جبکہ ہم نے ان پر یعنی ان کے نفوس پر بھی اصالت اور ان کے گھروں اور ان کے اموال اور جانوروں پر تبعًا الریح العقیم۔ آندھی سخت۔

حل لغات: العقیم العقم سے ہے اگر بالضم ہو تو معنی وہ عارضہ جو رحم میں واقع ہوتا ہے تو پھر وہ بچہ کے ٹھہرنے کو قبول نہیں کرتی۔ (قاموس) اور آندھی کو اس سے اس لیے موصوف کیا گیا ہے کہ اس نے انہیں تباہ و برباد کر دیا اور جڑ سے اکھیڑ دیا اس معنیٰ پر العقیم بمعنی المعقم یا العاقم ہے اس میں استعارہ تبعیہ ہے کہ ان کے اہلاک (ہلاک کرنا) کو عورتوں کی اندحام سے تشبیہہ دی گئی ہے جو بچے نہیں جنتی اور نہ اس کے قابل رہتی ہیں پھر مشبہ بہ کا مشبہ پر اطلاق کیا گیا ہے اس سے العقیم مشتق ہے یا الریح کو العقیم سے اس لیے موصوف کیا گیا ہے کہ وہ کسی قسم کی خیر و بھلائی اپنے اندر نہیں رکھتی نہ بارش پیدا کرنا نہ درختوں میں پھل تیار کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اس کے اسی منفعت اور خیر و بھلائی کے نہ ہونے کی وجہ سے اسے عورت کے بانجھ پن سے تشبیہہ دے کر اس پر اس کا اطلاق کیا گیا ہے اس معنیٰ پر العقیم بمعنی العاقم (از فعل لازم ہوگا)۔

فائدہ: بحر العلوم میں ہے کہ ممکن ہے کہ اسے اس لیے العقیم موصوف کہا گیا کہ وہ عورتوں کے بچے نہ جننے کا سبب بنی کہ انہیں تباہ و برباد کر دیا کہ نہ ہوں گی نہ بچے جنیں گی۔

فائدہ: ایسی ہوا (آندھی) عذاب شمار ہوتی ہے یہی النکباء ہے بقول سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یہ وہ ہوا ہے جو کھیتیاں جلا کر راکھ بنا دیتی ہے وہ ہواؤں کے درمیان یا صبا و شمال کے درمیان ہوتی ہے۔

فائدہ: یہ الدبور ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کی تائید حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے ہوتی ہے آپ نے فرمایا نصرت بالصبا و اهلکت

عاد بالدبور۔ میں صبا سے مدد دیا گیا اور عاد کی قوم دبور سے تباہ ہوئی۔

فائدہ:۔ الصبا وہ ہوا ہے جو مشرق سے آتی ہے۔

فائدہ:۔ حضرت ابن المسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ (العقیم) جنوب کی وہ ہوا جو شمال کی بالمقابل ہے اور شمال کی وہ ہوا ہے جو شمال سے آئی ہے اور مشرق کو متوجہ ہوتی ہے ما تذر یہ نہ چھوڑتی تھی۔

حل لغات:۔ اہل لغت کہتے ہیں ذ د ہ کی ای د عہ اسے چھوڑ یعنی چھوڑنے کے معنیٰ میں آتا ہے لیکن وذر اً مصدر نہیں آیا دراصل وذر۔ یذر تھا۔ ہجو۔ وسع یسیع لیکن نہ اس کی ماضی مستعمل ہوتی ہے نہ مصدر اور نہ اسم فاعل۔

من شئ اتت علیه۔ کسی شے کو کہ وہ جس پر آئی یعنی ان کے نفوس اور گھروں اور اموال اور جانوروں پر۔ الاجعلته کالرمیم مگر اسے بنا دیا مثل چورہ چورہ ہونے والی ہڈیوں یعنی اس شے کی طرح جو ٹوٹ کر چورہ چورہ ہو جائے۔

حل لغات:۔ الرمیم ہر وہ شے جو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گل سڑ کر چورہ چورہ ہو جائے وہ ہڈی ہو یا گھاس یا کوئی شے اور (القاموس) میں ہے رم العظم۔ یرم رمۃ (بالکسر) ورما ورمیما وارم بمعنی ہر شے کا پرانا ہو جانا اسی سے رمیم ہے اور المفردات میں الرمہ (بالکسر) ہڈیوں سے مخصوص ہے اور بالضم پرانی رسیوں سے۔ الرم (بالکسر) لکڑیوں اور سوکھا اور تر گھاس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے سے خاص ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ عاد کی قوم پر آندھی نہ بھیجی مگر میری اس انگشتری کی طرح۔ یعنی تباہ کرنے والی آندھی زمین کے نیچے سے صرف اتنا قدر نکالا گیا جتنا کہ میری انگشتری کا سوراخ ہے تو اس نے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ اس میں اشارہ ہے کہ وہ ہوا بہت تیز اور سخت تر تھی اور زمین کے نیچے ہونے میں خواہشات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ وجود کی زمین کے نیچے سے نکلتی ہیں اور واقعی یہ بہت سخت ہیں وہ آندھی ایسی تھی کہ جن آبادیوں اور گھروں پر چلی انہیں ملیامیٹ کر کے چٹیل میدان بنا دیا۔

دوسری صوفیانہ تقریر:۔ اس میں جلال الٰہی اور اس کے قہر کی طرف اشارہ ہے کہ جب وہ آتا ہے تو نفوس کو ظاہری ہلاکت سے درکنار کر دیتا ہے کہ ان کے اوصاف مٹ کر رہ جاتے ہیں یہاں تک کہ ان میں کوئی بھی مذموم اوصاف باقی نہیں رہتے اسی لیے صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ الریح العقیم اجسام کے جنگلوں اور العاصف و القاصف دریاؤں میں چلتی ہیں۔

حدیث شریف: اسی لیے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب شدید آندھی چلتی تو آپ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے۔

سبق: دانش مند پر لازم ہے کہ وہ مہلکات (ہلاک کرنے والی اشیاء) سے پناہ مانگے کیونکہ جب معمولی ہلاکت سے نفوس قبل از کمال ہلاک ہو جاتے ہیں تو انسان کی حقیقی تجارت کو خسارہ آجاتا ہے ایسے ہی جب قلب ہلاک ہو جائے کیونکہ اس کے بعد انسان کا زندہ رہنا بے سود ہے۔

حکایت: سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے عرض کی کہ ہمارے دل سو گئے ہیں کہ آپ کے وعظ و نصیحت ان پر کوئی اثر نہیں کرتے آپ نے فرمایا سو نہیں گئے اگر سو جاتے تو انہیں بیدار کیا جا سکتا تھا لیکن وہ تو مردہ ہو چکے ہیں کہ جنہیں حرکت دینے پر اٹھانا مشکل ہو گیا ہے۔ حضرت مولانا جامی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

اے بمہد بدن چو طفل صغیر
ماندہ در دست خواب غفلت اسیر
پیش ازاں کت اجل کند بیدار
گر نمردی ز خواب سر بر آر

ترجمہ: (۱) بدن کے گہوارہ میں چھوٹے بچے کی طرح آرام کرنے والے اور خواب غفلت ہاتھ کے قیدی۔
(۲) اس سے پہلے کہ تجھے اجل (موت) بیدار کرے اگر تو مر نہیں گیا تو (خواب غفلت) سے سر باہر کر۔

حکایت: محمد بن حامد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ احمد بن خضرویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نزع روح کے وقت ان کے سرہانے بیٹھے تھے اور اس وقت ان کی پچانوے سال عمر تھی اور وہ مرتے وقت فرما رہے ہیں کہ اب میرے تالے کھلیں گے نامعلوم سعادت کے کھلتے ہیں یا شقاوت کے۔

حکایت: خلف بن سالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو علی بن المعتوہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ آپ کا ٹھکانا کہاں ہے فرمایا کہ جہاں باعزت اور ذلیل برابر ہیں میں نے پوچھا وہ کہاں ہے فرمایا گورستان۔ میں نے کہا آپ وہاں گھبراتے بھی نہیں حالانکہ رات اندھیری ہوتی ہے اور پھر گورستان میں تنہائی۔ فرمایا کہ لحد (قبر کے اندر) کی اندھیری کو یاد کرتا ہوں تو مجھ پر گورستان میں اندھیری رات میں بسر کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ گورستان میں آپ نے کبھی ایسی شے بھی دیکھی جس سے آپ کو گھبراہٹ محسوس ہو فرمایا مجھے آخرت کی ہولناکیوں کا تصور ایسی گھبراہٹوں کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتا۔

فائدہ: گورستان میں ایک قبر پر لکھا ہوا تھا ؎

مقیم الی ان یبعث اللہ خلقا
لقائک لا یرتجی و انت قریب
یزید بلاء کل یوم و لیلۃ
و یبلی کما تبلی و انت حبیب

ترجمہ:۔ (۱) تو قبر میں مقیم رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو حساب کے لیے اٹھائے۔ تیرے دیدار کی امیدیں ختم ہو چکیں حالانکہ تو قریب ہے۔

(۲) ہر رات دن تجھ پر بلاؤں کا اضافہ ہو گا اور دوسرے لوگ گل سڑ گئے تو بھی گل سڑ جائے گا حالانکہ تو دنیا میں بہت بڑا محبوب انسان تھا۔[1]

تفسیر عالمانہ:۔ و فی ثمود۔ اور صالح علیہ السلام کی قوم ثمود میں آیات ہیں یا ہم نے ان میں آیات بنائے۔

اذا قیل لھم تمتعوا (جب انہیں کہا گیا کہ نفع اٹھالو) حیات دنیا سے حتی حین نزول عذاب کے وقت تک اس سے وہ تین دنوں میں سے آخری دن تک مراد ہے اور وہ بدھ، جمعرات، جمعہ تھا اس لیے کہ انہوں نے بدھ کے دن حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کیا تو پھر ہفتہ کی صبح کو تباہ و برباد ہوئے۔ تمتعوا فی دارکم ثلاثۃ ایام کی یہی تفسیر مشہور ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کا علم غیب:۔ مروی ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ ان تینوں دنوں میں پہلے دن تمہارے چہرے زرد دوسرے دن سرخ تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے اس کے بعد صبح کے وقت تم پر عذاب نازل ہو گا چنانچہ ایسے ہی ہوا جیسے آپ نے فرمایا اس لیے کہ انہیں ہر دن برے حال میں ترقی ہوتی تھی کیونکہ ظاہر ہے سفید رنگ ہی زرد پھر سرخ پھر سیاہ ہوتا ہے۔

شیعوں کے سیاہ لباس کی مذمت:۔ سیاہی قہر و جلال کی علامت ہے اور جہنم کا بھی یہی رنگ ہے کیونکہ وہ سخت سے سخت تر سیاہ ہے اور قوم صالح (یعنی ثمود) ہلاک ہوتے ہی جہنم کے رنگ میں چلے گئے کیونکہ وہ ان کے ٹھہرنے کی جگہ تھی۔ (نعوذ باللہ)

فعتوا عن امر ربھم (تو انہوں نے اپنے رب کے امر سے سرکشی کی) یعنی فرمانبرداری سے منہ

---

[1] عمومی طور کہا گیا ہے انبیاء و اولیاء کا اس پر قیاس نہ کرنا ورنہ وہابی ہو جاؤ گے۔ اویسی غفرلہٗ

موڑ کر اپنے کاروبار میں مشغول ہو گئے۔

حل لغات :۔ اہل لغت کہتے ہیں۔ عتا عتوا و عتیاً و عتیًّا بمعنی استکبر (تکبر کیا) اور حد سے متجاوز ہوا فھو عاتٍ وعتی اور وہ سرکش ہے۔ اور امر ربھم سے مراد وہ حکم ہے جس کے وہ مامور تھے جو انہیں حضرت صالح علیہ السلام نے سنایا کہ اعبدوا اللّٰہ (اللہ کی عبادت کرو) فذروھا تاکل فی ارض اللّٰہ (اونٹنی کو چھوڑ دو وہ اللہ کی زمین کھائے گی)

فائدہ :۔ امر ربھم سے شان ربھم مراد ہے یعنی انہوں نے رب کے دین کے معاملہ میں سرکشی کی یا یہ معنیٰ ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کے امر کے بارے میں سرکشی صادر ہوئی کہ انہیں عبادت اور اونٹنی کو اپنے حال پہ چھوڑ دینے کا حکم تھا یہی ترک ان کی سرکشی کا سبب بنا۔ (بحر العلوم)

فائدہ :۔ فاد عاطفہ نہیں کہ اس کا عطف قیل لھم پر کیونکہ ان کی سرکشی تمتع کے بعد نہیں بلکہ پہلے تھی بلکہ یہ فاء تفسیر اور جمال کی تفصیل ہے یعنی وہ اجمال جو فی ثمود الخ میں ہے یعنی اجمالاً فرمایا کہ ہم نے ثمود میں آیت بنائی اب اس کی تفصیل بتائی کہ وہ ایسے ویسے تھے تو پھر ہم نے ان سے ایسا ایسا کیا۔

فائدہ :۔ شرح رضی میں ہے کہ فاء جملوں کے لیے عاطفہ ہے اور وہ کبھی یہ فائدہ دیتی ہے کہ اس کے بعد وہ کلام جو مذکور ہے وہ مرتب ہے اپنے ماقبل مذکور پر اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا اس کا مضمون بھی ماقبل کے مضمون کے زمانہ کے بعد ہے۔

فاخذتھم الصاعقہ (تو انہیں کڑک نے پکڑا)

قصہ قوم ثمود :۔ منقول ہے کہ جب قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے سنا کہ چہرے ایسے ویسے ہوں گے پھر وہ واقعی ان کے چہرے اسی طرح ہونے لگے انھوں نے صالح علیہ السلام کو شہید کرنے کے لیے ارادہ کیا انہیں اللہ تعالیٰ نے بچا لیا اور وہ فلسطین کو چلے گئے اور ان بدبختوں نے چوتھے دن کفن پہنے اور جسموں پر خوشبو لگائی لیکن ہوا کیا ان پر حضرت جبریل علیہ السلام نے چیخ ماری جیسا کہ دوسری آیت میں اس کی تصریح ہے کہ واخذ الذین ظلموا الصیحۃ۔ اس چیخ پر وہ ہلاک و تباہ ہو گئے یہاں پر الصاعقہ سے آواز (چیخ) مراد ہے نہ کہ اس کا حقیقی معنیٰ ہو کہ وہ آگ جو آسمان سے اتر کر جس پر پڑے اسے جلا کر راکھ بنا دیتی ہے۔

فائدہ :۔ بعض نے کہا آسمان سے وہ زمین کے جملہ جلانے والی اشیاء کی آواز اور زمین کی جملہ آوازوں کی آواز کے برابر آواز تھی اسی لیے سن کر ان کے دل پھٹ گئے بعض نے کہا کہ وہ حقیقی صاعقہ سے جل کر راکھ ہوئے کیونکہ وہ آسمان سے آئی اور انہیں تباہ و برباد کر دیا۔

وھم ینظرون (اور وہ اسے دیکھتے تھے) یعنی آنکھوں سے انہیں عذاب نظر آرہا تھا کیونکہ وہ آگ ان کے سامنے کھلم کھلا آئی اس لیے یہاں نظر سے آنکھوں سے دیکھنے کا حقیقی معنیٰ مراد ہے اور اسی معنیٰ کو ترجیح ہے اس میں صاعقہ کا حقیقی معنیٰ مراد لیا جاسکتا ہے کیوں کہ انھوں نے آنکھوں سے عذاب دیکھا تو آگ دیکھی جاتی ہے نہ آواز۔ وہ کان سے سُنی جاتی ہے اور صاعقہ کے حقیقی معنیٰ کے ساتھ صحتہ (بمعنی چیخ) کا پایا جانا بھی ممکن ہے کیونکہ آگ کے ساتھ جبریل علیہ السلام نے چیخ ماری ہوگی۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ یہاں نظر بمعنی انتظار ہے یعنی وہ عذاب موعود کا انتظار کرتے تھے جب انھوں نے اس کی علامات کا مشاہدہ کیا کہ انہی دنوں ان کے چہرے بگڑنے لگے۔ بعض نے کہا کہ جب چیخ سُنی تو وہ متحیر ہوتے تھے (یعنی ینظرون بمعنی یتحیرون ہے)۔

فما استطاعوا من قیام (تو پھر انھیں کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی) یہ اس قول باری تعالیٰ کی طرح ہے کہ فرمایا فاصبحوا فی دارھم جاثمین (تو وہ ہوئے گھروں میں گھٹنے کے بل پڑے ہوئے تھے) یعنی زمین پر ایسے چمٹے کہ پھر وہ کھڑے ہونے اور حرکت نہیں کرسکتے تھے چہ جائیکہ وہ بھاگ سکیں۔ القیام القعود کی نقیض ہے۔ وما کانوا منتصرین۔ نہ تھے وہ دوسروں سے مدد لینے والے جیسے وہ خود اپنی ذات کی مدد سے خود بھی رُکے ہوئے تھے۔ تاج المصادر میں ہے الانتصار بمعنی انصاف چاہنا۔

وقوم نوح۔ اور ہم نے قوم نوح کو ان سے پہلے ہلاک کیا۔ انھم کانوا قوما فاسقین (بیشک تھی وہ قوم فاسق) یعنی حد سے نکلنے والے جس میں وہ تھے یعنی کافر و نافرمان تھے یہ ان کے اہلاک کی علت ہے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے رسل کرام بھیجے اور احکام مشروع فرمائے اور حدود مقرر فرمائیں جو بھی شارع کی حدود سے متجاوز ہوتا ہے وہ فاسق ہو کر شیطان کا اطاعت گزار ہو جاتا ہے۔

فائدہ: معصیت کے وقت وہ فرشتہ جو اہل ایمان کے لیے مقرر ہے وہ دُور ہو جاتا ہے۔ جب بندہ خود کو نفس و شیطان کے سپرد کرتا ہے تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے اسے نار و عذاب و بلاء کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور یہ جو کچھ کرتا ہے اپنے اندر سے کرتا ہے کیونکہ انسان کے خارج از وجود تو کوئی شے نہیں تو عذاب اس کے اوصاف و افعال و اخلاق کی صورت ہے جو اس کی معصیت سے اس کی طرف لوٹتے ہیں ایسے ہی ثواب بھی اس کے اوصاف و اخلاق و عادات ہیں جو اطاعت الٰہی سے اس کی طرف لوٹتے ہیں۔

سوال: جب یہ اُمور بندے کے اپنے احوال ہیں کہ ہدایت بھی اس کی اپنی تیار کردہ شے ہے اور گمراہی بھی تو پھر انبیاء و رسل علیہما السلام کے ارسال اور اولیاء کرام کے ارشاد کی کیا ضرورت ہے۔

جواب: یہ بھی بندے کے احوال سے ہیں بخلاف مخالفین کے کہ اگرچہ وہ بھی ایک تجلی ہے لیکن انبیاء علیہما السلام

کے حقائق اس کی تجلی کو تقاضا کرتے ہیں جو ان کے موافق ہو۔ مخالفین کی تجلی ان کے لیے حیرت بن جاتی ہے اگر وہ اس تجلی کا حق ادا کرتے تو پھر وہ کسی طرف لوٹنے کے محتاج بھی نہ تھے اس لیے کہ جب اس پر امر تکلیفی وارد ہوا تو یا تو وہ امر اس کے امر ارادی کے موافق ہو گا یا ناموافق اگر موافق ہو گا تو مکلف کو اسم مضل کے دائرہ سے منتقل کر کے اسم ہادی کے دائرہ میں داخل کیا جاتا ہے اور یہ انتقال اس کے احوال میں سے ہے اگر وہ امر الٰہی اس کے امر ارادی اس کے موافق ہو تو تکلیف کا معنی یہی ہے کہ یہ بھی اس کے عین کے احوال سے ہے، نیز اسی میں شقی و سعید کی تمیز ہو گی۔ اسے اچھی طرح سمجھ لے تجھے سعادت نصیب ہو گی بلکہ عمر بھر اس میں جدوجہد کرتا رہ تاکہ تجھے دوسری جانب سے منتقل کر کے دائرۂ احباب میں داخل کیا جائے نہ تو تو دنیا سے مغرور ہو اور نہ ہی طویل عمری سے جیسے کفار و فساق کو دھوکا لگا ہے تاکہ تجھے وہ صاعقہ وطوفان نہ پہنچے جیسے انہیں پہنچا حالانکہ موت کا صاعقہ و حوادث کا طوفان تو ہر ایک کو پہنچتا ہے تو پھر تجھ پر جب واقع ہوں گے تو پھر تو اپنی جگہ اُٹھنے کی طاقت بھی نہ رکھے گا۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے بوستاں میں فرمایا جس کا خلاصہ حکایت یہ ہے کہ:

"ایک بوڑھا جو چلنے پھرنے سے عاجز تھا حکیم (طبیب) کے پاس آیا اور کہا کہ جناب مجھے کوئی ایسی دوائی کھلایئے جس سے میں جوان بن جاؤں۔ حکیم صاحب (طبیب) نے فرمایا بابا! اب جوانی کے خیالات دل سے اُتار دے اور نہ ہی گئی جوانی واپس لوٹ سکتی ہے۔ جوانی کے ایام تو تُو نے جہالت (بے خبری) میں گنوا دیئے، پانی سر سے اوپر آ گیا اب ہاتھ پاؤں مارنے کا کیا فائدہ۔"

سپید بال آ گئے تو سمجھو کہ اب جوانی الوداع چاہتی ہے۔ اس کے بعد تمام ہوا و ہوس کا تصور جنون ہے بلکہ چند روز بعد قبر کے اندر جانا ہو گا وہ لوگ جو ابھی پیدا نہیں ہوئے وہ تمہاری قبور سے گزریں گے تمہارا نام و نشان تک باقی نہ ہو گا۔

بوڑھا طبیب کی باتیں سن کر گویا کہتا تھا ؎

دریغا کہ فصل جوانی رفت
بلہو و لعب زندگانی برفت
دریغا چنیں رُوح پرور زماں
کہ بگذشت بر ما چوں برق ایماں
ز سودا کے آں پوشم و ایں خورم
نپرداختم تا غم دیں خورم

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ○ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا

فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ○ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ

تَذَكَّرُوْنَ ○ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ

مَجْنُوْنٌ ○ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ○ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ

فَمَآ اَنْتَ بِمَعْلُوْمٍ ○ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ

مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ○ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ

ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ○ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ

اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ○ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ○

ترجمہ:۔ اور آسمان کو ہم نے ہاتھوں سے بنایا اور بیشک ہم وسعت دینے والے ہیں اور زمین کو ہم نے فرش کیا
تو ہم کیا ہی اچھا بچھانے والے ہیں اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑے بنائے کہ تم دھیان کرو تو اللہ کی طرف
بھاگو بیشک میں اس کی طرف سے تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں اور اللہ کے ساتھ اور معبود
نہ ٹھہراؤ بیشک میں اُس کی طرف سے تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں یونہی جب ان سے اگلوں
کے پاس کوئی رسول تشریف لایا تو یہی بولے کہ جادوگر ہے یا دیوانہ کیا آپس میں ایک دوسرے کو یہ بات
کہہ مرے ہیں بلکہ وہ سرکش لوگ ہیں تو اے محبوب تم ان سے منہ نہ پھیر لو تو تم
پر کچھ الزام نہیں اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے اور میں نے

جن اور آدمی اپنے ہی لیے بنائے کہ میری بندگی کریں میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا قوت والا قدرت والا ہے تو بیشک ان ظالموں کے لیے عذاب کی ایک باری ہے جیسے ان کے ساتھ والوں کے لیے ایک باری تھی تو مجھ سے جلدی نہ کریں تو کافروں کی خرابی ہے ان کے اس دن سے جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں۔

بقیہ مضمون صد ۱۸ کا

دریغا کہ مشغول باطل شدم
ز حق دُور ماندیم و غافل شدیم

ترجمہ :- (۱) افسوس کہ جوانی کی بہار گئی۔ لہو ولعب میں زندگی گئی۔

(۲)۔ افسوس ایسا روح پرور زمانہ ہاتھ سے نکل گیا۔ ایسے گزرا جیسے مینی بجلی۔

(۳) اسی خیال میں کہ کیا پہنوں اور کیا کھاؤں گا۔ اس میں مشغول نہ ہوا کہ دین کا غم کھاتا۔

(۴) افسوس کہ باطل میں مشغول رہا۔ حق سے دُور اور غافل رہا۔

تفسیر عالمانہ :- والسماء بنینھا (اور ہم نے آسمان بنائے) اسماء کا منصوب ہونا بوجہ اشتغال کے ہے کہ دراصل و بنینھا السماء بنینا ھا تھا۔ یعنی ہم نے آسمانوں کو بنایا درانحالیکہ ہم متلبس نہیں۔ بایں ساتھ قوت کے یہ فاعل سے حال ہے یا متلبس محذوف ہے اور اید بمعنی قوت ہے اس معنیٰ پر یہ مفعول سے حال ہے یہ بھی جائز ہے کہ بار سببیہ ہو یعنی ہم نے انہیں بنایا بسبب اپنی قدرت کے اس معنیٰ پر یہ بنینا کے متعلق ہوگا اس کا متعلق محذوف نہ ہوگا اور قوت بمعنی قدرت ہے اس لیے قوت کا اطلاق مضبوطی اعضاء اور ان کی سختی (جو کہ ضعف کی نقیض ہے) پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسی صفات سے منزہ اور پاک ہے اور قدرت وہ صفت ہے جس سے زندہ شئے کسی فعل کے کرنے اور اس کے ترک پر بالارادہ متمکن ہو سکے۔

فائدہ :- کاشفی نے فرمایا کہ اید سے قوت الٰہیہ مراد ہے بعض نے کہا یہ معنی کیا کہ ہم پیدا کرنے کی قوت رکھتے ہیں۔

حل لغات :- اید آد یئید سے ہے بمعنی اشتد وقوی (القاموس) میں ہے الآد بمعنی الصلب والقوۃ جیسے الاید بمعنی الصلب والقوۃ ہے اسی سے آید تہ مؤایدۃ و اید تہ تائیدًا فھو مؤید ہے بمعنی قویتہ بمعنی اسے قوت دی۔ امام راغب (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ چونکہ ہاتھ میں قوت ہے اسی لیے کہا جاتا

ہے انا اید لِکَ ۔ میں تیرا ہاتھ ہوں اید ناک ۔ میں نے تیرا ہاتھ مضبوط کیا ۔ وانا لموسعون ۔ اور ہم ہی وسعت دینے والے ہیں یعنی قادر ہیں ۔

حل لغات :۔ الموسعون ۔ الوسع سے ہے بمعنی طاقت ۔ المتوسع بمعنی علی الانفاق قادر اور تاج المصادر میں لکھا ہے کہ الایساع بمعنی دولت مند ہونا اور مکمل طور غنی ہونا مثلاً کہا جاتا ہے اوسع اللہ علیك بمعنی اغناك (اللہ تجھے غنی بنائے) اور الموسعون ۔ حال مؤکدہ ہے یا تذئیل ہے کہ اس سے ثابت کرنا ہے کہ اس کا رزق ہر شے کو وسعت سے پہنچتا ہے چہ جائیکہ صرف اسے آسمان بنانے تک محدود سمجھا جائے یا لموسعون کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ آسمانوں کو وسعت دینے والا ہے یعنی انہیں بہت بڑا فراخ بنایا ہے یا اسے وسیع بنایا جو آسمانوں اور زمینوں کے درمیان ہے یا معنیٰ یہ ہے کہ وہ رزق میں وسعت دیتا ہے جب بنینا بمعنی خلقنا ہو جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا وفی السماء رزقکم ۔ آسمان میں تمھارے رزق ہیں ۔

تفسیر صوفیانہ :۔ اس میں اشارہ گھر اور رزق کی وسعت یہ اسم واسع کی تجلیات سے ہیں والارض فرشناھا (اور ہم نے زمین بچھائی) یہ دراصل وفرشنا الارض تھا یعنی ہم نے کعبہ شریف کے نیچے سے شروع کر کے زمین بچھائی جس کی مسافت پانچسو سال ہے تاکہ انسان اس میں ٹھہریں اور اس پر ایسے چلیں پھریں جیسے ایک اپنے بستر اور بچھونے پر کروٹ بدلتا ہے ۔ فنعم الماھدون (تو ہم کیسے اچھے بچھانے والے ہیں) یہاں مخصوص بالمدح نَحْنُ محذوف ہے اور مبتداء وخبر کو محذوف کیا گیا ہے لیکن ان کا قائم مقام کوئی شے نہیں ۔

زمین کی ہیئت کی تحقیق :۔ زمین کی ہیئت اور شکل وصورت میں علماء کرام کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ وہ بسوط مستویت السطح چار جہتوں (مشرق ۔ مغرب ۔ شمال ۔ جنوب) میں ہے ۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ دستر خوان کی طرح ہے ۔ بعض کہتے ہیں طبل کی شکل میں ہے بعض نے اس کے نصف کُرّہ کو قبّہ کے مشابہ کہا ہے اور آسمان اس کے اطراف پر سوار ہے بعض نے کہا زمین کا وسیط مقعرہ (گڑھے) کی طرح ہے جیسے پیالہ ہو لیکن جمہور کہتے ہیں زمین مستدیر (دائرہ دار) کُرہ کی طرح ہے اور اسے چارسو آسمان گھیرے ہوئے ہے جیسے انڈے کو چھلکا یوں سمجھئے کہ انڈے کی زردی زمین ہے اور اس کی سفیدی آسمان ہے اور اس کی جلد بمنزلہ دوسرے آسمان کے ہے لیکن زمین کا طول انڈے کی طرح (لمبائی میں لمبی اور چوڑائی میں کم) نہیں بلکہ وہ ایسے مستدیرہ (دائرہ دار) ہے جیسے گیند جو ہر طرف سے گول اور صاف یہاں تک بعض مہندسین نے کہا کہ اگر زمین (بطور خیال) کا چہرہ اُتار لیا جائے تو فرق نہیں پڑتا اس لیے اس چہرے کے اُترنے کے بعد اس کا اور چہرہ آگے آئے گا ایسے ہی اگر اس کے ملک اندلس میں سوراخ نکالا جائے تو اس کا اثر چین کی زمین پر بھی پڑے گا ۔

زمینیں کتنی ہیں:۔ زمین کی گنتی میں بھی اختلاف ہے بعض اخبار میں ہے کہ ان کی بعض دوسری بعض کے اوپر ہیں اور ہر زمین کی موٹائی پانچسو سال کی ہے یہاں تک کہ بعض نے ہر زمین کے مکینوں کے عجائب وغرائب شکل وصورت سے بیان کئے ہیں اور ہر زمین کا مخصوص نام بتایا ہے جیسے ہر آسمان کا علیحدہ علیحدہ نام بتائے گئے ہیں بعض نے کہا چوتھی زمین پر اہل نار کے سانپ ہیں اور چھٹی میں اہل نار کے پتھر ہیں۔

زمین کے ہر طبقہ پر انبیاء علیہم السلام کے ہمنام:۔ حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جو انہوں نے خلق سبع سمٰوٰت اور من الارض مثلھن کے تحت نقل فرمایا کہ

فی کل ارض آدم کآدم و نوح مثل نوح و ابراھیم کابراھیم

ہر زمین میں آدم ہے تمہارے آدم جیسا اور نوح ہے نوح جیسا اور ابراہیم ہے ابراہیم جیسا۔

فائدہ:۔ اور یہ بات کوئی عجیب تر نہیں جو فلاسفر کہتے ہیں کہ سورج اور چاند بے شمار ہیں کیونکہ ہر اقلیم میں علیحدہ علیحدہ سورج اور چاند اور ستارے ہیں۔

سات زمینیں:۔ قدماء نے فرمایا کہ زمینیں سات ہیں اور ایک دوسری سے ملی اور چمٹی ہوئی ہیں اور اقالیم سات ہیں ان کی تقسیم کے مطابق لیکن ان میں مطابقت و مماثلت ضروری نہیں اہل اسلام اہل نظر کا میلان اسی طرف ہے۔ بعض نے سات زمینیں مانی ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ ان کے طبقات اونچے نیچے ہیں جیسے سیڑھیوں کے درجات ہیں۔ بعض نے کہا زمین پانچ مناطق پر منقسم ہے وہ مناطق یہ ہیں:۔

۱۔ شمالیہ ۲۔ جنوبیہ ۳۔ مستویہ ۴۔ معتدلہ ۵۔ وسطی

زمین کا مبلغ:۔ زمین کے مبلغ اور کمیت میں اختلاف ہے۔ مکحول سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں اقصیٰ دنیا سے ادنیٰ تک پانچسو سال کی مسافت ہے دوسو سال کی مسافت دریا میں اور دوسو سال کی مسافت میں کوئی ساکن نہیں۔ اسّی سال کی مسافت میں یاجوج و ماجوج ہیں اور بیس سال کی مسافت میں باقی تمام مخلوق ہے۔

فائدہ:۔ حضرت قتادہ نے فرمایا کہ زمین ۲۴ ہزار فرسخ ہے اس سے سوڈان کا ملک بارہ ہزار فرسخ اور روم کا آٹھ ہزار فرسخ اور عجم و ترک کا تین ہزار فرسخ اور عرب کا ایک ہزار فرسخ ہے۔

فائدہ:۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سوڈان کی چوتھائی آبادی کپڑے نہیں پہنتے اور یہ تمام لوگوں سے گنتی میں زیادہ ہیں۔

فائدہ:۔ بطلیموس نے کہا کہ زمین کا کل رقبہ دو لاکھ اٹھاسی ہزار فرسخ ہے اگر یہ قول حق ہے تو وحی والہام ہے اگر قیاس یا استدلال ہے تب بھی حق کے قریب ہے ہاں قتادہ و مکحول کے اقوال یقینی نہیں کہ جس

سے غیبی بات پر اعتبار کیا جا سکے (خریدۃ العجائب)

ومن کل شئی۔ موجودات کی ہر جنس سے۔ شے سے جنس مراد ہے۔ بعض نے کہا حیوان مراد ہیں۔

خلقنا زوجین۔ ہم نے جوڑا بنایا یعنی دو مختلف نوع بنائے مثلاً نر۔ مادہ اور آسمان و زمین اور لیل و نہار اور شمس و قمر اور سرما و گرما اور بر و بحر اور نرم زمین اور پہاڑ اور انس و جن اور نور و ظلمت اور سیاہ و سفید اور دنیا و آخرت اور ایمان و کفر اور سعادت و شقاوت اور حق و باطل اور میٹھا اور کڑوا اور موت و حیات اور تر اور خشک اور جامد و منامی (بڑھنے والی شے) ڈھیلے اور کھیتی اور ناطق و خاموش اور حوصلہ و قہر اور سخاوت و بخل اور عزت و ذلت اور قدرت و عجز اور قوت و ضعف اور علم و جہل اور صحت و بیماری اور دولت مندی اور غریبی اور ہنسنا اور رونا اور خوشی و غمی اور اوپر اور نیچا اور دایاں اور بایاں اور آگے اور پیچھے اور گرمی اور سردی وغیرہ وغیرہ۔

حل لغات:۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہر دو قرینوں میں سے نر و مادہ از حیوانات کو جن کے ایک دوسرے سے ملاپ سے نسل بڑھے ان ہر ایک کو ایک دوسرے کے لیے زوج کہا جاتا ہے اور ان کے غیر کو جو محض ایک دوسرے کے قرین ہوں ان کو بھی زوج کہتے ہیں جیسے جوتا (کا جوڑا) ایسے ہی موزے ایسے ہی ہر وہ دو چیزیں جو آپس میں مماثل یا متضاد ہوں انہیں بھی زوج کہا جاتا ہے۔

فائدہ:۔ آیت میں تنبیہ ہے کہ ہر شے مرکب ہے جوہر و عرض اور مادہ و صورت سے کوئی ایسی شے نہیں کہ ان اشیاء سے مرکب نہ ہو کیونکہ ہر شے مرکب ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ یہ کس صانع کی مصنوع ہے اس میں انسان کو تنبیہ ہے جو صانع ہے وہ فرد واحد ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ومن کل شی الخ میں اشارہ فرمایا ہے کہ عالم میں ہر شے کا جوڑ ہے خواہ اس کی ضد سے یا مماثل سے یا ترکیب سے بلکہ کوئی شے ترکیب از صورت و مادہ خالی نہیں اور جو دو چیزیں اس طرح کی ہوں وہ زوجین ہیں۔

فائدہ:۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اس سے ربوبیت اور وحدانیت کا معنیٰ ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو جوڑا جوڑا بنایا تاکہ واضح ہو کہ صرف بنانے والا واحد ہے اور بس۔

لعلکم تذکرون (تاکہ تم نصیحت حاصل کرو) یعنی یہ جو کچھ مذکور ہوا یعنی بناء و فرش اور خلق الازواج ہم نے اس لیے کیا تاکہ تم نصیحت حاصل کر کے سمجھو کہ ہر شے کا خالق و رازق صرف وہی ہے اور صرف وہی عبادت کا مستحق ہے پھر وہی تم سب کو قیامت میں لوٹائے گا اسی لیے اس کے تقاضا کے مطابق عمل کرو۔ خلاصہ یہ کہ تم نصیحت حاصل کرو اور یقین کرو کہ وحدانیت خواص ممکنات سے نہیں اور صرف میں ہی واجب بالذات ہوں اور واجب انقسام تعدد کے قابل نہیں ؎

ذرتش از قسمت و تعدد پاک
وحدت او مقدس از اشراک

از عدد دم مزن کہ او فرد است
کہ عدد بہر فرد در خور داست
احدست و شمار از و معزدل
صمد است تبار از و مخذدل

ترجمہ: (۱) اس کی ذات تقسیم و تعدد سے پاک ہے اس کی وحدت اشتراک سے مقدس ہے۔
(۲) اس کے لیے تعدد کا دم نہ مار کہ وہ فرد ہے فرد کو تعدد لائق نہیں۔
(۳) وہ اکیلا ہے اس سے تعدد دور ہے وہ صمد ہے کنبہ کو اس سے کیا تعلق۔

تفسیر صوفیانہ:- اس میں اشارہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے عالم ملک یعنی عالم اجسام اس کا زوج (جوڑ) عالم ملکوت یعنی عالم ارواح ہے تاکہ عالم جسمانی عالم ملکوت سے قائم ہو اور عالم ملکوت صرف قدرت الٰہیہ کے ہاتھ میں ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو کہ تم اس طریق سے حضرت الٰہیہ سے آئے ہو اور اسی طریق سے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹو گے۔

تفسیر عالمانہ:- ففروا الی اللہ ۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگو۔ فرمایئے اے (محبوب) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جب یہ بات ہے تو تم اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگو۔ ایمان کے بھی تقاضے ہیں تاکہ تم اس کے عقاب سے نجات اور اس سے ثواب حاصل کر سکو یعنی ایمان اور طاعت الٰہی کو فرار الی اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے اس میں تنبیہہ ہے کہ انسان کے اردگرد عقاب ہی عقاب ہے۔ اگر اسے کوئی پناہ گاہ ہے تو وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور بس۔

تفسیر صوفیانہ:- بعض اکابر نے فرمایا کہ اے وہ لوگو جو تم اللہ تعالیٰ سے بھاگ کر تعلقات کونین سے چمٹے ہوئے ہو۔ نعت شوق و محبت و تجرد سے وجود اور مطلقاً ماسوی اللہ تعالیٰ کے تعلقات کو توڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑو۔ جس کا فرار درست ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرار پائے گا نیز اس سے اس کی طرف بھاگو یہاں تک اس میں فنا ہو جاؤ اس لیے کہ حادث قدیم کو دیکھتے ہوئے فنا پا جاتا ہے۔

فائدہ: حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ماسوی اللہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف اور معصیت سے اطاعت کی طرف اور جہل سے علم کی طرف اور عذاب سے رحمت کی طرف اور اللہ تعالیٰ کے غصہ و غضب سے اس کی خوشنودی کی طرف بھاگو۔

فائدہ: حضرت محمد بن حامد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا فرار کی حقیقت وہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنی پناہ گاہ تجھے بنایا۔

حدیث شریف: نیز حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کی اے اللہ میں تیرے ساتھ تجھ سے پناہ مانگتا ہوں یہی انتہائی فرار الی اللہ ہے۔

فائدہ: حضرت واسطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ففروا الی اللہ کا معنیٰ یہ ہے کہ اس طرح چلو جیسے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے علم میں مقدر ہے نہ اپنے علم و حرکات و نفوس کے مطابق۔

شرح حدیث شریف: کسی نے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کہ "سفر کرو تندرست رہو گے" کا پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میری طرف سفر کرو مجھے پہلے ہی قدم پر ملو گے" اس کے بعد دلیل میں پڑھا ففروا الی اللہ۔ ؎

ہیچ کس در تو نیا ویخت از خود نگریخت
ہیچ کس با تو نہ پیوست کہ از خود نبرید

ترجمہ: کوئی بھی جب تک اپنے سے نہیں بھاگا تجھے نہیں پا سکا۔ تیرے سے کوئی بھی متعلق نہ ہو سکا جب تک خود سے علیحدہ نہ ہو۔

فائدہ صوفیانہ: بعض مشائخ نے فرمایا کہ فرار ایک مقام ہے جو سالکین کو راہِ حق میں راستہ پڑتا ہے یعنی وہ بھی دوست کی ایک منزل ہے جہاں سالکانِ راہِ خدا پہنچ کر مقصد کو پاتے ہیں اس کی علامت یہ ہے کہ اس منزل تک پہنچنے کے بعد سالک ہر وقت خود کو گھاٹے میں دیکھتا ہے اور اپنی ہر بات میں شکایت پاتا ہے (کہ ممکن ہے غلط ہو) اپنے ہر نیک عمل میں کوتاہی سمجھتا ہے اسے اپنے اعمال پر کسی قسم کا بھروسہ نہیں ہوتا اپنے میں اخلاص کے باوجود اخلاص کی کمی سمجھتا ہے کوئی دولت ظاہری باطنی پاتا ہے تو اسے یہ تصور ہوتا ہے کہ یہ اس کا فضل محض اور حکم ازل سے ہے اس میں اپنی کوشش اور کردار کو دخیل نہیں سمجھتا۔ اسی کو نفس کی موت کہا جاتا ہے۔ دنیا کا قانون ہے کہ زندہ مردے کی میراث پاتا ہے لیکن اس گروہ کا انوکھا طریقہ ہے کہ مردہ (سالک) زندہ (حقتعالیٰ) سے میراث (فیض) پاتا ہے۔

حضرت صدیق اکبر کی فضیلت: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو دنیا میں کسی مردہ (یعنی حق میں مستغرق اور دنیوی امور کے تعلق سے لاتعلق) کو دیکھنا چاہے تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیارت کرے۔

تفسیر عالمانہ: انی لکم نذیر مبین۔ بیشک میں تمہارے لیے کھلا ڈرانے والا ہوں۔ یعنی ان ڈرانے والوں میں سے ہوں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں۔ آپ کے

۱؎ کشف الاسرار ۱۲

منذر ہونے پہ علامت ہے کہ آپ نے معجزات دکھائے یا یہ کہ اللہ کے عذاب کو ظاہر کرنے والا ہوں۔

نکتہ :۔ اللہ تعالیٰ کا حکم کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُمت کو ڈرائیں اور اس کی طرف بھاگنے کا فرمائیں اس میں اشارہ ہے کہ جب آپ از خود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا رہے ہیں تو وہ کریم وعدۂ کرمیہ سے ہر اُس شخص کو نواز رہا ہے جو اس کی طرف بھاگیں گے تو مطلوب پائیں گے۔

ولا تجعلوا مع اللہ الٰہ اٰخر۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود نہ بناؤ۔ عقاب و عذاب سے بھاگ کر اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کی نہی کا موجب وہی ہے گویا یہ معنیٰ ہے کہ اے میرے بندو میری طرف بھاگنے کا مطلب یہ ہے کہ میرے ساتھ دوسرے کے لیے معبود ہونے کا اعتقاد نہ رکھو بلکہ زبان تک نہ لاؤ کہ میرے سوا کوئی اور بھی معبود ہے۔

انی لکم منہ۔ بیشک تمھیں اس سے کہ تم دوسرے کو معبود بناؤ۔ نذیر مبین۔ کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ اس میں ماقبل یعنی فرار من العقاب الی اللہ کی تاکید ہے لیکن بطریق تکرار نہیں بلکہ نہی عن السلب اور ایجاب الفرار من العقاب الی اللہ کے ساتھ۔

فائدہ :۔ برہان القرآن میں ہے کہ پہلا ترک طاعت سے دوسرا شرک باللہ سے متعلق ہے اس طرح سے تکرار لازم نہ آیا۔

تفسیر صوفیانہ :۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معرفت بالواحدانیت میں دوسرے کو معبود نہ بناؤ یعنی نفوس و خواہشاتِ نفسانی اور دنیا و آخرت کو کہ تم انہیں کی عبادت یعنی اس طرف مائل ہو اور ان میں رغبت کرو کیونکہ ان سے اعراض (روگردانی) کا نام ہے کہ ان سے بالکل قطع تعلق اور فرار الی اللہ ہو کیونکہ جس کا فرار الی اللہ صحیح ہو گیا اس کا اقرار مع صحیح ہو گیا یہی کمال توحید ہے۔ انی لکم نذیر مبین کا معنیٰ ہے کہ میں تمھیں بُعد و فراق اور دوئی کے دردناک عذاب سے ڈراتا ہوں کہ تم نے اس کے ساتھ وجود میں شریک ٹھہرایا اُس جرم کو نہیں بخشتا جو اس کے شریک کیا جائے۔

تفسیر عالمانہ :۔ کذلک۔ امر اسی طرح ہے یعنی وہ معاملہ جو سابقہ اُمتوں نے اپنے رسل کرام علیہم السلام سے تکذیب کی تو قریش مکہ اور مشرکین عرب کا بھی یہی حال ہو گا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کے علاوہ انہیں کبھی جادوگر کہتے ہیں اور کبھی مجنوں۔ چنانچہ خود فرمایا کہ ما اتی الذین من قبلھم من رسول۔ نہیں آیا ان کے پاس جو ان سے پہلے گزرے ہیں رسول (علیہ السلام) میں سے۔ الا قالوا۔ مگر اُنہوں نے اپنے رسول علیہ السلام کے لیے کہا ساحر او مجنون وہ جادوگر ہے یا مجنون ہے۔ یعنی جب انہیں ان کے نبی علیہ السلام نے معجزہ دکھایا تو کہہ دیتے یہ تو جادوگر ہے فلھذا اے حبیب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی یہ

لوگ تکذیب کر رہے ہیں تو اپنی قوم کا غم نہ کھایئے۔

اتواصوا بہ۔ کیا اُنہوں نے اس کی وصیت کی ہے۔ یہ ہمزہ انکار و تعجب کا ہے یعنی ان کے عمال اور معاملات سے تعجب ہے کہ باوجودیکہ ان مکذبین کو عرصہ گزر گیا وہ بکواسات جو اُنہوں نے اپنے انبیاء علیہما السلام کے لیے کیے تھے وہ کھوٹے بھلائے سے ہو گئے یہاں تک کہ کسی عقلمند کے ذہن میں وہ کلمات نہیں آسکتے تھے کہ وہ ان جیسی انبیاء علیہم السلام کے حق میں ایسی بکواس کرے لیکن یہ لوگ صدیوں بعد بھی وہی بکواس کر رہے ہیں تو اس کا یہی مطلب ہوا کہ گویا ان کے آباء و اجداد اسی طرح کی وصیت کرتے چلے آئے کہ جب کبھی کوئی نبی علیہ السلام اس طرح کا دعوی کرے تو تم اس طرح بکواس کرنا وغیرہ وغیرہ۔ بل هم قوم طاغون۔ بلکہ وہ سرکش قوم تھی۔

ربط :۔ یہ ان کے اس معاملہ سے (کہ ان کا شر پر متفق ہونے کا اس پر مدار ہے کہ بعد زمانہ اور ایک دوسرے کو نہ ملنے کے باوجود گویا وہ ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آئے) لہٰ گردانی کر کے بتاتا ہے کہ ان کا ایسی بکواسات کرنے کا موجب کچھ اور ہے جو وہ اس سے بھی قبیح و شنیع تر ہے وہ ہے ان کی جبلت خبیثہ میں طغیان اور سرکش ہونا یہ وجہ نہیں کہ وہ ایسی بکواسات کرنے کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آنا جو ان کی طبائع کا تقاضا کو دخل نہ ہو یہ نہیں بلکہ وہی وجہ ہے جو ہم نے بتائی یعنی ان کی طبائع میں طغیان و سرکشی کا رچ جانا اور راسخ ہونا۔

تفسیر صوفیانہ :۔ آیت میں اشارہ ہے نفوس متمردہ والے پہلے دور کے ہوں یا آخری دور کے سب کی جبلت و طبیعت میں یہ سرکشی گھسی ہوئی ہے اور انکار ان کا طبعی شیوہ ہے اور تکبر گویا ان میں رچ گیا ہے کوئی رسول ہو جو بھی وحی ظاہر لائے یا کوئی ولی اللہ باطنی الہام ربانی سنائے یہ ان سب کا انکار کریں گے اور کہیں گے یہ تو جادوگر ہے اس نے ہم پر جادو کر دیا ہے یا مجنوں ہے اسی لیے اس کی کسی بات کا اعتبار نہیں کیونکہ ان کے سب میں تمرد اور تکبر طبیعت بن چکا ہے گویا وہ ایک دوسرے کو اس کی وصیت کرتے رہتے ہیں بلکہ یہ سرکش لوگ ہیں اُنہوں نے یہ سرکشی اور طغیان اسباب وسعت اموال اور کثرت نعمت اور دنیوی خوش حالی اور کاروبار سے پائے ہیں۔

کسی شاعر نے کہا ہے

ان الشباب والفراغ والجدہ
مفسدۃ للمرء ای مفسدہ

ترجمہ :۔ بیشک جوانی اور فارغ البالی اور بیکاری انسان کے لیے بہت بڑا فساد ہے۔

فائدہ :۔ ان لوگوں نے ان اسباب کے مقتضیات کو الٹ دیا اس لیے کہ ان پر لازم تھا کہ جوانی اور دولت مطلوب حقیقی کے حاصل کرنے میں صرف کرنا تھا جیسا کہ حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا کہ ؎

عشق و شباب و رندی مجموعہ مرا داست
چوں جمع شد معانی گوے بیان توان زد

ترجمہ :۔ عشق و شباب اور رندی مجموعہ مراد ہیں جب جمع ہو جائیں تو معانی کی گیند بیان کی جا سکتی ہے۔

تفسیر عالمانہ :۔ فتول عنہم. تو ان کی جنگ سے روگردانی فرمایئے کیونکہ ان کو بار بار دعوت دی جا چکی ہے اور یہ انکار ہی انکار کیے جا رہے ہیں اور تکبر کے سوا ان سے کوئی بات صادر نہیں ہوتی جب تک آپ کو ان کے ساتھ جنگ و جہاد کا حکم صادر نہ ہو ان کو مکافات عمل (کردار کا بدلہ دینا) سے روگردانی فرمایئے۔

تفسیر صوفیانہ :۔ فتح الرحمٰن میں ہے کہ ان پر حد سے زائد حرص اور حسرتوں میں ان کے نفوس کے چھننے سے روگردانی فرمایئے اور الواسطی نے فرمایا کہ ان کو ان کی ازلی سعادت و شقاوت کے حال پر چھوڑ دیئے (کہ جو کچھ ان کے ازل میں لکھا جا چکا ہے انہیں وہی ملے گا۔ آپ نے حق و باطل کا امتیاز بتا دیا اب ان کی قسمت)۔

فما انت بملوم. پس آپ پر کوئی ملامت نہیں اگر ان سے روگردانی فرمائیں گے کیونکہ آپ نے اپنے طور ان کو افہام و تفہیم فرمائی اور بہت ہی کوشش فرمائی ہے اور تبلیغ و ابلاغ کے تمام راستے اختیار فرمائے ہیں۔

حل لغات :۔ اللوم والملامۃ معنی کسی کو سرزنش کرنا۔

فائدہ :۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ ان سے روگردانی فرمایئے اس لیے کہ جس سے آپ کی محبت ہے آپ انہیں ہدایت پیدا نہیں کر سکتے اور نہ ہی اس تخلیق ہدایت کے عجز سے آپ پر کوئی ملامت ہے کیونکہ آپ کا کام تھا پیغام پہنچانا اور ظاہری اسباب کا استعمال کرنا وہ آپ کر چکے بلکہ آپ نے اس کا حق ادا کر دیا۔ اب شہود العین آپ کے ذمہ نہیں تبلیغ رسالت میں اس کی شرط ہے۔

وذکر. اور وعظ و نصیحت کیجئے اسے بالکل نہ چھوڑیئے۔ یہاں ھُمْ ضمیر محذوف اس لیے ہے کہ ان کا معاملہ اتنا واضح ہے کہ ان کی ضمیر ظاہر کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ **فان الذکری تنفع المومنین** اس لیے کہ پند و نصیحت اہل ایمان کو نفع دیتی ہے یعنی ان لوگوں کو جن کے لیے ایمان مقدر ہے یا انہیں جو بالفعل مومن

ہیں کیونکہ وعظ ونصیحت سے ان کی بصیرت وقوت فی الیقین میں اضافہ ہوتا ہے یعنی کافروں کی سرکشی وعناد اور انکار سے اہل ایمان کی نصیحت سے دست بردار نہ ہو بلکہ ایسے ہی وعظ ونصیحت میں مصروف رہیئے اس لیے کہ وعظ ونصیحت کے بہت بڑے فوائد ہیں مثلاً نصیحت قلوب کو نرم کرتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ہر مومن سے صدور گناہ ہوتا ہے اور وہ لحظہ بہ لحظہ اپنی عادت پر مجبور رہتا ہے کیونکہ مومن مفتون اور فراموشی طبیعت ہے اسے جب نصیحت کی جائے تو وہ اس کے لائق ہے۔

فائدہ، حدیث قدسی: گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مطیعین کو میرے بہت بڑے ثواب کی یاد دلایئے۔ عارفین کو وہ اُمور یاد دلایئے جنہوں نے انہیں میری آزمائش سے روگردانی کرائی ہے اور بعض نے کہا کہ بے فرمانوں کو میرا عذاب یاد دلایئے تاکہ میری مخالفت سے باز آجائیں اور مطیعین کو میرے بڑے ثواب یاد دلایئے تاکہ طاعت وعبادات میں بڑھیں اور عشاق کو میرے وہ شاہدہ کے انوار جمال وجلال یاد دلایئے جو انھیں غیب اور غیب الغیب میں نصیب ہوئے تھے تاکہ بذل الوجود وطلب المفقود میں بڑھیں۔

دس چیزوں کی یاد: فصول میں مذکور ہے کہ کلام مذکور دس چیزوں پر مشتمل ہے تاکہ سامعین کو نفع حاصل ہو۔

(۱)۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلایئے تاکہ وہ اس کا شکر کریں۔

(۲)۔ دکھ اور تکالیف کا ثواب بتائیں تاکہ صبر کرسکیں۔

(۳)۔ گناہوں کا سزا و عذاب سنائیں تاکہ گناہوں سے باز آجائیں اور ان سے توبہ کریں۔

(۴)۔ شیطان کے مکروفریب بتائیں تاکہ اس سے ڈر کر بچ جائیں۔

(۵)۔ دنیا کی بے ثباتی اور بے وفائی سمجھائیں تاکہ اس میں دل نہ لگائیں۔

(۶)۔ موت کو ہر وقت یاد رکھا جائے تاکہ روانگی کی تیاری جاری رکھی جاسکے۔

(۷)۔ قیامت کو زیادہ سے زیادہ یاد دلایا جائے تاکہ اس کے لیے زادِ راہ جمع کیا جاسکے۔

(۸)۔ دوزخ کے عذاب کے حالات بتائے جائیں تاکہ ان سے بچ سکیں۔

(۹)۔ بہشت کی نعمتیں سنائی جائیں تاکہ انھیں رغبت ہو۔

(۱۰)۔ ہر بات کو خوف و رجاء کے درمیان میں رکھا جائے یعنی کبھی اللہ تعالیٰ کی عظمت و ہیبت کا تصور دلایا جائے۔ تاکہ اس کا خوف دل میں پیدا ہو اور کبھی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی بتائی جائے۔ تاکہ اس سے اُمیدوار ہو

جو پند ونصیحت ان دس اُمور پہ مشتمل ہو تو اہل ایمان کو اس سے بہت بڑا فائدہ نصیب ہوگا بالخصوص وہ عالم دین ایسی بتائے جو خود کو ان کا عامل بناتا ہو کیونکہ عالم باعمل کی بات زیادہ موثر ہوتی ہے بہ نسبت

اس کے جو بے عمل ہو۔

سوال :۔ بے عمل عالم کی بات کا خاک اثر ہو گا جب وہ خود عمل نہیں کرتا پھر اس کی وعظ و نصیحت کا کیا فائدہ؟

جواب :۔ یہ ہم نے از خود نہیں بلکہ بزرگوں نے ایسے فرمایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش
ور نوشتہ باشد پند بر دیوار

ترجمہ :۔ لازم ہے کہ نصیحت حاصل کی جائے خواہ وہ نصیحت دیوار پر ہی لکھی ہوئی ہو۔

اور جو سن کر بھی عمل میں لانے کی کوشش کرے تو وہ فائدہ پا سکتا ہے اس میں کسی کو اعتراض نہیں ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

ان فی ذلك لذکری لمن کان له قلب او القی السمع وھو شھید

بیشک نصیحت اس کے لیے ہے جو اس کی طرف کان لگائے درانحالیکہ وہ مکمل طور متوجہ ہو۔

تفسیر عالمانہ :۔ وما خلقت الجن والانس (اور ہم نے جن و انس کو پیدا نہیں کیا) الا لیعبدون مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔

فائدہ :۔ امام یعقوب نے اس طرح پڑھا ہے ایسے ہی یطعمونی و یستعجلونی یاء کو باقی رکھ کر جیسا کہ اس کی تحقیق آئے گی (انشاء اللہ) یعنی بحالت وصل و فصل ہر دونوں میں یاء متکلم کو باقی رکھنا اور باقی قراء نے ہر دونوں حالتوں میں حذف کیا ہے۔

فائدہ :۔ عبادت عبودیت سے زیادہ بلیغ ہے اس لیے عبودیت بمعنی تذلل (ذلت) ظاہر کرنا ہے اور عبادت ہر درجہ کی عاجزی کرنا اور اس کا مستحق وہی ہے جو حد درجہ کی فضیلت رکھتا ہو۔ بعض اکابر نے فرمایا کہ عبادت ذاتیہ ہے مخلوق کے لیے ہے کیونکہ وہ لغت عربیہ میں ذلت کو کہا جاتا ہے۔

نکتہ :۔ افعال مخصوصہ (مثلاً عبادت وصفیہ) کا اسی لیے مکلف بنایا تاکہ اس ذلت ذاتیہ پر تنبیہہ ہو یہاں تک کہ وہ اپنے رب خالق کے لیے عجز و انکسار کریں بطریق مشروع۔

نکتہ :۔ انسان و جن کو عبادت کے لیے پیدا کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ انھیں پیدا کیا درآنحالیکہ ان میں مکمل استعداد ہے اور مکمل قدرت ہے اور وہ ان سے عبادت مطلوب ہے کہ غایت کی ترتیب کو جو کہ وہ اس کا ثمر ہے بمنزلہ ترتب فرض کے قرار دیا گیا ہے جو کہ وہی اس کی غرض اصلی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے افعال کا تتبع غایات جلیلہ سے ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں (اگرچہ وہ اس سے پاک ہے کہ اس کے افعال معلل بالاغراض ہوں) کیوں نہ ہو جبکہ وہ رحیم و کریم ہے اور یہ بندوں کے لیے رحمت اور عبادت

اس کے فضل و احسان کا سبب ہے اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے افعال کسی غرض و نہایت کے محتاج نہیں ہیں یعنی یوں کہا جائے کہ فلاں اَمر اللہ تعالیٰ کے فلاں فعل کا باعث ہے کہ اگر وہ نہ ہوتا تو یہ نہ ہوتا تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اس کے کمال کی غایت یہی فعل ہے حالانکہ وہ کسی وجہ کے بغیر ہی کامل ہے ۔ اور معنی نہایت کمالیہ کی حیثیت سے اس کی طرف فعل فاعل حق کا پہنچانا تو بھی افعال سے اس کی نفی نہیں ہوتی بلکہ وہ کل کے کل اسی طریق سے جاری ہوتے ہیں اور اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی وصف حکمت سے مشہور ہے ۔

فائدہ :۔ فقہاء و اہل لغت نے اسی طرح تعلیل کا معنیٰ بتایا ہے اور اسی سے ہی لام کا معنیٰ متحقق ہوتا ہے ہاں فاعل کا ارادہ مقتضیات لام سے نہیں تاکہ لازم آئے کہ بعض انس و جن سے تو عبادت کا صدور نہیں ہوتا تو پھر ارادۂ الٰہی کہاں گیا اسی طرح سے تخلف المراد از ارادہ لازم نہ آیا کیونکہ بعض انس و جن کا غایت تک نہ پہنچنا باوجودیکہ اس کے پاس مبادی الاسباب اور ایسے مقدمات موجود تھے جو اسے غایت تک پہنچا سکتے تھے لیکن اس نے استعمال ہی نہ کیے اس اعتبار سے نہیں کہا جا سکتا کہ ان کے لیے غایت کہاں گئی اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی ایک اور آیت میں فرمایا کہ "کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور" یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف اسی لیے نازل کی تاکہ آپ لوگوں کو اندھیریوں سے نکال کر نور کی طرف لے جائیں اس طرح نظائر بے شمار ہیں (الارشاد)

مفتی سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہاں پر لام اپنے حقیقی معنیٰ پر ہے (اسے غور سے دیکھ لو) خلاصہ یہ کہ لام لیعبدون میں اس سبب کا اثبات ہے جو حق کا موجب ہے اور یہ لام شرعاً حکمت و سبب کی اور عقلاً علت کی ہے ۔

مولانا رمضانؒ کی تقریر :۔ حضرت مولانا رمضان رحمۃ اللہ علیہ نے شرح عقائد میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ کا استکمال اپنے فعل سے جائز بلکہ واقع ہے مثلاً جب اُس نے عالم کو پیدا فرمایا تو کمال موحدیت و معروفیت استکمال فرمایا چنانچہ ارشاد وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون لاالی لیعرفون سے ظاہر ہوتا ہے اور یہ کمال اضافی ہے اور اس کا خلو (خالی ہونا) بھی ہو سکتا ہے ۔

فائدہ :۔ مقصود الٰہی از ہمہ کمال جلاو استجلاء ہے کہ انسان کامل (اولیاء و انبیاء) میں جمعاً و تفصیلاً ظاہر ہوا اور عالم میں صرف تفصیلاً ظاہر ہوا ۔

سوال :۔ طلب مقصود استکمال نہ ہوا بلکہ نقصان کا داعی ہے جیسا کہ اہل کلام کا قاعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل باعراض نہیں ۔

جواب:۔ یہ استکمال از فعل غیر کے لیے ہے نہ کہ اپنے صفات سے اور یہاں کا استکمال اپنے فعل سے ہے فلهذا اعتراض نہیں ہو سکتا (تفسیر الفاتحہ لصدر الدین القنوی قدس سرہ) اور ایسے ہی بعض شروح فصوص الحکم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک کمال ذاتی ہے دوسرا کمال اسمائی ہے اور استکمال یا بغیر کمال ذاتی کے لیے ممتنع ہے اسمائی کے لیے جائز ہے کیونکہ آثار اسماء کا ظہور مظاہر کونیہ کے بغیر ممتنع ہے۔ حضرت مولانا جامی قدس سرہ نے فرمایا؎

وجود قابل شرط کمال اسمائیست
وہ گرنہ ذات نباشد بغیر مستکمل

ترجمہ:۔ وجود قابل کمال اسماء کے لیے شرط ہے ورنہ ذات کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ بغیر مستکمل نہ ہو۔

اور فرمایا؎

ای ذات رفیع تو نہ جوہر نہ عرض
فضل و کرمت نیست معلل بغرض

ترجمہ:۔ تیری ذات بلند ہے نہ تو جوہر نہ عرض۔ تیرا فضل و کرم کسی غرض کے ساتھ معلل نہیں۔

شرح:۔ یعنی حق سبحانہ بحسب کمال ذاتی وجود عالم و عالمیان سے مستغنی ہے جیسا کہ فرمایا کہ واللہ ھو الغنی لیکن چونکہ کمال اسمائی وجود اعیان ممکنات پر موقوف ہے اسی لیے اسے پیدا فرمایا؎

تا خود گرد و بجملہ اوصاف عیان
واجب باشد کہ ممکن آید بمیان
ورنہ بکمال ذاتی از آدمیان
فرد است و غنی چنانکہ خود کرد بیان

ترجمہ:۔ تاکہ خود ہو ساتھ جملہ اوصاف کے ظاہر واجب ہے کہ ممکن درمیان میں آئے۔

ورنہ اس کا کمال ذاتی آدمیوں سے فرد اور غنی ہے جیسا کہ اس نے خود بیان فرمایا۔

فائدہ:۔ اشاعرہ نے اس توجیہہ کا انکار کیا ہے یعنی یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض ہیں اور اس کی تاویل کی جائے کہ ذات تو معلل بالاغراض نہیں اسماء ہیں اشاعرہ کے نزدیک یہ توجیہہ صحیح نہیں اگرچہ فی الواقع لفظاً صحیح ہو لیکن جب ہم تمسک کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ منافع سے ہر طرح سے مستغنی ہے تو کوئی شے اس کے لیے نافع ہو کر اس کی طرف کیسے راجع ہو کیونکہ وہ قادر ہے کہ کسی تک نفع پہنچائے بغیر کسی فعل کے واسطہ کے اس معنیٰ پر اشاعرہ کے نزدیک معلل بالاغراض کی کوئی صورت نہیں اور وہ

لیعبدون میں لام التعلیل کو استعارہ تبعیہ بناتے ہیں عبادت بندگان کو تشبیہ دی گئی ہے ساتھ اس کے کہ فرض کی جائے کوئی ایسی علت جو اس کی خلق پر مرتب ہو۔

فائدہ: اکثر فقہاء و معتزلہ کہتے ہیں کہ معلل بالاغراض افعال اللہ کو کہا جا سکتا ہے کیونکہ ان کے منافع اللہ تعالیٰ کی طرف راجح نہیں بلکہ مخلوق کی طرف راجع ہیں کیونکہ کسی فعل کا غرض سے خالی ہونا عبث ہے اور اللہ تعالیٰ حکیم سے عبث کا ہونا محال ہے۔ (مشارق الانوار لابن الملک)

فائدہ: ابن الشیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا معتزلہ کا عقیدہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض ہیں ان کا استدلال اسی آیت وما خلقت الجن والانس الخ سے ہے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مراد اس کے ارادہ کے خلاف ہو جائے تو جائز ہے جب وہ مراد بندوں کے افعال اختیاریہ سے ہو ان کا یہ استدلال بھی اسی آیت سے ہے طریق استدلال یہ ہے کہ لام التعلیق (لیعبدون میں) بنائی جاتی ہے کہ اس کی وضع اس لیے ہوئی ہے کہ وہ اس پہ داخل ہو جو کسی دوسرے فعل کی غرض ہو۔ اب مطلب یہ ہُوا کہ اللہ تعالیٰ کا انس وجن کے پیدا کرنے کی غرض۔ ان کا اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے پھر ظاہر ہے کہ بعض (انس وجن) نے عبادت نہیں کی تو یہ ان کا عبادت نہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے خلاف ہو گیا یہی ہم (معتزلہ) کہتے ہیں۔

جواب از اہلسنت: جب کہ قطعی دلیل موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام کسی غرض پر ہوتا ہے تو اسی لیے لازم ہے کہ اس لام (لیعبدون) کی تاویل کی بجائے (ایسے ہی جہاں لام تعلیل افعال تعلیل افعال الٰہی میں واقع ہو) اور اس کی تقریر یوں کی جائے کہ وہ حکمتیں و مصلحتیں جو فعل الٰہی سے مرتب ہوتی ہیں اور یہ حکمتیں اور مصلحتیں فعل کی غایت ہوتی ہیں جس کے لیے وہ ہیں اس حیثیت سے کہ اگر یہ فعل اگر غیر اللہ سے صادر ہوتا تو اس کی یہ غایت وغرض ہوتی اسے غرض حقیقی سے تشبیہ دے کر اس پر لام تعلیل داخل ہوتی ہے جو غرض پر دلالت کرتی ہے بوجہ اسی تشبیہ کے اسی وجہ سے اس پر اس غرض کا اطلاق ہوتا ہے یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ ما فی الارض کی تخلیق سے غرض لوگوں کا انتفاع ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا خلق لکم ما فی الارض جمیعا (جو زمین میں ہے وہ سب تمہارے لیے پیدا کیا) یہ جواب اس لام سے حاصل ہوتا ہے جو غایت مرتب علی الفعل پر مرتب ہے اور وہ الا لیعبدون میں تعلیل کا نفع نہیں دیتی اس لیے کہ عبادت خلق کثیر از جن وانس پر غایت مرتب نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ کہا جائے کہ اسے غرض سے تشبیہ دی گئی بایں حیثیت کہ فعل اس (غایت) کی طرف پہنچانے والا ہے اور وہ (غایت) اس فعل پہ مرتب ہے اس معنی پر غایت پہ غرض کا اسم اطلاق کیا گیا

ہے اسی وجہ سے ہی اس پر لام غرض کی داخل ہوئی ہے لیکن یہ اگر کمل ہو تو یہ معتزلہ کے استدلال ثانی کا بھی جواب یہی ہے کیونکہ یہ اس معنی پر مبنی ہے کہ مدلول اللام کا فی نفس الامر غرض ہے اور وہ شے جو علی طریق التشبیہ غرض ہو وہ مراد نہیں ہوتی اس تقریر پر عدم ترتب غرض کا علی الفعل سے تخلف المراد عن الارادہ لازم نہیں آتا اسی لیے معتزلہ کا استدلال صحیح نہ ہوا۔

فائدہ :۔ مصنف (شرح مشارق الانوار رحمۃ اللہ علیہ) نے اس جواب کی طرف اشارہ کیا ہے اپنی اس تقریر میں کہ اللہ تعالیٰ نے جن و انس کو ایسی صورت میں پیدا فرمایا جو وہ متوجہ الی العبادت اور اس کے لیے مستعد ہے اس معنیٰ پر ان کی تخلیق کو عبادت کا معنیاً (غایت کا مفعول) بنایا۔ خلاصہ یہ کہ جن و انس کی تخلیق پر عبادت غایت مترتبہ نہیں چہ جائیکہ اسے غرض و مراد بنایا جائے تاکہ عدم ترتب علی خلقتہا (جن و انس) سے تخلف المراد عن المراد لازم آئے (جیسے معتزلہ نے سمجھا ہے)۔

سوال :۔ اگر یہ بات نہیں تو پھر لام لیعبدون (غایت) پر داخل کیوں ہوئی حالانکہ اس کا حق ہے کہ وہ غرض پر داخل ہو یا مشبہ بہ پر کیونکہ وہی مرتب علی الفعل ہوتا ہے اور اس کا فی الجملہ موجب و حامل ہوتا ہے۔

جواب :۔ چونکہ اسے غایت مرتبہ سے مشابہت ہے اسی لیے اس پر داخل ہوئی کیونکہ انس و جن کی تخلیق ایسی صورت پہ پیدا کیا گیا جو متوجہ الی العبادت اور اس کی صلاحیت و قابلیت اور اس کی قدرت و طاقت رکھتی ہے اسی لیے اس پر لام داخل ہوئی اور ان کی تخلیق اسی صورت کے ساتھ یہ بات ملائی گئی کہ وہ دلائل سمعیہ و عقلیہ سے رہبری حاصل کریں کہ وہ عبادت کے لیے ہی پیدا کیے گئے ہیں اس اعتبار سے گویا انہیں پیدا ہی عبادت کے لیے کیا گیا ہے اور یہ ان کی تخلیق پر غایت مترتبہ ہے اسی لیے اس پر غایت کا اطلاق ہو کر اس پر لام الغایت داخل ہوئی اس میں ان کی تخلیق اسی صورت پر پیدا کرنے میں مبالغہ ہو۔

فائدہ :۔ اور چونکہ یہاں پر آیت میں لام کو اپنے ظاہری معنیٰ سے نکال کر مبالغہ فی تخلیق الانس والجن مطلوب ہے کہ ان کی تخلیق گویا ہے ہی تحصیل عبادت کے لیے اسی لیے مصنف (شرح مشارق الانوار) نے فرمایا کہ اگر اس آیت کی لام کو اپنے حقیقی معنیٰ میں رکھا جائے تو اس میں منع و ابطال لازم آئے گا۔ اور دو آیتوں میں تعارض ہو جائے گا مثلاً جو لوگ جہنم کے لیے پیدا کیے گئے تو ان کے لیے کہنا پڑے گا وہ عبادت کے لیے پیدا نہیں کیے گئے (حالانکہ یہ مطلب و مفہوم غلط ہے)[1]

---

[1] حواشی ابن الشیخ ۱۲

فائدہ :۔ بحر العلوم میں ہے کہ میں نے ان دونوں گروہوں (انس وجن) کو پیدا نہیں کیا مگر عبادت کے لیے۔ عبادت بمعنی بندے کا قیام اس کے ساتھ کہ جس سے وہ عبادت کرے اور اسے اوامر ونواہی کی تابعداری کے لیے مکلف بنایا جانا یا آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ میں نے انھیں پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ میں ان سے عبادت کا مطالبہ کردوں۔ اور وہ مطالبہ اس کی کتابوں میں ہے جو اس نے انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمائیں یہ تقدیر صحیح ہے یعنی لیعبدون کا تعلق طلب سے ہے اور ارادہ سے نہیں اور اس تخلف المراد عن الارادہ بھی لازم نہیں آتا کیونکہ طلب مطلوب کے وجود کو مستلزم نہیں بخلاف ارادہ کے کہ اس کے لیے مراد کا ہونا ضروری ہے جیسے اپنے مقام پر اس کی تحقیق ہو چکی ہے۔

خلاصہ :۔ جو کچھ علماء کرام نے اس آیت کے معنیٰ میں فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وما امروا الا لیعبدوا۔ یہ مامور نہیں ہیں مگر اس کے کہ وہ عبادت کریں ایک معبود کی یہی اہلسنت کے مذہب کے مطابق ہے کیونکہ اگر وہ صرف عبادت کے لیے پیدا کیے جاتے تو وہ آنکھ جھپکنے کی مقدار میں بھی نافرمانی نہ کرتے ہاں وہ امر تکلیفی طلبی نہ کہ ارادی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں ورنہ مراد ارادہ کے خلاف ہرگز نہ ہوتا اگر وہ امر ارادی ہوتا چونکہ عاصی (نافرمان) کے عین میں حضرت علمیہ میں استعداد کی تکلیف ثابت ہے اسی لیے اس کی طرف امر تکلیفی متوجہ ہوا لیکن چونکہ اس کے عین میں مامور بہ کی استعداد نہیں تھی اسی لیے اس سے مامور بہ متحقق نہ ہوا۔ اسی لیے اس سے معصیت ومخالفت صادر ہوتی ہے۔

سوال :۔ پھر اسے مکلف بنانے کا کیا فائدہ جب وہ جانتا تھا کہ اس سے مامور بہ کا وقوع نہیں ہوگا۔

جواب :۔ امتیاز مطلوب ہے کہ ان میں کس میں استعداد وقبول امر ہے اور کس میں نہیں تاکہ سعادت وشقاوت ظاہر ہوں اور معلوم ہو کہ ان میں سعید کون ہے اور شقی کون ؟

فائدہ :۔ بعض نے کہا اس (انس وجن) سے بھی ان کی جنس سعداء واشقیاء مراد ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی ولقد ذرأنا لجہنم کثیرا من الجن والانس میں ان کے اشقیاء مراد ہیں۔ اس کی تائید اس قرأۃ سے ہوتی ہے جس میں پڑھا گیا۔ وما خلقت الجن والانس المومنین۔ آیت کے عموم سے ہے۔ مجنون مستثنیٰ ہیں یہ بھی دلیل ہے کہ مذکورہ بالا تقریر صحیح ہے نیز اس کی تائید ولقد ذرأنا جہنم کثیرا من الجن والانس ہوتی ہے کہ اس میں بچے اور پاگل مستثنیٰ ہیں۔

سوال :۔ عبادت کیسے خلق الجن والانس کی علت ہے۔ اگر ایسے ہوتا تو بہت سے لوگ عبادت سے محروم نہ ہوتے۔

جواب :۔ ممکن ہے یہاں پر مخصوص لوگ مراد ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأۃ دلالت کرتی ہے کہ وما خلقت الجن والانس من المومنین الا لیعبدون۔ اگر عام بھی مراد ہو تو اس سے وہ لوگ مراد ہوں جو تکلیف کی قابلیت و

صلاحیت رکھنے میں جیسا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ ما من مولود الا یولد علی الفطرۃ۔ کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا مگر پیدا ہوتا ہے فطرت پر۔

فائدہ:۔ لیعبدون میں عبادت سے معرفت مراد ہو تو پھر کوئی اشکال نہیں کیونکہ معرفت کفار کو بھی حاصل ہے جیسا کہ فرمایا کہ ولئن سألتہم من خلق السمٰوٰت والارض لیقولن اللہ۔ اگر ان سے پوچھو کہ کس نے آسمان و زمین پیدا کیے تو کہیں گے اللہ۔

فائدہ:۔ حضرت مجاہد نے فرمایا اور امام بغوی رحمہما اللہ تعالیٰ نے اسی کو اختیار فرمایا وہ یہ کہ لیعبدون بمعنی لیعرفون ہے اس کا ذیل کی حدیث قدسی پر ہے:۔

کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف (روح البیان ص ۱۷۶ ج ۹)

میں مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق پیدا کی تاکہ میری پہچان ہو۔

سوال:۔ اگر معرفت مراد ہوئی تو لیعبدون کے لانے کا کیا فائدہ۔

جواب:۔ یہ اطلاق السبب علی المسبب کے قبیل سے ہے تاکہ تنبیہ ہو کہ معرفت وہ معتبر ہے جو عبادت سے حاصل ہو نہ کہ دوسرے طریقوں سے جیسے فلاسفہ کی معرفت[1] وغیرہ۔

فائدہ:۔ بعض نے فرمایا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ میں نے انہیں پیدا نہیں کیا مگر عبادت کے لیے اپنے اختیار سے تاکہ میرے ہاں سے شرافت و کرامت حاصل کریں اور میں نے اس پر انہیں مجبور نہیں کیا کیونکہ اگر میں انہیں عبادت پر مجبور کروں تو ان سے عبادت حاصل ہو جاتی لیکن مجھے نہ ان کی ضرورت ہے اور نہ ان کی عبادت کی۔

خلاصہ:۔ تطلیقاً و اختیاراً انہیں عبادت کے لیے پیدا کیا گیا نہ کہ جبلت و اجباراً جسے اللہ تعالیٰ توفیق بخشتا اور سیدھے راستہ پر لگاتا ہے تو وہ اس عبادت کو بجا لاتا ہے جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے اور جسے وہ ذلیل و خوار کرے اور اپنے دروازے سے ہٹائے تو وہ محروم ہو کر ایسے عمل کرتا ہے جس کے لیے اسے پیدا نہیں کیا۔

حدیث شریف:۔ عمل کرو ہر وہ جسے اللہ تعالیٰ سے آسانی نصیب ہوتی ہے تو وہ وہ عمل کرتا ہے جس کے لیے پیدا کیا گیا[2]۔

تفسیر صوفیانہ:۔ حضرت الشیخ نجم الدین دایہ قدس سرہ نے اپنی تاویلات میں لکھا کہ وما خلقت الجن الخ میں نے انس و جن کو اسی لیے پیدا فرمایا تاکہ وہ میری عبادت کریں کیونکہ میری معرفت

---

[1] الارشاد ۱۲
[2] عین المعانی ۱۲

کا موتی صدف عبودیت میں امانت رکھا ہوا ہے اور میری معرفت دو قسم ہے :۔

۱۔ معرفت صفت جمال ۔

۲۔ معرفت صفت جلال ۔

اور وہ ہر دونوں مظہر ہیں اور عبودیت دونوں مظہروں کی یا فرمانبرداری کرتی ہے یا بے فرمانی جو تسلیم و رضا سے فرمانبرداری کرتا ہے جیسے اسے حکم ہے تو وہ صفت جمال لطف کا مظہر ہے اور جو انکار و استکبار سے سرکشی کرتا اور بے فرمانی کرتا ہے تو وہ صفت جلال و قہر کا مظہر ہے ۔ اب آیت کا معنیٰ یہ ہوُا کہ میں نے مقبول بندے پیدا فرمائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے صفت جمال و لطف کے مظہر بنیں اور مردودوں کو پیدا فرمایا تاکہ خواہشات نفسانی کی عبادت کر کے صفت جلال و قہر کے مظہر بنیں اسی معنیٰ پر ہی ہیں نے انہیں پیدا کیا ۔

فائدہ :۔ حکمت ایزدی کا تقاضا نہیں کہ سب کے سب توحید و عبادت و اخلاص و اقبال کلی علی اللہ پر متفق ہوں اس طرح سے امر معاش میں خلل ہوتا اسی لیے کہا گیا ہے لولا الحمقی لخربت الدنیا ۔ اگر احمق (دنیادار) نہ ہوتا تو دنیا کا معاشرہ بگڑ جاتا ۔ اسی لیے غضب الٰہی کا ہونا ضروری ہے تاکہ مرتبہ قبضۂ شمال (بایاں دست قدرت) کی تکمیل ہو اگرچہ اس کے دونوں مبارک ہاتھ دائیں ہیں لیکن ہر دونوں کا حکم ایک دوسرے کے خلاف ہے ۔ اس معنیٰ پر زمین تمام اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اور ساتوں آسمان اس کے دائیں ہاتھ (قدرت) میں پیٹے ہوئے ہیں اسی لیے حکمت الٰہی کا تقاضا ہوُا کہ ہر ان اُمور کا ظہور ہو جو جس ہاتھ (قدرت) سے منسوب ہیں ۔ ایک کی طرف سعادت مندوں کی رحمت و جنت منسوب ہے دوسرے کی طرف بدبختوں کے لیے قہر و غضب اور ان کے لوازمات اور ہر دونوں کے مقتضیٰ دنیا میں موجود ہیں ۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ کریمہ :۔ تخلیق سے مقصود اصلی تخلیق سے انسان کامل کا وجود ہے وہی جمال و کمال حق کا آئینہ ہے اور وہ موجود ہوئے (یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور سواد اعظم سے بھی مراد وہ ہے جو حق پر ہو خواہ ایک ہو ۔

عجیب تفسیر :۔ امام واحدی رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لیعبدون معنی لیخضعوا لی ویتذللوا الی یعنی اہل معانی کے نزدیک آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ انس و جن کو اس لیے پیدا کیا گیا تاکہ وہ میرے لیے عجز و نیاز اور تواضع و انکسار کا اظہار کریں اور عبادت کا معنیٰ بھی لغت میں ذلت و انقیاد ہے اور تمام مخلوق انس و جن اللہ تعالیٰ کی قضاء کے آگے سرخم اور اس کی مشیت کے سامنے سرِ نیاز جھکائے ہوئے ہے کہ جیسے چاہا پیدا کیا اور وہ رزق بخشا جو اس کا فیصلہ ہوا کسی کو کوئی طاقت نہیں کہ وہ اس سے

سرتابی کرے جس پر اسے پیدا کیا گیا۔

تفسیر ابن عباس:۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ لیعبدون بمعنی لیقروا بالعبودیۃ طوعًا وکرھًا۔ یعنی انس وجن کو اس لیے پیدا کیا گیا تاکہ وہ طوعًا وکرہًا عبودیت کا اقرار کریں یعنی اہل ایمان طوعًا عبودیت کا اقرار کرتے ہیں اور اہل کفر کرہًا یعنی اس جبلت پر جس پر اُن کی خلقت (تخلیق) ہے وہی وحدانیۃ اللہ اور اس کا تخلیق میں منفرد ہونے اور اس کے استحقاق عبادت پر دلالت کرتی ہے اس معنیٰ پر تمام مخلوق اس کی عبادت گزار ہے اسی پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ ولہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض کل لہ قانتون اور اسی کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے سب کے سب اسی کے فرمانبردار ہیں۔ (طوعًا یا کرھًا) اس معنیٰ پر کہ ان میں دلائل حدوث پائے جاتے ہیں جن سے لازم آتا ہے کہ وہ مربوب ومخلوق اور کسی کے تابع ہیں۔ التیسیر۔ یہ وہ اقوال ہیں جو اس باب میں مذکور ہوئے۔

نکتہ:۔ جن وانس کی تخلیق کو عبادت کے حصر میں اشارہ ہے کہ ربوبیت صرف اللہ تعالیٰ اور عبودیت مخلوق کے لائق ہے اور یہ ان کے مخصوص ترین اوصاف سے ہے یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ عبودیت رسالت سے افضل ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے فرمایا اسریٰ بعبدہٖ اپنے عبد مقدس کو سیر کرائی (برسولہ) نہیں فرمایا اور اسی لیے اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ میں عبدہٗ رسولہ سے مقدم ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا ربوبیت کا دعویٰ کرتا ہے وہ اس آیت کی تہدید سے خوف رکھے کیونکہ جمیع کمالات اللہ تعالیٰ کے ہیں اگر چہ عبد سے ظاہر ہوں تو وہ عبد صرف مظہر ہے اور بس۔ ورنہ ظاہر صرف وہی اللہ تعالیٰ اور اس کے کمالات ہیں۔

عبادت کی قسمیں

:۔ عبادت دس قسم ہے :۔

۱۔ نماز ۲۔ زکوٰۃ ۳۔ روزہ ۴۔ حج ۵۔ قرأۃ القرآن ۶۔ ہر حال میں ذکر اللہ ۷۔ طلب الحلال ۸۔ قیام بحقوق المسلمین وحقوق الصحبت ۹۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ۱۰۔ اتباع السنت اور یہی آخری قسم سعادت کی کنجی اور محبت الٰہی کی علامت ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

فرمایئے اگر اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو تمھیں اللہ تعالیٰ محبوب بنالے گا۔

حضرت مولانا جامی قدس سرہ نے فرمایا ہے

یا نبی اللہ السلام علیک
انما الفوز والفلاح لدیک
گر نرفتم طریق سنت تو
ہستم از عاصیان امت تو
ماندہ ام زیر بار عصیان پست
رفتم از پائے اگر نگیری دست

ترجمہ :۔ (۱) اے نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ پر سلام ہو بیشک کامیابی اور فلاح آپ کے ہاں ہے۔
(۲) میں آپ کی سنت کو اپنا طریقہ نہ بنا سکا۔ میں بھی آپ کی عاصی اُمتیوں میں سے ایک ہوں۔
(۳) میں گناہوں کے زیر دبا ہوا ہوں پاؤں کے بل گر جاؤں گا اگر آپ نے دستگیری نہ کی۔

سبق :۔ بندوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے پروردگار کی عبادت اور اپنے خالق کے سامنے عجز و نیاز کریں جس طریق سے ہو فرائض ہوں یا واجبات سنن ہوں یا مستحبات اس طور سے جیسے اس کا حکم ہے کہ انہیں یوں ادا کیا جائے جب فرائض کو مکمل طور ادا کر لے تو درمیان دو فرضوں کی ادائیگی کے نوافل زائدہ میں لگ جائے جتنے نوافل پڑھ سکتا ہے۔

فائدہ :۔ اللہ تعالیٰ کے کسی فرمودہ عمل کی تحقیر نہ کرے کیونکہ اس نے جسے بھی بنایا ہے حقیر کر کے نہیں بنایا اور نہ ہی اسنے حقیر شے کو بندوں پر واجب فرمائی کیونکہ اس نے جو عمل بھی بندوں پر واجب فرمایا ہے تو اس کے علو شان و عظمت کمال کے پیش نظر۔ ورنہ وہ اس پر بندوں کو مکلف ہی نہ بناتا۔ جب بندہ فرائض کی ادائیگی میں پابندی کرتا ہے تو وہ اس امر کی مداومت کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین شے جو اس کے قریب کرنے والی ہے پر مداومت کر رہا ہے۔

قدسی حدیث شریف :۔ میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندہ میرے قریب نہیں ہو سکتا اس عمل کے ساتھ جو مجھے زیادہ محبوب ہو سوائے فرائض کے جو میں نے ان پر فرض کیے اور بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قریب ہوتا ہوا ایسا مقرب ہو جاتا ہے کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں۔ جب وہ میرا محبوب ہو جاتا ہے تو میں اس کے کان ہو تا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کوئی شے مانگے تو میں اسے ضرور ضرور دیتا ہوں اگر مجھ سے وہ پناہ مانگے تو میں ضرور ضرور اسے

پناہ دیتا ہوں اور میں کسی امر میں متردد نہیں ہوا حالانکہ میں سب کچھ کر سکتا ہوں مثل اس تردد کے کہ میں اپنے بندے کی روح قبض کروں جبکہ وہ موت سے کراہت کرتا ہے اور مجھے اس کی ناگواری ناگوار ہے۔

فائدہ:۔ قرب اول سے قرب فرائض اور قرب ثانی سے قرب نوافل مراد ہے۔

سبق:۔ غور فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ کو بندے سے کتنی محبت ہے اور قوت سماعت و بصارت اور ہاتھ اور پاؤں میں کتنی قوت بخشتا ہے اس امر کی ادائیگی سے جو اس کی موجب ہے فرائض و نوافل سے۔

مسئلہ:۔ فرائض کی تکمیل سے قبل نوافل صحیح نہیں ہاں نوافل سے عین فرائض ہیں یہی وجہ ہے کہ فرائض کا نقص نوافل سے پورا کیا جاتا ہے۔

قدسی حدیث شریف:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کی نماز کو دیکھو وہ کامل ہے یا ناقص اگر کامل ہے تو کامل لکھو اگر ناقص ہے تو پھر فرماتا ہے کہ دیکھو کوئی اس کے نوافل بھی ہیں اگر اس کے نوافل ہوں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کے فرائض نوافل سے کامل بناؤ۔

فائدہ:۔ اس طرح سے اس کے فرائض کی تکمیل نوافل سے ہوتی ہے۔

مسئلہ:۔ کوئی نوافل نہیں جن کا اصل فرائض نہ ہوں۔ اگر نوافل کے اول و آخر میں فرائض نہ ہوں اور مستقل طور علیحدہ نوافل پڑھے گئے تو وہ مستقل عبادت ہو گی اسے علماء الظواہر بدعت سے تعبیر کرتے ہیں[1]۔ ان کی دلیل یہ آیت ہے ورھبانیۃ ابتدعوھا اور رہبانیت کی بدعت شروع کی۔

جواب از اویسی غفرلہٗ:۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بدعت سے ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ ان کے نہ نبھانے اور مداومت نہ کرنے کی مذمت فرمائی ہے چنانچہ اس کے بعد فما رعوھا حق رعایتھا۔ تو انہوں نے اس کی رعایت کا حق ادا نہ کیا۔ اس سے تو واضح ہوتا ہے کہ اللہ ان کے اس جدید عمل پر خوش تھا لیکن ان کے چھوڑ دینے سے ناراض ہوا اسی لیے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا احب الاعمال الی اللہ ادومھا و ان قل۔ بہترین عمل وہی ہے جس پر مداومت کی جائے اگرچہ وہ قلیل ہے اللہ تعالیٰ کو بھی یہی زیادہ محبوب ہے یہی وجہ ہے کہ ہم اہلسنت اپنے معمولات پر مداومت کرتے ہیں وہابیوں کا کہنا شرعی اصول سے جائز تو ہیں لیکن ان پر مداومت نہ کرو تاکہ عوام انہیں

---

[1] جیسے ہمارے دور میں غیر مقلد وہابی کثرت عبادت (نوافل) کو بدعت سیئہ کہتے ہیں ان کے رد کے لیے فقیر کی کتاب "خیر القسمۃ فی ان کثرۃ العبادت لیست ببدعت (آسان نام) کثرت عبادت بدعت نہیں" پڑھیے۔ اویسی

واجب نہ سمجھ لیں۔ اگر ہم ان کی بات مان لیں تو بتائیے اللہ تعالیٰ کے منشا کے خلاف ہو گا یا نہ نامعلوم ان کی عقل میں کیوں کمزوری پڑ گئی کہ اللہ تعالیٰ ان کی مداومت سے محبت کرتا ہے اور وہ بزعم خویش اور افترا علی المومنین کی بنا پر ایک وہی اَمر سے اللہ تعالیٰ کے محبوب عمل سے خود بھی روگرداں ہیں اور دوسروں کو بھی مناع للخیر ہو کر روکتے ہیں۔ تفصیل فقیر کی کتاب "العصمۃ عن البدعۃ اور تحقیق البدعت" میں ملاحظہ ہو۔

ازالۂ وھم: یہ وہم کہ یہ بدعات نہیں تو ہم کہتے ہیں وہ بدعات حسنہ ہیں جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجر و ثواب کا وعدہ فرما رہے ہیں۔

اُویسی غفرلہٗ کی تائید از امام اسمٰعیل حقی صاحب روح البیان قدس سرہٗ

صاحب روح البیان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ[1]:

وسماها رسول الله صلی الله علیه وسلم سنة حسنة والذی سنتها له اجرها واجر من عمل بها الی یوم القیمة من غیر ان ینقص من اجورهم شیئ۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدعت کا نام سنت بتایا چنانچہ فرمایا کہ جس نے اس بدعت کا اجراء کیا اسے بھی اَجر و ثواب ہے اور اسے بھی جس نے اس پر عمل کیا تا قیامت (اسے ثواب ملتا رہے گا) بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے عمل میں کمی کی جائے۔

فائدہ: چونکہ نوافل میں وہ قوت نہیں جو فرائض میں ہے اسی لیے وہ فرائض کے قائم مقام نہیں ہو سکتیں لیکن

[1] اضافہ اویسی غفرلہٗ

بدعت حسنہ دراصل سنّت ہے

سیدنا مجدد الف ثانی امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اس طرح کے دیگر اکابر ائمہ و مشائخ کی بعض عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ بدعت کوئی شے نہیں ہر فعل سنت ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی قوت اجتہاد اور وفور فہم کا اپنا مرتبہ ہے کہ وہ ہر جدید فعل (بدعت) کو احادیث مبارکہ سے مستنبط کر سکتے ہیں اسی لیے انہیں ہر فعل کی اصل حدیث نظر آتی ہے۔ جیسے بعض اکابر ائمہ و مشائخ نے کہا کہ قرآن کی کوئی آیت منسوخ نہیں تو اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ ان کی قوت استنباط اتنا ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ ہر آیت کا کوئی نہ کوئی صحیح محمل بیان کر سکتے ہیں بخلاف ہمارے جیسے عوام کے کہ ہم آیات منسوخہ ہی مانیں گے ایسے ہی وہ بدعات حسنہ جو ہمارے عقول و فہوم میں بدعات ہیں اکابر ائمہ و مشائخ کے نزدیک بدعت نہیں سنت ہیں اس قاعدہ کو ذہن میں رکھ کر اَب صاحب رُوح البیان کا جواب سنئے جو اُنہوں نے صدیوں پہلے فقیر اویسی غفرلہٗ کے مذکورہ بالا مضمون کی تائید میں لکھ گئے (فافہم ولاتکن من الوہابیین)

ان کے نفوس میں فرائض ہیں دکہ جب انہیں شروع کیا جائے گا یا اپنے اُوپر واجب قرار دی جائیں گی تو وہ واجب ہوں گی فلہذا وہ فرائض کے قائم مقام کھڑی ہوسکتی ہیں تاکہ فرائض کو فرائض سے پورا کیا جا سکے جیسے نفل کہ ان کا حکم ان کے اصل (فرائض) کا ہے اسی لیے وہ فرائض کے مطابق اعمال پر مشتمل ہیں ذکر ہیں رکوع وسجود ہیں حالانکہ یہ دراصل نوافل ہیں اور تمام اُمور جو فرائض میں فرض و واجب ہیں نوافل میں بھی وہی ہیں۔

اعلیٰ درجہ کی اتباع:۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سنن مبارکہ کی اتباع واقتدار پر مامور ہیں انہی سنن پر عمل کرنا اوران پر مداومت کرنا خود کو بھی اجر ہے اور آنے والی نسلوں میں جو بھی ان پر ہماری وجہ سے عمل کرے گا ان کا ثواب بھی ہمیں ملے گا[۱]۔

ترک بدعت کی نیت:۔ ہاں اگر کوئی شخص کسی جدید عمل پر اس ارادہ پر عمل نہیں کرتا کہ اس طرح سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا تو وہ اس اتباع کی نیت پر ماجور ہوگا[۲]۔

شفیق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:۔ حضور سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی اُمت پر شفقت کی بناء پر انہیں تکلف میں پڑنا گوارا نہ تھا کیونکہ جس نے جدید فعل طریقہ بدعت کا اجراء کیا تو گویا اُس نے تکلف کیا، مثلاً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن جمع نہیں کیا اور نہ ہی اسے تیس پاروں پر تقسیم کیا اور نہ ہی اس پر اعراب وغیرہ لگانے کا حکم دیا

۱؎ مثلاً دورِ حاضرہ داڑھی مونڈنے کی عادت بن چکی ہے بلکہ داڑھی والوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے اس پر مداومت کرنا ایسے ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری سنتیں بلکہ فقیر اویسی تو سمجھتا ہے کہ آج ہر سنت پر مداومت کرنا سوشہیدوں کا ثواب حاصل کرنا ہے ۱۲۔

۲؎ لیکن وہابیہ تو اس ضد سے کہ یہ اہلسنت کے معمولات اور اولیاء اللہ کے رسومات ہیں ضد سے بدعت سیّئہ کی تہمت لگا کر صرف چھوڑتے بلکہ دنگا فساد پر اُتر آتے ہیں حالانکہ ماسوائے معمولات اولیاء اور متعلقات نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے اُمور بھی چھوڑیں تاکہ یقین ہو کہ واقعی یہ عاشق سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مثلاً قرآن پر اعراب۔ مسجد کے مینار۔ محراب۔ پکی مساجد۔ رنگ و روغن۔ پکا فرش۔ دریاں بچھانا۔ قالین وغیرہ بچھانا۔ مدارس کھولنا اور اس میں کئی طریقے مروج کرنا۔ کتب تصانیف کرنا۔ انہیں شائع کرنا وغیرہ وغیرہ مزید گنتی و شمارہ۔ فقیر کی کتاب "العصمۃ عن البدعۃ" میں ملاحظہ ہو۔ فقیر اویسی۔

وغیرہ وغیرہ[1] تو اصلی سنت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر عمل اولیٰ ہے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں مٹی پر نماز پڑھی یہ فرش وفروش اور اس کی پختگی پکی اینٹیں چپس اور اس پر دریاں قالین وغیرہ بچھا کر نماز پڑھنے سے مٹی پر نماز پڑھنا اولیٰ ہے لیکن مجھے آج کوئی مرد مجاہد عاشق سنتِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) دکھائیے جو مسجد کچی میں اور فرش مٹی پر نماز پڑھتا ہو تو میں اس کے قدم چوم لوں بشرطیکہ وہ اہل سنت سے ہو) لیکن وہابی دیوبندی ان تمام اُمور کو بدعت ماننے کے باوجود کبھی نہیں چونکتے لیکن چونکتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقات اور اولیاء کرام کے معمولات پر اور بس (اضافہ اویسی غفرلہٗ) اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اصلی سنت پر عمل اولیٰ ہے اور جو اسی ارادہ پر تکلفات سے بچ کر (مسجد میں مٹی پر نماز پڑھتا ہے) تخفیف نبوی کے مطابق تو (مسجد میں فرش وفروش کا) ترک اولیٰ ہے اسی لیے ہم کہتے ہیں ایسی صورت میں اتباع رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں (مثلاً قرآن کے حروف پر اعراب اور نقطے وغیرہ نہ لگانا[2]) ترک اولیٰ ہے اور بدعت حسنہ۔ اگرچہ سنت اس کا اصل ہے کو ترک میں بہت بڑا اجر وثواب ہے (جیسے مسجد میں محراب لگانا اور اُوپر مینار بنانا۔ پکی مسجد نہ بنانا مسجد کے ارد گرد دیوار نہ کھینچنا وغیرہ[3])

سبق: اے عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنا حال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احوال مبارکہ پر ڈھال (محبوب خدا اور ولی اللہ بن جائے گا[4])

حکایت: حضرت امام حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عمر بھر تربوز نہیں کھایا۔ آپ سے اس کے ترک کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا مجھے کوئی اور روایت ایسی نہیں ملی کہ آپ نے کس کیفیت سے تناول فرمایا (کاٹ کر یا کس طرح وغیرہ وغیرہ) جب مجھے کیفیت ہی معلوم نہیں تو میں اسے کس طرح خلاف سنت کروں[5]۔

---

[1] اضافہ اویسی غفرلہٗ ۱۲ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] ایضاً

[5] اللہ اللہ یہ ہیں سچے عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو صاحبان رات دن بدعت کی رٹ لگاتے ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ سوڈا کی بوتلیں (کوکہ کولہ، سیون اپ، پیپسی کولہ، شیزان) وغیرہ پینی ترک کردیں۔ پانی میں برف اور برف میں دودھ اور چائے اور کیک رس، ڈبل روٹی، پلاؤ زردے، قورمہ وغیرہ ترک کردیں کیونکہ زمانہ نبوی میں ان کا وجود تک نہ تھا حالانکہ امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے تربوز کی کیفیت نہ جاننے پر اس کا کھانا ترک کردیا حالانکہ تربوز کا وجود زمانہ نبوی میں تھا اور مذکورہ بالا اشیاء اور ان کے علاوہ

علمائے اُمّتِ محمّدی علیٰ صاحبہم الصلوٰۃ والسلام :۔ اسی لیے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے علماء کو دوسری اُمت کے علماء پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ امام عالی مقام حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ عمل قرآن مجید کی آیت ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی سے سمجھا اور آیت لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ سے اسے متحقق کیا۔

فائدہ :۔ جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قولی۔ فعلی۔ سنن لاتعدو ولاتحصٰی (ان گنت) ہیں تو پھر ہم ان سے ہی فراغت نہیں پا سکتے تو ایزادات کے تکلف میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے اُمت کو چاہیئے کہ تکلفات کے درپے نہ ہو بلکہ سنن مقدسہ پر خود کو ڈھالیں (وماعلینا الاالبلاغ)

تفسیر عالمانہ :۔ ما ارید منہم من رزق۔ میں ان جن و انس سے کسی وقت بھی ارادہ نہیں رکھتا من رزق۔ رزق سے اپنے لیے اور نہ ان کے لیے اور نہ اُن کے غیروں کے لیے جو اس سے اپنی کمائی سے حاصل کرتے ہیں۔

وما ارید ان یطعمون۔ اور میں نہیں ارادہ رکھتا کہ وہ مجھے کھلائیں اور نہ ہی ان کے لیے اور نہ اُن کے غیروں کے لیے۔ ان یطعمون دراصل ان یطعمونی یا متکلم سے۔

فائدہ :۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی شان عالی کا بیان ہے کہ وہ دوسرے حکام کی طرح نہیں جو اپنے ماتحتوں کے ساتھ ہوتے ہیں کہ وہ ان کی سرپرستی اس لیے کرتے ہیں کہ بوقت ضرورت وہ ان کے کام آئیں اور ان کی معیشت میں ان کا ہاتھ بٹائیں اور ان کی زندگی کی خوراک وغیرہ میں ان کے لیے کمائیں کیونکہ ان کے بعض ایسے ہوتے ہیں جن کی معاش کا دارومدار ان کے ماتحتوں کی کمائی پر ہوتا ہے بعض ایسے ہوتے ہیں کہ جنہیں معاشی لحاظ سے تو کوئی کمی نہیں ہوتی لیکن دوسری ضروریات مثلاً کھانا پکانا اور اس کی اصلاح اور ان کے سامنے کھانا لانا وغیرہ وغیرہ کی ضرورت رکھتے ہیں لیکن

حاشیہ بقیہ صد ۴۳ کا

دیگر ہزاروں اشیاء کا تو وجود ہی نہ تھا نہ اصل نہ نقل لیکن یار لوگ بغیر پوچھے کسی نہ کسی تاویل کے تحت بدعات کو کھائے جا رہے ہیں۔ ایسے ہی آج ان کو صرف گدھا اور اونٹنی اور خچر پر سواری کرنی چاہیئے اس لیے کہ زمانہ نبوی میں صرف یہی سواریاں تو تھیں لیکن یار لوگ ہوائی جہاز۔ ریل۔ بس۔ کار۔ موٹر سائیکل وغیرہ کی سواری کرتے ہیں اور وہی تاویل پیش کرتے ہیں جو ہم اہلسنت اپنے معمولات میں پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ بندوں کے ہر معاملے سے مستغنی ہے اور نہ ہی اسے بندوں سے کوئی منفعت ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں وہ سب ان کے اپنے فوائد کے لیے ہے۔ اَب معنیٰ یہ ہُوا کہ میرا ارادہ ان (جن وانس) کے متعلق یہ نہیں کہ میں ان سے تحصیل رزق کروں اپنے لیے یا ان کے لیے نہ ہی اس کی تیاری کے لیے مجھے ان کے ہاتھ بٹانے کی ضرورت ہے بلکہ میرا ہی فضل وکرم ہے کہ میں انہیں رزق اوران کی دیگر ضروریات پوری کرتا ہوں اوران کی معاش درست رکھتا ہوں۔ بس ان کا کام تو یہ ہے کہ وہ میری عبادت میں مشغول رہیں باقی تمام اُمور میں نے اپنے فضل سے اپنے ذمہ کرم لگائے ہیں۔

فائدہ:۔ آیت میں ان کے بتوں پر تعریض ہے کہ وہ بُت پرست اُلٹا بتوں کے لیے کھانے پینے کی اشیاء لاتے لیکن بارہا ایسے ہُوا کہ بتوں کے آگے طعام رکھ کر چلے گئے۔ بتوں نے کیا کھانا ہوتا اور اسے کُتے آکر کھاتے پھر ان پر پیشاب بھی کرتے اور چلے جاتے اوران کتوں کو روکنے والا بھی کوئی نہ ہوتا۔

فائدہ:۔ آیت میں رزق سے مراد عام ہے کھانا ہو یا کوئی شے اور۔ (تفسیر المناسبات)

فائدہ:۔ بعض نے کہا ان یطعمون کا مطلب یہ ہے کہ وہ میری مخلوق میں کسی ایک کو کھلائیں اور پھر طعام کی نسبت اپنی طرف اس لیے فرمائی کہ الخلق عیال اللّٰہ (مخلوق اللہ تعالیٰ کا عیال ہے) میں وارد ہے تو جس نے کسی کے عیال کو کھلایا گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں طعام پیش کیا۔

قدسی حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ بندے سے کہے گا میں نے تیرے سے طعام مانگا تو نے مجھے نہ کھلایا یعنی میرے بندے نے مانگا تو نے اسے نہ کھلایا یہ معنیٰ اس لیے کیا ہے کہ طعام کا سوال اور رزق کا سوال اللہ تعالیٰ سے محال ہے۔

ان اللّٰہ ھو الرزاق۔ بیشک اللہ تعالیٰ رزق رساں ہے ان سے رزق کے عدم ارادہ کی تعلیل ہے یہ قصر الصفت علی الموصوف کے قبیل سے ہے بمعنی اس کے سوا اور کوئی رازق نہیں جو کسی رزق کے محتاج کو کچھ دے سکے اس میں بھی اشارہ ہے کہ وہ ہر ایک سے مستغنی ہے۔

ذوالقوۃ المتین۔ وہ جمیع مخلوق پر سخت طاقت والا ہے۔ یہ بندوں سے اپنے کام میں لگانے طعام کے متعلق ان سے مدد لینے کے عدم ارادہ کی تعلیل ہے اس لیے کہ جو دوسروں سے جملہ اُمور میں مدد لیتا ہے تو وہ عاجز ہو گا اسے کسی قسم کی قوت حاصل نہ ہو گی۔

حل لغات:۔ المتین بمعنی شدید القوت یہ متانت سے ہے بمعنی شدت القدرت اس لیے کہ قوت بمعنی تمام القدرت اور متانت بمعنی شدت القدرت اور یہ مرفوع ہے کہ نعت ہے رزاق کی یا ذو کی یا خبر بعد خبر ہے۔

فائدہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ وہ تمام مخلوق کا رازق اور تخلیق ارزاق اور مرزوقین میں بڑی قوت والا ہے۔

قوت کی اقسام:۔ ۱۔ قوت کا استعمال کبھی قدرت کی معنیٰ میں ہوتا ہے۔

۲۔ کبھی وہ تیاری جو شے میں موجود ہو۔

۳۔ وہ شے جو بدن میں تیار ہے۔

۴۔ قلب میں۔

۵۔ معادن میں خارج سے۔

۶۔ قدرت الٰہیہ۔

فائدہ:۔ ذوالقوۃ المتین عام ہے ہر وہ قدرت جو اللہ تعالیٰ میں ہے اور وہ جو مخلوق کے لیے بنائی ہر دونوں پر قوت کا اطلاق ہوتا ہے۔

سوال:۔ پہلے تم خود کہہ آئے ہو کہ قوت دراصل جسم کی شدت و صلابت سے عبارت ہے اس کی نقیض ضعف ہے اور اللہ تعالیٰ ایسی صفات سے منزہ و مقدس ہے۔

جواب:۔ اللہ تعالیٰ کے لیے قوت بمعنی قدرت کاملہ ہے یا اس سے اس کے مظاہر اسماء و صفات جو بھی ہوں کے قُویٰ مراد ہوں۔

فائدہ:۔ المتین بمعنی مکتنف (مکمل) پشت والا۔ اسی سے المتن ہے بمعنی پشت اس سے تشبیہہ دے کر زمین کو بھی متن کہا جاتا ہے۔ متنتہ بمعنی ضربت متنہ (میں نے اس کی پیٹھ کو مارا) اور متن بمعنی قوی تمتنہ بمعنی وہ بڑی قوت والا ہو گیا ہے۔

حبل متین۔ مضبوط رسی۔

فائدہ:۔ ترجمۂ کاشف میں ہے کہ قوی و متین کا مطلب یہ ہے کہ اس کی قدرت قاہرہ اس کی قوت بالغہ کی دلیل ہے اور شدت قوت اور متانت قدرت کی برہان ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ نہ اللہ تعالیٰ کی کارسازی کی قوت میں کمی ہے اور نہ ہی اس کی روزی رسانی اور بندہ نوازی میں قصور ہے ؎

رساند رزق بروجہیکہ شاید
بسازد کارہا نوعے کہ باید
بروزی بے نوریا نرا نوازد
برحمت بے کساں را کارسازد

ترجمہ:۔ ۱۔اس طرح روزی پہنچاتا ہے جیسے لائق ہے کام بناتا ہے جیسے چاہیئے۔
۲۔بے نواؤں کو روزی سے نوازتا ہے بیکسوں کی رحمت خاص سے کارسازی کرتا ہے۔

رزق کے اقسام:۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالی کی رزق کئی اقسام پر مشتمل ہے:۔

۱۔بعض کو ایمان سے نوازتا ہے۔
۲۔بعض کو ایقان سے۔
۳۔بعض کو عرفان سے۔
۴۔بعض کو بیان سے۔
۵۔بعض کو عیان سے یہ اہل لطف وسعادت ہیں۔
۶۔بعض کو خذلان (رسوائی) سے۔
۷۔بعض کو محرومی سے۔
۸۔بعض کو طغیان (سرکشی) سے۔
۹۔کفران سے یہ اہل قہر وشقاوت ہیں۔

سبق:۔ عقلمند کو روزی کا طالب اور پھر اس سے اس کی محرومی سے اور بچے کے عجز وضعف کے باوجود اسے مسلسل روزی پہنچنے سے عبرت پکڑو اور یقین کرو کہ رزق طالب ہے مطلوب نہیں۔

فائدہ:۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے رزق اور رزق کی جملہ اشیاء پیدا فرماکر بندوں کو پہنچا ہیں اور ان میں ایسے اسباب پیدا فرمائے جن سے وہ اس رزق سے نفع اٹھاسکیں۔

دو رزق:۔ رزق دو ہیں:۔

۱۔ظاہری ۲۔باطنی

ظاہری ابدان کے لیے قوت والی اشیاء اور طعام وغیرہ اور باطنی معارف و مکاشفات۔ یہ قلوب و اسرار کو نصیب ہوتے ہیں اور یہی پہلے یعنی ظاہری سے اشرف اور برگزیدہ ہے کیونکہ اس کا ثمرہ ابدی حیات ہے اور ثمرہ رزق ظاہر کا جسمانی قوت اور وہ تھوڑی مدت تک اور اللہ تعالی ہر دونوں رزقوں کو اپنی مخلوق کا متولی ہے اور اپنے فضل وکرم سے ہر دونوں رزق اپنے بندوں تک پہنچا تاہے جیسے وہ چاہتا ہے کہ کسی کو فراخی بخشتا ہے کسی کو تنگی۔

اسم رزاق کے فوائد:۔ اس وصف (رزاق) سے بندے کو دو قسم کے حظ نصیب ہوتے ہیں:۔

۱۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی رزاق نہیں اسی لیے رزق کے بارے میں صرف اسی کا منتظر رہے اور اسی پر توکل کرے۔

حکایت:۔ حضرت حاتم (اصم) رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے کہا کہ آپ کہاں کھاتے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ کے خزانہ سے۔ اس نے کہا کیا اللہ تعالیٰ آسمان سے روٹی گراتا ہے۔ فرمایا اگر زمین نہ ہوتی تو وہ واقعی رزق آسمان سے گراتا۔ پھر اس نے سوال کیا کہ تم کہتے ہو کہ اس کا کلام بھی ہے آپ نے فرمایا ہاں صرف وہی آسمان سے زمین پر اترتا ہے۔ اس نے کہا مجھے آپ سے جھگڑا کرنے کی طاقت نہیں۔ آپ نے فرمایا درست ہے باطل حق کے سامنے کب ٹھہر سکتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ بندے کو علم ہادی اور رہبر زبان اور خرچ کرنے والا، صدقہ دینے والا ہاتھ عطا فرماتا ہے۔ یہی اس کے رزق کے قلب تک پہنچنے کے اسباب ہیں کیونکہ اچھے اقوال وافعال سے قلب رزق پاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے پیار کرتا ہے تو بندوں کی حاجات اس کی طرف لے جانے کے اسباب بناتا ہے۔ ایسے بندے اللہ تعالیٰ کے رزق مخلوق تک پہنچانے کے واسطہ و ذریعہ ہوتے ہیں جسے یہ وصف نصیب ہے اس نے فضل الٰہی سے واحد حظ (نصیبہ) پایا۔

حدیث شریف:۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خازن امین جو مامور بہ کو بہ طیب خاطر ادا کرتا ہے (یعنی خیانت نہیں کرتا) تو وہ بھی صدقہ دینے والوں میں سے ہے۔

فائدہ:۔ محبوبانِ خدا (اسخیاء) کے ہاتھ اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں جس نے اپنا ہاتھ کو ارزاق الابدان کا اور زبان کو ارزاق القلوب کا خزانہ بنایا تو وہ صفت رزاق سے وافر نصیبہ پائے گا۔

عبدالرزاق:۔ اللہ تعالیٰ کا بندہ عبدالرزاق وہ ہے جس کے رزق میں اللہ تعالیٰ وسعت پیدا فرمائے اور وہ اس کے بندوں پر خرچ کرے اور یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے کہ جس کے لیے رزق فراخ فرمائے کیونکہ برکت و وسعت اور فراخی اس نے اپنے قدموں تلے رکھی ہوئی ہے اور وہ کسی کو نہیں ملتی۔ جب تک وہ کسی کو عطا نہ فرمائے اور اسے خیر و بھلائی سے نہ نوازے۔

خواص اسم رزاق

(۱)۔ فراخی رزق کے لیے نماز فجر سے پہلے اپنے گھر کے ہر کونے میں دس دس بار یہ اسم پڑھے۔ دائیں کونے سے جانب قبلہ سے شروع کرے اور رُخ قبلہ کی طرف رکھے۔ ہر کونے میں دس بار پڑھے۔

(۲)۔ اربعین ادریسیہ میں ہے کہ "سُبْحَانَکَ یَا رَبَّ کُلِّ شَیْءٍ وَوَارِثَہٗ وَرَازِقَہٗ" حضرت

سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ دُعا حکام (افسران) بادشاہان (صدر، وزراء اور گورنران) سے کام نکلوانے کے لیے تیر بہدف ہے۔ مذکورہ بالا دعا (جس سے کام لینا ہے) کے بالمقابل سترہ بار پڑھے۔ اس پر مداومت یہی کام دیتی ہے۔

(۳)۔ جو اسے روزانہ منہ نہار بیس بار پڑھ لیا کرے اس کا ذہن تیز ہو گا۔ بہت بڑی باریک اور گہری باتوں کو منٹوں میں سمجھ سکے گا۔

فائدہ:۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان دونوں اسموں کی شرح میں فرمایا کہ القوی کی قوت الٰہی قدرت تامہ پر اور المتین کی متانت شدت القوت پر دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ چونکہ بہت بڑی قدرت والا ہے اسی لیے قوی ہے اور وہ شدید القوت ہے اسی لیے متین ہے بہر حال ہر دونوں میں قدرت کاملہ ہی مطلوب ہے۔

عبد القوی:۔ وہ ہے جسے شیطان اور اس کے لشکر پر اللہ تعالیٰ کی قوت سے قوت و قہر رکھتا ہو اور شیطان کا لشکر نفس کو غضب و شہوت اور خواہشات نفسانیہ پر قوت دیتا ہے اور یہ عبد القوی شیاطین الجن والانس جیسے دشمنوں پر ایسا قہر و غضب رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا وہ سب پر قہر و غلبہ رکھتا ہے جو بھی اس کے مقابلہ میں آئے گا مغلوب ہو کر رہے گا۔

عبد المتین:۔ وہ جو دین میں مضبوط ہو جو بھی اس کے اغواء (گمراہ کرنا) کا ارادہ کرے گا اس سے وہ تاثر نہیں لے گا اور نہ ہی حق کے امور سے اسے کوئی ڈگمگا سکے گا بوجہ اس کی شدت کے کیونکہ تمام مضبوطوں سے مضبوط تر ہو گا۔ عبد القوی وہ ہر شے پر اثر انداز ہوتا ہے اور عبد المتین کسی سے اثر قبول نہیں کرتا۔

فائدہ:۔ حضرت ابو العباس زورقی قدس سرہ نے فرمایا قوی وہ ہے جس کی ذات و صفات و افعال میں کسی قسم کا ضعف نہ پہنچے اور نہ ہی اسے کوئی تھکان اور نہ سستی اور نہ ہی اسے عجز لاحق ہو اور نہ قصور نہ کسی کام کے توڑنے میں اور نہ کسی کو جاری کرنے میں۔

فائدہ:۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ قوی قوت سے ہے حول کے باطن کے مابین کا وسط اور ظاہری قدرت کیونکہ عمل کے باطن کا ہر اول حال حول کہلاتا ہے پھر جو اعضاء میں محسوس کی جائے اس کا نام قوت ہے اور عمل کے ظہور بصورت گرفت کا نام طاقت ہے اور اسے عمل میں لانے کو قدرت کہا جاتا ہے اسی لیے لاحول ولا قوۃ میں دونوں لفظ لائے گئے ہیں اور یہ فہم کے قریب کرنے کے لیے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ صفات مخلوقین سے منزہ ہے جسے معلوم ہو گا کہ وہ قوی ہے تو وہ اپنی طاقت و قوت کو سمجھ سکے گا اور اس تمثیل سے قریب کرنے سے تدبیر کو ساقط کرنا پڑے گا اور اپنی طاقتوں کا اس کے

سامنے مظاہرہ نہیں کرے گا اور نہ ہی اس کے بالمقابل کوئی دعویٰ کرے گا بلکہ یہ اس کا احسان عظیم سمجھے گا کہ یہ اس کا بندہ ہے اس طرح خلق خدا سے اس کے دل سے خوف اُٹھ جائے گا اور دنیوی خیالات دُور ہو جائیں گے اور اس کے اندر قوتِ ایزدی اثر انداز ہو گی اسی لیے اسے کسی ملامت گر کی ملامت سے خوف نہ ہو گا اور نہ ہی اپنے اُمور میں کسی وقت کمزور ہو گا۔

خاصیّت اسم قوی:۔ اس اسم قوت کی خاصیت یہ ہے کہ اس کے وجود میں اس کی قوت کا ظہور ہوتا ہے جو بھی ضعیف ہمت والا اسے پڑھتا ہے تو وہ ذوقوت ہو جاتا ہے۔ اگر کمزور جسم والا اسے پڑھے تو بھی طاقت ور ہو گا۔ اگر ظالم کے ہلاک کرنے کے ارادہ پر کوئی مظلوم اسے ہزار بار پڑھے تو ظالم ہو جائے گا اور مظلوم کا ظالم کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

المتین:۔ وہ اسم ہے کہ اسے قوت کمال حاصل ہے اس حیثیت سے کہ نہ اس کا کوئی معارض ہے، اور نہ کوئی شریک اور نہ اس کا کوئی مقابل اپنی قوت میں وہ ضعف کو قبول نہیں کرتا اور نہ اس کے امر کو کوئی شے مانع ہے بلکہ وہ غالب ہے کسی سے مغلوب نہیں ہوتا اپنی قوت میں کسی مادہ کا محتاج ہے نہ سبب کا جو اس کی قوت کی عظمت اور اس کی متانت کو جان لیتا وہ کسی سے خوفزدہ نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی سے اس کی ہمت ہارتی ہے اللہ تعالیٰ پر سہارا کی وجہ سے اور اس پر اعتماد سے۔

خاصیت اسم المتین:۔ اس اسم کی خاصیت یہ ہے کہ اس کے یاد کرنے والے کے لیے اسم قوی کو ساتھ ملا کر پڑھنے سے پڑھنے والے میں قوت کا ظہور ہوتا ہے اگر نوجوان مرد و عورت زانی پر دس بار پڑھے جائیں تو وہ زنا سے تائب ہو جائیں گے۔

تفسیر عالمانہ:۔ فان للذین ظلموا۔ تو ظالموں کے لیے۔ یعنی جنھوں نے اپنے نفوس پر ظلم کیا کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کر کے دائمی عذاب کے لیے پیش کیا یا تصدیق کے تکذیب کو رکھا اس سے اہل مکہ مراد ہیں۔

ذنوبا۔ عذاب کا وافر حصہ۔ مثل ذنوب اصحابھم۔ مثل ان کے دوستوں کے وافر حصہ عذاب کے یعنی وہ اُمتیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا جیسے انہیں عذاب کا وافر حصہ ملا ان کو بھی ملے گا۔

حل لغات:۔ اس ذنوب سے ہے جو بڑا ڈول پانی سے بھرا ہوا تقسیم کیا جائے جیسے کہا گیا ہے ؎

لنا ذنوب و لکم ذنوب

فان ابیتم فلنا القلیب

ہمارے لیے بڑا ڈول اور تمہارے لیے بھی۔ اگر انکار کرو گے تو پھر سالم کنواں ہمارا ہی ہے۔ المفردات

میں ہے کہ الذنوب وہ ڈول جو پانی سے پُر ہو پھر نصیب (حصہ) کے لیے استعارہ کیا گیا جیسے السجل استعارہ کیا گیا بمعنی الدلو العظیم (بڑا ڈول) القاموس میں ہے کہ الذنوب بمعنی بڑے دم والا گھوڑا طویل اشر ایام کو بھی الذنوب کہا جاتا ہے اور ڈول کو بھی اور وہ ڈول کہ جس میں پانی ہو یا وہ ڈول جو پانی سے پُر ہو اگر پانی سے پُر نہ ہو تو بھی اسے ذنوب کہا جاتا ہے بمعنی الحظ والنصیب اس کی جمع اذنبہ و ذنائب اور ذناب آتی ہے۔

فلا یستعجلون۔ تو وہ مجھ سے عجلت نہیں کرتے۔ دراصل یستعجلونی تھا یاء متکلم کے ساتھ یعنی مجھ سے یہ مطالبہ نہ کریں کہ میں عذاب کے لانے میں عجلت کروں حالانکہ ان کے لیے وقت مقرر ہے اور وہ ان پر یقینی طور نازل ہوگا۔

حل لغات:۔ یہ استعجلہ اس سے اس پر عجلت اور اس کا اسے حکم دیا اور کہا جاتا ہے استعجلہ۔ اس سے وقوع کے لیے عجلت طلب کی اسی سے قول اللہ تعالیٰ۔ اتیٰ امر اللّٰہ فلا تستعجلوہ اللہ تعالیٰ کا امر آئے گا تو عجلت نہ کرو۔

فائدہ:۔ یہ متیٰ ھذا الوعد ان کنتم صدقین کا جواب ہے۔

شانِ نزول:۔ نظر بن حارث عذاب کو عجلت سے مانگتا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے بدر تک مہلت دے دی اس کے بعد بدر میں قتل کر دیا گیا اور فی النار والسقر ہوا پہلے اسے بدر میں عذاب ملا پھر جہنم میں فویل للذین کفروا۔ تو خرابی ہے کافروں کے لیے۔

حل لغات:۔ الویل بمعنی سخت عذاب و شقاوت و ہم و غم اور ایک وادی کو کہا جاتا ہے جو جہنم میں ہے۔

سوال:۔ اسم ضمیر کے بجائے اسم موصول کیوں لایا گیا۔

جواب:۔ ویل کو ان لوگوں کے لیے پختہ کرنا ہے جو کافر ہیں ان کے کفر کی وجہ سے اور اس طرح حکم کے علت بھی ظاہر ہو جاتی ہے فاء اس حکم کو مرتب کرنے کے لیے ہے جن کے لیے ویل ہے یعنی ان کے لیے دردناک عذاب ہے جیسے پہلی فاء ترتیب نہی عن الاستعجال علی العذاب کے لیے ہے من یومھم الذی یوعدون۔ ان کے اس دن کے لیے جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں۔ من تعلیلیہ ہے یعنی انہیں یوم بدر سے ڈرایا جاتا یا قیامت کے دن سے یہی زیادہ مناسب ہے جیسا کہ آنے والی سورۃ میں ہے اور پہلا زیادہ موافق ہے ماقبل کے لیے اس حیثیت سے کہ وہ دنیوی عذاب سے ہیں یعنی عذاب آنے والا ہے اور آنے والی قریب ہی ہوتی ہے جیسے مشہور ہے کہ قیامت آئے گی اگرچہ دیر سے لیکن آئے گی ضرور عمر اگرچہ دراز ہو لیکن جب موت آئے گی تو اس درازیٔ عمر کا کیا فائدہ

حضرت نوح علیہ السلام نے دنیا میں ایک ہزار سال عمر بسر فرمائی لیکن آج ہزاروں سال گزر گئے ہم کہتے ہیں کہ وہ کسی زمانہ میں تھے آخر دنیا سے کوچ کر گئے۔

سبق:۔ عاقل پر لازم ہے کہ توبہ میں (انابت = رجوع الی اللہ) میں جلدی کرے یہاں تک اللہ تعالیٰ کو نافرمان ہو کر نہ ملے اور موت میں عجلت نہ کرے کیونکہ اس نے لامحالہ آنا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ تمہارا کوئی ایک موت کی آرزو نہ کرے اور نہ ہی اس کے لیے دعا مانگے قبل اس کے کہ وہ آئے کیونکہ جب کوئی مرتا ہے تو اس کے خودکردہ اعمال منقطع ہو جاتے ہیں اور اس کی عمر کو کوئی شے نہیں بڑھاتی سوائے خیر و بھلائی کے۔

فائدہ:۔ یعنی اگر وہ نیک ہے تو اس کی خیر و بھلائی میں اضافہ ہوگا اگر وہ گنہگار ہے تو ممکن ہے اسے اللہ تعالیٰ توبہ و انابت کی توفیق بخشے۔

اے کہ پنجاہ رفت و در خوابی
مگر این پنج روز دریابی

ترجمہ:۔ اے فلاں تیری پچاس سال عمر ہو گئی تا حال تو خواب میں ہے لیکن یاد رکھ تجھے صرف یہی پانچ دن ملیں گے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ فان للذین ظلموا الخ بیشک وہ لوگ جو اہل قلوب ہیں انہوں نے اپنے قلوب پر ظلم کیا بایں طور کہ انہوں نے انہیں حب دنیا میں ملوث کیا حالانکہ وہ حب الٰہی کا خزانہ تھیں جیسے ارباب نفوس کو حصہ وافر ملا ان کو بھی نفوس کی جمیع صفات کا وافر حصہ ملے گا یعنی قلب کا فساد اس قدر ہوتا ہے جس قدر نفس کی صفات ہیں کہ قلب کی خرابی کے بعد نفس کے صفات جگہ لے لیتے ہیں کیونکہ جب قلب درست ہو تو تمام جسم درست رہتا ہے اگر وہ فاسد ہو جائے تو تمام جسم فاسد ہو جاتا ہے اسی لیے اے لوگو قلب فاسد کرنے میں عجلت نہ کرو پس خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے قلب کو فاسد کر کے اپنے رب کی نعمتوں کی ناشکری کی اس دن کے لیے جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں کہ جنہوں نے قلب کو فاسد کیا اس کا تمام جسم خراب ہوگا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عصمت و حفاظت کا سوال کرتے ہیں۔

تاریخ فراغت از تفسیر ذاریات از صاحب روح البیان قدس سرہٗ } خلاق کائنات کی مدد سے سورۃ ذاریات کی تفسیر اواخر جمادی الآخرہ ۱۱۱۲ھ میں ختم ہوئی۔

ترجمہ سے اویسی غفرلہٗ کی فراغت

فقیر اُویسی غفرلہٗ نے ذاریات کی تفسیر کے ترجمہ سے ۴ شعبان ۱۴۰۸ھ شب چہار شنبہ قبل صلوٰۃ العشاء جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور دوران تدریس دورۂ تفسیر فراغت پائی۔ بفضلہٖ وکرمہٖ اللہ تعالیٰ۔

آخر ما رقمہ قلم الفقیر القادری ابی الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ ربہٗ

بہاولپور۔ حال وارد لاہور پاکستان۔

۸/۸/۴ھ ۲۳/۳/۱۹۸۸ء

فصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الکریم الامین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

سُوْرَۃُ الطُّوْرِ

رکوعاتہا ۲	عدد نزول ۷۶ نمبر (۵۲) سُوْرَۃُ الطُّوْرِ مَکِّیَّۃٌ	اٰیاتہا ۴۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالطُّوْرِ ○ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ○ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ○ وَّالْبَيْتِ
الْمَعْمُوْرِ ○ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ○ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ○
اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ○ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ○ يَّوْمَ تَمُوْرُ
السَّمَآءُ مَوْرًا ○ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ○ فَوَيْلٌ
يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ○
يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ○ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ
بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ○ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ○
اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا
تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ

وقف لازم

نَعِيمٍ ○ فٰكِهِينَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ

الْجَحِيمِ ○ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ○

مُتَّكِـِٔينَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ○

وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ

ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا

كَسَبَ رَهِينٌ ○ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا

يَشْتَهُونَ ○ يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَاْثِيمٌ ○

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ○

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُونَ ○ قَالُوٓا اِنَّا كُنَّا

قَبْلُ فِيٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ○ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا

عَذَابَ السَّمُومِ ○ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ اِنَّهٗ هُوَ

الْبَرُّ الرَّحِيمُ ○

ترجمہ:۔ یہ سورۃ مکی ہے اس میں ۲ رکوع ۴۹۔ آیات ۳۱۲ کلمے ایک ہزار پانچ حروف ہیں (خزائن)

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

طور کی قسم اور نوشتہ کی جو کھلے دفتر میں لکھا ہے اور بیت معمور اور بلند چھت اور سلگائے
ہوئے سمندر کی بے شک تیرے رب کا عذاب ضرور ہونا ہے اسے کوئی ٹالنے والا نہیں جس
دن آسمان ہلنا سا ہلیں گے اور پہاڑ چلنا سا چلیں گے تو اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے

وہ جو مشغلہ میں کھیل رہے ہیں جس دن جہنم کی طرف دھکا دے کر دھکیلے جائیں گے یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے تو کیا یہ جادو ہے یا تمھیں سوجھتا نہیں انہیں جاؤ اب چاہے صبر کرو یا نہ کرو سب تم پر ایک سا ہے تمہیں اسی کا بدلہ جو تم کرتے تھے بیشک پرہیز گار باغوں اور چین میں ہیں اپنے رب کے دین پر شاد شاد اور انہیں ان کے رب نے آگ کے عذاب سے بچا لیا کھاؤ اور پیو خوشگواری سے صلہ اپنے اعمال کا تختوں پر تکیہ لگائے جو قطار لگا کر بچھے ہیں اور ہم نے انہیں بیاہ دیا بڑی آنکھوں والی حوروں سے اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی سب آدمی اپنے کیے میں گرفتار ہیں اور ہم نے ان کی مدد فرمائی میوے اور گوشت سے جو چاہیں ایک دوسرے سے لیتے ہیں وہ جام جس میں نہ بیہودگی اور نہ گنہ گاری اور ان کے خدمت گار لڑکے ان کے گرد پھریں گے گویا وہ موتی ہیں چھپا کر رکھے گئے اور ان میں ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا پوچھتے ہوئے بولے بیشک ہم اس سے پہلے اپنے گھروں میں سہمے ہوئے تھے تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لُو کے عذاب سے بچا لیا۔ بیشک ہم نے اپنی پہلی زندگی میں اس کی عبادت کی تھی بیشک وہی احسان فرمانے والا مہربان ہے۔

والطور۔ قسم ہے طور کی۔

تفسیر عالمانہ: حل لغات :۔ واؤ قسمیہ ہے۔ الطور سریانی لغت میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔ بعض نے کہا وہ فصیح عربی ہے اسی لیے اسے جوالیقی نے معربات میں نہیں لکھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا طور ہر اس پہاڑ کو کہا جاتا ہے جس پر کھیتی اُگ گئے ۔

لو مر بالطور بعض ناعقة

ما انبتت الطور فوقه ورقه

ترجمہ :۔ اگر بعض ناعقہ طور سے گزریں تو طور اپنے اوپر ایک پتہ بھی نہ اُگائے۔
بعض نے کہا یہاں وہ بڑے پہاڑ مراد ہیں جو زمین کے اوتاد (میخیں) ہیں ان میں منافع بھی ہیں اور انگور۔ یاں بھی اُگتی ہیں بعض نے کہا وہ جبل محیط مراد ہے جو زمین کو گھیرے ہوئے ہے لیکن مشہور تر یہ ہے کہ یہاں وہی مخصوص پہاڑ ہے جسے طور سینا کہا جاتا ہے وہ مبارک پہاڑ مدین میں ہے اس کا نام زبیر ہے اسی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام سُنا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم یاد فرمائی ہے کیونکہ سماع خطاب کے وقت محبوبانِ خدا کے یہاں قدم لگے اور محبوبان

خدا کے قدم پر بہت سے اللہ والوں پر ورود تجلیات ہوتے ہیں جن پر اس گھڑی ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

فائدہ:۔ تحریدۃ العجائب میں لکھا ہے کہ جبل طور سینا، شام و مدین کے درمیان واقع ہے۔ بعض نے کہا وہ ایلہ کے قریب ہے وہی جگہ ہے جہاں موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے جب موسیٰ علیہ السلام اس جگہ تشریف لاتے تو آپ پر بادل نازل ہوتا تو اس میں داخل ہو کر اللہ ذوالجلال والاکرام سے کلام کرتے۔ یہ وہی پہاڑ ہے جو تجلی سے جل گیا تھا اور یہیں پر موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہوئے تھے جب اس پہاڑ کو توڑا جائے تو اندر سے ہمیشہ عوسج (کانٹے دار) درخت ظاہر ہو جاتے ہیں۔ یہودیوں کا عوسج (کانٹے دار) درخت کی تعظیم اسی وجہ سے ہے اسی درخت کو اسی عوسج کو شجرۃ الیہود کہا جاتا ہے۔

فائدہ:۔ العوسج عوسجہ کی جمع ہے بمعنی کانٹے دار (قاموس)

وکتاب مسطور۔ اور اہتمام کے ساتھ لکھی ہوئی کتاب کی قسم۔

حل لغات:۔ سطر بمعنی لکھے ہوئے حروف کی ترتیب۔ اس سے قرآن یا الواح موسیٰ (علیہ السلام) مراد ہیں اور یہی زیادہ مناسب ہے۔ طور کی مناسبت سے یا وہ جو لوح محفوظ میں لکھا جاتا ہے اور لوح محفوظ کی آخری سطر یہ ہے:۔

سبقت رحمتی علی غضبی من اتانی بشہادۃ ان لا الہ الا اللہ ادخلہ الجنۃ

"میری رحمت میرے غضب پر سبقت کر گئی جو میرے ہاں لا الہ الا اللہ شہادت لائے گا میں اُسے بہشت میں داخل کر دوں گا۔"

یا وہ جو کراماً کاتبین لکھتے ہیں وہ انہیں قیامت میں لکھا ہوا کھول کر دکھائیں گے۔ بعض انھیں دائیں ہاتھ سے لیں گے بعض بائیں سے اس کی نظیر ارشاد گرامی ونخرج لہ یوم القیمۃ کتابا یلقاہ منشورا "اور ہم انہیں قیامت کے دن کتاب نکال کر دیں گے جو وہ انہیں کھلا ہوا پائیں گے۔ **فی رق منشور** کھلے ہوئے صحیفے میں۔

حل لغات:۔ الرق وہ چمڑا جس میں لکھا جائے کاغذ کی طرح ہوتا ہے اس صحیفہ کے لیے استعارہ کیا گیا ہے جس میں کچھ لکھا جائے اور اسے رقّ اس لیے کہتے ہیں وہ مرقق (لکھنے کے لائق ہوتا ہے) اب اس کی غالب استعمال جانوروں کے چمڑوں کے لیے ہوتی ہے (فتح الرحمٰن) القاموس میں ہے کہ الرق بالکسر وہ نرم چمڑا جس میں کچھ لکھا جائے اس کی نقیض الغلیظ ہمچوں رقیق اور سفید صحیفہ۔ اور المنشور

بمعنی المبسوط المطوی (لپٹا ہوا) کی نقیض۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا کہ نشر الثوب والصحیفہ السحاب والنعمۃ والحدیث بمعنی کپڑے اور صحیفہ اور بادل اور بات کا کھانا۔ بعض نے کہا منشور بمعنی وہ کھلا ہوا (خط وغیرہ) جس پر مہر نہ ہو اور اُن کی تنکیر تفخیم کے لیے ہے یا اشارہ ہے کہ یہ وہ چیزیں ہیں جنہیں لوگ نہیں جانتے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ قسم ہے لکھی ہوئی کتاب کی جو صحیفے میں ہے کہ وہ کھلینگی پڑھنے کے وقت اگر یہ لوح محفوظ میں لکھی ہوئی شے مراد ہے تو اسے الرق المنشور کہنا مجاز ہوگا کیونکہ لوح محفوظ کو اللہ تعالی نے سفید موتی سے پیدا فرمایا اور اس کے دونوں کنارے سُرخ اور اس کی قلم نور اور کتاب نور اور اس کی چوڑائی آسمان و زمین کے درمیانی مسافت کے برابر ہے اس میں اللہ تعالی ہر دن میں تین سو ساٹھ بار دیکھتا ہے ہر نظر پر کئی اُمور پیدا فرماتا ہے وہ مارتا جلاتا ہے، عزت و ذلت دیتا ہے جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔ والبیت المعمور۔ اور بیت المعمور کی قسم یعنی کعبہ کی جو حجاج (بن یوسف) اور کاریگروں اور اُن کے قریب رہنے والوں کی تعمیر ہے یا اس سے ضـــراح مراد ہے جو بیت المعمور کا نام ہے۔

فائدہ:۔ حضرت سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ ساتویں آسمان میں ہے اس کا نام عروب ہے۔

فائدہ:۔ حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا کہ جو سبحان اللہ وبحمدہ کہتا ہے تو اس کے لیے نور سے پُر ہو جاتا ہے۔ عروب اور حریب کے درمیان میں حریب (ساتویں زمین کو کہا جاتا ہے) اور وہ کعبہ معظمہ کے بالمقابل ہے اس کی آبادی فرشتوں کا ڈھانپنا ہے یعنی اس کے ارد گرد فرشتے ہی فرشتے ہیں اس کی روزانہ ستر ہزار فرشتے زیارت کرتے ہیں وہ اس کا طواف کرتے اور نمازیں پڑھتے ہیں جو ایک دفعہ حاضر ہوا وہ ہمیشہ کے لیے دوبارہ حاضر نہ ہوگا اور انسان کے شب و روز کی تعداد بھی یہی ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ قلب کی تخلیق بیت المعمور سے ہوئی بعض نے کہا کہ انسان کا باطن بیت المعمور کی طرح ہے اور یہ سانس اس کے ملائکہ ہیں جو روزانہ اس میں آتے جاتے ہیں (جو سانس ایک دفعہ آیا گیا وہ پھر نہیں آئے گا)۔

شب معراج اور بیت المعمور:۔ اخبار المعراج میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شب معراج بیت المعمور کو ساتویں آسمان میں دیکھا اس کے آگے دریا ہے ملائکہ کو حکم ہے کہ وہ اس میں غوطہ لگا کر نکلیں پھر پر ہلائیں ان کے ہر قطرے سے اللہ تعالی فرشتہ پیدا فرماتا ہے جو بیت المعمور کا طواف کرتا ہے۔ اور میں نے اس میں نماز پڑھی۔

بیت المعمور کا نام:- بیت المعمور کا نام ضراح (بضم الضاد المعجمہ) ہے کیونکہ وہ آواز کرتی ہے اور بہت دور ہے اسی سے ہے اس لیے کہ وہ ساتویں آسمان میں ہے (الفرح بمعنی الابعاد دور کرنا) (والتحنیہ. علیحدہ کرنا اہل عرب کہتے ہیں ضرحہ بمعنی بعدہ ونحاہ (اسے دور کیا اور ہٹایا) (وامٰاہ فی ناحیۃ اور اسے ایک کنارے میں پھینکا) (وافرحہ عنک. اور اس نے اسے تجھ سے دور کیا. الفرایح بمعنی السعید. وہ ایک گھر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے یاقوت سے بنایا اور اسے بیت اللہ (کعبہ) کی جگہ پر اتارا اس کے ارد گرد آدم علیہ السلام اور آپ کی اولاد طوفان نوح تک طواف کرتی رہی. پھر اسے اللہ تعالیٰ نے آسمان میں اٹھا لیا جس کا طول آسمان و زمین کی درمیانی مسافت کے برابر ہے.

فائدہ:- بعض نے کہا وہ ساتویں آسمان میں ہے یہ اس کے منافی نہیں جو کہا گیا ہے کہ ہر آسمان میں کعبہ معظمہ کے بالمقابل ایک گھر ہے.

تفسیر صوفیانہ:- صاحب روح البیان نے فرمایا کہ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کو کشف سے معلوم ہوا کہ بیت المعمور ساتویں آسمان کے انتہا میں ہے. اس میں مقام قلب کی طرف اشارہ ہے کہ جیسے قلب جسم میں بمنزلہ اعراف کے ہے اور روح و جسم کے درمیان برزخ ہے جیسے بہشت اور دوزخ کے درمیان اعراف برزخ ہے تو ایسے ہی بیت المعمور بھی عالم طبعی (کرسی اور عرش) اور عالم عنصری (ساتوں آسمان) اور ان کے ماسوا کے درمیان برزخ ہے.

فائدہ:- یہ اس کے منافی نہیں کہ ہر آسمان میں کعبہ معظمہ کے بالمقابل بیت ہے اس سے خود بیت المعمور مراد نہیں بلکہ ہر آسمان میں جو گھر ہے وہ بیت المعمور کی شکل و صورت میں ہے یہ ایسے ہے جیسے کعبہ معظمہ تو ایک ہے لیکن ہر شہر و قصبہ و دیہات میں بھی مسجدیں ہیں تو وہ مسجدیں کعبہ نہیں بلکہ اس کی طرح عبادت گاہیں ہیں تو پھر جیسے کعبہ کو ام المساجد کہا جاتا ہے اور تمام مساجد کعبہ کی صورت اور طور طریق ہیں تو ایسے ہی بیت المعمور جملہ بیوت السماء کی اصل ہے طواف و زیارت میں اسی لیے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور میں ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے دیکھا اور وہ بیت المعمور کعبہ معظمہ کے بالمقابل ہے اس میں ملائکہ حج ادا کرتے ہیں اور بعض نے کہا کہ بیت المعمور سے مراد قلب المؤمن ہے اور اس کی تعمیر معرفت و اخلاص سے ہوئی ہے جو قلب کہ جس میں وہ نہیں تو وہ قلب ویران گھر کی طرح ہے بلکہ یوں کہو کہ ایسے غافل انسان میں قلب ہے ہی نہیں.

تفسیر عالمانہ:- (والسقف المرفوع. اور قسم بلند چھت کی یعنی آسمانوں کی قسم جو زمین سے اونچا ہے

جس کی درمیانی مسافت پانچ سو ٥٠٠ سال کی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وجعلنا السماء سقفاً محفوظاً اور ہم نے آسمان محفوظ چھت بنائی یعنی آسمان کی قسم جو مجمع انوار حکمت و مخزن اسرار فطرت ہے یا اس سے عرش معلیٰ ہے اس لیے کہ عرش بہشت کی چھت ہے اور عالم اجسام کو ایسے محیط ہے جیسے چھت مکان کو محیط ہوتی ہے۔

فائدہ: یہ مواقع مذکورہ کا حسن کسی سے مخفی نہیں جو اجتماع مذکور ہیں مذکور ہوا کہ چھت کا مکان سے کیسے اجتماع ہوتا اور بر تقدیر ثانی کہ اس سے مراد عرش ہے تو اس کا اجتماع بیت المعمور سے کیسے ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ایسے قریب ہیں جیسے گھر اور چھت۔ والبحر المسجور اور قسم ہے سلگائے ہوئے دریا کی۔ المسجور بمعنی المملو بمعنی پُر ہے اس سے بحر محیط مراد ہے جو دنیا کے تمام دریاؤں کا مادہ ہے وہ متصل ہیں یا منفصل وہ دریا ہے جس کا کنارہ نہیں جس کی گہرائی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور تمام دنیا کے دریا اس سے نکلے ہیں اس بحر محیط میں ابلیس لعین کا تخت ہے اسی دریا میں شہر ہیں جو اس کے پانی پر آباد ہیں اس کے مقیم جنات ہیں زمین کے چوتھا حصہ دیر ان کے بالمقابل ہے اس میں بڑے بڑے محلات ہیں جو اس دریا کے پانی پر تیرتے ہوئے نظر آتے ہیں کبھی چھپ جاتے ہیں اس سے عجیب صورتیں اور عجیب و غریب شکلیں ظاہر ہوتی ہیں اور پھر وہ اس میں غائب ہو جاتی ہیں اس دریا میں ہی مرجان کے درخت اُگتے ہیں جیسے دوسرے درخت زمین میں اُگتے ہیں اس میں آباد جزیرے ہیں اور کچھ خالی جزیرے بھی جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

حل لغات: القاموس میں ہے کہ سجر التنور بمعنی احماہ۔ اس نے تنور کو گرم کیا و سجر النهر بمعنی ملأہ (نہر کو پُر کیا) المسجور بمعنی سلگایا ہوا اس کی نقیض الساکن ہے اسی اللہ تعالیٰ کا قول مبارک ہے واذا البحار سجرت (اور جب دریا سلگائے جائیں گے)۔

فائدہ: اس سے دریا کی جنس مراد ہے اور دنیا کے بڑے دریا سات ہیں ایسے ہی بڑی نہریں بھی سات ہیں جس میں بہت زیادہ پانی ہو اسے بحر (دریا) کہا جاتا ہے۔

احادیث مبارکہ: (۱) مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں دریاؤں کو آگ بنا دے گا جو جہنم میں سلگائے جائیں گے۔

۲۔ تمہارا کوئی بھی دریا میں سوار نہ ہو سوائے نمازی اور عمرے والے اور حج پڑھنے والے کے۔

فائدہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر دریا کے نیچے آگ ہے یا آگ کے نیچے دریا ہے یا دریا آگ میں ہے یہ دریا جو دنیا میں یا زمین میں ہیں۔

فائدہ: سیدنا علی اور حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ دریا عرش کے نیچے ہے جس کی گہرائی

ساتوں آسمانوں تا ساتوں زمینوں کی گہرائی کے برابر ہے اس کا پانی گاڑھا ہے اسے بحر الحیوان کہا جاتا ہے وہ بحر مکفوف ہے یعنی بہنے سے روکا گیا ہے اسی سے مردوں پر پانی منی کی طرح نفخۂ اولیٰ کے بعد چالیس دن برسایا جائے گا جس سے وہ قبوروں سے باہر ایسے نکلیں گے جیسے انگوری اُگتی ہے اسی کو بعض مشائخ نے احیاء اللہ الموتیٰ پر محمول کیا ہے یعنی جیسے بارش سے انگوری اُگتی ہے ایسے ہی مردے اس پانی سے زمین کے اندر ظاہر ہوں گے انھیں اللہ تعالیٰ نئی تخلیق سے پیدا کرے گا جس سے وہ انگوری کی طرح زمین سے نکلیں گے اور یہ اس کے منافی نہیں کہ وہاں ظاہری پانی ہو کیونکہ اس دنیا میں بھی تو انسان منی سے پیدا کیا گیا ہے وہاں بھی اس پانی کی صورت منی جیسی ہوگی جس سے انسان انگوری کی طرح زمین سے نکلے گا اللہ تعالیٰ کی ہر شے میں عجیب و غریب حکمت ہوتی ہے۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ وہ آسمان دنیا کا دریا ہے اور وہ ایک موج مکفوف ہے اگر وہ نہ ہو تو سورج دنیا کو جلا کر راکھ بنا دے۔

تفسیر صوفیانہ: ارباب تحقیق فرماتے ہیں کہ طور سے نفس مراد ہے جیسے موسیٰ سے قلب مراد ہے اس طور پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندۂ (خاص) مناجات کرتا ہے اور کتاب مسطور ایمان ہے کہ وہ رق منشور یعنی قلب میں قلم رحمت ازلی سے لکھا ہوا ہے جیسا کہ فرمایا کتب فی قلوبھم الایمان (اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب میں لکھا) اور بیت سے عارفین کے اسرار مراد ہیں کہ جنہوں نے تجلیات سبحانی کی نگاہوں سے آبادی پائی اور سقف مرفوع سے روح رفیع القدر والدرجات الی الحضرہ مراد ہے کہ وہ خانۂ دل کی چھت ہے اور بحر مسجور سے وہ دل مراد ہے جو آتش محبت سے جل گئی۔

شانِ محبوب مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: حضرت عبد العزیز مکی قدس سرہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے طور کی قسم فرمائی اور پہاڑ ہے لیکن اس سے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں کہ آپ اُمت میں ان پہاڑوں کی طرح ہیں جو زمین میں ہوتے ہیں تو زمین برقرار ہے ایسے ہی حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُمت میں ہیں تو اُمت آباد ہے اور ان کا دین قیامت تک جاری ہے اور اللہ تعالیٰ نے کتاب مسطور کی قسم یاد فرمائی اس سے وہ کتاب مراد ہے جو اللہ تعالیٰ سے نازل کردہ ہے جو لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے فی رق منشور سے مصاحف مراد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور کی قسم یاد فرمائی تو اس سے بھی ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں اس لیے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں جو ہزاروں کرامات سے آباد ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں شاد و مسرور اور مشکور ہیں اور سقف

مرفوع کی قسم یاد فرمائی تو اس سے بھی ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر مبارک مراد ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سقف مرفوع اور کونین میں مشہور اور منابر پر مذکور بنایا اور بحر مسجور کی قسم یاد فرمائی اس سے حضور عربی محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قلب انور مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے پُر ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی عموماً اور سر مبارک کی خصوصاً قسم فرمائی اور آپ کے قلب اقدس کی نور و ضیاء کی وجہ سے اور کتاب کی جحت کی وجہ سے اور وہ مصاحف میں مسطور ہے۔ حبیب نے حبیب کی قسم یاد فرمائی اس سے بڑھ کر اور کوئی قسم نہیں۔

صاحب روح البیان کے پیر و مرشد قدس سرہما کی تقریر دلپذیر میرے مرشد کریم روح اللہ روحہ (اللہ تعالیٰ اُن کی روح کو خوش رکھے) نے اللُّمحات البرقیات اپنی تصنیف لطیف میں تحریر فرمایا کہ قسم ہے طور کی یعنی طور الھویت الذاتیہ الاحدیہ الفردیہ کی جو کل شے سے مجرد ہے اور طور الحقیقۃ الجمعیۃ الصمدیہ کی جو جمیع سے مطلق ہے اور قسم ہے کتاب کی یعنی کتاب الوجود کی کہ جس میں شئون ذاتیہ کمالیہ وجودیہ امکانیہ اور کلمات الاعیان العلمیہ الجلالیہ والجمالیہ الوجوبیہ والامکانیہ اور آیات الارواح والعقول المجردہ القہریہ اور اللطیفہ اور سوَر الحقائق والصور المثالیہ المحیہ المقربہ والبعدہ لکھی ہوئی ہیں رق میں یعنی رق النفس الرحمانی والامر الربانی میں منشور ہیں یعنی ماہیات الممکنات وحقائق الکائنات کھلے ہوئے ہیں۔ اعیان المجردات وصور الممثلات بہ فیض اقدس اور تجلی ذاتی کے ساتھ اولاً جو اس سے حاصل ہوئے کلیات التعنیات والظہورات اور ساتھ فیض المقدس اور تجلی صفاتی و افعالی سے ثانیاً، جو اس سے متحقق ہوئے جزئیات التشخصات والتمیزات والقرآن والفرقان والرسمی اپنے تمام حروف و کلمات و آیات اور سورتوں سے وہ نہیں ہے مگر ذکر اور قرآن مبین اور یہ مخلوق کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے اور ان کے خط سے مسطور ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے مکتوب اور اس کے خط سے مسطور ہے اسی لیے وہ واجب التعظیم ہے اور لازم التکریم ہے اور اس کے ساتھ تعظیم و توقیر سے پیش آنا چاہیئے یہاں تک کہ اسے صرف وہ ہاتھ لگائیں جو پاک ہوں یعنی بے وضو ہاتھ نہ لگائے افسوس ہے اس پر جس نے اسے کتاب الٰہی رسمی بھی جانا اور اس کی تعظیم و توقیر بھی کی لیکن کتاب الٰہی حقیقی سے غافل رہا اور اس کی حقیقی تعظیم و توقیر نہ کی بلکہ اس کی اہانت و تحقیر کے درپے رہا اور اس کی سعادت مندی پر اسے مبارک ہو جس نے اسے ہر دونوں طرح سمجھا اور ان پر دونوں سے غفلت نہ کی اور نہ ہی ان کی شان کے متعلق کوتاہی کی بلکہ تعظیم و تکریم

سے اس کا اعزاز و اقدام کیا کہ اس کے شرعی احکام کے سامنے سر جھکایا کہ لفظی قرآن کے یہی احکام ہیں
فلہذا سر تسلیم خم ہے اور اس کی حقیقت کو بھی مانا کہ قرآن مجید و فرقان کا یہ ارشاد ہے اس کے ہر
مرتبہ کا حق ادا کرتا ہے اور ہر منزل کے قرض پورے کرتا ہے ہر مقام کو عدل و انصاف سے مکمل
کرتا ہے جور و ستم اور ظلم سے کنارہ کش ہوتا ہے۔

فائدہ :۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ اس کتاب میں لمبی چوڑی تفصیل ہے حقیقی
کی بھی اور مجازی کی بھی ہم نے تو ایک مختصر سا خاکہ پیش کیا ہے اور مناسبت مقام کے لحاظ سے
تھوڑا سا عرض کر دیا ہے (اللہ تعالیٰ سے سوال ہے کہ وہ اپنے علم نافع سے جامع الانتفاع ہے)۔

تفسیر عالمانہ :۔ ان عذاب ربك لواقع ۔ بیشک تیرے رب کا عذاب واقع ہونے والا
ہے یعنی یقیناً واقع ہو گا یہ قسم کا جواب ہے۔

فائدہ :۔ فتح الرحمٰن نے فرمایا یہاں پر عذاب آخرت مراد ہے نہ کہ دنیوی اسی طرف۔ (تفسیر) الارشاد میں سورۃ
متقدمہ (الذاریات) کے آخر میں بیان فرمایا مالہ من دافع (اس کو کوئی دفع کرنے والا نہیں)
یعنی کون ہے جو اس کے عذاب کو دفع کر سکے یہ اللہ تعالیٰ کے دوسرے قول لا مرد لہ من اللہ
(کوئی اسے رد کرنے والا نہیں) کی طرح ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے عذاب کو کوئی روک نہیں
سکتا لامحالہ واقع ہو گا۔

فائدہ :۔ یہ ان کی دوسری خبر ہے۔

دفع و رفع میں فرق :۔ دفع و رفع میں یہ فرق ہے کہ دفع (دال کے ساتھ) وقوع سے پہلے واقع
ہوتا ہے۔ رفع (راء کے ساتھ) وقوع کے بعد مستعمل ہوتا ہے۔

فائدہ :۔ ان امور سے قسم یاد کرنے کی تخصیص یہ ہے کہ بہت بڑے امور ہیں اس لیے کہ یہ قدرت الٰہی
کی عظمت اور اس کے کمال علم پر اور اس کی حکمت پر دلالت کرتے ہیں جو بندوں کے اعمال کی تفاصیل
اور ضبط کے محیط اور اس کی ان اخبار کے صدق کی شاہد ہے جو منجملہ ان کے یہی مقسم بہا ہیں۔

حکایت :۔ حضرت جبیر بن مطعم (رضی اللہ عنہ) (اسلام سے پہلے) فرماتے ہیں کہ میں مدینہ پاک میں آیا تا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدر کے قیدیوں کے بارے میں گفتگو کروں میں آپ کو نماز فجر
میں ملا آپ سورت طور پڑھ رہے تھے آپ کی آواز اتنی بلند تھی کہ مسجد سے باہر سنی جا رہی تھی جب
آپ ان عذاب ربك لواقع تک پہنچے تو ایسے پر درد طریق سے پڑھ رہے تھے کہ سامعین
کے قلوب پھٹتے ہیں۔ یہی وہ پہلی بات ہے جو اسلام کے لیے میرے دل میں بیٹھ گئی میں اس لیے

مسلمان ہوا کہ کہیں مجھ پر عذاب واقع نہ ہو یہاں تک کہ مجھے گمان ہو گیا کہ یہاں سے نہ اُٹھ سکوں گا اور مجھ پر واقع ہو جائے۔

فائدہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح ہوا کہ آپ دارِ ارقم تک پہنچ گئے تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سورہ طٰہٰ پڑھتے سُنا تو آپ کا دل نرم ہو گیا تو مسلمان ہو گئے۔

فائدہ۔ قلوب قبولیت کے لیے تیار ہیں اور معمولی شے متاثر کرتی ہیں خصوصاً جب قرآن کریم واعظ ہو اور پڑھنے والے خود مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے وارث اولیاء ہوں، ہاں سخت دل میں ایسے وعظ اثر نہیں کرتا ابوجہل اور جیسے قلوب ہوں۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

آہنی را کہ موریانہ بخورد
نتواں برد ازد بصیقل زنگ
باسیاہ دل چہ سود گفتن وعظ
نہ رود میخ آہنیں در سنگ

ترجمہ۔ جس پتھر کو زنگ کھا جائے اس سے صیقل کے ساتھ زنگ، ہٹائی نہیں جا سکتی۔
سیاہ دل کو وعظ کہنے کا کیا فائدہ لوہے کی میخ پتھر میں نہیں جا سکتی۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ نقد اُن کے ساتھ اہل عذاب کو عذاب ہوتا ہے کیونکہ سخت سے سخت حجاب کی ذلت ہے۔ حضرت سری سقطی قدس سرہٗ دعا میں عرض کرتے تھے:

اللّٰھم مھما عذبتنی بذال الحجاب

اے اللہ مجھے ذلت کے حجاب کے عذاب سے بچانا

اس لیے حجاب ضرور واقع ہوگا اور سب سے بڑا حجاب نفس کا حجاب ہے اور وہ بندے کے دفع کرنے کا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی دفع ہو سکتا ہے جیسا کہ فرمایا الا من رحم ربی (مگر جس پر رحم فرمائے میرا پروردگار)

حکایت: حضرت عبداللہ المنازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بلادِ مغرب میں اشبیلیہ میں سے ایک مرد خدا تھے ایک دور میں انہیں پراگندگی نے گھبرا ہوا تھا۔ ایک عورت ان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی مجھے اشبیلیہ میں پہنچا دو میں اپنی برادری سے نجات چاہتی ہوں آپ بہت قوت اور طاقت کے مالک تھے عورت کی گردن پکڑی اور اسے شہر شطار سے باہر لے آئے جب خلوت میں بیٹھے وسوسۂ شیطان کا غلبہ ہوا عورت بھی نہایت حسین وجمیل تھی خود عورت بھی مجامعت کے وسوسہ میں مبتلا ہو گئی تقاضائے

بشریت سے بُرائی کا ارتکاب ہو جاتا اور اُس وقت عورت تو اُن کے ہاتھ میں اسی طرح جیسے قصاب کے قبضہ میں بکری جیسا کہ شیخ سعدی قدس سرہٗ نے ایک حکایت لکھی کہ ؎

شنیدم کہ گوسفندے را بزرگے
رہانید از دہان دوست گرگے
شباں کہ کارد بر حلقش بمالید
رواں گوسفند از وے بنالید
کہ از چنگال گرگم در ربودی
چو دیدم عاقبت گرگم تو بودی

ترجمہ :۔ میں نے سنا ہے کہ کسی بزرگ نے بکری بھیڑیئے سے چھڑالی۔
رات کو بکری کے گلے پر چھری پھیری تو بکری کی روح رو پڑی۔
کہ تو نے مجھے بھیڑیئے سے بچا لیا لیکن کیا خبر تو بھی بھیڑیا ثابت ہوا۔

حضرت عبداللہ مذکور نے دل میں سوچا کہ یہ عورت میرے ہاتھ میں امانت ہے اور خیانت تو حرام ہے ادھر نفس کی شرارت زوروں پر ہے خطرہ ہے کہ نفس غالب نہ ہو جائے اور گناہ کا ارتکاب کروں ۔ آلہ مردمی وذکر) پر پتھر مار کر کہا النار ولا العار (نار سے عار بھلی)۔

فائدہ :۔ ان کا رجوع الی الحق (ولایت کا حصول) کا سبب یہی ہوا۔ انہی دنوں حج کو جانے کا ارادہ فرمایا اور پھر اپنے زمانہ کے اولیاء میں بے مثال ولی کامل مشہور ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے کہ کس طرح نفس امارہ سے نجات پائی اگر وہ خود کو نفس امارہ کے سپرد کر دیتے تو ان سے بُرائی کا ارتکاب ہو جاتا جو ان کے لیے دنیا و آخرت کے عذاب کا سبب بنتا۔ آخرت کا عذاب تو ظاہر ہے اور دنیا میں یوں کہ جس فعل کا ارتکاب ہو اس سے انسان کی بدشہرت ہو جاتی ہے اور ہر فعل قبیح اور عمل شنیع کی بدشہرت بھی حکمی عذاب اور معنوی نار ہے اور صوری عذاب بھی اسی معنوی عذاب کا اثر ہے جو انسان پر آخرت میں ظاہر ہو گا۔

تفسیر عالمانہ :۔ یوم تمور السماء ۔ اُس دن کہ آسمان ۔

فائدہ :۔ یہ ظرف ہے عذاب کے وقوع کی کیفیت اور اُس کی ہولناکی کے کمال اور وہاں کی سخت گھبراہٹ بیان کرنے کے لیے ہے اور یہ وقوع لازماً ہو گا جسے کوئی شے نہیں روک سکتی اور دفع وہم کے لیے ہے کہ ممکن ہے کہ ایسا عذاب کسی اور دن میں ہو یا کوئی اسے روک کر کسی دوسرے دن میں واقع کرا دے

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب کسی وقت بھی نہیں روکا جا سکتا۔

حل لغات:۔ المور بمعنی الاضطراب اور آنے جانے میں تردد اور بہت تیز جاری ہونا یعنی اس دن آسمان بہت تیز ہلے گا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ایسے چلے گا جیسے چکی چلتی ہے اور اپنے اوپر رہنے والوں کو نیچے پھینک کر ایسے خالی کر دے گا جیسے کشتی انسانوں سے خالی کر دی جاتی ہے۔ بعض نے کہا اس کے تھرتھرانے سے اس کے اجزاء ایک دوسرے میں گھس جائیں گے اور آپس میں رل مل جائیں گے کہ اوپر نیچے کے اجزاء کی کوئی خبر نہ ہو گی اور آسمانوں کو اس حالت میں بنانے والے ملائکہ کرام ہونگے اور یہ محض عذاب خداوندی کے خوف سے ہو گا (خدا پناہ)۔

وتسیر الجبال سیرا (اور پہاڑ خوب چلتے نظر آئیں گے) یعنی روئے زمین کو چھوڑ کر اڑتی ہوئی غبار کی طرح ہو جائیں گے اور بعض نے کہا پہاڑ بادلوں کی طرح اوپر کو اڑ کر پھٹ جائیں گے اور دھنی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں گے اور یہ بھی عذاب الٰہی کی وجہ سے ہو گا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ یہی حالت اس سالک کی ہے جب وہ فنا کے وقت تجلی حق سے سرشار ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے اپنے وجود کا اس وقت کوئی نشان باقی نہیں رہتا۔

فائدہ:۔ دونوں فعلوں کو مصدر سے مؤکد کرنے ان کی غرابت اور اپنی حدود معہود کے خروج کی وجہ سے ہے یعنی آسمان خوب اور ایسے عجیب طریق سے تھرتھرائے گا اور پہاڑ ایسے عجیب طریقہ سے غبار بن کر اڑے گا کہ ان کی کہنہ کو کوئی نہیں جان سکتا۔

تفسیر عالمانہ:۔ فویل للمکذبین (پس جھٹلانے والوں کے لیے خرابی ہے)۔

فائدہ:۔ فا فصیحہ ہے جملہ شرط محذوف کا جواب ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ جب مور و سیر مذکور واقع ہو گی یا جب ایسے ہو گا جیسے مذکور ہوا تو بہت بڑی خرابی اور شدت عذاب ہو گی اس دن جب واقع ہو گی اس سے دیگر اہل کبائر غیر مکذبین کے متعلق سوال نہ ہو کہ انہیں عذاب اور خرابی نہ ہو گی واقع نہ ہو گی کیونکہ ویل اور شدت عذاب ان سے مخصوص ہے جو اللہ و رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور یوم جزاء کے مکذبین ہیں اہل ایمان عصاۃ کو ایسا عذاب نہ ہو گا ان کے لیے دیگر قسم کا عذاب ہے۔

الذین ھم فی خوض (جو غور و خوض ہیں ہیں) یعنی عجیب قسم کے اباطیل و اکاذیب میں غور و خوض میں ہیں کہ کبھی قرآن سے استہزاء کرتے ہیں اور کبھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب اور کبھی بعثت کا انکار کرتے ہیں۔

حل لغات :۔ فتح الرحمٰن میں ہے کہ الخوض بمعنی اباطیل میں خبطی باتیں کرنا اسے پانی میں غوطہ لگانے سے تشبیہہ دی گئی ہے اور حواشی الکشاف میں ہے الخوض کا اطلاق اکثر معانی میں ہوتا ہے یہ ہر شے میں غور و فکر کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن اکثر اباطیل میں غور کرنے کے لیے مستعمل ہوتا ہے جیسے الاحضار کہ اس میں ہر شے کو حاضر کرنے کی صلاحیت ہے لیکن اس کا اکثر استعمال عذاب کو حاضر کرنے کے لیے ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا لکنت من المحضرین۔

فائدہ :۔ فی خوض مکذبین کی تخصیص کے لیے تقرر صفت نہیں اور نہ ان کی غیروں سے امتیاز کے لیے ہے بلکہ اس سے صرف ان کی مذمت مطلوب ہے جیسے الشیطان الرجیم میں الرجیم کی صفت شیطان کی مذمت کے لیے ہے۔

یلعبون۔ اپنے کفر کی وجہ سے مشغول ہوتے ہیں۔ یوم یدعون الی نار جہنم دعا۔ (اسی دن جہنم کی طرف خوب دھکیلے جائیں گے)۔

حل لغات :۔ الدعّ بمعنی سخت دھکا دینا۔ یہ قے کرنے والے کی آواز دع دع سے ہے یعنی کافروں کو جہنم کی طرف خوب دھکے دے دے کر دھکیلا جائے گا جبکہ ان کے ہاتھ گردنوں سے بندھے ہوں گے اور ان کی پیشانیاں پاؤں کی طرف ہوگی اور انھیں منہ اور گدیوں کے بل جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا۔

فائدہ :۔ لفظ یوم یا پہلے یوم سے بدل ہے یا قول کا ظرف ہے جو ھذا النار سے پہلے مقدر ہے یعنی کہا جائے گا اور کہنے والے جہنم کے داروغے ہوں گے یہی جہنم ہے۔

التی کنتم۔ وہ جس کی تم دنیا میں بہا تکذبون کے متعلق ہے (تکذیب کرتے تھے) حالانکہ اس کے متعلق وحی خداوندی نے واضح طور خبر دی تھی۔ افسحر ھذا (تو کیا یہ جادو ہے) یہ انہیں توبیخ اور زجر ہے جبکہ وہ دنیا میں ایسی خبر سن کر کہتے تھے یہ تو جادو ہے خبر کی تقدیم میں اشارہ ہے کہ ان کے انکار کا مطمع نظر اور اس کا دارومدار اسی پر ہے گویا انہیں یوں کہا گیا کہ قرآن کریم کو جو تم جادو کہتے تھے اب اس کا صلہ تمہیں یہی ملا ہے کہ تم جہنم میں دھکیلے جا رہے ہو۔ خلاصہ یہ کہ انہیں دھکیلتے وقت کہا جائے گا کہ کیا یہ جادو ہے جسے تم دیکھ رہے ہو۔

فائدہ :۔ فاء سببیہ ہے عاطفہ نہیں ہے یہ اس لیے ہے تاکہ انشاء کا اخبار پر عطف لازم نہ آئے اور یہ استفہام ان کے اس قول کا سبب نہیں جو وحی الٰہی کو سحر کہتے تھے کیونکہ مصداق وہ ہوتا ہے جو کسی شے کی تصدیق کرے اور احوال الآخرۃ اور ان کے مشاہدات انبیاء علیہم السلام کے وحی کے اخبار کی تصدیق کرتے ہیں

یعنی اے کافرو جو کچھ تم اب عذاب نار دیکھ رہے ہو یہ حق ہے۔ انتم لا تبصرون۔ یا تم نہیں دیکھ رہے
یعنی مخبر عنہ کے دیکھنے سے اندھے ہو جیسے تم اس کی خبر سے دنیا میں اندھے رہے یا کیا تمھاری آنکھیں مخبر عنہ
کے دیکھنے سے بند ہیں جیسے دنیا میں اس کی خبر سے بند رہیں تمہارے اپنے خیال پر جیسے کہ تم کہتے تھے کہ
سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون (ہماری آنکھیں باندھی گئیں بلکہ ہم پر جادو ہو گیا ہے) اصلوا
(اس میں داخل ہو جاؤ) اور اس کی گرمی اور سختیاں جھیلو) فاصبروا اولا تصبروا۔ صبر کرو یا نہ کرو۔ صبر
اور عدم صبر کا جیسے چاہو مظاہرہ کرو تمھیں جہنم سے چھٹکارا نہیں یہ اُن کی اُمید ختم کرنے کے لیے ہے سواء
علیہم (تم پر برابر ہے) مبتدا محذوف کی خبر ہے جس پر اصبروا اولا تصبروا دلالت کرتا ہے۔

حل لغات:۔ سَوَاءٌ اگرچہ بمعنی مُستوٍ ہے لیکن یہ دراصل بمعنی الاستوار ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ تم پر دونوں امر
برابر ہیں صبر کرو یا چیخو چلاؤ تمھیں کسی قسم کا فائدہ نہ ہوگا اس سے نہ تم سے عذاب دفع ہوگا اور نہ ہی اس سے
تخفیف پاؤ گے۔ ہاں دنیا میں ایسا ضرور تھا کہ انسان کو دکھ اور تکلیف پر صبر کرنے سے کچھ فائدہ ہو جاتا تھا
لیکن یہاں تو اس کی اُمید بھی نہ رکھو۔

فائدہ:۔ جو شخص دنیا میں طاعات پر صبر کرے تو اُسے قیامت میں کسی قسم کی گھبراہٹ نہ ہوگی اگرچہ صبر سخت
کڑوا ہے لیکن اس کا ثمر شہد و شیریں ہے۔

انما تجزون ما کنتم تعملون۔ (بیشک تم اپنے اعمال کی جزا دیئے جاؤ گے) یہ استواء کی
تعلیل ہے کیونکہ ایسی سزا انہیں کفر اور ان اعمال قبیحہ کی وجہ سے جن کا وہ دنیا میں ارتکاب کرتے تھے کیونکہ
اس نے حتمی طور واقع ہونا ہے جس کی انہیں دنیا میں وعید سنائی گئی تھی۔ لامتناع الکذب علی
اللہ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کذب ممتنع ہے۔ اسی لیے ان کو صبر کرنے نہ کرنے سے کسی قسم کا فائدہ نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ تمھیں ان اعمال کی جزا و سزا ملے گی جو تم دنیا میں کرتے تھے نہ ان کی جو
تم آخرت میں کرو یعنی صبر و خشوع اور عاجزی و زاری اور دُعا وغیرہ سے انہیں کسی قسم کا کوئی فائدہ
نہ ہوگا خلاصہ یہ کہ انہیں قیامت میں کہا جائے گا کہ دفع ہو جاؤ میرے ساتھ کوئی بات نہ کرو۔

تفسیر صوفیانہ

:۔ نار دو قسم ہے:۔

۱۔ صوری اہل شرک جلی اور اُن کے ملحق وہ عاصی جو کبائر کا ارتکاب کرتے تھے کو نصیب ہوگی۔

۲۔ معنوی اہل شرک خفی اور یہ انہیں جو ان کے حکم میں ہیں یعنی اہل حجاب کو نصیب ہوگی ان پر دونوں
گروہوں کو خرابی ہوگی اس دن جبکہ طالب مطلوب کو پائے گا اور محب و محبوب کو لیکن انھیں عذاب

جہنم اور عذاب بعد و فراق اور سعادت عظمیٰ اور رتبۂ علیا سے محرومی نصیب ہو گی۔

سبق: عاقل پر لازم ہے دنیا کے انہماک و مشغولی اور اس میں لہو و لعب سے بچے کیونکہ غفلت خالق البریات ہے یہ حسرات کی آگ بھڑکاتی ہے۔

فائدہ: آیت میں خوف کے مراتب کی طرف اشارہ ہے جسے آنے والی آیت میں رجاء (اُمید از رحمتِ حق) کا اشارہ ہے اس لیے نا اُمیدی اور مایوسی از رحمت حق کفر ہے اس لیے امن عاجز دل سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق عجز کا اعتقاد کفر ہے ایسے ہی نا اُمیدی لیئمون سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق لئیمی کا عقیدہ کفر ہے۔

فائدہ: جس چراغ میں تیل نہ ہو وہ چراغ روشنی نہ دے گا اگر تیل ہو لیکن آگ نہ ہو تب بھی روشنی نہ دے گا اسی طرح خوف کو آگ اور رجاء کو تیل اور ایمان کو چراغ کی بٹ اور دل کو چراغ دان سمجھو تو جب خوف و رجاء جمع ہوں تو چراغ حاصل ہوتا ہے جس میں روغن ہو جو بقاء پر مدد کرتا ہے نیز اس میں آگ ہے جو روشنی کا سبب ہے جو ایمان ان دونوں سے معمور ہو اس میں بقا بھی ہے اور روشنی بھی اور مومن ایسی روشنی سے ہی راہ پاتا ہے اور ایسی بقاء سے ہی مداومت پاتا ہے (واللہ ولی التوفیق) اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے۔

تفسیر عالمانہ: انّ المتقین (بیشک متقی لوگ یعنی وہ جو کفر و معاصی سے بچتے ہیں۔ فی جنات و عیون۔ وہ باغات اور چشموں میں ہوں گے۔

حل لغات: النعیم بمعنی خوش حالی اور آسائش اور نعمتوں اور دولتوں سے بھرپور ہونا یہ نعمۃ (بالفتح) کا اسم ہے۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ النعیم بمعنی نعمت کثیر اور وہ خوش حالی جس میں ہر قسم کی نعمت ہو اور خوش گوار عیش ہو اہل عرب کہتے ہیں۔ نعمہ تنعیما۔ اس نے فلاں کو خوشگوار عیش والا بنایا۔ البحر میں ہے التنعم بمعنی ان کھانے پینے کی چیزوں کا استعمال جن میں نزاکت اور نرمی ہو۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ متقین ان ایسی جنات و نعیم میں ہوں گے جو اپنی صفات میں کامل ہیں۔

فائدہ: تنوین تفخیم کا ہے یا ایسی جنات و نعیم میں ہوں گے جو صرف ان سے مخصوص ہوں گے واؤ تنویع کے لیے ہے یعنی یہ بتاتا ہے کہ متقین کو جنات و نعیم ہر دونوں قسموں میں سے قسم و قسم کی نعمتیں و راحتیں نصیب ہوں گی اس میں اس وہم کا ازالہ ہے کہ جنت اگرچہ بہترین اور برگزیدہ مقام ہے لیکن ضروری نہیں کہ اس کا داخلہ آرام و عشرت کے لیے ہو بلکہ بسا اوقات اس کا داخلہ اس کی صفائی ستھرائی اور حفاظت اور نگرانی کے لیے ہوتا ہے جیسے انگور و دیگر اشجار کا (ناطور) نگران (مالی)

باغات میں ہوتا ہے تو آرام وعشرت کے لیے نہیں بلکہ خدمت کے لیے تو اس وہم کو زائل کرنے کے لیے نعیم کا اضافہ کیا گیا۔

فائدہ :۔ الناطور بالطاء المہملہ بمعنی انگور و کھجور کے درختوں کا محافظ عجمی لفظ ہے (القاموس) خلاصہ یہ کہ نعیم کا اضافہ اسی لیے ہے کہ متقین کا بہشت کا داخلہ آرام وعیش اور راحت وسکون کے لیے ہوگا نہ کہ نوکروں و خدام کی طرح کہ وہ وہاں کام کے لیے مقرر ہوتے ہیں۔

فاکھین ۔ عیش کرنے اور لذت پانے والے شاداں و فرحاں ہوں گے۔

حل لغات :۔ القاموس میں ہے کہ الفاکہ بمعنی صاحب الفاکہہ (میوے والا) اور خوش خرم باغ وبہار ہنسنے کھیلنے والا بہترین آرام وعیش سے وقت بسر کرنے والا جیسے الناعمہ و المنعمہ بمعنی بہترین عیش وعشرت ۔ بما اتاھم ربھم ۔ ان کرامات دائمی سے جو انھیں ان کا پروردگار عطا فرمائے گا۔

حل لغات :۔ فتح الرحمٰن میں ہے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص ناز و نعم ظاہری سے بھرپور ہوتا ہے لیکن اس کا دل کسی دوسری جگہ ہوتا ہے (جس سے اس کا وہ عیش منغص اور ناخوشگوار ہوتا ہے لیکن یہاں فاکھین میں اشارہ فرما دیا کہ متقین کا بہشت میں ہونا صرف اور صرف اور خالص سرور و راحت و فرحت اور لذت ہی لذت ہوگی اور ان نعمتوں سے لذت ہی لذت محسوس کریں گے۔ بھوک و پیاس دفع کرنے کے لیے نہ ہوگا (کیونکہ وہاں بھوک پیاس ہوگی ہی نہیں)۔ ووقاھم ربھم عذاب الجحیم ۔ اور ان کا پروردگار انھیں دوزخ سے بچائے گا۔

حل لغات :۔ الوقایۃ بمعنی شے کو اس سے بچانا جو اسے اذیت وضرر پہنچائے۔ الجحیم الجحمۃ سے ہے آگ کی سخت جلن۔ اسی سے الجحیم ہے کہ جہنم کا ایک نام ہے۔ ووقاھم کا عطف اتاھم پر ہے اور ما مصدریہ ہے یعنی وہ بہشت میں اس لیے لذت پائیں گے کہ انھیں اللہ تعالیٰ ہر طرح کی نعمتیں عطا فرمائے گا اور انھیں جہنم کے عذاب سے بچائے گا۔ اگر ما موصولہ ہو تو معنیٰ ہوگا وہ لذت میں ہوں گے اس کے ساتھ جو انہیں رب تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوگی اور جہنم سے بچاؤ لیکن موصول کا عائد نہیں اور لفظ رب کا اظہار اضمار کے بجائے اور رب کا ھُمْ (متقین) کی طرف مضاف کرنے میں ان کی تشریف (تکریم و اعزاز) اور تعلیل کا اظہار ہے

کلوا واشربوا (کھاؤ اور پیو) یعنی بہشت میں رہنے والے فرشتے کہیں گے ہمیشہ خوب کھاؤ پیو۔ ھنیئا ۔ مصدر محذوف کی صفت ہے کہ دراصل طعاما وشرابا ھنیئا یعنی مفعول بہ محذوف کی صفت ہے۔

نکتہ :۔ ماکول و مشروب کا عدم ذکر دلالت کرتا ہے کہ وہاں قسم قسم کھانے اور پینے کی اشیاء بکثرت ہونگی ۔

حل لغات :۔ الھنئی والمرئی صفت کے صیغے ہیں ھنوءا الطعام ومرأ یعنی طعام ہضم ہوا اور خوشگوار ہوا یعنی ایسا خوشگوار کہ اس میں کھٹاوٹ نہ ہوگی یعنی ایسا بہتر بن طعام وغیرہ ہوگا جس میں نہ بدہضمی ہو اور نہ بیماری بلکہ جملہ بلیات و آفات سے محفوظ ہوگا جیسے دنیا میں ہوتا ہے ۔ ابن الکمال نے فرمایا کہ اس سے ہے ترکی زبان میں بھنے ہوئے گوشت پر بولتے ہیں ۔ ھینئ (خوشگوار گوشت بچ جاتا ہے) بما کنتم تعملون بسبب یا اس کے مقابلہ میں وہ ہے جو تم عمل کرتے تھے ۔

فائدہ :۔ فتح الرحمٰن میں ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ بہشت اور اس کی نعمتیں اعمال پر مرتب ہو سکتے ہیں لیکن یہ عقیدہ ہو اس کا داخلہ محض رحمت الٰہی پر اور اس کے فضل و کرم کے ڈھا پنے پر ہوگا اور بہشت کا کھانا پینا اور ان کی خوشگواری بہشت میں داخل ہونے کی شرط ہے اور اعمال صالحہ سے اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں کہ وہ بندوں کو لازماً بہشت کی نعمتیں عطا فرمائے ۔ البتہ یہ ہے کہ اعمال اس کی علامت ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ فلاں کو فلاں پر عمل صالح پہ یہ جزا ملے گی اور فلاں کو فلاں برائی پر سزا ہوگی ۔ اسی لیے ثواب و عقاب اعمال کے ارتکاب پر معلق فرمایا ۔

فائدہ :۔ امام زاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اعمال و کردار پر جزاؤ سزا مرتب فرمائی ۔ لیکن درحقیقت یہ سب کچھ اس کے فضل و کرم پر ہوگا ورنہ کل قیامت میں ہمارے اعمال اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مقابلہ میں کیا وقعت رکھیں گے ؎

ندارد فعل من از زور بازو
کہ با فضل تو گردد ہم ترازو
بفضل خویش کن فضل مرا یار
بعدل خود بکن با فعل من کار

ترجمہ :۔ میرا کام زور بازو سے نہ ہوگا کہ تیرے فضل کے مقابلہ میں ترازو پر آئے ۔
اپنے فضل و کرم کو میرا یار و مددگار بنا اور اپنے عدل و کرم سے میرے کام پار بنا ۔

فائدہ :۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اعمال کی جزا اگر اکل و شرب بھی ہو تب بھی اعمال کی جزا نہ ہوگی بلکہ اس کا فضل و کرم ہے اور وہی فضل اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا و سقاھم ربھم شرابا طھورا ۔ اور ان کا رب انھیں شراب طہور پلائے گا اور مکاشفہ و مشاہدہ کی دیدار کا شراب ہوگا ۔

متکئین ۔ (تکیہ لگائے ہوئے) یہ کلوا و اشربوا کی ضمیر سے حال ہے یعنی معتمدین و مستندین

ٹیکہ کرنے اور ٹیک لگانے والے۔ علیٰ سرر۔ اُوپر تختوں کے۔

حل لغات:۔ سرر، سریر کی جمع ہے وہ شے جس پر بیٹھا جائے۔ یہ سرور سے ہے اس کے لیے بولتے ہیں جو صاحب نعمت ہو اور میت کے تختہ کو اسی سے تشبیہہ دے کر اسے سریر کہتے ہیں تو وہ صرف صوری مشابہت سے یا نیک فالی سے کہ اسے رجوع الی اللہ سے سرور نصیب ہوتا ہے اور اس چھٹکارا سے جو اسے دنیا کی قید سے حاصل ہوا جن کا حدیث شریف "الدنیا سجن للمؤمن (دنیا مومن کے لیے قیدخانہ ہے) کی طرف اشارہ ہے۔

مصفوفہ۔ (صف بستہ ہو کر) کہ ایک دوسرے کے قرب میں صف بستہ ہوں گے یا بمعنی سونے اور چاندی اور جواہر سے مزین ہوں گے۔

فائدہ:۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ سرر اس بنا پر ہے کہ ان ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ متعدد اور بکثرت تخت ہوں گے جو ان کے ملاقاتیوں کے لیے ان کے محلات میں بچھے ہوں گے جب ان کے ملاقاتی انہیں ان کے محلات میں ملنے آئیں گے۔ الحلبی نے فرمایا کہ وہ تخت صف بستہ ہوں گے جن کے بعض کا طول آسمان کی جانب سو گز ہوگا اور ملاقات کے وقت ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے جب وہ ان پر بیٹھیں گے تو وہ تختے نیچے ہو کر اُن کے قریب ہو جائیں گے۔ جب وہ ان پر آرام سے بیٹھ جائیں گے تو پھر وہ بدستور اُونچے ہو جائیں گے۔ (وزوجنٰھم بحور عین (اور ہم انھیں حوروں بڑی آنکھوں والیوں سے نکاح کر دیں گے)

حل لغات:۔ الحور۔ حوراء کی جمع اور العین عیناء کی جمع ہے۔ الحور سے اس لیے موسوم ہوئیں کہ آنکھیں انہیں دیکھ کر حیران ہو جاتی ہیں اور العین اس لیے کہ حسن و جمال کے ساتھ ان کی بڑی آنکھیں ہیں جو ان کے جمال کی مناسبت سے محبوب ہیں باء تعدیت کی ہے حالانکہ تزویج بدو مفعول بلا واسطہ متعدی ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا زوجنٰکھا (ہم نے تمھارا ان سے بیاہ کیا) لیکن یہاں چونکہ تزویج وصل والصاق کے معنیٰ کو متضمن ہے یا باء سببیہ ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ ہم نے انھیں تمھارے ساتھ تمھاری ازواج بنائیں۔ ان کے سبب سے کیونکہ زوجیت کا مفہوم ان کا حوروں کے ساتھ ملائے بغیر نہیں ادا ہو سکتا یعنی تزویج یہاں اپنے معنیٰ میں مستعمل نہیں یعنی یہاں نکاح یا عقد نکاح کے معنیٰ میں نہیں بلکہ اس معنیٰ میں ہے کہ ہم نے انہیں تمھاری ازواج بنائیں۔ اس معنیٰ پر یہ ہر دو مفعول متعدی نہ ہوگا اسی لیے امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا معنیٰ وقرنٰھم بھن (اور ہم نے تمھیں ان کے ساتھ ملا لیا ہے۔

سوال:۔ قرآن میں و زوجناھم حور اً کیوں نہیں جیسے کہا جاتا ہے زوجتہ امرأۃ۔ میں نے اس کا عورت سے نکاح کیا۔

جواب:۔ تاکہ تنبیہہ ہو کہ حوروں کی یہ تزویج (نکاح) اس متعارف طریق سے نہ ہو گا جیسے عورتوں سے عقد نکاح ہوتا ہے اور فتح الرحمٰن میں بھی زوجنا کا معنیٰ قرنا لکھا ہے اس لیے کہ جنت میں اسی دنیوی عرفی جیسا نکاح وغیرہ نہ ہو گا یعنی جنت دار التکلیف نہیں ہاں آخرت میں صرف ایک دوسرے کو قبول کرنا ہو گا اور بس نہ یہ کہ دنیاوی نکاح کی طرح ایک دوسرے سے عقد ہو گا۔

الواقعات المحمودیہ میں ہے کہ بہشت تو ضیافت گاہ ہے وہاں احباب کو ضیافت دی جائے گی اور اس میں وہ عیش وعشرت کریں گے لیکن حوریں غیر محارم کے سامنے ظاہر نہ ہوں گی۔

نکتہ:۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ ان کا ظاہر نہ ہونا بحیثیت حرمت کے نہیں بلکہ غیرت سے ہو گا اس لیے کہ اہل الرجل میں اشارہ ہے کہ اس کا اہل اس کے مخفی راز سے ہو گا اسی لیے غیرت الٰہیہ کا تقاضا یوں ہوا کہ وہ انہیں غیر محارم کے سامنے ظاہر نہ ہونے دے جیسے راز نا اہل کے سامنے افشا کرنے کا نہیں ایسے ہی اہل خانہ غیر کو ظاہر کرنے کے نہیں کیونکہ حلت وحرمت از قبیل تکلیف ہے اور بہشت دار التکلیف نہیں وہاں تو صرف اور صرف لذت ہی لذت ہے۔

والذین اٰمنوا۔ (اور وہ جو ایمان لائے) یہ مبتداء اور اس کی خبر الحقنا بھم ہے۔ واتبعتھم ذریتھم اور ان کی اولاد ساتھ ملحق ہوئی۔) اس کا عطف اٰمنوا پر ہے اور ذریت سے ان کی اولاد (نسل) مراد ہے۔ بایمان۔ ایمان کے ساتھ اتباع سے متعلق ہے اس کی تنکیر تقلیل کی ہے یعنی ایمان کی کمی ذرہ برابر شے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایمان میں اعمال شرط نہیں اور یہاں یہ مراد ہے کہ ایمان کی قلیل ثمرات اور معمولی سی مقدار بھی الحاق بالآباء کے لیے کافی ہے تو تقلیل تحقیر کے معنیٰ میں۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ ان کی اولاد ان کے تابع ہو گی معمولی سے ایمان کی وجہ سے اگرچہ وہ ان کے رتبہ ایمان تک نہ پہنچے یہ قید اس حکم کے لیے ہے کہ ایمان کامل بالاصالت ہو نہ یہ کی ان کی وجہ سے ایمان الحاق۔

الحقنا بھم ذریتھم۔ اور ہم ان کے ساتھ ان کی اولاد کو لاحق کریں گے یعنی چھوٹی بڑی اولاد کو ان کے درجات تک پہنچائیں گے۔

حدیث شریف:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی اولاد کو بلند درجات عطا فرمائے گا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں یعنی ان کے سرور وفرحت کی تکمیل ہو اس کے بعد آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

مسئلہ:۔ اس سے ثابت ہوا کہ چھوٹی اولاد ماں باپ میں اس کے حکم میں ہے جو مومن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جب آخرت میں اپنے آباء مومن سے انہیں لاحق فرمائے گا تو دنیا میں بھی ان کا یہی حکم ہو۔

مسئلہ:۔ فتح الرحمٰن میں ہے کہ اہل ایمان کو ان کی بڑی چھوٹی اولاد لاحق ہو گی بڑی تو بوجہ ان کے اپنے ایمان کے اور چھوٹی اس لیے کہ ان کے آباء دولت ایمان سے سرشار ہیں کیونکہ چھوٹے بچوں کو ماں باپ میں ان کے ساتھ لاحق کیا جاتا ہے جو مومن ہو یہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب ہے۔ اور امام شافعی و امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ماں باپ کے اسلام سے اولاد کو اس کے لاحق فرمایا ہے اس کی ماں کے اسلام سے نہیں لیکن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر اس کا باپ دار الاسلام میں فوت ہوا ہو تو اولاد کو اس کے لاحق کیا جائے گا ورنہ نہیں یہ ان کے مذہب کے مفردات سے ہے۔ ائمہ ثلاثہ اس کے خلاف ہیں۔

مسئلہ:۔ چھوٹے بچے قبل بلوغ مسلمان ہونے اور مرتد ہونے کے حکم میں اختلاف ہے آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں اس کا اسلام و ارتداد کا حکم صحیح ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہر دونوں صحیح نہیں۔

مسئلہ:۔ ہدیۃ المہدیین میں ہے کہ اس عاقل لڑکے کا قابل قبول ہے جو بیع میں سلب والا اور شراء میں نفع کمانے کا شعور رکھتا ہو یہی استحسان ہے یہاں تک کہ ایسا مسلمان لڑکا اپنے اقارب کفار کی وراثت نہیں پائے گا اور جب مر جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور استحساناً اس کا ارتداد صحیح سمجھا جائے گا یہی امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول ہے ہاں اسے احسن وجوہ پر مجبور کیا جا سکتا ہے لیکن اسے ارتداد میں قتل نہ کیا جائے گا کیونکہ یہ اہل عقوبت سے نہیں۔

مسئلہ:۔ الاشباہ میں ہے بہت سے لوگ ارتداد میں قتل نہیں کیے جاتے مثلاً جس کا اسلام تبعاً ہو یعنی وہ اولاد ماں باپ کی وجہ سے مسلمان سمجھے گئے یا جس کے متعلق شبہ ہو ایسے ہی دودھ پینے والے بچے کو بلا اتباع مسلمان سمجھا جائے گا جب وہ دار الاسلام میں لقیط پایا جائے۔

مسئلہ:۔ الھدیہ میں ہے کہ وہ بچہ جو کسی کو غنیمت کے حصہ میں دار الحرب سے ملا ہو کیونکہ وہ اب مسلمان سمجھا جائے گا بوجہ اپنے مولیٰ مسلم کی اتباع کے بخلاف تقسیم سے پہلے کے کہ وہ اس وقت اپنے ماں باپ کے دین پر سمجھا جائے گا۔

مسئلہ:۔ الفتوحات المکیہ میں ہے کہ وہ بچہ جو دار الحرب سے قید میں آیا ہے جب مر جائے اور اسے تمیز ہے نہ عقل تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ وہ فطرۃ اسلام پر ہے یہ اس سے افضل ہے کہ کہا جائے کہ اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اس لیے کہ طفل کا مادہ وہ طفل ہے جس کا معنیٰ ہے کہ وہ شے جو آسمان سے

صبح و شام اترے یہ شے بوند اور شبنم سے بھی کم ہوتی ہے جب وہ ایسے ضعف میں ہے تو وہ رحم کے زیادہ لائق ہے اور اس پر رحم کی یہی صورت ہے کہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے اس معنیٰ پر بچہ پر ہر اعتبار سے نماز جنازہ پڑھی جائے۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی بچہ دار الاسلام میں داخل ہوا اگر اس کے ساتھ ماں باپ میں سے کوئی ہے تو وہ ان کے دین پر سمجھا جائے گا اگر اس کے ماں باپ میں سے کوئی اس حالت میں فوت ہوا تو اس بچہ کو ان کے دین کا سمجھا ہوگا۔ (الہدایہ)

مسئلہ:۔ اگر صورتِ مذکورہ میں اس کے ساتھ ماں باپ میں سے کوئی ساتھ نہیں تو اسے دار الاسلام کی اور مولیٰ کی اتباع کی وجہ سے مسلمان سمجھا جائے گا۔

مسئلہ:۔ اگر بچہ کا ماں باپ کوئی ایک دار الحرب میں مسلمان ہوگیا تو بچہ بھی اس کی وجہ سے مسلمان متصور ہوگا۔

مسئلہ:۔ اگر ان میں کوئی ایک دار الاسلام میں مسلمان ہوا پھر بچہ قیدی ہو کر آیا تو وہ مسلمان متصور ہوگا۔

وما التنا هم۔ (اور ہم نہیں گھٹائیں گے) آباء کے ساتھ ان کے الحاق سے ورنہ وہ ان کے ساتھ بغض رکھتے (کہ یہ اولاد اُن کے درجات آخرت میں کمی کا سبب بنیں گی) (عین المعانی)۔

حل لغات:۔ یہ اُلت یأْلت ہمچوں ضرب یضرب اور قاموس میں ہے اُلتہ حقایألتہ بمعنی نقصہ یعنی اس کا حق گھٹایا ایسے ہی آلت ایلاوتاً۔ **من عملهم**۔ ان کے اعمال کے ثواب سے۔ **من شیٔ**۔ کوئی شے۔ پہلا من التنا کے متعلق ہے اور دوسرا زائدہ ہے اب معنیٰ یہ ہوا کہ ہم ان کے اعمال میں سے کوئی سے کم نہ کریں گے کہ ان کے اعمال کا کچھ ثواب ان کی اولاد کو دے دیں تاکہ ان کا ثواب کم ہو جائے جس سے وہ اپنے بلند درجات سے نیچے آجائیں بلکہ ان کی اولاد کے درجات ان کے درجات کے ساتھ بلند کر دیں گے یہ محض اس کا فضل و احسان ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اہل ایمان کی اولاد کے درجات بلند کروں گا محض اپنے فضل و کرم سے۔

فائدہ:۔ حضرت شیخ الاسلام حسین مروزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ احمد بن ابو علی سرخسی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ایمان و عمل سوائے فضل لم یزل کے نصیب نہیں ہوتا۔

در فضل خدا ببند دل خویش مدام
تا فضل نباشد نبود کار تمام

ترجمہ:۔ فضل خدا میں ہمیشہ دل کو مقید رکھ جب تک اس کا فضل نہ ہوگا کام تمام نہ ہوگا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا :- حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے ان دو بچوں کے بارے میں سوال کیا جو جاہلیت میں فوت ہوئے آپ نے فرمایا وہ جہنم میں ہیں یہ بات بی بی کو ناگوار گزری تو آپ نے فرمایا اگر تو ان کے رہنے کی جگہ دیکھتی تو تُو خود ان سے کراہت کرتی پھر پوچھا کہ وہ بچے جو آپ سے ہوئے فرمایا وہ بہشت میں ہیں کیونکہ اہل ایمان اور ان کی اولاد بہشت میں ہوں گے اور مشرکین اور ان کی اولاد دوزخ میں (عین المعانی)

مسئلہ :- امام محمد نے فرمایا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اولاد المشرکین و المسلمین کے بارہ میں توقف فرماتے تھے لیکن مختار یہ ہے کہ مسلمانوں کے بچے بہشت میں ہوں گے۔

ازالۂ وھم :- وہ جو مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک انصاری بچے کی نماز جنازہ کے لیے بلائے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا مبارک ہو اس بچے کو کہ وہ بہشت کی چڑیوں سے ہے آپ نے فرمایا کیا تو اس کے سوا کوئی اعتقاد نہیں رکھتی حقیقت یہ ہے اس پر کوئی یقین نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بہشت پیدا فرما کر اس کے لائق بندے پیدا فرمائے اور دوزخ پیدا فرما کر اس کے لائق بھی بندے پیدا فرمائے تو اس روایت کا مقصد یہ ہے کہ یقیناً وہ شخص بہشت میں داخل ہوگا (شرح المشارق لابن الملک)۔

مسئلہ :- حضرت مولانا رمضان (آفندی) شرح عقائد میں لکھتے ہیں کہ کسی معین شخص کے لیے دوزخی و بہشتی کا حکم نہ لگایا جائے بلکہ عمومی طور کہا جائے کہ اہل ایمان میں بہشتی اور کفار دوزخی ہیں ایسے ہی ان کی چھوٹی اولاد اُن کے تابع ہے۔ بعض نے کہا کہ کفار کی چھوٹی اولاد بہشت میں ہوگی کیونکہ ان کا کوئی گناہ نہیں تو پھر دوزخی کیوں۔ بعض نے کہا وہ اعراف میں ہوں گے اس کی وہی غیر یقینی امر بوجہ عدم علم ان کے خاتمہ کے۔

مسئلہ :- جب مسلمان کا بچہ فوت ہو تو اس کے خاتمہ بر ایمان کا قول ہوگا بوجہ اپنے باپ کی اتباع کے ہاں یہی ہے کہ مطلقاً باپ کے تابع کہا جائے کہ اس کے باپ کے خاتمہ کا بھی تو علم نہیں۔

مسئلہ :- بعض نے کہا کہ کفار کی چھوٹی اولاد بہشت میں اہل اسلام کی خدام ہوگی (ہدیۃ المہدیین) لیکن اکثر اس پر ہیں کہ یہ دوزخ میں ہوں گے اپنے آباء کی اتباع میں بعض نے کہا یہ بہشت میں ہوں گے کیونکہ وہ غیر مکلف تھے ایک گروہ نے اس میں توقف فرمایا یہی ظاہر ہے (شرح المشارق لابن الملک)۔

مسئلہ:۔ ایک قول یہ ہے کہ مجنونوں اور چھوٹے بچوں اور اہل فترت کی طرف قیامت میں ان کی جنس سے پیغمبر بھیجا جائے گا وہ انھیں ایمان کی دعوت دے گا اور مومن کا امتحان یوں ہوگا کہ اسے حکم ہوگا کہ وہ خود کو دوزخ میں پھینکے اگر اس دعوت کو وہ قبول کرے گا اور خود کو دوزخ میں ڈالنے سے نہیں بچائیگا تو وہ خالص مومن ہوگا کیونکہ اس کے سامنے جو نار ہوگی وہ حقیقی نار نہ ہوگی۔ اگر وہ بچائے گا تو وہ کافر ہوگا اور اسے دوزخ میں بھیجا جائے گا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ شیخ روزبہان البقلی قدس سرہٗ تفسیر عرائس البیان میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ فطرت ذریت کی عدم سے سلیمہ اور طاہرہ اور معرفت الٰہی کو قبول کرنے والا پیدا کیا گیا کہ وہ اضداد کی صحبت سے متغیرنہ ہو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اسے ماں باپ یہودی بنائیں یا نصرانی یا مجوسی جب وہ اپنی صفت اول پر باقی رہے تو اس کی طرف نور حق کا فیض پہنچتا ہے اگرچہ اس کے اعمال کی تکمیل نہ بھی ہو تب بھی اسے آباؤ و اُمہات اہل ایمان کے درجات تک پہنچا دیا جاتا ہے کیونکہ یہیں پر ارواح و عقول و قلوب تکمیل پاتے ہیں اور کشف مشاہدہ کے وقت انہیں معرفت الٰہی نصیب ہوتی ہے اور انوار جلال حق ان پر ظاہر ہوتا ہے اور وصال الٰہی سے درکنار ہوتے ہیں۔ یہی حال ان مریدین کا ہے جو عارفین کے پاس رہتے ہیں جو کہ وہ اپنے اکابر و مشائخ کے درجات پا لیتے ہیں جبکہ وہ ان کے احوال پر ایمان رکھیں اور ان کے کلام کو قبول کریں جیسا کہ حضرت رویم قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جس نے ہمارے احوال پر ایمان قبول کیا اور ہماری باتوں کو مانا (جو کہ ستر پردوں میں محجوب ہے) تو ایسا شخص ہمارا ہے۔

حدیث شریف:۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی قسم سے محبت کرتا ہے وہ انہیں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا من یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔ جو اطاعت کرتا ہے اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین میں سے۔

سبق:۔ اس سے تعجب نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی انہیں اعلیٰ درجات تک پہنچاتا ہے جب وہ منازل وحشت میں ہوں تو وہ انہیں بلند درجات نصیب فرماتا ہے تو پھر مقام وصال تک کیوں نہ پہنچائے گا۔

فائدہ:۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہو گیا انبیاء صوریہ و معنویہ

کا آباء کے درجات پر پہنچنے میں ایمان شرعی و توحید عقلی کی ضروری ہے اطفال المشرکین کو اس سے کوئی حصّہ نصیب نہ ہوگا تو پھر وہ جنت میں کیسے داخل ہو سکتے ہیں ہاں مؤمن کے ساتھ مومن ہی بہشت میں داخل ہو سکے گا کہ وہ ہم جنس ہیں اور ایمان فطری کا دار التکلیف میں کوئی اعتبار نہیں ایسے ہی دار الجزاء ہیں اللہ تعالیٰ ہی اپنے اسرار کو خوب جانتا ہے اور اسی سے ہی ہم اخبار سے لاحق ہونے کی اُمید رکھتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ:- كل امرئ۔ ہر عاقل بالغ مکلّف مرد (بما کسبت) ساتھ اس کے کہ اس نے عمل کیا نیک یا بُرا۔ رھین۔ پابند ہے قیامت میں کہ اپنے اعمال کی جزاؤ سزا پائے گا اس سے اسے نجات نہ ہوگی اور نہ ہی اس سے کسی دوسرے کے عمل کی وجہ سے مواخذہ ہوگا۔

فائدہ:- عورت عاقلہ بالغہ مکلّفہ کا بھی یہی حکم ہے (تفسیر الکاشفی)

فائدہ:- الرھن وہ شے جو قرضہ میں اعتماد کے طور کسی کے ہاں رکھی جائے چونکہ رہن میں احتباس (قید) کا مفہوم متصور ہے اسی لیے ہر محبوس کو کہا جائے گا وہ جس طرح کا بھی ہو۔

فائدہ:- ابن الشیخ نے فرمایا کہ ماکسبت میں ما مصدریہ ہے اور الفعیل (رہین) بمعنی مفعول (مرہون) ہے اور عمل صالح انسان پر بمنزلہ قرض کے ہیں بایں طور کہ اس سے اس کا مطالبہ کیا جائے گا اور انسان کا نفس اس میں گروہ رکھا ہوا ہے کہ جیسے مرتہن کے ہاں جب تک قرض کی ادائیگی نہ ہوگی اس سے رہن کا ملنا مشکل ہے ایسے ہی جب تک اللہ تعالیٰ کے ہاں بندے کے عمل صالح نہ پہنچیں گے اُس وقت تک اُس کا نفس مرہونہ نجات نہ پا سکے گا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ ہر مرد اللہ تعالیٰ کے ہاں عمل صالح کے ساتھ مرہون (رہن رکھا ہوا) ہے جو کہ عمل صالح اُس پر بمنزلہ قرض کے ہیں کہ جب تک اللہ تعالیٰ کے ہاں عمل صالح نہیں پہنچیں گے اور بندہ یہ قرض ادا نہ کرے گا جیسے کہ اس سے اس کا مطالبہ ہے تب تک اس کی گردن رہن سے آزاد نہ ہوگی اگر ادا نہ کرے گا تو ہلاک ہوگا۔ اسی معنیٰ میں ہے وہ فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو آپ نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ہر وہ گوشت بہشت میں داخل نہ ہوگا جو حرام سے اُگا ہے ایسے گوشت کو آگ بہتر ہے

اے کعب بن عجرہ لوگ دو قسم ہیں:-

۱۔ اپنے نفس کو بیچ کر تباہ و برباد کرنے والے۔

۲۔ اپنے نفس کو خرید کر آزاد کرنے والے۔

فائدہ:- حضرت مقاتل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہاں نفس سے کافر و مشرک مراد ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ

ہر کافر ساتھ اُس کے کہ اُس نے شرک کا عمل کیا ۔ وہ دوزخ میں رہن رکھا ہوا ہے اس لیے کہ مومن مرتہن نہیں جیساکہ دوسرے مقام پر فرمایا کہ کل نفس بما کسبت رھینة الا اصحاب الیمین ہر نفس اپنے کردار میں گروی ہوگا سوائے اصحاب الیمین کے ۔

عالمانہ تفسیر دیگر:۔ آیت کی ایک اور طریقے سے تفسیر کی جاسکتی ہے وہ یہ کہ الراھین فعیل بمعنی فاعل ہو ۔ اب معنیٰ یوں ہوگا کہ نفس ساتھ اُس کے کہ اس نے عمل کیا راھین ہے یعنی دائم ثابت مقیم ہے اگر نیکی کی ہے تو ہمیشہ بہشت میں ہوگا اگر بُرے عمل کیے تو ہمیشہ دوزخ میں ہوگا اس لیے کہ دنیا میں اعیان کے دوام سے اعمال کا دوام ہوتا ہے کیونکہ عرض جوہر سے ہی باقی رہ سکتا ہے اور اس کے بغیر وہ موجود ہو ہی نہیں سکتا اور آخرت میں دوام اعمال سے دوام اعیان ہوگا اس لیے اللہ تعالیٰ ہی اعمال کو باقی رکھنے والا ہے اور اعیان کا بقاء اعمال کے بقاء سے ہے ۔

فائدہ:۔ الارشاد میں ہے کہ مقام کی مناسبت میں یہی معنیٰ زیادہ مناسب ہے اس لیے دوام کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اور اس کے اعمال کے درمیان مفارقت نہ ہو اور یہ بھی ضروری ہے کہ آباء کے اعمال کے ثواب میں بھی کمی واقع نہ ہو اس تقریر پر جملہ ماقبل کی تعلیل ہوگی ۔

تفسیر عالمانہ:۔ وامددناھم ۔ اور ہم ان کی مدد کریں گے ۔

حل لغات:۔ المد بمعنی الجر کھینچنا الامداد اکثر محبوب اُمور میں مستعمل ہوتا ہے المد مکروہ میں الامداد بمعنی مدد کرنا ، مدد دینا ۔ القاموس میں ہے الامداد بمعنی تاخیر الاجل اور یہ کہ غیر کی جماعت کو لشکر سے مدد پہنچانا و بمعنی الاعطاء والاستغناثہ ۔ بفاکھة ساتھ میوؤں ہر طرح کے ہر وقت نعمتوں میں سے جس طرح وہ چاہیں گے ولحم مما یشتھون اور ایسے ہی گوشت میں سے جو وہ چاہیں گے وہ اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَمَآ اَلَتْنٰھُمْ ۔ اور ہم اُن کی کمی نہیں کریں گے نقصان کی نفی کا تقاضا ہے کہ آباء و ابناء انعامات میں برابر ہو جائیں گے اسے یوں دفع کیا کہ یہ برابری تک محدود نہیں بلکہ آگے جو امداد ہوگی وہ بھی ان کے ثواب کی وجہ سے ہوگی یعنی اولاد بہرحال آباء کی طفیلی رہے گی ۔

فائدہ:۔ فاکھة کی تنوین تکثیر کی ہے یعنی اتنے میوے کہ ختم نہیں ہوں گے کہ جب کھا کر فارغ ہوں گے تو فوراً اس جیسا میوہ اور تیار اس کے سامنے ہوگا اور مایشتھون میں عموم ہے گوشت کے اقسام کے لیے نہیں ۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب تم بہشت میں کسی پرندے کا گوشت چاہو گے تو وہ بھنا ہُوا ہو کر تمہارے سامنے آگرے گا اور بعض نے کہا کہ بہشت میں بہشتی کے سامنے پرندہ حاضر ہوگا تو وہ اسے

ٹکڑے ٹکڑے کر کے بھون کر کھا کر فارغ ہو گا تو وہی پرندہ اُڑ کر نہریں جا پہنچے گا یتنازعون
داور بہشت میں ایک دوسرے کو دیں گے)

حل لغات :۔ النزع بمعنی شئے کو اپنی جگہ سے دوسری طرف کھینچنا جیسے قوس کو درمیان سے کھینچ کر دوسری طرف لے جانا التنازع والمنازعۃ بمعنی المجاذبۃ کبھی اسے مخاصمت ومجادلت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور یہاں پر التنازع بمعنی تعاطی وتداول ہے علی طریق التجاذب یعنی ایک دوسرے سے کھینچ کر شئے کو لینا اور یہ تجاذب (کھینچنا بھی) محبت وسرور میں زیادتی کے ساتھ بطور ہنسی مذاق ہو گا جیسے دوست ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں اور اس میں بھی ایک قسم کی لذت ہو گی کیونکہ بہشت میں مخاصمت اور لڑائی جھگڑا نہ ہو گا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ بہشت میں ایک دوسرے سے اشیاء لیں گے اور دیں گے حالانکہ وہ اس میں بیٹھے ہوں گے یہ اُن کی کمال رغبت واشتیاق کی طرف اشارہ ہے جیسے تنازع کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ بہشت میں بہشتی اشیاء ایک دوسرے کو دیں گے بھی اور لیں گے بھی کاساً بہشتی کے شراب سے بھرے ہوئے پیالے۔ الکاس بمعنی وہ پیالہ کہ جس میں شراب ہو جس میں شراب نہ ہو اسے کاس نہیں کہیں گے جیسے جس دسترخوان پر طعام ہو تو اسے مائدہ کہیں گے اگر طعام نہ ہو تو پھر اسے مائدہ نہیں کہا جائے گا۔ یہ معنیٰ اس کے محل کی وجہ سے ہے چونکہ کاس مؤنث اور مہموز ہے اس لیے اس کے لیے ضمیر مؤنث کی لائی گئی ہے چنانچہ فرمایا لا لغو فیہا۔ اس کے پینے میں لغو باتیں نہ ہوں گی یعنی وہ پیالہ پیتے ہوئے ایسی بات نہ کریں گے جو گھٹیا قسم کی ہو۔

فائدہ :۔ حضرت عطاء نے فرمایا کہ یہ پینا شراباً طہوراً کا جنت عدن میں ہو گا۔ اور اس کے ساقی ملائکہ ہوں گے اور ان کا شرب ذکر الٰہی اور اور ان کی ریحان خوشبو تحیہ من عند اللہ ہو گا جو نہایت بابرکت اور خوشبوناک ہو گا اور وہ سارے لوگ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے۔

حل لغات :۔ امام راغب نے فرمایا کہ اللغو وہ کلام جو غیر معتبر ہو یعنی بات جو بغیر سوچے اور بغیر غور و فکر کے کہی جائے اسے لغا جیسا سمجھا جاتا ہے اور لغا بمعنی چڑیوں اور اسی طرح کے دوسرے پرندوں کی آواز۔

ولا تاثیم۔ اور گناہ کی بات کرنا یعنی ایسا کام کرنا جس کا مرتکب گنہ گار ہو یعنی گناہ کی طرف منسوب ہو اگر اسے دار التکلیف میں کرتا جیسے جھوٹ۔ گالی دینا اور بکواسات جیسے دنیا میں شراب خوروں کی عادت ہوتی ہے بلکہ بہشت میں شراباً طہوراً پی کر دانائی اور حکمت اور بہترین کلام کریں گے اور وہ

کام کریں گے جو معزز شخصیتین کرتی ہیں کیونکہ بہشت میں عقول شراب پی کر بحال رہیں گی زائل نہیں ہوں گی یہ ایسے ہوگا جیسے دنیا میں معرفت والوں کو معرفت کا نشہ ہوتا ہے یہ لوگ دنیا میں معارف و حقائق کی باتیں کرتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ:۔ حضرت البقلی قدس سرہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے پینے میں انھیں ان شراب کے پیالوں سے موصوف فرمایا ہے جو انھیں منازعت اور مزید قرب کے شوق تک پہنچا دے پھر ان کے شراب کی یہ وصف بتائی کہ وہ انھیں تمکین و استقامت فی السکر تک پہنچا دے گا ان کا حال نہ تو شطح تک پہنچے گا اور نہ جنگ جوئی تک اور ان کا وہی حال ہوگا جو دنیا میں معرفت کے نشہ والوں کا تمام مخلوق کے سامنے ہوتا ہے اور جمیع معانی میں اہل حضرات کا دنیا والوں کے حال جیسا نہیں ہوتا۔

فائدہ:۔ کبھی خواب میں اکل و شرب ہوتا ہے غلبۂ روحانیت کی وجہ سے اس کا حکم جسم میں اثر دکھاتا ہے جیسے بعض اکابرین نے فرمایا کہ عیش مع اللہ وہ قوت ہے جسے بندہ خواب میں کھا کر بھوک محسوس نہیں کرتا۔ اسی طرف رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا:

انی لست کہیئتکم انی ابیت عند ربی یطعمنی و یسقینی (روح البیان ص ۱۹۹ ج ۹۶)

میں تمھارے جیسا نہیں میں اپنے پروردگار کے ہاں وقت گزارتا ہوں وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

فائدہ:۔ اس سے وہی سیر اور تازگی ہے جو کھانے پینے سے حاصل ہوتی ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے ہو کر آرام فرماتے تو خواب میں دیکھا کہ آپ نے کھایا پیا۔ بیدار ہوئے تو سیر شکم تھے۔

اولیاء کی شان:۔ ایسے ہی بعض اولیاء کرام کے ساتھ ہوا بوجہ وراثت از نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ ان سے بیداری کے بعد اس طعام کی تین دن تک خوشبو پائی گئی اور لوگ اسے برابر سونگھتے رہے۔

فائدہ:۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے وارث (ولی اللہ) کے سوا عام انسان جب خواب میں دیکھتا ہے کہ اس نے کچھ کھایا پیا ہے جب بیدار ہوتا ہے تو وہ بدستور بھوکا ہوتا ہے اگرچہ خواب صحیح ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ خواب نبوت کے چھیالیسویں حصے میں سے ہے۔

تحقیق صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ

بہت سے خواب سے اُٹھ کر سیری کا دعویٰ کرنے والے درحقیقت وہ بھوکے ہی ہیں کہا تم خود گواہ نہیں ہو کہ بہت سے عوام خواب میں خوب سیر ہو کر کھاتے ہیں لیکن بیدار ہوئے تو بدستور بھوکے ہوتے ہیں یہی اہل تلوین کا حال ہے جو اس معرفت کے شراب سے ایک گھونٹ پی لیتے ہیں تو بہت بڑے لمبے چوڑے دعادی کرتے رہتے ہیں۔ جیسے ہم نے اپنے بعض معاصرین کو دیکھا اسے معلوم نہیں کہ اہل تمکین کا حال نائم (نیند والے) جیسا ہے جو شراب کی بو کے نشہ سے مست ہے اس کی طرح کیسے ہو سکتا ہے جو خود شراب پی کر مست ہوتا ہے پھر تم کہاں اور اہل حقیقت کہاں اے برادر تو اپنی حد پہچان۔ حد سے متجاوز نہ ہو اس لیے کہ حد سے تجاوز لغو وتاثیم کے قبیل سے ہے۔

حضرت خجندی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

از عشق دم مزن چوں گشتی شہید عشق
دعوائے ایں مقام درست از شہادت است

ترجمہ:۔ عشق کا دم نہ مار جب تو شہید عشق نہیں ہوا۔ اس مقام کا دعویٰ شہادت سے بہتر ہے۔

تفسیر عالمانہ:

ویطوف علیہم۔ اور ان پر گشت کریں گے۔

حل لغات:۔ الطواف بمعنی شے کے اردگرد پھرنا اسی سے ہے الطائف وہ شخص جو کعبہ کے اردگرد گھومتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اہل جنت کے اردگرد پیالے شراب کے لے کر یا خدمت کے لیے گشت کریں گے۔ غلمان لہم۔ اُن کے غلمان۔

حل لغات:۔ غلمان غلام کی جمع ہے اُٹھتی جوانی والا جوان یعنی بہشتیوں کے مخصوص غلام۔

سوال:۔ جب وہ غلام صرف انھیں کے ہوں گے تو غلمانہم کیوں نہیں لام کے اضافہ (زائدہ) کی کیا ضرورت ہے۔

جواب:۔ تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ ان سے وہ چھوکرے مراد ہوں گے جو دنیا میں ان کے خادم رہے تو اس سے ان چھوکروں کو خطرہ لاحق ہو تاکہ افسوس کہ ہم دنیا میں بھی خدام رہے اور آخرت میں بھی تو اس طرح سے ہم دارین میں دوسروں کے تابع رہے۔ ان کے اس وہم و حزن کو دور کرنے کے لیے فرمایا کہ ان سے وہ خدام مراد ہیں جو بہشت میں ان کے لیے مخصوص ہیں (جوان دنیا والوں کی قسم سے نہیں وہ آزاد ہو گئے اب یہ بھی آخرت میں دوسرے لوگوں کی طرح مخدوم ہوں گے)۔

فائدہ:۔ غلمان کی تنکیر سے معلوم ہوا کہ جو بھی بہشت میں داخل ہو گا اُسے ایسے خدام ملیں گے جن سے

وہ پہلے متعارف نہ ہو گا۔ (حواشی سعدی المفتی)۔

کانھم لؤلؤ مکنون ۔ گویا وہ خالص موتی ہیں۔ یہ غلمان سے حال ہے اس لیے کہ وہ غلمان اس سے موصوف ہیں یعنی گویا وہ غلمان سفیدی وصفائی خالص موتی ہیں گویا ابھی صدف سے نکلے ہیں کیونکہ موتی تازہ احسن اور صاف تر ہوتا ہے اس لیے کہ اسے نہ تو کسی ہاتھ نے چھوا ہے اور نہ اس پر غبار پڑی ہے۔ خلاصہ یہ کہ غلمان گویا صفائی اور لطافت میں وہ موتی ہیں جو صدف میں تازہ نکلتے ہیں کہ انہیں کسی کا ہاتھ نہیں لگا۔

فائدہ: مکنون بمعنی مخزون بھی ہو سکتا ہے اس لیے کہ خزانہ میں اس موتی کو رکھا جاتا ہے جو قیمتی ہو۔

حدیث شریف(۱): حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ یہ حال تو خادم کا ہے تو مخدوم کیسے ہوں گے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مخدوم کی خادم پر ایسی فضیلت ہے جیسے چودھویں کے چاند کی تمام ستاروں پر۔

حدیث شریف(۲): حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ادنیٰ درجہ کے بہشتی کی شان یہ ہو گی کہ جب وہ اپنے خدام میں سے کسی خادم کو بلائے گا تو دروازہ پر ایک ہزار خادم جواب دے گا لبیك لبیك (حاضر جناب حاضر جناب)

تفسیر عالمانہ

واقبل بعضھم علی بعض ۔ اور وہ ایک دوسرے سے متوجہ ہوں گے۔

فائدہ: مروی ہے کہ بعض بہشتی دوسرے کے پاس آکر **یتساءلون** (پوچھیں گے) یعنی ایک دوسرے سے حال واحوال پوچھیں گے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ سے کیا انعامات نصیب ہوئے یہ بھی لذت اور اعتراف کے طور ہو گا کہ انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف عظیم نعمتیں نصیب ہوئی ہیں جیسے عموماً اہل مجلس کا طریقہ ہوتا ہے کہ اکٹھے ہوتے ہیں تو ایک دوسرے سے حالات پوچھتے ہیں اور جو ان پر بہتر وقت گزرتا ہے اس کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ ایک دوسرے سے مانوس ہونا ہے اور یہ اس وقت یوں ہو گا کہ ہر دونوں سائل بھی ہوں گے اور مسئول بھی۔ یہ مطلب نہیں کہ ان میں بعض مخصوص سائل ہوں گے اور بعض مخصوص مسئول۔

قالوا ۔ کہیں گے۔ یعنی وہ مسئول جو درحقیقت ہر دونوں ایک دوسرے کے مسئول ہیں۔

انا کنا قبل ۔ بیشک ہم دخول جنت سے پہلے **فی اھلنا** اپنے اہل خانہ کے درمیان دنیا میں تھے۔ **مشفقین** ۔ سہمے ہوئے۔ دل سے گھبرائے ہوئے کہ ہم دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے گناہوں میں مبتلا رہے اور اس کی طاعت سے کوسوں دور رہے نامعلوم اب کیا بنتا ہے یا یہ کہ ہم اپنے انجام سے

بے خبری کی وجہ سے خطرہ میں تھے۔

نکتہ :۔ اہل کی قید میں اشارہ ہے کہ اہل وعیال میں امن وسلامتی ہوتی ہے لیکن وہ بندگان خدا اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے کہ اپنے اہل وعیال میں رہ کر بھی خوفِ خدا سے غافل نہ تھے جب ایسے امن وسلامتی کے وقت ان کا یہ حال تھا تو باقی اوقات میں ان کا کیا حال ہوگا بہر حالی وہ ہر وقت خدا کے خوف میں رہتے تھے۔

فائدہ :۔ حضرت سعدی المفتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اولیٰ یہ ہے کہ جملہ اُولیٰ کو اس پر محمول کیا جائے کہ وہ خلقِ خدا پر بہت زیادہ شفقت کرتے تھے جیسے دوسرے جملہ میں تعظیم امر الٰہی کی طرف اشارہ بتاتا ہے۔

نکتہ :۔ ان دونوں کاموں کے درمیان حرف عطف کے ترک میں اشارہ کیا گیا ہے کہ دوسرا جملہ پہلے کا بیان ہے اس میں مبالغہ ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں کہ کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔

تحقیق صاحب رُوح البیان قدس سرہٗ :۔ فقیر (صاحب رُوح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ یہ کلام عوام کے عرف کے مطابق وارد ہوا ہے کہ وہ عموماً کہا کرتے ہیں کہ ہماری شان اپنی قوم یا قبیلے میں ایسے ایسے ہے لہٰ گویا وہ دنیا اپنی قوم و قبائل میں اشفاق کی صفت سے موصوف تھے اس میں تعریض ہے کہ بعض لوگ ایسے نہیں تھے۔

ویدل علی ھذا ان الاھل یفسر بالازواج والاولاد والعبید والاماء والاقارب والاصحاب والمجموع (کما فی شرح المشارق لابن الملك)

یہ دلیل ہے اس کی کہ لفظ اہل کی تفسیر ازواج و اولاد اور غلاموں اور کنیزوں اور قریبی رشتہ داروں اور دوستوں اور تمام برادری سے کی جاسکتی ہے (ص ۱۹۶ ج ۹ روح البیان)

فمن اللہ ۔ تو اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا **علینا** رحمت فرماکر اور حق کی توفیق دے کر۔

فائدہ :۔ فقیر (صاحب رُوح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہاں منّ و انعام سے بہشت اور اس کی نعمتیں مراد ہیں جیسے اگلی آیت ووقانا عذاب السموم دلالت کرتی ہے اور اس نے ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچایا یعنی دوزخ کے اس عذاب سے بچایا جس کے اثرات مسام تک پہنچیں گے یعنی جسم کے سوراخوں میں جیسے ناک و منہ کان وغیرہ۔ دھوئیں کے اثرات کی طرح وہ سم دھواں جو

لہ ردّ شیعہ :۔ لفظ اہل بیت عرف اولاد فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے لیے اطلاق کے قائل ہیں ان کا یہ دعویٰ قرآنی محاورہ کے خلاف ہے چنانچہ روح البیان ص ۱۹۶ ج ۹ میں فرمایا۔ اویسی غفرلہٗ۔

مسام میں داخل ہو جاتا ہے اسے سموم کہا جاتا ہے اور جہنم کو اس سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ اس کا عذاب سموم کی طرح مسام میں اثر کرے گا۔ المفردات میں ہے کہ السموم وہ گرم ہوا جو جسم میں زہر کی طرح اثر کر جائے۔

تفسیر صوفیانہ: حضرت البقلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ اس قوم کے شکر کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ کے دیدار سے سرشار ہو کر کہیں گے کہ ہم دنیا میں فراق اور یوم قیامت میں ہجر سے خوفزدہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے جلانے اور مٹانے والے عذاب سے بچا لیا اور ان کا یہ قول دیدار کے اول اوقات میں ہوگا جب وصال کے مزے لوٹیں گے اور اس پر انہیں ایک عرصہ گزر جائے گا تو پھر یہ بات بھول جائیں گے۔

فائدہ: اشفاق (ڈرنا) ارواح کی صفات اور خوف قلوب کی صفات ہے۔

فائدہ: حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اشفاق زیادہ نرم ہے خوف سے اور خوف سخت تر ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اشفاق اولیاء کرام کے لیے اور خوف عام اہل ایمان کو ہوتا ہے اور حضرت الواسطی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اہل ایمان نے دعا اور شفقت کا لحاظ کیا لیکن یہ نہ جانا کہ وسائل متوسلین کو حقیقت سے منقطع کر دیتے ہیں اور اس ذات کے ادراک سے محجوب ہو جاتے ہیں جس کے ہاں اس کے سوا اور کوئی وسیلہ نہیں۔

تفسیر عالمانہ: انا کنا من قبل۔ بیشک ہم تھے دیدار الٰہی اور اس کی طرف رجوع کرنے سے پہلے اس سے ان کی دنیا مراد ہوگی یعنی ہم دنیا میں یوں تھے۔ ندعوہ ہم اس کی عبادت کرتے اور روزہ دوزخ سے بچنے کا سوال کرتے تھے۔ انه هو البر الرحيم۔ بیشک وہ محسن ہے الرحیم۔ بہت بڑی رحمت والا ہے کہ جو بندہ اس کی عبادت کرتا ہے وہ اسے ثواب بخشتا ہے اور جو اس سے سوال کیا جائے وہ عطا فرماتا ہے۔

تحقیق البرّ: امام راغب قدس سرہٗ نے فرمایا البر البحر کی نقیض ہے اس میں توسع متصور ہوتا ہے اسی سے ہے البر بمعنی فعل الخیر میں توسع یہ کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوتا ہے مثلاً انه هو البر الرحيم۔ بیشک وہ محسن و رحیم ہے اور کبھی اس کی نسبت بندے کی طرف بھی ہوتی ہے مثلاً بر العبد ربہ۔ بندے میں طاعت الٰہی میں وسعت دکھائی یعنی بکثرت اطاعت کی خلاصہ یہ کہ بندے کی طرف منسوب ہو تو طاعت کی کثرت مراد ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو کثرت ثواب مراد ہوگی۔

برّ کی اقسام: برّ کی نسبت عبد کی طرف ہو تو اس کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ اعتقاد   ۲۔ اعمال

فرائض و نوافل اور بر الوالدین بھی ان پر احسان میں توسع اس کی ضد عقوق ہے۔

فائدہ:۔ شرح الاسماء الحسنیٰ میں ہے کہ بر رحیم کو جس سے جانا تو وہ ہر چھوٹی بڑی مراد میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے گا اور وہ بھی اپنی رحمت اور فضل و کرم سے اس کی مراد پوری فرمائے گا۔

فائدہ:۔ حکم ابن عطاء میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تجھے عطا فرمائے گا تو تیرے سامنے اپنا بڑا احسان و فضل لائے گا اور جب تجھ سے کوئی شے روکے گا تو تیرے سامنے اپنا قہر و جلال اور عظمت لائے گا وہ ہر حالت میں تجھے اپنے لطف سے نوازتا ہے کبھی جمال سے کبھی جلال سے اور وہی اپنے لطف خاص سے تیری طرف متوجہ ہے جس طرح سے بھی ہو ہاں تجھے وہ بات ناگوار گزرتی ہے جب وہ تجھے تیرا مقصد پورا نہیں کرتا حالانکہ وہ بھی تیرے لیے لطف و کرم ہے جسے تو نہیں سمجھتا اگر تو اُسے سمجھ جائے تو تُو نے تجھے جس حال میں رکھا ہے تو اس کا شکر کرتا۔

فائدہ:۔ حضرت ابو عثمان مغربی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقام شکر میں ہے اگرچہ ان کا گمان ہے کہ وہ مقام صبر میں ہیں۔

فائدہ:۔ حضرت ابراہیم الخواص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فقیر فقیر کے لیے صحیح نہیں ہوتا جب تک دو خصلتیں نہ ہوں:۔

۱۔ اللہ پر بھروسہ   ۲۔ اس کا شکر

اس پر کہ جو دنیا میں اُس نے نہیں عطا فرمایا اور دوسرے کو اس میں مبتلا کر دیا اور فقر کی تکمیل نہیں ہوتی جب تک یہ مقام نصیب نہ ہو کہ وہ یہ سمجھے کہ اس کا مقصد پورا نہ ہوا اس میں اس کی بہتری ہے بجائے اس کے کہ اس کا مقصد پورا ہوتا اس مرتبہ میں اس کے صدق کی علامت یہ ہے کہ منع المقصد میں لذت محسوس کرے بہ نسبت عطاء المقصد کے۔

فائدہ صوفیانہ:۔ اسم البر کے تقرب کی ایک علامت یہ ہے کہ بندے کو اللہ تعالیٰ کے احسان سے محبت اور تدبیر کا ترک ہو۔ مثلاً یہ تصور کہ میں فلاں کام کروں گا تو وہ اکرام فرمائے گا اور دوسری علامت یہ ہے کہ بندہ دعا کی کثرت کرے چنانچہ فرمایا انا کنا من قبل ندعوہ انہ ھو البر الرحیم تیسری علامت عباداللہ کو نفع پہنچانے کی عادت بنائے اور ان پر شفقت کرے اس لیے البر (احسان) یہی ہے کہ وہ انداد (مخلوق) کو نقصان نہ دے۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ○ط

اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ○ قُلْ

تَرَبَّصُوْا فَاِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ○ط اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ

بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ○ج اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا

يُؤْمِنُوْنَ ○ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ○ط

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَىْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ○ط اَمْ خَلَقُوا

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ○ط اَمْ عِنْدَهُمْ

خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ○ط اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ

يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ○ط

اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ○ط اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ

مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ○ط اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ○ط

اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ○ط

اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○

وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ

مَّرْكُوْمٌ ○ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِىْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ○

يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝
وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ
هُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا
وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ
وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ۝

ترجمہ:۔ تو اے محبوب تم نصیحت فرماؤ کہ تم اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہو نہ مجنون یا کہتے ہیں یہ شاعر ہیں ہمیں ان پر حوادث زمانہ کا انتظار ہے تم فرماؤ انتظار کیے جاؤ میں بھی تمہارے انتظار میں ہوں کیا ان کی عقلیں انہیں یہی بتاتی ہیں یا وہ سرکش لوگ ہیں یا کہتے ہیں انہوں نے یہ قرآن بنا لیا بلکہ وہ ایمان نہیں رکھتے تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں اگر سچے ہیں کیا وہ کسی اصل سے نہ بنائے گئے یا وہی بنانے والے ہیں یا آسمان اور زمین اُنہوں نے پیدا کیے بلکہ انھیں یقین نہیں یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا وہ کڑوڑے ہیں یا ان کے پاس کوئی زینہ ہے جس میں چڑھ کر سن لیتے ہیں۔ ان کا سننے والا کوئی روشن سند لائے کیا اس کو بیٹیاں اور تم کو بیٹے یا تم ان سے کچھ اُجرت مانگتے ہو تو وہ چٹی کے بوجھ میں دبے ہیں یا ان کے پاس غیب ہیں جس سے وہ حکم لگاتے ہیں یا کسی داؤں کے ارادہ میں ہیں تو کافروں ہی پر داؤں پڑتا ہے یا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور خدا ہے اللہ کو پاکی ان کے شرک سے اور اگر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا دیکھیں تو کہیں گے تہ بہ تہ بادل ہے تو تم انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملیں جس میں بیہوش ہوں گے جس دن ان کا داؤں کچھ کام نہ دے گا اور نہ ان کی مدد ہو اور بے شک ظالموں کے لیے اس سے پہلے ایک عذاب ہے مگر ان میں اکثر کو خبر نہیں اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بیشک تم ہماری نگہداشت میں ہو اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو جب تم کھڑے ہو اور کچھ رات میں اس کی پاکی بولو اور تاروں کے پیٹھ دیتے۔

بقیہ صہ ۸۶ کا۔
تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ وا قبل بعضھم یعنی قلب و رُوح نفس کی طرف متوجہ ہو کر

ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم سیر وسلوک سے پہلے اپنے اہل یعنی عالم انسانیت میں ڈرنے والے تھے یعنی صفات بہیمیہ وسبعیہ وشیطانیہ کی صفات اور شہواتِ دنیویہ سے خوفزدہ تھے کیونکہ یہی قہرِ حق کی ہواؤں کے چلنے کی جگہیں ہیں۔

فمن اللہ علینا تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں اپنے قہر کی سموم سے بچایا اگر اس کا فضل وکرم نہ ہوتا تو ہم اپنی جدوجہد اور کوشش سے نہ بچ سکتے بلکہ اس سے پہلے ہم اس کی عبادت کرتے اور اس کی توفیق سے اس کی طرف تضرع کرتے طلب نجات وتحصیل البرکات میں بیشک وہی محسن ہے اس کا جو اسے پکارے اور رحیم ہے اس کے لیے جو اس کی طرف رجوع کرے۔

تفسیر عالمانہ :۔ فذکر (تو نصیحت کیجئے)

ربط :۔ ابن الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور اپنے اہل وعیال میں رہ کر بھی خوف خداوندی میں زندگی بسر کرتے ہیں اور چونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان لوگوں کو ڈرانے پر مامور ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اسی لیے اس کے بعد فرمایا فذکر (فاء کے ساتھ)

شانِ نزول :۔ حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک بہتان تراش جماعت مکہ معظمہ کے گردونواح میں ایسی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان تراشی کے لیے عرب کے قبائل کے ہاں جا کر کہتے تھے کہ یہ جو رسالت ونبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں یہ تو کاہن اور مجنون اور ساحر وشاعر ہیں حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی ان باتوں سے غمگین رہتے تھے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ فذکر یعنی جس منصب پر آپ ہیں اس پر ثابت قدم رہیئے جو کچھ آپ پر آیات نازل ہوتی ہیں آپ ان مشرکین کو سناتے جائیے اور ذکر حکیم کی نصیحت کرتے رہیئے اور ان کی باتوں کی طرف کان نہ لگائیے ان کی باتوں میں کسی قسم کی خیر نہیں یا بطلان سے پُر ہیں۔

فما انت بنعمت ربك. تو تم اپنے پروردگار کی نعمتوں سے نہیں ہو۔ نعمت کو تاء سے لکھ کر وقف کیا جاتا ہے تو ہاء پڑھی جاتی ہے یہ وقف کر کے پڑھنا ابن کثیر وابو عمرو اور کسائی ویعقوب کا مذہب ہے۔

فائدہ :۔ باء سببیہ ہے یعنی بسبب اس انعام کے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر کیا ہے یا تم کاہن نہیں ہو درانحالیکہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس معنیٰ پر یہ حال لازمہ ہے اس ضمیر سے جو کاہن میں منوی

ہے اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس حال سے کبھی جدا نہیں ہوئے (یعنی آپ پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں) اس تقریر پر باء ملابستہ کی ہوگی اور اس کا عامل نفی کا معنیٰ ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ پر صدق النبوۃ نہ یادہ العقل کا انعام فرمایا ہے۔

فائدہ :۔ حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بانعام پروردگار خود یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد و نعت سے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باء قسمیہ ہو۔

بکاھن۔ کاہن مثلاً وہ ظالم کافر (اللہ تعالیٰ انہیں غارت کرے) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (بدعتی ہیں) یعنی بدعت کی باتیں بتاتے ہیں (معاذ اللہ) اور وحی کے بغیر کل کی خبریں دیتے ہیں۔ المفردات میں ہے کاہن وہ ہے جو صرف گمان سے زمانہ ماضی کی مخفی خبریں دے اور عراف وہ جو زمانہ مستقبل کی مخفی خبریں دے اور یہ دونوں طریقے اس گمان پر ملتی ہیں جن میں خطاء و صواب ہر دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔

حدیث شریف :۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کاہن و عراف کے پاس آیا اور اس کی بتائی ہوئی خبر کی تصدیق کی تو اس نے اس کے ساتھ کفر کیا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔

حل لغات :۔ اہل عرب کہتے ہیں وکہن فلان کہانۃ بمعنی تعاطی۔ اس نے تعاطا کیا وکہن وہ جو اس فن سے خصوصیت رکھتا ہے اور تکہن وہ جو اس فن کا دم بھرے۔ القاموس میں ہے لکہن لہ جعل و نصر و کرم کی طرح ہے کہانت بالفتح وتکہن تکہنا وتکہینا وہ شخص کہ جس کے لیے غیب کا فیصلہ بنایا گیا فھو کاھن اس کی جمع وکہان آتی ہے اس کی صفت کو الکھانت (بالکسر) کہا جاتا ہے۔

ازالہ وہم :۔ ابن الملک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جو اعراف کے پاس گیا اور اس سے اپنی گزشتہ خبر کا سوال کیا تو اس کی چالیس راتوں کی نمازیں قبول نہ ہوں گی۔ المفردات وہ جو چوری شدہ مال چھپے ہوئے مال کی خبر دے ایسے ہی کاہن کے پاس جانے کا حکم ہے لیکن یہ اُس وقت ہے جب ان کے پاس سچ مچ اسی طرح جائے جس کا ذکر حدیث شریف میں ہوا اگر وہ ان کے ہاں ان سے مذاق۔ استہزاء یا اُن کی تکذیب کے طور گیا تو اس پر وہ حکم نہ ہوگا جو ابھی حدیث شریف میں مذکور ہوا کیونکہ دوسری حدیث شریف میں ہے کہ جس نے کاہن کی تصدیق کی تو اس کی چالیس راتوں کی نمازیں قبول نہ ہوں گی۔

سوال :۔ یہ تو اس حدیث شریف کے خلاف ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کاہن کی تصدیق کرتا ہے وہ کافر ہو گیا اس کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا۔

جواب :۔ میں (یعنی ابن الملک قدس سرہ) کہتا ہوں کہ ان دونوں کے درمیان تطبیق میرے لیے یوں روشن ہوئی ہے کہ کاہن کا تصدیق کنندہ کافر ہے جب اس کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ کاہن غیب (ذاتی طور مستقلاً) جانتا ہے جب اس کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کردہ ہے جن سے وہ القاء کرتے ہیں جو وہ ملائکہ سے سنتے ہیں اس اعتقاد پر کاہن کی تصدیق کرے تو وہ کافر نہ ہوگا۔

مسئلہ :۔ ہدیۃ المہدیین میں ہے کہ جو کہے کہ میں مسروقات کو جان لیتا ہوں کافر ہو جائے گا اگر کہے کہ میں جنات کی خبر دینے میں مسروقات (چوری شدہ چھپی ہوئی اشیاء) کو جان لیتا ہوں تو بھی کافر ہو گیا کیونکہ جن بھی انسان کی طرح غیب نہیں جانتے ہیں۔[1]

ولا مجنون ۔ اور نہ ہی (آپ) مجنوں ہیں۔ مجنوں وہ جس میں جنوں کی بیماری ہو یعنی عقل کا زوال یا اس میں فساد آجاتا ہے المفردات میں ہے کہ جنون وہ بیماری ہے جو عقل و نفس کے درمیان حائل ہو جائے التعریفات میں ہے کہ جنون وہ بیماری ہے کہ جس میں عقل میں ایسا فتور پیدا ہو جاتا ہے جو عقل کے طریقہ پر افعال و اقوال کے جاری ہونے کو روکتا ہے کبھی اس کے افعال و اقوال عقل کے مطابق بھی واقع ہو جاتے ہیں لیکن یہ کبھی کبھی ہوتا ہے۔

مسئلہ :۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس کی یہ حالت اگر اکثر سال رہتی ہے تو یہ مطبق ہے اگر اس سے کم ہے تو یہ غیر مطبق ہے۔

تفسیر صوفیانہ :۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ انسان کی طبیعت حقیقت دین سے متنفر اور حب دنیا اور اس کی زینت کی خوگر ہے اور اس کی شہوات اور اس کے نقش و نگار پر فریفتہ اور وہ جوہر روحانی (کہ فطرۃ اسلام پر انسان کو بنایا گیا ہے) انسان میں بالقوہ ایسے امانت رکھا ہوا ہے جیسے موتی خزانوں میں وہ نہیں نکل سکتا جب تک اس میں جدوجہد بلیغ اور سعی تام بقانون شریعت و متابعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی رہبری نہ ہو یا پھر آپ کے وارثین یعنی اولیاء کرام اور علماء ربانیین الراسخین فی العلم یعنی

---

[1] انبیاء علیہما السلام کا غیب جاننا وحی سے ہوتا ہے اور اولیاء کرام کا الہام سے اسی لیے ان کے لیے عقیدہ رکھنا عین اسلام ہے چونکہ عراف۔ کاہن۔ جادوگر وغیرہ کا غیب جاننا از خود ہے یا کسی فن و کاریگری سے ہے جس کا دین الٰہی سے کوئی تعلق نہیں (اگرچہ تخلیق کے اعتبار سے اس کا تعلق بھی اللہ تعالیٰ سے ہے لیکن یہ شے دیگر ہے) اسی لیے اس کی تصدیق کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ انبیاء و اولیاء کا کاہنوں۔ ساحروں وغیرہ پر قیاس کرنا وہابیوں دیوبندیوں کا طریقہ ہے (وھم قوم لا یعقلون) اویسی غفرلہ۔

مشائخ کرام جو آپ کے راستہ پر چلنے والے ہیں کی رہبری نصیب ہو اور یہ ہر زمانہ میں ہوتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ عام مخلوق کا دعویٰ اسلام کے باوجود اولیاء کرام کی سیرت اور طریقوں کے منکر ہیں یعنی اکثر ورنہ بہت سے اللہ تعالیٰ کے بندے اولیاء کرام کے عاشق اور ان کے پیروکار ایسے منکرین ترک دنیا اور گوشہ نشینی اور خلق سے دوری اور رجوع الی اللہ وطلب حق سے کوسوں دور رہیں ہاں جن کے قلوب میں ایمان لکھ دے اور اس کی اپنی روح سے مدد فرمائے تو ایسے لوگوں میں صدق فی الطلب اور اچھا ارادہ جو وہ بیج عطا فرماتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جسے چاہے عطا فرمائے ورنہ انسان کی طبیعت کا تقاضا تو یہ ہے کہ وہ دین سے ایسے نکل جائے جیسے تیر کمان سے اگرچہ ایسے لوگ نمازیں بھی پڑھتے ہیں روزے بھی رکھتے ہیں بلکہ ان کا گمان یہ ہے کہ وہ مسلمان نہیں لیکن یہ لوگ تقلیدی مسلمان ہیں نہ کہ تحقیقی۔ ہاں فضل الٰہی ہو تو پھر جس کا اللہ تعالیٰ سینہ اسلام کے لیے کھول دے تو پھر ایسا خوش قسمت انسان اپنے پروردگار کے نور پر ہوتا ہے۔

شان اور کمال رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان :- فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ

آیت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شرافت اور بزرگی کا بیان ہے اس لیے کہ کافروں کو خود اللہ تعالیٰ نے جواب دیا اور بجائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خود کافروں کی تردید فرمائی اور اس کی یہ تصریح (بالالتزام) بھی ہے کہ تذکیر کے امر کا تعلق وحی سے ہے اگرچہ کمال عقل و صدق فی القول کا تقاضا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کاہن نہیں اور نہ ہی مجنون ہیں اور یہ نفی صرف ظاہر الحال پر ہے لیکن درحقیقت دفع وہم و تمکین التصدیق سے خالی نہیں یہ ایسے ہے جیسے ہم کلمۂ شہادت میں کہتے ہیں لا الٰہ اس میں اس موہوم وجود کی نفی ہے جس کا ان کو وہم تھا ورنہ اثبات کے سوا تو کچھ تھا بھی نہیں (ورنہ لا الٰہ کہلوانے کی کیا ضرورت تھی) اللہ ہی پروردگار ہے ؎

سیدے کز وہم قدرش برتراست
خاک پایش چرخ را تاج سرست

ترجمہ:۔ وہ سردار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں کہ جن کی قدر و منزلت وہم سے بلند و بالا ہے۔ آپ کے قدموں کی خاک چرخ کے سر کی تاج ہے۔

تفسیر عالمانہ :- ام یقولون (بلکہ وہ کہتے ہیں)۔

تحقیق لفظ ام :- ان آیات میں لفظ ام بار بار آیا ہے یہ منقطعہ ہے بمعنی بل اور ہمزہ بھی اور ہمزہ بمعنی انکار ہے اور بغوی نے

عقیل سے نقل کیا ہے کہ سورۃ طور کا لفظ ام کلمۂ استفہامیہ ہے عاطفہ یعنی منقطعہ نہیں اور برہان القرآن میں ہے کہ سورت طور میں لفظ ام پندرہ بار آیا ہے اور ہر بار کفار پر الزام لگایا لیکن ان کے ہاں سے کوئی جواب نہ ملا اور معین المعانی میں ہے کہ لفظ ام سورت الطور میں پندرہ بار واقع ہوا ہے اور بہ ہر جگہ استفہامیہ ہے چار مقامات پہ توبیخ کی تحقیق کے لیے ہے بمعنی بل وہ چار یہ ہیں :۔

۱۔ ام یقولون شاعر ۔

۲۔ ام یقولون تقولہ

یہ دونوں باتیں کافروں نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کہیں۔

۳۔ ام هم قوم طاغون ۔

۴۔ ام یریدون کیدا ۔ اور یہ دونوں کام انھوں نے کیے۔

ان چاروں کے سوا باقی سب کے سب انکار کے لیے ہیں اور فتح الرحمٰن میں ہے کہ اس سورۃ (طور) میں تمام اَم استفہامیہ ہیں عاطفہ نہیں ۔

سوال :۔ اللہ تعالیٰ سے استفہام کیسا حالانکہ وہ تو سب کچھ جانتا ہے ۔

جواب :۔ کفار کی تقبیح اور توبیخ مطلوب ہے یہ ایسے ہے جیسے کسی دوسرے کو کہے اجاهل انت حالانکہ وہ اسے جانتا ہے کہ واقعی وہ جاہل ہے لیکن یہ کلمہ اس کی تقبیح (اظہار قباحت) اور توبیخ (جھڑکنا) کے طور کہتا ہے ۔ شاعر (وہ شاعر ہیں) شعر اور شاعر کا معنیٰ سورۃ یٰسین شریف کے اواخر میں تفصیل کے ساتھ گزر رہا ہے۔

فائدہ :۔ امام مرزوقی شارح الحماسہ نے لکھا ہے کہ شعراء کا مرتبہ بلغاء سے مؤخر ہے اس لیے کہ عرب کے نزدیک منظوم کلام کا مرتبہ مؤخر ہے کیونکہ شاہان عرب قبل اسلام و بعد اسلام خطابت کی وجہ سے عوام سے برگزیدہ سمجھے جاتے اور حکومت چلانے کے لیے حکایت کو اعلیٰ اسباب اور شعر کو وہ ایک معمولی شے سمجھتے تھے۔ علاوہ ازیں شعر کسبی اور ایک تجارتی شے ہے اس میں ایک خرابی یہ ہے کہ طمع کے وقت شاعر لئیم کو کریم سے تعبیر کرتا ہے اگر اسے کسی سے انعام نہ ملے تو وہ اسے لئیم کہتا ہے اور نثر کے نظم پر فوقیت کی دلیل نزول قرآن ہے کہ یہ نثر میں ہے اگر نظم کو کوئی شرف حاصل ہوتا تو یہ منظوم نازل ہوتا اور پھر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو فصاحت کا زمانہ کہا جاتا ہے (اگر نظم کی کوئی شرافت ہوتی تو نظم کا زمانہ کہلاتا) (کذا ذکرہ صاحب روضۃ الاخیار)۔

سوال :۔ اگر وافعی شرافت نثر نہیں ہے تو پھر کافروں نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شاعر اور قرآن کو شعر کیوں کہا۔

جواب :۔ کافروں کا گمان تھا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی تبلیغ سے کچھ اجر و انعام کے طالب ہیں اسی لیے آپ کو ان کی تردید میں کہنا پڑا قل ما اسئلکم علیہ اجرا۔ (فرمائیے میں تم سے اجر و انعام نہیں مانگتا) اسی لیے کافروں نے سمجھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بمنزلہ شاعروں کے ہیں کہ جیسے وہ اپنی شعر گوئی سے مال بٹورتا ہے ایسے ہی (معاذ اللہ) آپ کو بھی مال جمع کرنے کی فکر ہے اور چونکہ وہ شعر کو ایک معمولی شے سمجھتے ہیں اسی لیے قرآن کو اسی کھاتہ میں سمجھ کر اسے شعر کہہ دیا اور کہا کہ یہ قرآن کسی قطار میں نہیں۔

سوال :۔ اہل عرب شعر کو کب غیر معتبر شے سمجھتے بلکہ وہ تو اسے اعلیٰ مرتبہ دیتے تبھی تو قصائد کو کعبہ معظمہ میں لٹکاتے (جیسے سبعہ معلقہ کی وجہ تسمیہ مشہور ہے)۔

جواب :۔ یہ ان کے کمال عناد سے ہونا یا شاعر کو بمنزلہ اہل خطابت سے سمجھنے والے پہلے دور کے لوگ تھے بعد والوں نے اسے غیر معتبر قرار دے دیا (اسے سمجھ لے یہ بیان سورۂ یٰسین میں نہ تھا اس مقام پر ابھی میرے رب پر القا ہوا ہے)۔

نکتہ :۔ ابن الشیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ام یقولون الخ ترقی کے باب سے ہے کہ کافروں نے پہلے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کاہن و مجنون کہا پھر شاعر کیونکہ شعر میں کہانت و جنون کی بہ نسبت جھوٹ کو زیادہ دخل ہے اسی لیے مقولہ مشہور ہے کہ احسن الشعر اکذبہ (وہ شعر زیادہ اچھا ہوگا جس میں جھوٹ زیادہ ہوگا) اسی لیے کافر کہتے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس لیے مقابلہ نہیں کرتے کہ کہیں وہ شعر سے ہم پر غلبہ نہ پالیں یعنی جھوٹ سے (معاذ اللہ) ہمیں صبر کرنا چاہیئے اور اس کی موت کا انتظار کرنا چاہیئے کیونکہ جیسے پہلے شعراء مر گئے یہ بھی مر جائیں گے تو پھر جس طرح پہلے شاعروں کی موت کے بعد ان کے رفقاء تتر بتر ہو گئے اس کے یاروں کا بھی یہی حال ہوگا یہ بھی ممکن ہے کہ جیسے اس کا باپ (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ) جوانی میں فوت ہوا یہ بھی جوانی میں فوت ہو۔ اسی لیے قرآن نے ان کی بات یوں بتائی کہ نتربص بہ ریب المنون (ہم اس کے لیے بری موت کا انتظار کرتے ہیں۔

حل لغات :۔ التربص بمعنی الاستظار۔ الریب بمعنی وہ شے جو نفوس میں قلق و اضطراب پیدا کرے حوادث دہر و انقلاب زمانہ سے اس تقریر پر ریب بمعنی رائب ہے یہ رابہ الدہر و ارابہ بمعنی اقلقہ سے ہے۔ بعض نے کہا اسے ریب اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ایک حال پر نہیں رہتا۔ ریب بمعنی شک کی طرح

وہ متزلزل رہتا ہے المفردات میں ہے کہ ریب الدہر بمعنی صروفہ۔ اور ریب اس توہم کے لیے ہوتا ہے جو ناگوار امر سے ہو اور اسی میں ہے ریب بمعنی کسی شے میں کسی امر کا توہم پھر وہ وہم اس شے سے کھل جائے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا ریب فیہ اور الارابة کسی شے میں ایسا شک کہ وہ کسی طریقہ سے منکشف نہ ہو اور یتربص بہ ریب المنون کو اس لیے ریب نہیں کہا گیا کہ اس کے ہونے میں شک ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ اس کا حصول کے وقت شک ہے اس لیے کہ انسان موت کے حصول کے وقت میں شک میں ہے نہ کہ اس کے وقت یا اس کے ہونے میں اسے کسی قسم کا شک ہے۔ اسی قاعدہ پر شاعر نے کہا ہے

الناس قد علموا ان لا بقاء لهم
لو انهم عملوا مقدار ما علموا

ترجمہ:۔ لوگوں کو معلوم ہے کہ انہیں بقا نہیں کاش وہ اپنے علم کی مقدار پر عمل کرتے۔

اور المنون بمعنی الدہر والموت واحسان جتلانے کے لیے بکثرت آتا ہے جیسے المنونہ وہ عورت جس سے نکاح کیا جائے اس کے سال کی وجہ سے تو وہ ہر وقت اپنے شوہر کو اپنے مال کا احسان جتلائے ایسے ہی المنانہ۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ آیت میں المنون بمعنی الموت ہے اور ریب سے اس کے دکھ درد مراد ہیں۔ یہ دراصل فعول کے وزن پر ہے۔ منّہ سے ہے بمعنی قطعہ اس لیے کہ جیسے دہر انسان کے قویٰ کو کاٹتا ہے ایسے ہی موت آرزوؤں اور عمر کو کاٹتی ہے۔ المفردات میں ہے کہ المنون المنیتہ (الموت) کے لیے ہے اس لیے کہ موت عدد کو گھٹاتی اور مدد کو کاٹتی ہے اور ریب المنون منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ کفار کہتے ہیں کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی موت کا انتظار کریں کہ یہ بھی مریں گے جیسے دوسرے شعراء (زہیر۔ نابغہ۔ طرفہ وغیرہم) مر گئے۔ یا ہم ان کے لیے اوجاع الموت کا انتظار کریں کہ جیسے اس کا باپ جوانی میں فوت ہوا یہ بھی فوت ہو جائیں گے ان کی آرزو ایسے تھی جیسے بچے مکتب میں اپنے استاد کی موت کی تمنا کرتے ہیں تاکہ اس سے انہیں نجات ملے افسوس ہے اس بچے پر جو مکتب میں اپنے دینی استاد کی موت چاہتا ہے ایسا بچہ تحصیل الیقین سے محروم رہتا ہے۔

قل تربصوا فانی معکم من المتربصین (فرمائیے انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں۔ میں تمہاری موت کا منتظر ہوں جیسے تم ہو یہ امر تہدیدی ہے۔

حل لغات :۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ التربص بمعنی کسی کا اپنے سامان کے لیے انتظار کرنا کہ مہنگا ہو جائے یا کسی ایسے اَمر کا انتظار کہ جس کا زوال یا حصول مقصود ہو۔

فائدہ :۔ اس میں کفار کے ہلاک کرنے کا وعدہ کریمہ ہے۔ تفسیروں میں ہے کہ یہ سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک سے پہلے فوت ہوئے۔

فائدہ :۔ ہمارے دَور کے بعض وزرار کا یہی حال ہوا جو بعض اولیاء کرام کی اہانت کرتے ہوئے انہیں شہر بدر کر دیا اور اس کا خیال تھا کہ وہاں جاتے ہی مر جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ خود وزیر بری موت مرا کہ نہ خود قتل کیا گیا بلکہ اس کے ساتھ ہزاروں خلق خدا بھی ماری گئی۔

فائدہ :۔ آیت میں اشارہ ہے کہ اُمور میں انتظار کرنی چاہیئے اور خلق خدا کو اللہ تعالیٰ اور توکل علی اللہ کی دعوت دینی چاہیئے اور انھیں سمجھانا چاہیئے کہ جو کچھ اس کا فیصلہ ہے اس کے سامنے سرِ تسلیم خم لازمی ہے اور اس کے احکام کو ماننا بھی ضروری ہے جو اس نے مقبولین اور مردودین کے لیے جاری کیے کیونکہ وہی ہوتا ہے جس کا ازل میں فیصلہ ہو چکا۔

ام تامرهم احلامهم (کیا انھیں ان کے عقول حکم دیتے ہیں) ان کی باتوں کو چھوڑیئے جو یہ ٹیڑھی اور منافقین باتیں بتاتے ہیں اور انھیں ان کی ان باتوں میں رہنے دیجئے جو ان میں اس سے بھی قبیح ترین ہیں یعنی وہ سفہاء ہیں اور وہ اہل تمیز ہیں سے نہیں ہیں۔

حل لغات :۔ احلام بمعنی عقول۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ درحقیقت حلم عقل نہیں لیکن اہل تفاسیر اسے عقل سے تعبیر کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حلم عقل کے مسببات سے ہے الحلم بمعنی ہیجان الغضب سے نفس وطبع کا ضبط کرنا بھذا۔ ان تناقض باتوں کا۔ اس لیے کہ کاہن تو سمجھ دار اور دقیق النظر فی الاُمور ہوتا ہے اور مجنون کی عقل پر پردے ہوتے ہیں اور اس کی فکر میں خلل ہوتا ہے اور شاعر موزوں متسق اور خیال کر کے گفتگو کرتا ہے تو پھر تمام صفات ایک شخص میں کیسے جمع ہو سکتے ہیں۔

فائدہ :۔ احلام کی طرف اَمر کی نسبت مجازی ہے بوجہ علاقہ سببیہ ان کے متناقض کلام کی ادائیگی کی وجہ سے امر کی نسبت اس کی طرف ہوئی جیسے اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پہ فرمایا اصلوتك تأمرك ان نترك ما يعبد اباءنا۔ (کیا تمھیں نماز حکم دیتی ہے کہ ہم وہ چھوڑ دیں جو ہمارے آباد اجداد پوجا کرتے تھے) یہ کہ استعارہ مکنیہ کے طور کہا جائے کہ احلام امر کرتے ہیں۔ الکواشی میں ہے کہ احلام کو آمرہ مجازاً کہا گیا ہے چونکہ یہ ضعیف ہے اس لیے اس کی

جمع جمع قلت پر آتی ہے۔

حل لغات :۔ القاموس میں ہے الحلم بالضم و بضمتین بمعنی رؤیا (خواب) اس کی جمع احلام ہے۔ الحلم (بالکسر) بمعنی حوصلہ و عقل اس کی جمع احلام و حلوم ہے اسی سے ہے ام تامرھم احلامھم ۔ اس کی صفت حلیم اور اس کی جمع حلماء و احلام ہے ۔

فائدہ :۔ چونکہ قریش خود کو عقل مند و دانش ور سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی تحقیر فرمائی کیونکہ ان کے عقول کو معرفت حق نصیب نہ ہوئی تو پھر وہ کیسے عقل مند و دانش ور ہوئے ۔

فائدہ :۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا گیا کہ آپ کی قوم ایمان نہ لائی حالانکہ وہ عقلمند لوگ تھے آپ نے فرمایا کہ انہیں توفیق ایزدی نصیب نہ ہوئی۔

عقل کی تخلیق :۔ حدیث شریف میں ہے جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو اسے فرمایا پیچھے ہٹ جا وہ پیچھے ہٹ گیا پھر فرمایا آگے ہو جا تو وہ آگے ہو گیا اور فرمایا کہ میں نے اپنے نزدیک تیرے سے بڑھ کر کوئی مخلوق پیدا نہیں فرمائی تیری وجہ سے میری عبادت ہو گی تیری وجہ سے کسی کو دوں گا اور تیری وجہ سے کسی کو پکڑوں گا۔

فائدہ :۔ حضرت ابو عبداللہ المغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو ایسے فرمایا تو اسے عجب پیدا ہو گیا تو اسے فوراً سزا دے دی اور کہا گیا ذرا توجہ سے دیکھ دیکھا تو اپنے سے بہتر شے نظر آئی پوچھا تو کون کہا میں وہ نہیں کہ میرے بغیر تو قائم نہیں ہو سکے گا پوچھا تیرا کیا نام ہے، کہا توفیق (ایزدی)۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

جز عنایت کہ کشاید چشم را
جز محبت کے نشاند خشم را
جہد بے توفیق خود کس را مباد
در جہاں واللہ اعلم بالرشاد

ترجمہ :۔ (۱) عنایت ایزدی کے بغیر کون آنکھ کھول سکتا ہے۔ محبت کے بغیر غضب الٰہی کون ہٹا سکتا ہے۔
(۲)۔ توفیق کے بغیر کسی کو جہان میں جد و جہد نصیب نہ ہو اللہ تعالیٰ ہی ہدایت کو خوب جانتا ہے ۔

حکایت :۔ مروی ہے کہ صفوان بن امیہ نے فخراً کہا میں صفوان بن امیہ بن خلف بن فلاں ہوں اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی آپ نے غضبناک ہو کر اس کی طرف آدمی بھیجا کہ اسے لے آئیں

جب وہ لایا گیا تو آپ نے فرمایا تجھے تیری ماں رہ دئے تو نے کیا کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہیبت سے وہ نہ بول سکا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا اگر تیرے پاس تقویٰ ہے تو سمجھ لے تجھ پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اگر تیرے پاس صرف عقل ہے تو تیرے پاس ایک اصل ہے اگر تیرے پاس حسن خلق ہے تو تجھے مروت نصیب ہے ورنہ تو کتے سے بھی بدتر ہے۔

ام ھم قوم طاغون۔ یا وہ سرکش لوگ ہیں جو ظہور حق کے باوجود وہ مکابرہ وعناد میں حد سے تجاوز کرنے والے ہیں وہ ہدایت وارشاد اور سیدھے راستے کے قریب بھی نہیں جاتے اسی لیے وہ جو کچھ ہو سکتا ایسا جھوٹ بول دیتے ہیں جو عقل و گمان سے بھی باہر ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ ابن الشیخ نے فرمایا کہ اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ وہ لوگ سرکشی سے کہہ رہے ہیں کیونکہ نقصان عقل کی وجہ سے یہی مذمت کو زیادہ موزوں اور تسلی کے لیے یہی بلیغ تر ہے۔ اس لیے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے سرکشی کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں آگیا۔

ام یقولون تقولہ (کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ اس نے از خود گھڑا ہے) بری بات میں یہ زیادہ بلیغ کی طرف ترقی ہے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق کہتے تھے کہ آپ معاذ اللہ قرآن از خود بنا کر کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یہ اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے (معاذ اللہ)

حل لغات:۔ التقول (تکلف سے بات کرنا) یہ اکثر جھوٹی باتوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن از خود بنایا ہے۔ کفار کا ایسا کہنا سراسر غلط ہے۔

بل لا یؤمنون۔ (بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے

فائدہ:۔ الارشاد میں ہے کہ وہ اپنے کفر و عناد کی وجہ سے ایسی جھوٹی باتیں کہتے تھے جیسا کہ سب کو اس کے بطلان کا علم ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک عربی تھے لیکن ایسا کلام پیش کیا کہ جس کی نظیر عرب و عجم میں کوئی بھی نہیں پیش کر سکتا اور ان کے عناد کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ خود بھی بطلان کو جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم متناقض باتیں کہہ رہے ہیں۔

فلیاتوا بحدیث مثلہ۔ تو لائیں وہ کوئی ایسی ایک بات جو اس جیسی ہو) یعنی اگر ایسی بات جیسے ان کا گمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاہن یا مجنوں یا شاعر ہیں (معاذ اللہ) اور رسالت کا دعویٰ جھوٹا کرتے اور قرآن از خود بناتے ہیں تو یہ لائیں قرآن مجید جیسا کلام جس میں قرآن مجید جیسا نظم و معنیٰ ہو۔

فائدہ:۔ التکملہ میں ہے کہ مشہور یہ قراءۃ ہے کہ بحدیث مثلہ۔ حدیث کی تنوین اور ضمیر کا مرجع قرآن ہے۔

فائدہ :۔ الجحدری سے مروی ہے کہ انہوں نے بحدیث مثلہ کو اضافت کے ساتھ پڑھا ہے۔ اب ضمیر حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف راجع ہوگی۔

ان کانوا صٰدقین (اگر وہ سچے ہیں) اپنے گمان میں کیونکہ ان کا صدق اس امر کا داعی ہے کہ وہ قرآن جیسی کتاب لائیں کیونکہ ظاہری بشریت اور عربیت ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مشارکت رکھتے ہیں علاوہ ازیں انہیں خطبات و اشعار میں طویل مہارت و ممارست بھی ہے اور اسالیب نظم و نثر کو بھی وہ خوب جانتے ہیں حقطو وقائع و ایام بھی انہیں خوب یاد ہیں اور ظاہر ہے شے پر قدرت شے کو لانے کے موجبات سے ہے اور امر کے اسباب بھی اسی طرح تقاضا کرتے ہیں۔

فائدہ :۔ قرآن کا اعجاز الفاظ کی وجہ سے ہے کہ اس میں فصاحت و بلاغت ہے اور معنی کی وجہ سے بھی اور مادۂ الفاظ سے نہیں کیونکہ مادۂ الفاظ تو وہی ہے جو عرب کے الفاظ کا ہے کہ اس کے بھی وہی الفاظ ہیں جو اہل عرب کے ہیں اسی لیے فرمایا قرآنا عربیا اس میں تنبیہ ہے کہ عنصر میں متحد ہیں (کلام عرب اور قرآن) کیونکہ اس کی عبارات کی نظم وہی ہے جس سے اہل عرب اپنی عبارات بناتے ہیں خلاصہ یہ کہ قرآن مجید لفظ اور معنیٰ ہر دونوں لحاظ سے معجزہ ہے کیونکہ یہ بلغاء کے کلام سے بلاغت کے حدکمال میں ممتاز ہے۔

بلاغت کے بارہ وجوہ :۔ ۱۔ ایجاز اللفظ ۲۔ التشبیہ القریب ۳۔ الاستعارہ البدیعہ ۴۔ تلاؤم الحروف والکلمات ۵۔ فواصل الآیات ۶۔ تجانس الالفاظ ۷۔ تعریف القصص والاحوال ۸۔ تضمین الحکم والاسرار ۹۔ المبالغہ فی الاسماء والافعال ۱۰۔ حسن البیان فی المقاصد والاغراض ۱۱۔ تمہید المصالح والاسباب ۱۲۔ الاخبار عما کان وما یکون۔ (جو ہوا اور ہوگا سب کی خبر دینا۔

ام خلقوا من غیر شیءٍ۔ (یا وہ غیر شے سے پیدا کیے گئے ہیں) من ابتداء الغایت کا ہے یعنی یا وہ پیدا کیے گئے ہیں اور اس تقدیر بدیع وشکل عجیب بغیر پیدا کرنے والے کے پیدا کئے گئے ہیں اس معنیٰ پر من سببیہ ہے۔

فائدہ :۔ الکاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا وہ بغیر کسی شے کے پیدا کیے گئے ہیں یعنی ماں باپ کے بغیر مطلب یہ ہے کہ یہ آدمی اور آدمی زادے ہیں پتھر نہیں کہ کچھ نہ سمجھ سکیں۔

ام ھم الخالقون۔ یا وہ خالق ہیں اپنی ذاتوں کے اسی لیے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے۔

ام خلقوا السمٰوٰت والارض بل لا یوقنون۔ (کیا انہوں نے زمین و آسمان پیدا کیے بلکہ وہ یقین نہیں رکھتے) یعنی جب ان سے سوال ہو کہ تمہیں اور آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا تو کہیں گے اللہ لیکن جو کچھ کہتے ہیں اس پر ان کا یقین نہیں ورنہ وہ اللہ کی عبادت سے روگردانی نہ کرتے۔

الایقان بمعنی گمان ہونا (یقین کرنا)۔

ام عندھم خزائن ربك۔ کیا ان کے پاس تیرے پروردگار کے خزانے ہیں۔

حل لغات:۔ خزائن خزانہ (بالکسر) کی جمع ہے بمعنی خزن کی جگہ اہل عرب کہتے ہیں خزن المال بمعنی احرزہ یعنی اسے جمع کیا اور اسے خزانہ میں رکھا۔

فائدہ:۔ یہاں مضاف محذوف ہے دراصل خزائن رزقه ورحمته۔ تھا یعنی ان کے تیرے پروردگار کے رزق و رحمت کے خزانے ہیں یہاں تک جسے نبوت دے جس سے چاہیں روک دیں یعنی کیا ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت کے خزانے ہیں یہاں تک کہ وہی اختیار کرتے ہیں جہاں اس کی حکمت کے اختیار کا تقاضا ہے۔

ام ھم المصیطرون۔ کیا وہ جملہ اُمور پر غالب ہیں کہ جیسے چاہیں اس کی تدبیر بنائیں یہاں تک کہ اُمور ربوبیت کی تدبیر کرنا چاہیں تو کریں اور اُمور کو اپنے ارادہ و مشیت پر جس طرح چاہیں بیان کریں۔

فائدہ:۔ عین المعانی میں ہے کہ کیا یہ رب ہیں اور لوگوں پر مسلط ہیں جو اپنے ارادوں پر جیسے چاہیں انہیں مجبور کریں۔

حل لغات:۔ المسیطرون کا مادّہ المسطر ہے گویا وہ مسلّط علیہ پر ایسی لکیر کھینچ دیتے ہیں کہ وہ اس سے آگے تجاوز نہ کریں۔ کشف الاسرار میں ہے کہ المسیطر بمعنی وہ مسلّط قاہر جو کسی کے امرونہی کے ماتحت نہ ہو وہ خود مختار ہو وہ جس طرح چاہے کرے۔ تصیطر (بالسین والصاد) علی فلاں بمعنی مسلّط ہے۔ القاموس میں ہے کہ المسیطر بمعنی الرقیب الحافظ والمتسلط اور السطر بمعنی الصّف من الشی اور الکتاب والشجر اور اس کے خط میں تبدیلی کی ہے یعنی سین کو صاد سے تبدیل کیا ہے لیکن ہر طرح (سین و صاد) میں متحرک ہو گا الصطر (صاد کے ساتھ) ہو تو بھی متحرک ہو گا اور تصیطر و تسیطر کا ایک ہی معنیٰ ہے۔

ام لھم سلم۔ (کیا اُن کے لیے سیڑھی ہے) جو آسمان کی طرف نصب کی گئی ہے یعنی کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے کہ جس پر چڑھ کر آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔

حل لغات:۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ السلم بمعنی وہ شے کہ جس کے ذریعے اُونچے

مکانوں پر چڑھا جا سکے (جیسے سیڑھی۔ لفٹ وغیرہ) جس سے سلامتی کی اُمید رکھی جا سکے اَب عام ہے اس شے کے لیے جو سبب بنے اونچی شے تک پہنچنے کا جس قسم کا سبب بھی ہو۔

ربط:۔ ابن الشیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے جمیع احتمالات عقلیہ کو باطل فرمایا کہ ان کے ہاں کوئی بھی ایسی تدبیر نہیں جس سے وہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب اور آپ کی نبوت کا انکار کر سکیں تو باقی ایک ذریعہ رہتا تھا وہ ہے سماع و مشاہدہ از خدا اور وہ ان کے لیے سب سے بڑا استحالہ (محال) ہے اسی لیے اب بطور تہکم فرمایا کہ کیا اُن کے پاس آسمان پر چڑھنے کی سیڑھی ہے کہ جس پر چڑھ کر یستمعون فیہ۔ یستمعون الصعود کے معنیٰ کو متضمن ہے اسی لیے لفظ فی سے اسے استعمال کیا گیا ہے۔

ترکیب:۔ فیہ محذوف کے متعلق ہے اور یستمعون سے حال ہے یعنی وہ سنتے ہیں اس سیڑھی میں چڑھتے ہوئے اور یستمعون کا مفعول محذوف ہے وہ ہے الی کلام الملائکۃ" وما یوحی الیہم من علم الغیب الخ وہ کلام ملائکہ اور وحی اعلم غیب جو انکی طرف وحی جاتا ہے کو سنتے ہیں یہاں تک کہ جان لیتے ہیں جو اُمور ہونے والے ہیں جو یہ جھوٹا افترا کرتے بکو اسیں کر رہے ہیں اور خالی خیالی باتوں پر آس لگائے بیٹھے ہیں یعنی ان کے پاس ان اُمور میں کچھ بھی نہیں فلھذا یہ اپنی باتوں میں جھوٹے کذاب ہیں)۔

فائدہ:۔ کشف الاسرار میں ہے کہ فیہ بمعنی علیہ ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے قول فی جذوع النخل میں فی بمعنی علیٰ ہے۔

فلیأت۔ تو لائے با جو آنے والی ہے وہ تعدیہ کی اور امر تعجیز کا ہے۔

مستمعھم۔ ان کا سننے والا جو دعویٰ کر کے کہے کہ میں آسمان پر گیا اور فلاں غیبی بات سن لی ہے۔

بسلطان مبین۔ دلیل کھلی۔ ایسی واضح دلیل لائے جس سے اس کے سننے کی تصدیق کرے یعنی ایسی روشن حجت لائے جو اس کی گواہی دے کہ واقعی اس نے آسمان سے فلاں غیبی بات سنی ہے۔

ام لہ البنات ولکم البنون۔ کیا اس کے لیے لڑکیاں اور تمہارے لیے لڑکے ہیں) یہ ان کے ایک عقیدہ کا انکار ہے وہ یہ کہ اُنہوں نے ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں سمجھ رکھا تھا جس سے انھیں خود بھی نفرت اور سخت کراہت تھی یا ان کی بیوقوفی و سفاہت کا اظہار ہے اور ان کی کم عقلی کا واضح اور بین ثبوت ہے اور واضح کرنا ہے کہ جن لوگوں کا ایسا عقیدہ ہو انھیں عقلمند سمجھنا کیسا پھر ایسے لوگوں کا عالم ملکوت کی طرف پہنچنا کب ممکن ہے اور وہ اسرار غیبیہ کیا سمجھ سکیں گے جب کہ وہ اپنے خالق کو اپنے سے بھی کمتر

سمجھیں کہ جو شے انھیں خود پسند نہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا واذا بشر احدھم بالانثیٰ ظل وجھہ مسودا وھو کظیم۔ اور جب ان کے کسی کو اس کے گھر میں لڑکی کی پیدائش کی خبر سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غصہ پینے والا ہوتا ہے) لیکن وہ لڑکی کی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کو بعید از قیاس نہیں سمجھتا اس طرح ان کے احمقانہ اقوال بے شمار ہیں۔ یہاں خطاب کی طرف التفات تشدید کے لیے ہے کہ یہ بہ نسبت اس کے زیادہ شدید ہے جو غائب کے صیغہ میں ام منقطعہ انکار و توبیخ کا لایا گیا۔

ام تسألھم اجراً (کیا تم ان سے اجر مانگتے ہو) اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب کی طرف رجوع اور ان سے اعراض ہے یعنی اے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا آپ ان سے تبلیغ رسالت پر ان سے کوئی تاوان یا اجر کا سوال کرتے ہیں **فھم**۔ تو وہ اسی وجہ سے **من مغرم**۔ تاوان سے بھی سخت تاوان کے التزام سے۔

حل لغات: المغرم مصدر میمی بمعنی الغرم ہے یہاں مضاف مقدر (محذوف) الکشاف میں ہے المغرم ہر وہ شے جو کسی پر لازم کی جائے جو اس پر لازم نہ ہو۔ فتح الرحمٰن میں ہے وہ شے جس کی ادائیگی ضروری ہو۔ المفردات میں ہے الغرم وہ جو انسان پر ضرر کے طور مال کا تاوان مقرر کیا جائے بغیر اس کے کہ اس سے کسی قسم کا جرم صادر نہ ہوا ہو ایسے ہی المغرم اور الغریم کا اس پر اطلاق ہوتا ہے جس کا کسی پر قرض ہو یا جس پر کسی کا قرض ہو۔

مستقلون (بوجھل ہیں) ان پر بار گراں ہے اسی لیے آپ کی اتباع نہیں کرتے غرضیکہ ان کے ہاں کوئی عذر نہیں۔ یاد رہے کہ دین دنیا کے عوض نہیں بیچا جا سکتا ہے ؎

زیاں می کند مرد تفسیر دان
کہ علم و ادب می فروشد بنان

ترجمہ: وہ تفسیر دان (مولوی) نقصان کر رہا ہے جو علم و ادب کو روٹی کے عوض بیچ ڈالتا ہے۔

فائدہ: ہر اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم ہے جیسا کہ فرمایا کہ ان اجری الا علی اللہ۔ نہیں ہے کوئی اجر مگر وہ اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اس کی متعدد مقامات پر تحقیق ہو چکی ہے۔

ام عندھم الغیب۔ کیا ان کے پاس غیب ہے یعنی لوح محفوظ ہے کہ جس پر غیوب ثبت ہیں۔ **فھم یکتبون** تو جو اس میں ہے سے) وہ لکھ لیتے ہیں یہاں تک کہ وہ اثبات ونفی میں سے جو کچھ بولتے ہیں اسی سے بولتے ہیں۔

حضرت علامہ کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ پھر وہ لکھتے ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبریں ہیں از امر قیامت و بعث کہ وہ باطل ہیں (معاذ اللہ) یا لکھتے ہیں کہ آپ کی موت کب واقع ہوگی۔

ام یریدون کیدا۔ (کیا وہ مکر و حیلہ کا ارادہ رکھتے ہیں) یعنی وہ ان مقامات فاسدہ پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ساتھ ہی ارادہ رکھتے ہیں کہ آپ کے ساتھ مکر و فریب اور بُری تکلیفیں پہنچائیں جیسا کہ انہوں نے دار الندوہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مکر و فریب کا پروگرام بنایا کہ وہ آپ کو شہید کر دیں یا قید میں ڈال دیں یا شہر بدر کر دیں۔

حل لغات:۔ الکید وہ امر جو جس پر نازل ہوئے اسے تکلیف پہنچائے فی نفسہٖ وہ فعل حسین ہو یا قبیح۔

فائدہ:۔ اس معنیٰ پر معطوف میں استفہام تقریری اور معطوف علیہ میں انکاری ہے۔ بعض نے کہا کہ الکید ایک قسم کے حیلے کا نام ہے۔ التعریفات میں ہے کہ الکید بمعنی خفیہ طور کسی کے لیے ضرر رسانی کا ارادہ کرنا اگر اس کی نسبت مخلوق کی طرف ہو تو یہ حیلہ سیئہ ہوگا اگر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو بمعنی حق کی تدبیر تاکہ مخلوق کو اعمال کی سزا دی جائے۔

فائدہ:۔ حضرت سعدی المفتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ بھی اخبار از غیب ہے اس لیے کہ یہ سورت مکیہ ہے اور کفار کا مکر و فریب شب ہجرت میں واقع ہوا۔

سوال:۔ ممکن ہے کہ یہ سورت (طور) اسی رات نازل ہوئی ہو۔

جواب:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہے کہ اس کے بعد مکہ معظمہ میں سورۃ الملک نازل ہوئی ہے بلکہ اس کے علاوہ دیگر اور سورتیں بھی (فلہٰذا[1] ثابت ہوا کہ سورت طور پہلے نازل ہوئی اور یہ خبر غیبی ہے اور یہ بھی ما فی الغد کے علوم میں سے ایک ہے جسے وہابی دیوبندی شرک سے تعبیر کرتے ہیں تفصیل کے لیے دیکھئے فقیر کی کتاب۔ نور الہدیٰ فی علوم ما ذا تکسب غدا) اویسی غفرلہٗ)

فالذین کفروا ھم المکیدون (تو کافر خود ہی مکر و فریب کی زد میں آگئے) یہ قصر اضافی ہے یعنی جنہوں نے آپ کو مکر و فریب میں پیٹنا چاہا وہ خود مکر و فریب کے گھیرے میں آگئے یا مکر و فریب کا وبال ان کی طرف لوٹے گا۔ وہ ذات کہ جس کے لیے انہوں نے مکر و فریب کے پروگرام بنا رکھے ہیں کیونکہ یہ ذات ان پر فتحیاب اور غالب اور غالب رہے گی قولاً بھی فعلاً بھی حجت کے لحاظ سے بھی تلوار سے بھی۔ یا یہ کہ وہ کفار مغلوب ہوں گے یہ الکید سے ہے مثلاً کہا جاتا ہے کہ ہدتہ فکدتہ اور مراد یوم بدر ہے اسی

---

[1] اضافہ اویسی غفرلہٗ ۱۲

دن ان کے بڑے بڑے کافر مارے گئے (یہاں تک کہ ابو جہل بھی) یعنی ان کے ساتھ یہ خفیہ تدبیر کلمات ام کی گنتی کے مطابق کے سالوں کے انتہا پر ہو گی چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ واقعۂ بدر ہجرت کے دوسرے اور نبوت کے پندرھویں سال میں ہوا۔ (اور یہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب مانی الغد کی دلیل ہے)۔

ام لہم الہ غیر اللہ۔ کیا ان کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود ہے جو ان کی مدد کرے اور انھیں عذاب سے بچائے۔ سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی تنزیہ ہے۔ عما یشرکون۔ اس میں سے جو اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اس معنیٰ پر ما مصدریہ ہو گا یا معنیٰ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ ہے ان کی اس شرکت سے جو اس کے ساتھ شریک بناتے ہیں اس معنیٰ پر ما موصولہ ہو گا اور مضاف عائد کی طرح مقدر ہو گا ؎

بر ذیل عزتش ننشیند غبار شرک

با وحدتش کے دم شرکت چہ سان زند

ہر گاہ افگنند بو صنعش خیال را

دست کمالش آتش غیرت دراں زند

ترجمہ:۔ اس کی عزت کے دامن پر شرک کی غبار نہیں بیٹھتی اس کی وحدت کے ساتھ طاقت ہے کہ وہ شرکت کا دم کس طرح سے بھر سکے۔

جب وہ اس کے وصف سے کوئی خیال بھی لاتے ہیں تو اس کے کمال کا ہاتھ وہاں پر آتش غیرت ڈال دیتا ہے۔

وان یروا کسفا۔ (اور اگر دیکھتے ہیں کوئی ٹکڑا)۔ من السماء ساقطا (آسمان سے ان پر گرنے والا ان کے عذاب کرنے کے لیے۔

فائدہ:۔ عین المعانی میں ہے ٹکڑا عذاب کا یا ٹکڑا آسمان کا یا اس کی جانب سے۔

حل لغات:۔ الکسف سے ہے بمعنی التغطیۃ (ڈھانپنا الکشوف کی طرح) القاموس میں ہے الکسفہ (بالکسر) بمعنی شے کا ٹکڑا اس کی جمع کسف و کسف آتی ہے۔ المختار میں ہے کہ الکسف والکسفہ ایک شے ہے۔

یقولوا۔ کہیں گے اپنی بہت زیادہ سرکشی اور عناد کی وجہ سے۔

سحاب مرکوم۔ بادل ہے تہ بہ تہ۔ گاڑھا یا ایک دوسرے پر جمع شدہ یعنی وہ ایسی سرکشی میں ہیں کہ اگر ہم ان پر ان کے کہنے پر گرادیں جیسے وہ کہتے ہیں او تسقط السماء کما زعمت علینا یا تو ہم پر آسمان گرانے جیسے تیرا گمان ہے تو کہیں گے یہ گاڑھا بادل ہے کہ اس نے ایک دوسرے مل کر ہمارے اوپر بارش

برسانے آرہا ہے اس کی تصدیق ہرگز نہ کریں گے کہ یہ ٹکڑا عذاب کا گرنے والا ہے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ بیشک اگر وہ کوئی آیت دیکھیں تو اس پر ایمان نہیں لائیں گے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولو فتحنا علیھم بابا من السماء۔ اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں یہاں تک کہ وہ اسے آنکھوں سے دیکھیں تو لقالوا انما سکرت ابصارنا کہیں گے ہماری آنکھوں پر جادو کیا گیا ہے یہ معائنہ و مشاہدہ نہیں۔

تفسیر عالمانہ: فذرھم۔ تو انہیں چھوڑیئے ان سے جنگ نہ کیجئے اس لیے کہ ابھی تم جنگ پر مامور نہیں ہوئے فلھذا ان سے بدلہ نہ لیجئے۔

حتیٰ یلٰقوا۔ (یہاں تک کہ ملیں) معائنہ کریں اور آنکھوں سے دیکھیں۔ یومھم (اپنے دن کو) مفعول بہ ہے ظرف نہیں۔

الذی فیہ یصعقون۔ (وہ کہ جس میں بیہوش کیے جائیں گے) ہلاک و تباہ ہوں گے۔ یہ بصیغہ مجہول ہے۔

حل لغات:۔ یہ صعقتہ الصاعقۃ (اسے کڑک نے ہلاک کیا) سے ہے یا اصعقۃ سے ہے بمعنی اماتہ (اسے مار ڈالا اور ہلاک و تباہ کیا) المختار میں ہے کہ صعق (بالکسر) الرجل صعقۃ۔ وہ شخص کہ جس پر بیہوشی طاری کی گئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فصعق من فی السمٰوٰت ومن فی الارض) تو وہ جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں مر جائیں گے اور اس سے وہ دن مراد ہے کہ جس میں انھیں قتل سے موت نے گھیر العینی یوم بدر اس سے نفخہ اولی مراد نہیں جیسے بعض مفسرین نے سمجھا ہے اس لیے کہ اس وقت ہر زندہ آدمی نے مرنا ہے۔

فائدہ:۔ ابن الشیخ نے فرمایا کہ اس جواب مذکور میں اشارہ ہے کہ یہ لوگ عنقریب مغلوب ہوں گے حجۃ الاسلام سن کر مبہوت ہوں گے اور ان پر طعن و تشنیع عناد و مکابرہ سے بھی نہیں کیونکہ اگر ہم ان کی ہر طلب اور سوال کا جواب دیتے جائیں تو ان سے بھی عناد و مکابرہ کے سوا کچھ ظاہر نہ ہوگا اسی لیے ان کی طلب کو فذرھم سے کہہ کر ان کو اپنے حال پر چھوڑ دینے کا حکم فرمایا ہے۔

یوم لا یغنی عنھم کیدھم شیئا۔ (اس دن انہیں ان کی کوئی تدبیر نہ بچا سکے گی یعنی انہیں عذاب سے بچانے کی کوئی تدبیر کام نہ دے گی خلاصہ یہ کہ اس دن انھیں ان کو کوئی تدبیر فائدہ نہ دے گی۔ ولا ھم ینصرون۔ اور نہ مدد دیئے جائیں گے ان سے رفع عذاب میں غیر سے انہیں کوئی مدد نہ پہنچ سکے گی۔

وان للذین ظلموا۔ اور بیشک ظالموں کے لیے یعنی ان ظالموں (ابوجہل اور ان کے ساتھیوں) کے لیے۔ عذابا۔ دیگر عذاب ہے دون ذالک۔ اس کے سوا یعنی اس کے سوا جو انہیں بدر میں قتل سے پہنچا ہے یا اس سے قبل جو قحط میں سات سال مبتلا رہے جیسے سورۂ دخان میں گزرا ہے یا اس سے

قبر کا عذاب مراد ہے اور اس کے مابعد سے عذاب آخرت۔
ولکن اکثرھم۔ اور لیکن ان کے اکثر لا یعلمون۔ معاملہ کو نہیں جانتے جیسے مذکور ہوا کیونکہ یہ جہالت اور غفلت میں بڑھے ہوئے ہیں یا یہ معنیٰ ہے کہ یہ قطعاً صفر ہیں بالکل کوئی شے جانتے ہی نہیں۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اس میں اشارہ ہے کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ سب کچھ جاننے کے باوجود پھر بھی کفر پر بوجہ عناد اصرار کرتے ہیں اسی لیے کہا جاتا ہے کہ بے عمل عالم اور جاہل برابر ہیں۔

سبق:۔ عقل مند پر لازم ہے کہ وہ علوم آخرت حاصل کر کے ان پر عمل کرے۔

فائدہ:۔ بعض اکابر نے فرمایا کہ علم دو ہیں۔

۱۔ اس کی غذا کی طرح ضرورت ہے اسی لیے اسے اتنا حصول ضروری ہے جتنا غذا سے زندگی بسر کی جا سکتی ہے وہ ہیں احکام شرعیہ ان کا ضرورت کے مطابق یاد رکھنا ضروری ہے یعنی زندگی میں جس شعبہ سے تعلق ہے اس شعبہ کے مسائل و احکام شرعیہ سیکھنا لازم ہے مثلاً تاجر کو تجارت کے وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ وہ علم کہ جس کی کوئی حد نہیں وہ ہے کہ جس کا عرفان الٰہی سے تعلق ہے ایسے ہی قیامت کے متعلقات کا علم اس لیے کہ قیامت کے ہر موطن کا علم انسان کو اس کی استعداد کے لائق بنائے گا اس لیے کہ ان مواطن میں بلندئ مراتب صرف اور صرف حق تعالیٰ کی ذات کا وسیلہ ہیں یہی قیامت کا دن ہے (اسی لیے ذات کے علم کے ساتھ اس کے وسیلہ کا علم بھی لازمی ہوتا ہے)۔

سبق:۔ عقل مند پر لازم ہے کہ کامل آگاہی حاصل کرے اور خود کو قیامت کے سوالات پر جوابات کے لیے تیار رکھے یعنی اسے علم ہو کہ قیامت میں فلاں موطن پر مجھ سے سوال ہو گا تو میں نے اس کا یہ جواب دینا ہے کیونکہ جوابات صحیحہ کے بعد ہی بہشت نصیب ہو گی اور بہشت ہی تو دیدار الٰہی کا وسیلہ ہے اسی لیے ہم نے قیامت کے متعلقات کا علم ذات باری تعالیٰ کے علم کے ساتھ لاحق کیا ہے۔

مسئلہ:۔ آیت میں عذاب قبر کا اثبات اس لیے کہ اللہ تعالیٰ عبد مکلف کو قبر میں زندہ کر کے اس میں دنیوی عقل ڈالے گا تاکہ وہ سمجھ سکے کہ اسے کس طرح کا سوال ہو رہا ہے۔ اور وہ اس کا کیا جواب دیتا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نکیرین سے سوال:۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کو جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتنہ میت فی القبر کی خبر دی (کہ قبر میں ہر میت سے آزمائش ہوگی) اور اس سے منکر نکیر سوال کریں گے اور منکر نکیر دو فرشتے ہیں تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا قبر میں ہمیں عقل لوٹا دی جائے گی یا نہ آپ نے فرمایا لوٹا دی جائے گی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر میں ان سے نپٹ لوں گا بخدا خود میں ان سے سوال کر دوں گا اور کہوں گا میرا رب تو اللہ تعالیٰ ہے بتاؤ تمہارا رب کون ہے۔

منکرینِ حدیث اور عذاب قبر: ملحدین اور بعض وہ لوگ جو اسلام کا دعویٰ کر کے فلاسفہ سے مذہبی رشتہ جوڑتے ہیں (جیسے نیچری۔ چکڑالوی۔ پرویزی وغیرہ) عذاب قبر کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

ابوجہل کا قبر میں بُرا حال: کسی (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) نے دیکھا کہ میدانِ بدر میں (جہاں وہ مقتول ہو کر گڑھے میں مدفون ہوا) گڑھے سے باہر نکلا اور اس کے گلے میں آگ کی زنجیر ہے جس کے کنارے سیاہ سانپ نے تھامے ہوئے تھے۔ گڑھے سے نکلتے ہی پانی مانگا پھر اسے سانپ نے سخت جھٹکا دے کر گڑھے میں داخل کیا۔

فائدہ: عذابِ قبر گناہوں کی مناسبت سے مختلف طریق سے ہوتا ہے اکثر عذابِ قبر پیشاب کے قطرات سے ہوتا ہے اس سے بچنا لازم ہے۔

فائدہ: عذاب قبر کو تمام جاندار سن لیتے ہیں سوائے جن و انسان کے۔

عذاب قبر سے بچنے کی دُعا: حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر یہ دعا پڑھا کرتے: اللّٰھم انی اعوذ بك من عذاب القبر و من عذاب النار و من فتنۃ المحیا و الممات و من فتنۃ المسیح الدجال۔

عذاب قبر سے نجات کے اسباب: اہل ایمان کو قبر کی ہولناکیوں اور اس کے فتنے سے پانچ چیزیں نجات بخشتی ہیں:

۱۔ جہاد کے میدان میں حاضری اگرچہ شب و روز۔

۲۔ راہِ خدا میں شہید ہونا۔

۳۔ سورۃ الملک (جو اسے روزانہ پڑھے گا اسے فتنۂ قبر سے امان نصیب ہوگی۔

۴۔ پیٹ کی بیماری سے موت آنے پر قبر کا عذاب نہیں ہوگا اس سے اسہال اور دست چل جانے والی بیماری مراد ہے۔

لے الحاوی للفتاوی ۱۲

۵۔ وقت بعید (نصیب) حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن یا رات میں مرے گا وہ قبر کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں لغزشوں سے بچائے اور خلل سے محفوظ رکھے اور قبر و قیامت میں امن و سلامتی سے رکھے اور موت کے وقت ہمیں اپنی رحمت کی خوشخبری سے نوازے اور فضل و کرم بخشے۔ (بجاہ النبی الامین و الانبیاء و المرسلین و الملائکۃ المقربین[1])

تفسیر عالمانہ:۔ واصبر لحکم ربّك۔ (اور اپنے رب کے حکم کے لیے صبر کیجئے) کہ انہیں موعود یوم تک مہلت دی جا رہی ہے اور آپ پر باوجودیکہ دکھ درد اور غم و الم شدید برس رہے ہیں اور وہ بھی دشمنوں کے سامنے تو کوئی حرج نہیں آپ ان کے مکر و فریب سے تنگی محسوس نہ فرمائیے۔

فائدہ:۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار کے ایسے ظلم و ستم پر بھی صبر کی تلقین میں حکمت ہے (نہ اس معنیٰ پر کہ کفار آپ کو ستاتے رہیں اور خاموش رہیں تاکہ جی بھر کر ظلم کریں) کیونکہ صبر میں ایسی لذت ہے کہ کفار کی اذیتیں اور ان کے ظلم و ستم اس کے سامنے ہیچ ہیں کیونکہ صبر کا حکم جس ذات نے فرمایا وہ ذات کیسی ہے (اسے اچھی طرح سمجھ لے)

فانك باعيننا۔ تو آپ میری نگرانی اور حفاظت و حمایت میں ہیں آپ جہاں بھی ہوں ہم آپ کی نگرانی اور حفاظت فرماتے ہیں۔ اعین (آنکھیں) جمع ضمیر کے لیے ہے اس میں حفاظت میں خصوصی توجہ اور کثرت اسباب کا اظہار ہے تاکہ حبیب و کلیم کے درمیان فرق معلوم ہو کہ کلیم کے لیے ضمیر اور لفظ عین واحد لایا گیا ہے چنانچہ فرمایا لتصنع علی عینی۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ ازل میں تیرا کوئی حکم نہیں کیونکہ ہماری ازلی حکم میں کسی قسم کا تغییر نہیں اس پر صبر کرو ہاں اگر میرے فیصلہ پر صبر کرو گے تو صابرین جیسا بے شمار ثواب پاؤ گے کیونکہ تم میری نگرانی میں ہو اسی لیے اپنے ازلی احکام کے لیے صبر کرنے پر ہم تمہاری مدد کریں گے جیسا کہ فرمایا واصبر وما صبرك الا باللہ۔ صبر کیجئے اور صبر صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔

---

[1] یہ صاحب روح البیان ص۲۰۶ ج ۹ کے اپنے کلمات ہیں بفضلہ تعالیٰ ہم اہلسنت بھی اپنی دعاؤں کے آخر میں ایسے کلمات کا اضافہ کرتے ہیں جنہیں وہابیہ شرک سے تعبیر کرتے ہیں (هم قوم لا یعقلون) اویسی غفرلہ۔

نکتہ : حضرت البقلی قدس سرہ نے عرائس البیان میں فرمایا کہ ربک صیغۂ غیبت سے اس لیے ہے کہ اُس وقت آپ مقام تفرقۃ العبودیت میں تھے اور رسالت حالت مشقت کی مقتضی ہے اسی لیے آپ کو اللہ تعالیٰ نے صبر کا حکم فرمایا جب آپ پر یہ حال ثقیل محسوس ہُوا تو پھر مقام غیبت سے مقام مشاہدہ میں آپ کو بلایا گیا ہے چنانچہ فرمایا فانک باعیننا یعنی جریان احکام میں آپ کو ٹیڑھے پن سے ہم خود محفوظ رکھیں گے یہاں تک کہ آپ ہمارے لیے ہمارے میں مستقیم رہیں گے اور ہم آپ کو نعت محبت وعشق کے ساتھ جمیع عیون صفات وذات سے دیکھیں گے اور انہی سے ہم شوق سے تجھے دیکھا کریں گے اور اپنی خصوصی نگرانی سے آپ کی نگرانی کریں گے یہاں تک حدوث کی کوئی شے آپ کو ہم سے متغیر نہ کر سکے گی اور آپ سے ہم تمام قہر کے طوق ہٹا لیں گے کیونکہ آپ ہماری محبت والی آنکھوں میں ہیں بلکہ آپ ہمارے الطاف کی گود میں ہیں ۔

سبق : غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اعین کا ذکر فرمایا اس لیے کہ جسم میں آنکھوں سے بڑھ کر کوئی شے بزرگ برگزیدہ نہیں اور جو اللہ تعالیٰ کا خاص ہو گیا وہ اس کی حفاظت میں آگیا اور جو حفاظت میں آیا تو اُسے مشاہدہ نصیب ہو گیا اور جسے مشاہدہ نصیب ہوا وہ خود ذات سے جڑ گیا بلکہ اس سے واصل اور غیر سے منقطع ہو گیا اور جو غیر سے منقطع ہو گیا اسے وہ عیش نصیب ہو گا جو ربانی لوگوں کو نصیب ہوتا ہے ۔

حکایت : ایک ولی اللہ کہتا ہے کہ میں ایک دفعہ حضرت ابراہیم بن ادہم قدس سرہٗ کے ہاں تھا تو لوگوں نے شکایت کی کہ اے ابو اسحاق شیر نے ہمارا راستہ روک رکھا ہے ۔ شیر کے پاس حضرت ابراہیم تشریف لائے اور فرمایا اے ابو الحارث اگر تجھے ہمارے لیے حکم ہے تو کر جو تجھے حکم ہوا ہے اگر تجھے ہمارے متعلق کوئی حکم نہیں تو ہمارے راستہ سے ہٹ جا ۔ شیر سن کر راستہ سے ہٹ گیا بلکہ بڑبڑاتا ہوا چلا گیا ۔

فائدہ : المہلہ سینے میں آواز کا دہرانا اس پر تعجب کیا ہو گیا ہے کہ صبح وشام یہ دعا کیوں نہیں پڑھتے :

اللّٰھم احرسنا بعینک التی لا تنام ما حفظنا برکنک الذی لا یرام وارحمنا بقدرتک علینا فلا نھلک وانت ثقتنا ورجائنا ۔

ترجمہ : اے اللہ اپنی اس حفاظت سے محفوظ فرما جو کبھی غافل نہیں ہوتی اور اپنی طاقت سے محفوظ رکھ جسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اپنی قدرت سے ہم پر رحم کر اور ہمیں ہلاک نہ کر تو ہمارا بھروسہ اور ہماری اُمید ہے ۔

حکایت:۔ حضرت الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں مکّہ معظمہ کو جا رہا تھا کہ ایک ویرانہ میں رات کو پہنچا اس میں بہت بڑے بڑے شیر اور درندے جانور تھے مجھے خوف ہُوا اچانک ہاتف نے آواز دی گھبرائیں نہیں تیرے گرد ستر ہزار فرشتے نگرانی کر رہے ہیں۔

فائدہ:۔ فقیر (صاحب رُوح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ ممکن ہے یہ مخصوص حفاظت مخصوص دعاؤں کے ورد کی وجہ سے ہو جس پر وہ التزام فرماتے تھے۔

وظیفہ حفاظت از بلیات وغیرہ:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت پڑھ لیا کرے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم ۳ بار اور تین آیات آخر سورۃ الحشر هو اللہ الذی لا الٰہ الا هو (الخ) تو اس کی ستر ہزار فرشتے نگرانی کرتے ہیں۔ اسی طرح شام کو پڑھ لیا کرے تو بھی اس کی ستر ہزار فرشتے نگرانی کریں گے۔

فائدہ:۔ ممکن ہے کہ حضرت خواص کی یہ حفاظت اس لیے ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب تھے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

گنبد خضراء پر ملائکہ کی حاضری:۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر ہر صبح کو ستر ہزار فرشتے اُترتے ہیں جو مزار پر شام تک پَر پھیلائے رہتے ہیں اسی طرح شام تک مزار پر رہ کر اُوپر کو جاتے ہیں تو ستر ہزار اور ملائکہ اُترتے ہیں وہ بھی اسی طرح کرتے ہیں جو صبح والے ملائکہ کرتے رہے اسی طرح تا قیامت ہوتا رہے گا۔

وسبح۔ اور اللہ تعالیٰ کی تنزیہ بیان کی جائے اس سے جو اس کے لائق نہ ہو درانحالیکہ تم متلبس ہو۔ بحمد ربك۔ اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی ان نعمتوں پر کہ حد و حساب سے باہر ہیں۔

حین تقوم۔ جب تم کھڑے ہو یعنی تم جس مقام پر کھڑے ہو۔

فائدہ:۔ حضرت سعید بن جبیر و عطا رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب تم اپنی مجلس سے کھڑے ہو تو کہو سبحانك اللّٰھم وبحمدك۔ درانحالیکہ اس کی حمد کے ساتھ متلبس ہو اگر وہ اچھی مجلس ہو گی تو اس کے حسن وجمال میں اضافہ ہو گا اگر اچھی مجلس نہ ہو گی تو یہ تسبیح و حمد اس کا کفارہ بن جائے گی۔

حدیث شریف:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی کسی مجلس میں ہو اور اس میں اس کی اس سے لغط (غین معجمہ وطاء مہملہ بمعنی ردی۔ قبیح کلام ایسے ہی وہ بات جو اصوات کے اختلاط سے سمجھ نہ آئے) ہو تو اُسے چاہیئے کہ اُٹھنے سے پہلے کہے سبحانك اللّٰھم وبحمدك اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرك واتوب الیك۔ تو یہ کلمات اس کی دو مجلسوں

کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں گے۔

فائدہ:۔ فتح القریب میں ہے تو اس کے گناہ بخشے جائیں گے یعنی وہ صغائر جو حقوق العباد سے متعلق نہیں جیسے غیبت۔

فائدہ:۔ حضرت ضحاک و ربیع نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لیے اٹھو تو کہو سبحانك اللّٰھم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالٰی جدّك ولا الٰہ غیرك۔

فائدہ:۔ الکلبی نے فرمایا کہ اس سے ذکر لسانی مراد ہے کہ جب تم سونے کے بعد بستر سے اٹھ کر یہاں تک کہ تم نماز میں داخل ہو۔

حدیث شریف:۔ حضرت عاصم بن حمید سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کے وقت نیند سے جاگتے تو کیا کہتے تھے فرمایا جب کھڑے ہوتے تو تکبیر دس بار اور تحمید دس بار اور تہلیل دس بار اور استغفار دس بار اور کہتے اللّٰھم اغفرلی واھدنی وارزقنی وعافنی (اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھے ہدایت دے اور رزق اور عافیت دے)۔ اور تعوذ پڑھتے قیامت کے دن کی تنگی سے۔

ومن اللیل فسبحہ۔ اور رات کو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کیجئے۔

نکتہ:۔ رات کی تسبیح و عبادت کو علیٰحدہ ذکر کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ رات کی عبادت میں زیادہ مشقت اور ریاء سے دور تر ہے جیسا کہ اللیل کا ذکر عبادت سے پہلے معلوم ہوتا ہے۔

صاحب روح البیان کا بیان کردہ نکتہ:۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتا ہے کہ رات ہی تو معراج کا زمانہ ہے اور نماز خود معراج معنوی ہے جو چاہتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معراج میں شریک ہو تو اُسے چاہیئے کہ وہ رات کو ایسے وقت میں نماز پڑھے جب لوگ نیند کر رہے ہوں یعنی آدھی رات کو کہ یہی لوگوں کی غفلت کا وقت ہے اور شرافت و بزرگی بھی اُسی وقت کو نصیب ہوتی ہے اور حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معراج اُسی وقت میں ہوئی۔ صبح کو بھی یہی وقت اقرب ہے کیونکہ اس کے بعد ہی بعض لوگ اپنی ضروریات کے لیے جاگ اُٹھتے ہیں اگرچہ سحر کے وقت کے فضائل بکثرت ہیں لیکن یہ وقت بھی سحر کے فضائل سے کم نہیں۔

وادبار النجوم (اور ستاروں کے پیٹھ پھیرنے کے وقت)۔

حل لغات:۔ ادبار بکسر الہمزہ مصدر ہے اَدْبَرَ کا النجوم۔ نجم کی جمع ہے بمعنی ستارہ طلوع کرنے والا

نجم ینجو نا وبخما بمعنی طلع۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ آخری رات میں ستاروں کے پیٹھ پھیرنے یعنی صبح کی روشنی کی وجہ سے غائب ہونے کا وقت۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ ؔ ومن اللیل سے عشائین (مغرب۔ عشاء) کی نماز مراد ہے اور ادبار النجوم سے فجر کی نماز مراد ہے۔

احناف کی تائید:۔ آیت میں دلیل ہے کہ صبح کی نماز تاخیر سے افضل ہے اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم فرمایا کہ ستاروں کے ادبار یعنی گم ہونے کے بعد دو رکعت پڑھی جائیں اور ظاہر ہے کہ ستاروں کی گمشدگی پر ہی اسفار (روشنی) ہوگی (امام ابو اللیث نے اپنی تفسیر میں یہی فرمایا ہے) اور اکثر مفسرین نے فرمایا کہ ادبار النجوم سے فجر کی دو سنتیں مراد ہیں وہ اس لیے کہ ستارے صبح کی روشنی سے ہی گم ہوں گے تو پھر دوگانہ پڑھنا ہوگا اور وہ ان دو رکعتوں کے علاوہ ہیں جو فرض ہیں۔

فائدہ:۔ حدیث شریف میں ہے کہ فجر کی دو رکعت یعنی دو فرضوں سے پہلے دنیا اور دنیا کی تمام اشیاء سے بہتر ہیں۔

فائدہ:۔ آیت میں دو رکعت کے ثواب کی عظمت کا بیان ہے۔

تحقیق صاحب روح البیان قدس سرہٗ:۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ ہمارے احناف کا استدلال کہ ادبار النجوم کے بعد دو رکعت سنت مراد ہیں۔ یہ ان روایات کے مخالف ہے اس لیے کہ یہ دو رکعت سنت اول وقت یعنی ستاروں کی موجودگی میں پڑھی جاتی ہیں احادیث اسی کو ترجیح دیتی ہیں جو روایات ہیں ہاں فرائض کا اول وقت میں پڑھنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے (اسی کو وہابی غیر مقلد اور نجدیوں نے اپنایا ہوا ہے) لیکن ان کا یہ قول اس آیت کے خلاف ہے کیونکہ جب یہ صبح کی نماز پڑھتے ہیں اس وقت ادبار النجوم نہیں ہوتا ہاں احناف کے قول کے مطابق ہے کہ ان کے نزدیک صبح کی نماز میں اسفار ہو اور اسفار تب ہوگا جب ادبار النجوم ہوگا۔

فائدہ:۔ حضرت سہل قدس سرہٗ نے فرمایا کہ دو رکعت فرض بوقت فجر اپنے پروردگار سے خلوص کے ساتھ پڑھ اور ہر صبح و شام اس ذات سے غافل نہ ہو جو ہر وقت تیرے ساتھ احسان اور تیری حفاظت سے غافل نہیں۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ وسبح الخ میں رات اور دن میں ذکر پر مداومت و ملازمت کی طرف اشارہ ہے ہم سورۃ ق کے آخر میں تفصیل کے ساتھ اس کا

بیان کر چکے ہیں۔

فائدہ پیری مریدی کا: بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ یہ مرید کی بے ادبی و گستاخی میں شمار ہے کہ اپنے شیخ (پیر و مرشد) کو کہے کہ مجھے اپنے جیسا بنا دے اس لیے کہ جب وہ خدمت کا دم بھرتا ہے تو پھر مخدوم بننے کی خواہش کیوں۔ یہ تو شیخ سے خدمت لینے اور اس پر تہمت باندھنے کے مترادف ہے دیکھیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیسے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سمجھایا جب اس نے کہا: مرافقتك فی الجنة (میں بہشت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں) تو آپ نے فرمایا اعنی علیٰ نفسك بکثرۃ السجود (بکثرت سجود سے میری مدد کر) رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابی کو اس کے مقصد سے ایسی طرف پھیرا جو راحت سے ہٹاتی اور مشقت میں ڈالتی ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ طریقہ سالکین میں فتح سے پہلے ریاضت ضروری ہے اور مجذوبین کے طریقہ میں ایسی بات نہیں اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہے۔

فائدہ: حدیث شریف میں ہے کہ جسے خوف ہو کہ وہ رات کو تہجد کے لیے نہیں اٹھ سکے گا اسے چاہیئے کہ وہ اول شب میں ہی وتر پڑھ کر سوئے اگر اسے امید ہے کہ وہ آخر شب کو نیند سے اٹھ کھڑا ہو گا تو اسے وتر آخر شب میں پڑھنے چاہئیں کیونکہ شب آخر کی نماز اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی حاضری والی نماز ہے اور یہی افضل ہے یعنی وتر کا آخری شب میں پڑھنا۔

مسئلہ: فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ تہجد حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی اسی لیے آپ وتر آخر شب میں پڑھتے ایک تو اسی لیے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں یا اس لیے کہ آپ نے شب معراج وتر نیند سے جاگ اٹھنے کے بعد پڑھے تھے اسی لیے آپ نے اسی یاد کو تازہ کرنے کے لیے ہر شب میں وتر تاخیر سے پڑھتے تھے۔

نکتہ: سورۃ طور کو ادبار النجوم پر ختم کر کے سورۃ النجم کا النجم سے ابتداء کرنا حسن انتہاء و ابتداء کی طرف اشارہ ہے۔ علاوہ دیگر اسرار جو اہل تحقیق سے مخفی نہیں۔

فراغت صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: صاحب روح البیان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سورۃ طور کی تفسیر اللہ غفور جل جلالہٗ کی مدد سے رجب الفرد کے اواخر ۱۱۱۴ھ میں ختم ہوئی۔

بفضلہ تعالیٰ اور بمدد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و بطفیل حضور غوث جیلانی قدس سرہٗ۔

فقیر اویسی سورۃ طور کی تفسیر کے ترجمہ ۲۷، ۲۸ رمضان المبارک (عرب) ۱۴۰۹ھ میں بحالت اعتکاف مسجد نبوی شریف میں فارغ ہوا۔

انا الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

بہاول پور پاکستان وارد مدینہ طیبہ معتکف باب عبد المجید ۴ار مئی ۱۹۸۹ء ۲۸ رمضان (عربی) ۲۷ رمضان (پاکستانی) بروز ہفتہ قبل صلوٰۃ العصر چھ بجے۔

سُوْرَةُ النَّجْمِ

اٰيَاتُهَا ٦٢	(نمبر ٥٣) سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ (رعد د نزول ٢٣)	رکوعاتها ٣

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ○ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ○

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ○ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ○ وَهُوَ

بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ○ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ○ فَكَانَ قَابَ

قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ○ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ○

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ○ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ○

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝
عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝
مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ
الْكُبْرٰى ۝ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ
الْاُخْرٰى ۝ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝ تِلْكَ
اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝ اِنْ هِىَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ
اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ
يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ
مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ۝ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ۝
فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ۝

ترجمہ: یہ سورۃ مکی ہے اس میں ۳ رکوع ۶۲ آیات ۳۶۰ کلمے ایک ہزار پانچ حروف ہیں (خزائن)

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا۔ پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی

فرمائی دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو اور اُنھوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کے پاس جنت الماویٰ ہے جب سدرہ پر چھا رہا تھا آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں تو کیا تم نے دیکھا لات اور عزیٰ اور اس تیسری منات کو کیا تم کو بیٹا اور اُس کو بیٹی جب تو یہ سخت بھونڈی تقسیم ہے وہ تو نہیں مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اُتاری۔ وہ تو نرے گمان اور نفس کی خواہشوں کے پیچھے ہیں حالانکہ بیشک ان کے پاس اُن کے رب کی طرف سے ہدایت آئی کیا آدمی کو مل جائے گا جو کچھ وہ خیال باندھے تو آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ ہی ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ **والنجم** (قسم ہے ستارے کی) یہی وہ پہلی سورت ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم (مکہ) میں مشرکین کی موجودگی میں کھلم کھلا اور علی الاعلان پڑھا اور تمام مشرکین سنتے رہے اور یہ سورۃ رمضان میں اور نبوت کے پانچویں سنہ میں نازل ہوئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیت سجدہ تک پہنچے تو ابولہب کے سوا تمام مشرکین اور اہل ایمان از انس وجان سب نے سجدہ کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ابولہب نے مٹھی اٹھا کر ماتھے کو لگائی اور کہا مجھے اتنا کافی ہے چونکہ وہ بوڑھا تھا سجدہ نہیں کر سکتا تھا اسی لیے ایسے کیا ایک روایت میں ہے کہ سجدہ نہ کرنے والا اُمیہ بن خلف تھا اور یہ دونوں روایتیں ایک دوسری کے مخالف ہیں اس لیے کہ سجدہ نہ کرنے والے متعدد ہوں گے کسی نے از راہ تکبر سجدہ نہ کیا اور کسی نے عجز سے ابولہب نے از راہ تکبر سجدہ نہ کیا تو اُمیہ بن خلف بوجہ عجز کے۔

سوال:۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ کافر جس نے نزول آیت نجم کے وقت سجدہ نہ کیا وہ کافر ہو کر مقتول ہوا اور ابولہب تو مقتول ہو کر نہیں مرا تھا۔

جواب:۔ ممکن ہے کہ قتل بمعنی مطلق موت مراد ہو۔

کفار نے سجدہ کیوں کیا؟:۔ کفار نے سجدہ اس لیے کیا کہ جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے افرءیتم اللات والعزیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ پڑھا تو شیطان نے ساتھ ملا دیا تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجیٰ (وہ بہت بڑی بلند قدر شخصیات ہیں اور اُن کی شفاعت کی اُمید کی جا سکتی ہے) (جیسا کہ سورۃ الحج میں تفصیل

گزری) کفار نے گمان کیا کہ یہ الفاظ بھی قرآن مجید کے ہیں تو اپنے بتوں کی عظمت سن کر سجدہ کیا اس سے مسلمان متعجب ہوئے کہ یہ کفار ایمان کے بغیر کیسے سجدہ کر رہے ہیں کیونکہ مسلمانوں نے شیطانی کلمہ (تلك الغرانيق العلى) نہیں سنا تھا اور الغرانیق العُلیٰ سے بُت مراد لیے۔ الغرانیق پانی کے پرندوں کو کہا جاتا ہے کیونکہ وہ غرنوق (بکسر العین والمعجمہ واسکان الراء پھر نون معجمہ مفتوحہ) کی جمع ہے یا غرنوق (بضم الغین وبضم النون) یا غرنیق (بضم الغین وفتح النون) کی جمع ہے بمعنی وہ پرندہ جس کی گردن لمبی ہے یعنی کرکی سے بتوں کو تشبیہ دی گئی ہے اور وجہ تشبیہ یہ ہے کہ جیسے یہ پرندہ لمبی گردن والا آسمان کی طرف بلند کیے یہ بت بھی بلند قدر ہیں۔

فائدہ:۔ سورت نجم وہ پہلی سورۃ کاملہ ہے جس میں سجدہ تلاوت ہے۔

سوال:۔ سورہ اقرأ بھی پہلی سورۃ ہے جس میں سجدہ تلاوت ہے اور اس کے سب سے پہلے نازل ہونے میں سب کا اتفاق ہے اور تم سورۂ نجم کہہ رہے ہو۔

جواب:۔ ہماری مراد یکبارگی نازل ہونا ہے کہ جس کا اول و آخر یک وقت نازل ہوا بخلاف سورۃ اقرأ کہ اس کا پہلا حصہ تو سب سے پہلے نازل ہوا لیکن آخری حصہ عرصہ کے بعد۔

فائدہ:۔ النجم میں واؤ قسمیہ ہے۔

قرآن کی قسموں کی قسمیں:۔

ارباب معانی فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں قسم دو قسم ہے:۔

۱۔ ذات وصفات باری تعالیٰ جیسے فوربک اور فبعزتک والقرآن المجید ایسے وہ حروف بھی جو سورتوں کے اوائل میں ہیں انہیں بھی ان کے ہر حرف میں اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کی طرف اشارہ ہے۔

۲۔ مخلوق کی قسم وہ چار قسم ہے:۔

(۱)۔ اظہار قدرت کے لیے جیسے والذاریات والمرسلات والنازعات اسی طرح کی دوسری قسمیں ان کی قسم اس لیے یاد فرمائی تاکہ بندوں کو تنبیہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کتنا قدرت والا ہے کہ وہ ایسی زبردست اشیاء کا بھی خالق ہے۔

(۲)۔ قیامت کی قسم اس سے اس کی ہیبت کا اظہار ہے جیسے لا اقسم بیوم القیٰمة (قسم ہے قیامت کے دن کی) اس کی قسم اس لیے یاد فرمائی ہے تاکہ اس دن کی ہیبت بندوں کے ذہن میں اُترے۔

(۳)۔ اظہارِ نعمت کے لیے تاکہ بندے سمجھیں کہ ایسی بڑی نعمت ہمیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے تاکہ وہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کریں جیسے والتین والزیتون (قسم ہے انجیر اور زیتون کی)۔

(۴) ۔ جس کی قسم یاد فرمائی گئی اس کی عزت و عظمت کا اظہار ہو جیسے لا اقسم بھٰذا البلد (مجھے اس شہر یعنی مکہ کی قسم) ایسے ہی و طور سینین (اور مجھے طور سینا کی قسم) اور وھٰذا البلد الامین (اور مجھے اسی امن والے شہر کی قسم) ایسے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنا لعمرك (مجھے تیری عمر کی قسم) اور یہ عرب کی عادت کے مطابق ہے کہ وہ جس کی قسم کھاتے ہیں تو اس سے اس کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے۔

قاعدہ:۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کی قسم یاد فرمائی ہے وہاں لفظ رب محذوف ہوگا جیسے والنجم کہ دراصل و رب النجم ہے ایسے ہی والذاریات کہ دراصل ورب الذاریات ہے وغیرہ وغیرہ۔

النجم سے کیا مراد ہے؟:۔ نجم سے ثریا مراد ہے کیونکہ یہی اسم اس پر غالب ہے کہ اہل عرب جب مطلق نجم بولتے ہیں تو ثریا (کہکشاں) مراد لیتے ہیں جیسے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ما طلع النجم قط و فی الارض من العاھتہ شیٔ الا رفع ۔ زمین پر اگر کوئی عاھہ وغیرہ ہوگی تو النجم کے طلوع سے وہ رفع (اُٹھ) جاتی ہے)۔ آپ نے یہاں پر النجم سے ثریا مراد لی ہے اس پر جملہ علماء کا اتفاق ہے اور الثریا (کہکشاں) ستاروں سے معلوم کی جاتی ہے اور اس کی علامت یہ بھی ہے کہ

کہکشاں کتنے ستاروں کا مجموعہ ہے؟:۔ کہکشاں سات ستاروں کا مجموعہ ہے ان میں ساتواں ستارہ باریکی کی وجہ سے کم بہت نظر آتا ہے حقیقت یہ ہے کہ کہکشاں بارہ ستارے ہیں ان سب کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ظاہری آنکھ مبارک سے دیکھتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھ میں بہت بڑی قدرت رکھی تھی[1]۔

فائدہ:۔ عین المعانی میں ہے کہ یہ سات ستارے ظاہر ہیں ساتواں باریک ہے اس سے چشم انسان کی بینائی کی آزمائش کی جاتی ہے قریش اس سے لوگوں کی بینائی کی آزمائش کرتے تھے اور کہتے احسن النجم فی السماء الثریا (آسمان میں حسین تر ستارہ کہکشاں ہے) اور زمین کی آسمان کی زینت ثریا (کہکشاں)

---

[1] اسی بڑی قدرت پر اور نبوت کی طاقت کی بناء پر ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذرّہ ذرّہ کائنات کو ایسے دیکھ رہے ہیں کہ رائی کا دانہ ہاتھ کی ہتھیلی پر۔ (ولکن الوھابیۃ قوم لا یعقلون) اویسی غفرلہ۔

ہے اس کی طلوع و سقوط کے وقت دو حالتیں ہیں :۔

(۱) ۔ جب اس کا طلوع صبح کو ہوگا تو کہکشاں کی صبح صیف سے ہوگی جس وقت اس کا طلوع شام کو ہوگا جو اس کی صبح شتا میں ہوگی۔

کسی شاعر نے کہا ہے

طلع النجم غدیه
ابتغی الراعی شکیه

ترجمہ:۔ صبح کو نجم طلوع ہوا تو راعی نے ریوڑ تلاش کیا۔

یا ستارے کی جنس اور اس کا سقوط مراد ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اذا ھوی ۔ (جب وہ غروب و طلوع کرے۔

حل لغات :۔ اہل عرب کہتے ہیں ھوی یھوی ھویا از باب ضرب اور ہویا بروزن قبول یہ اس وقت بولتے ہیں جب ستارہ غروب کرے اس لیے الھوی بمعنی اوپر سے نیچے گرنا ھُوِیٌ بروزن دُخول یہ اس وقت بولتے ہیں جو نیچے سے اوپر کو چڑھے اور اذا کا عامل قسم محذوف ہے یعنی اُقسِمُ کیونکہ اذا مطلق کے وقت کے معنیٰ میں ہے اسے استقبال کے معنیٰ سے خالی کر لیا گیا ہے جیسے کہا جاتا ہے اٰتیتك اذا احمر البسر (میں تیرے پاس اس وقت آؤں گا جب کھجور سُرخ ہوگی۔) اس سے وہ اعتراض نہ ہوگا کہ اقسم حال کا عمل اذا مستقبل ہیں کیوں (ہم نے کہہ دیا ہے کہ مستقبل کا معنیٰ اذا میں ہے ہی نہیں)۔ یعنی یہ سوال کہ قسم میں انشاء ہے اور انشاء حال ہے اور اذا فعل مستقبل کے لیے آتا ہے ہمارے مذکورہ بالا تقریر سے سوال اُٹھ گیا۔ اب معنیٰ یہ ہوگا کہ ہم قسم یاد کرتے ہیں ستارے کی اس زمانہ کے بعد میں داخل ہونے کے وقت کی۔

نکتہ :۔ اللہ تعالیٰ نے ستارے کے اس وقت کی قسم اس لیے یاد فرمائی ہے کہ دنیوی کاروبار والے لوگ ستارے کے اس وقت میں دخول کے وقت سفر کا راستہ پاتے ہیں گویا یوں کہا گیا ہے کہ قسم ہے اس ستارے کی جس سے مسافر جنگلوں میں سیدھا راستہ پاتے ہیں اور کشتی صحیح سمت کو چلتی ہے۔

ماضل صاحبکم (تمھارا صاحب بے راہ نہیں چلا) یہ قسم کا جواب ہے یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حق کے رستہ (یعنی آخرت کی راہ) سے بے راہ نہیں چلے۔

وہابی دیوبندی فرقہ: یہ لوگ ووجدك ضالاً میں ضالاً کو ضلال سے مشتق کر کے گمراہ کا معنیٰ کرتے ہیں۔ صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ صدیوں سے پہلے ان کے رد میں لکھتے ہیں۔[1]

وھذا دلیل علی ان قولہ ووجدك ضالاً لیس من ضلال الغی (ص۲۱، ج۹۷)

یہ اس کی دلیل ہے کہ ووجدک ضالاً ضلال بمعنی غی د گمراہی سے مشتق نہیں)۔

عقیدۂ اسلامیہ: ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحی سے پہلے اور بعد کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید بیان فرماتے رہے اور قبیح اُمور سے محفوظ رہے۔

فضیلت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اس میں رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے حق میں فرمایا وعصیٰ ادم ربہ فغوی اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں کہا ما ضل صاحبکم وما غویٰ)

حل لغات: الغی جہل مرکب کو کہا جاتا ہے۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ غی اعتقاد فاسد کے جہل کو کہا جاتا ہے اس لیے جہل کبھی انسان کے اندر ہوتا ہے لیکن اس کے لیے اعتقاد صالح و فاسد کا تصور نہیں ہوتا لیکن کبھی وہ اعتقاد فاسد سے ہوتا ہے اسی دوسرے کا نام الغیؔ ہے اس کا ضل پر عطف عطف الخاص علی العام کے قبیل سے ہے اعتقاد کے متعلق اہتمام کے اظہار کی بنا پر۔

الغی والضلال کے درمیان فرق: اس میں اشارہ ہے کہ غیؔ اور ضلال کے درمیان فرق ہے وہ ایک شے نہیں (جیسے بعض جاہلوں نے سمجھ رکھا ہے) اس لیے کہ الغوایہ بالخصوص خطافی الاعتقاد میں ہے اور الضلال اعم ہے اس کا اطلاق خطافی الاقوال والافعال اور ان اعتقاد میں خطاء پر ہوتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مشروع فرمایا اور بتایا کہ یہ اُمور میری عبادت کے لائق ہیں۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہرگز کوئی باطل اعتقاد نہیں رکھا بلکہ آپ ہمیشہ غایت ہدایت وارشاد پر رہے اور ان تمام اُمورِ باطلہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم منزہ اور پاک جن کا کفار وہم کر رہے ہیں کہ معاذ اللہ آپ ضلال وغوایت میں ہیں۔

---

[1] اضافہ اویسی غفرلہٗ

شانِ نزول:۔ کافر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے آباء کے دین سے ہٹ کر گمراہ ہو گئے اور صحیح راستے سے بھٹک گئے ہیں اور اپنی طرف سے باتیں گھڑ کر گمراہ کر رہے ہیں (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نے سالم سورۃ نازل کر کے اپنی عظمت و بزرگی ظاہر فرمائی اور کافروں کا رد فرمایا۔

فائدہ:۔ یہ خطاب کفار کو ہے۔

صاحبکم کہنے کے وجوہ:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کافروں کا صاحب اس لیے کہا گیا کہ کفار آپ کے عرصہ دراز تک ہم صحبت رہے اور آپ کے تفصیلی حالات سے باخبر تھے اور آپ کے ہر معاملہ پر انہیں مکمل آگاہی تھی اس سے آپ کی مکمل برأت کا اظہار ہے کہ اے کافرو جو کچھ تم سمجھ رہے ہو بالکل غلط ہے بلکہ تمھارے صاحب کے لیے تمھاری صحبت خود بتاتی ہے کہ آپ نہایت ہدایت و رشد پر ہیں بلکہ تم خود عرصہ دراز تک ان کی صحبت میں رہے تم ان کے حالات کا مشاہدہ کر چکے ہو بلکہ تم خود ان کے محاسن و کمالات کے قائل بلکہ گواہ ہو یہ بات تقاضا کرتی ہے کہ آپ مجسم رشد و ہدایت ہیں۔

فائدہ:۔ حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب کہنا اس لیے تھا کہ آپ مامور من اللہ تھے کہ کافروں کو دعوت حق دینے کے لیے ایک عرصہ تک اُن کی صحبت میں گزارا۔ امام راغب کے قول کی تائید الارشاد (تفسیر) سے بھی ہوتی ہے کہ عرف میں صاحب اس کو کہا جاتا ہے جو کسی کی صحبت میں عرصہ دراز تک رہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پہ فرمایا کہ **ثم تتفکروا ما بصاحبکم من جنۃ** (پھر تفکر کرو کہ تمھارے صاحب میں جنون نہیں اس میں تنبیہہ ہے کہ اے کافرو کہ تم حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت میں ایک عرصہ تک رہے اور ان کے حالات کو خوب جانتے ہو بلکہ ان کے ظاہر و باطن کو خوب سمجھتے ہو اور تم نے ان کی زندگی مبارک میں کوئی گھپلہ پن اور جنون نہیں پایا (تو پھر اب کس منہ سے کہتے ہو کہ وہ ایسے ویسے ہیں (معاذ اللہ)

اذا ھوٰی کے نکتے:۔ ستارے کی قسم مخصوص وقت سے یاد فرماتے ہیں۔ اشارہ ہے کہ مسافر اس سے راستہ ہی ایسے وقت مخصوص میں پاتے ہیں ورنہ جب وہ وسط السماء میں ہوگا تو مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کا پتہ نہ چلے گا اس طرح سے مسافروں کو کوئی راستہ نہ ملے گا بخلاف طلوع کے بعد اُبھر چڑھنے اور زوال کے بعد غروب کی طرف چلنے کہ اُس وقت راستہ حاصل کرنا شمال و جنوب اور مشرق و مغرب کو اچھی طرح معلوم کیا جا سکتا ہے۔[1]

---

[1] الفقیر اویسی غفرلہٗ

علاوہ ازیں اسے آنے والے مضمون سے بھی مناسبت ہے کہ اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کے لیے افق اعلیٰ سے اُترنا اور حضور علیہ السلام کے قریب ہونے کا ذکر ہے۔

فائدہ:۔ حضرت سعدی المفتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ستارے کے غروب ہونے کے وقت کی قسم میں اللہ تعالیٰ کی صنعت و قدرت کی قوی دلیل ہے کہ وہ کتنا عظیم قدرت کا مالک ہے جس نے ایسے ستارے کو بھی زوال تک پہنچایا اس کی تائید حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول سے ہوتی ہے کہ انہوں نے فرمایا انی لا احب الآ فلین (میں گم ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا)۔

لطیفہ:۔ ابن الشیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے حواشی میں لکھا کہ ستارے کی قسم میں اس کی تعظیم مراد ہے اس میں ان کو تنبیہہ ہے جو اس کی پرستش کرتے ہیں کہ جب یہ ستارہ ڈوبتا ہے یہ اس کے عجز کی دلیل ہے تو پھر اے بیوقوفو تم ایسے عاجز کی کیوں پرستش کرتے ہو (اس کی عبادت کرو جو اس کا بھی رب ہے اور سب کا خالق ہے)۔

سوال:۔ ہوئی میں ستارے کے غروب کا ذکر تو ہے اس کے طلوع کا ذکر کیوں نہیں اور تم تفسیر میں دونوں معانی مراد لے رہے ہو۔

جواب:۔ خود النجم اس کے طلوع کی دلیل ہے کیونکہ النجم کہتے اسی ستارے کو ہیں جو طلوع کرے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بہترین تقریر:۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نجم سے مراد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جب آپ شب معراج واپس ہوئے الھوی بمعنی النزول ہے۔

ابولہب کی شرارت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختیار کا بیان:۔ مروی ہے کہ جب یہ سورت مبارکہ نازل ہوئی تو حضور سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کفار قریش کو سنائی عتبہ بن ابی لہب نے کہا کہ میں نے اب النجم سے کفر کیا اور اس کا بھی منکر ہوں جو قریب ہوا اور نیچے کو اُترا۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی اس کے نکاح میں تھی اس نے طلاق دے دی اُس وقت حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللّٰھم سلط علیہ کلبًا من کلابک :۔ (اے اللہ اپنے کتوں میں کسی ایک کو اس پر مسلط فرما) اس کے بعد عتبہ اپنے باپ ابولہب کے ساتھ شام کے ملک کی طرف تجارت کے لیے گیا ایک جگہ رات کو

شرب ہاشمی کی اس جگہ کے قریب راہب کی رہائش گاہ تھی۔ راہب نے ان قریشیوں سے کہا یارو یہاں نہ ٹھہرو یہ درندوں کی آبادی ہے کہیں وہ تمہیں گزند نہ پہنچائیں اگر رہنا ہے تو درندوں کا بچاؤ خود سوچ لو۔ ابولہب نے اپنے ساتھیوں سے کہا یارو میرے بیٹے پر خصوصیت سے نگرانی کرنا مجھے خطرہ ہے کہ اسے (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی دعا اثر نہ کر جائے[1] چنانچہ ابولہب کی اپیل پر تمام اس کے ساتھی ابولہب کے بیٹے کو گھیرے میں ڈال کر سوئے اور خصوصی نگرانی بھی کرتے رہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آدھی رات کو ان پر نیند مسلط کر دی اور ایک شیر آیا اور صرف ابولہب کے بیٹے کو درمیان میں سے اٹھا کر ایک طمانچہ مارا اسی سے اس کی جان نکال دی۔

نکتہ:۔ عتیبہ بن ابی لہب کو مار کر چھوڑ دیا اسے اس لیے نہ کھایا کہ شیر کے نزدیک گستاخ رسول نجس بلکہ خبیث شے ہے (اس سے گستاخان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق عبرت کریں کہ گستاخ کتنا ہی دنیا میں بلند قدر ہو لیکن وہ درحقیقت پلید اور خبیث ترین مخلوق ہے تفصیل کے لیے فقیر اویسی غفرلہ، کی کتاب "گستاخوں کا برا انجام" پڑھیئے۔)

علماء ذی وقار:۔ آیت میں ایک دیگر تاویل کا احتمال بھی ہے وہ یہ کہ ستارہ سے مراد نمازی ہے جب وہ سجدہ کرے اور وہ نمازی ہے جب وہ شہید ہو اور وہ عالم جب فوت ہو کر مزار میں مدفون ہو۔

یہ تمام نجوم اور اس کی تائید احادیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔

احادیث مبارکہ:۔ (۱) حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، علماء امتی کالنجوم بہا یہتدی فی البر والبحر۔ میری امت کے علماء ستاروں کی طرح ہیں کہ ان سے جنگلوں اور دریاؤں میں ہدایت حاصل ہوتی ہے۔

فائدہ:۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ نجم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں کہ جب ان کا وصال ہو جائے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

(۲) اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم۔ میرے صحابہ ستارے ہیں ان کے جس کی اقتدا کرو

---

[1] ایک بدترین کافر ابولہب کو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمال اختیار اور استجابت کا یقین ہے لیکن وہابی دیوبندی تاہنوز چکر میں ہے کہتا ہے محمد کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا (تقویۃ الایمان) سچ ہے۔ (الوہابیۃ قوم لا یعقلون) وہابی بے عقل جانور ہے ۱۲ = اویسی غفرلہ۔

کرو گے ہدایت پاؤ گے ۔ اور نجم سے علماء اسلام مراد ہیں۔

(۳)۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

العلماء نجوم الارض

علماء اسلام زمین کے ستارے ہیں

فائدہ:۔ بعض نے فرمایا کہ نجم سے نور معرفت کی ایک قسم ہے جب کسی قلب میں وارد ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح۔ اس کے نور کی مثال ایسے ہے جیسے مشکوٰۃ میں چراغ۔

نجم سے قلب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مراد ہے:۔ حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ محققین نے فرمایا کہ ستارہ کی قسم سے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب کی قسم مراد ہے جو فلک توحید میں ماسوی اللہ سے منقطع ہو گئی ہے۔

فائدہ:۔ النجم سے نجم الہام بھی مراد ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے الہام کے ستارے کی قسم یاد فرمائی جب وہ صحائف غیوب سے معادن قلوب میں جاگزین ہوا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اخفش نے کہا کہ النجم وہ گھاس کہ جس کی پنڈلی نہ ہو اور ھوٰی سے مراد اس کا زمین پر گرنا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

والنجم والشجر یسجدان

گھاس اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔

اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ محبت کا وہ دانہ اُگاتا ہے جو دائمی اور تغیر سے منزہ اور تبدل سے مقدس ہوتا ہے اور وہ آسمان ذات مطلقہ کلینہ جمیعہ احاطیہ کے باغات سے گرتا ہے اس کے حبیب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب کی زمین پر اور آپ کا قلب نباتات ولایت ورسالت کے قابل ہے اور وہ رسالت ونبوت کے بیج ریاحین الحقائق قرآنیہ وشقائق تجلیات ربانیہ اور ازہار تنزلات حقانیہ کے ظہور کے موجبات اور اور لطائف احسانیہ عرفانیہ جیسے مشاہدات ومکاشفات ومعاینات اور ان جیسے دیگر اُمور کے مراکز سے ہے۔

فائدہ:۔ جواب قسم ما ضل صاحبکم وما غویٰ ہے۔

دیوبندیوں وہابیوں اور اُن کے ہم نواؤں کو دعوتِ غور وفکر:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق

صاحب روح البیان قدس سرہٗ مضمون ذیل فیصلہ کن لکھا ہے جس سے حق و باطل کا امتیاز بآسانی ہو سکتا ہے۔[1]

و بہ یشیر الی ان وجود النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما کان اول نور وحدانی وبسیط علوی لطیف شعشانی تجلی بہ الحق و تعلقت بہ القدرۃ القدیمۃ الازلیۃ من غیر واسطۃ کما اخبر عنہ بقولہ انا من اللہ والمومنون منی ولیست فیہ ظلمۃ الوسائط الامکانیۃ الموجبۃ للضلالۃ المنتجۃ للغی بل ھو علی نوریۃ الاصلیۃ البسیطۃ الشعشانیۃ المقتضیۃ للھدی والتقوی المستدعیۃ للرشد والنھی باق کما ھو ما اثرت فیہ مصاحبتکم الطبعیۃ ولا مخالطتکم الصوریۃ العنصریۃ وما ضل بامر الطبیعۃ وما غوی بحکم البشریۃ فانہ صلی اللہ علیہ وسلم قائم بالحق خارج عن الطبع کما اخبر بمن نفسہ الشریفۃ بقولہ لست کاحدکم ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی وھذا یدل علی قیامہ بالحق وخروجہ عن الطبع واحکامہ۔ (روح البیان صـ۲۱۱ ج ۹)

ترجمہ:۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود کی طرف اشارہ ہے کہ آپ ہی اول نور وحدانی اور بسیط علوی لطیف منور اور روشن ہیں آپ سے ہی حق تعالیٰ جلوہ گر ہوا۔ آپ سے ہی قدرت قدیمہ ازلیہ بلا واسطہ متعلق ہوئی جیسے خود آپ نے خبر دی کہ میں اللہ سے ہوں اور جملہ مومنین مجھ سے آپ وسائط امکانیہ کی ظلمت نہیں جو گمراہی کے موجبات اور گمراہی کی منتج ہیں بل آپ نورانیہ اصلیہ بسیطہ منور و روشن پر ہیں جو ہدایت و تقویٰ کی مقتضی اور رشد و عقلمندی کی داعی ہے۔ آپ اسی طرح باقی ہیں جیسے تھے آپ میں تمہاری مصاحبت طبعیہ اور ظاہر دل گزارنا عنصری اثر انداز نہیں ہوئی اور آپ امر طبعیہ سے بے راہ نہیں ہوئے اور دوسری راہ چلے حکم بشریہ کی وجہ سے آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حق کے ساتھ قائم اور طبع سے خارج ہیں جیسے آپ نے اپنی خبر خود دی ہے کہ تمہارے ایک جیسا نہیں میں اپنے رب کے ساتھ وقت بسر کرتا ہوں وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے یہ دلیل ہے کہ آپ قائم بالحق ہیں اور طبع اور اس کے احکام سے خارج ہیں۔

نکتہ النجم فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ لفظ النجم کے نون کے بحساب ابجد پچاس اور جیم کے تین کل میزان ترپن ۵۳ ہوئے اور میم کے چالیس ہیں اس میں اشارہ

---

[1] اضافہ اویسی غفرلہٗ ۱۲

ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے اور خاتم النبیین بنائے گئے اور دعویٰ نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں تیرہ سال مقیم رہیں گے اس کا کل میزان ترپن ۵۳ ہوا۔

نجم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور اس کا نکتہ: آیت ہذا میں اللہ تعالیٰ نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نجم بنایا جیسے دوسری آیت میں آپ کو سراج منیر کہا ہے اس لیے کہ آپ کے نورانی چہرہ اور علمی ضیاء سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور ھوی میں اشارہ ہے کہ یہ ستارہ مکہ معظمہ سے مدت مذکورہ کے بعد غروب فرما کر مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمائے گا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس ستارہ کے عدم ضلال وغیٰ کی قسم یاد فرمائی اس لیے کہ اس ستارہ کا غروب وحرکت راشد مہدی ہے کیونکہ اس کی حرکت بامر واذن الٰہی ہے جب اس نے مکہ مکرمہ سے غروب فرمایا تو قریش پر ظلمت چھا گئی اور وہ ظلمتِ شدیدہ کی لپیٹ میں آ گئے۔ اور مدینہ میں اس کا طلوع ہوا تو اہل ایمان پر زمین چمک اٹھی یہاں تک کہ وہ ہجرت کے دوسرے سال میں بدر نام میں پہنچ گئے اور حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کے پیچھے بدر میں دشمنوں پر نور نصرت سے منور ہوئے اور ان کے دشمنوں کا حال یہ ہوا کہ وہ ظلمت عدم کو سدھارے اس سے ما کان اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللّٰہ معذبھم وھم یستغفرون "اللہ تعالیٰ کے لائق نہیں کہ وہ انہیں عذاب دے درانحالیکہ آپ ان میں ہیں اور انھیں اللہ تعالیٰ عذاب دے درانحالیکہ وہ استغفار کرنے والے ہوں" اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادِ گرامی لا تقوم الساعۃ حتی لا یقال فی الارض اللّٰہ اللّٰہ۔ قیامت قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ زمین پر اللہ اللہ نہ کہا جائے۔ کا اشارہ العینی دائمی ذکر کرنے والے اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود مراد ہیں اور ارض سے مکہ مکرمہ کی سرزمین مراد ہے اور ظاہر ہے کہ آپ کے مکہ مکرمہ کی روانگی کے بعد اور قریش کا شرک پر اصرار کی وجہ سے ان پر بدر میں قیامت برپا ہوئی جیسے دنیا میں دائمی اہل ذکر کے انقطاع سے قیامت ہو جائے گی۔

انتباہ: اس سے ثابت ہوا کہ لوگ اہل ذکر وحضور کی قدر ومنزلت نہیں جانتے جب وہ انمیں موجود ہوتے ہیں بلکہ وہ حتی الامکان ان کے ساتھ دشمنی اور بغض وعداوت سے پیش کرتے ہیں اور ہو سکتا ہے تو وہ انہیں اذیت پہنچاتے ہیں حالانکہ یہی بات ان کے لیے ہلاکت کی موجب ہے کیونکہ یہی اللہ والے تو ان کے لیے ملکوت ہیں اور قاعدہ ہے کہ ملک واجسام سے ملکوت وارواح کے انقطاع سے ملک تباہ اور اجسام میں بربادی آ جاتی ہے کیونکہ ملکوت وارواح ان کی بقاء کا سبب

ہیں اسی لیے ہم اہلسنت کہتے ہیں کہ

ان اللہ رجالاً مستصرخین فی اقطار الدنیا ولو فی دار الحرب فانہ لا بد للوجود من فیض البقاء والامداد (روح البیان صہ ۲۱۲/۹)

بیشک اللہ تعالیٰ کے ایسے مرد بھی ہیں جو دنیا میں تصرف کرتے ہیں اگرچہ وہ دار الحرب میں ہوں کیونکہ فیض بقاؤ امداد کا وجود ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی مزید تفضل سے وجودی مدد فرمائے اور اپنے وسال و شہود کے وصال کا شرف بخشے بحرمت النجم وہویہ وبجودہ۔ آمین۔

تفسیر عالمانہ:۔ (وما ینطق عن الھوی) (اور وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔)

حل لغات:۔ اہل لغت کہتے ہیں نطق ینطق نطقا ومنطقا ونطوقاً بمعنی تکلم (بولا) آواز اور حروف سے جن سے معانی سمجھے جائیں (القاموس) اسی لیے یہ اللہ تعالیٰ کے لیے مستعمل نہیں ہوتا اس لیے صوت وحروف سے بولنا مخلوق کا خاصہ ہے۔

الھوی مصدر ہویہ، کا از باب علم بمعنی احبہ و اشتہاہ۔ اس سے محبت کی اور اسے چاہا اب اس کی غالب استعمال ان شہوات و مستلذات کے لیے ہوتی ہے جن میں کوئی شرعی سبب نہ ہو اسی لیے بدعتی کو صاحب الھویٰ کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا میلان اس امر کی طرف ہے جس میں کوئی شرعی سبب نہیں صرف اپنی خواہش سے اس کی طرف مائل ہے اس سے ثابت ہوا کہ ھوی مخصوص مذموم خواہش کا نام ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہما السلام کو ھویٰ سے روکا ہے چنانچہ داؤد علیہ السلام کو فرمایا ولا تتبع الھویٰ اور خواہش کی تابعداری نہ کرو)۔ اور ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ولا تتبع اھوائہم (تم ان کی خواہشات کی تابعداری نہ کرو) اور نہ ہی کسی نبی علیہ السلام کا خواہش کی طرف میلان ہوا۔)

حدیث شریف:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ما اطلی بنی قط (کسی نبی علیہ السلام نے خواہش نفسانی نہیں کی۔

حل لغات:۔ اہل لغت کہتے ہیں اطلی الرجل۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی خواہش نفسانی کی طرف مائل ہو۔

حکایت گستاخ نبوت:۔ بعض اکابر مشائخ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک نااہل مجلس میں تھا۔ ان میں ایک نے بہت باتیں کیں یہاں تک کہ کہہ بیٹھا کہ خواہش نفسانی سے کوئی خالی نہیں یہاں تک خود نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (معاذ اللہ) کیونکہ آپ نے

خود فرمایا ہے حبب الی من دنیاکم ثلاث الطیب والنساء وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ میرے لیے تین چیزیں محبوب بنائی گئی ہیں :۔

۱۔ خوشبو ۲۔ عورتیں

۳۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں۔

میں نے اسے کہا تجھے اللہ تعالیٰ سے شرم کرنی چاہیئے اس لیے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ما احببت نہیں بلکہ حبّب فرمایا ہے تو ان پر ملامت کیسی جبکہ آپ کے دل میں یہ محبت منجانب اللہ ڈالی گئی ہے اس کی اس نامعقول بات سے مجھے سخت غم لاحق ہوا اس کے بعد میں مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں زیارت سے مشرف فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ غم نہ کر ہم نے اس نالائق کا کام تمام کر دیا۔ بیداری کے بعد میں نے سنا کہ وہ شخص اپنی جاگیر کی طرف گیا تو راستہ میں قتل کر دیا گیا[1]۔ ہم اللہ تعالیٰ سے انبیاء علیہما السلام اور ان کے وارثین اولیاء پر جرأت کر کے گستاخی سے پناہ مانگتے ہیں۔

فائدہ:۔ چونکہ نطق صدور کے معنیٰ کو متضمن ہے اسی لیے اسے عن سے متعدی کیا جاتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرآن سے کلام کا صدور اپنی خواہش اور ارادے سے ہرگز نہیں کیونکہ

---

[1] یہ حکایت صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے متعدد مقامات پہ نقل فرمائی ہے اس کے نتائج فقیر اویسی غفرلہٗ اب عرض کرتا ہے ؛

(۱) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہ بدگمانی کرنا کفر ہے۔

(۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بظاہر اطوار ہمارے جیسے ہیں لیکن انھیں اپنے اُوپر قیاس کرنا گمراہی ہے۔

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر اُمتی کے حالات سے آگاہ ہیں کوئی باادب ہے تو اس سے خوش ہیں کوئی بے ادب ہے تو نہ۔

(۴) دنیا میں سخت سزا دینے کے مجاز ہیں چاہیں تو سزا دیں چاہیں تو معاف فرما دیں۔

(۵) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی بھی معاملہ کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیئے۔

(۶) اولیاء کرام کا وہی حکم ہے جو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے کیونکہ یہ حضرات آپ کے حقیقی وارث ہیں لیکن واقعی وہ ولی اللہ ہو۔ جنہیں خود ولایت کا دعویٰ ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقہ سنت کے بالعکس عمل کرتے ہیں ان کا یہ حکم نہیں (واللہ اعلم) اویسی غفرلہٗ

اس میں نفی النطق عن الھویٰ کا استمرار مراد ہے نہ آپ سے استمرار النطق کی نفی ہے۔

فائدہ:۔ بعض علماء نے کہا کہ یہاں پر عن معنی باء ہے یعنی ماینطق بالھوی۔ (نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواہش کے ساتھ نہیں بولتے)۔ یہ محاورہ عرب میں عام ہے جیسے کہا جاتا ہے رمیت عن القوس ای بالقوس) میں نے قوس کے ساتھ تیر پھینکا بلکہ قرآن مجید میں ہے کفار نے کہا وما نحن بتارکی آلھتنا عن قولک ای بقولک تیری بات سے ہم آباء و اجداد کے بتوں کو چھوڑنے والے نہیں۔

فائدہ:۔ ابن الشیخ نے فرمایا کہ پہلے لفظ ماضی سے یعنی ما ضل و ما غویٰ ہے پھر صیغہ مضارع سے یعنی ماینطق عن الھویٰ میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قبل بعثت و بعد بعثت کے حال کا بیان ہے یعنی آپ نہ گمراہ ہوئے جب تمھارے سے اے کافر و علیحدہ ہوئے اور تمھارے معبودوں سے بھی قبل اس کے کہ آپ کو رسول ہو کر مبعوث ہوئے اور نہ ہی اب خواہش سے بولتے ہیں جب تمھارے سامنے اپنے رب تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتے ہیں۔

تردید از صاحب روح البیان قدس سرہٗ:۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ ابن الشیخ کی تقریر میں بُعد ہے جیسا کہ مخفی نہیں ظاہر یہ ہے کہ صیغہ ماضی کفار کے قول کی وجہ سے ہے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق کہا ضلّ و غویٰ تو ماضی ان کے ظن فاسد کے تحقیق کے لیے ہے اور مضارع باعتبار تجدد فی کل حال کے لیے ہے (واللہ تعالیٰ اعلم بکل حال)

تفسیر عالمانہ:۔ ان ھو "نہیں وہ جو" حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن سے بولتے ہیں۔ الا وحی "مگر وحی من اللہ" یوحی۔ جو آپ پر جبریل علیہ السلام کے واسطہ سے ہوتی ہے۔ یہ وحی کے صفت مؤکدہ ہے جو مجاز کے احتمال کو رفع کرتی ہے اور استمرار تجددی کا فائدہ دیتی ہے یعنی وحی کو یوحی سے موصوف ایک فائدہ یہ ہے کہ اس میں تنبیہہ ہے کہ یہ حقیقی وحی ہے ایسا نہیں کہ اسے مجازاً وحی کہا جائے کیونکہ وحی کبھی مجازاً اسمی ہوتی ہے بمعنی الکتاب الالٰھی اور کبھی مصدری معنیٰ میں آتی ہے اور اس کے کئی معانی ہیں:۔

۱۔ ارسال ۲۔ الہام ۳۔ کتابۃ ۴۔ کلام ۵۔ اشارہ ۶۔ افہام۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اس میں اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ذات وصفات و افعال سے فانی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ باقی ہو گئے تھے اس میں نہ اسم باقی رہا نہ رسم نہ اثر اور نہ عین جو کچھ بولتے حق بولتے نہ بشریت سے اسی لیے آپ میں خطرات شیطانیہ و ھواجس نفسانیہ

وہم کے اجراء کا وہم بھی نہیں کیا جا سکتا ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جو واصل باللہ ہے وہ جو کچھ بولتا ہے وہ شریعت ہے کیونکہ وہ محفوظ ہوتا ہے جیسے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معصوم ہیں۔

تردید وہابیہ نجدیہ دیوبندیہ:۔ ان فرقوں کا منشور ہے کہ وہ اولیاء کرام کے اوراد و وظائف پڑھنا حرام اور بدعت ہیں بجائے فائدہ کے اسلام کے لیے ضرر رساں ہیں اسی لیے نجدی اور نور اوراد وظائف یہاں تک کہ دلائل الخیرات اور قصیدہ بردہ شریف وغیرہ کو جہاں دیکھتے ہیں چھین کر جلا دیتے ہیں۔ ان کی تردید میں صاحب روح البیان قدس سرہٗ نے فرمایا[1]:

قال بعض الکبار من وضع من الفقراء وردا من غیر الوارد فی السنۃ فقد اساء الادب مع اللہ ورسولہ الا ان یکون ذلک بتعریف من اللہ فیعرفہ خصائص کلمات یجمعھا فیکون حینئذ متمثلا لا مخترعا وذلک مثل حزب البحر للشاذلی قدس سرہٗ[2]

ترجمہ:۔ بعض کبائر مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس فقیر نے کوئی ورد جاری کیا جس کا ثبوت سنت (حدیث) میں نہیں تو اس نے اللہ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کی ہاں اگر اس کی تعریف کا اللہ تعالیٰ سے اشارہ ہے جسے وہ اشارہ سے خصوصیاً سمجھ کر ورد جاری کیا تو وہ فرمانبردار متصور ہوگا نہ کہ اختراع کرنیوالا جیسے حزب البحر شاذلی قدس سرہٗ کا (کسی نہ کسی سبب سے ورد وظیفہ)

حزب البحر شریف کی وجہ تسمیہ:۔ حضرت شاذلی قدس سرہٗ بحر القلزم کا حج کے لیے سفر کر رہے تھے آپ کے ساتھ ایک نصرانی بھی تھا۔ باد مخالف نے آپ کو آپ کے رفقاء کو چند روز تک روکے رکھا۔ آپ کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی حزب البحر تلقین فرمایا۔ آپ نے اسے پڑھ کر نصرانی کو کہا کہ اب چلو نصرانی نے کہا باد مخالف ہے آپ نے فرمایا باد مخالف نہیں ہے چلو تو سہی اب وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا اس پر نصرانی مسلمان ہو گیا[3] (ممکن ہے نصرانی کو خواب سنایا ہو اور نصرانی نے مطابق خواب کے کرامت دیکھی تو مسلمان ہو گیا۔)

فائدہ:۔ یہی حال الہام و تعریف کا ہے جو عدم بیداری میں نصیب ہوتا ہے۔

حکایت:۔ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ نے ایک صدی پہلے فرمایا کہ میرے بعد نفس من انفاس اللہ پیدا ہوگا یعنی حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی قدس سرہٗ چنانچہ اسی طرح ہوا جیسے آپ نے فرمایا تھا۔ (کذا قال صاحب المثنوی[4])

---

[1] اضافہ از اویسی غفرلہٗ ۱۲ء   [2] روح البیان ص۲۱۳ ج ۹ = ا

[3] اسی طرح ہر ورد و وظیفہ کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہے۔

[4] اشعار مثنوی مع ترجمہ یعنی حضرت مولانا رومی قدس سرہ نے اپنی مثنوی شریف میں اشعار میں واقعہ بالتفصیل لکھا ہے وہ یہ ہے ؎

تفسیر عالمانہ:۔ علّمہ۔ سکھایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن یعنی قرآن آپ پر نازل کیا اور آپ کے سامنے پڑھا اور بیان کیا۔ یہ اُس وقت ہے جب وحی بمعنی الکتاب ہو اگر بمعنی الہام ہو تو تعلیم سے مراد اس کا آپ کے قلب اقدس تک پہنچانا مراد ہوگا جیسے اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پہ فرمایا نزل بہ الروح الامین علی قلبك۔ (اسے روح امین نے آپ کے قلب اقدس پہ تارا)۔ شدید القوی (بہت بڑی قوت والے نے) یہ اضافت الصفت الی الفاعل کے قبیل سے ہے (جیسے حسن الوجہ) اس کا موصوف محذوف ہے یعنی تلك شدید القوی (وہ فرشتہ جو بڑی قوت والا ہے) اس سے حضرت جبریل علیہ السلام مراد ہیں۔ کیونکہ یہی خوارق کے اظہار کے سبب ہیں۔

حضرت جبریل علیہ السلام کی قوت کا بیان:۔ (۱) حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں کو تحت الثریٰ

حاشیہ بقیہ صہ ۱۳۱ کا:۔

۱۔ لوح محفوظست او را پیشوا
از چہ محفوظست محفوظ از خطاء

۲۔ نے نجومست و نے رملست و نہ خواب
وحی حق واللہ اعلم بالصواب

۳۔ از پئے روپوش عامہ در بیان
وحی دل گویند او را صوفیاں

۴۔ وحی دل گیرش کہ منظرگاہ اُوست
چوں خطا باشد چو دل آگاہ اُوست

۵۔ مومنا بنظر بنور اللہ شدی
از خطا و سہو ایمن آمدی

ترجمہ:۔(۱) لوح محفوظ ہے اس کا پیشوا ہے اگرچہ محفوظ ہے تو محفوظ ہے خطا سے۔

(۲) نہ نجوم ہے نہ رمل ہے نہ خواب وحی حق ہے واللہ اعلم بالصواب۔

(۳) عوام سے وہ روپوش رہتے ہیں اسے دل کی وحی کہتے ہیں صوفیا کرام

(۴) وحی دلگیر اس کی منظر گاہ ہے خطا کیسے ہو جب دل آگاہ ہے۔

(۵) ۔ اے مومن تو نور اللہ سے دیکھنے والا ہوگیا ہے اسی لیے خطا و سہو سے تو بے غم ہے۔

ایک پَر پر اُٹھا کر آسمان پر لے گئے یہاں تک کہ اہل السماء نے ان کے کتوں کے بھونکنے اور مرغ کی آواز کو سنا۔
(۲) ثمود کی قوم کو ایک ہی چنگھاڑ سے ایسا پچھاڑا کہ وہ سب کے گھٹنوں کے بل پڑے تھے۔
(۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابلیس کے ساتھ زمین کے بعض گوشوں کا ذکر سنتے ہی جبریل علیہ السلام نے ایک پر کے جھونکے سے نینوا کے پہاڑ کے آخری حصّہ تک پہنچا دیا۔
(۴) انبیاء علیہم السلام کے ہاں حاضری کے وقت سدرۃ المنتہیٰ سے آنکھ جھپکنے کی مقدار میں آتے جاتے۔

ذو مرۃ۔ صاحب قوت یعنی ان کے عقل و رائے میں استحکام اور دین میں متانت ہے۔

حل لغات:۔ المفردات میں ہے امررت الحبل بمعنی فتلتہ میں نے رسّی کو بٹا المریر والممر یعنی المفتول (بٹی ہوئی شے) اسی سے ہے ذو مرۃ یعنی جبریل علیہ السلام اور المریرہ وہ رسّی جو سخت بٹی ہوئی ہو فاستویٰ۔ تو برابر ہوا بطریق تفسیر اس کا عطف علّمہ پر ہے اسی لیے ما اوحیٰ تک طریق تعلیم کی کیفیت کا بیان ہے یعنی جبریل علیہ السلام قائم ہوئے اور اپنی اس اصلی صورت میں قرار پلائے جس پر انھیں پیدا کیا گیا۔

حضرت جبریل علیہ السلام کے پر: حضرت جبریل علیہ السلام کے چھ سو پر ہیں جو موتیوں سے مزیّن ہیں۔ اس سے وہ صورت مراد نہیں جس میں متمثّل ہو کر وحی لے کر دحیہ کلبی امیر العرب کی صورت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے یا حضرت ابراھیم علیہ السلام کے ہاں مہمانوں کی صورت میں آئے یا داؤد علیہ السلام کی خدمت میں خصم کی شکل میں آئے وہ اس لیے کہ حضور علیہ السلام چاہتے تھے کہ جبریل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھیں چنانچہ آپ جبل حرا (جسے جبل نور کہا جاتا ہے) جو کہ مکہ معظمہ کے قریب ہے[1]۔ پر رونق افروز تھے تو فرمایا میں ٹھہر گئے اور وحی قلوب کے لیے مقرر ہو گئے اسی لیے آپ کو روح القدس کہا جاتا ہے یعنی حیات القلوب کے لیے آپ کی وحی ایسے تھی جیسے جسم کے لیے حیات کا سبب روح ہے اس معنیٰ پر ان کے سات سو پروں کی چھ سو جنھوں نے زمین کو مغرب تک بھر دیا اور تمام کناروں پر چھا گئے اسے دیکھ کر حضور علیہ السلام ایسے بیہوش ہو کر گرے جیسے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جبل طور میں بیہوش ہو کر گرے تھے پھر حضرت جبریل علیہ السلام زمین پر انسانی شکل میں نازل ہوئے اور آتے ہی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گلے لگایا اور آپ کے چہرۂ اقدس سے گرد و غبار صاف کی۔

---

[1] جہاں اب بسوں وغیرہ کا اڈہ ہے ۱۲ اویسی غفرلہٗ

نکتہ:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں فانی جسد کے ساتھ تھے اور ایسا فانی جسد ان اشیاء کا متحمل نہیں جو اطوار عقل سے وراء ہے اس میں ایک یہی ہے کہ فرشتہ اپنی اصلی صورت میں حاضر ہو ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تو وہ کمال ہے جو اس دنیا میں ذاتِ باری تعالیٰ کو انہی ظاہری (بشری) آنکھوں سے بلا حجاب دیکھا۔

فائدہ:۔ زمین پر جبریل علیہ السلام کو اصلی صورت میں کسی نے نہیں دیکھا سوائے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ نے انہیں دوبارہ دیکھا ایک دفعہ زمین پر دوسری دفعہ آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ پر شب معراج میں جس کی تفصیل آئے گی (انشاء اللہ)

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا:۔ مروی ہے کہ سیدنا امیر حمزہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عرض کیا کہ مجھے حضرت جبریل علیہ السلام کی صورتِ اصلیہ دکھلائیے آپ نے فرمایا کہ آپ اسے نہیں دیکھ سکیں گے۔ عرض کی کچھ بھی ہو میں انہیں دیکھوں گا ضرور۔ آپ نے فرمایا ٹھہریئے اسی وقت جبریل علیہ السلام نازل ہو کر کعبہ کے قریب اس لکڑی پر بیٹھ گئے جس پر کفار طواف کے وقت کپڑے اُتار کر رکھا کرتے تھے آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اس لکڑی کی طرف دیکھئے حضرت حمزہ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کے دونوں قدم زبرجد اخضر کے پر ہیں بس اتنا دیکھتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑے۔

فائدہ:۔ بعض روایات میں ہے کہ انہیں گھوڑے پر سوار دیکھا اور دیا آپ کے ملکھا اور آپ کے چہرے میں رونے سے اتنی گہری جھریاں تھیں کہ اگر ان میں کشتیاں چلائی جائیں تو چل سکتی تھیں۔

نکتہ:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دوبارہ اس لیے دیکھا تاکہ آپ کے امر نبوت کی تکمیل ہو۔ ایک دفعہ عالمِ کون وفساد میں دوسرا منزہ اور اعلیٰ ترین مقام میں۔

نکتہ:۔ حضرت جبریل علیہ السلام پہلے اصلی صورت میں اس لیے دکھائے گئے تاکہ آئندہ جو دحیہ کلبی کی صورت میں آئیں تو یقین ہو کہ واقعی یہ وہی ہیں جو اصلی صورت میں نظر آئے تھے اسی لیے جب بھی حضرت جبریل علیہ السلام کو آپ دیکھتے تھے تو آپ کو اس میں کسی قسم کا اشتباہ نہ ہوتا کہ یہ کون ہے۔

سوال:۔ کشف الاسرار میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ فرشتہ اپنی صورت میں تبدیلی کر کے دوسری صورت میں آتا تھا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو تغیر الصور کی قدرت ہے کیونکہ تم

نے کہا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کبھی کسی مرد (دحیہ کلبی) کی شکل میں حاضر ہوتے اور کبھی اصلی شکل میں اور یہ بھی ہے کہ قریش مکہ کے ہاں (ابلیس لعین شیخ نجد کی صورت میں آتا تھا)۔

جواب(۱):۔ تغییر صور بمعنی تغییر ترکیب وتالیف یہ تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو قدرت نہیں ہاں جبریل علیہ السلام کا آدمی کی شکل میں آنا یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی صنعت سے تھا۔ کہ جبریل امین علیہ السلام کی اپنی ذاتی قدرت سے اور وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں مختلف اطوار سے اس لیے حاضر ہوتا تاکہ آپ کو یقین ہو کہ یہ وہ قدرت ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں وہ یہی کہ جبریل علیہ السلام کبھی تو ایسے ہوتے کہ تمام کناروں پر چھا جاتے لیکن کبھی ایک چھوٹے سے مکان میں سما جاتے۔

جواب(۲):۔ ابلیس کا شیخ نجدی کی شکل میں آنا وہ صرف دیکھنے والوں کی خیالی صورت تھی نہ کہ تحقیقی یہ ایسے ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں لوگوں کو رسیوں اور لکڑیوں کے سانپ نظر آئے وہ خیالی امر تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاذا حبالھم وعصیّھم یخیّل الیہ من سحرھم انھا تسعٰی۔ اچانک ان کی رسیاں اور لکڑیاں جادوگروں کے جادو سے سانپ خیال کی جاتی تھیں کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔

فائدہ:۔ آکام المرجان میں ہے کہ قاضی ابو یعلی نے فرمایا کہ شیاطین میں تغییر خلق کی طاقت نہیں اور نہ ہی یہ طاقت رکھتے تھے کہ وہ انسانوں۔ جانوروں اور پرندوں کی صورتوں میں آسکیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی کلمات بتائے یا کوئی ایسا فعل سمجھائے کہ جسے وہ عمل میں لائے تو اللہ تعالیٰ اسے ایک صورت سے دوسری صورت میں تبدیل فرمادے پھر اس کے لیے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس پر قادر ہے کہ وہ وہی قول کہہ کر یا وہی فعل عمل میں لا کر بطریق عادت ایک صورت سے دوسری صورت میں آسکتا ہے۔ ایسا نہیں کہ وہ ذاتی طور اس صورت کو تبدیل کرے یہ محال ہے کیونکہ ایک صورت سے دوسری صورت میں منتقل ہونا انسانی ڈھانچہ کو توڑنا اور اجزاء کو متفرق کرنا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا کیونکہ جب ڈھانچہ ٹوٹ جائے گا تو حیات باقی نہ رہے گی بہرحال ایسا ہونا محال ہے کہ ایک وجود دوسرے وجود میں آجائے ہاں ملائکہ کا مختلف شکلوں میں متشکل ہونا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت ہے۔

فائدہ:۔ والہی الاسکوبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا جو کہتا ہے کہ جبریل علیہ السلام متمثل ہوئے یا ابلیس متشکل ہوا تو اس کی مراد یہ نہیں کہ انھوں نے از خود ایسا کیا ہے اور وہ اپنی ذاتی طاقت سے ایسے ہو گئے ہیں بلکہ اس کی مراد یہ ہے کہ انھیں اللہ تعالیٰ سے قدرت عطا ہوئی جس سے وہ متمثل ومتشکل ہوئے جیسے وہ چاہتے اس طرح سے دو قولوں میں (بعض نے کہا متمثل ہو سکتے ہیں بعض نے کہا نہیں) منافات نہیں خلاصہ یہ

کہ متمثل و متشکل ہونا اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اسباب سے عقیدہ رکھنا حرج نہیں[1]۔

سوال: انسان العیون میں ہے کہ اگر کوئی سوال کرے کہ جس وقت جبریل علیہ السلام اصلی شکل کو چھوڑ کر دحیہ کلبی یا کسی اور آدمی کی شکل میں تشریف لاتے تو رُوح تو اس شکل میں ہے تو پھر اصلی شکل کو ہم زندہ سمجھیں یا مردہ۔

جواب: آنے والے (دحیہ کلبی یا دوسری شکل میں رُوح نہیں بلکہ وہ جسد ہوتا تھا جو اس شکل میں متشکل ہوتا جس میں رُوح کا تصرف تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنات کی طرح ملائکہ کرام کو بھی طاقت دے رکھی ہے کہ وہ جس شکل میں متشکل ہونا چاہیں ہو جائیں۔ اس تقریر پر وہ ایک جسم (جبریل) ہوگا جس نے دوسری شکل اختیار کر لی ہوتی اسی لیے حضرت امام حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فرشتے کا مرد کی شکل ہونے کا یہ معنیٰ نہیں کہ ان کی ذات رجولیت میں تبدیل ہو گئی بلکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اس صورت میں ظاہر ہوئے اس لیے کہ جس ذات سے انھوں نے گفتگو کرنی ہے وہ اسی شکل سے مانوس ہیں اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جبریلی صورت زائدہ نہ زائل ہوئی اور نہ ہی مٹ جاتی بلکہ صرف دیکھنے والے سے پوشیدہ ہو جاتی۔

غالی شیعوں کا رد: اس سے غالی شیعوں نے استدلال کیا ہے کہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ حضرت علی اور ان کی اولاد (بارہ ائمہ) (رضی اللہ عنہم) کی شکل میں ظاہر ہوتا تھا (معاذ اللہ) یہ عقیدہ اتنا غلط ہے کہ جو ہمارے دور کے شیعہ کو بھی قبول ہے (اگر کسی شیعہ کا یہ عقیدہ ہے تو فقیر کو مطلع کرے فقیر اس کا مدلل جواب پیش کرے) اویسی غفرلہٗ۔

فائدہ: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرشتہ (جبریل علیہ السلام مثلاً) کے اجسام متعدد ہو جاتے ہیں نیز یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رُوح ملک (فرشتہ) کو ایسی قوت عطا فرما دی کہ وہ متعدد اجسام میں متصرف کرے جو اس کا اصلی جسم میں تصرف بھی مفقود نہ ہو بلکہ موجود رہے جیسے ابدال (اولیاء) کو قوت بخشی۔

ابدال کی طاقت کا بیان: وہابی غیر مقلد اور نجدی سرے سے ابدال کے وجود کے منکر ہیں اگرچہ اولیاء کو مطلقاً مانتے ہیں لیکن ان کے تصرفات کے عقیدہ کو

---

[1] یہ ہم اہلسنت کا موقف ہے جو دورِ حاضرہ میں اختلاف چل رہا ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولیاء کرام مدد کرتے ہیں ہم کہتے ہیں کرتے ہیں وہابی نجدی دیوبندی ایسے عقیدہ کو شرک کہتے ہیں تو اس کا یہی جواب ہے جو اُوپر گزرا۔

شرک کہتے ہیں ان کی تردید میں صاحب رُوح البیان صدیوں پہلے لکھ دیا) اضافہ اویسی غفرلہٗ)

لانہم یرحلون الی مکان یقیمون فی مکانہم شبحاً اٰخر شبیہا تشبحہم الاصلی یدلا منہ ۔ (روح البیان ص۲۱۵ ج۹)

ترجمہ:۔ وہ ایک دوسری جگہ کی طرف منتقل ہو جاتے اور اپنی جگہ دوسرا جسم چھوڑ جاتے ہیں جو ان کے اصلی جسم کے مشابہ اور اس کا بدل ہوتا ہے ۔

اس کے بعد چند حکایات نقل کرنے سے پہلے لکھتے ہیں کہ حضرت ابن السبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الطبقات میں لکھا کہ:۔

ان کرامات الاولیاء انواع وعد منہا ان یکون لہ اجساد متعددۃ قال وھذا ھو الذی یسمیہ الصوفیۃ بعالم المثال ومنہ قصۃ قضیب البان وغیرہ ای کواقعۃ الشیخ عبد القادر الطبحطوطی فقد ذکر الجلل لیسوطی انہ رفع الیہ سوال فی رجل حلف بالطلاق ان ولی اللہ الشیخ عبد القادر الطبحطوطی بات عندہ لیلۃ کذا فحلف اٰخر بالطلاق انہ بات عندہ تلک اللیلۃ بعینہا فہل یقع الطلاق علی احدھما فارسلت قاصدی الی الشیخ عبد القادر افسألہ عن ذلک فقال لو قال اربعون انی موجود عندہم لصدقوا فافتیت بانہ لا حنث علی واحد منہما لان تعدد الصور بالتخیل والتشکل ممکن کما یقع للجان[1]۔

(روح البیان ص۲۱۶ ج۹)

ترجمہ:۔ اولیاء کرام کی کرامات کئی قسم ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے اجسام متعدد ہو جاتے ہیں فرمایا یہ وہی اصطلاح ہے جسے صوفیاء کرام عالم مثال سے تعبیر کرتے ہیں اسی سے ہے قضیب البان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ کے واقعات ہیں جیسے حضرت شیخ عبد القادر طبحطوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا کہ ان سے ایک سوال ہوا کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ شیخ عبد القادر طبحطوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فلاں شب اپنے گھر میں تھے اگر

---

[1] اسی مضمون کو شیخ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اتنا بڑھایا کہ وہ ایک مستقل رسالہ ہو گیا اس کا نام رکھا "المنجلی فی تطور الولی" فقیر نے اس کا ترجمہ اردو اور حاشیہ لکھ کر نام رکھا "ولی اللہ کی پرواز" پھر ایک مستقل تصنیف خود لکھی بنام "الانجلاء فی تطور الاولیاء"

غلط ہو تو اس کی عورت کو طلاق دوسرے نے بھی یہی قسم کھائی سوال ہوا کہ ان میں کس کی عورت کو طلاق واقع ہوگی سیوطی نے فرمایا میں نے شیخ عبد القادر صبحطوطی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آدمی بھیج کر پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ تو دو ہیں اگر چالیس اشخاص ایسے کہتے تو بھی میں ان کے گھر موجود ہوتا اور وہ اپنی قسم میں سچے ہوتے اس کے بعد میں نے فتویٰ لکھا کہ ان دونوں میں کسی کی عورت کو طلاق نہ ہوگی کیونکہ صورتوں کا متعدد ہونا تخیل و تشکل ممکن ہے جیسے جنات کے لیے ہوتا ہے۔

حکایت[1] :۔ امام شعرانی قدس سرہ نے فرمایا کہ مجھے الشیخ محمد الخضری کے ایک صحبت یافتہ نے فرمایا کہ شیخ نے ایک دن میں پچاس مقامات پر جمعہ کا خطبہ پڑھا اور انھیں امام بن کر نماز بھی پڑھائی۔

حکایت[2] :۔ حضرت الشیخ حسین ابو علی جو مصر (محروسہ) میں مدفون ہیں کے ایک مرید صادق نے خبر دی کہ مختلف شکلوں میں تشکل ہونا ان کی عادت بن گئی تھی کہ رات اور دن میں کئی صورتیں اختیار فرما لیتے تھے یہاں تک کبھی درندوں کی شکل میں اور کبھی جانوروں کی صورتوں میں ایک دفعہ آپ کا ایک دشمن آپ کو شہید کرنے آیا تو دیکھا کہ آپ پہلے سے تلوار سے ٹکڑے ہوئے پڑے ہیں رات کا وقت دشمنوں نے آپ کے وہی ٹکڑے اٹھا کر کہیں دور ایک ٹیلے پر چھوڑ آئے لیکن صبح کو دیکھا تو آپ بدستور اپنے مسکن میں موجود ہیں اور کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔

فائدہ :۔ جواہر الشعرانی میں ہے کہ

وصورۃ التطور ان یقدر اللہ الروح علی تدبیر ما شاءت من الاجسام المقصودۃ مخلعۃ کن فللاولیاء ذالك فی الدنیا بحکم خرق العادۃ واما فی الآخرۃ فان نفس نشأۃ اھل الجنۃ تعطی ذلك فیدبر الواحد الاجسام المتعددۃ کما یدبر الروح الواحد سائر الاعضاء البدن فتکون تسمع وانت تبصر وتبطش وتمشی ونحو ذلك (روح البیان ص۲۱۶ ج۹)

ترجمہ :۔ تطور کی صورت یہ ہے کہ روح جو چاہے اجسام متعددہ کی تدبیر بنائے اسے خلقہ کن نصیب ہوئی دنیا میں اولیاء کو ایسی خرق عادت حاصل ہے اور آخرت میں تو ہر شخص ایسی طاقت دیا جائے گا ایک جسم متعدد اجسام میں تدبیر کرے گا ایسے جیسے ایک روح سارے جسم میں بیک وقت تصرف

---

[1] اس سے الیواقیت والجواہر مراد ہے (اویسی غفرلہ ۱۲)

کرتا ہے وہ بیک وقت سنتا ہے دیکھتا ہے پکڑتا ہے چلتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ :۔ الفتوحات المکیہ میں ہے ؛

والذی اعطاہ الکشف الصحیح ان اجسام اھل الجنۃ تنطوی فی ارواحھم فتکون الارواح ظروفا للاجسام عکس ما کانت الدنیا فیکون الظھور والحکم فی الدار الاٰخرۃ للجسم للروح ولھذا یتحولون فی ای صورۃ شاء کما ھو الیوم عندنا للملائکۃ وعالم الارواح۔ (روح البیان ص۲۱۶)

ترجمہ :۔ ایک کشف یہ نصیب ہوا کہ اہل جنت کے اجسام ان کی ارواح میں لپیٹے جائیں گے یعنی دنیا کے برعکس آخرت میں ظہور اجسام کا نہ ہوگا بلکہ ارواح کا اسی لیے وہ جیسے چاہیں پھرتے گھومتے نظر آئیں گے جیسے آج ہمارے لیے ملائکہ و عالم ارواح۔

عالم مثال کی تحقیق :۔ عالم مثال اجسام و ارواح کے درمیان ایک عالم ہے جو عالم اجساد سے لطیف اور عالم ارواح سے کثیف ہے۔ ارواح متجسّد ہو کر عالم مثال میں مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی ہیں یہ جواب حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے جواب سے بہتر ہے جو انہوں نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام کی اصلی صورت صورتِ حاضرہ میں مندمج (پوشیدہ) ہو جاتی ہے۔

فائدہ :۔ حضرت جبریل علیہ السلام مدینہ طیبہ میں ہی دحیہ کلبی (رضی اللہ عنہ) کی شکل میں آتے تھے کیونکہ دحیہ کلبی (رضی اللہ عنہ) غزوۂ بدر کے بعد مسلمان ہوئے۔ خود بدر میں بھی وہ شریک نہ تھے یہ اس لیے کہ دحیہ کلبی جب کفر کی حالت میں تھے اس وقت جبریل علیہ السلام کا ان کی شکل میں آنا ناموزوں تھا۔

فائدہ :۔ حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دحیہ کلبی اپنے زمانہ میں بہت بڑے حسین و جمیل تھے اس میں اشارہ تھا گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محبوب جبریل علیہ الصلوٰۃ کا اس صورت حسین و جمیل میں آنا بتا رہا ہے اور آپ کے اور میرے درمیان سفیر وہ حسن و جمال ہے جو میرے پاس ہے اس سے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوش رکھنا مطلوب تھا بالخصوص ان احکامات کے وقت جو مبنی بر وعیدات ہوتے تھے کیونکہ اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان محرمات سے سکون ملتا تھا جو لوگوں کے زجر و توبیخ کے موجبات تھے۔ یہ بات موزوں تو ہے لیکن یہ اس وقت ہے کہ ہر وقت جبریل علیہ السلام کا اسی صورت میں آنا ثابت ہو حالانکہ صورت برعکس ہے کہ کبھی دحیہ کلبی

کے علاوہ دوسری صورتوں میں بھی آیا جایا کرتے تھے۔[۱]

فائدہ:۔ ملائکہ کرام میں جو پَر ہوتے ہیں وہی اُن کی قوتِ روحانیہ وصفت ملکیہ ہے نہ یہ کہ اس طرح کے پر جو پرندوں میں ہوتے ہیں اور یہ اس کے منافی بھی نہیں کہ ان کا ایک پَر مشرق ومغرب پر چھا جاتا تھا (کذا ذکرہ السہیلی)۔

صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے کہ یہ عقلاً محال نہیں کہ کہا جائے کہ وہ پَر قوت روحانی کا نام ہے اور وہ پرندوں کے پَروں کی طرح بھی ہو تو حرج کیا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ پَر ان پرندوں کی طرح نہ ہوں وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ معقولات محسوسات کے ارد گرد گھومتے ہیں۔ ان میں موافقت پیدا کرنا حکمت کے لیے زیادہ موزوں اور قدرت کے لیے زیادہ اچھا ہوتا ہے اس کی تحقیق سورۃ الملائکہ میں بیان ہو چکی ہے۔ اس میں تو کسی اہل عقل کو کلام نہیں۔ البتہ اس میں کلام ہے کہ جبریل علیہ السلام کے پَر چھ سو ہیں یا ان سے کم وبیش۔ مجھے اس میں کوئی تحقیق نہیں ہوئی اور نہ ہی کسی محقق سے اس کی تصریح ملی ہے اور نہ ہی اشارات سے معلوم ہوا ہے ہاں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کی تحقیق ہو سکتی ہے کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے ہی معلومات حاصل تھے آپ اپنے طور پر کچھ نہیں فرماتے تھے اور نہ ہی تخمینہ کے طور پر کچھ کہتے لیکن آپ کو معراج رات کو ہوئی اور وہ بھی فناء تام سے اور رات مظہر الفناء نہ کہ دن کہ وہ مظہر البقاء ہے۔

فناء کے سات مقام:۔ فناء کے مراتب سات اسماء کے مراتب پر ہیں اور اسماء سے سات اسماء باری تعالیٰ مراد ہیں جن کا ساتواں اسم القیوم ہے اس لیے حرم مکہ کے سات مینار ہیں (یہ اُس وقت جب صاحب رُوح البیان کا زمانہ تھا) کیونکہ بقاء کا راز حرم نبوی میں ظاہر ہونا اسی لیے اس کے پانچ مینار ہیں (از زمانہ صاحب رُوح البیان قدس سرہٗ) اور یہ پانچ اسماء بارہ کا بقایا ہیں۔ (یعنی سات فناء کے مراتب پر اور پانچ بقاء کے مراتب پر کل بارہ ہوئے) ان پانچ اسماء کا آخری اسم احد صمد ہے اور سات اسماء میں سے ہر ایک کا

---

[۱] جیسے حضرت عمرؓ والی روایت جو مشکوٰۃ شریف کی پہلی حدیث ہے اس میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام اجنبی صورت میں آتے تھے ۱۲ اویسی غفرلہٗ۔

تفصیلی اعتبار سے سو سو کا مرتبہ ہے جیسا کہ اسماء حسنیٰ کا مع احدیت الجمع کا قاعدہ ہے تو اس کو جمع کرنے پر سات سو ہوئے۔

جبریل علیہ السلام مقام فنا پہ تھے نہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیونکہ آپ مقام بقا میں تھے یہی وجہ ہے کہ جبریل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ پر ٹھہر گئے اور عرض کی :

لو دنوت انملة لاحترقت !

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں سے آگے بڑھ کر عرش الٰہی تک پہنچے اس اعتبار سے حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام پر غلبہ پایا اور جبریل علیہ السلام کی سیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیر کے مقابلہ میں مقہور و مغلوب ہوئی تو جبریل علیہ السلام کی سیر کی انتہا اسم قیوم تک پہنچی اور وہ اپنے مقام میں اس زمین پر نہیں سما سکتا اب میں آسمان کی طرف دیکھتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے آسمان کی طرف دیکھا تو حضرت جبریل علیہ السلام اصلی شکل میں مشرق سے ظاہر ہوئے (صورتاً و معناً) صورتیں تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیر اسم قہار تک تھی اسی لیے آپ نے جبریل علیہ السلام کی محصور اشیاء کو بھی محصور کر لیا اس لیے آپ کے سات سو معنوی پر تھے۔

ملکوتی قوت سے نبوت کی قوت بڑھ کر:۔ ہم اہلسنت کہتے ہیں کہ جہاں ملکوت کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے نبوت کی ابتداء ہوتی ہے اس قاعدہ کو صاحب روح البیان[1] ایک عرصہ پہلے لکھ گئے وہ یہ :

فظهر ان القوة النبوية ازيد من القوة الملكية لانها القوة الالهية

ترجمہ: معلوم ہوا کہ نبوت کی طاقت ملکیہ کی طاقت سے کئی گنا زائد ہے اسی لیے نبوت میں قوت الٰہیہ ہے۔

دلائل قرآن:۔ اس قاعدہ کی دلیل میں فرمایا کہ وقد قال اللہ تعالیٰ ید اللہ فوق ایدیھم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام کا نبی علیہ السلام سے فیض پانا: یہ بھی ہم اہلسنت کا قاعدہ ہے جسے صاحب روح البیان قدس سرہ نے یوں بیان فرمایا :

وان جبريل لكونه من الايدى انما يستفيد اليه والقوة من النبى صلى الله عليه واله وسلم وقوته فاعرف ذلك وكن من الموقنين ولا تكن من الوهابيين وهما لخوارج فى زماننا

---

[1] اضافہ از اویسی غفرلہٗ

ترجمہ:۔ جبریل علیہ السلام ہاتھوں سے ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استفادہ کرتے ہیں یعنی جبریل علیہ السلام بھی ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض کے محتاج ہیں) اسے اچھی طرح سمجھ اور یقین کر (وہابی زبن)۔

تفسیر عالمانہ:۔ وھو بالافق الاعلیٰ (اور وہ اعلیٰ کنارہ پر تھے) یہ استواء کے فاعل سے حال ہے۔

حل لغات:۔ الافق وہ دائرہ جو فلک کی جو شے دیکھی جاتی ہے اور جو نہیں دیکھی جاتی کے درمیان فصل کرے یہاں اُفق اعلیٰ سے مطلع الشمس مراد ہے جیسے افق دونی سے مغرب مراد ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ حالانکہ وہ جبریل علیہ السلام افق شمس میں یعنی دنیا کے انتہائی حصّہ یعنی مطلع الشمس کے نزدیک تھے یعنی اس کنارہ بلند تراز آسمان پر تھے یعنی مطلع الشمس کے نزدیک۔

فائدہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ شمس کا مطلع و مغرب انسان کے سر اور پاؤں کی طرح ہے اگرچہ زمین کی شکل گیند جیسی ہے جیساکہ گزرا اس کی مثال انسان کی رُوح و جسم کی ہے اور روح عالم علوی سے ہے اور جسم عالم سفلی سے ہے۔ روح نے عالم علوی سے طلوع کر کے عالم جسم میں غروب کیا۔

ثم دنا۔ (پھر قریب ہوا) یعنی نبی علیہ السلام کے ہاں قریب ہونے کا ارادہ کیا در انحالیکہ آپ غار حراء میں[1] تھے۔

---

[1] غار حراء میں ہر شب کو دیوان صالحین میں محبوبان خدا کا اجتماع ہوتا ہے اس کی تفصیل الابریز شریف میں یوں ہے۔

دیوان صالحین:۔ غار حراء پر زمانہ قدیم سے منعقد ہوتا چلا آیا ہے جس میں اُمور عالم طے کیے جاتے ہیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہ دیوان ملائکہ سے معمور تھا پھر بعثت کے بعد اُمت مرحومہ کے اولیاء رفتہ رفتہ اس منصب پر فائز ہوتے رہے اور وہ ملائکہ آسمان پر جاتے رہے یہاں تک کہ دیوان اولیاء اُمت سے معمور ہو گیا اور اہل دیوان میں کوئی فرق باقی نہ رہا اس کا انعقاد یوں ہوتا ہے کہ غوث کی نشست بیرون غار بایں طور ہوتی ہے کہ مکہ معظمہ ان کے دائیں شانے کے پیچھے اور مدینہ شریف بائیں زانوں کے سامنے اور چار قطب دائیں طرف اور تین بائیں جانب اور وکیل سامنے ہوتا ہے جس کو قاضی دیوان کہتے ہیں۔ یہ غوث کی خدمت میں

حل لغات :۔ الدنو بمعنی بالذات یا بالحکم قریب ہونا یہ زمان و مکان اور منزل میں مستعمل ہوتا ہے (المفردات) فتدلٰی ۔ تو ۔

حاشیہ بقیہ صـ ۱۴۲ کا

حاضرین دیوان کی درخواستیں پیش کرتے ہیں بحکم غوث اقطاب سبع فیصلے صادر فرماتے ہیں کچھ عملہ اُن ساتوں قطب میں سے ایک کے ماتحت ہوتا ہے وکیل کے پیچھے چھ صفیں ہوتی ہیں پہلی صف بشکل دائرہ دائیں طرف کے چوتھے قطب سے شروع ہوکر بائیں جانب کے اقطاب پر ختم ہوتی ہے اسی طرح باقی ماندہ صفیں بشکل دائرہ ہوتی ہیں اس دیوان میں کبھی کبھی مالک کونین شہنشاہ دارین صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوکر غوث کی نشست گاہ پر تشریف فرما ہوتے اور انھیں سے کلام فرماتے ہیں ۔ غوث وکیل کی جگہ چلے جاتے ہیں اور وکیل صف میں داخل ہوجاتے ہیں ۔ بروقت تشریف آوری آپ کے ساتھ ایسے انوار ہیبت و جلال کا ہجوم ہوتا ہے جو دیکھنے والوں کو خاکستر کر ڈالیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو ان کے تحمل کی طاقت عطا فرماتا ہے پھر بھی آپ کی موجودگی میں جو امور صادر ہوتے ہیں ان کو محفوظ کرنے والوں کی تعداد قلیل ہوتی ہے اسی طرح آپ کے تشریف لے جانے کے بعد غوث کے ساتھ ایسے انوار ہوتے ہیں جن کی وجہ سے اہل دیوان کو غوث سے قریب ہونے کی تاب نہیں ہوتی ۔ فاصلے پر بیٹھتے ہیں اس دیوان کے انعقاد کا وقت وہی سہانی گھڑی ہے جس میں سرور انبیاء محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے اس دنیا کو سرفراز فرمایا تھا یعنی شب کے آخری تہائی حصّہ میں جو خاص طور پر دعا کی مقبولیت کا وقت ہے ۔

اور ہر شب کے اسی حصّے میں رب العزت جل جلالہٗ آسمان دنیا پر خاص تجلی فرما کر ندا فرماتا ہے ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی دُعا کو قبول کردں ۔ ہے کوئی سوال کرنے والا کہ اس کو عطا فرماؤں ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا کہ اس کی مغفرت فرماؤں ۔

اگر کوئی شخص اس مبارک وقت میں بیدار ہونا چاہے تو علمائے کرام نے اس کے واسطے ایک عمل تحریر فرمایا ہے جس کے کرنے سے اس وقت مسعود میں آنکھ کھل جائے گی ۔

وہ یہ ہے کہ سوتے وقت سورت کہف شریف کی آخری چار آیتیں پڑھ کر بارگاہ الٰہی میں عرض کرے کہ پروردگارا اس سہانی گھڑی میں بیدار فرما دینا جس میں ماہتاب رسالت نے طلوع فرمایا تھا وہ آیتیں یہ ہیں :۔

حل لغات:۔ التدلی بمعنی لاسترلال مع تعلق یعنی جبریل علیہ السلام رفق اعلیٰ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آئے باوجودیکہ وہ افق اعلیٰ سے متعلق رہے۔ یہ اس محاورہ سے ہے۔ تدلت الثمرۃ (پھل لٹکا) اور دلّی رجلیہ من السریر۔ تخت (چارپائی وغیرہ) سے پاؤں لٹکائے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اگر تم نیچے والی زمین پر رسّی لٹکاؤ تو وہ اللہ پر یعنی اس کے علم و قدرت و سلطنت پر اترے گی کیونکہ اس کا علم و قدرت اور سلطنت ہر جگہ ہے) کہا جاتا ہے۔ ادلی دلوہ (اس نے اپنا بوکہ لٹکایا) الدوالی وہ ثمر جو لٹکا ہوا ہو) جسے فارسی میں اونک کہتے ہیں۔ فکان قاب قوسین۔ تو ان کے درمیان کی امتداد کی مقدار یعنی ان کے مابین مسافت بمقدار

حاشیہ بقیہ صـ۱۴۳ کا

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَھُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ہ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْھَا حِوَلًا ہ قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِہٖ مَدَدًا ہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا ہ

ترجمہ:۔ بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے فردوس کے باغ ان کی مہمانی ہے وہ ہمیشہ ان ہی میں رہیں گے ان سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے تم فرماؤ اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہیں ہوں گی اگر چہ ہم ویسا ہی اس کی مدد کو لے آئیں تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔ مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک معبود ہے تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہیئے کہ نیک کام کرے۔ اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں غوث کا لقب عبد اللہ ہوتا ہے اور زبردست راست عبد الرب اور وزیر دست چپ عبد الملک کے ساتھ ملقب ہوتے ہیں اس سلطنت میں وزیر دست چپ وزیر راست سے اعلیٰ ہوتا ہے بخلاف سلطنت دنیا۔ کیوں؟ اس لیے کہ یہ سلطنت قلب ہے تو اور قلب جانب ہوتا ہے (مزید تفصیل و عجیب و غریب ابحاث الابریز شریف میں دیکھئے۔

قاب قوسین تھی۔

حل لغات:۔ قوسین قسی العرب سے ہے بمعنی مقدار یعنی ان کے قرب کی مسافت۔

سوال:۔ قوسین کے ذکر کی کیا ضرورت تھی؟

جواب:۔ چونکہ قرآن مجید لغت عرب میں نازل ہوا ہے اور عرب کی عادت ہے وہ اشیاء کی مسافت قوسین سے بتاتے (کیونکہ اُس وقت سوا اُس کے کوئی مسافت بتلانے کا کوئی اور آلہ ان کے ہاں مروج نہ تھا اسی لیے قوسین کا ذکر فرمایا)۔

فائدہ:۔ معالم التنزیل میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جبریل علیہ السلام کے درمیان قوسین کی مقدار مسافت تھی یعنی اتنی مقدار جو کمان اور وتر (اس کے تاگے) کے درمیان ہوتی ہے۔

سوال:۔ قوسین تثنیہ کے ساتھ کیوں؟

جواب:۔ چونکہ قوس اور وتر لازم و ملزوم ہیں اسی لیے قوس (کمان) کو وتر پر غلبہ دے کر قوسین کہا گیا جیسے شمس و قمر کو قمرین اور ابوبکر و عمر کو عمرین کہا جاتا ہے اس میں قرب کی تاکید مطلوب ہے۔

فائدہ:۔ عرب کا دستور تھا کہ جب دو شخص آپس میں صلح وصفائی اور کوئی معاہدہ کرتے تو اپنی دو کمانیں لے کر ایک دوسرے سے ملا دیتے اس میں اشارہ ہوتا کہ وہ ہر دونوں آپس میں ایک دوسرے کی حمایت کریں گے۔

فائدہ:۔ بعض قوسین بمعنی ذراعین کیا ہے اور ذراع (ہاتھ) کو قوس سے اس لیے تعبیر کرتے ہیں کہ ہاتھ سے ناپی ہوئی شے کا اندازہ کیا جاتا ہے لیکن اُس وقت قرب التصاق اور بعد کا اعتبار نہ ہوگا کہ جس سے افادہ و استفادہ کا مفہوم نکالا جا سکے اس سے وہ حد مراد ہے جو احباب باادب کی نشست میں ہوتی ہے۔

(او ادنیٰ۔ یا اس سے کم یعنی اے مخاطبو یا تمہارے اندازہ پر یا وہ قوسین سے بھی کم مقدار میں تھے۔ یہ او یزیدون کی طرح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تشکیک محال ہے تو یہ روشک کے لیے ہے تو بندوں کی جہت سے۔

فائدہ:۔ یہ اس قاعدہ پر جو لعل میں ہے کہ وہ بھی بندوں کے لیے اُمید کے لیے معنیٰ میں آیا ہے اور قرآن میں متعدد مقامات میں ہے یعنی اے مخاطبو! اگر تم میں سے کوئی انہیں دیکھتا تو کہتا کہ قرب میں قاب قوسین کی مقدار تھی یا اس سے بھی کم تو تم پر قرب کی مقدار میں التباس پڑ جاتا۔

فائدہ:۔ ثُمَّ دَنٰی سے زو اَدنیٰ اتصال کی تمثیل کے لیے ہے اور تحقیق اس کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف جو کچھ وحی کیا گیا اسے آپ نے قرب کی وجہ سے خوب سُنا وہاں بُعد نہ تھا کہ آپ پر وحی کے الفاظ کا التباس ہو جاتا۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا اسے حقیقی معنیٰ پر محمول کیا ہے وہ یہ کہ جب جبریل علیہ السلام حضور سرورِ عالم صلی اللہ

علیہ وسلم کے قریب ہوئے تو التباس ہونے لگا جب قاب قوسین کی مقدار تک قریب ہوئے تو
آپ نے اسی صورت میں دیکھا جیسے آپ انھیں اکثر اوقات میں دیکھا کرتے تھے کہ کسی قسم کا شک
وشبہ کی گنجائش نہ رہی اس کے متعلق دیگر طرح کی گفتگو ہے جو ان آیات کے اختتام پر عرض کروں
گا (انشاء اللہ)

فاوحیٰ ۔ تو جبریل علیہ السلام نے وحی پیش کی ۔ الی عبدہٖ ۔ اللہ تعالیٰ کے عبد مقدس کی طرف ۔

سوال :۔ یہ ضمیر اضمار قبل الذکر کے قبیل سے ہے وہ تو نحو کے قاعدہ پر صحیح نہیں ۔

جواب :۔ جہاں پر مرجع میں اعلیٰ درجہ کا ظہور ہو وہ اضمار قبل الذکر صحیح ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے ما
ترك علی ظهرها من دابة (زمین کی پیٹھ پر کوئی جانور نہ چھوڑتا) یہ ضمیر الارض کی طرف راجع ہے ۔

فائدہ :۔ عبد جو اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت کی وجہ سے مشرف ہے اس سے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
مراد ہیں جیسے دوسرے مقام پر فرمایا سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ (پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے
عبد مقدس کو سیر کرائی ۔

ما اوحیٰ ۔ وہ جو وحی کی ان امور عظیمہ سے جسے بیان نہیں کیا جا سکتا یا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
جبریل علیہ السلام کے واسطہ سے عظیم امور کی وحی فرمائی ۔

ما کذب الفؤاد ۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب اقدس نے نہ جھٹلایا

یہ ما نافیہ ہے ۔

ما رایٰ ۔ وہ جو دیکھا یہ ما موصولہ ہے اس کا عائد محذوف ہے دراصل ما راٰہ ببصرہ ۔ وہ جو آنکھوں سے
جبریل علیہ السلام کو دیکھا یعنی آپ کے قلب اقدس نے جبریل علیہ السلام کو دیکھ کر یوں نہ کہا کہ میں نے تجھے نہیں
پہچانا اگر ایسا کہتے تو جھوٹے ہوتے اسی لیے ماننا پڑے گا کہ آپ نے جبریل علیہ السلام کو جیسے آنکھ سے دیکھ کر پہچانا
ایسے ہی دل سے جانا کہ یہ جبریل علیہ السلام ہیں ۔

فائدہ :۔ بعض نے کہا کہ کذب مخففاً و مشدداً ہر دونوں طرح کا ایک ہی معنیٰ ہے جس نے اسے مخففاً پڑھا
تو اس نے کہا کہ ما موضع النصب میں بنزع الخافض کہ یہ دراصل یوں تھا ما کذب فوادہ راٰہ
ببصرہ ۔ یعنی جو کچھ آپ نے آنکھ سے دیکھا اسے دل نے نہ جھٹلایا آپ کے لیے یہ اس لیے کہا گیا
کہ اگر آپ کہتے کہ میں نے تجھے نہیں پہچانا اور نہ ہی مجھے تیرے متعلق اعتقاد ہے کہ تم جبریل علیہ
السلام ہو تو اس سے آپ کا جھوٹا ہونا ثابت ہوتا ۔

افتمارونہ علی ما یریٰ کیا تم ان کے دیکھے ہوئے پر ان سے جھگڑتے ہو یعنی کیا تم حضرت

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہوئے جھگڑتے ہو اس بارہ میں جو انھوں نے جبریل علیہ السلام کی صورت دیکھی ہے۔ فار کا عطف محذوف پر ہے یا معنیٰ یہ ہے کہ کیا بعد ان امور کے مذکور کے جو جھگڑے کے منافی ہیں تو ان سے جھگڑتے ہو اس معنیٰ پر فار تعقیبیہ ہوگی۔

شان نزول :۔ جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش مکہ کو جبریل علیہ السلام کے دیکھنے کی خبر دی تو وہ اس سے تعجب کرنے لگے۔

حل لغات :۔ المماراۃ والمراء بمعنی باطل طور جھگڑنا اس کا حق یہ تھا کہ وہ فی سے متعدی ہو جیسے کہا جاتا ہے جادلتہ فی کذا۔ میں نے اس سے اس بات میں جھگڑا کیا لیکن چونکہ غلبہ کے معنیٰ کو متضمن ہے اسی لیے بلا واسطہ متعدی ہے کیونکہ جھگڑنے والا اپنے فعل سے خصم پر غلبہ کا قصد کرتا ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں کہ اس کا اشتقاق (مری الناقۃ) اونٹنی کا ظاہر کرنا گویا وہ ہر دو متخاصمین چاہتے ہیں کہ جو کچھ اس کے اندر ہے وہ ظاہر کرے کہا جاتا ہے مریت الناقۃ یعنی میں نے اونٹنی کے پستانوں کو ہاتھ لگایا تاکہ دودھ دے اور کہتے ہیں مریت الفرس۔ میں نے گھوڑے سے وہ نکالا جو اس کے ہاں دوڑنا وغیرہ ہے۔

سوال :۔ فقیر (صاحب روح البیان) کہتا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ مادآی ہو (ماضی کے بجائے مضارع) ما یری بظاہر نامناسب ہے۔

جواب (۱) :۔ چونکہ رویت کا اثر باقی رہا اسی لیے یری (مضارع) مناسب ہے۔

جواب (۲) :۔ چونکہ جبریل علیہ السلام کو دیکھنا حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے تا وصال دائمی رہا۔ اسی لیے (یری) مضارع موزوں ہے اگرچہ غیر صورت اصلیہ پر رویت رہی تب بھی دائمی تھی۔

تفسیر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ :۔ سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ودیگر ایک جماعت نے فرمایا کہ علمہ شدید القوی سے مراد خود ذاتِ باری تعالیٰ ہے اور یہ وصف کمال قوت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے موزوں ہے اور ذو مرۃ بھی وہی ہے کہ وہی دو احکام الامور والقضایا ہے اس میں وہ جگہ بھی بتائی جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلا واسطہ علم سے نوازا۔

فاستوی یعنی حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قائم ہوئے درانحالیکہ آپ افق اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر تھے پھر قریب ہوئے حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ احدیت یعنی بارگاہِ الوہیت کے مقرب ہوئے مرتبہ و منزلت میں اس سے کوئی جگہ اور منزل مراد نہیں بلکہ مرتبہ مراد ہے۔

فتدلّٰی۔ تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاجزی دکھائی کہ اُسی وقت بارگاہِ حق میں سر بسجود ہوئے چونکہ آپ نے یہ مرتبہ سجدہ کی وجہ سے پایا اسی لیے پھر دوبارہ سجدہ شکر کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ قریب تر ہوتا ہے جو سجدہ کرتا ہے۔

کان قاب قوسین۔ اس قربت کی تاکید اور محبت کی تقریر ہے اور اس قرب کو ایک تمثیل سے سمجھایا جو اہلِ عرب کے عظیم لوگوں کی عادت تھی کہ جب کسی عہد و پیمان میں ایسی توثیق و تاکید کرتے ہیں کہ جس میں بغض و عداوت کو گنجائش نہ ہو تو ہر دونوں اپنی کمانیں لاتے پھر وہ کمانیں آپس میں ملا دیتے پھر دونوں اپنے ہاتھ ملا کر دونوں کمانوں سے ایک تیر پھینکتے اس میں اشارہ ہوتا کہ ان دونوں کا آپس میں اتحاد و اتفاق ہے یہاں تک کہ ان دونوں کی رضا و رنج ایک ہوگا کہ اس کا راضی ہونا دوسرے کی رضا ایک کا غصہ دوسرے کا غصہ۔ اس آیت میں گویا واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت و قربت حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقبول ہے وہ خدا تعالیٰ کا مقبول ہے جو ان کا مردود ہے وہ اللہ تعالیٰ کا راندہ ہوا ہے (اسی طرح جملہ اُمور)

تفسیر صوفیانہ: محققین نے فرمایا کہ دنا میں حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نفس مقدس اور تدلّٰی بمنزلہ قلب اطہر کے کان قاب قوسین مقامِ روح مطیب اور او ادنیٰ بمنزلہ سرِ منور کے ہے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ آپ کا نفس مقدس خدمتِ حق میں اور دل منور منزلِ محبت میں اور رُوح اقدس مقامِ قربت میں اور سرِ پاک مرتبہ مشاہدہ میں ہے۔

علامہ نوری قدس سرہٗ کی تقریر: کسی نے حضرت ابوالحسین نوری قدس سرہ سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جہاں جبریل علیہ السلام دم نہیں مار سکتے نوری بیچارہ (رحمۃ اللہ علیہ) کیا لب کشائی کر سکتا ہے ؎

خیمہ بروں زد نہ حدود جہات
پردۂ او شد تتق نور ذات
تیرگی ہستی ازو دور گشت
پردگی پردۂ آں نور گشت
کیست کزاں پردہ شود پردہ ساز
زمزمۂ گوید ازاں پردہ باز

ترجمہ:۔ (۱) حدودِ جہات سے باہر آپ نے خیمہ لگایا۔ پردہ ہٹ گیا تو نورِ ذات سامنے آ گیا۔

(۲) ہستی کی تاریکی آپ سے دور ہو گئی۔ پردہ کی پردہ داری نو رہو گئی۔

(۳) کون ہے جو اس پردہ کو پھر پردہ دے بلکہ پردہ باز خود زمزمہ گو ہے۔

فائدہ :۔ اس میں دلیل ہے کہ دنا کی ضمیر حضور سرور عالم تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف لوٹتی ہے۔

حدیث شریف :۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے آسمانوں کی معراج ہوئی تو مجھے میرے رب تعالیٰ نے اپنے قریب کیا یہاں تک کہ میرے اور اس کے درمیان قاب قوسین یا اس سے قریب کا فاصلہ تھا مجھے کہا گیا کہ میں نے آپ کی امت کو آخر الامم بنایا کہ دوسری امتوں کی فضاحت ان کے سامنے ظاہر کروں لیکن ان کی فضاحت ان کے سامنے ظاہر نہ ہو کیونکہ یہ ان سب کے بعد آئی ہے۔

فائدہ صوفیانہ :۔ بعض اکابر نے فرمایا کہ دنیٰ میں عروج ووصول کی طرف اشارہ ہے اور تدلّٰی میں نزول ورجوع کی طرف اور قاب قوسین بمنزلہ نتیجہ کے ہے اس میں اشارہ ہے کہ آپ عالم صفات تک واصل ہیں جس کا اشارہ اللہ الصمد میں ہے اور او ادنیٰ میں اشارہ ہے کہ آپ عالم ذات تک واصل ہیں جس کا اشارہ اللّٰہ احد میں ہے جو سورۃ اخلاص میں واقع ہے۔ خلاصہ یہ کہ ثم دنیٰ سے ثابت ہوا کہ خلق سے حق کے قریب ہوئے اور تدلّٰی میں اشارہ ہے کہ آپ حق سے خلق کی طرف لوٹے کان قاب قوسین مرتبہ وحدت واحدیہ میں ہے جو کہ وہ شہادت الصفات والخلق اور غیب الذات والحق کے درمیان کا جامع ہے اور ادنیٰ وحدت احدیہ میں ہے جو صرف غیب ذاتِ حق سے مخصوص ہے۔ یہاں دو امر ثابت ہوتے :۔

(۱) قاب قوسین کے مرتبہ تک پہنچنا اور وہ صرف فنا فی الصفات سے ہوتا ہے۔

(۲) مرتبہ او ادنیٰ تک پہنچنا اور بہ ذات وصفات میں فنا پانے سے ہوتا ہے اگر اللہ کسی پر کسی نزول وبقاء آسان فرمائے تو ان دونوں جہتوں میں اس کا امر کامل ومکمل ہوتا ہے بخدا ایسے مرتبہ ومقام والے بہت کم ہیں۔

فائدہ :۔ بعض نے کہا کہ دنیٰ الخ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔ کشف الاسرار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندے کے قریب ہونا دو طرح ہے :۔

(۱) اس کی دعا مستجاب فرمائے اور اس کی ہر آرزو پوری کرے اور اس کے مراتب بلند فرمائے جیسا کہ فرمایا فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان ۔" میں قریب ہوں اور دعا مانگنے والوں کی دعا قبول کرتا ہوں۔

(۲) دنو بمعنی القرب فی الحقیقت جو ان معانی مذکور کے ماسوا ہے جیسے فرمایا دنیٰ فتدلّٰی الخ اب معنیٰ

یہ ہوا کہ جبار رب العزت قریب ہوا فتدلّٰی یعنی قرب میں یہاں تک بڑھا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب قابَ قوسین کی مقدار میں تھا یا اس سے بھی قریب تر۔

اذالۂ وہم:۔ یہ دنیٰ فتدلّٰی اسی طرح کا ہے جیسے اس کا ہر شب کو تہائی رات آخری میں آسمانِ دنیا میں اس کا نزول اجلال ہوتا ہے اور محققین کے نزدیک مقامِ تنزل سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے لطف و کرم فرماتا اور ان کو خطاب سے نوازتا ہے یعنی خود اپنی ذات ان امور کا اطلاق فرماتا ہے جو بندے اپنے لیے استعمال کرتے ہیں اس معنیٰ پر وہ اطلاق بندوں کے لیے حقیقی معنیٰ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے مجازنہ (انسان العیون)۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی تفسیر: سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے قاضی ابوالفضل نے کتاب الشفاء میں نقل فرمایا کہ اس دنو کی حدبندی نہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے قریب ہونا آپ کی عظمتِ شان اور شرافتِ مرتبہ کا اظہار اور اشراقِ انوارِ معرفت اور مشاہدۂ اسرارِ غیبت و قدرت ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب یہ ہے کہ وہ آپ پر احسانِ عظیم اور آپ سے اُنس اور کشادگی اور آپ کا اعزاز و اکرام فرماتا ہے۔

فائدہ:۔ فتح الرحمٰن میں ہے کہ جس نے ضمائر جبریل علیہ السلام کے بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے ہیں اس نے کان قاب قوسین الخ سے مراد نہایت قرب ولطف المحل واتضاح المعرفت واشراف علی الحقیقت برائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد لی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں اجابت و الرغبت وقضاء المطالب والے تھے۔ آپ کی ہر بات قبول اور ہر طرح کے احسان سے نوازے ہوئے اور ہر مقصد پورا کر دیئے جانے والے ہیں جیسا کہ فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ (میں اشارہ ہے)۔

فائدہ:۔ الاشارۃ المفہمہ میں ہے فاوحیٰ الخ میں اجمال ہے اس کی تفسیر نہیں فرمائی کہ کیا وحی کی کیونکہ سب کا ذکر باعث طوالت تھا اجمالی فرما دیا جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

فائدہ:۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کی تفصیل بندوں سے مخفی رکھی کہ یہ وہ اسرار ہیں کہ ع کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست۔) کراماً کاتبین یعنی دکسی کو بھی خبر نہیں۔

نکتہ:۔ یہ بھی محبت و معرفت و علو مرتبہ و بلندی درجات کے خواص سے ہے کہ محبوبوں کے درمیان کچھ اسرار اور راز و نیاز بھی ہوتے ہیں کہ جس پر اجلبی اور اغیار مطلع نہیں ہوتے۔

حدیث لی مع اللہ۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لی وقت مع اللہ لا یطلع علیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل۔ (روح البیان ص۲۷ ۹۶)

"میرا ایک وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا ہے کہ اس پر نہ کوئی ملک مقرب اور نہ کوئی نبی مرسل آگاہ ہو سکتا ہے۔"

فائدہ: میں نے شیخ ابو علی فارسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا آپ نے فرمایا کہ آیت ہذا میں ایک ایسا راز ہے کہ اسے کھولا جائے تو طوالت ہو گی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے چند اسرار عام بندوں سے مخفی رکھے صرف اپنے محبوب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتائے تاکہ کوئی اور اس پر مطلع نہ ہو اس لیے تمام مخلوق کا علم قاصر ہے کہ وہ صراط عبودیت کی سیر کر سکے اگر اس پہ چلیں گے بھی تو بھی تھک کر رہ جائیں گے اس کی مثال وہ ہے جو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض اسرار حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پر منکشف فرمائے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ دوسروں کو بھی بتاؤں آپ نے فرمایا ان کو نہ بتانا تاکہ عمل سے رہ کر صرف الٰہی باتوں پر سہارا کر لیں ؎

لا مکتم السرّ الا کل ذی خطر
والسر عند کرام الناس مکتوم
والسر عندی فی بیت لہ غلق
قد ضاع مفتاحہ والباب مختومٌ

ترجمہ: صاحب مراتب ہی راز پوشیدہ رکھتے ہیں اور اچھے لوگوں کے ہاں راز مخفی رہتے ہیں۔
میرے نزدیک راز ایسے گھر میں ہونا چاہیئے جس پر تالہ لگا کر اس کی چابی کر دی جائے اور دروازہ کو سر بمہر کر دیا جائے۔

کسی اور بزرگ نے فرمایا ؎

بین المحبین سر لیس یفشیہ
قول ولا عمل للخلق یحکیہ
سرّ یمازجہ۔ الانس یقابلہ
نور تحیر فی بحر من التیہ

ترجمہ: محبوں کے درمیاں راز ہوتا ہے جسے مخلوق کو نہ قول بیان کرتا ہے نہ عمل۔
راز کو صرف انس موافقت کرتا ہے وہ ایسا نور ہے کہ جنگلوں میں کسی دریا میں ہمیشہ متحیر ہو کر رہ جاتا ہے۔

کسی اور بزرگ نے کہا ہے

درد دیکہ من انہ عشق تو دارم حاصل
دل داند و من دانم و من دانم و دل

ترجمہ:۔ وہ درد جو مجھے تیرے عشق سے حاصل ہوا ہے وہ صرف میرا دل جانتا ہے بس میں ہی جانتا ہوں۔ یا میرا دل۔

فاوحیٰ الی عبدہٖ ما اوحیٰ کی تفاسیر:۔

(۱) حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ بہتر ہے کہ ہم اس کے در پے نہ ہوں خدا جانے اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) بعض علماء نے فرمایا کہ اس کے متعلق جو روایت میں آیا ہے اتنا قدر بیان کرنے میں حرج نہیں۔ تفسیر جواہر (مصنفہ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ) میں تفصیل سے عرض کیا گیا ہے یہاں صرف تین وجوہ پر اکتفا کیا جاتا ہے:۔

۱۔ وحی کا مضمون یہ تھا کہ اے محبوب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں آپ کی امت سے عتاب کرنے کو دوست نہ رکھتا تو ان سے حساب نہ لیتا یعنی ان سے حساب لینا بھی میری محبت کی دلیل ہے کہ میں ان کو عتاب کروں گا تو بھی ان سے میری محبت کی دلیل ہے اگر ان سے محبت نہ ہوتی تو کبھی ان سے حساب نہ لیتا۔

۲۔ اے محمد انا و انت وما سویٰ ذٰلک خلقتہ لاجلک (روح البیان صہ ۲۲ ج ۹۷ و تفسیر احمدی صہ ۲۲۹)

ترجمہ:۔ اے محبوب (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میں اور تو ان کے ماسوا جو کچھ ہے وہ میں نے صرف آپ کے لیے پیدا کیا ہے۔

اس کا حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب عرض کیا:۔

انت و انا وما سویٰ ذٰلک ترکتہ لاجلک

ترجمہ:۔ تو اور میں اس کے سوا باقی سب کچھ میں نے تیرے لیے چھوڑا۔

۳۔ اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت میری طاعت بجا لاتی ہے لیکن گناہ بھی کرتی ہے ان کی اطاعت تو میری رضا کے لیے ہے لیکن ان کی معصیت میری قضا ہے جو عمل ان کا میری رضا کے لیے ہو گا اگرچہ تھوڑا اور کمی کے ساتھ سہی وہ میں ان سے قبول کر لوں گا اور وہ

برائی جو میری قضا سے ان سے سرزد ہوئی ہے اگرچہ بہت زیادہ سہی تب بھی انہیں معاف کروں گا اسی لیے کہ میں رحیم ہوں۔

۴۔ بعض نے کہا کہ اس وحی کا مضمون یہ تھا کہ

ان الجنة محرمة علی الانبیاء حتی تدخلها وعلی الامم حتی تدخل امتك (روح البیان ص۲۲۱ ج۹)

ترجمہ:۔ انبیاء علیہم السلام پر بہشت کا داخلہ بند ایسے ہی ان کی امتوں پر یہانتک کہ آپ کی امت اس میں داخل نہ ہو۔

۵۔ بعض نے کہا کہ اس کا مضمون یہ تھا کہ مخلوق سے ناامید ہو جاؤ کیونکہ ان کے ہاتھ میں کچھ نہیں اور میری صحبت اختیار کر اس لیے تمہارا لوٹنا میرے ہاں ہے اور دنیا سے دل کو نہ لٹکاؤ کیونکہ میں نے تمھیں اس کے لیے پیدا نہیں کیا۔

۷۔ بعض نے کہا وہ وحی یہ تھی کہ دنیا میں گزارو جیسے چاہو بالآخر تم نے مرنا ہے اور جس سے محبت چاہے محبت کر لو بالآخر اسے چھوڑنا اور اس سے جدا ہونا پڑے گا اور جو چاہو عمل کر لو اس پر تمھیں جزا و سزا ملے گی۔

۸۔ بعض نے وہ وحی الم یجدك یتیما فاوحیٰ تاور فعنالك ذكرك ہے۔

امت کی شکایات

:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ شب معراج اللہ تعالیٰ نے متعدد شکایات کیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

(۱) میں نے تو انھیں کل کا مکلف نہیں بنایا لیکن وہ مجھ سے کل کی روزی کا بھی مطالبہ کرتے ہیں۔

(۲) میں نے ان کا رزق غیروں کے سپرد نہیں کیا لیکن وہ میرے کام کو دوسروں کے سپرد کرتے ہیں۔

۳۔ رزق میرا کھاتے ہیں لیکن شکر میرے غیر کا کرتے ہیں میری خیانت کرتے ہیں لیکن میرے غیر سے صلح رکھتے ہیں۔

(۴) عزت صرف میرے پاس ہے اور میں انہیں عزت دیتا بھی ہوں لیکن میرے غیر سے عزت طلب کرتے ہیں۔

لطیفہ: دیگر تفاسیر: تفسیر صاوی میں ہے کہ وحی سے وہ عظیم الشان باتیں مراد ہیں جن کے نہ الفاظ متحمل ہو سکتے ہیں نہ مخلوق میں کوئی ایسا ہے جو انھیں سمجھ سکے ص۳۲۸ اویسی غفرلہٗ۔

۵۔ میں نے جہنم تو کافروں کے لیے تیار کی ہے لیکن یہ کوشش کرتے ہیں کہ خود کو جہنم میں ڈالیں اور فرمایا کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کو فرمایئے کہ تم کسی کا احسان مند ہونا چاہتے ہو تو اس کا میں زیادہ لائق ہوں کہ میری تم پر ان گنت نعمتیں ہیں اور اگر تم زمین و آسمان میں کسی سے ڈرتے ہو تو اس کے لائق بھی میں ہوں اس لیے میں ہی کمال قدرت کا مالک ہوں اور اگر تم کسی سے اُمیدوار ہونا چاہتے ہو تو وہ بھی میں ہوں کہ میں تمھارے ظلم و جفا برداشت کر رہا ہوں اس کے باوجود کہ تم جفا کرتے ہو لیکن میں وفا کرتا ہوں اگر تم کسی کے لیے مال و جان نثار کرنا چاہتے ہو تو بھی اس کا میں مستحق ہوں کیونکہ میں تمھارا معبود ہوں اگر تم کسی کو اپنے وعدہ کا سچا سمجھتے ہو تو بھی وہ میں ہوں اس لیے کہ میں ہی وعدے کا سچا ہوں۔

۶۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے وحی میں فرمایا کہ اے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی اُمت کو بہت زیادہ مال و اسباب اس لیے نہیں دیتا تاکہ قیامت میں ان کا حساب و کتاب لمبا نہ ہو اور ان کی عمریں طویل اس لیے نہیں بنائیں تاکہ ان کے قلوب سخت نہ ہو جائیں اور طویل عمری سے نہ اُکتا جائیں اور ان کو اچانک اس لیے نہیں مارتا تاکہ دنیا سے توبہ کے بغیر رخصت نہ ہوں اور دوسری اُمتوں سے انھیں اس لیے بعد کو پیدا کیا تاکہ انھیں قبور میں زیادہ مدت نہ ٹھہرنا پڑے۔

۷۔ بعض نے کہا اس وحی سے وہی مراد ہے جو احادیث میں ہے اور قیامت کی ہولناکیاں جو احادیث و اخبار میں مروی ہیں وغیرہ وغیرہ اسی لیے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم ہنستے کم اور روتے بہت۔

تفسیر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ: سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فاوحی الی عبدہ الخ سے وہ وحی مراد ہے جو بلا واسطہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرمائی اس لیے کہ اس میں کچھ وضاحت نہیں کہ کیا وحی کی یہ ایک راز ہے جو صرف وہی جانتا ہے جس نے دیا اور جس نے لیا آخرت میں ظاہر ہوگا جو اُمت کے لیے آپ کو اذن شفاعت ہوگا۔

البقلی قدس سرہٗ کی تفسیر: حضرت امام البقلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس وحی خفی کا راز عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک مخلوق میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیا وحی کی کیونکہ محبوب و محب کے درمیان ایک راز ہوتا ہے جس سے سوائے ان کے اور کوئی آگاہ نہیں ہوتا بلکہ میرا خیال ہے کہ اگر وہ راز افشاء

کرتا تو تمام اولین و آخرین اس کے ثقل سے مر جاتے وہ ایسا ودد ثقیل ہے جو صرف اور صرف محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قوت ربانیہ ملکوتیہ لاہوتیہ سے اٹھایا اور وہ قوت اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے ہی عطا فرما رکھی تھی اگر وہ قوت نہ ہوتی تو آپ ذرہ برابر بھی برداشت نہ فرما سکتے کیونکہ وہ عجیب خبریں اور اسرار ازلی تھے اگر ان میں کوئی ایک ظاہر ہو جائے تو احکام معطل اور تمام ارواح و اجسام ختم اور تمام رسوم مٹ جائیں اور تمام عقول و علوم اور فہوم بے نام ونشان ہو جائیں۔[1]

معراج کی شب عطیہ علوم کے اقسام:۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ اس شب (معراج) اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کئی قسم کے علوم عطا فرمائے:

(۱)۔ تمام امت تک پہنچادو یہ وہی احکام وشرائع ہیں جو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام امت تک پہنچائے۔

(۲)۔ خواص تک پہنچاؤ یہ معارف الٰہیہ تھے جو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے خواص کاملین کو نصیب ہوئے۔

(۳)۔ اخص الخواص تک پہنچاؤ یہ حقائق و نتائج علوم ذوقیہ تھے جو مخصوص حضرات کو نصیب ہوئے۔

(۴)۔ ایک ایسی قسم بھی تھی جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص رکھے اور بس یہ وہی راز و اسرار تھے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان ہیں جن کا اشارہ لی مع اللہ وقت الخ میں ہے کیونکہ خاص عطیہ اور پوشیدہ راز تھا جسے افشار نہ کیا گیا۔ ایسے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وارثین کاملین کا حال ہے کہ انہیں اس مقام سے کچھ حصہ نصیب ہوتا ہے تو وہ کسی کو نہیں بتاتے آخرت میں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں

---

[1] لمعات میں ہے کہ وہ وحی تین چیزیں تھیں:۔
۱۔ فرضیت نماز۔
۲۔ بقرہ کی آخری آیات۔
۳۔ امت کے سوائے مشرک کے تمام گناہ معاف (حاشیہ جلالین ص۲۲۷)

ان کے سامنے ان کا عمل نہیں ہوتا جس میں وہ راز افشا کریں یا تو وہ صرف اور صرف اسی سے خاص راز تھا جو دوسرے کے بتانے کا نہ تھا یا اس کے قریب کوئی دوسرا ایسا نہ تھا جسے اس راز مخفی کی صلاحیت واہلیت ہو اور یہ زمانہ کے مطابق ہوتا ہے مثلاً پہلے زمانہ میں رسل کرام علیہم السلام تشریف لائے اور رسالت کا پروگرام بھگت کر تشریف لے گئے لیکن اپنی اُمت میں کسی کو رسالت نہ دی کیونکہ ان میں کسی ایک کو صلاحیت واہلیت نہ تھی۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مقام جمعیت جامعہ کا تمام مظہریات پر احسان فرمایا اس میں جبریل علیہ السلام کا واسطہ ہے نہ میکائیل علیہ السلام کا تجلی یا وحی فرمائی صورت وحی میں اپنے اس عہد مقدس کو جو اس کی ہار ہویت مطلقہ کی طرف مضاف ہے ساتھ حقائق کے جو حکم وحدت کے مقتضا سے ہے اور وہ یہ ہے کہ اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا وجود مبارک وجود متعین کا عین ہے ساتھ احدیت جمع جمیع اعیان ظاہرہ مشہودہ اور حقائق باطنہ غیبیہ مفقودہ کے جو کون (موجودات) میں موجود ہے اس تعین وجمع واطلاق کے عین سے مطلقاً۔ ماکذب الفواد مراد ہے۔

تفسیر ماکذب الفؤاد الخ: اس رویت سے اگر جبریل علیہ السلام مراد ہیں تو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے عین کو دیکھا اور وہ بھی اس ظاہری آنکھ مبارک سے۔

شب معراج میں رویت باری تعالیٰ کی تحقیق: اگر رؤیت سے رؤیت باری تعالیٰ مراد ہے تو اس میں اختلاف ہے کہ شب معراج میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اس آنکھ ظاہری سے دیکھا یا قلب اطہر سے بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں رؤیت پیدا فرمائی۔ اسی سے آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ دل نے نہ جھٹلایا اسے جو دل نے دیکھا یعنی آپ کے قلب نے یہ نہ کہا کہ میں نے ہا جس شیطانی دیکھا (معاذ اللہ) کیونکہ آپ کی شان کے لائق نہیں کہ ایسا کہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھیں (معاذ اللہ) بلکہ آپ کے دل کو یقین تھا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو ظاہری آنکھوں پاک سے دیکھا جیسا کہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی سے نوازا اور مجھے دیدار سے اور فرمایا میں نے اپنے رب کو حسین ترین صورت یعنی صفت میں دیکھا۔

فائدہ: حضرت الکواشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آنکھ سے دیدار کی دلیل نہیں بن سکتی اس لیے کہ رویت

سے مراد رویت قلبی ہو کہ معرفت میں اضافہ ہوا ہو۔

فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے

تردید از صاحب روح البیان قدس سرہٗ: رویت کو ہم کلامی کے مقابلہ میں لانا دلالت کرتا ہے کہ اس سے آنکھ سے دیکھنا مراد ہے اس لیے کہ موسیٰ علیہ السلام نے رؤیت عینی کا سوال کیا تو رد کے گئے تو اب اس کا یہی تقاضا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت ثابت ہو تو رویت عین سے تاکہ معلوم ہو کہ جس امر سے موسیٰ علیہ السلام کو منع کیا گیا وہی حضور علیہ السلام کو عطا ہوا۔ یعنی اللہ کا دیدار ظاہری آنکھ مبارک سے۔

فائدہ: اس میں شک نہیں دیدار الٰہی قلب سے یہ ہے کہ دنیا و مافیہا سے علیحدگی ہو اور اس امر میں تمام انبیاء علیہم السلام مشترک نہیں بلکہ اولیاء کرام کو بھی قلبی رؤیت نصیب ہو جاتی ہے اور یہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدہوش ہو کر طور پر گرے تو آپ کو قلبی رویت الٰہی نصیب ہو گئی تھی اور اسے اضافہ معرفت محمول کرنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

سوال: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو گمان رکھتا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کو دیکھا تو وہ اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا افتراء کرتا ہے۔

جواب: کشف الاسرار میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نفی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اس ظاہری آنکھ مبارک سے دیکھا اور علم اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ مثبت و نافی کا معارضہ ہو تو مثبت کو ترجیح ہوتی ہے کیونکہ نافی اس لیے نفی کر رہا ہے اور اس نے سنا نہیں اور مثبت اس کا اثبات کرتا ہے کہ اس نے سنا اور جانا بھی۔

فائدہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا آپ نے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے آپ نے فرمایا وہ نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات نسبتوں اور اضافات سے مجرد ہے اور نور مجرد نہیں دیکھا جا سکتا۔ اس کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔

فائدہ: عین المعانی میں ہے کہ رؤیت عین ہم نے اجماع سے ثابت کیا ہے۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو آنکھ سے نہیں قلب سے دیکھا تو یہ قول سنت کے خلاف ہے اور مذہب صحیح کے بھی مخالف ہے کیونکہ صحیح مذہب یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو سر مبارک کی چشمان اقدس

نے دیکھا ہے۔

مسئلہ :۔ الکواشی میں ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیکھنا عقلاً محال ہے اور سوائے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی دوسرے کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیکھنا محال ہے یہی عقیدہ رکھنا چاہیئے۔

مسئلہ :۔ ابن الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیکھنا جائز ہے کیونکہ آخرت میں دیدار کی دلیل جواز کی کوئی تخصیص نہیں۔ اسی لیے اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ رویت عبد کی قدرت سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ارادت (دکھانے) پر ہے۔ اگر دیدار کا علم آنکھ سے ہو جائے تو آنکھ سے دکھانا منسوب ہوگا اگر قلب سے ہو تو وہ قلب کی معرفت کہلائے گی۔ اللہ قادر ہے کہ وہ مدرک المعلوم فی البصر پیدا کر دے جس سے دیدار کا علم حاصل ہو جائے جیسے وہ قلب میں معرفت کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ (ایسے ہی آنکھ میں بھی) خلاصہ یہ کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اختلاف چلا آرہا ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ اختلاف فی الوقوع دلالت کرتا ہے کہ دیدار الٰہی دنیا میں جائز ہے (ورنہ اختلاف نہ ہوتا)۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دعویٰ :۔ سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بخدا حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو شب معراج دیکھا تھا۔

حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب :۔ حضرت نقاش حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے تھے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے موافق کہتا ہوں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو ظاہری آنکھ مبارک سے دیکھا دیکھا دیکھا یہ کہتے کہتے آپ کی سانس ختم ہو گئی[1]۔ کلام سرمدی یوں ہے ؏

بے نقل نشنید خداوند جہاں را بے جہت دید

ترجمہ :۔ خداوند جہان کا کلام بلا نقل سنا اور بے جہت دیکھا

دراں دیدن کہ حیرت حاصلش

دلش در چشم و چشمش در دلش بود

ترجمہ :۔ اس دیکھنے میں خود اسے حیرت تھی کہ اس کا دل آنکھ میں آگیا یا آنکھ دل میں چلی گئی۔

---

[1] ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ظاہری مبارک آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے

فائدہ: بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے دیدار نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہاں

حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۵۸

دیدار سے مشرف ہوئے چنانچہ ہمارے دلائل ملاحظہ ہوں:

(۱) روی عن ابن اسحاق ان عمر رضی اللہ عنہ ارسل الی ابن عباس یسئالہ ہل رأی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ربہ فقال نعم۔

(۲) روی ذلک عنہ من طرق وقال اللہ اختص موسیٰ بالکلام وابراہیم بالخلۃ ومحمد بالرؤیۃ۔

(۳) امام الماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قیل ان اللہ قسم کلامہ ورؤیتہ بین موسیٰ ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم فرآہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مرتین وکلمہ موسیٰ مرتین۔

وحکی ابو الفتح الرازی وابو اللیث حکایۃ عن کعب وروی عن عبد اللہ بن الحارث قال اجتمع ابن عباس وکعب فقال ابن عباس اما نحن بنو ہاشم فنقول ان محمدا قد رأی ربہ مرتین فکبر کعب حتی جاوبتہ الجبال فقال ان اللہ قسم رؤیتہ کلامہ بین محمد وموسی فکلم موسی ورآہ محمد بقلبہ۔

۴۔ عن ابن عطاء فی قولہ الم نشرح لک قال شرح صدرہ للرؤیۃ وشرح صدر موسی للکلام۔

۵۔ وقال ابو الحسن علی بن اسمٰعیل الاشعری وجماعۃ من اصحابہ انہ رأی اللہ ببصرہ وعینی راسہ وقال کل آیۃ اوتیہا نبی من الانبیاء علی نبینا وعلیہم السلام فقد اوتی مثلہا نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وخص من بینہم بتفضیل الرؤیہ۔

۶۔ بمقتضائے محبت اللہ جل شانہ ووسعت ظرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ آپ متحمل ہیں اس لیے کوئی استبعاد واستنکار نہیں۔

۷۔ قال القاضی ابو الفضل رحمۃ اللہ علیہ ان رؤیتہ تعالیٰ فی الدنیا جائز عقلا ولیس فی العقل ما یحیلہا والدلیل علی جوازہا فی الدنیا سوال موسی علیہ السلام لہا ومحال ان یجہل نبی ما یجوز علی اللہ وما لا یجوز علیہ بل لم یسئل الا جائزا غیر مستحیل ولکن وقوعہ ومشاہدتہ من الغیب الذی لا یعلمہ الا من علمہ اللہ فقال لہ لن ترانی ای لن تطیق وضرب اللہ باللہ لہ مثلا بما ہو اقوی من خلقۃ موسی واثبت وہو الجبل وکل ہذا لیس فیہ ما یحیل رؤیتہ فی الدنیا ولا حجۃ لمن استدل علی منعہا بقول اللہ لا تدرکہ ای لا تحیط بہ وہو قول ابن عباس وقیل لا تدرکہ الابصار وانما یدرکہ المبصرون لکان التاویل قیل لا تدرکہ ابصار الکفار وقیل لا تدرکہ الابصار فی الدنیا خلاصہ یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذات باری تعالیٰ کا مشاہدہ آپ کے مراتب علم کا انتہائی

اس کا کسی کو عرفان نہیں ورنہ اسے دیکھنے تو ہیں لیکن اسے پہچانتے نہیں کیونکہ وہ اس شان

حاشیہ بقیہ ص ۱۵۹

مرتبہ ہے کیونکہ علم حواس کے تابع ہے جب مطلوب اپنے کمال کو پہنچ جائے تو تابع بھی اسی کمال تک پہنچ جاتا ہے اس معنی پر تمام موجودات حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم مبارک سے خارج نہیں جو اس کے خلاف دعویٰ کرتا ہے اُس کا صرف دعویٰ اور ادّعائے محض ہے۔ دورِ حاضرہ میں حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیدار الٰہی کا وہابیوں غیر مقلدوں کو انکار ہے مختصر دلائل عرض کر دیئے گئے ہیں لیکن افسوس ہے کہ بعض بدقسمت سرے سے معراج جسمانی کے منکر ہیں جیسے مرزائی۔ نیچری۔ چکڑالوی۔ پرویزی وغیرہ فقیر چند مختصر دلائل پیش کرتا ہے پہلی دلیل قرآن مجید میں موجود ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من اٰیاتنا انہ ھو السمیع البصیر۔

ترجمہ: پاکی ہے اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک وہ جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی ہے کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

دلائل از آیات

(۱) اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کو معراج جسم مع روح ہوئی۔ کیونکہ عبد کا لفظ روح مع الجسم پر بولا جاتا ہے نہ تنہا روح اور جسم چنانچہ سورہ جن میں ہے وَ اَنَّہٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ یَدْعُوْہُ کَادُوْا یَکُوْنُوْنَ عَلَیْہِ لِبَدًا (جب اللہ کا بندہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعبادت کے لیے قیام فرماتے ہیں جن ان پر ٹوٹ پڑتے ہیں تاکہ آپ کی ذات سے قرآن شریف سنیں) اور سورۂ مریم میں ہے ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَہٗ زَکَرِیَّا (یہ ذکر اس رحمت کا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی)۔

(۲) کلمہ اٰیاتنا نیز اس بات پر شاہد ہے کہ جو نشانیاں پروردگار عالم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ

سے ہے کہ وہاں عقل کو رسائی نہیں اور ہمیشہ خود مخلوق اس کے آگے حجاب ہے ورنہ

حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۶۰ کا

و آلہ وسلم کو دکھائی ہیں وہ سب کی سب حالتِ بیداری میں تھیں اگر حالتِ خواب میں معراج ہوتی تو پھر اس معجزہ اور نشانیوں کو کفار لوگ کیوں عقل سے بعید سمجھ کر انکار کرتے اور بعض مسلمانوں کی نوبت کیونکر کفر تک پہنچتی اس لیے کہ خواب کی بات سے تو کسی فردِ بشر کو انکار نہیں ہو سکتا۔

۳۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ کے استعمال کی وجہ بھی یہی ہے کہ جب انسان کی عقل نے اس امر کو محال سمجھا تو اس میں قادرِ مطلق پر عدمِ قدرت و عجز کا الزام لگانا ظاہر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میری ذات عجز اور ہر ایک نقص سے پاک و منزہ ہے اور یہ عقل کی نارسائی کا سبب ہے کہ اس امر کو محال سمجھتا ہے اور خداوند کریم پر یہ امر محال نہیں۔

۴۔ صاحب تفسیر حسینی نے بایں طور معراج جسمانی ثابت کیا ہے کہ سمیع اور بصیر مستمع اور مبصر کے معنے میں ہے یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا کلام سنایا اور اپنی قدرت لازوال کی نشانیاں دکھائیں۔

۵۔ بعض مفسرین نے اِنَّہٗ کی ضمیر کو آپ کی ذات کی طرف پھیرا ہے (روح البیان اور روح المعانی) نفحات الانس میں مذکور ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطاب سنتے تھے جو ان سے کیا اور وہ چیز دیکھتے تھے جو ان کو دکھائی۔

۶۔ کلمہ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کیونکہ عبد جسم مع روح کے بولا جاتا ہے اگر خواب میں معراج ہوتی تو اسریٰ بروحہٖ کہا جاتا ہے۔ دوسری آیت سورۂ نجم میں اللہ تعالیٰ نے بایں طور فیصلہ کر دیا ہے کہ وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَہٰی عِنْدَہَا جَنَّۃُ الْمَاْوٰی یعنی بیشک دیکھا محمد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو ایک بار سدرۃ المنتہیٰ یعنی درخت کے پاس۔ اس کے نزدیک جنت الماویٰ تھا جو پرہیزگاروں اور متقیوں کی آرام کی جگہ ہے اور قَابَ قَوْسَیْنِ ۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۔ یعنی آپ کی نظر مبارک دائیں بائیں نہ پھری اور نہ ہی حد سے نظر مبارک نے تجاوز کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے قرب حاصل کیا لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ الْکُبْرٰی۔ قسم خدا کی کہ دیکھیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رات معراج میں اپنے رب کی بڑی نشانیاں جیسے عرش عظیم و لوح محفوظ و کرسی و رفرف

وہ ذات دنیا و آخرت میں کیفیت سے منزہ ومقدس ہے۔

وسدرۃ المنتہیٰ واصلی صورت جبرائیل علیہ السلام اور طرح طرح کے عجائبات ملکی وملکوتی آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشاہدہ کئے۔

۳۔ آیت شریف وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ الخ بھی ہماری دلیل ہے! کیونکہ اس سے صاف ثابت ہوا کہ آپ کی ذات بابرکات کو معراج جسمانی ہوئی چنانچہ کتاب بخاری تفسیر سورہ بنی اسرائیل میں ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عنهما وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ قَالَ هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ أُرِيَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهٖ (الحدیث) اس آیت واثر سے معلوم ہوا کہ اگر خواب میں معراج ہوتی تو پھر فِتْنَةً لِّلنَّاسِ کہنے کی کیا ضرورت تھی اس کو نشانی اور معجزہ کیوں کہا جاتا۔

۴۔ احادیث مشہورہ متواتر بھی اسی پر شاہد ہیں کہ آپ کی ذات بابرکات کو معراج جسمانی ہوئی۔ چنانچہ بخاری ومسلم وابو داؤد وابن ماجہ وشفا قاضی عیاض وغیرہ کتب احادیث میں ان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایات مذکور ہیں۔

۱۔ ابی ابن کعب ۲۔ اسامہ بن زید ۳۔ انس بن مالک ۴۔ بریدہ ۵۔ بلال بن حمامہ ۶۔ بلال بن سعد ۷۔ جابر بن عبد اللہ ۸۔ حذیفہ بن الیمان ۹۔ سمرہ بن جندب ۱۰۔ سہل بن سعد ۱۱۔ شداد بن ردی ۱۲۔ حبیب بن سنان۔ ۱۳۔ عبد اللہ بن عباس ۱۴۔ عبد اللہ بن عمر بن خطاب۔ ۱۵۔ عبد اللہ بن عمرو ۱۶۔ عبد اللہ بن زبیر ۱۷۔ عبد اللہ بن اوفیٰ ۱۸۔ عبد اللہ بن سعد ۱۹۔ عبد اللہ بن مسعود ۲۰۔ عبد الرحمٰن بن عابس ۲۱۔ عباس بن عبد المطلب ۲۲۔ عثمان بن عفان ۲۳۔ علی بن ابی طالب ۲۴۔ عمر بن خطاب ۲۵۔ مالک بن صعصعہ۔ ۲۶۔ ابو بکر صدیق ۲۷۔ ابو الحمراء ۲۸۔ ابو ایوب انصاری ۲۹۔ ابو ہریرہ ۳۰۔ ابو الدرداء ۳۱۔ ابو ذر غفاری ۳۲۔ ابو سعید الخدری ۳۳۔ ابو سفیان ۳۴۔ ابو سلمہ۔ ۳۵۔ ابو سلمیٰ الراعی ۳۶۔ ابو یعلی الانصاری ۳۷۔ اسماء بنت ابی بکر ۳۸۔ عائشہ ام المومنین ۳۹۔ ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

صاحب روح البیان قدس سرہٗ کی تحقیق

فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دارین میں اس سے بلند و بالا ہے کہ اس کی کوئی کیفیت بیان کی جائے ہاں دنیا و آخرت کا فرق محض کثافت و لطافت کی وجہ ہے اس لیے کہ دنیا میں سوائے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی کو دیدار ہوتا ہے تو سِر مجرد سے اور آخرت میں تو اس کا برعکس معاملہ ہے کہ وہاں قلب قالب جسم سے منقلب ہو جائے گا یعنی وہاں جسم وہ کام کرے گا جو آج یہاں دنیا میں سِر اور قلب کام کرتا ہے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جسے دنیا میں ہی وہی لطیف جسم نصیب ہے جو دوسروں کو آخرت میں نصیب ہو گا اسی لیے آپ کو دنیا میں رؤیت باری تعالیٰ نصیب ہوا تو پھر

حاشیہ بقیہ صہ ۱۵۲ کا۔

وسلم ۔ ۴۔ ام سلمہ ام المومنین ام ہانی ۲۲ ابو جمامہ وغیرہ سے مذکور ہیں۔

۵۔ تمام علمائے دین محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج جسمانی ہوئی تھی چنانچہ شاہ ولی اللہ نے اپنی تصنیف حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ وَاَسْرٰی اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی ثُمَّ اِلٰی سِدْرَۃِ الْمُنْتَہٰی وَاِلٰی مَاشَاءَ اللّٰہُ وَکُلُّ ذٰلِکَ بِجَسَدِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْیَقْظَۃِ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ شریف سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ تک رات میں ہی مع جسم مبارک بیداری میں سب جگہ سیر کیا جہاں جہاں خداوند کریم نے چاہا اور شفاء صہ ۵۷ ج ۱ اور زاد المعاد صہ ۹۱ ج ۱ میں لکھا ہے کہ اَلْحَقُّ الَّذِیْ عَلَیْہِ اَکْثَرُ النَّاسِ وَمُعْظَمُ السَّلَفِ وَعَامَّۃُ الْمُتَاَخِّرِیْنَ مِنَ الْفُقَہَاءِ وَالْمُحَدِّثِیْنَ وَالْمُتَکَلِّمِیْنَ اَنَّہٗ اَسْرٰی بِجَسَدِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (بڑا گروہ متقدمین سلف و خلف و فقہاء محدثین کا اسی بات حق پر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج شریف جسم سے ہوا اور جو شخص حدیث کا مطالعہ کرے اُس کو خود معلوم ہو جائے گا) اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوت میں لکھا ہے وَخَبَرُ الْمِعْرَاجِ اَیْ بِجَسَدِ الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْظَۃً اِلَی السَّمَاءِ ثُمَّ اِلٰی مَاشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْمَقَامَاتِ الْعُلٰی حَقٌّ اَیْ حَدِیْثٌ بِطُرُقٍ مُتَعَدِّدَۃٍ فَمَنْ رَدَّہٗ اَیْ ذٰلِکَ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِمَعْنٰی ذٰلِکَ الْاَثَرِ فَہُوَ ضَالٌّ مُبْتَدِعٌ اَیْ جَامِعٌ بَیْنَ الضَّلَالَۃِ وَالْبِدْعَۃِ (معراج جسمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آسمان تک حالت بیداری

تو پھر آپ کی آخرت میں لطافت کا کیا کہنا اور رؤیت باری تعالیٰ کے متعلق آپ کی ذات کو کیا کیا نصیب ہو گا اسی لیے ماننا پڑے گا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دارین میں جو شہود نصیب ہوا وہ مکمل ترین شہود ہے کہ آپ نے اپنے پروردگار کو سر ورح سے صورت جسم میں دیکھا۔

حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۶۲ کا۔

میں ہے۔ پھر جہاں خداوند کریم نے چاہا مقامات بلند پر پہنچایا۔ یہ بات حق ہے۔

۴: حدیث جو درباره معراج وارد ہے وہ متعدد اسناد سے مروی ہے جس نے اس حدیث کو رد کیا اور ایمان نہ لایا وہ گمراہ اور بدعتی ہے۔ چنانچہ مدارج النبوت میں مسطور ہے کہ اسراء کہ بردن آنحضرت است از مکہ مسجد اقصیٰ است بکتاب اللہ و منکر آں کافر است و از آنجا بآسمان بردن کہ معراج نام داشت ثابت است باحادیث مشہورہ کہ منکر آں مبتدع و فاسق و مخذول است الخ اور صاحب شفاء ص ۵۸ میں لکھتے ہیں کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام معراج جسمی ہوئی ہے اس پر قرآن مجید کی آیت ظاہراً دلالت کرتی ہے اور احادیث صحیحہ بھی اس بات پر شاہد ہیں۔

فائدہ: دلائل عقلیہ سے بھی محال نہیں۔

سوال: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا معراج جسمانی کی منکر تھیں (نعوذ باللہ من ذالک) ان لوگوں کا کہنا بالکل غلط ہے کیونکہ صحیح مسلم باب معنی قول اللہ عزوجل وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى هَلْ رَاَى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهٗ لَيْلَةَ اَسْرَاءِ کے تحت میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب آقائے نامدار نے رات معراج میں خداوند کریم کو دل کی آنکھ سے دیکھا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ کی ذاتِ اقدس نے اللہ تعالیٰ کو جسم اطہر کی آنکھ سے دیکھا (کذا فی شفاء قاضی عیاض)۔

سوال: سیرت ابن اسحٰق و ابن ہشام ہشام وغیرہ نے حدیث نقل کی ہے وَحَدَّثَنِىْ بَعْضُ اٰلِ اَبِىْ بَكْرٍ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ تَقُوْلُ مَا فُقِدَ جَسَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَسْرٰى بِرُوْحِهٖ الخ و ابن اسحاق نے کہا کہ آل ابی بکر سے کسی نے مجھے بیان کیا کہ مائی عائشہ زوجۂ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتی ہیں کہ آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جسد مبارک گم نہیں ہوا بلکہ آپ کی ذات کے روح پاک کو اللہ تعالیٰ نے رات کے وقت لے گیا۔

جواب: اس حدیث کے متن میں علت قادحہ موجود ہے کیونکہ مَا فُقِدَ کی جگہ مَا فَقَدْتُ بھی ایک

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بصر ملکوتی وملکی ایک ہو گئی تھیں اسی لیے آپ نے ملکوتی بصر سے حق کے باطن کو من حیث اسمہ الباطن دیکھا اور ملکی بصر سے اللہ تعالیٰ کے حق کے ظاہر کو من حیث اسمہ الظاہر دیکھا کو من حیث اسمہ الظاہر دیکھا اور احدیت جمع القوتین یعنی ملکوتیہ و ملکیہ سے حقیقت جمعیت متعینہ بجمیع التعینات العلویہ والروحانیہ والسفلیہ فالجسمانیہ کو مع اطلاقہ عین تعینہ المطلق عن التعین واللاتعین والاطلاق میں دیکھا۔

نکتہ: البقلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رؤیۃ الفواد

حاشیہ بقیہ ص ۱۶۴ کا:

روایت میں وارد ہے چنانچہ شفاء میں ہے۔

جواب (۲): اس کی اسناد میں انقطاع اور راوی مجہول ہے۔

جواب (۳): ابن وحیہ نے التنویر میں کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور امام شافعیہ ابو العباس بن سریح نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ یہ حدیث صحیح کے رد کرنے کے لیے وضع کی گئی ہے۔

جواب (۴): مورخین نے لکھا ہے کہ واقعہ معراج ابتداء اسلام میں ہوا ہے تو اس وقت مائی عائشہ صدیقہ پیدا ہی نہیں ہوئی تھیں اور بعض روایات میں ہجرت سے پانچ سال پہلے اور بعض روایات میں ایک سال پہلے معراج کا واقعہ ہوا ہے اور ہجرت کے وقت مائی صاحبہ کی عمر پانچ سال یا آٹھ سال تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ مدینہ منورہ میں آکر رونق افروز ہوئیں۔

جواب (۵): مائی صاحبہ نے یہ بات اپنے مشاہدہ سے نہیں فرمائی بلکہ سنی سنائی بیان کر دی جس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی روایت کا ضبط ہونا اس عمر میں عند المحدثین تسلیم کیا جاتا ہے چنانچہ شفاء شریف میں مذکور ہے اَمَّا قَوْلُ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عنہا مَا فَقَدَتْ جَسَدُہٗ فَعَائِشَةُ لَمْ تُحَدِّثْ بِہٖ عَنْ مُشَاهَدَةٍ لِاَنَّهَا لَمْ تَكُنْ حِيْنَئِذٍ زَوْجَتُهٗ وَلَا فِيْ سِنٍّ وَمَنْ يَضْبُطُ الخ

جواب (۶): اس حدیث کا ذکر کتب صحاح مشہورہ میں نہیں پایا گیا اور اگر اس حدیث کو صحیح بھی مان لیا جائے تو یہ حدیث صحیحہ متواترہ ومشہورہ کا ہرگز ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مزید تحقیق فقیر کی کتاب "معراج حبیب کبریا" میں پڑھیے۔

کا ذکر فرمایا لیکن عین کا نام نہ لیا اس لیے کہ عین کی رؤیت اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان راز ہے یہ اپنی غیرت و محبت کا ثبوت دیتے ہوئے عین کا بیان نہ فرمایا اس لیے فواد کی رؤیت عام ہے اور روایت البصر خاص ہے اور اسی رؤیت بصری سے اللہ تعالیٰ نے کھلم کھلا محبوب کو دیدار کرایا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کو نور ذات وصفات کا سرمہ لگا کر دیکھا اور دیکھا تو سیر ہو کر دیکھا اور کھلم کھلا دیکھا دیدار کے وقت آپکا

سوال: مرزائی کہتے ہیں کہ کسی بھی انسان کا آسمان کی طرف جانا محال عقلی ہے اسی لیے وہ عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ اُٹھائے جانے اور اب اُن کے آسمان پہ زندہ ہونے اور پھر قربِ قیامت ہیں اُن کے واپس تشریف لانے کے منکر ہیں۔

جواب: اللہ کریم کی ذات ہر اَمر پر قادر ہے اس کی شان کے آگے بعید نہیں اُس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا اور مائی حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے نمودار کیا اور حضرت ذکریا علیہ السلام (باوجودیکہ وہ بہت بوڑھے تھے ان کی زوجہ بھی عقیمہ تھی) کو فرزند ارجمند عطا فرمایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جسم عنصری کو آگ جلتی ہوئی سے محفوظ رکھا۔ اسی طرح عصائے موسیٰ علیہ السلام کو اژدہا بنا دیا اور اونٹنی کو پتھر سے نکال کر دکھایا اور منتہی الارب میں ہے کہ سمندری کیڑا آگ میں رہتا ہے نہ مرتا ہے اور حیات الحیوان صـــ۳۶۳ ج ۲ میں لکھا ہے کہ شتر مرغ آگ کا چنگارا نگل جاتا ہے۔ اس کا پیٹ چنگارا بجھا دیتا ہے اور وہ چنگارا اس کو نہیں جلاتا۔ اصل عبارت یوں ہے کہ وَتَبْتَلِعُ الْجَمْرَ فَيَكُوْنُ جَوْفُهَا هُوَ الْعَامِلُ فِیْ اِطْفَائِهٖ وَلَا يَكُوْنُ الْجَمْرُ عَامِلًا فِیْ اِحْرَاقِهٖ الخ۔ ایسی کروڑہا مثالیں ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح وہ چاہتا ہے کرتا ہے اس کے لیے کوئی مشکل نہیں۔ اگر انسانی عقل ادراک نہیں کر سکتی تو اس کا اپنا قصور ہے نیز ایسے اُمور کو ناممکن اور محال خیال کرنا خدائے تعالیٰ کی ذات کے لیے اس کے قادرِ مطلق ہونے پر عیب لگانا ہے۔ انسان کے لیے واجب ہے کہ خدا کے اُمور میں چون و چرا نہ کرے بعض ہندسہ دانوں نے بعلم ہندسہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ کی ذات نے بیت المقدس سے فلک اعظم بجسم عنصری سیر کی ہے اور جغرافیہ دان بتلاتے ہیں کہ زمین کا قطر تقریباً آٹھ ہزار میل ہے اور آفتاب کا قطر زمین کے قطر سے سو گنا سے بھی زیادہ ہے۔ مگر باوجود اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ جب صبح کو پہلے سورج کا بالائی کنارہ نمودار ہوتا ہے تو اس کے بعد کیسے جلد اس کا کنارہ زیریں نظر آجاتا ہے اور

سارا جسم رحمانیہ چشمان پاک تھیں اس دیکھنے اور فواد کے دیکھنے میں کوئی فرق نہ تھا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس ابہام کو دور کر کے واضح فرمایا ما کذب الفواد ما رآی (وہ جو محبوب نے دیکھا دل نے نہ جھٹلایا) یہاں تک کہ گمان کرنے والا گمان بھی نہ کرے کہ جو کچھ آنکھ مبارک نے دیکھا وہ قلب کے دیکھنے کی طرح نہ تھا بلکہ یہی ہوا کہ قلب اس کی تصدیق کر رہی تھی کہ جو کچھ چشمان مبارک نے دیکھا حق ہے سچ ہے اگرچہ اس وقت محبوب کا باطن ظاہر نہ تھا اور ظاہر بجمیع شعراتہ وذرات وجود باطن تھا۔ ویسے بھی عاشق صادق کے آگے رؤیت حق میں حجاب نہیں ہوتا یعنی اس کی رویت میں محبوب کے وجود سے کوئی شے اوجھل نہیں ہوتی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رؤیت حق میں کمال مبالغہ فرمایا کہ (ما کذب الفؤاد الخ)

حاشیہ بقیہ صـــ۱۶۶ کا:-

سرعت جسد مبارک میں سرعت کا پایا جانا ناممکن نہیں کیونکہ آپ کا جسم نور تھا اور قاعدہ ہے کہ اس ظاہری روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی ثانیہ بیان کی جاتی ہے حالانکہ تمام نور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہی کے پرتو ہیں۔ لہٰذا حضور کے جسم اطہر میں جو نورانی جسم ہے ایسی حرکت کا حصول بطریق اولیٰ ممکن ہے اور قرآن مجید وکتب حدیث سے یہ بات ظاہر ہے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود مبارک لطیف تھا۔ چنانچہ حکیم ترمذی نے نوادر الاصول صـــ۶۸ میں ذکوان سے حدیث بیان کی ہے اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ یُرٰی لَہٗ ظِلٌّ فِیْ شَمْسٍ وَّلَا قَمَرٍ قَالَ ابن سبع من خصائصہ اِنَّ ظِلَّہٗ کَانَ لَا یَقَعُ عَلَی الْاَرْضِ وَاِنَّہٗ کَانَ نُوْرًا فَکَانَ اِذَا مَشٰی فِی الشَّمْسِ اَوِ الْقَمَرِ لَا یُنْظَرُ لَہٗ ظِلٌّ الخ (حکیم ترمذی نوادر الاصول میں بروایت ذکوان نقل کیا ہے کہ آپ کی ذات کا سایہ نظر نہ آتا تھا نہ دھوپ میں اور نہ چاندنی میں۔ ابن سبع نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص سے یہ امر تھا کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور آپ نور تھے۔ جب آپ دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔ اس کی مزید تحقیق فقیر کے رسالہ "بے سایہ رسول" میں ہے اور اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ بھی اسی امر پر شاہد ہے اور قرآن مجید میں ہے قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ۔ اور حدیث مواہب لدنیہ بروایت جابر بن عبد اللہ انصاری ہے کہ کہا جابر نے کہ میں نے سوال کیا کہ یارسول اللہ سب اشیاء سے اوّل اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا کیا تو فرمایا آپ نے یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَآءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُّوْرِہٖ الخ اور اس حدیث کو امام عبد الرزاق نے

حدیث شریف :۔ خود حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ :۔

رایت ربی بعینی و قلبی رواہ مسلم فی صحیحہ (روح البیان ص۲۲۳ ج۹)

"میں نے اپنے رب تعالیٰ کو آنکھ اور قلب سے دیکھا۔"

حاشیہ بقیہ ص۱۶۷ کا :۔

صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔
شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ؎

کلیم کہ چرخ فلک طور اوست
ہمہ نورہا پر تو نور اوست

خلاصہ یہ کہ جسم مبارک ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نوری تھا جسے مفصل طور فقیر نے "بنی نور" میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسم مبارک لطیف تھا نہ کہ کثیف۔ چونکہ اس جسم نورانی کا سایہ نہ تھا پس آسمان کی طرف جانا محال عقلی نہیں۔

عقلی دلیل :۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے معراج جسمانی کے منکرین خلائی مسافرین کی کہانی پڑھ کر سوچیں کہ معراج رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار کر کے کون سے دین کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ اخبارات میں چھپا تھا کہ روس نے فلائی سفر کا سمونٹ میجر یوری لگارین کو راکٹ میں سوار کر کے راکٹ فضا میں چھوڑا اور چاند کی دنیا میں بھیج کر واپس بلا لیا۔ امریکہ نے بھی مسٹر ایچ گلین کو راکٹ میں بٹھا کر فضا میں بھیجا اور وہ بھی کامیاب رہا۔ پیغام رسانی اور ٹیلی ویژن نظام قائم کرنے کے لیے ٹیلی اسٹار یعنی جو مصنوعی سیارہ فضا میں چھوڑا گیا اس کا وزن ایک سو ستر (۱۷۰) پونڈ تھا جس کا رقبہ ایک سو چونتیس انچ ہے۔ کرۂ ارض سے جس کی انتہائی بلندی تین ہزار چار سو پچاس (۳۴۵۰) میل ہے اور کم از کم پانچ سو پچھتر (۵۷۵) میل ہے۔ ٹیلی اسٹار کے بعد پھر پچیس سے زائد سیارے فضا میں چھوڑے گئے۔ پھر روس کے دو اور خلا باز مسافر میجر نکولائی اور لفٹننٹ کرنل پاپوچ بھی یکے بعد دیگرے فضا میں جا پہنچے۔ جہاز کے خلائی مسافروں کا بیان ہے کہ جب ہم ایک ہفتہ کے بعد چاند کے قریب پہنچے تو یہ معلوم ہو رہا تھا کہ پھر ہم مادرِ گیتی کے آغوش میں پہنچنے والے ہیں کیونکہ وہاں اونچے اونچے پہاڑ بڑے بڑے دریا وسیع میدانوں اور دیواروں کا نظارہ بالکل یہیں کا سا تھا۔ کپتان سے معلوم ہوا کہ یہ آثار قمر کی آبادی کے ہیں۔ تو ہم لوگوں کی مسرت کی انتہا نہ

فائدہ:۔ ابن عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جو کچھ آنکھ نے دیکھا قلب نے اُس کے خلاف عقیدہ نہ رکھا اور فرمایا کہ ضروری نہیں کہ جو کچھ آنکھ دیکھے اس سے قلب کو بھی اس کے ادراک سے سکون ہو کیونکہ بہت سی آنکھوں دیکھے کہ بہت سے سرّ حمل الوارد سے مضطرب ہو جاتا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے کہ اللہ کے دیدار سے آپ کا دل اور عقل اور حس بحال رہے کسی قسم کی کمی نہیں آئی کہ جس سے آپ کا قلبِ اطہر اس کے خلاف تصور فرماتا اس سے معراج کی حقیقت اور دیدار الٰہی کے مشاہدہ کی صحت ثابت ہوتی ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ افتمارونہ علی ما یریٰ تو کیا تم حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑتے ہو اس امر میں جو انہوں نے دیکھا شبِ معراج میں۔

فائدہ:۔ ان کا جھگڑا بیت المقدس کی صفت اور قافلہ کے بارہ میں تھا جبکہ انہوں نے یہی دونوں سوال کیے۔

حاشیہ بقیہ ص ۱۶۸ کا:۔

رہی الغرض دو گھنٹے بعد ہمارا جہاز کرۂ قمر کے اس وسیع میدان میں آہستہ آہستہ اُترا جسے وہاں کی زبان میں سوشان یعنی تختۂ گل کہتے ہیں۔ زمین پر جس کا وزن ایک من ہو کرۂ قمر میں پہنچ کر اس کا وزن دس سیر ہو جاتا ہے۔ پھر وہاں ایک خاص قسم کے جانور ملے جو شکل وصورت میں تو انسان تھے لیکن اعضائے بدن میں بہت کچھ فرق تھا یعنی بجائے دو ٹانگوں کے ان لوگوں کی صرف ایک ٹانگ تھی اور جب یہ مخلوق چلتی ہے تو اپنی ٹانگ کو آگے نہیں بڑھاتی بلکہ سارا جسم ایک ستون کی طرح اُوپر بلند ہو جاتا ہے اور جس طرف جی چاہتا ہے وہ اُوپر ہی اُوپر تیرتا ہوا چلا جاتا ہے۔ اس کی ٹانگ میں کوئی جوڑ بھی نہیں۔ اسے جسم سے بغیر کاٹے ہوئے علیحدہ بھی کر سکتے ہیں۔ ان لوگوں کی چار چار آنکھیں دو رخساروں پر اور دو پشت پر ہاتھ انسانوں کی طرح ہیں لیکن نہایت کمزور، ان کے جسم پر سنہرے بال کثرت سے پائے جاتے ہیں جو وقت گفتگو کھڑے ہو جاتے ہیں جس سے دیکھنے والے پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے جس وقت ہمارا جہاز قمر میں پہنچا تو یہ لوگ کثیر تعداد میں جہاز کے گرد جمع ہو گئے جو چاند کے اشرف المخلوقات ہونے کا فخر کرتے ہیں پھر روس کے دو خلاباز مسافر بخیریت تمام چاند کی دنیا کا سفر کر کے تیسرے دن واپس آگئے ماسکو میں یہ دونوں خلاباز

فائدہ: بعض نے کہا کہ اے کافرو تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دیدار الٰہی کے بارے میں جھگڑتے ہو کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا یا نہ اور وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دیدار الٰہی کے متعلق بھی جھگڑتے رہے اور اس کا انکار کرتے رہے[1]

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو مخلوق سے مشغول ہو کر حق سے محجوب ہیں اور ان کے اس جھگڑے کی طرف بھی اشارہ ہے جو شہود الحق بدون الحق میں جھگڑا کرتے ہیں کیونکہ وہ بیچارے شہود وحدت حقیقیہ کے بغیر کثرۃ اعتباریہ کے مقام میں گرفتار ہیں (اللہ تعالیٰ ہم سب کو عذاب جحیم یعنی اپنی ذات سے محجوب ہونے اور نار کی شدت لہب والتہاب (شعلے) سے پناہ دے) آمین)

تفسیر عالمانہ: ولقد رآہ نزلۃ اخریٰ۔ اور بیشک اسے آپ نے دوبارہ دیکھا ضمیر بارز جبریل علیہ السلام کی طرف عائد ہے اور نَزْلَۃً منصوب ہے مرۃ (ظرف) کی وجہ سے اس لیے کہ فعلۃ کا مصدر فعل سے مرۃ (نوبت) کے لیے آتا ہے اسی لیے اس کے حکم میں ہوتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ بخدا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دوبار دیکھا اترتے ہوئے اور وہ اس لیے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کئی بار اوپر گئے اور آئے جب نماز کی تخفیف کی کیفیت پیش آئی جبکہ پہلے پچاس بار پھر تخفیف ہوئی کہ صرف پانچ نمازیں رہ گئی۔ تو لازم ہے کہ جب ہر تخفیف کے لیے اوپر تشریف لے جاتے تو نیچے بھی اترتا ہوتا اسی اترنے کے اوقات میں حضرت جبریل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھتے رہے۔

تفسیر عالمانہ: عند سدرۃ المنتہیٰ۔ سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک) سدرۃ المنتہیٰ جبریل

حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۶۹ کا

کا شاندار خیر مقدم کیا گیا ان خلا بازوں نے بتایا کہ ساڑھے اٹھائیس منٹ میں ہمارہ ساری دنیا کا ایک چکر لگا لیا کرتا تھا اسی طرح مسلسل تین دن تک چکر لگاتا رہا۔

[1] اس سے وہابی (غیر مقلد) سوچیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق دیدار الٰہی کا تمہارا انکار کس کھاتہ میں جا رہا ہے (اویسی غفرلہ) ایسے ہی دوسرے فرقے جو دیدار الٰہی برائے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منکر ہیں جیسے مرزائی۔ چکڑالوی۔ خاکساری۔ پرویزی وغیرہ۔

جبریل علیہ السلام کی قیام گاہ ہے اور وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے عرش معلّٰی جاتے وقت بھی یہاں رہ گئے تھے اور عرض کی نو دنت انملۃ لاحترقت۔ اگر میں انگلی کے برابر آگے بڑھوں تو جل جاؤں۔

جبریل علیہ السلام کے پر: حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے سدرۃ المنتہٰی کے نزدیک جبریل علیہ السلام کو دیکھا ان کے چھ سو پر ہیں اس سے موتی اور یاقوت جھڑتے تھے۔

فائدہ: عند ظرف ہے جو کہ رآی کے متعلق ہے یا مفعول سے حال ہے اس سے جبریل علیہ السلام مراد ہیں کیونکہ جبریل علیہ السلام مخلوق ہیں (اور یہ مخلوق کی شان ہے کہ وہ کسی مکان کے نزدیک ہو) اور یہ بھی ہے کہ جبریل علیہ السلام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مخصوص مکان میں دیکھا جسے سدرہ کہا جاتا ہے اور سدرہ بیری کا درخت ہے جو ساتویں آسمان میں عرش کی دائیں جانب ہے جس کے ثمر ہجر کے ستونوں اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر تھے اسی کی جڑ سے وہ نہریں جاری ہوتی ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا اگر ستر سال سوار اس کے سایہ تلے چلیں تب بھی اسکا سایہ ختم نہ ہوگا۔

فائدہ: المنتہٰی مصدر میمی ہے بمعنی الانتہاء (کذا قال الزمخشری) یا اسم مکان ہے یعنی انتہا کا مقام گویا وہ جنت کے منتہٰی کے مقام پر ہے۔

سدرۃ المنتہٰی کے متعلق اقوال: (۱) بعض نے کہا کہ یہ وہ مقام ہے جہاں فرشتوں کو آگے سے تجاوز کی اجازت نہیں اس لیے کہ جبریل علیہ السلام فرشتوں کے رسول (پیغمبر) ہیں جب وہ اس کے آگے نہیں جا سکتے تو پھر اس کے ماسوا کسے طاقت ہے کہ آگے بڑھ سکے گویا یہ جبریل علیہ السلام کا آخری مقام ہے اور وہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بمنزلہ وسیلہ کے ہیں تو جیسے جنات عدن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آپ کی امت کے خاص لوگ بھی مشترک ہیں لیکن ان کو طاقت کہاں کہ وہ آپ کے مخصوص مقام سے آگے بڑھ سکیں ایسے ہی جبریل علیہ السلام سے دوسرے فرشتے اس کے مقام مخصوص سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔

۲۔ بعض نے کہا کہ یہ وہ مقام ہے جہاں مخلوق کے علم و اعمال کی انتہا ہوتی ہے یعنی کسی کو علم نہیں کہ اس کے آگے کیا ہے وہ اس لیے کہ اعمال صالحہ علیین میں ہیں اور اعمال فرشتوں کے ہاتھوں سے ہی اوپر جاتے ہیں۔ جب فرشتے اس کے آگے نہیں بڑھ سکتے (جیسے اوپر مذکور ہوا)۔

تو اعمال کیسے اس کے آگے جا سکیں گے۔

فائدہ:۔ لیکن اعمال صالحہ سے عوام کے اعمال مراد ہیں ورنہ خواص کے اعمال اس سے آگے بڑھ کر عالم ارواح سے متجاوز کر کے مستوائے عرش تک پہنچتے ہیں بلکہ اس سے بھی آگے کہ جسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کیونکہ ان خواص اُمت کے اعمال صالحہ خلوص سے ہوتے ہیں جو ملائکہ کے ہاتھوں میں نہیں دیئے جاتے اسی لیے یہ مخصوص اعمال وہاں پہنچتے ہیں جہاں ان کے سوا کسی دوسرے کی گنجائش نہیں۔

۳۔ بعض نے کہا کہ یہ وہ مقام ہے جہاں شہداء کی ارواح ہیں کیونکہ وہ ارض الجنان (بہشت کی دھرتی) میں ہیں۔

۴۔ بعض نے کہا کہ یہ وہ مقام ہے جہاں سے احکام زمین پر نازل ہوتے ہیں پھر بندگان سے ان کے مطابق اعمال ہوتے ہیں تو صرف ان کے آثار پھر وہاں پہنچتے ہیں۔

حدیث شریف:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب شب معراج حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سدرہ میں تشریف لے گئے تو آپ سے عرض کی گئی کہ یہاں کوئی نہیں آسکتا سوائے آپ کے اور آپ کے اس اُمتی کے جو آپ کی سنت مقدسہ پر عمل کرتا ہے۔

۵۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سدرہ عرش کی اصل یعنی حاملین عرش کے سروں کے اُوپر کی جگہ کا نام ہے اور مخلوق صرف یہاں تک پہنچ سکتی ہے اس کے آگے وہ غیب ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا (ہاں جو عرش کے پار گیا تو اس کی بات ہی کیا)

۶۔ خلاصہ یہ کہ وہ شجرۂ طوبیٰ ہے حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سدرہ وہ شجرہ طوبیٰ ہے اگر کوئی سوار بہترین گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے کنارے چلتا جائے تو بڑھاپے تک چلتا ہے تب بھی اس کے کنارہ تک نہ پہنچے گا۔

سدرہ کا نور:۔ وہ سدرہ (بیری کا درخت) بہشتیوں کے زیورات اور پوشاک اور ہر قسم کے الوان (رنگ) سے لدی ہوئی اس کا ایک پتہ اگر زمین پر لایا جائے تو زمین نور’‘ علیٰ نور (روشن) ہو جائے گی۔[1]

---

[1] سدرہ کے پتے کی نورانیت پر ایمان رکھنے والے حقیقت محمدیہ کے انوار کے منکرین کو دعوت فکر ہے ۱۲ = اویسی غفرلہٗ۔

فائدہ :۔ بعض نے کہا کہ سدرہ کی المنتہیٰ کی طرف اضافت اضافت الشئ الی المکان کے قبیل سے ہے جیسے کہا جاتا ہے اشجار البستان (باغ کے درخت) اور المنتہیٰ اُس وقت ایک جگہ کا نام ہے جہاں سے فرشتے تجاوز نہیں کرتے یا یہ اضافۃ المحل الی الحال کے قبیل سے ہے جیسے کتاب الفقہ (کتاب محل اور فقہ حال ہے جیسے یہ اضافت جائز ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ کی اضافت بھی جائز ہے) دراصل معنیٰ یوں ہوگا کہ وہ سدرہ کہ جہاں علوم کا منتہیٰ ہے یا یہ اضافۃ الملک الی المالک کے قبیل سے ہے بخلاف الجار والمجرور کے کہ وہ دراصل سدرۃ المنتہیٰ الیہ ہے ۂ (ضمیر) کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے خود اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے الیٰ ربك المنتہیٰ (تیرے رب کی طرف سے منتہیٰ ہے۔ اور سدرہ کا اس کی طرف اضافت ایسے ہے جیسے بیت کی اس کی طرف اضافت ہے یعنی یہ اضافت تشریف و تعظیم کے لیے ہے۔

فائدہ :۔ بعض نے کہا وہ جو یہاں دیکھا گیا وہ اللہ تعالیٰ کی ذات تھی اَب معنیٰ یہ ہوُا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دیکھا دو بار جیسے موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دو بار کلام سے نوازا۔ اس سے ثابت ہوُا کہ دوسری رؤیت بھی پہلی رؤیت کی طرح تھی یعنی نزول دونو کے لحاظ سے۔

فائدہ :۔ اس تقریر پر عند مفعول سے حال نہ ہو جبکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات مراد لی گئی ہے کیونکہ وہ کریم زمان و مکان سے منزہ اور پاک ہے اُس وقت یہ کہا جائے کہ عند رآی کے متعلق ہے اور بس۔ اَب معنیٰ یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک دو بار دیکھا اس اعتبار سے عند رآی کے متعلق ہونا مناسب ہے کیونکہ اس کا تعلق رؤیت سے ہے نہ کہ مرئی سے جیسے ہم کہتے ہیں رأیت الھلال (میں نے چاند دیکھا) اس پر سوال ہوا کہ (این رأیت) تو نے کہاں دیکھا اس کے جواب میں کہا جائے رأیت عند الشجرۃ الفلانیۃ۔ (میں نے اسے فلاں درخت کے نزدیک دیکھا ہے (اس میں عند کا تعلق مرئی (دیکھے ہوئے چاند) سے نہیں بلکہ رؤیت سے ہے ایسے ہی عند سدرۃ المنتہیٰ میں بھی عند کا تعلق رآی سے ہے نہ کہ مرئی (اللہ تعالیٰ سے)

فائدہ :۔ ابن برجان نے کہا کہ اس سے اسرار دو بار مراد ہے پہلا دل سے دوسرا آنکھ سے اور چونکہ یہ حاصل نہیں ہوتا جب تک مسافات بُعد طے نہ ہوں اور مسافات بُعد سے حجابات مراد ہیں۔ تاکہ اس حیثیت سے ہو جائے جسے بشر دیکھ سکے اسی لیے اسے نزلۃً اُخریٰ سے تعبیر فرمایا

اور وقت کو مکان سے معین فرمایا اسی لیے فرمایا عند سدرۃ المنتہیٰ (تفسیر المناسبات)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول گرامی: حضرت کعب احبار سے وکیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رب تعالیٰ کو دو بار دیکھا اس کی دلیل میں، فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دو بار کلام کیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کا دو بار دیدار کیا۔ جب یہ بات ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہنچی تو فرمایا اس کلام کی ہیبت سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ عرض کی گئی اے ام المومنین (رضی اللہ عنہا) کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ۔ فرمایا کہ یہی سوال میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو فرمایا میں نے جبریل علیہ السلام کو اصلی صورت و خلقت میں افق میں اُترتا ہوا دیکھا۔

صاحب روح البیان کا بیان: فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ یہ مقام نہایت ہی سخت ہے کیونکہ اس میں احتمالات ہیں۔

مسئلہ: جو شخص معراج تا مسجد اقصیٰ کا منکر ہو وہ کافر ہے کیونکہ اتنا قدر نص قطعی سے ثابت ہے چنانچہ فرمایا سبحان الذی اسریٰ بعبدہ الخ

مسئلہ: جو آسمانوں کی طرف جانے کی معراج کا منکر ہے وہ گمراہ ہے کیونکہ یہ حدیث مشہور سے ثابت ہے۔

چونتیس بار معراج: سیدنا الشیخ الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چونتیس بار معراج ہوئی۔ ایک بار جسم سے تینتیس بار خواب میں۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس میں رد ہے ان کا جو تعجب کرتے ہیں بوجہ اپنے حجاب کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہود حضرت الہیہ کے متعلق مظاہر عینیہ و مجالیہ غیبیہ میں ان کا یہ تعجب ان کی بیوقوفی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اپنی حضوری کی کوئی قید نہیں لگائی اور نہ مشاہدہ کی کوئی پابندی ہے بلکہ انہیں پوشیدہ علانیہ طو سیار بار ہر گھڑی اللہ تعالیٰ اپنے دیدار سے شرف یاب فرماتا ہے بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے گرامی کے جوابات فقیر نے حاشیہ پر لکھ دیئے ہیں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس قول سے بی بی صاحبہ نے رجوع کیا ہوگا ۱۲ اویسی غفرلہ۔

کی شان یہ ہے کہ لمحہ بھر بھی اللہ تعالیٰ سے محجوب اور غائب نہیں ہوتے آپ تو مقام فنا کی وجہ سے بار بار مقام احدیت میں مشاہدہ کرتے رہے ہیں اور دوبارہ مقام واحدیت میں مقام بقاء کی وجہ سے مشہد احدی سے مشہد واحدی (جسے سدرۃ المنتہیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے) کی طرف نزول کرتے ہوئے اور سدرۃ المنتہیٰ سے کثرت کا شجرہ مراد ہے کہ جس سے کثرت کی ابتداء اور بحسب اعمال و اقوال و افعال و احوال وہاں تک مظاہر کا انتہا ہے اور شجرۃ الکثرۃ کو سدرۃ المنتہیٰ سے اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ اس سے اظلال و اغصان کی کثرت ظاہر ہوتی ہے یہی واحدیت یعنی کثرت کے شجرہ کا حال ہے کہ اس سے تعینات و تکثرات کا ظہور رہا اور وجود علمی خارجی کے ساتھ متعینات کے سائے پھوٹے۔

فائدہ:۔ حضرت البقلی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ نہ رؤیت اولیٰ رؤیت ثانیہ سے کم تھی اور نہ ہی رؤیت ثانیہ رؤیت اولیٰ سے زیادہ مکشوف تھی۔ تم کیا سمجھ رہے ہو۔ عزیزو یوں کہو اگر اس کے اہل ہو تو کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کو حضرت سے رجوع کے بعد اپنے لحاف میں دیکھا تو پھر اسی ساعت میں دوبارہ دیکھا جس میں اسی رؤیت سے قلب لمحہ بھر بھی غائب نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے کہ جو کچھ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عالم امکان میں دیکھا یا جو کچھ سدرۃ المنتہیٰ میں دیکھا وہ شے واحد ہے اس لیے کہ وہاں قدم و جلال کا ظہور تھا اور وہ ظہور نہ مکان سے متعلق تھا اور نہ زمان سے کیونکہ قدم مکان و جہات سے منزہ ہے اور وہ دیدار ایسا تھا کہ بندہ بھی امکان میں تھا اور رب تعالیٰ بھی (گویا) امکان میں تھا اور یہ اس کے کمال تنزیہ اور عظیم لطف ہے کہ اپنے عبد مقدس کے قلب پر متجلی ہوا درانحالیکہ وہ عالم امکان میں ہے اور اس کا عبد مقدس امکان میں۔ یہاں عقل کی دال نہیں گلتی اور علم بھی حیران و سرگردان ہے کیونکہ عقول اس کے سمجھنے سے عاجز اور افہام متحیر اور قلوب سرگردان و حیران اور ارواح بھی اور اسرار گم۔

رفعت شان حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:۔ آیت میں شرافت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے کہ جب آپ نے اللہ تعالیٰ کو دوبارہ سدرۃ المنتہیٰ پر دیکھا تو اس سے قبل آپ کا خیال تھا کہ جو کچھ میں نے پہلی بار دیکھا ممکن ہے عالم امکان میں ویسا نہ ہو کیونکہ آپ کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسے امور سے بالکل منزہ اور پاک ہے اور جب آپ کو دوبارہ عالم امکان میں اللہ تعالیٰ کی طرح کی زیارت ہوئی تو آپ کو یقین ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو حدوث و امکان حاجب نہیں ہو سکتے اور بڑے لوگوں کی عادت ہے

کہ جب کوئی انھیں ملنے آتا ہے تو الوداع کے وقت اسے حتیٰ الباب (دروازہ تک) الوداع کرتے ہیں جب وہ ملاقاتی ذی وقار شخصیت ہو (بلا تمثیل) اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کمال محبت کے اظہار کی بنا پر ایسے ہی کیا کہ سدرۃ المنتہیٰ کی قید لگائی وہ بوجہ عرف کے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے لیے سدرۃ المنتہیٰ کیسی)۔

فائدہ:۔ حقیقی اشارہ یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مقام التباس سے آگاہ فرمایا ہے دیدار کے معاملہ میں التباس کر کے خفیہ تدبیر فرمائی تاکہ غیروں کو راز سے آگاہی نہ ہو اس سے واضح ہوا کہ شجرۂ سدرۃ المنتہیٰ سے حق تعالیٰ ایسے ظاہر ہوا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے شجرۂ عناب سے متجلّی ہوا تاکہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل طور پہچان ہو کیونکہ وہ عارف نہیں ہوتا جو اپنے محبوب کو مختلف لباسوں میں دیکھ کر نہ پہچان سکے۔

تفسیر عالمانہ:۔ عندھا جنۃ الماوٰی (اس شجرۂ سدرہ کے نزدیک جنت الماوٰی ہے۔

ربط:۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ سدرۃ المنتہیٰ کی عظمت و شرافت بیان فرمائے تو فرمایا عندھا جنۃ الماوٰی ھا کی ضمیر سدرہ کی طرف لوٹتی ہے اور جملہ حالیہ ہے۔ بعض نے کہا کہ احسن یہ ہے کہ کہا جائے کہ ظرف حال ہے اور جنۃ الماوٰی اس کا فاعل (محلا) مرفوع ہے اور جنت کی الماوٰی کی اضافت مسجد الجامع کی طرح ہے یعنی وہ جنت جس میں متقین پناہ لیں گے یعنی اس میں تشریف لائیں گے اور اس کی طرف ارواح شہداء لوٹیں گے یعنی جنت الماوٰی متقین کی آرام گاہ یا ماوی یا ارواح کا مکان ہے یا اس لیے کہ اس میں آدم و حوا (علی نبینا و علیہما السلام) ٹھہرے۔

حل لغات:۔ اہل عرب کہتے ہیں اویت منزلی (میں اپنے گھر میں ٹھہرا) اس کا مصدر اوی (اوی) باب ہے یعنی میں گھر کو لوٹا اس میں خود اترا۔ الماوٰی بمعنی المکان۔

فائدہ:۔ حضرت الشیخ الاکبر قدس سرہ نے فرمایا کہ حضرت آدم (علی نبینا و علیہ السلام) اس جگہ ہیں اترے جہاں جبریل علیہ السلام ٹھہرے تھے اب وہ اولاد آدم (علیہ السلام) کے لیے برزخ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آدم علیہ السلام کے تشریف لانے کے بعد جبریل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ میں آگئے اور یہ جنت ذاتی طور دائماً نہیں اسی لیے آدم علیہ السلام کا وہاں سے نکلنا ہوا جبکہ انہیں ابلیس نے دھوکہ دیا کہ آپ اس میں ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے فرشتہ ہونے کی

استدعا کریں پھر آپ کو اس نے خُلد میں دائمی رہائش اور جبریل علیہ السلام کے ساتھ بقاء کی اپیل کی رغبت دلائی۔

جنت کیا ہے؟: جنت کی چوڑائی آسمانوں اور زمینوں (چودہ طبقات) کے برابر ہے اس کا تقاضا ہے کہ جو اس میں داخل ہوا اسے دوام حاصل ہو جائے اور اس سے نکلنا محال ہو کیونکہ وہاں کون و فساد کو دخل نہیں اللہ تعالیٰ نے اس کی وصف بتائی کہ عطاء ھا غیر مجذوذ اس کی عطا غیر منقطع ہے۔ خلاصہ یہ کہ بہشت کی صرف چوڑائی چودہ طبقات کے برابر ہے اور اس کی زمین کرسی ہے وہ کرسی چودہ طبق سے بھی وسیع ہے اس کی چھت عرش الٰہی ہے جو جملہ جہانوں کو محیط بلکہ خود آٹھوں بہشتوں کو بھی۔

آدم علیہ السلام کس بہشت سے نکلے: جس بہشت سے آدم علیٰ نبینا وعلیہما السلام نکلے تھے وہ ان آٹھوں کی غیر ہے (کذا قالہ الشیخ ایضاً فی تلقیح الاذہان)۔

تفسیر صوفیانہ: حضرت نجم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تاویلات میں لکھا کہ اس میں اس جنت عالیہ کی طرف اشارہ ہے جس میں مقعد صدق کی جگہ ان مجنونوں، عاشقوں کو قید میں رکھا جاتا ہے جو انانیت سے فارغ ہیں وہ مقعد صدق مالک مقتدر کے قرب میں ہیں اور عندھا میں اس ہویت کی طرف اشارہ ہے جو شجرۂ واحدیت کے قریب ہے جسے سدرۃ المنتہیٰ کہا جاتا ہے کیونکہ وہاں ان شہداء کی ارواح پہنچتی ہیں جنکو صدق و اخلاص کی تلواروں اور ریاضات و مجاہدات کے نیزوں سے شہید کیا جاتا ہے۔

تفسیر عالمانہ: اذ یغشی السدرۃ ما یغشیٰ (جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا) سدرۃ المنتہیٰ کی عظمت کے اظہار کا دوسرا مضمون ہے۔ اذا السدرہ آدمی کا ظرف زمان ہے اس لیے کہ اس کے بعد جملہ منفیہ ہے اور قاعدہ ہے کہ ما کا مابعد اس کے ماقبل پر عمل نہیں کر سکتا۔

حل لغات: الغشیان بمعنی التغطیہ والستر یعنی چھپانا۔ چھا جانا۔ اسی سے ہے الغواشی اور مضارع کا صیغہ حکایت حال ماضی کے لیے ہے تاکہ اس کی صورت بدیعہ کا تصور ذہن میں خوب اترے تاکہ معلوم ہو کہ وہ چھا جانا بطریق تجدد دائماً ہوتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو سدرۃ المنتہیٰ پر دیکھا تو وہ سدرہ پر چھائے ہوئے ہیں اور ایسے کہ اس کی کنہ بیان نہیں ہو سکتی اور نہ اس کا بیان ہو سکتا ہے نہ کیفیت کے لحاظ سے نہ کمیت کے اعتبار سے۔

حدیث شریف: سدرۃ المنتہیٰ کو مختلف رنگ ڈھانپے ہیں نامعلوم وہ کیا تھا اللہ کی مخلوق کو طاقت نہیں کہ اسے

بیان کر سکے۔

حدیث شریف :۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سدرۃ المنتہیٰ کو رفرف نے ڈھانپ رکھا تھا۔

فائدہ :۔ رفرف سبز رنگ کے پرندوں کی ایک جماعت کو کہا جاتا ہے۔

فائدہ :۔ بعض نے کہا اسے سونے کے مختلف پتنگوں اور ٹڈیوں نے ڈھانپ رکھا تھا چنانچہ علامہ کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ " کہا جاتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کے ارد گرد اُڑنے والے فرشتے گھومتے رہتے ہیں ایسے محسوس ہوتے ہیں کہ گویا وہ سنہری رنگ کے پتنگے ہیں۔

فائدہ :۔ بعض نے اسے اللہ تعالیٰ کے انوار کی تجلیوں نے ڈھانپ رکھا تھا جبکہ اس پر ایسی تجلیاں ڈالی جاتی ہیں جیسے کہ طور پر ڈالی گئی تھیں لیکن چونکہ وہ پہاڑ سے زیادہ مضبوط اور قوی تر ہے اس لیے اسے وہ صورت پیش نہیں آتی جو پہاڑ کو آئی کہ صرف ایک جلوے سے پاش پاش ہو گیا تھا وہ اس لیے کہا پہاڑ عالم ملک میں تھا اور یہ ملک ضعیف ہے اور سدرۃ المنتہیٰ عالم ملکوت میں ہے اور وہ اور وہ قوی ہے یہی وجہ ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ جلوے دیکھ کر بیہوش نہ ہوئے جب جبریل علیہ السلام کو دیکھا جیسے اسے اُفقِ اعلیٰ میں دیکھ کر بیہوش ہوئے کیونکہ اُس وقت آپ کو قوت تمکین حاصل تھی اور جسم اطہر لطافت کی انتہا پر تھا۔

ف۔ اویسی غفرلہٗ کہتا ہے کہ وہ ظاہر میں بیہوشی لیکن باطن میں استغراق مشاہدہ انوار و تجلیات حق تھا جس کے وسیلہ سے جبریل علیہ السلام نے بھی نجات پائی۔ مولانا رومی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

نقش احمد زاں نظر بیہوش گشت

بحر او از بہر کیف پر جوش گشت

ترجمہ:۔ اس نظر کیمیا سے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ظاہر بیہوش ہوا۔ ان کا دریا اس منظر کی کیفیت سے بے جوش میں ہوا۔

فائدہ :۔ شیخ عبد اللطیف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس شعر کی شرح میں فرماتے ہیں " ظاہر آں سرورِ کائنات مفخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازاں بیہوش شد اما بحر حقیقت او صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم از جبرائیل پر جوش گشت چنانچہ بقارکف از جوشش بحر ست بقار جبرائیل از باطن محمدیست اگر از باطن او صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدد نبودے جبرائیل مضمحل شدے " مولانا رومی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

احمدا ! بکشاید آں پر جلیل

تا ابد مدہوش ماند جبریل

جبریل تادم زیست بیہوش رہیں (علیہ السلام) اگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا پر یعنی پردہ ہٹا دیں۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ سدرۃ المنتہیٰ کو ڈھانپنے والے وہ ان گنت فرشتے تھے جو درخت پر بیٹھنے والے کوؤں کی طرح سدرۃ المنتہیٰ کو ڈھانپے ہوئے تھے اور عبادتِ حق میں مصروف تھے۔ یا وہ اس کی زیارت کو آتے ہیں جیسے انسان کعبۃ اللہ کی زیارت کی حاضری دیتے ہیں۔

عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیرے قربان

بعض نے کہا کہ یہ وہ فرشتے تھے جو شبِ معراج حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے تھے وہ اتنے کثیر التعداد تھے کہ سدرۃ المنتہیٰ پر چھا گئے اور وہ اللہ تعالیٰ سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے اجازت لے کر حاضر ہوئے تھے۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ جب وہ سدرۃ المنتہیٰ کی حاضری دیتے ہیں تو خالی ہاتھ نہیں آتے بہشت کے طبقات کو اسرار و رموز سے پُر کر کے سدرۃ المنتہیٰ پر نچھاور کرتے ہیں۔ اب بھی قربِ الٰہی کے ارادہ پر وہی اسرار و رموز نچھاور کر رہے تھے۔

عطائے خدا برائے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حدیث شریف: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک تین چیزیں عطا ہوئیں:-

۱۔ پانچ نمازیں ۲۔ خواتیم سورۃ البقرہ ۳۔ تمام اُمت (جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے) کی بخشش۔

تفسیر صوفیانہ

تفسیر صوفیانہ: تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ اس میں مظاہر اسمائیہ و صفاتیہ جمالیہ لطفیہ و جلالیہ قہریہ جو شجرۂ واحدیہ جس کا نام سدرۃ المنتہیٰ کو ڈھانپے ہوئے ہیں کہ جن کی نہ گنتی ہو سکتی ہے اور نہ شمار کیونکہ ان کے مصادر غیر منتہیٰ ہیں) کی عظمت کا اظہار ہے۔ یاد رہے کہ مصادر غیر منتہیٰ اس لیے ہیں کہ اسماء بحسب الجزئیات غیر منتہیٰ ہیں اگرچہ من حیث الکلیات منتہیٰ ہیں لیکن سدرۃ المنتہیٰ کی اور اُن کے عمود (ستونوں) کی حقیقت پوشیدہ اور چھپی ہوئی ہے بوجہ ان کی ٹہنیوں اور پتوں اور پھولوں کی کثرت کے۔ یہی بات شجرہ کی ذاتی وصف اور اس کی قدر و قیمت کی جلالت پر دلالت کرتی ہے کیوں نہ ہو جب کہ صوفیہ کرام کا عقیدہ ہے کہ الواحدیت من حیث الحقیقت احدیت کی عین اور بحیثیت اعتبار (عقلی غیر ہے) سے اچھی طرح سمجھ لے تاکہ تیرے ہاتھ حقیقت بلکہ طریقت و شریعت کا دامن تیرے ہاتھ سے نہ نکل جائے۔

نکتہ:۔ حضرت البقلی قدس سرہٗ نے فرمایا ڈھانپنے کی حقیقت کو اس لیے مخفی رکھا گیا کہ وہاں عقول کی رسائی ناممکن ہے کہ کیا سے کیا شے ڈھانپتی ہے اور کیسے۔ قاعدہ ہے کہ قدم حلول فی الاماکن سے منزہ ہے اور چونکہ سدرہ کا درخت اللہ تعالیٰ کے ظہور کا آئینہ ہے اسی لیے اسے پوشیدہ رکھنے میں لطافت ہے کہ اس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ اولیاء اللہ جو عرفان کے بعد کہتے ہیں ہمارا اس پر ایمان ہے۔

تفسیر عالمانہ: ماذاغ البصر (آنکھ کسی طرف نہ پھری)

حل لغات:۔ الزیغ بمعنی استقامت سے ہٹنا یعنی جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اس سے آپ کی آنکھ معمولی طور بھی نہ پھری۔ وماطغیٰ۔ (اور نہ حد سے بڑھی) یعنی حد سے نہ بڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ باوجودیکہ وہاں ایسے امور تھے جو مشاہدہ سے ہٹانے کے لیے زور پر تھے لیکن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے کہ مشاہدہ میں کمی نہ آنے دی بلکہ اسے مضبوط اور یقین کے ساتھ صحیح سالم رکھا جن عجائبات کے دیکھنے پر آپ مامور تھے اس برابر نگاہ کو ادھر ادھر نہ جانے دیا۔ پورے استحکام و ضبط سے اسے حاصل فرمایا اس کے خلاف ادنیٰ سے ادنیٰ کمی کا شائبہ بھی نہیں ہونے دیا۔

دیدار الٰہی چشمان مبارک کو بیداری میں معراج کی دلیل:

اس آیت میں دلیل ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیدار الٰہی ان ظاہری چشمان مبارک سے اور بیداری میں ہوا کیونکہ یہ قلبی دیدار ہوتا تو فرماتا ماذاغ القلب الخ

سوال:۔ ممکن ہے اس سے بصر قلب مراد ہو۔

جواب:۔ یہ مجاز ہے اور مجازی معنیٰ کے لیے قرینہ ضروری ہوتا ہے اور یہاں بصر قلب کے معنیٰ میں لے جانے کا کوئی قرینہ نہیں اسی لیے حضرت علامہ کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آیت کا معنیٰ کیا ہے کہ حضور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دیکھنے کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے کہ کیسے حسن ادب و علو ہمت سے دیکھا کہ اس رات (معراج) میں ذرۂ کائنات کی طرف معمولی التفات بھی نہ فرمایا اور دیدۂ دل کو بجز مشاہدۂ جمال الٰہی کے کسی طرف نہ کھولا۔ ؎

در دیدہ کشیدہ کحل ماذاغ
نے راغ نگاہ کردونے باغ

میراند براق عرشی پرواز
تا حجلۂ ناز و پردۂ راز

پس پردہ نہ پیش دیدہ برخاست
بے پردہ بدید آنچہ دل خواست

ترجمہ:۔(۱)۔ مازاغ کا سرمہ آنکھ مبارک میں ڈال دیا پھر نہ جنگل کی طرف توجہ کی نہ باغ کی طرف۔
(۲)۔ براق کو عرش کی طرف پہ وانہ دیتے ہوئے حجلہ ناز اور پردۂ راز تک تشریف لے گئے۔
(۳)۔ پس پردہ محبوب حقیقی آنکھوں کے سامنے آگیا پھر بے پردہ دیکھا ویسے دیکھا جیسے آپ کا جی چاہتا تھا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی فقر کلی کی حقیقت تک پہنچ چکے تھے اور فقر کلی کی حقیقت یہی ہے کہ انسان ماسوی اللہ سے کلی طور مطلقاً فارغ ہو جائے اسی لیے آپ نے فرمایا الفقر فخری۔ اور اس سے بڑھ کر اور اُونچا مرتبہ اور کیا ہو گا کہ بندہ اپنے وجود کلی مجازی سے فارغ ہو کر وجودِ حقیقی کے ساتھ قائم ہو جائے۔ اور اس میں اپنے آقا کے صفات کا مظہر ہو جائے یہاں تک کہ کہا جائے یہی بندۂ خدا ہے یعنی صرف اس کا بندہ نہ کہ کوئی اور (اگر میں تو اس کے طفیل) اب معنیٰ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمان مبارک نے ملک جسمانی میں نہ ملک دنیا کی طرف مائل اور نہ اس کی زینت کی طرف راغب اور نہ اُن کے نقش ونگار کی طرف اور نہ اُس کے جاہ وجلال کی طرف جھانک کر دیکھا اور نہ حد سے بڑھی آپ کی ملکوتی روحانی نظر عالم آخرت کی طرف اور نہ اُن کی نعمتوں اور درجات و قربات وعرفات کی طرف بلکہ ہر دونوں کلی طور اور حقیقی اجتماع کی حیثیت سے متحدہ مجتمع رہیں بغیر کمی اور کوتاہی کے شہود حق اور اس کے اسماء و صفات و عجائبات تجلیات ذاتیہ وغرائب تنزلات صفاتیہ پر۔

دوسری تفسیر صوفیانہ:۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ما زاغ میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عین ظاہر نہ پھرا کثرت اسمائیہ کی طرف بلکہ وحدت ذاتیہ اور غرائب تنزلات سے کمال قیام کے ساتھ قائم رہا ساتھ شہود مرتبتین کے اور اپنے علم کے احاطہ کی وجہ سے ساتھ دونوں مرتبوں کے (اسے اچھی طرح سمجھ لے ورنہ ندامت اُٹھائے گا)

فائدہ:۔ حضرت البقلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رؤیت ثانیہ کے متعلق ہے ورنہ رویت اُولیٰ میں سوائے ذات باری تعالیٰ کے اور کوئی شے نہ تھی۔ اسی لیے وہاں آنکھ جھپکنے وغیرہ کا ذکر نہیں۔

شانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان:۔ آیت میں حبیب خدا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تمکین کا بیان ہے جو آپ کو محل استقامت

اور شوق مشاہدۂ رب میں نصیب ہوا کہ اس وقت آپ نے سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے اور کسی طرف توجہ نہ فرمائی حالانکہ وہ مقام بہت بڑا برگزیدہ اور فضیلت سے بھرپور تھا۔

حبیب وکلیم کا فرق: کشف الاسرار میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب دیدار چاہا اور عرض کی ادنی انظر الیك ۔ مجھے دیدار سے مشرف فرما تا کہ میں تجھے دیکھوں اللہ تعالیٰ نے اسے صمصام غیرت سے لن ترانی (تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا) کے جواب سے نوازا۔ جب اس سوال پہ انھیں ملا جو ملنا تھا تو عرض کی تبت الیك (میں نے تیری طرف رجوع کیا)۔ لیکن جب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی باری آئی تو آپ کی آنکھ مبارک میں لا تمدن عینیك کی غیرت کا سرمہ لگایا یعنی اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میرے غیر کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھنا) تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اپنی چشمان مبارک پر "ما زاغ البصر وما طغیٰ" کی پٹی باندھ کر زبان حال سے (گویا) عرض کیا ؎

بر بندم چشم خویش و نکشایم نیز
تا روز زیارت تو اے یار عزیز

ترجمہ:۔ آنکھ بند کرتا ہوں اور کھولتا بھی نہیں اے محبوب روز زیارت تک یونہی رہوں گا۔

اسی لیے جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ حق میں پہنچے تو پھر جلال وجمال کے تمام جلوے آپ کے سامنے کر دیئے گئے جیسے ما کذب الفواد ما رای میں بیان فرمایا ؎

ہمہ تنم ذکر گردد چو با تو راز کنم
ہمہ کمال تو بینم چوں دیدہ باز کنم

ترجمہ:۔ جب تجھ سے راز کی بات کہوں میرا سارا جسم ذکر ہو جائے تیرا جملہ کمال دیکھوں جب آنکھ کھولوں۔ ؎

ان تذکرتہ فکلی قلوب
او تاملتہ فکلی عیون

ترجمہ:۔ جب تجھے یاد کرتا ہوں تو میرا تمام جسم قلب ہوتا ہے جب تامل کرتا ہوں تو میرا تمام جسم آنکھیں ہوتی ہیں۔

واپسی موسیٰ علیہ السلام از کوہِ طور: مروی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام مناجات حق سے

واپس لوٹے تو آپ کے ساتھ ہیبتِ الٰہی کا نور اور عظمتِ حق کا ایسا اثر تھا کہ جو بھی آپ کو دیکھتا اندھا ہو جاتا۔

واپسی حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم از معراج:۔ جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشاہداتِ حق سے فارغ ہو کر واپس لوٹے تو آپ کے چہرۂ اقدس پر نورِ الٰہی کے آثار تھے کہ جو بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہوتا اُس کی بینائی میں تیزی آجاتی۔

فرق کیوں؟:۔ دراصل حضرت موسیٰ علیہ السلام اہلِ تکوین کے مقام میں تھے اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اربابِ تمکین کے مقام میں تھے۔

تفسیر عالمانہ:۔ لقد رأی من آیات ربہ الکبریٰ (بیشک اپنے رب تعالیٰ کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں) بخدا رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شبِ معراج وہ آیات دیکھیں جو سب سے بڑی اور عظیم الشان تھیں۔ اسی شب کو آپ کو ملک و ملکوت کے ایسے عجائبات دکھائے گئے جنہیں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

فائدہ:۔ من آیاتہ الخ حال ہے اپنے ذی الحال سے مقدم ہے۔ اور لفظ مِن بیانیہ ہے اس لیے کہ اس مقام کو یہی مناسبت ہے کیونکہ یہاں تعظیم اور مبالغہ مطلوب ہے اسی لیے اسے تبعیض کا نہیں بنایا گیا حالانکہ یہ مفعول بہ ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ الکبریٰ آیات کی صفت اور مفعول بہ محذوف ہو جو کہ شیئاً عظیماً ہے۔ اب مطلوب یہ ہوا کہ رأی شیئاً عظیماً من آیات ربہ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ من زائدہ ہے لیکن یہ اخفش کے مذہب پر۔

معراج کی شب کون سی تھی؟:۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معراج ستائیسویں رجب ہوئی اسی پر اکثر علماء ہیں اور ۱۲ نبوت یعنی ہجرت سے کچھ پہلے (تفسیر المناسبات) لیکن یہاں اشکال ہے وہ یہ کہ سورہ (النجم) نبوت کے پانچویں سال نازل ہوئی ہے جیسے سورت کے اول میں ہم نے عرض کیا ہے (جس کا حل کوئی نہیں)۔

رفرف:۔ مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ اسی شب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سبز رنگ رفرف دیکھی جو اُفق کے کناروں کو چھائی ہوئی تھی۔ آپ نے اس پر سوار ہو کر سدرۃ المنتہیٰ کو عبور فرمایا اور رفرف بچھونے کو کہا جاتا ہے یہ دراصل بصورت ہمت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو وہ خود ایسی بسیط و عریض ہے جو مطلقاً جملہ آفاق کو محیط ہے اسی لیے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ

علیہ وسلم عالم بسیط کے سفر میں ہیں اور وہاں وہی پہنچ سکتا ہے جو آپ جیسا کوئی عالی ہمت ہو۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ؂

لہ ھمم لا منتھی لکبارھا
وھمتہ الصغری اجل من الدھر

ترجمہ:۔ آپ کی بہت بڑی ہمتیں ہیں ان کی بڑی بڑی ہمتوں کی تو کوئی انتہا نہیں آپ کی چھوٹی سی ہمت بھی زمانہ بھر سے بزرگ تر ہے۔

کیا کیا دیکھا؟:۔ شب معراج رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملائکہ کے ایک بہت بڑے گروہ کو دیکھا اور سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھا اور جنت الماویٰ کو دیکھا اہل ایمان کے لیے جو جنت میں انعامات مقرر ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمائے اہل الطغیان اور اہل ظلم کے لیے جو دوزخ میں مقرر ہے وہ بھی معائنہ فرمایا اور انوار دیکھے اور دیگر اُمور دیکھے جہاں افکار کی رسائی نہیں ہمارے جیسے دیکھیں تو آنکھیں چندھیا جائیں اور علاوہ ان کے حضرات انبیاء علیہما السلام سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ہر ایک کی ملاقات میں بہت بڑی دقیق اور جلیل القدر اَمر کی طرف اشارہ ہے کنایئے ہوئے اور ان کی بہترین حالت اور بزرگ ترین کیفیت سے ملاقاتیں ہوئیں۔

انبیاء علیہما السلام کی زیارت سے تعبیرات:۔ ابو القاسم امام السہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے الروض الاُنف میں لکھا کہ میری تحقیق یہ ہے تعبیرات کے سمجھنے کا ماخذ علم التعبیر ہے اور وہ بھی علم النبوت کا شعبہ ہے اور اہل التعبیر کہتے ہیں کہ جس نے کسی نبی علیہ السلام کو خواب میں بچشم خود کسی حالت میں دیکھا تو وہ اس کی اپنی حالت سے مشابہت کی وجہ سے ہوگا نرمی دیکھی یا سختی یا دیگر وہ اُمور جو انبیاء علیہم السلام کے متعلق قرآن مجید میں مذکور ہیں مثلاً کسی نے حضرت آدم علیہ السلام کو کسی جگہ حسن وجمال میں دیکھا اگر وہ حکومت کے لائق ہے تو وہ بہت بڑے ملک کا بادشاہ (حاکم۔ افسر) بنے گا کیونکہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا انی جاعل فی الارض الخ ایسے ہی جس نے نوح علیہ السلام کو دیکھا تو وہ طویل العمر ہوگا اور زندگی آرام سے بسر کرے گا لیکن اسے لوگوں سے شدت اور ایذائیں بھی پہنچیں گی لیکن وہ ان پر فتح یاب ہوگا اور جس نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو وہ اپنے باپ کی نافرمانی کرے گا لیکن اسے حج کی سعادت نصیب ہوگی اور وہ دشمنوں پر فتح پائے گا اور اسے کسی ظالم بادشاہ سے ہولناکی اور شدت کا سامنا کرنا

پڑے گا لیکن یہ اس پر فتح پائے گا جس نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو اس پر جھوٹا بہتان تراشا جائے گا اور اس پر ظلم بھی ہوگا اسے تکلیف بھی پہنچے گی۔ اسے قید بھی کیا جائے گا لیکن بعد کو کسی ملک کا بادشاہ (یا حاکم۔ افسر) بن کر کامیاب زندگی بسر کرے گا جس نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو دیکھا تو اس کے ہاتھوں کسی جابر و سرکش کی ہلاکت ہوگی۔ کسی نے سلیمان علیہ السلام کو دیکھا تو وہ قضائے بادشاہی حاصل کرے گا یا اسے علم الفقہ نصیب ہوگا جس نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو وہ برکت والا نفع رساں کثیر الخیر اور اللہ تعالیٰ کی رضا میں کثیر السفر رہے گا جس نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس خواب میں اسے کوئی ناخوشگوار بات محسوس نہ ہوئی ہو تو وہ خفیف الحال زندگی بسر کرے گا۔ اگر اس نے آپ کو سیراب و شاداب علاقہ میں دیکھا تو شادمان و فرحان ہو کر زندگی بسر کرے گا اگر مظلوم قوم میں دیکھے تو اس قوم کو غیبی مدد نصیب ہوگی۔

فائدہ:۔ جس مغموم نے حضور علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تو اس کا غم ٹل جائے گا۔ مدیون نے دیکھا تو اس کا قرض ادا ہو جائے گا۔ مغلوب نے دیکھا تو اس کی غیبی مدد ہوگی۔ قیدی نے دیکھا تو قید سے نجات ملے گی۔ عبد نے دیکھا تو آزاد ہو جائے گا۔ گھر سے غائب نے دیکھا تو آرام و سہولت سے گھر واپس آجائے گا۔ اگر تندرست نے دیکھا تو اس کی معاشی تنگی دور ہو جائے گی بلکہ اسے اللہ تعالیٰ غنی بنا دے گا۔ مریض نے دیکھا تو اسے شفا نصیب ہوگی۔

معراج کہاں ہوئی؟:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معراج مکہ معظمہ میں ہوئی جو حرم الٰہی اور امن کی جگہ اور اس کے ساکنین اللہ تعالیٰ کے ہمسائے ہیں کیونکہ یہاں اس کا گھر (کعبہ معظمہ) ہے۔ انبیاء میں سب سے پہلے جس نے اسے دیکھا وہ آدم علیہ السلام ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے امن و ہمسائیگی میں تھے لیکن اس سے انہیں دشمن ابلیس نے نکالا۔ قصہ (معراج) سے آدم علیہ السلام کے ساتھ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حالت اولیٰ کو تشبیہ دینی ہے کہ آپ کو بھی دشمنوں نے حرم الٰہی اور امن سے نکالا اس سے آپ کو کرب و رغم لاحق ہوا ایسے ہی آدم علیہ السلام کے ساتھ ہوا جیسے پہلے گزرا اسی لیے قصہ معراج کو آدم علیہ السلام سے تشبیہ دی گئی۔

آسمانوں پر انبیاء سے ملاقات کے نکات:۔ حضرت آدم علیہ السلام کی ملاقات پہلے آسمان میں ہوئی تو دیکھا کہ آپ کو نیک

اور بری ارواح گھیرے ہوئے ہیں اس معنی پر آدم علیہ السلام کی ملاقات پہلے آسمان میں تسلیم کرنی ہو گی کہ آپ ارواح کے دونوں گروہوں کو دیکھ رہے تھے ارواح سعداء کا تو آسمان میں ہونا حق ہے لیکن ارواح اشقیاء آسمان میں نہیں کیونکہ اشقیاء کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے اور نہ ہی وہ آسمانوں میں داخل ہو سکتے ہیں۔

دوسرا آسمان:۔ حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے دوسرے آسمان پر ملاقات ہوئی کیونکہ ان دونوں کا امتحان ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس لیے کہ یہودیوں نے آپ کی تکذیب کی اور اذیتیں پہنچائیں بلکہ شہید کرنے کا پروگرام بنایا جس پر اللہ نے انہیں آسمان پر اٹھا لیا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو (بزعم خویش) یہودیوں نے شہید کر ڈالا ایسے ہی حضور سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حالت ثانیہ یعنی مدینہ طیبہ کو ہجرت کرنے کے بعد امتحان ہوا کہ اس میں آزمائش کا سبب یہودی بنے اور آپ کو اذیتیں پہنچائیں اور آپ کے دشمنوں کی مدد کی اور آپ پر بڑے پتھر پھینکنے کا پروگرام کیا تاکہ آپ کو شہید کر ڈالیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو نجات بخشی جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نجات سے نوازا۔ ایسے ہی یہودیوں نے آپ کو بکری کے گوشت میں زہر ملا کر کھلانے کی کوشش کی کچھ اس کے اثرات بار بار عود کرتے یہاں تک کہ وصال کے وقت اس کے اثر سے آپ کی رگ کٹی جیسے آپ نے اس کے اثر کا ذکر وصال سے پہلے بیان فرمایا۔

چوں سفیہاں را ایں کار و کیا

لازم آمد یقتلون الانبیاء

ترجمہ:۔ جب بیوقوفوں کو ایسا کام اور بیوقوفی ہوتی ہے لازم آیا کہ انبیاء علیہم السلام کو شہید کرتے ہیں۔

صوفیانہ فائدہ:۔ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دنیا خرچ کرنے والی شے ہے اسی لیے وہ خرچ کی طرف میلان رکھتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کر کے مستغنی ہو لوگ اس کے محتاج ہوں گے۔

تیسرا آسمان:۔ حضور سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیسرے آسمان پر یوسف علیہ السلام سے ملاقات کی یوسف علیہ السلام کی حالت سے مشابہت کی وجہ ہے وہ اس طرح کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے گھر سے نکالا لیکن پھر بعد کو یوسف علیہ السلام نے ان پر غلبہ پا لیا اس کے باوجود آپ نے بھائیوں سے درگزر فرمایا چنانچہ قرآن مجید میں ہے لا تثریب علیکم الیوم ایسے ہی حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم بدر اپنے اکثر ان رشتہ داروں

پر غلبہ پایا جنہوں نے آپ کو مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا۔ ان میں آپ کا چچا حضرت عباس اور چچا زاد عقیل بھی تھے۔ آپ نے ان رشتہ داروں میں سے بعض کو چھوڑ دیا بعض سے فدیہ لیا اس کے بعد پھر مکمل طور فتح مکہ کے موقعہ پر ان پر فتح پالی۔ آپ نے سب کو جمع کر کے اسی طرح فرمایا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اے قریشیو میں تمھیں اب وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا لا تثریب علیکم الیوم الخ۔

چوتھا آسمان: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام کی ملاقات ہوئی وہ اسی مکان میں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے ورفعناہ مکانا علیا (اور ہم نے انہیں بلند مکان پر اونچا کیا) اور حضرت ادریس علیہ السلام نے سب سے پہلے قلم سے لکھا۔ اور یہ آپ کی چوتھی حالت کی طرف اشارہ ہے بلکہ بلند مرتبت کی تصریح ہے یہاں تک کہ آپ سے دنیا بھر کے بہت بڑے شہنشاہ لرزہ براندام تھے اور ان کو خطوط لکھ کر اپنی طاعت کی دعوت دی یہاں تک کہ ابوسفیان (بحالت کفر) نے جب وہ رومی بادشاہ کے پاس تھا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا والا نامہ تشریف لایا ہرقل کو جس خوف وخشیت کی حالت میں دیکھ کر کہا کہ ابن ابی کبشہ کا معاملہ اتنا پر زور ہے کہ اس سے ابن ابی الاصفر بھی خوف زدہ ہیں۔

فائدہ: ہرقل بروزن بسل وزبرج اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قلمی دعوت تمام بادشاہوں کو دی بعض تو تابع فرمان ہوئے جیسے نجاشی (بالتخفیف) و ملک عمان اور بعض نے تابعداری ظاہر کی اور تحائف بھجوائے جیسے ہرقل اور مقوقس شاہ مصر۔ بعض نے نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پر فتح یاب فرمایا یہی مکاناً علیا ہے اور خط جلی ہے جو حضرت ادریس علیہ السلام کو عطا ہوا تو آپ کو بھی نصیب ہوا۔

چھٹا آسمان: پانچویں آسمان کا ذکر مفسر رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں فرمایا فقیر عرض کرتا ہے کہ یہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اس میں اشارہ تھا موسیٰ علیہ السلام کی حالت سے مشابہت کی طرف کہ جیسے انہیں شام کے جبابرہ سے جنگ کا حکم ہوا چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے موسیٰ علیہ السلام نے ان پر غلبہ پایا اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمنوں پر غلبہ دلا کر انہی کی جگہوں اور شہروں میں آباد کر دکھلایا ایسے ہی نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی شام کے لوگوں کے ساتھ تبوک میں جنگ کی اور دومۃ الجندل پر غلبہ پایا کہ وہ صلح پر مجبور ہو گیا یہاں تک

کہ اس نے جزیہ دیا جب وہ قیدی ہو کر آیا اور رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ فتح کر کے اپنے یاروں کو اسی شہر میں اسی طرح داخل کیا جیسے ان کے دشمنوں نے شہر مکہ سے نکالا تھا۔

ساتواں آسمان:۔ یہاں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اس میں دو حکمتیں تھیں:۔
(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے ٹیک لگا کر بیٹھے تھے یاد رہے کہ بیت المعمور کعبہ معظمہ کے بالمقابل آسمان میں ہے ملائکہ کرام اسی میں حج کرتے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسی لیے یہاں قیام تھا بوجہ مناسبت کعبہ معظمہ کے کہ اسے آپ نے تعمیر کر کے لوگوں کو حج کا اعلان فرمایا۔
(۲) حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخری احوال میں حجۃ الوداع ہے کہ اس سال آپ کے ساتھ ستر ہزار مسلمانوں نے حج ادا کیا۔

فائدہ:۔ اہل تاویل فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حج کا اعلان اس لیے کیا کہ کعبہ کی تعمیر کرنے والے آپ ہیں تو اعلان بھی آپ کریں۔

سوال:۔ امام (فخر الدین رازی) فرماتے ہیں کہ آیت سے شب معراج رویت باری تعالیٰ کا ثبوت ملتا ہے حالانکہ یہاں تو آیات اللہ کا ذکر ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی آیات دیکھیں نہ کہ خود اللہ تعالیٰ کو۔ نیز اس آیت میں معراج کا قصہ ختم کیا تو رؤیۃ الآیات پر اور سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الخ میں آیات کے دکھانے کا وعدہ تھا تو اس سے اتنا ثابت ہوا کہ معراج کی شب میں آیات دکھانے کی بات تھی نہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات دکھانے کی کیونکہ اگر اس سے بڑھ کر کوئی اور شے ہوتی تو اسی پر معراج کا قصہ ختم کیا جاتا اس سے معلوم ہوا کہ آیات کے دکھانے پر معراج کا اختتام بتاتا ہے کہ معراج میں دیدار الٰہی نہیں ہوا۔

جواب:۔ فقیر (صاحب روح البیان) کہتا ہے کہ رؤیۃ الآیات دیدار الٰہی کو بھی مشتمل ہے اس لیے کہ شیخ اکبر قدس سرہ الاکبر الفلوک (کتاب) میں لکھتے ہیں رؤیت و ادراک باری تعالیٰ متعذر ہے باعتبار تجرد الذات عن المظاہر والنسب والاضافات کے ورنہ مظاہر اور من وراء حجابیت المراتب کے ہو تو پھر ممکن ہے جیسے کہ کہا گیا ہے ؎

کالشمس تمنعك اجتلاءك وجهها
فاذا اکتست برقیق غیم امکنا

ترجمہ:۔ جیسے تجھے سورج کی تیز روشنی اس کے چہرے کو دیکھنے سے روکتی ہے لیکن جب وہ بادل کا پردہ اوڑھ

لے تو پھر اسے دیکھنا ممکن ہو جاتا ہے۔

فائدہ :۔ آیات کبریٰ دیدار الٰہی کو اس لیے مشتمل ہیں کہ چونکہ وہ آیات ملکوتیہ ہیں اور ان کا مرتبہ آیات ملکیہ سے بڑھ کر ہوتا ہے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کا بھی مشاہدہ کرایا تاکہ رؤیت جمیع مراتب و مشاہد میں مکمل ہو ایسا ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ کریم معزز مہمان کو گھر پہ بلائے اور خود چھپ کر بیٹھ جائے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایوانِ خاص میں مہمان بنا کر بلایا پھر یہ ناممکن بلکہ نہایت قبیح بات ہے کہ خود کو چھپا کر دیدار سے نہ نوازا ہو (فلہذا یقیناً ثابت ہوا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے)۔

تفسیر صوفیانہ :۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کچھ آیات کبریٰ ہیں اور کچھ صغریٰ۔ کبریٰ تو یہی صفات قدیمہ ازلیہ ہیں جنہیں ائمہ اسلام سات صفات سے تعبیر کرتے ہیں :۔

۱۔ حیات ۲۔علم ۳۔ قدرت ۴۔ ارادہ ۵۔ سمع ۶۔بصر ۷۔ کلام

آیات صغریٰ اسمائے الٰہیہ ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وللہ الاسماء الحسنیٰ۔

نکتہ :۔ صفات آیات کبریٰ اور اسماء آیات صغریٰ بایں معنیٰ ہیں کہ صفات اسماء کی مصادر و مراجع ہیں مثلاً اسم حیّ کا مرجع فی الوجود حیات ہے ایسے ہی علیم کا مرجع فی الوجود علم ہے اور قادر کا مرجع فی الوجود قدرت ہے دوسرا یہ بھی ہے کہ اسماء صفات کے مظاہر ہیں مثلاً اسم حیّ کا وجود میں افعال مرجع ہیں اور افعال اسماء کے اور آثار افعال کے مظاہر ہیں۔

سوال :۔ قرآن مجید میں صرف آیات کبریٰ کی تخصیص کیوں صغریٰ کا ذکر بھی ہوتا حالانکہ وہ آیات الٰہیہ ہیں جیسا کہ فرمایا قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن ایا ما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ۔

جواب :۔ آیات کبریٰ کا شہود آیات صغریٰ کے شہود کو متلزم ہے اسی لیے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر صفت حیات و علم و قدرت سے متجلی ہوتا ہے تو بندہ زندہ ہوتا ہے اس کی صفت حیات سے اور علیم ہوتا ہے صفت علم سے اور قدیر ہوتا ہے صفت قدرت سے۔

شانِ ارفع مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :۔ جب اللہ تعالیٰ نے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمعیت وحدانیت کے آسمان کی طرف معراج کرائی تو انہیں نور الفردانیہ میں داخل کر کے پہلے حق سبحانہٗ تعالیٰ

ان صفات کبریٰ کی صورت میں جلوہ گر ہوا اور یہی صفات مفاتیح الغیب ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اسی لیے:۔

صارت حیاته مادة حیات العالم کله علویة وسفلیة وروحانیة و جسمانیة معدنیة ونباتیة وحیوانیة وانسانیة کما قال وما ارسلنٰك الا رحمة للعالمین وقال لولاك لما خلقت الافلاك وقال علیه السلام انا من الله والمؤمنون منی (روح البیان ص۲۳۲ ج۹)

ترجمہ:۔ آپ کی حیات جملہ عالم کی حیات کا اصل مادہ ہے عالم علوی ہوں یا سفلی، روحانی ہو یا جسمانی نباتی ہوں یا حیوانی وانسانی جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے تو آپ کو جملہ عالمین کی رحمت بنا کر بھیجا ہے اور فرمایا آپ نہ ہوتے میں افلاک کو پیدا نہ کرتا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں اللہ سے ہوں اور تمام مومن مجھ سے۔

علم کلی کا حافظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم:۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جملہ کائنات کے علوم باعطائے تعالیٰ جانتے ہیں یہی عقیدہ اسلاف رحمہم اللہ کا ہے جیسا کہ صاحب روح البیان نے لکھا کہ:۔

وکذا صار علمه محیطا بجمیع المعلومات الغیبیة الملکوتیة کما جاء فی حدیث اختصام الملائکة انه قال فوضع کفه علی کتفی فوجدت بردها بین ثدیی فعلمت علم الاولین والاخرین وفی روایة علم ما کان وما یکون (روح البیان ص۲۳۲ ج۹)

ترجمہ:۔ ایسے ہی آپ کا علم جمیع مغیبات معلومہ ملکوتیہ کو محیط ہے جیسے ملائکہ کے اختصام والی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ہتھیلی میرے دونوں کاندھوں پر رکھی میں نے اس کی ٹھنڈک محسوس کی اپنے پستانوں کے درمیان تو میں نے اولین و آخرین کو جان لیا۔ ایک روایت میں ہے آپ نے ما کان و ما یکون جان لیا۔

اختیار سید عالم اور آدم علیہ السلام نائب سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قدرت سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی قدرت سے جملہ جابروں اور سرکشوں کی گردنیں توڑ ڈالیں اور بہت بڑے سرداروں کے سر تلوار سے کاٹ ڈالے اور ان کے محلات اُجاڑ دیئے اور اُن کے

محلات اُجاڑ دیئے اور ان کے قلعہ جات ویران فرما دیئے کہ اب نہ ان کا نشان ہے اور نہ خود ان کا نام ملتا ہے اور پھر اسی تجلی جمعی کلی احاطی کی برکت سے آدم علیہ السلام حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تابعداری میں آگئے یہاں تک کہ ان کی خلافت درحقیقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلافت تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام عزیز میں خبر دی ہے انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ میں زمین پر اپنا نائب بناؤں گا۔

ملائکہ نے سجدہ کس کو کیا؟:- واسجد اللہ الملائکہ لتلالؤ نورہ الوحدانی فی وجہ آدم[1] یہ تحقیق ہے لقد رآی من آیات ربہ الکبری کی۔

لام جواب قسم اور من زائدہ ہے۔

فائدہ:- حضرت البقلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی بڑی آیات دکھائیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو یہ مقام نصیب نہ ہوا وہ اس لیے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو قوت جباریہ ملکوتیہ کا لباس پہنایا تھا جیسا کہ فرمایا لقد رآی من آیات ربہ الکبری۔ وہ دراصل ظہور آیات میں ظہور انوار صفات کی وجہ سے ہوا اور وہ آیات ایسی ہیں کہ اگر کوئی انھیں دیکھے تو انہی کے دیکھنے میں مستغرق ہو جائے لیکن چونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بحر ذات وصفات کمال استغراق حاصل تھا اسی لیے آپ کی نظر دوسری آیاتِ کبریٰ کی طرف بہت کم اٹھی اور ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آیات کبری کو دیکھا لیکن انھیں اتنا بڑا تصوّر نہ کیا یہ آپ کی کبر ہمت وعلو مرتبت کی دلیل ہے کہ آپ کبیر متعال جل جلالہ سے واصل تھے۔

فائدہ:- حضرت جعفر نے فرمایا کہ علاماتِ محبت سے ایک شاید یہ ہے کہ بڑھ چڑھ کر اس کی خبر دی جائے۔

تفسیر عالمانہ:- افرأیتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری (تو کیا تم نے لات وعزیٰ اور تیسرے منات کی خبر دی۔ یہ دونوں بت تھے جن کی وہ پرستش کرتے تھے۔

---

[1] روح البیان صہ ۲۳۲ ج ۹ اور ملائکہ کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے سجدہ کا حکم اس لیے دیا کہ ان کے چہرہ میں نور وحدانی تھا۔

تحقیق اللات: یہ طائف کے بنو ثقیف کا تھا۔ یہ دراصل لویۃ تھا پھر یاء کو ساکن کر کے حذف کر دیا گیا التقاء ساکنین کی وجہ سے باقی لوۃ بچا پھر واؤ الف سے تبدیل کی گئی متحرک ہونے اور ماقبل کی وجہ سے لاۃ ہوا۔ خلاصہ یہ کہ لاۃ بروزن فعلۃ لوی سے ہے کیونکہ وہ اس پر ٹوٹ پڑتے اور اس کا طواف کرتے اور آدمی کی صورت میں تھے۔

فائدہ: حضرت سعدی المفتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تو کسائی کی قرأت پر ہے کہ وہ اللاۃ میں وقف کے وقت تاء کو ہاء پڑھتا ہے اس کے سوا باقی قرّاء تاء پر وقف کرتے ہیں تو تاء سے اس معنیٰ پر وہ لوی سے ماخوذ نہ ہوگا۔

جواب: ہم نہیں مانتے کہ وہ لات پر وقف کے وقت تاء پڑھتے ہوں بلکہ وہ بھی وقف کے وقت تاء کو ہاء پڑھتے ہیں۔

تحقیق العزیٰ: الاعز کی تانیث ہے یہ غطفان قبیلہ کا تھا یہ ایک کیکر کا درخت تھا جس کی لوگ پوجا کرتے تھے۔

حکایت: حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا تاکہ اس درخت کو کاٹ ڈالیں۔ حضرت خالد نے بُت کو کہا:

یا عزی کفرانك لا سبحانك انی رأیت اللہ اهانك۔

ترجمہ: یا عزیٰ! تیرے ساتھ کفر کرنا ضروری ہے نہ کہ تیری تسبیح میں اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہوں اس نے تیری اہانت کی ہے۔

ان کے اس جملہ کہنے پر بت کی جڑ سے ایک شیطانہ نکلی۔ بال بکھرے ہوئے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے تھی اور **ھی تولول**۔ ہائے ہائے کہہ رہی تھی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تلوار سے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اس کے بعد اُنھوں نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ نے فرمایا اب ہمیشہ تک اس کی پوجا نہ ہوگی۔

فائدہ: القاموس میں ہے کہ العزیٰ کو سب سے پہلے ظالم بن اسعد نے ذات عرق (جگہ کا نام ہے) اوپر سے تیار کر کے البستان (جگہ کا نام) میں لے آیا اس کے اوپر گھر بنایا جس کا اسّ نام رکھا لوگ بت سے آواز سنتے تھے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا اُنھوں نے وہ گھر توڑ دیا اور سمر کے درخت سے بنے ہوئے بت کو جلا دیا۔

منات: یہ پتھر کا بت ہذیل و خزاعہ کا تھا اسے منات اس لیے کہتے ہیں کہ حج کی قربانیوں کا خون یہاں بہایا جاتا۔

فائدہ:۔ ممنی بمعنی پانی والی شے کو بہانا اسی سے منی ہے۔

حکایت:۔ انسان العیون میں ہے کہ منات اوس وخزرج کا بت تھا اس کے توڑنے کے لیے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن زید الاشہلی رضی اللہ عنہ کو بیس سوار ساتھ دے کر بھیجا۔ جب یہ حضرات بت کے قریب پہنچے تو بت کے نگران (خادم) نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا کس لیے تشریف لائے ہو فرمایا منات (بت) کو توڑنے آئے ہیں کہا تم کہاں اور بت کی شان۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سیدھے بت کے سر پر پہنچے اس سے ایک ننگی اور سیاہ رنگ عورت اجڑے ہوئے بالوں والی بت سے باہر ہائے ہائے پکارتی اور سینہ سرکوبی کرتی نکلی بت کے خادم (نگران) نے کہا اے منات اپنے نافرمانوں سے نبٹ لے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً اسے قتل کر کے اس کا گھر اجاڑ دیا۔

نکتہ:۔ المناۃ کو ثالثہ کہنا تاکید کے لیے ہے کیونکہ اس کا جب پیچھے ٹلا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ تیسرا بھی وہی ہے یعنی بت ہے اور الاُخریٰ کی صفت سے اسے موصوف کرنا اس کی مذمت کے لیے ہے کہ یہ پیچھے والا نہایت حقیر المقدار ہے یعنی وہ منات تیسرا حقیر و ذلیل ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ اُخریٰ کا لفظ کمزوروں کے لیے مستعمل ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا قالت اخرٰھم لاولٰھم پچھلا گروہ پہلے کو کہے گا یعنی کمزور لوگ قیامت میں اپنے لیڈروں (سرداروں) کو کہیں گے۔

فائدہ:۔ ابن الشیخ نے فرمایا کہ الاُخریٰ الآخر (بفتح الخاء) کی تانیث ہے وہ دراصل تاخر فی الوجود کے لیے مستعمل ہوتا ہے اب اسے نقل کر کے مغایرت مع الاشتراک مع الموصوف کے لیے بولتے ہیں لیکن آیت میں یہ معنیٰ عرفی مراد نہیں کیونکہ منات میں یہ مشارکت نہیں کہ یہ صرف وہ تیسرا ہے کہ جس کی الاُخریٰ صفت ہے بلکہ اسی معنیٰ مذکور (اصلی) میں مستعمل ہے۔

فائدہ:۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لات وعزیٰ کو اولیت حاصل ہے اور یہ منات اُن کے رتبے کے لحاظ سے تیسرا ہے بایں معنیٰ کہ عزیٰ ایک درخت ہے اور وہ نبات کے اقسام سے ہے اور وہ پتھر سے اشرف ہے اور وہ منات پتھر و جماد سے ہے اور وہ رتبہ کے لحاظ سے کم ہے۔

فائدہ:۔ اہل عرب کا پروگرام تھا کہ وہ بتوں کے اچھے نام رکھ کر انھیں پوجیں اسی لیے ایک کا نام اللہ رکھا لیکن

---

[1] شیعوں کو مبارک ہو کہ وہ اس فعل شنیع سے منات کی جنسیہ کا کردار ادا کرتے ہیں۔
(اویسی غفرلہٗ)

اللہ تعالیٰ کے تقدس سے ان کی زبان پر اللہ کے بجائے اللات جاری ہوا اور دوسرے کے لیے ان کا ارادہ ہوا کہ اس کا نام العزیز رکھیں لیکن ان کی زبان پر العزیٰ جاری ہو گیا ایسے ہی تیسرے کا نام المنان رکھا لیکن المنات مشہور ہو گیا۔

فائدہ :۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اللات دراصل اللاہ تھا اسی سے ہاء کو حذف کر کے تاء داخل کر دی اسی سے وہ اس کی مدح وثناء تصور کرتے لیکن چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے کم مرتبہ مانتے اسی لیے اللہ کے بجائے اللات کہتے وہ اس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب کرتے یعنی سمجھتے کہ ان کی پرستش ہمیں اللہ کے قریب کر دے گی۔[1]

حکایت :۔ امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دراصل اللات ایک شخص کا نام تھا جو ستو پنیر اور گھی میں ملا کر حجاج مسافرین (حاجیوں) کی خدمت کرتا۔ اہل عرب کے نزدیک وہ معظم شخصیت سمجھا جاتا (کیونکہ حاجیوں کا خادم جو تھا) جب وہ فوت ہوا تو جس جگہ وہ ستو تیار کرتا تھا اسے عبادت گاہ بنا دیا پھر انہیں خیال ہوا کہ اس پتھر (جہاں رہتا تھا) کی پرستش کی جائے۔ اس لیے اس کی شکل کا پتھر گھڑ کر بت تیار کر لیا اس کا نام رکھا اللات اور ہزار سے زائد اخبار و تفاسیر میں اس کا ذکر ہے۔

فائدہ :۔ یہ اس قرأۃ جو اسے مشدد پڑھنے اور تاء کو اصلی سمجھتے ہیں اور ایسے پڑھا بھی جاتا ہے حضرت ابن عباس و عکرمہ اور ایک جماعت کی یہی قرأت ہے (قاموس)

فائدہ :۔ اہل شرک یہ بھی عقیدہ رکھتے کہ یہ پرستش کے لائق ہیں کیونکہ بت اور ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں

---

[1] بت پرستوں کے اس تقرب کو وہابیوں نے انبیاء و اولیاء اللہ کے تقرب کو شرک کہہ دیا حالانکہ ظاہر ہے کہ بت پرستوں کا تقرب عبادت کے لیے تھا اور تھا بھی ان کا اپنا من گھڑت افسانہ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس تقرب کی بار بار مذمت فرمائی ہے اور انبیاء و اولیاء اللہ کا تقرب اہل اسلام کے ہاں بطور وسیلہ ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس فرق کو اچھی طرح سمجھ لو ورنہ وہابی ہو جاؤ گے (اویسی غفرلہ)

[2] اس سے نبی علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کے تبرکات کا رد نہیں ہوتا اس لیے کہ تبرکات مقدسہ کو کوئی بھی نہیں پوجتا البتہ اسے معظم و مکرم اور مقدس اور محبوب ضرور سمجھا جاتا ہے جیسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مقام ابراہیم کے لیے حضور علیہ السلام سے عرض کی لو اتخذت من مقام ابراھیم مصلی تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی۔ تفصیل کیلئے دیکھیے فقیر کی کتاب البرکات فی التبرکات (اویسی غفرلہ)

ہیں (معاذ اللہ) تو انہیں زجر و توبیخ کے طور کہا گیا افرأیتم اللات والعزی۔ ہمزہ انکار کا اور فاء ترتیب الرؤیۃ کی توجیہ کے لیے ہے جیسے کہ صحیح عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ایسے غلط منسوبات سے منزہ و مقدس ہے دلالت حال کی وجہ سے اس کا مفعول ثانی محذوف ہے اب مطلب یہ ہوا کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی عظمت کے کمال فی الملک والملکوت پڑھ سن چکے ہو اور اس کے جلال و جبروت و احکام قدرت و نفاذ الامر فی الملاء الاعلیٰ وتحت الثریٰ وما بینھما کو معلوم کر چکے ہو اور یہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ یہ بت نہایت حقیر و ذلیل چیزیں ہیں تو کیا یہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہو سکتی ہیں (معاذ اللہ)

اعجوبہ :۔ اہل شرک کہتے ہیں کہ ملائکہ تو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں ہی اور بتوں میں چونکہ جنیہ رہتی ہیں فلہذا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں یا اس لیے کہ ان (جنیات) کی شکلیں صورتیں ملائکہ جیسی ہیں فلہذا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں (معاذ اللہ)

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بتوں کے پجاریوں کو خطاب فرمایا ہے جن کا نفس لات اور خواہشات عزیٰ اور دنیا خسیس منات (معبود) ہے اور چونکہ دنیا نہایت خسیس حقیر ذلیل ہے اس لیے اس کا درجہ تیسرا ہے اس کی خساست رذالت اور مرتبہ کے لحاظ سے کم مقداری کی وجہ سے اور ان سے استفہام ان پر رد اور انکار کی وجہ سے ہے کہ اے لوگو مجھے اپنے ان معبودوں کی خبر دو جن کی تم پرستش کرتے اور انہیں معبود بنا رکھا ہے اور اپنے اُوپر ان کی عبادت لازم قرار دے رکھی ہے کیا تم نے ان میں کوئی صفت معبودیت کی پائی جاتی ہے کیا وہ ایجاد و اعدام اور نفع و ضرر اور ان جیسی صفات ان میں ہیں بخدا ان میں ہرگز نہیں بلکہ تم نے انہیں معبود بنایا اپنے نفسوں پر سخت ترین ظلم کر کے اور انتہائی جہالت کی وجہ سے کہ تمہیں اللہ واحد صمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد کا کوئی علم نہیں۔

حضرت مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

بود وجود مغربی لات و منات او بود
نیست بتے چو بود او در ہمہ سومنات تو

ترجمہ:۔ وجود مغربی لات و منات ہے ہر بت تیرے سومنات میں ہی ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ الکم الذکر ولہ الانثیٰ۔ (کیا تمہارے لیے نر اور اس کے لیے مادہ ہیں) یہ توبیخ پر مبنی ہے یعنی تمہارے لیے بیٹے اور اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں

(تلک) یہ اشارہ اس تقسیم کی طرف ہے جو جملہ استفہامیہ سے سمجھا گیا ہے۔ "اذ" اُس وقت قسمۃ

ضِیزیٰ سخت بھونڈی تقسیم ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے وہ ثابت کر رہے ہو جس سے تمہیں خود نفرت و کراہت اور ناگوار ہے۔

حل لغات:۔ ضیزیٰ بروزن فعلی بمعنی الجور یہ در اصل ضِیزی (بضم الضاد) از ضاز فی الحکم یضیز ضیز بمعنی جار و ضاز نہ بمعنی حقہ (یضیذہ) یعنی اسے خسارہ میں ڈالا حقیر کیا اور کم کیا تھا لیکن ضیزیٰ کی ضاد مکسور ہوئی ہے تاکہ یاء بچ رہے جیسے البیض میں کیا گیا ہے کہ دراصل بیض (بضم الباء) کیونکہ وہ ابیض کی جمع ہے جیسے حمر احمر کی جمع ہے وہ اس لیے کہ وصف میں فعلی (بالکسر) نہیں آئی۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اس میں اشارہ ہے لوگوں سے شرک کرنے سے ناگواری کی طرف کہ تم ایک طرف تو بعض ظاہری باتوں میں شرک کرتے ہو اور بعض کو چھوڑ دیتے ہو یعنی اپنے لیے رُوح کو خاص کرتے ہو اگرچہ وہ مردہ ہو چکا ہو بوجہ نفوس ظلمانیہ کے اس پہ غلبہ کرنے کے اور بناتے ہو نفس مؤنث کو معبود اور اس کی جمیع مرادیں پوری کرتے ہو بلکہ اس کے ہر فرمان کے پابند ہو اس کے اوامر و نواہی کے سامنے مکمل طور سرنگوں ہو طرفہ یہ کہ ایسے خبیث کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے جو ظالم لوگ کہتے ہیں جو عدل کے بجائے ظلم اور ظلم کے بجائے عدل کی کارروائی کرتے ہیں یہ بھونڈی تقسیم ہے نہ اس میں عدل ہے اور نہ تم عادل کہلانے کے حق دار ہو۔

تفسیر عالمانہ:۔ ان ھی (نہیں ہے یہ) ضمیر اصنام کی طرف راجع ہے یعنی بت نہیں اُلوہیت کے لائق جن کی تم پرستش کرتے ہو اور نہ ہی اس لائق ہیں کہ انھیں اِلٰہ کہا جائے الا اسماء (مگر کچھ نام) یعنی صرف نام ہی نام ہیں ان کے ماتحت مسمیات نہیں یعنی ان میں اُلوہیت کے معنی کا معمولی اشارہ بھی نہیں یہ اس محاورہ سے ہے جو کسی ایسے لقب سے ملقب کیا جائے جس میں مدح اور فخامت شان کا مقصود ہو تو اس کے لیے کہا جاتا ہے ما ھو الا اسم۔ وہ تو صرف نام ہی ہے اس کی حقیقت کوئی نہیں۔

حضرت جامی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

مرد جاہل جاہ گیتی را لقب دولت نہد
ہم چناں آماس بیند طفل گوید فربہیست

ترجمہ:۔ مرد جاہل کو گیتی جاہ کا لقب دے کر اس کے لیے دولت ثابت کی جائے تو وہ ایسے ہے جیسے چھوٹا بچہ سوج کو دیکھ کر کہے کہ یہ موٹاپن ہے۔

ابناء الزمان کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ؎

شکلُ ایشاں شکل انسان فعل شان فعل سباع
ہم ذئاب فی ثیاب او ثیاب فی ذیاب

لہ حاشیہ صہ ۱۹۷ پر

ترجمہ:۔ ان کی شکل وصورت تو انسانوں جیسی ہے لیکن کردار درندوں جیسا ہے وہ تو بھیڑیئے کپڑے پہنے ہوئے یا کپڑے بھیڑیوں کو پیلیٹے ہوئے ہیں۔

فائدہ:۔ کافروں کا بتوں کو الٰہ کہنا صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے اور بس۔

سمیتموھا (جن کے تم نے رکھ لیے ہیں) یہ اسماء کی صفت ہے اور ضمیر اصنام کی طرف راجع ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ تم نے ان کے نام بنائے ورنہ ان کے لیے کوئی نام نہیں کیونکہ نام رکھنے میں اسم اور مسمی کے درمیان نسبت کا ہونا ضروری ہے اس لیے کہ جب نسبت کا اسم کی طرف قیاس کیا جائے تو اس کا معنٰی یہ ہوگا کہ اسم کو مسمی کا اسم بنایا گیا ہے اور جب اس کا مسمٰی کی طرف قیاس کیا جائے تو معنیٰ ہوگا کہ وہ مسمی اس اسم کے لیے مسمٰی ہے اور یہاں بتوں کا معاملہ ہر دونوں جانبوں سے بٹ ہے۔

نکتہ:۔ یہاں صرف اسم کی نسبت کا ذکر تو ہے لیکن مسمی کا نہیں اس کی وجہ بھی حاضر ہے کہ جنہیں مشرکوں نے معبود نام رکھ لیا ہے وہ صرف نام ہی ہیں مسمیات ہیں ہی نہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پہ فرمایا ما تعبدون من دونہ الا اسماء سمیتموھا۔ جس کی تم عبادت کرتے ہو وہ تو بس نام ہی ہیں جو تم نے رکھ لیے ہیں اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ مسمیات تو ہیں لیکن وہ ان اسماء کے نام رکھنے کی مستحق نہیں خلاصہ یہ کہ یہ اسماء مسمیات سے خالی ہیں تمہاری وضع کی کوئی حقیقت نہیں۔

انتم و اٰبائکم "تم اور تمہارے آباء" بوجہ تمہاری خواہشات کے مقتضٰی کے ما انزل اللہ۔ نہیں نازل کیا اللہ تعالیٰ نے ان کی تسمیہ کی صحت کے متعلق۔

من سلطان۔ "کوئی دلیل" ایسا برہان کہ تم تمام قرآن پڑھ کر سمجھ کر بتا سکو کہ تمہارے معبودوں کی حقانیت کی دلیل ہے (یہاں پر انزل الف کے ساتھ ہے اور سورۃ اعراف میں تشدید سے ہے۔

ان یتبعون۔ نہیں تابعداری کرتے۔ اس میں صیغہ غائب کی طرف التفات ہے خبر دینا ہے کہ ان قبائح کے تعدد کا تقاضا یہی ہے کہ ان سے اعراض کیا جائے اور اس میں دوسروں کو ان کی جنایات کی حکایت بتانا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ یہ اتباع نہیں کرتے اس میں جو مذکور ہوا ہے یعنی صرف نام رکھنا اور اس کے موجب پر عمل کرنا نہیں۔

ے ہمارے دور میں یہ شعر تبلیغی جماعت والوں پر فٹ آتے جبکہ ان کو شکل وصورت سے دیکھو تو خضر راہ معلوم ہوتے ہیں لیکن کردار کا حال اتنا گرا ہوا کہ یہود و ہنود بھی پناہ مانگیں۔ فقیر اویسی غفرلہ نے ان کے لیے ایک کتاب لکھی ہے "تبلیغی جماعت کے کارنامے"

الا الظن۔ مگر گمان یعنی صرف وہم ہے یعنی جس پر وہ ہیں وہ حق نہیں بلکہ باطل توہم ہے۔
وماتھوی الانفس۔ اور وہ جو ان کے نفوس امارہ بالسوء خواہش کرتے ہیں۔ اس تقریر پر ما موصولہ ہے مصدریہ بھی ہوسکتا ہے۔ الف لام بدل از اضافت ہے اس کا عطف ظن پر ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ نہیں یہ بت جن کی تم پرستش کرتے ہو ساتھ گمراہی اپنے نفوس شہوانیہ اور اپنے عقول ضعیفہ ہیولانیہ کی جہالت کے مگر وہمی صورتوں کے نام ان کے مسمیات بالکل نہیں انھیں تمھارے اوہام ضعیفہ نے گھڑا ہے اور تمھارے بیمار عقول جن میں وہم وخیال کی ملاوٹ ہے نے گھڑا کیا ہے اور تمھارے یہ خیال اور اوہام تمھارے آباء و اجداد کے ساتھ ملتے جلتے ہیں۔ اصحاب طلب اور ارباب کشف و قرب کی نظروں میں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں بلکہ ان کے ہاں ان کا کوئی وجود اور نشان نہیں بلکہ یہ اس لکڑی کی مثال ہیں جو دیوار کے سہارے پر ہو اللہ تعالیٰ نے اصنام نفیسہ اور ہوائیہ و دنیویہ میں کچھ نہیں بنایا اور نہ ان میں تصرف فی الاشیاء کی ترکیب رکھی ہے کہ یہ ایجاد و اعدام اور قہر و لطف اور نفع و نقصان کرسکیں اور اشیاء علوی ہوں یا سفلی ہوں جماد ہوں۔ نباتات حیوان ہوں یا انسان سب کی اسماء الٰہیہ کی مظاہر اور صفات ربانیہ جمالیہ و جلالیہ یعنی لطفیہ و قہریہ کی جولانگاہ ہیں سب میں حق تعالیٰ کا جلوہ ہے لیکن بحسب الکل نہ بحسبہ بخلاف حضرت انسان کامل کے کہ اس میں حق کا جلوہ ہے بحسب الکلیہ المجموعیہ اسی لیے یہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے اور اے جاہلو ظالمو تم نہیں ان صفات الٰہیہ کی نہ تو اتباع کرتے ہیں اور نہ ہی اشیاء میں ان حقائق روحانیہ اور اسرار ربانیہ (جو ہر حجر اور ہر ڈھیلے میں امانت رکھے ہوئے ہیں) کا مشاہدہ کرتے ہو بلکہ تم شہوانیہ کی اتباع اور جسمانیہ ظلمانیہ پر التزام کی وجہ سے ان لطائف روحانیہ کے ادراک سے اعراض کرتے ہو اور نہ تم عواطف رحمانیہ کے مشاہدہ کی طرف متوجہ ہوتے ہو بلکہ اپنے مظنونات ظن فاسد اور موہومات وہم کاسد کی اتباع کرتے ہو اور صرف ان خواہشات نفسانیہ کو ہی چاہتے ہو جو رضائے حق سے کوسوں دور ہیں اور یہی بہت بڑا خسارہ ہے اور حق کے مقابلہ میں گمان کا کیا کام۔

حکایت:۔ سیدنا جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر عارف ایسے دیکھے جو صرف وہم سے مار کھا گئے یعنی ان کا وہم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل کرچکے ہیں اسی لیے سارے کے سارے حقیقۃ الحق کے ادراک سے دور کیے گئے اور حق کو نہ پاسکے اور وہ ان کی قدرت تھی بھی کیا جو اس کو پاتے وہ تو ایسی باتوں سے بلند و بالا ہے اسی لیے فرمایا وما قدروا اللّٰہ حق قدرہ (اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر کا حق ادا کیا)

فائدہ:۔ اسی لیے حضرت الواسطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلطان العارفین ابو یزید بسطامی قدس سرہ پر جرأت

کر کے کہا کہ سب کے سب تو ہم پر مرے یہانتک کہ بایزید قدس سرہٗ بھی ۔ یہ آپ نے تواضع سے فرمایا۔

سبق :۔ حضرت البقلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے عاقل جو اللہ تعالیٰ سے دھوکہ کھا کر ہلاک ہوتے ہیں ان سے بچ کے رہ کیونکہ انہیں کئی شکلیں پیش آئیں اور کئی راستے ان کے سامنے آئے جو ان کے دماغوں کے پردوں پر پہنچے تو انھوں نے گمان کیا کہ وہ مکاشفات الغیوب اور لوادر القلوب ہیں اور ان کا دعویٰ تھا کہ یہ عالم الملکوت اور انوار الجبروت سے ہیں حالانکہ (ایسا نہ تھا) وہ اتباع نہیں کرتے مگر اپنے نفوس کے خواہشات کی اور شیاطین کے دام تزویر کی جن سے کئی شکلیں اور صورتیں ان کے سامنے آئیں اور شیاطین نے سنوار کے دکھایا کہ یہ حق ہے حالانکہ حق تعالیٰ اشکال و مثال سے منزہ ہے ۔ اے دوست جاہلوں کی صحبت سے بچنا وہ حق کو تو جانتے نہیں لیکن دعویٰ ہے حق شناسی کا۔ ایسے لوگ ہمارے زمانہ میں بہت ہیں جو مشاہدۂ الٰہی کے مدعی ہیں حالانکہ مشاہدۂ حق تو صرف اولیاء اللہ کا حق ہے وہ دشمنوں کے آگے مکشوف نہیں ہوتا۔

تفسیر عالمانہ :۔ ولقد جاءھم من ربھم الھدیٰ ۔ (اور بیشک ان کے ہاں ان کے رب سے ہدایت آئی) ۔ یہ یتبعون کے فاعل سے ہے یا جملہ معترضہ ہے جو بھی ہو اس میں اتباع الظن اور خواہشات نفسانی کی پیروی کے بطلان کی تاکید اور ان کی حالت کی زیادتی قباحت کا اظہار ہے اس لیے کہ ظن اور ہوائے نفسانی جو بھی اتباع کرے قبیح ہے اور اس سے قبیح تر ہے جسے اللہ تعالیٰ ارسال رسل و انزال کتب سے ہدایت دے اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قرآن کریم سے تھی اور وہ ان سے دور رہیں فلہذا انھیں ہدایت کا حصول کیسے ۔

تفسیر صوفیانہ :۔ اس میں اشارہ ہے کہ ان کی استعداد فطری غیر مجہول فاسد ہو گئی بوجہ ان کے تلبس کے ساتھ ملابس صفات حیوانیہ عنصریہ کے اور ان کے انہماک کے غواشی ظلمانیہ طبعیہ میں باوجودیکہ ان کے ہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسباب و موجبات ہدایت آئے یعنی نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قرآن و دیگر معجزات ظاہرہ اور خوارق روشن جو آپ کی نبوت کی صداقت اور آپ کی رسالت کی صحت پر دلالت کرتے ہیں لیکن یہ اتباع نفس اور خواہشات نفسانیہ کی موافقت میں مشغول اور جو ان کا ولی و مولیٰ ہے کی طرف متوجہ ہونے سے روگردان رہے اس لیے کہ انھیں ہدایت نصیب ہونی تھی عالم دنیا میں نہ کہ یوم ازل میں اور یہ درست ہے کہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ازل میں نور ہدایت نہیں لکھی اسے دنیا میں بلکہ ہمیشہ تک کچھ نصیب نہ ہو گا لیکن اسباب کی تلاش کی تو عام اجازت تھی ۔

فائدہ :۔ ھُدیٰ (ہدایت) ھویٰ (خواہشات نفسانیہ کی نقیض ہے اس لیے ہدیٰ کی اتباع ضروری ہے

اس لیے بعض اکابر نے فرمایا کہ کسی ولی اللہ کو کرامت نصیب نہیں ہوتی سوائے وراثت از انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وارث ولی ہوا پر اڑنے اور پانی میں تیرنے کی قدرت نہیں رکھتا بخلاف امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وارث کے کہ اسے ہوا پر اڑنے اور پانی میں تیرنے کی قدرت ہوتی ہے بوجہ ان کے لیے عموم مقام کے۔

حدیث شریف:۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یقین میں اضافہ ہوتا تو وہ ضرور ہوا پر اُڑتے یعنی قوتِ یقینیہ کے موجب کی وجہ سے نہ بموجب صدق میری اتباع کے۔

ازالۂ وہم:۔ اس سے ہمیں شک نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام تمام ان اولیاء سے یقین میں قوی تر ہیں جو ہوا میں اُڑتے ہیں بلکہ انھیں آپ سے کوئی نسبت نہیں کیونکہ آپ ان رسل کرام علیہم السلام جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اولوالعزم ہیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کے اولیاء کرام ہوا میں اُڑتے ہیں تو بوجہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کے نہ کہ بوجہ زیادتی یقین بر یقین عیسیٰ علیہ السلام کے اور یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں جمیع اولیائے اُمت حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ صادق ہیں اسی لیے ہمارا عقیدہ ہے کہ خود ان کو ہوا میں اُڑنے کی قدرت حاصل تھی اگرچہ آپ نے اس عمل کو ترک فرمایا۔

ہوا میں اُڑنے کا نسخہ:۔ صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ہوا میں اُڑنے کا نسخہ یوں بتایا کہ لا یمشی فی الھواء الا من الھویٰ (ہوا پر وہی اُڑتا ہے جو خواہشات نفسانیہ ترک کرتا ہے)؎

ہوا و ہوس را نماند ستیز
چو بیند سر پنجہ عقل تیز

ترجمہ:۔ ہوا و ہوس کو جنگ کی طاقت نہیں رہتی جب عقل کا پنجہ تیز دیکھتا ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ ام للانسان ما تمنیٰ (کیا انسان کے لیے وہی ہے جو وہ آرزو کرے) ام منقطعہ اور اس میں بل لا انتقال کا معنیٰ ہے۔ مطلب یہ کہ وہ جس حال میں ہیں اسی کا اُستناد توہم اور ہوائے نفس پر ہے اور جو اس طریق پر ہوا سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہمزہ انکار و نفی کے لیے ہے۔

حل لغات:۔ التمنی بمعنی کسی شے کو نفس پر مقدر و مصور کرنا وہ کبھی تخمین (اندازہ) اور ظن سے ہوتا

ہے اور کبھی رؤیت اور بناء علی الاصل سے لیکن چونکہ اکثر تخمین سے ہوتا ہے اسی لیے ایسے مکذب سے زیادہ سے زیادہ سامنا ہوتا ہے اور تمنا اکثر وان میں ہوتی ہے جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ انسان کے لیے ضروری نہیں کہ جو آرزو کرے وہی اسے حاصل ہو جائے اور جو اس کا نفس خواہش کرے وہ پوری ہو جائے منجملہ ان کے ان کا اپنے معبودوں سے شفاعت کا طمع کرنا اسی طرح دیگر وہ اُمور جن کا وجود ہی نہیں ہے

ما کل یتمنی المرء یدارکه
تجری الریاح بما لا تشتهی السفن

ترجمہ: ضروری نہیں جو بھی کوئی آرزو کرے اسے حاصل کرے کیا نہیں دیکھتے کہ جن ہواؤں کو کشتیاں نہیں چاہتیں بسا اوقات وہی چل پڑتی ہیں۔

فائدہ: حضرت علامہ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا انسان یعنی کافر کے لیے ضروری ہے کہ وہ جو چاہے بتوں کی شفاعت یا جو کچھ وہ کہے کہ نبوت فلاں کو ملتی اور فلاں کو نہ ملتی وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ کیا انسان کے لیے ضروری ہے کہ جو وہ چاہے کہ اسے لمبی عمر ملے اور مرنا نہ ہو اور نہ ہی مرنے کے بعد میدان محشر میں اُٹھنا ہو۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ انسان کمال مراتب کی استعداد ہے یعنی انانیت کی فناء اور ہویت باللہ کی بقاء کی اس میں استعداد ہے لیکن بوجہ ان لذات جسمانیہ وروحانیہ میں مشغول ہونے کے اسے بعض اوقات علائق جسمانیہ کی آفات اور علائق روحانیہ کی فترات حاصل ہوتی ہیں جن کی وجہ سے وہ مطلوب تک پہنچنے سے محروم ہو جاتا ہے اور اسے ہر آرزو حاصل نہیں ہوگی کیونکہ ہر ایک کو وہی ملتا ہے جو اس کے لیے تقدیر میں لکھا ہے مثلاً جس کے لیے لکھا ہے کہ وہ اس کے سیدھے ہاتھ سے مظہر لطف پیدا ہوگا تو پھر اسے کیا امکان کہ اپنے آپ کو مظہر القہر بنا سکے اور جو اس کے بائیں ہاتھ سے مظہر القہر پیدا ہوا اسے کیا طاقت کہ وہ خود کو مظہر اللطف بنا سکے

تواں پاک کردن ز زنگ آئینہ
ولیکن نیاید ز سنگ آئینہ

ترجمہ: آئینہ کو زنگ سے صاف کرنا آسان ہے لیکن پتھر کو آئینہ نہیں بنایا جا سکتا۔

فائدہ: ہاں وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہے جسے مخلوقیت سے کوئی تعلق نہیں وہ چاہے تو ضدین کو جمع کرے مثلاً وہ اول بھی ہے اور آخر بھی اور ظاہر بھی اور باطن بھی یعنی وہ اپنی آخریت کے عین میں اول

اول اور باطنیت کے عین میں ظاہر ہے۔

حکایت: حضرت خراز قدس سرہٗ سے سوال ہوا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو کیسے پہچانا فرمایا ضدین کو جمع کرنے سے کیونکہ حقیقت متوحدہ ہے لیکن تعین وظہور متعدد ہیں اور حقیقت کا تعینات کی منافات وحدت ہویت میں کہ قادح (نقصان دہ) نہیں جیسے زوجیت و فردیت باوجودیکہ (نقیضین) ہیں لیکن عدد ہونے میں ایک دوسرے کے منافی نہیں ایسے ہی سواد (سیاہی) و بیاض (سفیدی) نقیضین ہیں لیکن مطلق رنگ کہلوانے میں ایک دوسرے کے عین ہیں۔

فائدہ: حضرت حسین (ولی اللہ) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اختیار طلب ربوبیت کی طلب ہو اور خروج عن العبودیت کی تمنا ہو تو بہتر ہے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی سزا و عذاب تب ہوتا ہے کہ جب وہ اپنی تمناؤں اور آرزؤں پر کامیابی پاتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ: فللہ الآخرۃ والاولی۔ اللہ تعالیٰ کے ملک میں اولیٰ و آخرت۔

ربط: اس انتفاء (نفی) کی تعلیل ہے جو کہا گیا ہے کہ ہر ایک کو ضروری نہیں کہ اسے ہر آرزو و تمنا یقیناً مل جائے اس لیے کہ امور آخرت و اولیٰ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں اور اسی خصوصیت کا تقاضا ہے کہ کسی بندے کو ہر وہی امر حاصل ہو جائے جو وہ چاہے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہی جملہ عالم پر غلبہ ہے وہ عالم ملک ہو یا ملکوت عالم آخرت ہو یا عالم دنیا معنیٰ یہ ہے کوئی انسان کسی شے کا مالک نہیں کہ وہ اپنے ہر مقصد مطلوب کو حاصل کرے بلکہ آخرت کا ملک اللہ تعالیٰ کے سیدھے ہاتھ میں ہے اس کے مقتضیٰ پر اسے اعمال صالحہ و افعال حسنہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ یہ توفیق اپنے اسم واہب سے اسے عطا فرماتا ہے جیسے خود چاہتا ہے کہ وہ اس کے لطف و جمال کا مظہر ہو اور ملک دنیا اللہ تعالیٰ کے بائیں ہاتھ (قدرت) میں ہے وہی داعی ہے بندے کے لیے اسباب دنیا کا حصول یعنی حب دنیا دنیّہ (خسیس) جس سے گناہ و خطا اور نفس خبیثہ کی اتباع نتیجہ نکلتی ہے اور ایسے کم بخت کو ہی طبیعت لئیمہ کی موافقت کی فکر دامن گیر رہتی ہے یہ اسباب اس بندے کو اسم مقسط سے حاصل ہوتے ہیں جس کے لیے وہ چاہتا ہے کہ وہ اس کی صفت قہر و جلال کا مظہر ہو اس سے نہ اس کے ملک میں کمی آتی ہے اور نہ اضافہ ہو نا رب رحمٰن کے ہر دونوں ہاتھ (قدرت) میں پُر ہیں اور ہر وقت خرچ کرتے رہتے ہیں۔

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ

اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ○ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ○ وَمَا لَهُمْ بِهٖ

مِنْ عِلْمٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ

شَيْئًا ○ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ

الدُّنْيَا ○ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ

ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ○ وَلِلّٰهِ مَا فِي

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَ

يَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ○ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ

وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ هُوَ اَعْلَمُ

بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ

اُمَّهٰتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ○ ع

ترجمہ:

۔ اور کتنے ہی فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر جب کہ اللہ اجازت دے دے جس کے لیے چاہے اور پسند فرمائے۔ بیشک وہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں ملائکہ کا نام عورتوں کا سا رکھتے ہیں اور انہیں اس کی کچھ خبر نہیں وہ تو نرے گمان کے پیچھے ہیں اور بیشک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا تو تم اس سے منہ پھیر لو جو

ہماری یاد سے پھرا اور اُس نے نہ چاہی مگر دنیا کی زندگی یہاں تک ان کے علم کی پہنچ ہے بے شک
تمہارا رب خوب جانتا ہے جس نے راہ پائی اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین
میں تاکہ بُرائی کرنے والوں کو ان کے کئے کا بدلا دے اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ
عطا فرمائے وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور
رُک گئے بے شک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے وہ تمہیں خوب جانتا ہے تمہیں مٹی سے پیدا
کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل تھے، تو آپ اپنی جانوں کو سُتھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا
ہے جو پرہیزگار ہیں۔

تفسیر عالمانہ:۔ وکم من ملک فی السموات لا تغنی شفاعتھم شیئا۔ (اور کتنے فرشتے آسمانوں اور زمینوں میں ہیں جو ان کی شفاعت کسی کو کام نہ آئے گی۔ اس میں کافروں کے طمع کی جڑ کاٹنی ہے جو انھیں خیال تھا کہ ملائکہ کرام ان کی شفاعت کریں گے۔

نکتہ:۔ ملائکہ کرام کی شفاعت کی نفی میں اشارہ ہے کہ جب ایسی مقرب جماعت تمہاری شفاعت نہ کرے گی تو تمہارے بت بطریق اولی اس لائق ہیں کہ وہ کسی کی شفاعت کر سکیں۔

فائدہ:۔ کم خبریہ تکثیر کا فائدہ دیتا ہے علی الابتداء محلاً مرفوع ہے اور خبر اس کے بعد والا جملہ منفیہ ہے۔

سوال:۔ ملک مفرد اور شفاعتھم میں اس کے لیے ضمیر جمع کیوں؟

جواب:۔ ملک لفظاً مفرد اور معناً جمع ہے اسی لیے اس کے معنوی اعتبار پر ضمیر جمع لائی گئی۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ بہت سے فرشتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں لیکن ان کی شفاعت کسی کو نہیں بچاتی۔ کسی وقت میں بھی یا شیئاً بمعنی احداً یعنی کسی کو بھی ان کی شفاعت کوئی نفع نہ دے گی۔

وہابیت کا ازالہ:۔ بظاہر یہاں یہ ثابت ہوا کہ شفاعت ملائکہ کا (اسی طرح انبیاء و اولیاء) کی شفاعت کا عقیدہ غلط ہے تو اس وہم کے ازالہ میں صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ نے واضح الفاظ میں فرمایا کہ:۔

ولیس المعنی انھم یشفعون فلا تنفع شفاعتھم بل معناہ انھم لا یشفعون لانہ لا یؤذون لھم کما قال اللہ تعالیٰ (ص ۲۳۷ ج ۹)

ترجمہ:۔ "اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ وہ شفاعت تو کریں گے لیکن کافروں کو نفع نہ دے گی بلکہ معنیٰ یہ ہے کہ کافروں کیلئے انھیں شفاعت کی اجازت ہی نہیں ہوگی۔"

الا من بعد ان یأذن اللہ۔ مگر بعد اس کے کہ اللہ جن کے لیے شفاعت کی اجازت بخشے۔ لمن یشاء (جس کے لیے چاہے) کہ وہ اس کے لیے شفاعت کریں (ویرضٰی) اور پسند کرے اور اسے شفاعت کا اہل دیکھے۔ اہل توحید و ایمان میں سے اور ان کے ماسوا کفار اور اہل طغیان سے اس شفاعت کی نعمت سے محروم ہیں بلکہ شفاعت کی دولت سے کوسوں دور جب فرشتوں کی یہ حالت ہے تو بھوتوں کے متعلق خود سمجھ لیجئے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اس آیت میں اشارہ فرشتہ یعنی رُوح نفس امارہ بالسوء کے متعلق شفاعت کرے گا اس اُمید پر کہ وہ اوصاف ذمیمہ سے دُور ہو کر مقام فناء و بقا حاصل کرے لیکن اس کی یہ شفاعت نفس کو فائدہ نہ دے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں ہے کہ نفس میں اپنے مقام سے ترقی کی استعداد ہرگز نہیں ہاں رقیق الحجاب نفس کے لیے شفاعت کی اُمید کی جاسکتی ہے کہ وہ فیض الٰہی کو قبول کرنے کے لیے مستعد ہو جائے کیونکہ ایسے نفس کی فطرت اُولیٰ میں صفائی ہے اور اس میں مقامات علیہ کی ترقی کے لیے موافقت طبع و مخالفت شرع سے نکلنے اور مخالفت شریعت و مخالفت طبیعت میں دخول کے ساتھ قابلیت کبریٰ بقاء ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ ان الذین لا یؤمنون بالاٰخرۃ (بیشک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی کفر و معاصی پر جو اس میں عذاب ہونے کے قائل نہیں لیسمعون الملائکۃ۔ ملائکہ کا نام رکھتے ہیں حالانکہ وہ مطلقاً نقصان کے ہر نشان سے منزہ ہیں یعنی ہر ایک کا نام رکھتے ہیں تسمیۃ الانثیٰ "عورتوں جیسا نام رکھنا" منصوب ہے اس لیے کہ مصدر محذوف کی صفت ہے کہ دراصل تسمیۃ مثل تسمیۃ الانثیٰ تھا مثلاً کہتے ہیں ملائکہ بنات اللہ (فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں) معاذ اللہ) یہی عورتوں کے نام پر نام رکھنا ہے ملائکہ کا الملائکہ میں الف لام تعریف استغراقی کا ہے۔

نکتہ:۔ یہاں صرف ایمان بالاٰخرۃ کے ذکر میں اشارہ ہے کہ یہ لوگ نہایت درجہ کی شناعت و فظاعت میں ہیں اور آخرت کے عذاب کے بہت زیادہ حق دار ہیں اور یہ جرأت وہی کرتا ہے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔

سوال:۔ یہ آیت اس مضمون کے خلاف ہے جبکہ وہ کہتے تھے کہ ھٰؤلاء شفعاؤنا عند اللہ (یہی اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہوں گے) ان کی سفارش پر اُمید رکھنا ان کا آخرت پر ایمان کی دلیل ہے علاوہ ازیں وہ اپنے مردوں کی قبور پر سواری باندھ کر کہتے ہیں کہ یہ کل قیامت میں اسی سواری پر سوار ہو کر میدان حشر میں آئے گا۔

جواب:۔ ان کا مرنے کے بعد اُٹھنے کا عقیدہ ہرگز نہیں تھا اور ھٰؤلاء شفعاؤنا اس لیے کہتے کہ اگر

یا بالفرض اُٹھنا ہوا تو یہی بُت ہماری سفارش کر کے بچا لیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر ان کی اس بات کی تصریح فرمائی ہے چنانچہ فرمایا وما اظن الساعۃ قائمۃ ولئن رجعت الی ربی ان لی عندہٗ للحسنٰی۔ اور میرا گمان ہے کہ قیامت قائم نہ ہو گی اور اگر میں اپنے رب کے ہاں لوٹایا گیا تو اس کے ہاں میرے لیے بہت بھلائی ہے۔ نیز آخرت کے بارے میں ان کا عقیدہ اس طریقہ سے نہیں تھا جس عقیدہ کو انبیاء و رسل علیہم السلام بتاتے بلکہ ان کی کچھ بناوٹی اور خودساختہ باتیں تھیں فلہذا ان کا ایمان نہ لانا اسی عقیدۂ رسل علیہم السلام سے انکار کی وجہ سے ہے۔

مسئلہ:۔ ملائکہ کرام نہ نر ہیں نہ مادہ۔

حدیث شریف:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام پہلی بار وحی لے کر آئے تو انہوں نے مجھے وضو کا طریقہ بتایا اور نماز سکھائی جب وضو سے فارغ ہوئے تو پانی کا چلو ہاتھ میں لے کر فرج پہ پانی چھڑکا۔

ازالۂ وہم:۔ اس سے اصل فرج مراد نہیں بلکہ فرج کی جگہ جو انسانوں میں ہوتی ہے اس لیے کہ فرشتوں میں فرج کہاں اور فرشتوں میں فرج نہیں اگرچہ انہیں انسانوں کی صورت میں تصور کیا جائے تب بھی وہ مرد نہ عورت۔

سوال:۔ یہ دلیل کمزور ہے وہ اس لیے ممکن ہے آلہ ہو لیکن عورتوں اور مردوں کے آلہ کی طرح نہ ہو جیسے خنثیٰ کے بارے میں ہے اگرچہ خنثیٰ میں فرج نہیں لیکن پھر بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے لیے فرج ہے بعض نے کہا کہ ان میں فرج نہیں لیکن وہ جگہ تو ہے اسی جگہ پہ پانی چھڑکنا مراد ہے[1]۔

وما لہم بہ من علم (اور انہیں اس کا علم نہیں) یہ یسمون کے فاعل سے حاصل ہے یعنی وہ بتوں کا نام تو رکھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ کہتے ہیں اس کا انہیں علم تک نہیں۔ ان یتبعون اس میں وہ تابعداری نہیں کرتے۔

سوال:۔ یہ مضمون پہلے گزرا اب دوبارہ کیوں اس سے تکرار لازم آتا ہے۔

جواب:۔ اس میں تکرار نہیں اس لیے کہ پہلا ان کی لات و منات کی عبادت سے متصل ہے دوسرا ان کی ملائکہ

---

[1] فقیر اویسی غفرلہٗ کہتا ہے کہ "فتمثل لہا بشرا سویا" کے صریح الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ملائکہ بشریت کاملہ میں تشریف لاتے ہیں تو ان میں فرج کا ہونا کا بلیت کے منافی ہے اسی لیے ماننا پڑے گا کہ فرج سے اس کی حقیقت مراد ہو (واللہ تعالیٰ اعلم)

کی عبارت ہے۔

الا الظن۔ مگر ظن فاسد کی۔

وان الظن (اور بیشک ظن کی جنس) جیسا کہ اس کا اضمار کے بجائے اظہار سے معلوم ہوتا ہے۔

لا یغنی من الحق شیئا۔ حق سے کوئی کام نہیں دیتا۔

حل لغات:۔ حق شے کی حقیقت کو کہا جاتا ہے کہ اس کا ادراک معتبر صرف علم سے ہوتا ہے اور ظن کا کوئی اعتبار نہیں معارف حقیقیہ میں ہاں اس کا عملیات میں کچھ اعتبار ہے اور ان امور کو بھی فائدہ دیتا ہے جو عملیات کی طرف پہنچاتے ہیں جیسے اصول فقہ کے مسائل۔

فائدہ:۔ اس میں ظن کی مذمت ہے اور دلیل ہے کہ مقلد[1] کا ایمان غیر معتبر ہے۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ یہاں الحق سے مراد علم ہے یعنی ظن علم کے قائمقام نہیں ہو سکتا۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ الحق سے مراد عذاب ہے یعنی ان کا گمان انھیں عذاب الٰہی سے نہیں بچائے گا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ آیت میں سالکین راہِ ہدیٰ کو تحریض اور طالبین راہِ حق کو تحریص ہے کہ وہ سعی اور جدوجہد کریں سیر الی اللہ میں منازل سفلیہ طے کر کے اور مقامات علویہ کی تصحیح ہے تاکہ عین الجمع تک پہنچ سکیں اور بحر توحید میں مستغرق ہوں اور حقائق و معانی کا مشاہدہ کر سکیں ساتھ نور وحدت حقیقت ذاتیہ کے جو ظلمت کثرت کو دفع کرتی ہے اور وہ کثرت جو اسمائے الٰہیہ کی طرف منسوب ہے۔

فائدہ صوفیانہ:۔ یاد رہے کہ حضرت شہود میں افراد (اولیاء) مختلف المقامات ہیں اگرچہ سب بر حق پر ہیں اور اس میں انھیں کسی قسم کی کمی نہیں کیونکہ وہ اپنے حقائق میں مشاہد کرتے ہیں اگر وہ ذات کا مشاہدہ کرتے تو سب فضیلت میں برابر ہوتے۔

فائدہ:۔ بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ بہت سے لوگ کشف خیالی میں غلطی کا شکار ہو جاتے ہیں کیونکہ خیالی دنیا بے پایاں ہے جو کچھ اس میں ظاہر ہوتا ہے وہ مختلف تاویلات کا احتمال رکھتا ہے اس میں قطعی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا جب تک اس کے ساتھ کسی دوسرے اس علم سے تائید نہ ہو جو اس کے سوا ہو کیونکہ خیال پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا ہے اس لیے کہ اس کی کوئی حقیقت

---

[1] اسی لیے اہلسنت کے نزدیک اعتقادیات میں تقلید نہیں ہوتی مسائل و احکام شرعیہ میں تقلید ہوتی ہے اور وہ یہاں مراد نہیں۔ تفصیل فقیر کی کتاب "تقلید شخصی" میں ہے۔ اویسی غفرلہٗ۔

نہیں بلکہ وہ تو دو حقیقتوں کے درمیان ایک برزخی امر ہے دو حقیقتوں سے معانی مجردہ اور محسوسات مراد ہیں اسی وجہ سے خیال میں غلطی ہو سکتی ہے۔

فائدہ:۔ کشف خیالی کی طرف حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اشارہ بھی قابل غور ہے کہ خیالی کشف میں اصابت وخطاء ہر دونوں کا احتمال ہوتا ہے مثلاً

جبریل علیہ السلام صورت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لائے } ایک دفعہ حضرت جبریل علیہ السلام حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شکل مبارک کی تصویر ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر حاضر ہوئے اور عرض کی یہی آپ کی زوجہ محترمہ ہیں آپ نے فرمایا اگر یہ اللہ تعالیٰ لائے ہو تو قبول ہے۔

فائدہ:۔ اگر حضرت جبریل علیہ السلام وحی لانے والی معہودہ کیفیت سے حاضر ہوتے جو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہمیشہ محسوس ہوتا تھا یا بطریق معانی مجردہ کے حاضر ہوتے جو یقین وعلم کا موجب ہے تو آپ کو اس طرح کا جواب نہ دینا پڑتا جو تردد محتمل کا حامل ہے جو حضرت الخیال بحقیقتہا کا مقتضی ہے ؎

سیراب کن ز بحر یقین جان تشنہ را
زیں بیش خشک لب منیش بر سراب ریب

ترجمہ:۔ بحر یقین سے پیاسی جان کو سیراب کر اسی سے زائد خشک لب ہو کر شک کے سراب پر بیٹھا نہ رہ۔

تفسیر عالمانہ:۔ فاعرض عمن تولّٰی عن ذکرنا اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے اسے منہ پھیر لیجئے جو ہمارے ذکر سے روگردانی کرتا ہے (کیونکہ ہمارا ذکر علم یقینی کے لیے مفید ہے اور وہ آپ کی دعوت سے روگردانی کر رہا ہے اور اس پر ایمان نہیں لاتا۔ ذکر سے قرآن مراد ہے جو علوم اولین وآخرین کو حاوی ہے اور وہ آخرت کے اُمور کی یاددہانی کراتا ہے آپ اس کے اسلام لانے میں تکلف نہ کیجئے یا اس سے منہ پھیر لیجئے جو ہمارے ذکر سے مکمل طور روگردان ہے حالانکہ ہمارا ذکر اُمور آخرت کی مکمل طور نشاندہی کرتا ہے اور جو اس میں مرغوب وپسندیدہ باتیں اور جو ناپسند وناگوار اُمور ہیں کی پوری رہبری کرتا ہے۔

ولم یرد الا الحیاۃ الدنیا۔ اور وہ صرف حیوٰۃ دنیا کا ہی ارادہ رکھتا ہے) اور وہ اس پر خوش

ہے وہ اس کے فوائد و منافع جمع کرنے کی فکر میں ہے۔

فائدہ:۔ اس سے آپ کو ایسے بدبخت کو دعوت دینے اور اس کے لیے تکلف کرنے سے نہی مراد ہے کیونکہ جو شخص ذکر الٰہی یعنی قرآن سے روگردان اور دنیا میں اتنا منہمک ہے کہ اس کا انتہائی مقصد اور سعی کا دارومدار ہی دنیا ہے اور دعوت الٹا اس کو مخالفت پر ابھارتی ہے بلکہ عناد اور اصرار علی الباطل میں بڑھتا ہے (تو پھر اسے دعوت دینے کا کیا فائدہ)

سوال:۔ جب ان سے دعوت کی نہی فرمائی تو پھر ان سے جنگ و جدال کے حکم کا کیا معنیٰ؟

جواب:۔ ان کا قرآن کے احکام سے اعراض اور مناظرہ پر تُل جانا جنگ کا جواز پیدا کرتا ہے اس معنیٰ پر یہ آیت آیت قتال سے منسوخ نہ ہوگی۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ کفار سے منہ پھیریئے ان پر حجۃ و دلائل اور براہین قائم کرنے کی کوشش نہ فرمایئے کیونکہ وہ ان سے کسی قسم کا نفع نہ پائیں گے بلکہ ان کے ساتھ جنگ کیجئے۔ بلکہ ان کا مکمل طور قلع قمع فرمایئے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ اس نے اپنا سرمایہ ضائع کیا اُس شخص کو نصیحت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ جو دنیا کا طالب و راغب ہے اس لیے کہ دنیا میں وہی مشغول ہوتا ہے جو اعراض عن اللہ کا عادی ہو گیا ہے ؎

با سیہ دل چہ سود گفتن وعظ
نرود میخ آہنیں در سنگ

ترجمہ:۔ سیاہ دل کو وعظ کہنے کا کیا فائدہ اس لیے کہ پتھر کے اندر لوہے کی میخ نہیں جا سکتی۔

طبیب القلوب والارواح نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:۔ ابن الشیخ نے فرمایا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلوب کے لیے بمنزلہ طبیب کے ہیں کہ جس طرح اطباء بیماروں کا علاج کرتے ہیں آپ ایسے ہی قلوب کا علاج فرماتے ہیں قاعدہ ہے کہ جب مرض کا علاج غذا سے ممکن ہو تو اس مرض کا ازالہ معمولی دوا سے ممکن ہو تو اسے زیادہ طاقت والی دوا سے علاج نہ کیا جائے اور نہ ہی اسے داغا جائے اسی لیے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کا حکم فرمایا مثلاً فرمایا لا الٰہ الا اللہ کی کثرت کرو کیونکہ اسی سے دلوں کو اطمینان (چین و قرار) نصیب ہوتا ہے یہ ایسے ہے جیسے غذا سے نفوس کو چین اور قرار ملتا ہے اس ارشاد گرامی سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ جیسے اور بزرگوں نے فائدہ اُٹھایا جس نے اس سے فائدہ نہ اُٹھایا یعنی ذکر الٰہی کی طرف

خصوصی توجہ نہ دی تو اسے دلیل دے کر سمجھایا چنانچہ فرمایا اد نہ یتفکر و ا دکیا انہوں نے غور و فکر
نہیں کیا) قل انظروا الخ (فرمایئے دیکھو غور سے) افلاینظرون الخ (تو کیا وہ نہیں دیکھتے) اور
جنہوں نے ذکر سے بالکل فائدہ نہ اٹھایا تو انہیں وعدو وعید اور تہدید سے دھمکایا اور جس نے بالکل
ہی رد گردانی کی تو اس کے لیے فرمایا کہ یہ ناقابل علاج ہے اسی لیے اس کے علاج سے منہ پھیر لیجئے
بلکہ وہ عضو فاسد کاٹ دو تا کہ اس سے تندرست عضو خراب نہ ہو فاعرض عمن تولی الخ اسی طرف اشارہ
کرتا ہے جو ہم نے عرض کیا۔

فائدہ: اس سے اس شخص سے اعراض مراد ہے جو دلائل وجود باری تعالیٰ اور اس کی وحدت اور اس کی
جملہ صفات کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ ولم یرد الخ میں ان کے حشر کے انکار کی طرف اشارہ ہے
اور جو حشر اور حساب کا قائل نہیں تو اسے نہ خوف خدا ہو گا اور نہ ہی اپنی عادت سے باز آئے گا اور
نہ ہی اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے لیے دلائل عمل میں لائے گا اسے اس کا عرفان نصیب نہ
ہو گا اسی لیے وہ اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہ کرے گا اور نہ ہی اسے رسول پاک
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد فائدہ دے گا اسی لیے ایسے کو دعوت دینے کا کوئی فائدہ نہیں
اسی لیے ایسے کا علاج ہی بے سود بلکہ ایسے کے ساتھ جنگ وجدال بہتر۔

تفسیر صوفیانہ: جو اپنے سید (آقا و مولیٰ پیر و مرشد) سے دوری اختیار کرتا ہے وہ حیات
دنیا کا طالب ہے اور جو زہد و ورع اور تقویٰ کشف و کرامات و خوارق
المعادات میں لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور شہرت طلبی اور حصول جاہ و مال میں مشغول ہے تو وہ لم
یرد الا الحیوٰۃ الدنیا کے زمرہ میں ہے اس کے تمام اعمال ضائع اور اس کے تمام اقوال و افعال
برباد ہو گئے اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے کوئی نفع نصیب نہ ہو گا اور نہ ہی کسی قسم کا ثمرہ پائے گا۔

ز عمرو اے پسر چشم اجرت مدار
چو در خانہ زید باشی بکار

ترجمہ: عمرو سے اے عزیز اجرت کی امید نہ رکھ جب تو زید کے گھر میں اس کے کام میں مشغول ہے۔

انتباہ: جسے بعض اوقات کشف ہو جاتا ہے وہ اس سے دھوکہ نہ کھائے اور اہل دنیا کا اس پر
ٹوٹ پڑنا (یعنی ان کی آمد و رفت یعنی ان کا معتقد ہو جانا) بھی ایک فریب ہے کیونکہ یہ
تو یوں سمجھو کہ اسے اپنی عبادت کا دنیا میں ثمرہ ملا اسے آخرت میں کوئی فائدہ نہیں کیا تمہیں ابلیس
کا حال معلوم نہیں کہ اس نے تو ہزار عبادت کی پھر اس سے کفر سرزد ہوا تو اس نے قیامت قائم

ہونے تک زندہ رہنے کی مہلت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے مہلت دے دی یہی مہلت اسی عبادت کا ثمرہ ہے جو اسے حیاتِ دنیوی میں مل گیا۔

تفسیر عالمانہ: ذٰلک (یہ امر دنیا) بحر العلوم میں ہے۔ یہ ارادۂ دنیا اور اسے آخرت پر ترجیح دینا۔ اشارہ میں ہے یہ اشارہ ان کے اس حال کی طرف ہے جو انہیں ان امور تک پہنچا یا کہ وہ گردان ہوئے اور حیاتِ دنیا کو ہی اپنا مطلب اور مادی و مراد سمجھا۔

مبلغھم من العلم۔ ان کے علم کا مبلغ (انتہا) کہ اس سے آگے تجاوز نہیں کرتے یہاں تک کہ انہیں دعوت و ارشاد (رہبری) فائدہ دے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یعلمون ظاھرا من الحیٰوۃ الدنیا (وہ حیاۃ دنیا کے صرف ظاہر کو جانتے ہیں۔) وھم عن الاخرۃ ھم غفلون (اور وہ آخرت سے بالکل غافل ہیں)۔

حل لغات: المبلغ اسم مکان ہے اور اس کی ضمیر معنیٰ من کی وجہ سے ہے (اس لیے کہ مَن معنا جمع ہے) جیسے گزشتہ عبارات میں اس کے لیے ضمیر مفرد کی ہے (اس لیے کہ مَن لفظاً مفرد ہے) اور علم سے وہ مطلق ادراک مراد ہے جو ظن فاسد کو شامل ہے اور جملہ معترضہ ان کی ہمت علی الدنیا میں مقصود ہونے کی تاکید ہے۔

مذمت دنیا: دنیا خسیس اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام مخلوق میں سے مبغوض ترین شے ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں مبغوض ترین دنیا سے بڑھ کر کوئی شے نہیں پیدا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے جب بھی اسے دیکھا مبغوض ہی دیکھا (رواہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ)

فائدہ: دنیا کی ذلت و خواری کا معنیٰ یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے مقصود بالذات نہیں بنایا بلکہ مقصود کے ایصال کا ذریعہ اور سبب بنایا ہے اسی لیے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا پل ہے اسے عبور کرو اس پر تعمیر نہ کرو۔

سوال: اگر یہ حصول مقصود کا ذریعہ اور وسیلہ ہے تو پھر اس پر لعنت کرنا کیوں مباح ہے مقاصد کی طرح وسائل بھی تو اچھی شے ہوتے ہیں۔

جواب: اس دنیا کو لعنت کرنا مباح ہے جو اللہ تعالیٰ سے دور کرے اور ...... انہماک پیدا ہو جائے کہ اس سے اللہ تعالیٰ یاد تک نہ رہے جیسے بعض مشائخ کرام نے فرمایا کہ جو شے بھی تجھے اپنے مولیٰ سے دور رکھے وہی تیری دنیا ہے اور وہ تیرے لیے نحوست ہے۔

دُنیا کی مدح :- جیسے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کو گالی مت دو کیونکہ یہ مومن کی بہتر سواری ہے کہ اس پر سوار ہو کر وہ خیر و بھلائی کو پہنچتا ہے اور اسی سے شر سے بچ جاتا ہے۔ (وہ دنیا (کوئی شے) اللہ تعالیٰ کا قرب پیدا کرے اور عبادت میں مدد دے وہ ممدوح ہے)

اعجوبہ :- جب کوئی دنیا پر لعنت کرتا ہے تو اس پر دنیا لعنت کرتے ہوئے کہتی ہے کہ تجھ پر خدا کی لعنت ہو کہ تو خود بھی اپنے پروردگار کا نافرمان ہے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

چیست دنیا از خدا غافل بُدن
نے قماش و نقرہ و میزان وزن
مال را کز بہر دیں باشی حمول
نعم مال صالح خواندش رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)
آب در کشتی ہلاک کشتی است
آب اندر زیر کشتی پشتی است
چونکہ مال و ملک را از دل براند
زاں سلیمان (علیہ السلام) خویش جز مسکین نخواند

ترجمہ: (۱)۔ دنیا کیا ہے خدا سے غافل ہونا نہ کھیل ہے نہ چاندی ہے نہ دنیا کی ترازو اور عورت۔
(۲)۔ مال کو اگر دین کے لیے اُٹھا رہا ہے یہ اچھا مال ہے اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اچھا کہا ہے۔
(۳)۔ پانی کشتی میں ہو تو کشتی کی ہلاکت ہے پانی کشتی کے نیچے ہو تو کشتی کا مددگار ہے۔
(۴)۔ چونکہ سلیمان علیہ السلام نے مال کو دل سے دُور کر دیا اس لیے خود کو مسکین جتلایا۔

دنیا اہلِ دنیا کی ماں ہے :- بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ جو دنیا کی مذمت کرتا ہے وہ اپنی ماں کا نافرمان اور عاق ہے اس لیے مانا کہ جمیع خرابیاں اور شرور لوگ دنیا کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ فعل دنیا کا نہیں بلکہ اس کی اولاد (اہل دنیا) کا ہے کیونکہ شر کا ارتکاب مکلف کرتے ہیں اور دنیا کا کوئی فعل نہیں کیونکہ یہ تو انسان کی سواری کی مانند ہے اسی سے وہ خیر و بھلائی حاصل کرتا ہے اسی سے ہی شر سے نجات پاتا ہے بلکہ دنیا چاہتی ہے کہ اس کی اولاد (اہل دنیا) میں سے کوئی بھی بدبخت نہ ہو یہ تو اپنی اولاد (اہل دنیا) پر بہت بڑی مہربان ہے بلکہ خطرہ میں رہتی ہے کہ اسے اس کی

سوکن گرفت میں نہ لے بغیر کسی تیاری کے حالانکہ دنیا نے انہیں جنا نہیں یعنی حقیقی ماں نہیں اس کے باوجود وہ اپنی اولاد (اہل دنیا) کو اپنی تربیت سے عبث نہیں چھوڑتی۔

فائدہ:۔ یہ بھی اولاد (اہل دنیا) کی نافرمانی ہے کہ وہ خیر و بھلائی کو آخرت کی طرف منسوب کرتے ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں تو بھی کہتے ہیں کہ یہ آخرت کے اعمال ہیں حالانکہ وہ اعمال صالحہ بھی تو دنیا میں کیے دنیا کو تو اُلٹا وہ مصیبت اجر میں ملتی ہے۔ جو اس کی اولاد (اہل دنیا) میں یا ان سے سرزد ہوتی ہے اسی لیے لازم آیا کہ جو دنیا کی مذمت کرتا ہے غیر منصف بلکہ جاہل ہے اپنی ماں کا حق نہیں سمجھتا اور جو ایسا ہو تو وہ آخرت سے جاہل تر ہے۔

فائدہ:۔ ارادہ و قصد ایک شے ہے یہ ایک قصد قلبی ہے جو انسان کے قلب میں اللہ تعالیٰ کے اُبھارنے سے اُبھرتا ہے اگر یہ قصد و ارادہ فجور ہو تو اللہ تعالیٰ بندے کے دل میں فجور اور فسق کا الہام فرماتا ہے جیسا کہ فرمایا فالہمہا فجورہا و تقوٰہا۔ تو نفس کو اللہ تعالیٰ نے فجور و تقویٰ کا الہام فرمایا اور یہ کارروائی اسم مضل اور قبضۂ جلال اور قہر کے ہاتھ سے ہوگی اس کا خادم شیطان (ابلیس) ہوتا ہے اگر بندے کا قصد و ارادہ تقویٰ کا ہو تو وہ کارروائی اسم ہادی اور قبضۂ جمال اور لطف کے ہاتھ سے ہوگی اور اس کا خادم فرشتہ ہوتا ہے پہلا عالم عدل سے اور دوسرا عالم فضل سے ہے۔ و تمت کلمۃ ربك صدقا و عدلا۔ اور تیرے رب کا کلمہ صدق و عدل کے لحاظ سے مکمل ہے۔

نیت کی قسمیں

۱۔ انسان کی نیت کا متعلق دنیا زبان اور قلب دونوں سے ہو تو یہ نیت بھی بُری ہے اور عمل بھی۔
۲۔ اس کا متعلق آخرت تو صرف زبان پر ہو لیکن قلب پر دنیا ہو تو یہ نیت اور عمل بدترین ہیں۔
۳۔ اس کا متعلق زبان و قلب پر صرف آخرت ہو تو یہ نیت بھی اچھی ہے اور عمل بھی۔
۴۔ اس کا متعلق ذات الٰہی زبان اور قلب پر ہو یہ نیت سب سے بہتر اور اعلیٰ ہے۔ پہلا کفار کا دوسرا منافقین کا تیسرا ابرار کا چوتھا مقربین کا حال ہے۔

اصول فقہ اور تصوف:۔ اللہ تعالیٰ نے مقربین کا حال عبارت النص سے ان کے غیر کو اشارہ سے بیان فرمایا ہے اس ارشاد انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا لنبلوہم ایہم احسن عملا (ہم نے جو کچھ زمین پر بنایا ہے وہ اس کی زینت ہے تاکہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں کون ہے اچھے اعمال والا اور مقربین وہ ہیں جو ارض وجود کے جمیع ما فیہا سے بھاگ کر اللہ تعالیٰ کی طرف گئے ہیں سوائے اس ذات کریم کے اُنھوں نے کسی کی طرف توجہ نہیں کی اور اپنے مالک و مولیٰ سے سوائے اس کے اور کسی کو خیال تک نہ لائے اسی لیے یہی لوگ نیت و عمل

کے لحاظ سے احسن ہیں یہ سیدھا راستہ ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کہو اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین (آمین) اے اللہ سیدھا راہ دکھا وہ سیدھا راستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا انعام ہے نہ اُن لوگوں کا جن پر تیرا غضب ہے اور نہ گمراہوں کا (قبول کر اے اللہ)۔

ان ربك هو اعلم بمن ضل عن سبيله وهو اعلم بمن اهتدى۔

تفسیر عالمانہ: (بیشک تیرا رب وہی زیادہ جانتا ہے اسے جو سیدھے راستہ سے بھٹکا ہوا اور اسے جو راہ یافتہ ہے) یہ امر بالاعراض کی تعلیل ہے۔

سوال: اَعْلَمُ کا تکرار کیوں۔

جواب: زیادہ تقریر اور اس تباین معلومین کے کمال کی خبر دینا مطلوب ہے اور من اضل سے مراد وہ ہے جو گناہوں پر اصرار کرتا ہے اور ہدایت کی طرف ہرگز رجوع نہیں کرتا۔ اور من اهتدى سے مراد وہ ہے جو ہدایت یافتگی کے لائق ہے اور اعلم بمعنی علم میں وسعت والا ہر اُس کو خوب جانتا ہے جو گمراہی سے ہٹنے کا ہمیشہ تک نام نہیں لیتا۔ اور اسے بھی خوب جانتا ہے جو فی الجملہ ہدایت کو قبول کرتا ہے اسی لیے اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دعوت میں تکلف نہ فرمائیے کیونکہ یہ لوگ قبیل اول سے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: اس میں نفس امارہ کافر اور یہود صفات کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ وہ دعوت الٰہی کو قبول نہیں کرتے کیونکہ ان سے دعوت کے قبول کرنے کی استعداد ہی ختم ہے پس جو ازل سے ہی مظہر قہر ہے وہ ہمیشہ تک مظہر لطف نہیں ہو سکے گا ایسے ہی بالعکس۔

حدیث شریف قدسی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے بہشت اور اس کے اہل پیدا کیے اور دوزخ اور اس کے اہل بھی۔ خوش قسمت ہیں وہ جنہیں میں نے بہشت کے لیے پیدا کیا اور خرابی ہے اسے جسے میں نے دوزخ کے لیے بنایا۔

فائدہ: بعض مشائخ اکابر نے فرمایا کہ نفس شرارت نہیں کرتا مگر اپنے ساتھی کی لجاجت کی وجہ سے لجاجت یہ ہے کہ کسی شے کے روکنے کی طاقت نہ ہو اور اس کی مخالفت بمنزلہ اکراہ کے ہے اور مکرہ (مجبور) پر شرعاً اور عقلاً مواخذہ نہیں اسی لیے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خیر عادت اور شر لجاجت سے ہے اس میں اسے بشارت ہے جو حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُمور کو جانتا ہے اس میں خبر دی گئی ہے کہ نفس ذاتی طور اچھا ہے اس لیے کہ اس کا باپ رُوحِ قدسی ہے اور وہ پاک ہے ہاں شرارت قبول کرتا ہے تو ساتھی کی لجاجت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا شر ذاتی نہیں بلکہ عارضی

بتایا ہے۔

تفسیر عالمانہ:- وللہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض۔ (اور اللہ تعالیٰ کے لیے وہ جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے) تخلیقاً و ملکاً نہ کہ اس کے غیر کے لیے بالکل نہ استقلالاً نہ اشتراکاً لیجزی تاکہ جزا دے اعلم کے مدلول سے متعلق ہے اور اس کے درمیان جملہ معترضہ سے ماقبل کی تقریر ہے کیونکہ ہر شے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اس میں ہر شے کا علم ہے وہ ہر ایک کے حالات سے آگاہ ہے اسی لیے فرمایا الا یعلم من خلق۔ کیا وہ نہیں جانتے کس نے پیدا کیا تو گویا کہا گیا ہے اللہ تعالیٰ گمراہ کو بھی جانتا ہے اور ہدایت یافتہ کو بھی اور ان دونوں کی حفاظت فرماتا ہے تاکہ جزا دے الذین ساؤا۔ انہیں جنہوں نے برائی کی بما عملوا۔ ساتھ اس کے کہ انھوں نے عمل کیا یعنی جنھوں نے گمراہی کا عمل کیا اور اساءۃ سے تعبیر کرنا اس کے حال کا بیان ہے یا بارسببیہ ہے یعنی بسبب اس کے کہ انہوں نے عمل کیا یہ ان ہر دونوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علم کا نتیجہ ہے یعنی ان کے حسب حال انھیں جزا ہوگی اس علت سے جو غائب ہے اس پر لام علت کی داخل کی گئی اس معنیٰ پر ہر دونوں کا اعلم سے متعلق ہونا صحیح ہے ؎

ہیں مراقب باش گر دل بایدت
کز پئے ہر فعل چیزے زایدت

ترجمہ:- خبردار ہوشیار رہ اگر تجھے دل ہوشیار حاصل ہے کیونکہ ہر فعل پر کوئی نہ کوئی جزا ملے گی۔

ویجزی الذین احسنوا۔ اور جزا دے گا انہیں جنہوں نے نیک کام کیے۔ بالحسنیٰ ساتھ ثواب کے اچھے یعنی بہشت الحسنیٰ زیادہ مطلقہ کے لیے ہے باء توزیہ کی ہے الجزاء یا الحسنیٰ انہیں ان کے اعمال کے سبب سے ہوگی۔ اب بارسببیہ و مقابلہ کی ہوگی۔ الذین یجتنبون کبائر الاثم (وہ جو کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں) یہ الذین احسنوا کی صفت یا بدل ہے۔

فائدہ:- حضرت سعدی المفتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ الذین الخ کو مقصود بالنسبۃ بنانا اور للذین احسنوا الخ کو حکم متروک میں رکھنا اچھا نہیں اور عبارت اس کے برعکس ہو تو بہتر ہے۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ عبارت صحیح ہے کیونکہ اجتناب عن الکبائر تخلیہ (بالخاء المعجمہ) ہے اور یہ تحلیہ (بالحاء) سے مقدم ہوا کرتی ہے اسی لیے یہ مقصود بالنسبۃ ہے اور صیغۂ استقبال اس کا صلہ ہے موصوف کا صلہ نہیں یا مبدل منہ ہے تجدد الاجتناب و استمرار کے لیے ہے اس میں اشارہ ہے کہ ترک معصیت و ارتکاب المحرمات ہوں یا ترک الواجبات (مومن کا ہمیشہ کا شیوہ ہے وہ ہر حالت میں اجتناب کرتا رہتا ہے بلکہ وہ اپنی عادت بنا لیتا ہے اسی لیے وہ بہتر ثواب کا مستحق ہے کیونکہ جو کسی وقت تو ترک معصیت

کرے لیکن پھر ہمیشہ برائیوں کا مرتکب ہو وہ ایسے ثواب احسن کا مستحق نہیں۔

مسئلہ: کبائر الاثم وہ ہیں جن پر عذاب مرتب ہو یعنی جن کے لیے احادیث مبارکہ میں وعید وارد ہے بالخصوص شرک اور زنا مطلقاً بالخصوص اپنے ہمسایہ کی عورت سے اور قتل النفس مطلقاً بالخصوص اولاد (جیسے جاہلیت کے دور میں کفار کی عادت تھی) یعنی زندہ درگور کرنا۔

فائدہ: گناہ کبیرہ وہ ہے جس پر استغفار کی جائے جیساکہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا استغفار سے کبیرہ نہیں رہتا اور نہ ہی وہ صغیرہ جسے بار بار کیا گیا۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حقارت کیے ہوئے گناہوں (کبائر) سے بچو۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کبائر ستر ہیں یہی تحقیق اقرب ہے۔ **تحقیق** اسی مضمون کی آیت کے ماتحت میں اس کی مکمل تفصیل گزری ہے۔

والفواحش (اور فاحشات سے) اور وہ جو کبیرہ گناہوں میں فاحشہ ہیں بالخصوص زنا قتل وغیرہ یہ از قبیل التخصیص بعد التعمیم ہیں۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ الفحش والفحشاء والفاحشہ وہ افعال و اقوال جو بہت بڑے قبیح ہوں۔

الا اللمم مگر چھوٹے گناہ۔

حل لغات: اللمم معنی گناہوں کے قریب جانا جنہیں صغیرہ گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اہل عرب کہتے ہیں الممت بکذا اس پر نازل ہوا اور بغیر وقوع کے میں اس کے قریب ہوا۔ والم الغلام۔ لڑکا بلوغت کے قریب ہوا۔ یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ لمم سے صغیرہ گناہ مراد ہیں اور وہ کبیرہ گناہوں میں داخل نہیں اب معنیٰ ہوا وہ جو قلیل وصغیر ہیں۔

مسئلہ: جو کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے اس کے صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں یعنی پانچوں نمازوں کی ادائیگی اور جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور رمضان سے دوسرے رمضان تک اپنے درمیانی مدت کے گناہ معاف کرا دیتے ہیں جو کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان الحسنات یذھبن السیئات۔ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں اور فرمایا ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم۔ اگر تم ان برائیوں سے اجتناب کرو گے جن سے تم روکے جاتے ہو تو ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے۔

مسئلہ: بعض نے کہا اس سے (اجنبی عورت۔ بے ریش لڑکے وغیرہ پر) اچانک پہلی نگاہ کے بعد دوسری نگاہ کو گنہ

کہا جائے گا۔

مسئلہ:۔ (اجنبی عورت اور بے ریش لڑکے) کو اشارہ اور بوسہ بھی صغیرہ گناہ ہے۔

شانِ نزول :۔ مروی ہے کہ حضرت نبہان تمار (کھجور بیچنے والا) کے پاس ایک عورت کھجور خریدنے آئی اسے کہا کہ دوکان کے اندر ہیں جب وہ دکان کے اندر گئی تو اسے گلے لگا کر بوسہ دیا بی بی نے کہا تو نے اپنے بھائی کی خیانت کی اور مطلب بھی پورا نہ ہوا وہ سن کر نادم ہوا اور بارگاہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

مسئلہ:۔ بالا ارادہ دل پر گناہ کا خیال بھی لمم (صغیرہ گناہ) ہے یعنی فعل بالقوہ ہو بالفعل نہ ہو۔

مسئلہ:۔ بعض نے کہا جس گناہ پر اللہ تعالیٰ نے حد مقرر نہیں فرمائی اور نہ ہی عذاب کی وعید سنائی ہے وہی لمم (صغیرہ گناہ) ہے۔

مسئلہ:۔ بعض نے کہا جو کوئی گناہ میں وقفہ کے بعد مبتلا ہو جائے اور وہ اس کے ارتکاب کا ارادہ رکھتا ہو وہی لمم (صغیرہ) گناہ ہے یعنی اس گناہ کی نہ اس کی عادت ہے اور نہ وہ اس پر قائم رہتا ہے۔

مسئلہ:۔ حضرت محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر وہ جو تم خیر و شر کا صرف ارادہ کرتے ہو وہی لمم ہے جیسا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ شیطان کے لیے لمّہ (گناہ کا خیال ڈالنا) ملک کے لیے بھی (لمّہ) نیکی کا ارادہ ڈالنا، شیطان کے لمّہ کا نام وسوسہ اور ملک (فرشتہ) کے لمّہ کا نام الہام ہے۔

مسئلہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللمم کا مطلب یہ ہے کہ کسی وقت فاحشہ کا ارتکاب ہو جائے تو فوراً توبہ کرلے اس پر قائم نہ رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قبول کرنے والا ہے اس کی تائید حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے ہوئی فرمایا کہ اگر لمم (چھوٹے گناہ) بخشتا ہے تو بڑے گناہ بھی بخش دے بتایئے تیرا کون سا بندہ ہوگا جس سے کوئی نہ کوئی (چھوٹا ہی سہی) گناہ نہ ہوتا ہو۔

فائدہ:۔ اس معنیٰ پر یہ استثناء متصل ہوگا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا لمم کی تفسیر میں سب سے بڑھ کر یہ روایت ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر زنا کا حصہ لکھا ہے پس آنکھوں کا زنا بُرائی سے دیکھنا اور زبان کا زنا بُرا کلمہ بولنا اور ہونٹوں کا زنا بیگانی عورت اور بے ریش لڑکے کو بوسہ دینا اور ہاتھوں کا گناہ بُرائی کے لیے پکڑنا اور پاؤں کا گناہ بُرائی کے لیے چلنا ہے نفس آرزو کرتا اور خواہش کرتا ہے

اور فرج انا سب کی تصدیق کرتا ہے یا جھٹلاتا ہے۔ اگر فرج اس کی خواہش پر عمل کرتا ہے تو وہ شخص زانی ہوگا ورنہ وہ لمم (صغیرہ گناہ) ہوگا۔

مسئلہ:۔ الاسئلہ الاقحمہ میں ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ ہر گناہ کبیرہ ہے کیونکہ ہر گناہ امر الٰہی کی مخالفت سے ہوتا ہے صرف فرق یہ ہے کہ اضافی اعتبار سے ان میں بعض بڑے ہیں اور بعض کم۔

مسئلہ:۔ سب سے بڑا کبیرہ گناہ شرک ہے اور لمم بھی منجملہ کبائر و فواحش کے ہے لیکن یہاں مراد وہی لمم ہے جو کبیرہ کر کے بندہ فوراً توبہ کرے یہی مجاہد اور حسن اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا قول ہے ان میں سے سیدنا ابوہریرہ ہیں (رضی اللہ عنہ)

ان ربك واسع المغفرہ۔ "بیشک تیرا رب بہت وسیع بخشش والا ہے) یہاں تک کبائر کے اجتناب پر صغائر بخش دیتا ہے۔ الا اللمم کے استثناء کی تعلیل اور تنبیہ ہے کہ صغائر پہ مواخذہ نہ کرے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ گناہ بھی نہیں بلکہ وہ گناہ ہے لیکن مواخذہ نہ کرنا مغفرت ربانیہ کی وسعت کی وجہ سے ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ کبائر کے تین مراتب ہیں:۔

۱۔ نفس امارہ بالسوء کی محبت۔
۲۔ نفس کی آگ کو بھڑکنے والی خواہش کی محبت۔
۳۔ حب دنیا جو ہر گناہ کی جڑ ہے اور ان ہر تینوں کو فاحشہ لازم ہے کسی وقت بھی ان سے جدا نہیں ہوتی مثلاً محبت النفس الامارہ بالسوء کی فاحشہ طبیعت کے موافق اور شریعت کے مخالف ہے اور محبت الھوی کی فاحشہ یہی حب دنیا اور اس کی شہوات ہیں اور حب دنیا کی فاحشہ وہ اعراض عن اللہ اور ماسویٰ کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

فائدہ:۔ الا اللمم سے مراد تھوڑا سا بقدر بشریت نفس وہویٰ اور دنیا کی طرف میلان جیسے بدن کو آرام پہنچانا اور حظوظ دنیا سے تھوڑا سا اتنا حاصل کرنا کہ جس سے حقوق کی ادائیگی ہو سکے نہ یہ کہ حظوظ نفسانیہ پورے کیے جائیں، اس لیے حقوق ادا کرنے والا مغفور اور حظوظ کی طرف بھاگنے والا مغرور ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان ربك واسع المغفرۃ (بیشک تیرا رب وسیع المغفرت ہے) یہ بھی اس کی وسعت مغفرت ہے کہ وہ وجود مجازی کو نور وجود حقیقی سے ڈھانپتا ہے کہ ماسویت سے فناء دے کر لاہوتیۃ کی بقاء عطا فرماتا ہے۔

فائدہ:۔ بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ جسے معاشرہ حکم مشروع سے اپنا تابع بنائے جیسے بندوں کے مصالح پر

جذبۂ جہاد اور مخارق کے کسی فرد پر اس نعمت سے فائدہ پہنچانا تو وہ عبودیت الٰہی سے خارج نہ ہو جائے گا کیونکہ وہ ایسی ادائیگی ہیں جو اس پر منجانب اللہ واجب ہے۔

فائدہ:۔ ایسے بندے کی بندگی (خدمت گاری) جو اس بندے میں امر الٰہی سے پیدا ہوتی ہے تو یہ بھی عبودیت سے بندے کو خارج نہیں کرتی ہاں وہ جو کسی کی غلامی اور خدمت محض نفسانیت کی غرض سے بجا لاتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے امر کی معمولی سی خوشبو بھی نہیں تو یہ اس کی عبودیت میں رخنہ انداز ہو گی اس وقت بندے پر لازم ہے کہ وہ حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔

فائدہ:۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ یہ تو محال ہے کہ جس عمل پر اللہ تعالیٰ نے بندے کو وعید سنائی ہے اور وہ اس کا ارتکاب کرے اگر مرتکب ہو بھی اس کا کم از کم احساس ہو تو دل میں ندامت تو محسوس کرے۔

حدیث شریف:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ توبہ ندامت کا نام ہے۔

فائدہ:۔ اس بندے کو ندامت لاحق ہوئی تو لازماً اس نے توبہ کر لی۔

سبق:۔ بندے پر لازم ہے کہ وہ مخالفت الٰہی سے کراہت کرے اور کسی وقت بھی اس سے راضی نہ ہو یعنی یہ فعل (مخالفتِ الٰہی) اسے مکروہ محسوس ہو اور اتنا ضرور سمجھے کہ یہ فعل گناہ ہے۔

فائدہ:۔ عمل صالح جسے نصیب ہو وہ خوش قسمت ہے برائی کا مرتکب نہایت برا ہے اور بعض ایسے ہوتے ہیں جو نیکی اور برائی ہر دونوں کا ارتکاب کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ توبہ قبول کر لیتا ہے جیسا کہ فرمایا عسی اللّٰہ ان یتوب علیہم۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرے یعنی اگر وہ توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ قبول کرے گا اور اللہ غفور رحیم ہے۔

سبق:۔ عاقل پر لازم ہے کہ وہ ان معاصی سے ندامت ظاہر کرے جو اس سے سرزد ہوئی ہیں اور صرف رب کریم کی رحمت پر بھروسہ نہ رکھے اگرچہ وہ واسع المغفرت ہے کیونکہ جیسے وہ غفور و رحیم ہے وہ سخت گرفت والا بھی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دنیا و دین و آخرت میں عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں)۔

تفسیر عالمانہ: ھو۔ وہ اللہ تعالیٰ اعلم۔ تمھیں خوب جانتا ہے بکم تمہارے احوال کو بھی اذ انشاکم۔ جب تمھیں پیدا کیا یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کی پیدائش کے ضمن میں تمہاری تخلیق کی من الارض۔ زمین سے (یہاں تمام انسانوں کی اجمالی تخلیق مراد ہے) و اذ انتم اجنتہ۔ اور جب کہ تم جنین تھے فی بطون امہاتکم۔ تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں تھے مختلف اطوار سے تمہاری ترتیب ہوئی اسی لیے اس پر تمہارا کوئی حال اور عمل مخفی نہیں منجملہ اس کے لمم

(صغیرہ گناہ) بھی کہ اگر وسعت مغفرت واسطہ نہ ہوتی تو تم پر اس کا وبال ضرور پہنچتا۔

حل لغات :۔ اجنۃ جنین کی جمع ہے جیسے اسوۃ سریر کی جمع آتی ہے۔ الجنین بچہ جب تک ماں کے پیٹ میں رہے وہ فعیل بمعنی مفعول ہے بمعنی مدفون۔ مستتر الجنین بمعنی کسی شے میں مدفون اور اس میں چھپا ہوا جنہ سے ہے بمعنی ستتہ (اس نے اسے چھپایا) جب ماں کے پیٹ سے باہر آجائے پھر اسے جنین نہیں بلکہ ولد کہا جائے گا یا سقط (اگر مردہ نکلے)۔

مسئلہ :۔ الاشباہ میں ہے کہ جنین وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ہو جب باہر آجائے اگر نر ہے تو اسے صبی اور رجُل بھی کہا جاتا ہے جیسے آیت المیراث میں ہے بلوغت تک یہی نام ہو گا پھر اسے غلام کہا جائے گا۔ انیس ۱۹ سال تک پھر شباب (نوجوان) چونتیس ۳۴ سال تک پھر کہل اکاون ۵۱ سال تک پھر شیخ آخر العمر تک اسی نام سے موسوم رہے گا یہ لغوی اعتبار ہے اور شرعاً اسے بلوغت تک غلام اس کے بعد شاب وفتی (نوجوان) تیس ۳۰ سال تک اس کے بعد کہل پچاس سال تک اس کے بعد آخر العمر تک شیخ (بوڑھا) کہا جائے گا (تفصیل ایمان البزازیہ میں ہے)۔

سوال :۔ جب ماں کے پیٹ میں رہنے والے بچے کو جنین کہا جاتا ہے اور وہ پہلے اجنۃ کہا ہے پھر فی بطون امھاتکم کہنے کا کیا معنیٰ ؟

جواب :۔ اللہ تعالیٰ کے کمال علم وقدرت کا بیان کرنا مطلوب ہے کہ بطون الامہات (ماؤں کے پیٹ) نہایت ہی اندھیریوں میں ہیں اور جس ذات پر جنین کا حال مخفی نہیں اسی سے دیگر اشیاء کیسے مخفی رہ سکتی ہیں۔

فلا تزکوا انفسکم (تو اپنے نفوس کی صفائی بیان نہ کرو) فا نہی کی ترتیب عن تزکیۃ النفس کے لیے ہے اُوپر گزرا ہے کہ لمم (صغیرہ گناہوں پر مواخذہ نہیں نہ بایں معنی کہ وہ گناہ نہیں بلکہ یہ محض اللہ تعالیٰ کی وسعت المغفرت سے ہے اور وہ جانتا ہے کہ بندوں سے اس قسم کے گناہ سرزد ہوں گے تو جب تمہارا یہ حال ہے تو پھر تم اپنی صفائی وستھرائی اور نفوس کا گناہوں کا پاکیزہ ہونے کا دم نہ مارو یا اس کا دم نہ مارو جو عمل میں ستھرائی اور خیر وبھلائی میں زیادتی نصیب ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی مغفرت پر شکر کرو یعنی اپنی بے گناہی اور اپنی زیادہ خیر وبھلائی اور اپنے بہت زیادہ اوصاف بیان نہ کرو۔

فائدہ :۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو ہر نفس کا علم ہے کہ وہ کیا کرتا ہے اور کیا کرے گا تو پھر تم اے خدا کے بندو اپنی صفائی کا ذکر نہ کرو اور نہ ہی اپنے نفوس کو پاک وصاف بتاؤ کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک ہیں اور نہ ہی ان کے اچھے اعمال کی تعریف کرو کیونکہ تحلیہ وتخلیہ

بھی وہی معتبر ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور وہ اللہ تعالیٰ خود تمھارے احوال و اعمال کو خوب جانتا ہے تو پھر تزکیہ (نفس کی صفائی کے اظہار کا کیا معنیٰ؟) ؎

همان به گر آبستن گوهری
که هم چون صدف سر بخود در بری
اگر مشک خالص نداری مگوی
و گر هست خود فاش گردد ببوی
منه آب زر جان من بر پشیز
که صراف دانا نگیرد بچیز

ترجمہ:۔ ۱۔ اگر تو کامل جوہر ہے تو خاموش رہ صدف کی طرف سر بغل میں دبا۔
۲۔ اگر تیرے پاس خالص مشک نہیں تو کسی کو نہ کہہ اگر ہے تو وہ خود خوشبو سے ظاہر ہو گی۔
۳۔ آبِ زر کو تانبے پر نہ رکھ اسے دانا ٹیڈی کے برابر بھی نہ خریدے گا۔

فائدہ:۔ اگر کوئی اور اس کی مدح اور صفائی کرے تو اس کے لیے حدیث شریف میں وارد ہے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدح کرنے والوں (یعنی ایسی مدح کریں جو ممدوح میں نہیں) کے منہ پر مٹی پھینکو۔

فائدہ:۔ مٹی پھینکنے کا حقیقی معنیٰ ہے یا مجاز ہے کہ انہیں ایسی مدح سے روک دو تاکہ ممدوح مغرور نہ ہو جائے تو پھر تکبر میں مبتلا ہو جائے۔ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے مدح پر کچھ نہ دو یا معنیٰ یہ ہے کہ انہیں کچھ دو تاکہ ان کی زبان اس سے بند ہو کہ پھر وہ تمھاری ہجو نہ کر ڈالیں۔

فائدہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ مال ایک حقیر شے ہے مٹی کی طرح۔

مدح کی اقسام:۔ حضرت ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مدح تین قسم ہے:۔

۱۔ منہ پر مدح کرنا اس سے تو روکا گیا ہے۔
۲۔ غائبانہ مدح کرنا اور جس کی تعریف کی جائے اور خیال کرے کہ اسے معلوم ہو جائے اس سے بھی روکا گیا ہے۔
۳۔ مدح کرنا لیکن یہ پرواہ نہ ہو کہ اسے معلوم ہو یا نہ تو یہ جائز ہے۔ مثنوی شریف میں ہے ؎

خلق مادر صورت خود کرد حق
وصف ما از وصف او گیرد سبق

چونکہ آں خلاق شکر و حمد جوست
آدمی را مدح جوئی نیز خوست
خاصہ مرد حق کہ در فضلست جست
پر شود زاں باد چوں خیک درست
ورنہ باشد اہل زاں باد دروغ
خیک بدر یدست کے گیرد فروغ

ترجمہ: ۱۔ حق نے اپنی صورت پر ہمیں بنایا ہماری صفات اس کی صفات سے سبق لیتے ہیں۔
۲۔ چونکہ وہ خالق شکر و حمد چاہتا ہے آدمی بھی اپنی مدح سننا چاہتا ہے۔
۳۔ بالخصوص مردِ حق کہ فضل سے بھرپور ہے اسی لیے اپنی مشک کو ہوا سے پر دیکھتا ہے۔
۴۔ ورنہ دوسرے لوگ جھوٹی ہوا ہیں اسی لیے جب ان کی مشک پھٹی تو تمام رونق ختم۔

مسئلہ: موت کے بعد (جائز) مدح میں کوئی حرج نہیں جب حد سے متجاوز نہ ہو جیسے اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کی مدح میں روافض تجاوز کرتے ہیں۔

هو اعلم بمن اتقىٰ۔ وہ اسے خوب جانتا ہے جو تمام گناہوں سے بچتا ہے یہ جملہ مستانفہ اور نہی (جملہ سابقہ) کی تقریر کرتا ہے اور خبر دیتا ہے کہ ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو تمام گناہوں سے بچتے ہیں۔

شانِ نزول: بعض نے کہا کہ ان میں بعض ایسے لوگ تھے جو اعمال صالحہ کے پابند تھے لیکن کہتے کہ ہماری نمازیں۔ روزے اور حج ان کے لیے یہ نازل ہوا۔

فائدہ: یہ اُس وقت ہے جب اُن کی یہ عبادت بطریق اعجاب وریاد کے ہو۔ ہاں اگر عقیدہ ہو کہ اعمال صالحہ تو ہم سے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے فضل و کرم سے ادا ہوئے اس سے وہ مدح وثنا کی کسی سے اُمید نہیں رکھتے تو وہ اس گروہ میں سے نہیں اس لیے کہ طاعت الٰہی بجا لانے پر مسرت اور خوشی طاعت اور اس کا ذکر شکر میں داخل ہے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ انسان کا اپنے متعلق علم اجمال اور اللہ تعالیٰ کا اس کے متعلق علم تفصیلی ہے اور مکمل تر اور اس کے علم اجمالی کو بھی مشتمل ہے نیز انسان کا اپنے متعلق علم اپنے قوائے بشریہ سے ہے اور وہ قویٰ متناہی ہیں اسی لیے اس کا علم اپنے قویٰ کے مطابق متناہی ہوا اور اللہ تعالیٰ کا اس کے متعلق علم مطلق ہے کیونکہ اس کی ذات کا عین ہے مقام

اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ تَوَلّٰى ○ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ○ اَعِنْدَهٗ
عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ○ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ
مُوْسٰى ○ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰىٓ ○ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ
وِّزْرَ اُخْرٰى ○ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ○ وَاَنَّ
سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ○ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ○
وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ○ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ○
وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ○ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ○
مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ○ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ○ وَاَنَّهٗ
هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ○ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ○ وَاَنَّهٗٓ اَهْلَكَ
عَادَا ۨالْاُوْلٰى ○ وَثَمُوْدَاۡ فَمَآ اَبْقٰى ○ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ
اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ○ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ○
فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ○ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ○ هٰذَا نَذِيْرٌ
مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ○ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ○ لَيْسَ لَهَا مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ○ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ○ وَ
تَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ○ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ○ فَاسْجُدُوْا
لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ○ ع السجدة

ترجمہ:۔ تو کیا تم نے دیکھا جو پھر گیا اور کچھ تھوڑا سا دیا اور روک رکھا کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے تو وہ دیکھ رہا ہے کیا اُسے اس کی خبر نہ آئی جو صحیفوں میں ہے موسیٰ کے اور ابراہیم کے جو احکام پورے بجالایا کہ کوئی بوجھ اُٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اُٹھاتی اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی پھر اس کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا اور یہ کہ بیشک تمہارے رب ہی کی طرف انتہا ہے اور یہ کہ وہی ہے جس نے ہنسایا اور رولایا اور یہ کہ وہی ہے جس نے مارا اور جلایا اور یہ کہ اُسی نے دو جوڑے بنائے نر اور مادہ نطفہ سے جب ڈالا جائے اور یہ کہ اسی کے ذمہ ہے پچھلا اُٹھانا اور یہ کہ اُسی نے غنیٰ دی اور قناعت دی اور یہ کہ وہ ستارہ شعریٰ کا رب ہے اور یہ کہ اُسی نے پہلی عاد کو ہلاک فرمایا اور ثمود کو تو کوئی باقی نہ چھوڑا اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو بیشک وہ ان سے بھی ظالم اور سرکش تھے اور اس نے الٹنے والی بستی کو نیچے گرایا تو اس پر چھایا جو کچھ چھایا تو اے سننے والے اپنے رب کی کونسی نعمتوں میں شک کرے گا یہ ایک ڈر سنانے والے ہیں اگلے ڈر سنانے والوں کی طرح پاس آئی پاس آنے والی اللہ کے سوا اس کا کوئی کھولنے والا نہیں تو کیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کھیل میں پڑے ہو تو اللہ کے لیے سجدہ اور اس کی بندگی کرو۔

بقیہ صفحہ ۲۲۲ کا

الواحدیت میں اور یہ علم اس کی ذات کے علم مقام الاحدیت میں اور علم مطلق علم مقید سے احوط اور جامع تر ہے۔ نیز انسان صورت اللہ پر پیدا شدہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا۔ دوسری روایت میں ہے علیٰ صورت الرحمٰن۔ آدم کو صورت رحمٰن پر بنایا اور اللہ تعالیٰ اپنی صورت کو جانتا ہے کہ اس کی ذات صورت سے منزہ اور شکل سے مقدس ہے اور انسان صورت کو اس کیفیت سے نہیں جانتا جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا جیسا کہ فرمایا وما قدروا اللہ حق قدرہٖ۔ اُنہوں نے اس کی قدر نہ کی جسے اس کا حق ہے۔ ہاں جب اپنے علم مقید سے فنا پائے اور اللہ تعالیٰ کے علم مطلق میں بقا حاصل کرے تو پھر اسے اپنا علم ہوگا۔

فائدہ: یہی ہے تحقیق اس معنیٰ کی کہ وہی اعلم ہے نیز اعلم بمن اتقیٰ کا معنیٰ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے ماسوا سے ڈرتا ہے اس حیثیت سے کہ اس نے ماسوا کو اپنے لیے حفاظت کا سبب بنایا ہے تاکہ

جو علم وعمل صادر ہو تو وہ سبب اسی کی طرف منسوب ہو کیونکہ وجود میں وہی مؤثر ہے اور اسی سے ہی فیض وفضل اور خیر وجود ہے۔

تفسیر عالمانہ: افرءیت الذی تولٰی۔ کیا تم نے اسے دیکھا جس نے منہ پھیرا اتباع حق سے اور اس پر ثابت قدمی سے۔

واعطٰی قلیلاً اور تھوڑی سی شے دی اپنے مال سے رشوت کے لیے اس سے ہی اس پر عذاب کا بوجھ اُٹھانا پڑے گا۔

واکدٰی۔ اور کاٹا اپنا عطیہ اور بخل سے اسے روکا۔

حل لغات: یہ اکدی الحافر سے ہے جب جانور کا کُھر کاٹ دیا جائے جب وہ پتھر کی طرح سخت ہو جائے (جیسے انسان کے زائد ناخن کاٹ دیئے جاتے ہیں) اتنا کہ پھر اس کے آگے کاٹنا مشکل ہو جائے پھر اس شخص کے لیے مستعمل ہوتا ہے جو کسی شے کو طلب کرے لیکن اسے نہ حاصل کر سکے اور نہ اسے مکمل کر سکے اور نہ اُس کے آخر تک پہنچ سکے۔ القاموس میں ہے اکدی بمعنی بخل او قل خیرہ یعنی اس نے بخل کیا یا اس کی بھلائی کم ہو گئی یعنی مال کم ہو گیا او قلل عطاؤہ۔ اُس نے اپنی عطا کم کر دی۔ اور تاج المصادر میں ہے اکدی بمعنی قطع القلیل۔ تھوڑا سا کاٹا۔

شان نزول: ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی وہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی مجلس میں آپ کی باتیں سنتا تھا حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کے ایمان لانے کی اُمید ہو گئی اسے اس آمد و رفت پر مشرکین نے عار دلائی اور طعن و تشنیع کی اور کہا تو اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ رہا ہے اور گمراہ ہو گیا ہے اس نے جواب دیا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اس پر ایک مشرک نے کہا کہ تجھ پر جو عذاب آئے گا اسے میں اُٹھا لوں گا اور آخرت کی جتنی تکلیفیں تجھ پر آئیں گی میرے ذمہ ہو گئیں بشرطیکہ اس کے عوض میں مجھے تھوڑا سا مال دے دے اس کے بعد اس نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا جانا چھوڑ دیا اور آپ کے وعظ اور کلام مبارک کو سننا ترک کر دیا اور جس نے وعدہ کیا تھا اسے بھی پوری شرط کے مطابق مال نہ دیا یہ نہ دینا بوجہ بخل تھا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت فرمائی۔

فائدہ: یہ مذمت محض سبب کی وجہ سے ہے یعنی بخل سے۔

فائدہ: اس سے یہ وہم نہ ہو کہ متولی (اعراض کنندہ) کے فعل کی مذمت کے لیے آئی ہے حالانکہ متحمل مذکور کو عطا نہ کرنا تو مذموم نہیں تو پھر اس کی مذمت کیسی ہوئی ہم اس وہم کو پہلے لکھ چکے ہیں کہ بخل کی مذمت

ہے اور بخل جس میں بھی ہو مذموم ہے کافر ہو یا غیر کافر۔

فائدہ :۔ علامہ کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا ترجمہ یوں لکھا کہ اور باقی کو باز رکھا یعنی نہ دیا تو اس نے اپنے میں بخل و جہل کو جمع کیا۔

صاحب روح البیان قدس سرہٗ کی تحقیق :۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ آیت ظاہراً تو نازل ہوئی ہے تولی۔ (روگردانی) اور اس بُرے اعتقاد کی مذمت پر کہ قیامت میں اس کا بوجھ (گناہوں اور کفر کا) کوئی دوسرا اُٹھائے گا جیسے آنے والی آیت سے ظاہر ہے۔ اور اعطی قلیلاً و اکدیٰ۔ متولی (روگردان اور معطی (عطا کنندہ) اور متحمل گناہوں کے اُٹھانے کا وعدہ کرنے والا کے درمیان معاہدہ کے حال کا بیان ہے اور اس کے بخل کی اس میں کوئی مذمت نہیں لیکن ایسا کہنا خالی از تہکم نہیں کیونکہ اس نے بخل تو کیا ہے اگرچہ غلط عقیدہ کی بناء پر سہی۔

فائدہ :۔ حضرت مقاتل نے فرمایا کہ ولید بن مغیرہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کچھ مال خرچ کر کے ہاتھ روک لیا لیکن اس قول کا سابق آیات سے ارتباط نہیں رہتا۔

تفسیر صوفیانہ :۔ اس میں اشارہ ہے کہ وہ سالک جو اثنائے سلوک میں رُک جائے اور سیر الی اللہ سے بشریت اور لذات حیوانیہ کی طرف رجوع کرے بسبب ان تکالیف کے جنہیں وہ اپنے لیے شامت سمجھ بیٹھا جیسے مجاہدات بدنیہ اور ریاضات نفسانیہ حالانکہ اس نے طریق سیر و سلوک میں عمر کا اچھا خاصہ راس المال خرچ کیا لیکن بعد کو بخل کر کے خرچ کرنے سے ہاتھ روک لیا اور طریق اور اجتہاد فی اللہ سے نہ صرف ہٹ گیا بلکہ بقایا عمر تحصیل لذات حیوانیہ بشریہ اور شہوات کو پورا کرنے اور دنیاوی خسیسہ میں گنوا دی یہ صرف عدم استعداد للوصول والوصال کی وجہ سے ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں ترقی کے بعد تنزل اور معرفت کے بعد بیگانگی سے۔ ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش
تا دم آخر دمی فارغ مباش

ترجمہ :۔ اس راہ میں خوب دوڑ دھوپ کر آخری دم تک فارغ نہ ہو۔

تفسیر عالمانہ :۔ اعندہ۔ کیا اس کے پاس ہے علم الغیب فھو یریٰ۔ (غیب کا علم کہ جس سے وہ دیکھتا ہے) فاء سببیہ ہے اور رویت قلبی مراد ہے یعنی کیا اس کے پاس امور غیبیہ ہیں منجملہ ان کے ایک یہ کہ اس کے گناہوں کا بوجھ قیامت میں کوئی دوسرا اُٹھا لے گا تو کیا

وہ جانتا ہے کہ اس کا وہ ساتھی واقعی اس کا بوجھ اُٹھائے گا۔

فائدہ:۔ ابن الشیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ادعیت بمعنی اخبرت اللہ اعندہ علم الغیب۔ اس کا مفعول ثانی ہے اب معنیٰ یہ ہوا کیا تم نے خبر دی ہے کہ یہ معطی ومکدی (مانع) کے پاس کیا کوئی غیب کا علم ہے یعنی غیب وہ شے ہے جو اس پوشیدہ ہے جیسے اُمور آخرت تو کیا وہ جانتا ہے کہ اس کا ساتھی اس کے گناہوں کا بوجھ قیامت میں اُٹھائے گا اس تقریر پر یریٰ بمعنی یعلمُ ہے اس کے دونوں مفعول محذوف ہیں جیسا کہ محل مقام دلالت کرتا ہے۔

ام۔ کیا وہ جاہل لم ینبأ خبر نہیں دیا گیا بما فی صحف موسیٰ۔ وہ جو صحف موسیٰ (علیہ السلام) میں ہے یعنی تورات کے مضامین میں۔

حل لغات:۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صحیفہ بمعنی المبسوط من کل شے جیسے صحیفۃ الوجہ اور وہ شے جس میں مضامین لکھے جاتے تھے اس کی جمع صحائف وصحف آتی ہے اور مصحف جو صحف مکتوبہ کا جامع ہو۔ حضرت القہستانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مصحف (مثلث المیم) وہ جو جس میں قرآن وصحف جمع کیے جائیں۔ وابراھیم الذی وفی۔ اور صحف ابراہیم جس نے تکمیل کیا ابراہیم کا عطف موسیٰ پر ہے وفی یعنی فاتمہن یعنی ابراہیم علیہ السلام جس امر میں مبتلا ہوئے یعنی کلمات سے آزمائے گئے تو اس میں کامل اُترے یعنی امتحان ایزدی میں کامیاب ہوئے جیسے سورۃ البقرہ میں گزرا یا یہ معنیٰ ہے کہ انہیں جو حکم کیا گیا اسے اُنہوں نے بغیر کمی اور نقصان اور ترک کے مکمل کیا۔

حل لغات:۔ یہ ایسے کہا جاتا ہے اوفاہ حقہ۔ اُس نے اس کا پورا حق ادا کیا وافاہ بمعنی اسے کامل وافی عطا کیا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وفیّ کی تشدید تکثیر اور مبالغہ فی الوفاء کے لیے ہو یعنی جو اُنھوں نے اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کیا اسے خوب نبھایا۔

نکتہ:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تخصیص اس لیے ہے کہ جو آزمائشیں آپ پر آئیں کسی اور پر نہیں آئیں تو صبر کا کمال ہے کہ اُف تک نہ کی جیسے نار نمرود پر صبر دکھایا۔

حکایت:۔ حضرت جبریل علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ہاں اُس وقت حاضر ہوئے جب آپ کو آگ میں ڈالا جارہا تھا عرض کی الک حاجۃ۔ کیا آپ کو کوئی ضرورت ہے۔ فرمایا ہے لیکن تیرے ہاں نہیں۔

فائدہ:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح ولد (صاحبزادے) پر بھی خوب صبر کیا ایسے ہی ہجرت اور اپنے اہل (بیوی) ولد کو ایسی وادی میں چھوڑنے پر جس میں کسی قسم کی کھیتی نہ تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی:۔ مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر دن میں تین میل

تک چل کر مہمان کو تلاش کر کے گھر لاتے اگر مل جاتا تو اس کی خوب مہمان نوازی فرماتے اگر نہ ملتا تو آپ روزہ کی نیت فرمالیتے۔ اس کے لیے کسی نے کیا خوب مسجع مقفّیٰ عبارت لکھی کہ وفی ببذل نفسه للنیران و قلبه للرحمٰن و ولده للقربان و ماله للاخوان۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی جان آگ میں جھونک دی اور آپ کا دل رب رحمٰن کے ساتھ تھا اور بچے کو راہِ خدا میں قربان کر دیا اور مال بندگانِ خدا پر صرف کر دیا۔

حدیث شریف:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام روزانہ چار رکعتیں بلا ناغہ پڑھتے جسے ہم صلوٰۃ الضحیٰ (اشراق) کہا کرتے ہیں۔

حدیث شریف قدسی:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابنِ آدم چار رکعت دن کے اول حصے میں پڑھ لے میں آخر دن تک تیری کفایت کروں گا۔

حدیث شریف:۔ مروی ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمھیں خبر نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کیلئے کیوں فرمایا کہ اس نے کامل وفا کی۔ فرمایا اس لیے کہ وہ ہر صبح و شام کو پڑھتے تھے فسبحن اللہ حین تمسون و حین تصبحون (دو آیات تک) یعنی ایک آیت یہی اور دوسری و له الحمد فی السمٰوٰت و فی الارض عشیا و حین تظھرون۔ امام احمد نے اپنی مسند میں تین آیات کا ذکر فرمایا ہے (عین المعانی)

حدیث شریف:۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے کتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں فرمایا ایک سو چار۔ ان میں دس صحیفے حضرت آدم علیہ السلام پر اور پچاس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر اور تین صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر اور دس حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور چار کتابیں (قرآن۔ تورات۔ انجیل۔ زبور) ہیں۔ میں نے عرض کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تھا فرمایا امثال ان میں ایک یہ ہے کہ اے فریب خوردہ مغرور میں نے تمھیں اس لیے نہیں دنیا میں پیدا کیا کہ تو مال جمع کرتا رہ بلکہ اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ تو مظلوم کی دعوت (بلاوے) کو مدد کے لیے رد نہ کرے میں بھی رد نہیں کرتا۔ اگرچہ کافر ہو اور ان امثال میں سے ایک یہ بھی ہے کہ: عاقل پر لازم ہے کہ وہ اپنی عقل سے مغلوب نہ ہو وہ اپنی ساعات کو تقسیم کرے ایک ساعت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کے لیے اور صنع الٰہی میں غور و فکر کے لیے ایک ساعت اپنے نفس سے محاسبہ کے لیے کہ کیا گزارا اور آئندہ کیا پروگرام ہے ایک ساعت اپنی خوراک حلال کمائی سے حاصل کرنے کے لیے اور عاقل پر لازم ہے کہ وہ اپنے دور کو خوب سمجھے اپنے حالات پر کنٹرول کرے اپنی زبان کو قابو میں رکھے جسے معلوم ہے کہ اس کی باتوں کو بھی لکھا جاتا ہے تو سوائے اس کے کہ ضروری امر ہے کوئی بات بھی نہیں کرتا۔

فائدہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں کے مضامین ہم سورۃ سبح اسم ربك الاعلیٰ کے آخر میں بیان کریں گے (انشاء اللہ تعالیٰ) (تفسیر فتح الرحمٰن)

سوال: حضرت ابراہیم علیہ السلام تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے گزرے ہیں ان کا اسم گرامی پہلے ہوتا یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اسم گرامی کی تقدیم کیوں؟

جواب: چونکہ ان کے صحیفے کی ایک مستقل کتاب تورات تھی اور وہ ان (اہل مکہ) کے ہاں مشہور تر اور کثیر الرائج تھی) نیز فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ یہاں ترقی من الاقرب الی الابعد عمل میں لائی گئی ہے کیونکہ اقرب زیادہ معروف ہوتا ہے نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام مستقل کتاب والے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر مستقل کتاب نہیں بلکہ صحیفے اُترے تھے یہاں کتاب کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر خیر پہلے آیا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

الا تزر وازرۃ وزر اخری (یہ کہ کوئی نہیں اُٹھائے گا کسی دوسرے کا بوجھ) یہ اصل میں انہ لا تزر تھا۔ ان مخففہ من المثقلہ ہے اور ضمیر شان ہو اس کا اسم محذوف جملہ منفیہ اس کی خبر اور جملہ محلاً مجرور ہے کہ فی صحف موسیٰ سے بدل ہے یا مرفوع ہے کہ مبتدا محذوف کی خبر ہے گویا پوچھا گیا کہ ان کے صحیفوں میں کیا تھا تو جواب ملا کہ یہ تھا کہ کوئی نفس کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا اور نہ ہی ایک کے گناہ سے دوسرے کے گناہ کا مواخذہ ہوگا تاکہ وہ عذاب اور سزا سے نجات پا جائے۔ الوازرۃ سے مراد وہ ہے جس سے گناہ اور بوجھ کے اُٹھانے کی اُمید کی جا سکتی ہے نہ وہ کہ وہ گناہ کرے اور خود بوجھ اُٹھائے کیونکہ یہاں اُسی کی بات ہے جو خود گناہوں سے فارغ ہو ورنہ جو خود گناہوں کے بوجھ تلے دبا ہوا وہ دوسرے کا گناہ کیا اُٹھائے گا اس میں اس شخص کا رد بھی ہے جو ولید کے گناہوں کے بوجھ اُٹھانے کو تیار ہو گیا تھا۔

سوال: یہ مضمون آیت کتبنا علی بنی اسرائیل انہ من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا۔ ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کسی کو ناحق قتل کیا یا زمین پر فساد پھیلایا تو گویا اُس نے تمام کو قتل کیا (کیونکہ اس آیت میں گویا تمام لوگوں کے قتل کا بوجھ اس قاتل پر رکھ دیا گیا ہے۔

جواب: آیت میں یہ کہاں ہے کہ تمام لوگوں کے قاتلین کا گناہ اس کے سر پر ہوگا بلکہ یہاں تو یہ بتایا گیا ہے کہ اس پر قتل (کہ جس سے اسے روکا گیا) اس کے گناہ سے بڑھ کر یہ گناہ ہوگا کہ وہ دوسرے لوگوں کو قتل کرنے کا سبب اور راہبر بن رہا ہے تو یہ دونوں گناہ بھی اس کے اپنے ہیں کہ اس کے سر ہوں گے یہ نہیں کہ اوروں کے گناہوں کا بوجھ اس کے سر پر رکھا جائے گا۔ اسی طرح حدیث شریف من سن سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرھا و وزر من عمل بھا الی یوم القیامۃ (جس نے

بُرے طریقہ کی ابتدا کی تو اس پر گناہ ہوگا اور اس کا بھی جو اس کے دیکھا دیکھی گناہ کیا قیامت تک) کا مطلب بھی یہی ہے کہ یہ بوجھ جو اسے نصیب ہوگا دوسروں کے گمراہ کرنے کے سبب اور دلالت کی وجہ سے جو اس کا اپنا گناہ ہے (نہ یہ کہ کسی دوسرے کا اس کے سر پہ رکھا جائے گا)۔

وان لیس للانسان الا ما سعٰی۔ اور یہ کہ نہیں ہے انسان کے لیے مگر وہ جو اس نے خود کام کیا) یہ پہلے ان کی طرح مخففہ من المثقلہ ہے اس کا عطف اسی پر ہے و للانسان لیس کی خبر اور الا ما سعی امیں مصدریہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ اَن موصولہ ہو۔

حل لغات:۔ السعی بمعنی اتنا چلنا جسے دوڑنا نہ کہا جا سکے کسی کام میں جد و جہد کرنے کو بھی السعی کہا جاتا ہے وہ کام اچھا ہو یا بُرا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ شان یہ ہے کہ انسان کے لیے آخرت میں نہیں مگر وہی سعی جو اس نے دنیا میں کی یعنی عمل اور نیت یعنی جیسے کوئی کسی کے گناہ سے نہ پکڑا جائے گا ایسے ہی کسی کا ثواب دوسرے کو نہ دیا جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ کوئی کسی دوسرے کے فضل سے نفع نہ اُٹھا سکے گا جبکہ پہلے بیان ہوا کہ کوئی کسی دوسرے کا نقصان دفع نہ کر سکے گا۔

سوال:۔ اس آیت سے (معتزلہ کے مذہب کی صداقت) ثابت ہوتی ہے کہ قیامت میں کسی کو کوئی فائدہ نہ دے سکے گا اور نہ ہی مرنے کے بعد کسی کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے [1]۔

جوابات:۔ (۱) اس کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کرے کوئی اور اسی کا کیا ہوا دوسرے کو نفع پہنچائے یہ اگرچہ آیت کا مفہوم صحیح لیکن:۔

وھذا منسوخ الحکم فی ھذہ الشریعۃ بقولہ تعالیٰ والحقنا بھم ذریتھم وما التناھم من عملھم من شیٔ۔ (روح البیان ص ۲۲۷ ج ۹)

ترجمہ:۔ یہ اس شریعت میں منسوخ الحکم ہے بحکم والحقنا بھم الخ ہم نے ان کی ذریت ان کے ساتھ ملا دی اور ان کے اعمال میں بھی کمی نہ کی۔

(۲) دوسری آیت سے صراحۃً ثابت ہوا کہ آباء کے اعمال صالحہ مقبولہ کی برکت سے ان کی اولاد کو آباء کے پلڑے میں ڈالا جائے گا اور اللہ تعالیٰ آباء کی شفاعت ان کی اولاد کے حق میں قبول فرمائے گا ایسے ہی ابناء کی شفاعت آباء کے حق میں اس کی آیت اباؤکم وابناؤکم لا تدرون ایھم

---

[1] یہ آیت اگر موؤل ہے لیکن معتزلہ کے مذہب کو سامنے رکھ کر موجودہ دور کے معتزلہ نجدی، وہابی، دیوبندی مودودی، مرزائی کے مذہب کا موازنہ کیجئے ۱۲۔

اقرب لکم نفعا (تمہارے آباء و ابناء سے بعض ایسے ہیں جنہیں تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کون تمہارے نفع کے لیے تمہیں زیادہ قریب ہے[1]) سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

قول عکرمہ: حضرت عکرمہ (تلمیذ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ حکم حضرت ابراہیم و موسیٰ علیٰ نبینا و علیہما السلام کی اُمت کے لیے تھا اور اُمت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف بخشا ہے کہ انہیں اپنے عمل کے ثواب کے علاوہ دوسروں کے عمل سے بھی ثواب ملتا ہے۔

حکایت نمبر (۱): حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں ایک عورت نے کجاوے سے بچہ کو نکال کر عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس کا حج ہو جائے گا آپ نے فرمایا ہاں لیکن اس کا ثواب تمہیں ملے گا۔

حکایت نمبر (۲): حضرت ربیع بن انس نے فرمایا کہ یہ کافر کے لیے ہے کہ اسے غیر کا نیک عمل مرنے کے بعد کوئی فائدہ نہ دے گا لیکن مومن کو اپنے عمل کے ثواب کے علاوہ اگر کوئی دوسرا اس کے لیے عمل کر کے ثواب اسے بخش دے تو بھی اس کے لیے وہ ثواب فائدہ دے گا۔[2]

استدلال: حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے اپنے دعویٰ میں استدلال فرمایا کہ ان عائشۃ اعتکفت عن اخیہا عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ بعد موتہ و اعتقت عنہ (روح البیان صہ ۲۴۷ ج ۹)

استدلال از حدیث صحیح: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] واضح ہوا کہ ہمیشہ بد مذہب اپنے دلائل کی دیوار منسوخہ آیات و احادیث سے کھڑی کرتے چلے آئے ہیں۔ اس آیت کے منسوخ ہونے کے باوجود معتزلہ کی تاحال وہی ضد ہے کہ اموات کو احیاء کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور دور حاضرہ کے معتزلہ نے آگے بڑھ کر کہہ دیا کہ نہ ہی مردے زندوں کو کسی قسم کا فائدہ پہنچا سکتے۔

[2] اسی لیے تو فقیر اویسی غفرلہ کہتا ہے کہ یہ لوگ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں یہ کہتے ہیں کہ اہل قبور کو ہم فائدہ دے نہ سکتے ہیں اور نہ ہی اہل قبور زندوں کو کوئی فائدہ دے سکتے ہیں تو یہ کافروں کیلئے ہے ہم سنی مسلمان عقیدہ رکھتے ہیں کہ احیاء اہل اموات کو فائدہ (ثواب) پہنچا سکتے ہیں اور اہل قبور احیاء کو فیض دے سکتے ہیں اس لیے کہ یہ دونوں سے محروم ہیں اور ہم اہلسنت جانبین سے افادہ و استفادہ کے قائل ہیں کہ عوام کو ایصال ثواب پہنچاتے ہیں اور انبیاء و اولیاء کے مزارات سے فیض حاصل کرتے ہیں۔

نے عرض کی کہ میری ماں فوت ہوگئی ہے تو کیا میں اس کے لیے صدقہ خیرات کروں آپ نے فرمایا ہاں عرض کی کون ساصدقہ افضل ہوگا فرمایا پانی پلانا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوا کر وہ راہِ خدا میں وقف فرمایا۔

جواب نمبر (۳۲): حضرت امام قرطبی رضی اللہ عنہ نے تذکرہ میں لکھا کہ و ان لیس للانسان الاما سعیٰ میں ایک احتمال یہ ہے کہ یہ صرف برائیوں کے لیے ہے جیساکہ حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب نیکی کا ارادہ کرتا ہے اور ابھی اسے عمل میں نہیں لاتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کے لیے دس سے سات سو (تا انتہا) نیکیاں لکھ دی گئی ہیں اور جب وہ برائی کا ارادہ کرتا ہے لیکن عمل میں نہیں لاتا تو فرمایا ہیں اس کے لیے برائی کے لکھنے کا حکم نہیں فرماتا جب تک عمل میں نہ لائے جب عمل میں لاتا ہے تو صرف ایک برائی لکھی جاتی ہے اس کی تصدیق قرآن مجید کی آیت من جاء بالحسنة فله عشر امثالها (جو ایک نیکی لائے تو اس جیسی اس کے لیے دس ہیں) میں ہے اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور بس اور طریقۂ عدل تو یہ ہے کہ انسان کو وہی ملے جو وہ خود عمل کرے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے وہ عطا فرمایا جو اس نے نہیں کیا تو یہ زائد عطیہ فضل الٰہی ہوا کہ ایک نیکی پر بندے کو دس سے سات سو تک بلکہ لاکھوں سے بڑھ کر ثواب مفت حاصل ہو جبکہ وہ بچوں کو بغیر عمل کے بہشت میں داخل فرمائے گا تو پھر ایسے بندے کو اگر بخش دے جسے کسی دوسرے کا عمل وسیلہ بنا ہے تو کون سا حرج ہے؟

خلاصہ جواب یہ کہ جو کچھ بندے کے اپنے عمل سے عطا کیا وہ اس کا عدل اور جو اسے دوسرے کے عمل سے بخشا یہ اس کا فضل اور اس کے فضل و کرم کا کوئی کنارہ نہیں اور نہ اس کی حد اور نہ اس کا حساب ہے کیونکہ وہ نیکیاں عطا فرماتا اور برائیوں سے تجاوز فرماتا ہے۔

فائدہ: نفس و طبیعت کا مرتبہ ایسے ہی شریعت و طریقت کا طریق اول سے ہے اور روح و سر کا مرتبہ ایسے ہی معرفت و حقیقت کا طریقہ ثانیہ سے ہے۔

نکتہ: الاسئلة المقحمة میں ہے کہ آیت میں اشارہ ہے کہ نجات کا اصل مقرر کردہ حکم شرع میں ہے اس لیے کہ نجات اصلیہ کا وعدہ قرآن و حدیث میں عمل صالح سے ہے جزا و مکافات پر ہی نجات مشروط ہے ہاں وہ نجات جو مکافات و جزا سے مشروط نہیں وہ اس کا محض فضل و کرم ہے وہ اپنے لطف عمیم و رحمت عظیم سے بخشے گا جسے بخشے گا اس کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے کہ میں نے اپنی شفاعت ذخیرہ بنا کر رکھی ہے اپنی اُمت کے اہل کبائر کے لیے کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ متقین مؤمنین کے لیے ہوگی نہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ خطائیں ملوثین کے لیے خاص ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ کتاب کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہے۔

تین آیات کا اشکال اور اس کے جوابات:۔ میں نے اُستاد ابواسحٰق اسفرائنی سے سُنا وہ فرماتے میں نے امام ابوبکر فارسی سے سمرقند میں سُنا فرماتے کہ عبداللہ بن طاہر امیر خراسان نے حسن بن الفضل البجلی (رحمہم اللہ تعالیٰ) عرض کی کہ مجھ پر تین آیات کا اشکال ہے آپ ان کا حل فرمائیں تاکہ بیمار قلب کو شفا نصیب ہو۔

آیت (۱):۔ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا **فاصبح من النادمین**۔ تو صبح کو ندامت والوں میں سے ہوا۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ **الندم توبۃ**۔ توبہ ندامت کا نام ہے لیکن قابیل کے حق میں یہ ندامت توبہ نہ ہوئی۔

آیت (۲):۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **کل یوم ھو فی شان**۔ ہر دن وہ نئی شان میں ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے قلم خشک ہوگئی اُس سے جو قیامت تک پہنچنے والا ہے۔

آیت (۳):۔ فرمایا **ان لیس للانسان الا ما سعیٰ** (دوسری) جگہ فرمایا **اضعافا مضاعفۃ**۔ آپ نے فرمایا کہ ندامت کا توبہ ہونا آدم علیہ السلام کی شریعت میں نہ تھا اور نہ ہی دوسری اُمم کے لیے یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ دوسرا قابیل کی ندامت قتل ہابیل سے نہ تھی بلکہ کافی دیر اُسے سر پہ اُٹھانے سے تھی اور پتہ نہ چلتا تھا کہ وہ اس کے ساتھ کیا کرے کیونکہ یہی سب سے پہلا قتل تھا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کوّا بھیجا تاکہ اس کو دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے۔

جواب آیت (۲):۔ **کل یوم ھو فی شان**۔ میں شان مذکور میں وہ ابتدائی تقدیر مراد ہے اس کے بعد تقدیر کا ظہور اپنے وقت پر ظاہر ہوتا ہے۔

جواب آیت (۳):۔ **لیس للانسان** میں عدل و مجازات کا ذکر ہے کہ وہ جیسے چاہے کہ ایک نیکی کی دس جزا دے لیکن **اضعافا مضاعفا** اس کا فضل ہے اور مہربانی اس میں عدل و مجازات کو دخل نہیں حضرت عبداللہ بن طاہر کھڑے ہوئے اور حضرت حسن الفضل البجلی کے سر کو چوما اور پچاس ہزار درہم نذرانہ پیش کیا۔

ردّ وہابیہ دیوبندیہ:۔ ہمارے دَور میں اہلسنت کا دستور ہے کہ میت کے آگے نعت خوانی اور ذکر الٰہی کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ یہ بدعت اور حرام ہے۔ فقیر اویسی غفرلہٗ نے اس کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے "نشر الجواہر علی الاذکار ایام الجنائز" اسی کی تائید صاحب رُوح البیان صدیوں پہلے لکھ گئے ہیں۔؀

؀ اضافہ اویسی غفرلہٗ

ذکر الخرائطی فی کتاب القبور قال سنۃ الانصار اذا حملوا المیت ان یقرأوا من القرأۃ ولذا کان علی الذاکر ان ینوی التلاوۃ والذکر معًا حتی یثاب بثواب التلاوۃ فحیث من القراٰن من الذکر منہ ۔ (روح البیان ص ۲۲۸ جلد ۹)

ترجمہ :۔ خرائطی نے کتاب القبور میں لکھا کہ انصار (صحابہ) کی عادت تھی کہ جب میت اٹھاتے تو قرآن پڑھتے اسی لیے ذکر کرنے والے کو ضروری ہے کہ وہ تلاوت کی نیت کرے اور ساتھ ہی ذکر کی تاکہ دونوں ثواب ملیں کیونکہ ذکر کا طریقہ قرآن سے حاصل ہوا ۔

کسی نے خوب ابیات کہے ؎

زر والدیك وقف علی قبریهما
فکاننی بك قد الیهما

ترجمہ :۔ والدین کی قبر کی زیارت کر اور وہاں کچھ دیر بیٹھ وہ تیرے ساتھ ہیں جو تو پڑھتا ہے انہیں ملتا ہے ۔

یہانتک کہا

وقرأت من آی الکتاب بقدر ما
تستطیعه وبعثت ذاك الیهما

ترجمہ :۔ تونے جتنی آیات قرآنی پڑھیں ان کو بھیج دے

ابن تیمیہ کا عقیدہ :۔ ابن تیمیہ کے متعلق کہا :

فمن اعتقد ان للانسان لا تنفع الا بعمله (روح البیان ص ۲۲۸ ج ۹)

بعض کا اعتقاد ہے کہ انسان کو صرف اپنے عمل سے فائدہ ہوگا ۔

فقد خرق الاجماع و ذلك باطل من وجوہ کثیرۃ یعنی ابن تیمیہ نے اجماع

ابن تیمیہ کا رد :۔ کو توڑا الایعنی اجماع کے خلاف کیا اس کی تردید کی چند وجوہ ہیں :۔

(۱) ۔ انسان دوسرے کی دعا سے نفع پاتا ہے یہ دلیل ہے کہ ایک دوسرے کے عمل سے نفع حاصل ہو سکتا ہے ۔

(۲) ۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت میں اہل موقف سے شفاعت فرمائیں گے پھر اہل جنت کی دخول جنت کے لیے اور اہل کبائر کی جہنم سے نکالنے کی ۔ یہی غیر کی سعی سے دوسرے کو فائدہ پہنچنے کی دلیل ہے ۔

(۳) ۔ ہر نبی علیہم السلام اور نیک انسان کو شفاعت کا اذن ہوگا یہ بھی غیر سے نفع حاصل کرنے کی دلیل ہے ۔

(۴) ۔ ملائکہ اہل ارض سب کے لیے دعاؤ استغفار کرتے ہیں ۔ یہ بھی غیر کے عمل سے نفع حاصل کرنے پر دلالت کرتا ہے ۔

(۵)۔ اللہ تعالیٰ محض اپنی رحمت سے بہت سے اُن لوگوں کو دوزخ سے نکالے گا جنھوں نے ایک نیک عمل بھی نہ کیا ہو گا۔ یہ بھی بغیر عمل کے نفع پانے کی ایک دلیل ہے۔

(۶)۔ اہل ایمان کی اولاد اپنے آباء کے اعمال کی وجہ سے بہشت میں جائیں گے۔ یہ غیر کے عمل سے نفع پانا ہے۔

(۷)۔ میت کی طرف صدقہ دیا جائے یا اس کے لیے غلام آزاد کیا جائے اسے ثواب ملتا ہے اور اس کا ثبوت سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع کے نص سے ثابت ہے۔ یہ بھی غیر کے عمل سے نفع پانا ہے۔

(۸)۔ کسی پر حج فرض ہو اور بغیر ادائیگی کے فوت ہو جائے اور اس کی جانب سے اس کا متولی حج کرے تو میت سے فرضیت کی ادائیگی ہو جائے گی یہ بھی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

(۹)۔ کسی پر قرض ہو اس کی طرف سے کوئی دوسرا ادا کر دے تو قرض ادا ہو جائے گا جیسے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ مشہور ہے فرمایا کہ اذا انا مت فیغسلنی فلان ای من الدین۔ جب میں مر جاؤں تو فلاں شخص کو چاہیئے کہ وہ مجھے نہلائے یعنی قرض سے یعنی میرے قرضہ جات وہی اُتارے یہ بھی غیر کے عمل سے نفع پانا ہے۔

(۱۰)۔ کسی پر لوگوں کے حقوق و مظالم ہوں اور مجموعی طور اسے لوگ معاف کر دیں تو معاف ہو جائیں گے۔

(۱۱)۔ ہمسایہ نیک سے زندگی میں اور موت کے بعد نفع اُٹھایا جاتا ہے جیسے حدیث شریف میں ہے۔

(۱۲)۔ اہل ذکر کی مجلس کی برکت پر اس آدمی پر اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے جو ان میں آ کر بیٹھا حالانکہ وہ اہل ذکر نہیں اور نہ ہی ذکر کی نیت سے ان کے ساتھ بیٹھا بلکہ کسی اور کام کی غرض سے بیٹھ گیا حالانکہ اعمال کا دارومدار نیات پر ہے باوجودیکہ ایں ہمہ اس بیٹھنے والے کی بخشش ہو سکتی ہے تو میت کی بھی۔

(۱۳)۔ میت پر نماز جنازہ اور اس کے لیے دعا مانگنا بھی میت کو فائدہ دیتا ہے۔ یہ بھی سب کچھ عمل غیر سے فائدہ پہنچ رہا ہے ان جیسے نظائر بے شمار ہیں بلکہ ثواب کے تضاعف (دوگنا ہونا) کی آیات بھی بکثرت ہیں اسی لیے و ان لیس للانسان الا ما سعیٰ کی تاویل ضروری ہے کیونکہ اس میں غیر کے عمل سے پانے کی نفی اور حصر بحرف استثناء سے حصر ہے کہ انسان صرف اور صرف اپنے اعمال سے نفع پائے گا اور بس اور اسے وہی جزا ملے گی جو اس نے خود عمل کیا ہے اس پر کچھ اضافہ از عمل الغیر نہ ہو گا۔

سوال: جب آیت میں صریح حکم ہے کہ غیر کا عمل کوئی فائدہ نہ دے گا پھر بے جا تاویلیں کیوں حالانکہ قانون ہے کہ جو بات صریح نص اور سنت اور اجماع کے خلاف ہو وہ عمل ناقابل قبول ہے۔

جواب (۱) :- آیت ان لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ منسوخ ہے۔[1]

جواب (۲) :- آیت صرف کفار کے لیے ہے۔

جواب نمبر (۳) :- آیت میں عدل کی بات ہے ہم اس کے فضل کی بات کرتے ہیں اور عدل و فضل کی تحقیق پہلے عرض کر چکے ہیں۔

جواب (۴) :- دوسرے کے عمل سے بھی اُس وقت فائدہ حاصل ہوتا ہے جب دوسرا بھی اس کے لیے نیت کرے کہ یہ عمل میں فلاں کے لیے کرتا ہوں، یہ گویا اب اس فعل کے کرنے سے اس کا وکیل اور نائب ہے اس معنیٰ پر اس کا کرنا گویا اسی کا کرنا ہے۔

جواب (۵) :- غیر کے عمل سے اُس وقت فائدہ نہیں جب غیر اس کا اہل نہ ہو اگر اہل ہو یعنی مومن ہو صالح ہو تو اس معنیٰ پر غیر کا کرنا نہیں بلکہ اصل کا کرنا ہے کیونکہ اس کی سعی دوسرے کی سعی کے تابع ہے تو گویا اس نے اس عمل کی سعی اس نے خود ہی کی ہے اس لیے کہ ایمان کا تعلق بڑا گہرا تعلق بلکہ ایک دوسرے سے قریبی تعلق ہے۔

۱۴۔ حدیث شریف (۱) :- حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی مثال جبکہ وہ دوسرے مؤمن سے محبت اور رحم اور پیار کرتا ہے ایسے ہے جیسے جسم کہ اس کے کسی حصہ میں شکایت ہو تو تمام جسم بے قرار ہوتا ہے اسے نیند آتی ہی نہیں بلکہ بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

۱۵۔ حدیث شریف (۲) :- حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن مؤمن کے لیے بمنزلہ دیوار کے ہے جو ایک حصّہ دوسرے حصّہ کو مضبوط کرتا ہے۔ آپ نے اسے مثال دے کر یوں سمجھایا کہ آپ کے ہاتھ کی اُنگلیوں کو ایک دوسرے میں بھی ضم کر دیا۔

فائدہ :- اس معنیٰ پر جو بھی کسی دوسرے مسلمان کے لیے عمل کی سعی کرتا ہے تو گویا وہ اپنے بھائی کے عضو کو مضبوط کر رہا ہے بلکہ اس کی کمی پوری کر رہا ہے۔ اس تقریر پر اس کا سعی کرنا گویا دوسرے کا خود سعی کرنا ہے۔

خلاصۃ المرام

خلاصہ یہ کہ ایک کا دوسرے کو نفع پہنچانے کا دارومدار ایمان و عمل صالح ہے کیونکہ ان کے سوا کسی کو کوئی نفع نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی کو ایمان (جانبین) کے بغیر کتنا ہی نفع دے کوئی

---

[1] روح البیان ج ۹ ص ۲۴۹

نفع نہ ہو گا۔[1]

۱۶۔ **ہدایہ کتاب فقہ حنفی کا حوالہ**:۔ ہدایہ میں اول باب الحج عن الغیر میں ہے کہ:۔

الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ بغیرہ صلوٰۃ اوصوما اوصدقۃ او غیرہا عند اہل السنۃ والجماعۃ (روح البیان ص $\frac{۲۲۹}{۹۷}$)

ترجمہ:۔ انسان اپنے عمل کا ثواب غیر کو دے سکتا ہے نماز ہو یا روزہ صدقہ ہو یا کوئی اور شے یہ اہل سنت کا مذہب ہے۔

۱۷۔ **امام اعظم ابو حنیفہ کا مذہب**:۔ فتح الرحمٰن میں ہے کہ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ غیر کا وہ عمل جو قربتِ الٰہی کی نیت سے کیا جاتا ہے جیسے نماز۔ روزہ اور قرأۃ القرآن اور صدقہ غیر کے لیے جائز ہے جیسے مسلم میت کے لیے ہدیہ کیا جاتا ہے یعنی اس کا ثواب میت کو بخشا جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ میت کو ثواب پہنچتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور رحمت سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے لیکن امام مالک و شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا صدقہ و عبادت مالیہ اور حج کا ثواب میت کو پہنچتا ہے ان کے سوا دیگر عبادات جیسے نماز۔ روزہ۔ قرأۃ القرآن وغیرہ کا ثواب نہیں پہنچتا اس کا ثواب صرف اور صرف خود عمل کرنے والے کو ملے گا اور بس۔

معتزلہ کا مذہب:۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ انسان کو لائق نہیں کہ وہ اپنے عمل کا ثواب مطلقاً غیر کو دے اور نہ ہی دوسرے کو اس کا ثواب ملے گا اور نہ ہی اس سے اسے کوئی نفع ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وان لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ اور چونکہ ثواب سے مراد جنت ہے اور بندے کو کب اختیار ہے کہ وہ کسی کو بہشت عطا کرے بلکہ وہ جنت کا تو خود اس کے لیے بھی کوئی اختیار نہیں۔[2]

---

[1] یعنی میت بھی مومن ہو اور جو ثواب پہنچائے وہ بھی مومن ہو اگر خدانخواستہ میت کافر مرتد ہو تو ثواب نہ پہنچے گا اگر ثواب بھیجنے والا مرتد کافر ہو تو بھی میت مومن کو ثواب نہ ملے گا اسی لیے وہابی دیوبندی ثواب پہنچانے کی تمام صورتوں کو بدعات اور رسوم کہہ کر ٹھکرا دیتے ہیں سو وہ بھی سچے ہیں کیونکہ وہ ابن تیمیہ کے عاشق ہیں یا پھر وہ اپنے مردے کو مومن نہیں سمجھتے یا خود۔ ورنہ قبر میں اموات کو ثواب کی اتنی ضرورت ہے جتنی زندہ انسان کو دنیوی زندگی میں ضروریات زندگی کی۔

[2] کتنی کمزور دلیل ہے معتزلہ کی لیکن ہم ان کو کیا جواب دیں جب وہ ہیں نہیں ہمیں تو ان کے لیے عوام کو آگاہ

۱۸۔ **مسئلہ فقہیہ سے استدلال** :۔ اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جس پر حج فرض تھا اور وہ بغیر ادا کیے مرگیا تو امام ابوحنیفہ و امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موت سے اس کا حج ساقط ہو گیا اس کی طرف سے کوئی حج نہ پڑھا جائے ہاں اگر وصیت کر کے مرا تو پھر اس کی طرف سے حج پڑھنے سے اس کی ادائیگی منصور ہو گی اور امام شافعی و امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے حج ساقط نہ ہو گا اس کے مال سے حج ادا کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ :۔ جس نے خود حج نہیں پڑھا حالانکہ اس پر حج فرض ہے تو کیا دوسرے کی طرف سے حج بدل پڑھ سکتا ہے امام ابوحنیفہ و امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ وہ حج بدل ہو جائے گا لیکن مکروہ ہے۔ امام شافعی و امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جائز نہیں اگر ہو گا تو اس کا اپنا حج ہو جائے گا۔

مسئلہ :۔ نماز عبادت بدنیہ ہے اس میں نیابت (دوسرے کی طرف سے ادا کرنا) ناجائز ہے نہ مال سے نہ بدن سے اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔

۱۹۔ **مسئلہ اسقاط** :۔ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب کوئی مرے اور اس پر چند نمازیں فرض ہیں تو اس کی ہر نماز کے عوض گندم کا نصف صاع یا کھجور یا جو کا ایک صاع یا اس کی قیمت فقراء مساکین کو فدیہ کے طور دیا جائے۔

مسئلہ :۔ ضروری نہیں کہ مساکین فقراء کی گنتی معین ہو خواہ ایک ہی کو دے دیا جائے جائز ہے خواہ وہ متعدد صلوٰت کا فدیہ ہو۔

مسئلہ :۔ ایک نماز کا فدیہ ایک ہی مسکین کو دیا جائے ایک سے زائد پر تقسیم نہ ہو۔

مسئلہ :۔ اسقاط کی ایک شرط یہ ہے کہ مرنے والے نے وصیت کی ہو۔

مسئلہ :۔ اگر وصیت کر کے نہ مرا ہو تو ورثہ کو تبرعاً (احساناً) اسقاط کے لیے فدیہ دینا جائز ہے (ان پر

حاشیہ بقیہ صـ۲۳۷

کرتا ہے جو معتزلہ کے اصول پر عمل کرتے ہوئے ایصال ثواب کے تمام صورتوں کو بدعت اور رسوم کہہ کر خود بھی محروم ہیں اور دوسرے اہل اسلام کو مختلف وساوس سے محروم کرنے کی سعی خام کرتے ہیں اور ظالم خود کو کھلاتے بھی ہیں اہلسنت اور حیرانی یہ ہے کہ ان جملہ امور کو حرام بھی کہتے ہیں اور کھاتے بھی ہیں تو ہپ ہپ کر کے۔

ع میں عجب کھانے غرّانے والے

لازم اور ضروری نہیں)۔ یہ صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ہے خلافاً للائمہ الثلاث)

۲۰۔ حکایت:۔ مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں اپنے والدین کی اُن کی زندگی میں ان کی خوب خدمت کرتا تھا لیکن اب وہ فوت ہو گئے ان کی کیا خدمت کروں آپ نے فرمایا ان کے لیے اپنی نماز کے ساتھ نماز (دوگانے) پڑھ اور اپنے روزے کے ساتھ اُن کے لیے (دوسرے ایام میں نفلی) روزے رکھ (رواہ دار قطنی) عن علی رضی اللہ عنہ)۔

فائدہ:۔ یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے لیے حجت اور تائید ہے ان کے اس مسئلہ کی کہ آپ نے فرمایا کہ عبادتِ بدنیہ بھی میت کے ایصالِ ثواب میں جائز ہے (خلافاً للشافعی رحمۃ اللہ علیہ) جیسا کہ گزرا۔

۲۱۔ حدیث شریف:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو بینڈھے ذبح فرماتے اپنے لیے ایک اور دوسرا اہلِ ایمان اُمتیوں کے لیے (متفق علیہ)

طریقہ استدلال:۔ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ وہ ایک دُنبہ جو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اُمت کے اہلِ ایمان کے لیے کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ:۔

جعل ثوابه لها وهذا تعليم منه عليه السلام بان الانسان ينفعه عمل غيره والاقتداء به عليه السلام هو الاستمساك بالعروة الوثقىٰ۔

(روح البیان صفحہ ۲۵ ج ۹)

ترجمہ:۔ اس کا ثواب اس کے لیے کیا اور یہ حضور علیہ السلام کی تعلیم ہے کہ انسان کو غیر کا فائدہ دیتا ہے حضور علیہ السلام کی اقتداء ہی عروۂ وثقیٰ ہے۔

فائدہ:۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ بھی دو دنبے ذبح فرماتے اور فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے ہی وصیت فرمائی کہ ایک دنبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ذبح کیا کروں۔

۲۲۔ حدیث شریف:۔ مروی ہے کہ جو شخص قبرستان سے گزرتے ہوئے گیارہ بار قل ہو اللہ شریف پڑھ کر اہلِ اموات کو بخشے تو اُسے مردگان کی گنتی کے برابر ثواب نصیب ہوگا (رواہ الدارقطنی عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ مرفوعاً)

فائدہ:۔ یہ حدیث شریف بھی سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کی مؤید ہے کہ تلاوتِ قرآن کا ثواب غیر کو بخشا جا سکتا ہے (خلافاً للشافعی) جیسا کہ گزرا۔

۲۳ - حکایت :۔ حضرت الشیخ الفقیہہ القاضی الامام مفتی الانام عزالدین بن عبدالسلام زندگی بھر فتویٰ دیتے رہے کہ زندوں کی طرف سے بھیجا ہوا قرآن پڑھنے کا ثواب نہیں پہنچتا وہ بھی حجت ہیں آیت ان لیس للانسان الا ما سعیٰ ۔ پیش کرتے جب فوت ہوئے تو ان سے آپ کے کسی اہل مجلس نے پوچھا کہ آپ تو فرماتے تھے کہ میت کو زندہ کا قرآن پڑھنے کا ثواب نہیں پہنچتا اب تمہارا کیا خیال ہے فرمایا کہ وہ میرا فتویٰ دنیا میں تھا لیکن اب مجھے معلوم ہوا کہ ثواب پہنچتا ہے اسی لیے میں نے اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیا جب میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی وسعت دیکھی ہے ۔

مسئلہ :۔ بعض نے کہا کہ پڑھنے والے کو پڑھنے کا اور مردے کو سننے کا ثواب پہنچتا ہے اسی لیے سننے والے پر رحمت باری ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون (جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو امید کرو کہ تم پر رحمت ہوگی) ۔

فائدہ :۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بعید نہیں کہ میت کو قراۃ واستماع (سننے) پر دونوں ثواب عطا فرمائے ۔

مسئلہ :۔ میت قبر میں ہو اور اس کے لیے کسی دوسری جگہ قرآن پڑھ کر ثواب بخشا جائے تب بھی اسے اس کا ثواب پہنچتا ہے جیسے صدقہ و استغفار کا ثواب اسے پڑھنے سے پہنچتا ہے ۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ قرآن دعا و استغفار و تضرع اور عجز و انکسار کا مجموعہ عبادات ہے اور قرآن کی تلاوت سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا قرب کسی عبادت سے نہیں ہو سکتا ہے ۔

فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہ) نے فرمایا کہ اس میں حجت ہے اس پر جو کہتا

رد المنکرین :۔ ہے کہ فرض نمازوں کے بعد (یہ رواج صاحب روح البیان کے زمانہ میں ہوگا ممکن ہے اب بھی کہیں ہو کہ) امام صاحب آیت الکرسی پڑھتے اور دوسرے مقتدی سنتے ہیں اس سے امام کو پڑھنے کا اور مقتدیوں کو سننے کا ثواب ملتا ہے لیکن منکرین کہتے ہیں (چونکہ یہ بدعت ہے) (فلہذا) ناجائز ہے وہ کہتے ہیں کہ امام آہستہ پڑھے تاکہ دوسرے مقتدی بھی پڑھیں[1] ۔ ہم کہتے ہیں کہ صاحب روح البیان اور

---

[1] ہم اہلسنت ایصال ثواب پر اس لیے زور دیتے ہیں کہ انسان کو اپنے اعمال کی سزا ملتی ہے اور وہ بھی بخت کچھ دنیا میں کچھ مرنے کے بعد ایصال ثواب سے نجات ملنے کا امکان ہے مثلاً نماز ہے اس کے متعلق قرۃ العیون میں ہے کہ اس کے ترک کرنے پر دنیا میں پچھ عذاب ملتے ہیں :۔

۲۴۔ حکایت:۔ ایک عورت فوت ہوگئی اسے کسی جاننے والی عورت نے خواب میں دیکھا کہ اس کے ہاں تخت بچھا ہوا ہے اور ان کے نیچے نور کے برتن ڈھکے ہوئے نظر آئے پوچھنے پر فرمایا کہ یہ وہ ہدیے تحفے (خیرات وصدقات اور قرآن خوانی وغیرہ) ہیں جو میری طرف میری اولاد اور زوج وغیرہ نے گزشتہ شب بھیجے ہیں (یعنی قرآن خوانی کرائی اور اس کا ثواب مجھے بھیجا) اس عورت نے اس کے شوہر سے خواب ذکر کیا تو اس نے کہا ہاں میں نے گزشتہ رات کچھ قرآن مجید پڑھ کر اپنی زوجہ کو ایصال ثواب کیا ہے۔

حدیث شریف:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہوجاتے ہیں سوائے تین عملوں کے:۔

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۴۰ کا

۱۔ عمر میں برکت کم ہوجائے گی۔ ۲۔ نیکیوں کی چمک چہرے سے چھین لی جائے گی۔

۳۔ کسی بھی عمل کا ثواب نہیں ملے گا۔ ۴۔ اس کی دعائیں نامقبول ہوں گی۔

۵۔ لوگوں کے سامنے ذلیل ہوگا۔ ۶۔ نیک بندوں کی دعائیں اس کے حق میں قبول نہ ہوں گی۔

موت کے وقت کے تین عذاب:۔

۱۔ ذلت کے ساتھ ۲۔ بھوکا ۳۔ اور شدید پیاس سے مرے گا۔

قبر کے تین عذاب:۔

۱۔ قبر شدت سے دبائے گی جس سے پسلیاں ٹوٹ کر ایک دوسرے میں پیوست ہوجائیں گی۔

۲۔ قبر میں آگ ہوگی۔

۳۔ ایک بہت ہی زبردست اور خوفناک سانپ قیامت تک روزانہ پانچ مرتبہ مارے گا جس سے ہر بار بے نمازی ستر (۷۰) گز زمین میں دھنس جائے گا۔

قیامت کے تین عذاب:۔

۱۔ جہنم کی آگ کا بادل جہنم کی طرف ہانک کرلے جائے گا۔

۲۔ بوقت حساب اللہ عزوجل چشم غضب سے دیکھے گا تو چہرے کا گوشت جھڑ جائے گا۔ شدت کے ساتھ حساب ہوگا۔

۳۔ اور جہنم کا حکم سنایا جائے گا

۱۔ صدقہ جاریہ
۲۔ وہ علم جس سے نفع اُٹھایا جائے۔
۳۔ اولاد صالحہ جو اس کے لیے دُعا مانگتے ہیں۔

مسئلہ:۔ امام القرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تلاوت قرآن بھی بمنزلہ دُعا کے ہے اور یہ اولاد سے اور دوست اور ساتھی اور جملہ اہل ایمان کی طرف سے ہدیہ بن کر میت کو پہنچتے ہیں۔

شرح الحدیث:۔ حضرت ابن الملک حدیث ہذا کی شرح فرماتے ہیں کہ (جب انسان مرجاتا ہے اور اس کے جملہ اعمال منقطع ہوجاتے ہیں) اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اپنے جدید عمل منقطع ہوجاتے ہیں کیونکہ مرنے کے بعد نہ وہ خود کچھ کرتا ہے نہ اس کے لیے ثواب ملتا ہے۔ (سوائے تین کے)۔

۱۔ صدقہ جاریہ جیسے وقف کرکے فی سبیل اللہ کوئی شے دے جانا۔
۲۔ وہ علم جس سے نفع اُٹھایا جائے یعنی احکام مستنبط نصوص سے لیکن یہاں عام ہے جو مرنے کے بعد چھوڑ جائے تصنیف یا علوم شرعیہ کی تعلیم دے کر شاگرد وغیرہ۔ اور وہ جو چیز بہ دین کی عملی لحاظ سے ضرورت ہے۔

فائدہ:۔ علم کی قید لگانا کہ وہ علم کہ جس سے نفع اُٹھایا جائے اس لیے ہے کہ جس علم سے نفع نہ اُٹھایا جائے وہ اس درخت کی مانند ہے جس کا کوئی ثمر نہ ہو۔

۳۔ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا مانگتے ہیں۔

فائدہ:۔ اولاد میں نیک کی قید اس لیے ہے کہ بُری اولاد کا گناہ والدین کو نقصان نہیں دیتا۔

مسئلہ:۔ بُری اولاد کا گناہ ماں باپ کو نہیں پہنچتا جب اس نے اولاد کو بُرائی کی تربیت کا ارادہ نہ کیا ہو۔

نکتہ:۔ اولاد کے لیے دُعا کی قید اس لیے ہے تا کہ اولاد اپنے ماں باپ کی دُعا میں ترغیب ورنہ اولاد صالحہ جو بھی نیکی کا کام کرے گی ماں باپ کو ثواب ملے گا اولاد اس کی نیت کرے یا نہ جیسے کوئی درخت ثمردار بوئے اس سے جتنے لوگ پھل کھائیں گے اس کا ثواب درخت لگانے والے کو بھی ملے گا خواہ اس کی نیت ہو یا نہ ہو ایسے ہی اولاد صالح کی نیکیوں کا ثواب ماں باپ کو ملے گا اس سے اس کی نیت انہیں ہو یا نہ ایسے ہی اولاد صالحہ باپ کے لیے دُعا مانگے یا نہ ان کے والدین کو اس کے نیک کاموں سے ثواب ملے گا جیسے درخت ثمردار سے ثمر کھانے والوں سے درخت بونے والے کو ثواب پہنچے گا ثمر کھانے والا اس کے لیے دعا مانگے یا نہ۔

مسئلہ :- جہاں اولاد کے باب میں باپ کی تصریح ہے اور ماں کا ذکر نہیں تب بھی ماں ان تمام احکام میں باپ کے برابر ہے (جیسا کہ اصول کا قاعدہ ہے کہ ان دو کے احکام برابر ہیں خواہ ان میں کسی کا ذکر ہو یا نہ)۔

مسئلہ :- بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ نکاح تمہارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اس سے روگردانی نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ تمہیں وہ اولاد عطا فرمائے جو تمہارے مرنے کے بعد تمہارے قائم مقام ہو تا تیرے مرنے کے بعد تیرے اعمال منقطع نہ ہو جائیں کیونکہ ابن آدم کے مرنے کے بعد اعمال (خود کردہ) منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین کے :-

۱- صدقہ جاریہ۔
۲- علم کہ جس کی وہ عوام اہل اسلام میں نشر و اشاعت کر گیا۔
۳- اولاد صالحہ جو اس کے لیے دُعا مانگے۔

نکتہ :- صدقہ میں جاریہ (جاری رہنے والا) کی قید لگائی ہے اس سے فی سبیل اللہ پانی کو خرچ کرنے کی افضلیت کا اشارہ ہے اسی لیے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کے لیے کنواں کھدوایا[1]۔

سوال :- اگر کہو کہ اس حدیث شریف اور دوسری حدیث شریف میں ہے کہ من سَنَّ سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها الی یوم القیٰمة۔ جس نے نیک طریقہ جاری کیا اسے اس کا ثواب ملے گا اور اس کے ساتھ اجر ملے گا جس نے اس پر عمل کیا تا قیامت اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من مات یختم علی عمله الا المرابط فی سبیل الله فانه ینمولہ عمله الی یوم القیٰمة۔ جس کا دنیا سے کوچ ہوا تو اس کے اعمال ختم ہو گئے سوائے مرابط فی سبیل اللہ کے (اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد گھوڑا باندھنے والا یا سرحدوں کی حفاظت کرنے والا) کہ قیامت تک اُس کی نیکی بڑھتی رہے گی) کے درمیان میں مطابقت کیسے ہو؟

جواب :- ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ حدیث (جو سوال میں پہلے لکھی گئی ہے) میں سنت واقع ہے تو اس سے سنت مسنونہ مراد ہے جس میں سے علم بھی ہے کہ جس سے نفع اُٹھایا جائے گا اور جس حدیث میں ہے کہ المرابط فی سبیل اللہ تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے ثواب میں (جو اس نے آخرت

---

[1] اسی لیے ہمارے اہل سنت فاتحہ کے ختم کے وقت پانی بھی رکھتے ہیں تا کہ اس حدیث شریف پر عمل ہو ۱۲

کے لیے بھیجا ہے) قیامت تک برکت ہوتی رہے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بڑھتا رہے گا۔

فائدہ:۔ اور وہ حدیث شریف جو ہم نے نقل کی ہے کہ مرنے کے بعد تین اعمال سے ثواب ملتا رہے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عامل کے مرنے کے بعد اس کے لیے ثواب حادث ہوتا رہے گا اور وہ جدید حادث ہونے والا عمل (ثواب) اس کے لیے منقطع نہ ہوگا کیونکہ وہ اس کا سبب تھا جو اس کی وفات کے بعد اسے ملے گا۔

خلاصہ:۔ وہ عمل جو وہ خود کرتا رہا وہ تو منقطع ہو جائے گا اور وہ عمل جو دوسرے کے کرنے کی طرف منسوب ہے وہ منقطع نہ ہوگا۔

مسئلہ:۔ عمل کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ جس کو ایصال ثواب کرتا ہے اس کی مراد دل میں لے یا زبان سے کہے (خصوصیت سے)۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو عمل بندے کے اپنے لیے ہوں وہ منقطع ہو جاتے ہیں ورنہ بعض ایسے اعمال بھی ہیں جو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں جیسے روزہ جس کے متعلق حدیث میں الصوم لی و انا اجزی بہ۔ روزہ میرے لیے ہے اور میں اس کی جزا ہوں یعنی اس کا ثواب محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور وہ ہے اس کا دیدار۔

ازالہ وہم:۔ بعض لوگوں نے اس حدیث شریف سے استدلال کیا ہے کہ روزہ تو عامل سے مخصوص ہے لیکن ایسے ثواب بے شمار نصیب ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا اپنے لیے مخصوص کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو اس نے کسی پر ظلم وغیرہ کیا تو اس سے اس کا مواخذہ نہ ہوگا یہ استدلال بالکل غلط اور مردود ہے اس لیے کہ حقوق کا مواخذہ ہوگا خواہ وہ روزہ رکھنے والا ہو یا کوئی اور۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے وہ روزہ خاص ہے جو کسی کو معلوم نہ ہو اور نہ ہی ملائکہ کاتبین کے صحیفوں میں لکھا ہوا اللہ تعالیٰ ایسا روزہ چھپا رکھے گا تاکہ بندے کے لیے عذاب سے ڈھال بن سکے کسی کے حقوق یا خرابیاں اس پر آئیں تو اس روزے کی برکت سے اس سے وہ دُور ہوں اور وہ روزہ اسے بچائے پھر وہ برائیاں نہ برائیوں والوں کو نقصان پہنچا سکیں اور نہ اس کو یہی تاویل اچھی ہے جو ہر قسم کے تعرض کو اٹھاتی ہے۔

ے آیت ہذا پر صاحب روح البیان قدس سرہٗ نے خوب لکھا اسی لیے فقیر کا اضافہ سونے پر سہاگہ کا کام دے گا (انشاء اللہ) اور یہ ایک مستقل رسالہ ہے اسی لیے اس کا اردو نام "مردہ کا فائدہ" اور عربی نام

تفسیر صوفیانہ: حضرت بقلی قدس سرہ نے فرمایا کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ صورتِ انسانیہ کے لیے نہیں مگر وہ جو کوشش کرے ان اعمال کے لیے جو ریا و سمعۃ سے پاک

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۴۴ کا

"نشر الرحمات علیٰ من مات" وھی ھذا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ لاہلہ والصلوٰۃ لاہلہا وعلیٰ آلہ "عالم برزخ (قبر) اور آخرت میں انسان کو اپنا عمل صالح (خالص) کام دے گا اس کی تو کہنے کی ضرورت نہیں۔ اسی لیے جو لوگ دنیوی زندگی اعمال صالحہ مع اعتقادات صحیحہ زندگی بسر کر کے قبر میں جاتے ہیں وہ قبر میں چین سے گزارنے کے بعد آخرت میں بے حساب و کتاب جنت الفردوس میں رہائش حاصل کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شاداں فرحاں رہتے ہیں اس کے متعلق بکثرت واقعات ہیں جنہیں فقیر نے "جنت کی سیر" کتاب میں لکھ دیا ہے ایسے ہی جو لوگ دنیا میں زندگی غلط کاریوں اور گناہوں میں بسر کرتے ہیں وہ قبر میں تا حساب و کتاب عذاب اور سخت سزاؤں میں مبتلا رہتے ہیں پھر حساب و کتاب کے بعد نا معلوم کیسے ہو۔ اسی لیے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے یاروں کو نصیحت فرماتے وقت معمولی سے معمولی گناہ سے بچنے تک سے ڈراتے ہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ جو حضور نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبوب ترین بیوی تھیں فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مجھ سے ارشاد فرمایا کہ یَا عَائِشَۃُ اِیَّاکِ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ۔ اے عائشہ! جو چھوٹے چھوٹے اور حقیر گناہ معلوم ہوتے ہیں ان سے بھی بچتی رہو۔ فَاِنَّ لَہَا مِنَ اللّٰہِ طَالِبًا کیونکہ ان چھوٹے گناہوں پر بھی اللہ کی طرف سے گرفت ہو سکتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول: یہی طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رہا چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے شہر (بصرہ) والوں کو ایک نصیحت فرمائی اِنَّکُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالًا کہ تم بہت سے ایسے کام کرتے ہو کہ ھِیَ اَدَقُّ فِیْ اَعْیُنِکُمْ مِنَ الشَّعْرِ جو تمھاری نظر میں بال سے بھی زیادہ باریک ہیں حالانکہ کُنَّا نَعُدُّھَا عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان کو مہلکات میں شمار کرتے تھے یعنی جن کاموں کو آج تم معمولی گناہ سمجھتے ہو انھیں ہم آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے۔

تبصرہ اویسی غفرلہ: معمولی گناہ اور سخت سزا کے مفہوم کو ہمارے مسلمان نہیں سمجھیں گے فقیر ایک مثال سے سمجھاتا ہے مثلاً آج کل آپ روزمرہ دیکھتے ہیں کہ بیٹا کہتا ہے کہ میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی تھی کہ والد صاحب خفا ہوں معمولی سی بات تھی۔ اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ بیٹے کی اپنی نظر میں

میں ان کا ثواب اسی کی طرف لوٹے گا یعنی درجات جنان نصیب ہوں گے وہ جو محض فضل الٰہی سے ہوگا

حاشیہ بقیہ صـ۲۴۵ کا

وہ ایسی تھی کہ اس پر وہ خفا ہو گیا۔ بلکہ یہ بھی ہوتا ہے کہ باپ مارتا پیٹتا ہے حتیٰ کہ گھر سے نکال دیتا ہے۔ جلیل القدر صحابی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات نقل کر رہے تھے۔ بیٹے نے اس کی ناپسندیدگی ظاہر کی صحابی نے قسم کھائی کہ میں تجھ سے کبھی نہ بولوں گا اور واقعی پھر کبھی نہ بولے۔

گناہوں کی سزا کا نمونہ:۔ لوگ گناہ کر کے سمجھتے ہیں کہ اللہ غفور و رحیم بخش دے گا واقعی وہ غفور و رحیم ہے لیکن گرفت بھی فرماتا ہے تو بھی سخت صرف ایک نمونہ ملاحظہ ہو:۔

روایت میں ہے کہ ایک عورت نے بلی کو محبوس کر رکھا تھا اس کو نہ کھاتی اور نہ پلاتی آخر کار وہ بلی مر گئی تو خدا تعالیٰ نے اُسی گناہ کے سبب اُسے دوزخ میں ڈال دیا۔

فائدہ:۔ بلی جو ایک حیوان ہے اس پر ظلم کرنے سے وہ عورت جہنم میں ڈالی گئی تو جو لوگ انسانوں کو ستاتے ہیں یا قتل کرتے ہیں ان کا کیا حال ہوگا۔ ایسے ہی ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو جانوروں کو ایک دوسرے سے لڑا کر ان کے ایک دوسرے کی جان کھا جاتے ہیں جیسے مختلف کشتیاں (مرغ۔ بٹیر۔ کتا۔ ریچھ اُونٹ وغیرہ) اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے تمام کبیرہ و صغیرہ گناہوں سے بچائے۔

ایصال ثواب:۔ اللہ تعالیٰ کے قوانین و اصول اٹل ہیں جس عمل کی جو جزا و سزا مقرر فرمائی ہے وہ اپنی جگہ حق ہے لیکن ہم وہ اُمت ہیں کہ جن کا وارث خدا تعالیٰ کا محبوب ہے۔ اُنھوں نے اپنی اُمت کو مرنے سے پہلے خوب اور خوب سمجھایا کہ قبر کا سفر بڑا کٹھن ہے اس کے لیے بہت بڑا سرمایہ درکار ہے اسی لیے اس دنیا میں کما لو جتنا چاہو کیونکہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور چونکہ اُمّت کے آپ بہت زیادہ غم گسار و غم خوار ہیں اسی لیے جلنے والے ورثہ کو بہت سے اصول و قواعد بتائے کہ جن کو عمل میں لانے سے میت کی نجات کا سبب بن سکتے ہیں اُن اصول و ضوابط کے مجموعہ کا نام ایصال ثواب ہے جس کے کئی شعبے ہیں جو بفضلہ تعالیٰ سب کے سب اہلسنت کو نصیب ہیں اور محروم ہیں وہ جو ان شعبہ جات کو بدعات کے کھاتہ میں ڈال کر اپنے مُردوں کو قبر کے گڑھے میں پھینکنے کے بعد تو ان سے ایسے مایوس ہوتے ہیں جیسے وہ ان کے کچھ حقدار بھی نہیں تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یئسوا کما یئس الکفار من اصحاب القبور

کہ اسے مشاہدات و قربات حق نصیب ہوں گے تو یہ اس رُوح و روحانی کے لیے ہوتا ہے جو اس صورت

حاشیہ بقیہ صت ۲۴۶ کا

وہ نا اُمید ہیں جیسے کافر اہل قبور سے نا اُمید ہیں۔

ایصال ثواب کا منکر کون ؟:۔ جیسے رُوح البیان میں تفصیل سے لکھا جا چکا ہے کہ اس کے منکر دور سابق میں معتزلہ فرقہ تھا اَب صرف اہل علم ہی ان کا نام جانتے ہیں ورنہ اسی دنیا میں رہنے والے مسلمانوں نے مذہبی راجدھانی دیکھی وہ شان و شوکت تھی کہ عباسی بادشاہ تک ان کے غلام بے دام تھے بلکہ ان کے نظریات کو سرکاری مذہب قرار دیا گیا ان کے منکرین کو سرعام پھانسی پر لٹکایا جاتا ان کے نظریات کے انکار پر اہلسنت کے جلیل القدر امام حنبل رضی اللہ عنہ جیسوں کو کوڑوں کی سخت مار پڑتی تھی لیکن الحمد للہ اہلسنت حق مذہب ہے بے نیاز رب تعالیٰ نے ان کی ایسی بیخ کنی فرمائی کہ آج تک کے مذہب کی بات کرنا مذہبی جرم ہے لیکن ابلیس خبیث بڑا مکار و فریبی ہے اس نے معتزلہ کے نظریات کو شرک و بدعت کا لبادہ پہنا کر ایصال ثواب کی تمام مروجہ طریقوں کو روکنے کی ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے اور معتزلہ کے اصول وہابیت دیوبندیت نجدیت مودودیت کے رُوپ میں اُبھار رہا ہے مثلاً عرس، گیارہویں، سالیانہ عوام جمعراتیں قل، تیجہ، چہلم، فاتحہ، ختم وغیرہ یہ سب ایصال ثواب ہی تو ہیں صرف نام بدلے ہیں اور شرعی اُصول ہے کہ نام بدلنے سے کام نہیں بگڑتا لیکن اللہ پناہ دے کہ ان اُمور کو مذکورہ بالا پارٹیوں کے سامنے ذکر کرو تو مسلمان کو یوں دیکھیں گے گویا یہ ان کے جانی دشمن ہیں لیکن کھانے کے بھی اُستاد ہیں کہ اگر ان اُمور سے منسوب اشیاء خوردنی سامنے لاؤ تو ہپ ہپ کر کے کھا جائیں گے ڈکار بھی نہ لیں گے۔ فقیر اویسی غفرلہٗ نے ان کے اصول " ابلیس تا دیوبند" میں لکھے ہیں اور ایصال ثواب کی جملہ صورتوں پر علیحدہ علیحدہ کتب و رسائل لکھے ہیں یہاں مختصراً کچھ عرض کردوں تاکہ ان پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت پر اُمید رکھنی چاہیئے کہ ہمارے جانے والے مسافر کو رحمتِ حق نصیب ہوگی۔

تلقین:۔ قبر پر تلقین کے کلمات پڑھنا سنت ہے اگر کوئی صاحب قبر پر بیٹھ کر کلمات ذیل کہے تو میت کا بہت بڑا بھلا ہوگا۔

کلمات تلقین:۔ اذکر ما خرجت علیہ من الدنیا شهادة ان لا اله الا الله و ان محمدا عبده و رسوله (علیه الصلوٰة والسلام) ذالك رضیت

انسانیہ میں ہے جب اسے درجات الجنان نصیب ہوتے ہیں جو کہ وہ اس کے اعمال صالحہ کی جزا ہے۔

حاشیہ بقیہ صد ۲۴۷ کا

باللّٰہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نبیّا و بالقراٰن اماما یا فلاں بن فلاں اس جگہ میت اور ان کے والد کا نام یاد کر کے کہے قل لا الٰہ الا اللّٰہ تین بار پھر کہا جائے قل ربی اللّٰہ و دینی الاسلام و نبی محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام واعلم ان ھذین الذین اتیاک او یاتیانک انما ھما عبدان للّٰہ لا یضران ولا ینفعان الا باذن اللّٰہ فلا تخف ولا تحزن واشھد ان ربک اللّٰہ و دینک الاسلام و نبیّک محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ثبّتنا اللّٰہ و ایاک بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا و فی الاخرۃ انہ ھو الغفور الرحیم

فائدہ :۔ اگر کلمات مذکورہ یاد نہ ہو سکیں تو قبر پر اذان پڑھ دیں یہی تلقین ہے اسے بھی مخالفین بدعت کے کھاتہ میں ڈالتے ہیں دلائل درکار ہوں تو فقیر کی کتاب "اذان بر قبر" کا مطالعہ کیجئے۔

ہم اہلسنت مردہ کے لیے قرآن خوانی پر بہت بڑا زور دیتے ہیں یہاں تک کہ قبر پر

قرآن خوانی :۔ حافظ بٹھاتے ہیں خود پڑھتے ہیں دوسروں سے ثواب تلاوت قرآن زیادہ سے زیادہ حاصل کرتے ہیں اسے بدعت کہنے والے کہتے رہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس طریقہ سے اہل قبر قبر میں مالا مال ہو جاتا ہے جس سے اس کی برزخی زندگی میں بہت بڑا سکون نصیب ہوتا ہے جس کی ایک حکایت گزری ہے قرآن کی برکات میں ایسا ہونا لازمی امر ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وھذا کتاب انزلناہ مبارک (پ) اور اس کتاب کو ہم نے بابرکت بنا کر اُتارا ہے۔

حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں عن حمید الاعرج

ختم قرآن کی برکتیں :۔ قال من قرأ القراٰن وختمہ ثم دعا امن علی دعائہ اربعۃ آلاف ملک ثم لا یزالون یدعون لہ و یستغفرون و یصلّون علیہ الی المساء او الی الصباح (تفسیر روح البیان پ سورہ انعام) یعنی حضرت اعرج سے مروی ہے کہ جو شخص قرآن پاک

ے اس عربی عبارت کے ترجمہ کی ضرورت نہیں اس لیے کہ میّت خواہ کسی ملک کا ہو قبر میں عربی سمجھتا اور بولتا ہے تفصیل فقیر کی کتاب "زیارت رسول در قبر" ملاحظہ ہو۔

تو وہ اس سے نفع اُٹھاتا ہے ساتھ اس کے کہ اس کی رُوح اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاتی ہے وہ جو کہ کشفِ حجاب

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۴۸ کا

ختم کرے اور پھر دُعا مانگے تو اس کی دُعا پر چار ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں اور پھر ہمیشہ اس کے لیے صبح و شام دُعا کرتے ہیں اور دُعا مغفرت مانگتے رہتے ہیں۔ اور ایک حدیث پاک میں ہے کہ قرآن پاک کے ایک حرف کے پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں اور الم ایک حرف نہیں بلکہ الف ایک حرف ہے لام دوسرا حرف ہے اور میم تیسرا حرف ہے تو جو شخص صرف الم پڑھے گا اُس کو تیس نیکیاں ملیں گی۔ (الحدیث)

فائدہ :(۱) اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک پڑھنے کا بڑا ثواب ہے۔

(۲)۔ قرآن پاک پڑھنے کے بعد دُعا قبول ہوتی ہے اور چونکہ انسان کے مرنے کے بعد اس کے ایصال ثواب میں قرآن خوانی ہوتی ہے اور ختم شریف کے وقت قرآن شریف ہی پڑھا جاتا ہے لہٰذا اُس وقت کی دعا میت کے حق میں مفید اور اُس کی بخشش کا سبب بن جاتی ہے۔ لیکن جس برادری کو اپنے مردے کو بخشوانے کا خیال تک بھی نہ ہو تو اُس کا کیا علاج۔ ہم تو ان مسلمانوں کو عرض کر رہے ہیں جو چاہتے ہیں کہ ہمارے مردگان قبور میں بخشے جائیں بلکہ ایسا آرام نصیب ہو کہ تا قیام قیامت پرسکون اور پُر وقار رہیں اور وہ اپنے اعمال صالحہ سے ورنہ اہل میت قرآن خوانی وغیرہ سے مردے کی ڈوبتی ناؤ تر ائیں۔

دلائل از احادیث مبارکہ

چند دلائل صاحب روح البیان نے لکھے ان میں سے ہم صرف احادیث مبارکہ اور چند واقعات پر اکتفا کرتے ہیں:۔

(۱) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا کہ میری ماں فوت ہو گئی ہے پس کونسا صدقہ بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا "پانی" فحفر بئراً وقال ھذہ لام سعد۔ پس حضرت سعد نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ کنواں سعد کی ماں کے لیے ہے (ابوداؤد صفحہ ۲۳۶ ومشکوٰۃ صفحہ ۱۶۹)

(۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ نبوی میں عرض کیا کہ میری والدہ اچانک فوت ہو گئی ہیں اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ کلام کرتیں تو صدقہ کی تلقین کرتیں۔ اب اگر آپ اجازت دیں تو میں اُن کی طرف سے صدقہ کروں آپ نے فرمایا نعم۔ تصدق عنھا۔ ہاں تم ان کی طرف سے صدقہ کرو۔ (بخاری شریف صفحہ ۱۲۸۶)

(۳) حدیث شریف میں ہے من قرء الاخلاص احد عشر مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر

جمال سے متعلق ہے نیز انسان پر وہ لازم ہے جو انسان کے لائق ہے اعمال سے باقی رہا اللہ تعالیٰ کا

حاشیہ بقیہ صہ ۲۴۹ کا

بعدد الاموات[1] یعنی جو شخص گیارہ بار سورۃ اخلاص پڑھے اور پھر اُس کا ثواب مردوں کو بخشے تو اس کو تمام مردوں کے برابر ثواب ملے گا (در مختار وروح البیان تحت آیت و ان لیس للانسان الخ پ۲۷ رکوع ۲ سورہ نجم۔

(۴) حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں اپنے فوت شدہ والد کی طرف سے غلام آزاد کر سکتا ہوں۔ فرمایا "ہاں" (شرح الصدور صہ ۱۲۹)

(۵) ایک دفعہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی مرید کا رنگ اچانک متغیر ہو گیا۔ آپ نے سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ ابھی ابھی میں نے کشف کی حالت میں اپنی ماں کو دوزخ کی آگ میں جلتے ہوئے دیکھا ہے۔ حضرت جنید نے ایک ہزار بار کلمہ شریف کبھی پڑھا تھا۔ یہ سمجھ کر کہ بعض روایات میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ آپ نے جی ہی جی میں اُس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اُسے اطلاع نہ دی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ نوجوان خوش اور ہشاش بشاش ہے۔ آپ نے سبب پوچھا تو اس نے عرض کیا کہ اب میں نے اپنی ماں کو جنت میں دیکھا ہے اس پر آپ نے فرمایا کہ "اس نوجوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہو گئی" (مظاہر حق صہ ۳۶۸ ج ۱)

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا جب جنت میں ایک درجہ بڑھاتا ہے تو بندہ عرض کرتا ہے کہ یا اللہ یہ درجہ مجھے کیسے ملا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے باستغفار ولدك۔ تیرے درجے کی یہ بلندی تیری اولاد کے تیرے لیے استغفار کی وجہ سے ہے۔ (شرح الصدور صہ ۱۲۷)

فائدہ:۔ ان تمام روایات وحکایات سے ایصال ثواب کے فوائد ومنافع واضح ہوئے انہیں مخالفین کے علماء نے بھی اپنی کتابوں میں لکھا ہے صرف نمونہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ "نہ پندارند کہ نفع رساں نیدن باموات باطعام وفاتحہ خوانی خوب نیست چہ ایں معنی بہتر وافضل است" یعنی کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مردوں کو طعام اور فاتحہ خوانی کے ساتھ نفع پہنچانا

---

[1] رواہ دار قطنی عن انس بن مالک مرسلا ۱۲ اویسی غفرلہٗ

کا فضل جیسے مشاہدہ و قرب حق تو وہ عطا کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے جب کسی کو مشاہدۂ حق نصیب

حاشیہ بقیہ صنہ ۲۵ کا

اچھا نہیں کیونکہ یہ بات بہتر و افضل ہے۔ (صراط مستقیم)

۲۔ مخالفین کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں کہ "نفس ایصال ثواب ارواح و اموات میں کسی کو کلام نہیں۔ (اگر) اس میں بھی تحقیق و تعین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا واجب فرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعث ہیئت کذائیہ ہے تو کوئی حرج نہیں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ صنہ ۱۱)

کھانا سامنے رکھ کر دعا مانگنا:۔ اور کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا یا دعا مانگنا یہ بھی جائز اور احادیث سے ثابت ہے:۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کچھ خرمے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لایا اور عرض کیا حضور دعائے برکت فرمائیں۔ ثم دعالی فیھن بالبرکۃ۔ پھر آپ نے دعائے برکت فرمائی (مشکوٰۃ شریف صنہ ۵۴۲)

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ نے حضرت ام سلیم سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سخت بھوک کا حال بیان کیا تو انھوں نے جَو کی چند روٹیاں پکائیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے لاکر پیش کیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان روٹیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور ایک برتن میں سے گھی اُن میں ٹپکایا اور پھر اُن پر دُعا کی قسم کے الفاظ پڑھے (مشکوٰۃ شریف صنہ ۵۳۷)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر لشکر اسلام میں کھانا کم ہو گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا کہ جو بچا ہوا کھانا کسی کے پاس ہو لے آئے۔ چنانچہ ایک دسترخوان پر روٹی اور کھجور وغیرہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے جمع کی گئی فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالبرکۃ۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھانے پر برکت کی دعا فرمائی (مشکوٰۃ شریف صنہ ۵۳۸)

عقلی دلیل:۔ سب جانتے ہیں کہ کھانا شروع کرتے وقت (جو کھانا کھانے والے کے سامنے ہی ہوتا ہے) بسم اللہ شریف پڑھنے کا حکم ہے (ملاحظہ ہو مسلم شریف و ابوداؤد شریف) اور بسم اللہ بھی قرآن پاک کی آیت ہے تو اگر کھانا سامنے رکھ کر قرآن پاک کی ایک آیت پڑھنی جائز ہے

ہوتا ہے اور وہ اس سے نفع حاصل کرتا ہے تو وہ اس کا کسبی معاملہ نہیں بلکہ فضل ایزدی ہے جو اسے عطا ہوا اگرچہ یہ جتنا ہی اس سے نفع اُٹھائے۔

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۵۱ کا۔

تو چند آیات ملا کر پڑھنی بھی جائز ہیں۔ باقی رہا ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنے کا ثبوت تو اس کے لیے درج ذیل حدیث ملاحظہ ہو:۔

حدیث شریف میں ہے:۔ انه کان اذا دعا جعل بطن کفیه الی وجهه (جامع صغیر للسیوطی)
"جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا مانگتے تو ہتھیلیوں کو اُٹھا کر چہرہ اقدس کی طرف لے جاتے"
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بھی دُعا فرماتے تو اپنے ہاتھ کی ہتھیلیوں کو اُٹھا کر اپنے چہرۂ مبارک کی طرف لے جاتے۔

دن مقرر کرنا:۔ ایصال ثواب کے لیے تیسرا دن مقرر کر کے فاتحہ خوانی کا اہتمام کرنا یہ بھی جائز اور اسلامی احکامات کے عین مطابق ہے اور مخالفین دن مقرر کرنے کو جو ناجائز کہتے ہیں وہ قطعی طور پر غلط اور بے بنیاد ہے۔ ایک بات خاص طور پر ذہن نشین رکھیں وہ یہ کہ ہمارے نزدیک دن مقرر کرنا نہ فرض ہے نہ واجب اور نہ ہی ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ دن مقرر کیے بغیر دوسرے دنوں میں ایصال ثواب نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ ایصال ثواب اور فاتحہ خوانی جس دن بھی کر لی جائے جائز و روا ہے۔ البتہ دن اس لیے مقرر کر دیا جاتا ہے تاکہ لوگوں کو یاد رہے اور جمع ہونے میں سہولت ہو جیسا کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔ "رہا تعین تاریخ تو یہ بات تجربہ سے معلوم ہوئی ہے کہ جو اَمر کسی خاص وقت میں معمول ہو اس وقت وہ یاد آجاتا ہے اور ضرور ہو رہتا ہے۔ نہیں تو سالہا سال گزر جاتے ہیں کبھی خیال بھی نہیں ہوتا (فیصلہ ہفت مسئلہ صہ) اب دن مقرر کرنے کے جواز میں احادیث ملاحظہ فرمائیں:۔

(۱) حضرت شفیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کان عبد الله ابن مسعود یذکر الناس فی کل خمیس۔ یعنی حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعرات کے دن لوگوں کو وعظ فرمایا کرتے تھے (بخاری شریف و مسلم شریف و مشکوٰۃ شریف)

(۲) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پیر کے دن روزہ رکھنے کا سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا فیه ولدت و فیه انزل علی "اسی دن میں پیدا ہوا ہوں اور دن مجھ پر قرآن پاک اترنا شروع ہوا۔ (مسلم شریف و مشکوٰۃ شریف) ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا

فائدہ: حضرت ابن عطا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ انسان کی سعی میں سے ہے جس کی وہ نیت کرے اگر اُس کی سعی رضائے رحمٰن کے لیے ہے تو اُسے اللہ تعالیٰ رضوان عطا فرمائے گا اگر اُس کی سعی ثواب و عطا اور اَجر کے بدلہ لینے کے لیے ہے تو اُسے وہی ملے گا۔

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۵۲ کا۔

کہ دن مقرر کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کی سنت ہے اور اس کو ناجائز یا شرک و بدعت کہنا انتہائی جہالت و بے دینی ہے۔

(۳) حضرت ابو داؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اکثروا الصلوٰۃ علی یوم الجمعۃ۔ یعنی جمعہ کے دن مجھ پر درود پاک زیادہ پڑھا کرو۔ (ابن ماجہ)

(۴) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں کی درخواست پر ایک دن مقرر کر کے انہیں وعظ و نصیحت فرمائی۔ (بخاری شریف)

(۵) حضرت اُم سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے ہر مہینے میں تین دن پیر، منگل اور بدھ کو روزہ رکھنے کا حکم دیا اور ایک روایت میں جمعرات، جمعہ، ہفتہ کے دنوں کا ذکر آیا ہے (ابو داؤد، مشکوٰۃ شریف، نسائی شریف) اور تمام فرائض و احکام اسلامی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور قربانی وغیرہ مقررہ وقت پر ہی ادا کیے جاتے ہیں جس سے صاف طور پر ظاہر و واضح ہے کہ نیک کاموں کے لیے دن مقرر کرنا جائز ہے۔ اور جو لوگ دن مقرر کرنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں وہ خود شادی کے دن مقرر کرتے ہیں۔ تبلیغی جلسوں کے دن مقرر کرتے ہیں۔ سالانہ اجتماعات کے دن مقرر کرتے ہیں۔ تبلیغی جلسوں کے دن مقرر کرتے ہیں۔ سالانہ اجتماعات کے دن مقرر کرتے ہیں۔ مدرسوں میں امتحانات و تعطیلات کے دن مقرر کرتے ہیں۔ جب وہ ایسے موقعوں پر خود دن مقرر کرتے ہیں تو تیجا شریف کے لیے دن مقرر کرنے کو وہ کیسے ناجائز قرار دے سکتے ہیں۔

انتباہ: فقہائے کرام نے میت کے گھر کے کھانے اور دعوت کو بالاتفاق ناجائز قرار دیا ہے جیسا کہ اس سلسلے میں علامہ ابن ہمام کا فتویٰ "فتح القدیر" میں علامہ قہستانی کا فتویٰ "جامع الرموز" میں حضرت ملا علی قاری کا فتویٰ "مرقات" میں، علامہ طاہر بن احمد حنفی کا فتویٰ "خلاصۃ الفتاویٰ" میں "شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا فتویٰ "مدارج النبوت" میں اور اعلیحضرت رضی اللہ عنہ کا فتویٰ "احکام شریعت" میں درج ہے کہ یہ دعوت نہ تیسرے روز میں جائز ہے نہ ساتویں دن اور نہ چالیسویں میں۔

فائدہ: حضرت نصر آبادی نے فرمایا کہ انسان کی سعی سلوک میں نہ کہ طریق تحقیق میں جب محقق ہو جائے گا تو سعی خود بخود ہو گی نہ یہ کہ اسے سعی کرنی پڑے۔

سوال: حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ذیل ؎

سالکاں بے کشش دوست بجائے نرسند
سالہا گرچہ دریں راہ تگ و پوئے کنند

ترجمہ: (سالک دوست کشش کے بغیر منزل تک نہیں پہنچ سکتے اگرچہ سالہا سال اس راہ میں دوڑتے رہیں)۔

---

(۱)۔ دعوت خوشی میں ہوتی ہے غمی میں نہیں۔

جوابات: (۲) دعوت بالعموم دکھاوے کے لیے ہوتی ہے یا ضد بازی سے کی جاتی ہے۔

(۳) بعض جگہ تیجا شریف میں یتیموں کے مال سے دعوت کے لیے تیار کرایا جاتا ہے جو قطعاً حرام ہے۔

(۴) بعض جگہ ورثا موجود نہیں ہوتے اور ان سے اجازت بھی نہیں لی جاتی اور میت کے گھر دعوت کے لیے کھانا تیار کروا دیا جاتا ہے حالانکہ دوسروں کے مال میں بغیر اجازت کے تصرف کرنا جائز نہیں بعض جگہ قرض لے کر دعوت کی جاتی ہے کیونکہ برادری میں بے عزتی ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پس فقہاء کرام نے ان وجوہات کو مدنظر رکھتے ہوئے اہل میت کے کھانے اور دعوت کو ناجائز اور مکروہ قرار دیا ہے اس سے بعض کم عقلوں نے سمجھ لیا کہ چونکہ تیجا شریف میں دعوت جائز نہیں لہذا تیجا کرنا سرے سے ناجائز و منع ہے۔ حالانکہ یہ ایک ان کی صریح طور پر جہالت و حماقت ہے۔ فقہائے نے صرف دعوت کو مکروہ و ناجائز قرار دیا ہے۔ تیجہ شریف کو نہ مکروہ کہا ہے اور نہ ہی اس سے منع کیا ہے۔ پتہ نہیں مخالفین کے دماغوں میں گوبر بھرا ہوا ہے کہ یہ اتنی بات بھی نہیں سمجھ سکتے کہ تیجا اور چیز ہے اور اس میں دعوت کرنا اور چیز ہے اور فقہائے کرام نے دعوت سے منع کیا ہے تیجہ سے منع نہیں کیا اور اعلیحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ بھی اس بات پر مبنی ہے کہ "تیجا شریف" ناجائز نہیں۔ دیکھئے عید والے دن لوگ کہیں جوا کھیلتے ہیں اور کہیں سینما دیکھتے ہیں۔ کہیں ناچ تماشہ دیکھتے ہیں اور کہیں کھیل کود میں مشغول رہتے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ چونکہ اس دن میں خلاف شرع کام ہوتے ہیں لہذا سرے سے عید کا منانا ہی حرام ہے تو جس طرح اس کی یہ جہالت ہے اسی طرح اگر کوئی تیجا شریف کو محض اس لیے ناجائز و حرام کہتا ہے کہ اس میں دعوت وغیرہ کا اہتمام کیا جاتا ہے جو شریعت نے خوشی میں رکھی ہے تو یہ اس کی حماقت ہے۔

تمھاری تقریر بالا کے خلاف ہے۔

جواب :۔ یہ شعر ہماری تقریر بالا کے منافی نہیں کیونکہ ہم تو کہتے ہیں جذبۂ الٰہیہ کے بغیر سعی بے کار ہے ہاں ہم یہ ضرور کہتے ہیں کہ سعی کی نسبت سالک کی طرف ہے اور جذبہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے باقی رہا ان ہر دونوں کا منتہیٰ تو وہ ہر دو نوں اللہ تعالیٰ سے ہیں کیونکہ متحقق مسئلہ ہے کہ ہر ایک کی حرکات وسکنات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

فائدہ :۔ کبھی راستہ دو طرح ہوتا ہے جیسے حج کا راستہ دریائی بھی اور صحرائی بھی (اب تو تیسرا ہوائی بھی ہے) اور طریق حق صرف ایک ہے۔ الجمعیۃ الوحدانیہ کی حیثیت سے ورنہ طرق حق تو مخلوق کے سانسوں کے برابر ہیں بہر حال جو راستہ طے ہو گا اس پر وصال نصیب ہو گا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وان الی ربك المنتہیٰ اور بیشک تیرے رب کی طرف منتہیٰ ہے۔ لیکن وصال وصال میں فرق ہے جیسے آنکھ کی بینائی میں فرق ہے کہ کوئی تیز نگاہ کے مالک ہیں تو دور دور تک دیکھتے ہیں کوئی ضعیف البصر ہیں تو نزدیک سے بھی کم دکھائی دیتا ہے اگرچہ دیکھی ہوئی شے ایک ہو تب بھی دیکھنے والے کی قوت وضعف کو ضرور دخل ہے۔

فائدہ :۔ کبھی اللہ تعالیٰ سالک کو اس کے بعد بھی منزل مقصود تک پہنچاتا ہے کیونکہ اس کی سعی کا حاصل یہی تھا اس کی تحقیق اپنے مقام پہ گزری ہے ہم اللہ تعالیٰ سے غایت المطالب تک پہنچنے کا سوال

حاشیہ بقیہ صفہ ۲۵۴ کا

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا محترم حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایصالِ ثواب کیا چنانچہ "انوارِ ساطعہ" صد ۱۲۲ پر لکھا ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر حمزہ کے لیے تین دن اور دسویں دن اور چالیسویں روز اور چھٹے مہینے اور بارھویں دن صدقہ دیا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جنہیں مخالفین اپنا رہبر و پیشوا تسلیم کرتے ہیں ان کا تیجا ہوا جس کا تذکرہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب نے اپنے ملفوظات صد ۸۰ میں اس طرح فرمایا ہے کہ تیسرے دن لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ شمار سے باہر تھا۔ قرآن پاک کے ۸۱ ختم شمار میں آئے اور اس سے زیادہ بھی ہوں گے اور کلمہ طیبہ کا انداز نہیں۔

فائدہ :۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود تیجا منایا ہے تو اس کو ناجائز و بدعت کہنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

کرتے بطفیل اس کے اسم واہب کے۔

تفسیر عالمانہ:۔ وان سعیہ (اور بیشک وہ اپنی سعی کو) یعنی انسان کی سعی اس سے اس کا عمل مراد جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان سعیکم شتیٰ (بیشک تمہارا عمل مختلف ہے) یہ اپنی خبر سے مل کر ماقبل کا ان لا تزر وازرۃ الخ معطوف الیہ ہے معنیٰ یہ ہے کہ یہ تمام صحف میں مذکور ہیں۔

سوف یریٰ۔ عنقریب دیکھے گا یعنی اس کو پیش کیا جائے گا اور قیامت کے دن اس کے صحیفے (عملنامہ) اور میزان کھل جائے گا۔

حل لغات:۔ اریت الشئ بمعنی عرضتہ، ہے یعنی وہ شے اس کے سامنے رکھ دی۔

تفسیر صوفیانہ:۔ آیت میں اشارہ ہے کہ سعی میں انسان کے کئی مراتب ہیں ہر مرتبہ کے مطابق سعی فی الحال وفی المآل پائے گا۔

(۱) سعی کا پہلا مرتبہ مرتبۃ النفس ہے اس مرتبہ میں اس کی سعی مخالفات شرعیہ وموافقات طبعیہ سے نفس کا موافقات شرعیہ ومخالفات طبعیہ کے ساتھ تزکیہ کرنا کیونکہ علاج بالضد مفید ہوتا ہے اور اس سعی کا اثر اور نتیجہ ان جنات کا حصول جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور حور وقصور اور غلمان ملیں گے جیسے قرآن میں متعدد مقامات پہ اس کا ذکر آیا ہے۔

(۲) تصفیۃ القلب ظلمات بشریہ کی گرد وغبار اور کدورات طبعیہ کے پردوں سے اس سعی کا اثر ونتیجہ حب دنیا اور اس کی شہوات ولذات اور اس کے نقش ونگار کا جو اس کے اندر فوائد ومضار کے خیالات کا ترک۔

(۳) سر کو صفات الٰہیہ واخلاق ربانیہ سے سنگارنا اس کا اثر ونتیجہ تجلیات صفاتیہ واسمائیہ کے شواہد کا حصول۔

(۴) روح کو سنگارنا تجلیات ذاتیہ ومشاہدات حقانیہ سے اس کا اثر ونتیجہ اپنی انانیت کے فناء ہویۃ احدیہ مطلقہ عن التقلید والاطلاق والاتقلید والاطلاق میں بقاء پانا۔

فائدہ:۔ حضرت واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آیت میں اشارہ ہے کہ انسان اس لائق ہے کہ اس کی کوئی سعی قبول نہ ہو اور نہ ہی اس کی سعی پر کوئی اجر وثواب ملے (اس کی تشریح) میں حضرت سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو معلوم ہوگا کہ وہ اس لائق تھا کہ حق کی صلاحیت نہ رکھتا تھا اور اسے اب معلوم ہوگا کہ وہ کس وجہ سے اس کی سعی قبول ہوئی ہے وہ یہی ہے کہ اگر اسے فضل ربانی نصیب نہ ہوتا تو اپنی سعی کے ساتھ ہلاک وتباہ ہو جاتا۔

تفسیر عالمانہ:- ثم یجزاہ الجزاء الاوفی (پھر وہ اپنی سعی پر جزاء دیا جائے گا پوری جزاء) یعنی انسان کو اس کی سعی پر اس کے عمل کی جزاء ملے گی۔

حل لغات:- اہل عرب کہتے ہیں جزاہ اللہ بعملہ و جزاہ علی عملہ اور کبھی جر کا حرف حذف بھی کرتے ہیں اور الجزاء الاوفی بمعنی کامل اور پوری جزاء اگر نیکی ہوگی تو بھی جزائے خیر کامل ملے گی اگر برائی ہوگی تو بھی سزا کامل ملے گی اور الجزاء الاوفی مفعول مطلق نوعی ہے۔

تفسیر صوفیانہ:- حضرت الوراق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ان لیس للانسان الا ما سعیٰ بلندی کے لیے وان سعیہ سوف یری۔ متوسط کے لیے ثم یجزاہ الاوفیٰ منتہی کے لیے ہے یاد رہے کہ منتہی کی دو نہایات ہیں:-

(۱) باعتبار الفناء ۲۔ باعتبار البقاء

فناء میں جو جزاء نصیب ہوتی ہے وہ ہے شہود اور بقاء میں جو جزاء نصیب ہوتی ہے وہ ہے تربیۃ الجسد و الوجود لیکن ابتدائے سلوک میں مباحات کا ترک سے ہوتا ہے کہ مباحات مشروعہ جیسے خوراک اور پانی کی لذتیں اور لباس اور نکاح ایسے ہی دنیا اور اس کے اسباب کی معیشت مباحہ کا ترک عالم وحدت میں اس کے تحقق سے سالک کو عالم کثرت میں لوٹایا جاتا ہے لیکن عالم کثرت سے ضرر نہیں پہنچتا۔

تفسیر عالمانہ:- وان الی ربك المنتہیٰ (اور بیشک تیرے پروردگار کی طرف منتہی ہے۔

حل لغات:- المنتہی مصدر بمعنی الانتہاء ہے یعنی خلق کا انتہاً رجوع الی اللہ وقت یعنی موت کے بعد مستقلاً اللہ تعالیٰ کی طرف ہی رجوع ہوگا نہ کہ کسی دوسرے کی طرف، نہ مستقلاً نہ اشتراکاً۔ وہی ان کے اعمال کی انہیں جزاء دے گا۔

تفسیر صوفیانہ:- حقیقت یہ ہے ابتداءً و انتہاءً ہر حال میں ہی اللہ تعالیٰ کی طرف خلق کا رجوع ہے چنانچہ خود فرمایا الا الی اللہ تصیر الامور۔ خبردار اللہ تعالیٰ کی طرف اُمور لوٹتے ہیں کیونکہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

دست بر بالائے دست ایں تا کجا
تا بیزدان کہ الیہ المنتہیٰ

کاں یکے دریاست بے غور و کراں
جملہ دریا ہا چو سیلے پیش آں
حیلہا و چارہا کہ اژدہاست
پیش الا اللہ آنہا جملہ لاست

ترجمہ:- ۱۔ ہاتھ کے اُوپر کہاں سے کہاں ہیں اللہ تعالیٰ تک ہی اس کی انتہا ہے۔

۲۔ ایک وہ دریا ہے جس کا کنارہ نہیں نہ گہرائی معلوم ہے تمام دریا اس کے آگے ایک معمولی سیلاب ہیں۔

۳۔ حیلے چارے سارے ختم وہ اژدہا ہے الا اللہ کے آگے لا ہے۔

فائدہ:- حضرت ابن عطاء نے فرمایا کہ جس کے لیے اس سے ابتداء اس کی انتہاء بھی اس کی طرف ہوگی۔ جب بندہ معرفۃ الربوبیت تک پہنچ جاتا ہے تو اس سے ہر فتنہ بھاگ جاتا ہے پھر اس کا اپنا کوئی ارادہ نہیں چلتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر اس کا ہر کام ہوتا ہے۔

فائدہ:- حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا گیا کہ توحید کیا ہے فرمایا کہ اگر یہ عقیدہ ہو کہ ہر شے کا معلّل وہی ہے جیسا کہ اس نے خود فرمایا ھوالاول۔ اسی سے ہی معلولات طلب کیے جاتے ہیں اسی سے ابتداء ہے اسی کی طرف انتہاء ہے۔ معلولات سب چلی جائیں گی صرف معلّل بہارہ جائے گا۔

فائدہ:- بعض اکابر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے (اگر کسی کو کشف بھی نصیب نہ ہو تب بھی وہ یہ دلیل مانتا ہے) کہ جو فلاسفہ و ہیئت دان مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام علتوں کی علت ہے۔ یہ توحید ذاتی ہے کہ اس سے اس کے ساتھ کسی شریک کا ماننا لازم نہیں آتا لیکن چونکہ یہ صفت شرع میں واقع نہیں ہوئی لہذا اس پر اس کا اطلاق ناجائز ہے (مثلاً کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ علۃ العلل ہے) ہم اس صفت سے پکاریں گے نہ اس پر اس کا اطلاق کریں گے۔ اسے اچھی طرح سمجھ لے۔

تفسیر عالمانہ:-

وانہ "اور بیشک وہ اللہ تعالیٰ واحد لاشریک ہے"

اضحک۔ ہنسایا۔

وابکی: اور رلایا۔

حل لغات:- الضحک بمعنی منہ کا کھل جانا اور سرور النفس سے دانتوں کا زیادہ ظاہر ہو جانا ضحک کے وقت دانتوں کے ظاہر ہونے کی وجہ سے ان کے مقدمات کا نام بھی الضواحک ہے۔

البکاء (بالمد) حزن سے آنسو بہنا اور آواز کرنا۔ اگر رونے کی آواز زیادہ ہو تو اُسے الرغاء کہا جاتا ہے اور اس طرح کے تمام صیغے (ابنیہ) صوت (آواز) کے لیے موضوع ہیں اور البکا (بالقصر) اُس وقت بولتے ہیں جب حزن زیادہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلیضحکوا قلیلا و لیبکوا کثیرا (چاہیئے کہ تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں) اس میں فرح و سرور کی طرف اشارہ ہے اور بتایا گیا ہے کہ قہقہہ نہ ہو تو ضحک میں کوئی حرج نہیں اور گریہ بکثرت ہو اگرچہ اس میں آنسو نہ بہہ سکیں (المفردات)

فائدہ: معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ضحک اور گریہ کی قوت انسان میں پیدا فرمائی ہے اس سے سرور و حزن مراد ہے گویا فرمایا ہے تو فرح و حزن۔ اسی لیے کہ فرح میں ضحک اور حزن میں بکار ہوتا ہے یا کم از کم اس میں فرحت نہیں ہوتی اور ضحك سے مراد یہ ہے کہ ایمان صالحہ سے بندے کو خوش فرماتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ: (۱) اضحک بمعنی دنیا میں اہل نعمت کو ہنسایا اور ابکی بمعنی شدت و تکلیف میں زندگی بسر کرنے والوں کو رلایا۔

۲۔ جنت میں اہل جنت کو ہنسائے گا اور نار میں اہل نار کو لائے گا۔

۳۔ زمین کو انگوری سے ہنساتا ہے اور آسمان کو بارش سے رُلاتا ہے۔

۴۔ درختوں کو انوار (بہار) سے ہنساتا ہے اور بادلوں کو بارش کے قطروں سے رُلاتا ہے۔

۵۔ کاغذوں کو لکھائی سے ہنساتا اور اقلام کو سیاہی سے رُلاتا ہے۔

۶۔ بندروں کو ہنساتا اور اونٹوں کو رُلاتا ہے۔

۷۔ وعدہ سے ہنساتا اور وعید سے رلاتا ہے۔

۸۔ مطیع کو رضا سے ہنسائے گا اور عاصی کو غضب سے رُلائے گا۔

۹۔ عارفین کے قلوب کو حکمت سے ہنسایا اور ان کی آنکھوں کو وعظ و عبرت سے رُلایا۔

۱۰۔ قلوب اولیاء کو انوار معرفت سے ہنسایا اور اعداء کے قلوب کو غصہ کی ظلمات سے رُلایا۔

۱۱۔ مستانسین کو مودت کی نرگس اور قربت کی یاسمین اور شمائل جمال کی خوشبو سے ہنسایا اور مشتاقین کو لائٹا اپنی عظمت و جلال کے ظہور سے۔

۱۲۔ اقبال علی الحق سے (سالک) کو ہنسایا اور مخالف کو حق کی روگردانی سے رُلایا۔

۱۳۔ دانتوں کو ہنسایا اور جنان (قلوب) کو رلایا۔

۱۴۔ بالعکس یعنی قلوب کو ہنسایا اور دانتوں کو رلایا۔

کسی شاعر نے کہا ؎

السن تضحك والاحشاء تحترق
وانما ضحكها زور و مختلق
یارب باك بعين الادموع لها
ورب ضاحكسن تا به رمق

ترجمہ:۔ دانت ہنستے ہیں لیکن آنتیں جل کر راکھ ہوگئی ہیں اور اس کا ہنسنا محض مکر اور دھوکہ ہے۔
بہت سے رونے والے آنکھوں سے روتے ہیں لیکن ان میں آنسو نہیں ہوتے اور بہت دانتوں سے
ہنستے ہیں لیکن ان میں جان نہیں ہوتی۔

۱۵۔ تجلی لطف جمالی سے قلب منور کو لطف و جمالی سے ہنساتا اور تجلی قہری جلالی سے نفس مظلمہ کو ظلمت
قہر و جلال سے رُلاتا ہے۔

۱۶۔ ہنساتا ہے نفس کو اس تجلی جلالی سے جو قلب پر پڑتی ہے وقت ظلمت نفس کے قلب پر اور
رُلاتا ہے قلب کو ساتھ اس تجلی جمالی کے جو نفس پر پڑتی ہے جب انوار قلب کا غلبہ نفس پر ہوتا ہے۔

مسئلہ:۔ آیت میں دلیل ہے کہ جو عمل بھی انسان کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قضاؤ تخلیق سے ہوتا ہے۔ یہاں
تک کہ ہنسنا اور رونا بھی۔

حدیث شریف:۔ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا ایک ایسی قوم پہ گزر ہوا جو بہت ہنس رہے تھے آپ نے فرمایا اگر وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم
بہت روتے اور تھوڑا ہنستے اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے کہ وہی ہنساتا رلاتا ہے پھر جبریل علیہ السلام ان لوگوں کی طرف لوٹے۔ آپ فرماتے ہیں
کہ میں ابھی چالیس قدم نہیں چلا تو جبریل علیہ السلام میرے ہاں آئے اور عرض کی کہ آپ ان لوگوں
کے ہاں تشریف لے جا کر فرمائیے کہ وہی ہنساتا رلاتا ہے۔

کیا ملائکہ ہنستے بھی ہیں: حضرت طاہر المقدسی سے سوال ہوا کہ کیا ملائکہ ہنستے بھی ہیں فرمایا عرش کے
نیچے والے اُس وقت سے نہیں ہنستے جب سے اللہ تعالیٰ نے دوزخ پیدا
فرمائی ہے۔

حدیث شریف:۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ کیا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے صحابہ ہنستے بھی تھے فرمایا ہنستے تھے لیکن ان کے ایمان مضبوط پہاڑوں سے بھی مضبوط تر تھے۔

حدیث شریف:۔ حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

سے پوچھا کہ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک میں کبھی بیٹھتے تھے فرمایا ہاں پھر فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مجلسوں میں اشعار بھی پڑھے جاتے اور جاہلیت کی یادیں بھی ہوتی تھیں ان کو یاد کر کے صحابہ کرام ہنستے تھے اور جب وہ ہنستے تو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبسم فرماتے۔

حکایت:۔ حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام کی ملاقات ہوئی تو عیسیٰ علیہ السلام نے یحییٰ علیہ السلام کے سامنے تبسم فرمایا یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا میں تجھے لاپرواہ پاتا ہوں کیا آپ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے امن میں ہیں اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کو تیوری چڑھائے دیکھتا ہوں کیا آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہیں فرمایا ہم دونوں اپنے موقف پر رہیں یہاں تک کہ وحی کا جو حکم ہوگا اس پر عمل ہوگا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی طرف وحی فرمائی کہ میری تم دونوں میں محبت ہے کہ تم میرے ساتھ نیک گمان رکھتے ہو۔

فائدہ:۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ میں تم سے طلق بسام خوش اور راضی ہوں۔

فائدہ:۔ حضرت حسن نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم تو ہنس رہا ہے حالانکہ تیرا کفن تیرے لیے دھوبی کے پاس دھلائی کے لیے جا چکا ہے۔

حکایت حضرت نوح علیہ السلام:۔

سیدنا نوح علیہ السلام تین سو سال روئے صرف اس بات سے کہ اپنے بیٹے کے لیے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا ان ابنی من اھلی۔ بیشک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے۔

فائدہ:۔ حضرت کعب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے میں آنسو بہاؤں میرے لیے وہی بہتر ہے کہ میں سونے کا پہاڑ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لٹاؤں۔

نسخہ روحانی:۔ بہتر گریہ قلب کا ہے نہ صرف آنکھوں سے آنسو بہانا ؎

براں از دو سر چشمہ دیدہ جوئے

ور آلائشے داری از خود بشوئے

ترجمہ:۔ سر کی آنکھوں کے چشمہ سے پانی بہا اگر آلائش رکھتا ہے تو اسے خود دھو۔

اِمات و احیا (اس نے مارا اور جلایا) اس کے سوا کوئی مارنے اور جلانے کی قدرت نہیں رکھتا نہ تخلیقاً نہ کسباً اور قاتل کا کام صرف جسمانی بنیاد کا توڑنا اور اس کے اتصال کو متفرق کرنا ہے مقتول کی موت دراصل اللہ تعالیٰ کے فعل سے ہے جیسے زندوں کو موت دینے کے لیے اس کا طریقہ ہے خلاصہ یہ کہ انسان (قاتل) کا کام انسانی ڈھانچہ کو توڑنا ہے یہ کام بندے کا ہے ورنہ امات (مارنا) اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ خلاصہ یہ کہ احیاء امات

پر صرف وہی اللہ تعالیٰ قادر ہے کسی کو مارتا ہے تو وہی جب اُس کا وقت آجاتا ہے اور دنیا میں رہنے کے اوقات اس کے ختم ہو جاتے ہیں اور قبر میں بھی وہی زندہ کرتا ہے یا یہ کہ موت کے اسباب وہی تیار فرماتا ہے اور حیات کے بھی۔

تفاسیر امات و احیاء

(۱) علماء کرام نے فرمایا کہ معنیٰ یہ ہے کہ کافروں کو اجنبیت (اللہ تعالیٰ کی معرفت سے محرومی) کی موت سے مارا اور اہل ایمان کو معرفت سے زندہ کیا۔

(۲) بعض نے کہا کہ یہاں موت سے جہل اور علم سے حیات مراد ہے۔

(۳) بعض نے فرمایا موت سے بخل اور حیات سے جود و سخا مراد ہے۔

(۴) بعض نے کہا موت سے عدل و فضل اور حیات سے منع و اعطاء مراد ہے۔

(۵) بعض نے کہا موت سے قحط اور حیات سے خوش حالی۔

(۶) بعض نے کہا اماتت سے آباء کی موت اور احیاء سے اولاد کی عطاء۔

(۷) بعض نے کہا اس سے ایقاظ بیدار کرنا اور انام (نیند دینا)

(۸) بعض نے کہا اس سے نطفہ اور نسمہ۔ نطفہ سے اولاد کی طرف منتقل کرنا مراد ہے۔

(۹) محققین نے فرمایا کہ موت سے ہیبت اور حیات سے اُنس۔

(۱۰) بعض نے کہا موت سے استتار اور حیات سے تجلی مراد ہے۔

(۱۱) امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نفوس زاہدوں کو آثار مجاہدات سے مارا اور قلوب عارفین کو انوار مشاہدات سے زندہ کیا۔

(۱۲) فناء فی اللہ کی موت دے کر بقاء باللہ کا پیالہ پلایا۔

(۱۳) نفس شہوات جسمانیہ اور نصرات حیوانیہ سے مارا اور قلب کو صفات روحانیہ و اخلاق ربانیہ سے زندہ کیا۔

(۱۴) نفس کو قلب کے غلبہ سے مار کر قلب کو زندہ کیا۔

(۱۵) قلب کو استیلائے نفس سے مار کر پھر اسے (قلب کو) زندہ کیا۔

فائدہ: یہ مختلف احکام اُس وقت تک ہیں جب قلب مقام تلوین میں ہو۔ جب قلب ترقی کر کے مقام اطمینان و تمکین میں پہنچتی ہے تو پھر وہ نفس سے مغلوب نہیں ہوتی بلکہ اس کے بعد نفس ہمیشہ کے لیے اس سے مغلوب رہتا ہے یہاں تک کہ نفس بامر ربی قلب کے قہر کے تحت مر جاتا ہے۔

نکتہ: فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ:

(۱) امانت کو احیاء پر مقدم کرنا فاصلہ کی رعایت کے لیے ہے۔
(۲) نیز اشارہ ہے کہ نطفہ (عدم) پہلے اور نسمہ (وجود) بعد کو ہے۔
(۳) نیز قلب کی قلب اُس کی حیات سے پہلے ہے۔
(۴) جسم کی موت قبر حیات سے پہلے ہے۔
(۵) تقدیم الموت میں قہر کے اثر کے اظہار میں عجلت کی گئی تاکہ مخاطبین کو انتباہ ہو۔
(۶) عدم وجود سے پہلے ہے۔
(۷) مآل وجود کا فنا و عدم ہے اسی لیے دو موتوں کے درمیانی حیات پر دھوکہ نہ کھانا چاہیئے اور اس وجود کے قریب میں نہ آیئے جو دو عدموں کے درمیان میں ہے۔ (اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے)

۱۳

تفسیر عالمانہ: وانہ۔ اور بیشک اسی اللہ تعالیٰ نے خلق الزوجین (دو جوڑے پیدا کیے) انسان سے دو صنف (مرد۔ عورت) پیدا کیے بعض تفاسیر میں ہے کہ ہر حیوان سے دو صنف پیدا کیے۔

فائدہ:۔ یاد رہے کہ ہر حیوان نطفہ سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ بعض صرف ہوا سے پیدا ہوتے جیسے مرغی کا انڈا جو مرغی سے پیدا ہوا ہے۔ یہ دراصل مرغ کی ہوا سے پیدا شدہ ہے کیونکہ مرغ کی منی نہیں بلکہ مرغی سے جفتی کے وقت اس کی رحم میں ہوا ابھرتا ہے۔

الذکر والانثی (نر و مادہ) من نطفۃ۔ نطفہ سے۔ نطفہ بمعنی صاف پانی اسے ماءالرجل (مرد کا پانی) سے بھی تعبیر کرتے ہیں (المفردات)۔

اذا تمنی (جب ڈالا جائے) رحم میں ڈالا جائے۔ یعنی منی رحم میں ڈالی جائے۔

فائدہ:۔ آدم و حوا و عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہما السلام اس سے مستثنیٰ ہیں۔

حل لغات:۔ یہ اَمنیٰ بمنی امناء سے ہے بمعنی منی لانا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا افرأیتم ما تمنون تو کیا تم نے دیکھا وہ جو تم منی لاتے ہو) القاموس میں ہے کہ منٰی و امنٰی کا ایک ہی معنیٰ ہے یا تمنیٰ کا معنیٰ ہے وہ بچہ جو مقدر کیا جائے گا بہ مناہ اللہ یمنہ بمعنی قدرہ۔ اللہ تعالیٰ نے اسے مقدر فرمایا اس لیے کہ ہر نطفہ بچہ مقدر نہیں ہوتا۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا زوج یعنی رُوح کو اس لیے کہ رُوح میں صفات فاعلیہ ہیں اور پیدا زوجہ یعنی نفس کو کیونکہ یہ صفت انفعالیت سے موصوف ہے تاکہ حاصل ہو قلب کو روح و نفس کے مقدمہ سے نتیجہ صادقہ صالحہ واسطے مطالب دنیویہ

واخرویہ کے نطفہ سے جو واقع ہونے والا یعنی ٹھہرنے والا ہے رحم ارادہ ازلیہ میں اذا تمنی جب متحرک ہوا اور ٹپکا رحم ارادہ ازلیہ قدیمہ میں اور جب مقدر کرنے والے نے حکمت بالغہ سے اسے مقدر کیا۔

نکات: (۱) الذکر مقدم ہے محض فاصلہ کی وجہ سے۔

(۲) شرف رتبی (کہ مذکر مونث سے اشرف ہے) اگرچہ عالم کی اصل انوثت (مونث) ہے اسی لیے اس کے تمام میں اسی نے سرایت کیا ہوا ہے۔

(۳) عورت میں حسن کا جلوہ بہت ہے اسی لیے وہ (مرد) اکابر کی محبوب ہے یہانتک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنت شعیب علیہ السلام سے نکاح کے لیے خود کو دس سال تک مزدور بننا قبول فرمایا بلکہ جماع کے وقت بہت سے بڑے بڑے بادشاہ بھی عورت پر ساجد (سجدہ گزار کی ہیئت میں پڑے ہوتے ہیں۔

(۴) جملہ عوالم کو نکاح صوری ومعنوی ضروری ہے اسی لیے نصف مخلوق مذکر اور نصف مؤنث ہے اگر چاہو تو اسے یوں تعبیر کرو کہ نصف فاعل ہے اور نصف قابل اور انسان ان دونوں حقیقتوں کے درمیان برزخ ہے۔

تفسیر عالمانہ: وان علیہ۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم ہے النشأۃ الاخری پچھلا اٹھانا یعنی دوسری تخلیق یعنی موت کے بعد زندہ کرنا اپنے وعدہ کو پورا کرنے پر اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے جیسا کہ لفظ علیٰ کے ظاہر سے وہم پڑتا ہے۔

نکتہ: آیت میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ آخرت میں جزاؤ سزا کے لیے اٹھائے اور مومن کو بھی اسی لیے کمال لائق تک تدریجاً پہنچایا اگر وہ اسے اس دنیا میں جزاؤ سزا دے تو دنیا تو تنگ جگہ ہے وہ تو صرف ایک ہی جزاؤ سزا تک ختم ہو جائے گی۔ پھر باقی جزاؤ سزا اسے کس علاقہ میں ملے۔

سبق: جو اپنے اعمال واحوال کی جزا اسی دنیا میں طلب کرتا ہے وہ بہت برا کرتا ہے بلکہ بارگاہ حق کا بے ادب ہے اور اس جگہ میں اسے عمل میں لانے والا ہے جو اس کی حقیقت نہیں۔ ہاں جب کوئی بندہ اپنی عبودیت میں استقامت دکھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا نتیجہ اسے دنیا میں دکھادے یا کوئی اس کو کسی کرامت سے نواز دے تو ادب یہی ہے کہ وہ اسے قبول کرے اگر وہ حظوظ کے شوائب سے پاک ہو۔

سبق :۔ بھلائی اسی میں ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے چاہے۔

فائدہ :۔ نشاۃ الاخریٰ کمال فناء صوری پر مرتب ہے ساتھ استعداد اور قبول الروح کی تیاری کے ایسے ہی نشاۃ اخری معنوی یعنی بقاء اور صفات الٰہیہ سے موصوف ہونا موقوف ہے تمام فناء معنوی اور اوصاف بشریہ سے بالکل خالی ہوجانے پر ساتھ استعداد اور قبول الفیض کی تیاری کے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں نشائتوں میں صحت المزاج کا ہونا ضروری ہے کیا تمھیں معلوم نہیں کہ جب جنین (بچہ) ماں کے پیٹ میں فاسد ہوجائے تو گر جاتا ہے بلکہ جب رحم میں فساد ہو تو وہ علوق (نطفہ) کو قبول ہی نہیں کرتی۔

فائدہ :۔ اسی النشاۃ الاُخریٰ کی طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اشارہ فرمایا کہ ملکوت السمٰوٰت میں داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ کوئی دوبارہ ولادت نہ پائے اور ملکوت السمٰوٰت سے ان کے حقائق و اسرار و انوار مراد ہیں اس معنیٰ پر ہی ہر نبی و ولی انہی حقائق و اسرار و انوار کا وارث ہے اور یہ ولوج (دخول) و ولادت ان سب کے لیے متحقق ہے۔

تفسیر عالمانہ :۔ و انہ اغنیٰ ۔ اور بیشک اُس نے غنی کیا یعنی لوگوں کو مال دے کر غنی کر دیا۔

و اقنیٰ ۔ اور قناعت دی (یعنی قنیہ عطا کیا۔ القنیہ بمعنی وہ اصل بنایا جائے مال سے اور ذخیرہ کیا جائے بایں طور کہ اس سے ثمر حاصل کرنے اور اس کے بڑھنے کی وجہ سے اس کی حفاظت کا ارادہ کیا جائے کہ کہیں وہ ملکیت سے نکل نہ جائے کہاوت کے طور کہا جاتا ہے :۔

تقتن من کلب سوء جروا

حل لغات :۔ عرب کہتے ہیں قنوت الغنم وغیرہا و قفیتھا قینتہ و قنیہ جب کوئی اسے اپنے لیے ذخیرہ بنا کر رکھے اس سے تجارت کا ارادہ نہ ہو (تاج المصادر) میں ہے کہ الاقتناء بمعنی سرمایہ دینا خوشنود کرنا۔

تفاسیر :۔

(۱) بعض نے کہا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اغنی بمعنی لوگوں کو کفایت اور اموال سے غنی کیا۔ اور اقنی بمعنی اعطی القنیۃ یعنی وہ چیزیں جو کفایت کے بعد ذخیرہ کرتے ہیں۔

(۲) الضحاک نے کہا غنی کیا ساتھ سونے چاندی اور کپڑوں اور مسکن سے اور بے نیاز کیا ساتھ اونٹوں

لہ یہ ہیئت وہابیوں دیوبندیوں اور ان کے ہمنوا فرقوں کو نہ صرف قبول ہے بلکہ اس کے لٹو ہیں جبکہ وہ محبوبانِ خدا کے ہاتھ پاؤں چومنے اور نیاز مندی کو شرک کہتے ہیں لیکن جماع کے وقت عورت کے آگے سجدہ ریزی کے وقت توحید کا کیا بنتا ہوگا (واللہ اعلم)

افضل و اشرف ہیں۔

(۳) اقنی بمعنی ارضی یعنی اس نے تمھیں راضی کرنے کی استعداد ذخیرہ کے طور دی۔

(۴) زیادہ موافق آیات مشتملہ یہی ہے اور صنعتہ الطباق کا تقاضا بھی ہے کہ یہاں پر اغنی بمعنی افقر ہو یعنی تنگ دست بنایا۔ اس معنیٰ پر اقنیٰ کا ہمزہ سلبیہ ہوگا معنی ازالہ القنیتہ جیسا کہ المفتی السعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

فائدہ: سیدنا جنید قدس سرہٗ نے اسی کو اختیار فرمایا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ بعض کو غنی بنایا اور بعض کو فقیر تنگدست۔

تفسیر صوفیانہ: بعض بزرگوں نے فرمایا کہ اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قلب سلیم (جو دین حق پہ ثابت قدم ہے) کو فیض سے مستفیض فرماتا ہے جیسے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا ہے:۔

اللّٰھم ثبت قلبی علی دینك

اے اللہ اپنے دین پر میرے قلب کو ثابت رکھ۔

فائدہ: قلب پر فیض الٰہی کے ابقاء کا یہ معنیٰ ہے کہ وہ اس فیض الٰہی سے محروم نہ ہو اور کسی وقت نفس امارہ بالسوء کی ظلمت کے غلبہ سے مضمحل نہ ہو جائے کہ نفس اس پر قبضہ جمالے کیونکہ فیض الٰہی سے وہ قلب متمکن ہے اور تلون سے محفوظ ہے ہاں قلب متلون میں چونکہ تمکن نہیں ہوتا اسی لیے بعض اوقات ظلمت النفس سے منکدر ہو جاتی ہے اور اسے جو فیض الٰہی نصیب ہوتا ہے اس سے زائل ہو جاتا ہے یہی اقنیٰ کا معنیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے قلب میں اس نور کو بطریق ذخیرہ کے رکھا ہے۔

مسئلہ: آیت سے ثابت ہوتا ہے اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے اموال و اسباب کی ذخیرہ اندوزی جائز ہے۔ ہاں بیکار اشیاء کو باقی رکھنا مباح نہیں جیسے بلا فائدہ کتے پالنا گھر میں چھوڑنا۔

مسئلہ: کھیتی اور جانوروں (بھیڑ بکریوں) کی حفاظت کے لیے کتا رکھنا جائز ہے (ریچھ کے ساتھ لڑانے اور دوڑانے و دیگر فضول امور کے لیے کتا پالنا حرام ہے تفصیل دیکھئے (حقوق جانوراں[عہ])

فائدہ: نفس امارہ باؤلے کتے سے بھی سخت تر ہے۔ روح نامی کو باقی رکھنے کے لیے نفس امارہ

عہ تصنیف فقیر اویسی غفرلہٗ

کی پرورش ہے بدترین کام ہے اس میں کسی قسم کی بھلائی نہیں ہے تمھیں مرتبۂ نفس اور طبیعت کا علم نہیں کہ وہ اس روح کے ساتھ کب باقی رہ سکتے ہیں اور نہ ہی نشاۃ جنانیہ میں انسان کامل کے ساتھ ان اشیاء کا گزارہ ہو سکتا ہے کیونکہ جنان تو ایسے ہے جیسے خوشبو کی رکھوالی اور باغ یا غنچہ کی حفاظت کی جاتی ہے کیونکہ جنان میں صرف روح طیب اور جسد لطیف ہی رہ سکتا ہے اور بس۔

تفسیر عالمانہ:۔ وانہ رب الشعری "اور بیشک وہ شعریٰ (ستارہ) کا رب ہے" یعنی اللہ تعالیٰ ان کے معبود کا بھی رب ہے اسی لیے تمھیں چاہیئے کہ رب کی عبادت کرو نہ کہ مربوب کی۔

تحقیق الشعری:۔ شعریٰ ایک روشن ستارہ ہے جو جوزاء کے پیچھے ہوتا ہے اسے عبور (بالمہملہ) بروزن صبور بھی کہتے ہیں اور یہ غمیصاء سے زیادہ چمکدار ہے۔

فائدہ:۔ الغمیصاء بالغین المعجمہ المضمومہ و فتح المیم والصاد المہملہ) یہ دو شعریوں کا ایک ہے یاد رہے کہ شعریٰ دو ہیں:۔

(۱) شعریٰ یمانیہ اسے الشعر العبور کہتے ہیں۔

(۲) شعریٰ شامیہ اسے شعریٰ غمیصاء کہتے ہیں۔ ان کے درمیان المجرہ فاصل ہے۔ اہل عرب کا خیال ہے کہ یہ دونوں شعریاں سہیل کی بہنیں ہیں اور یہ تینوں اکٹھے تھے۔ سہیل نے یمن کو جانے کا ارادہ کیا تو عبور اس کے پیچھے چل پڑی۔ المجرہ کو عبور کر کے سہیل سے جا ملی (اسی لیے اسے العبور کہا جاتا ہے) لیکن غمیصاء اپنی جگہ پر ٹھہر کر سہیل کی جدائی سے روتی رہی یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کا نور کمزور پڑ گیا اسی وجہ سے اس کی چمک عبور سے کم ہے (اسی لیے اسے غمیصاء کہا جاتا ہے) الغمص فی العین وہ جو آنکھ سے رمص بہتی ہے۔ غمصت (بالکسر) علینہ غمصا المعنی۔

شعریٰ کے پجاری:۔ شعریٰ (العبور) کو قبیلہ خزاعہ پوجتا تھا اس کی پرستش کی رسم ابوکبشہ نے ڈالی جو قریش کا ایک سردار (لیڈر) تھا اپنی قوم کو کہا کہ دوسرے ستارے آسمان تو عرض میں طے کرتے ہیں لیکن یہ ستارہ طول میں طے کرتا ہے اس کی نظیر ستاروں میں نہیں اسی لیے یہ پرستش کے لائق ہے۔ چونکہ اسی ابوکبشہ نے پرستش میں قریش کی مخالفت کی یعنی پتھروں کے بجائے ستارہ کی پوجا کی اسی لیے وہ ان کا مخالف ٹھہرا تو اس مناسبت سے وہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن ابی کبشہ کہتے تھے اس اعتبار سے نہیں کہ آپ کی نسبت کا تعلق ابوکبشہ سے ہے اگرچہ یہ نسبی کے لحاظ سے صحیح ہے لیکن ان کا آپ کو ابن ابی کبشہ (آپ کی امہات کے

اجداد میں سے تھا) اس لیے کہنے کہ وہ پہلا ان کا بت پرستی میں مخالف تھا کہ اس نے پتھروں کی پرستش ترک کر دی تو آپ نے بھی پتھروں کی مخالفت کر کے ایک لاشریک خدا کی عبادت کی۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ شعری نفس ہے اس کا نام کلب الجبار ہے اس کی پرستش خزاعہ نے کی یعنی اہل ہوا (خواہشات کے بندے) اور ابوکبشہ یعنی اہل البدع فلاسفہ و زنادقہ میں سے۔

تفسیر عالمانہ: وانه اھلك عاد الاولیٰ۔ اور بیشک اس نے ہلاک کیا پہلی قوم عاد کو۔" اس سے ہود علیہ السلام کی قوم مراد ہے جو تیز آندھی سے تباہ ہوئی اور عاد الأخریٰ ارم تھی بعض نے کہا الأولیٰ بمعنی القدماء کیونکہ نوح علیہ السلام کی قوم کی بربادی کے بعد یہی سب سے پہلے تباہ و برباد ہوئے۔ یعنی یہاں عاد سے جملہ وہ لوگ مراد ہیں جو عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح علیہ السلام سے منسوب ہیں اور انہیں اولیت سے موصوف کرنے میں عاد اخیرہ سے احتراز مطلوب نہیں بلکہ ان سے پہلے زمانہ میں پہلے ہلاک ہونے کی وجہ سے ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد تمام قوموں میں سب سے پہلے یہی لوگ ہلاک ہوئے۔

فائدہ:۔ التکملہ میں ہے کہ الاولیٰ سے عاد کو موصوف کرنے میں دلیل ہے کہ قوم عاد اور بھی تھی اولیٰ تو عاد بن ارم یعنی قوم ہود ہے اور دوسری ان کی اولاد ہے جن کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اریحاء میں جنگ کی یہ ہزیلہ بنت معاویہ کی نسل سے ہیں اور یہ وہی ہزیلہ ہے جس نے قوم عاد سے مع الابناء نجات پائی اس کے ابناء کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ عمر ۲۔ عمرو ۳۔ عامر ۴۔ عتید

اور الہزیلہ عمالیق میں سے تھی۔

وثمود۔ اور ثمود کو اس کا عطف عاد پر ہے کیونکہ اس کا مابعد اس پر عمل نہیں کر سکتا اس لیے ما نافیہ کا قاعدہ یہی ہے کہ وہ اپنے ماقبل پر عمل کرنے سے روکتا ہے۔ ثمود سے قوم صالح (علیہ السلام) مراد ہے جسے اللہ تعالیٰ نے صیحہ (چنگاڑ) سے تباہ کیا۔

فما ابقی (تو) فریقین میں سے کسی کو نہ بچایا) یہ بھی جائز ہے کہ کہا کہ ان پر کسی کو باقی نہ رکھا۔

فائدہ:۔ اس معنیٰ پر یہاں ابقاء بمعنی الترحم بخشودن (بخشانا) ہے (یعنی ان پر رحم نہ کیا) اور یہ بھی سچ کہ وہ رحم کے قابل نہیں ہے کیونکہ وہ اہل غضب ہے اور رحم اہل لطف ہوتا ہے نہ کہ اہل قہر پر۔

فائدہ:۔ اس میں تربیت کی طرف اشارہ ہے کہ پہلے ان کو نرمی سے سمجھایا گیا پھر عتاب سے پھر عقاب سے

اس طرح سے کوئی نہ سمجھے تو اسے تنبیہہ کی جائے پھر انالہ پھر اہلاک یعنی تباہی و بربادی۔ یہی اللہ تعالیٰ کا طریقہ رہا اور ہے کہ مخلوق کو اسی ترتیب سے سمجھاتا ہے۔

سبق:۔ بندوں پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنے غلاموں، نوکروں اور لونڈیوں اور خدمت گاروں کو یونہی تنبیہہ کریں اور اسی طرح ان کی نگرانی کریں۔

وقوم نوح ۔ اور قوم نوح (علیہ السلام کو) اس کا عطف بھی اسی پر ہے۔

من قبل:۔ ان سے پہلے یعنی عاد و ثمود کے ہلاک و تباہ کرنے سے پہلے۔

انھم:۔ بیشک تھے وہ نوح علیہ السلام کے لوگ (قوم)

کانوا ھم اظلم:۔ بہت زیادہ ظالم اپنے نبی علیہ السلام کے لیے۔

واطغی ۔ اور زیادہ سرکش بہ نسبت ان دوسرے دو گروہوں کے کیونکہ نبی (نوح) علیہ السلام کو بہت زیادہ اذیت پہنچاتے اور لوگوں کو ان سے متنفر کرتے تھے اور اپنے بچوں کو ڈراتے تھے کہ وہ ان کی کوئی بات نہ سنیں اور وہ ظالم حضرت نوح علیہ السلام کو بہت سخت ضرر پہنچاتے یہاں تک کہ ان کی مار پٹائی سے آپ کی کوئی حس و حرکت باقی نہ رہتی اور نہ ہی آپ کی کوئی بات ان پر مؤثر ہوئی۔ حالانکہ آپ نے قوم کو تقریباً ایک ہزار سال نصیحت فرمائی۔ آپ پر محض چند افراد ایمان لائے ؎

باسیہ دل چہ سود گفتن وعظ

نرود میخ آہنیں در سنگ

ترجمہ:۔ سیاہ دل کو وعظ سنانے کا کیا فائدہ سخت پتھر میں لوہے کی میخ داخل نہیں ہوتی۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اس میں صفات قلب کی تباہی کی طرف اشارہ ہے کہ جب تک وہ سفینۂ توحید میں جاگزیں نہ ہو اس کا یہی حال ہوتا ہے ایسے لوگ مذبذب ہوتے ہیں اور قلب و نفس کے درمیان میں پھرتے رہتے ہیں۔ مشاہدہ کثرت سے یہ لوگ قلب پر ظلم کرتے رہتے ہیں بلکہ وہ نفس اور اس کی صفات کی طرف میلان کی وجہ قلب کے طاغی و باغی ہوتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ:۔ **والمؤتفکۃ** اور الٹی بستی کو۔ اس سے قوم لوط علیہ السلام کی بستیاں مراد ہیں۔

حل لغات:۔ ائتفکت باھلہا بمعنی لعصم یعنی (بستیوں نے اپنے مکینوں کو الٹ دیا) یہ منصوب ہے اس کا عطف عاد ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے الٹی ہوئی بستیوں کو تباہ و برباد کیا بعض نے کہا یہ اھوی کے مفعولیت کی وجہ سے منصوب ہوئی ہے یعنی ان بستیوں کو اللہ تعالیٰ نے اٹھا کر کے گرایا بعد اس کے کہ انہیں جبریل علیہ السلام کے پروں کے ذریعے آسمان کی طرف اٹھایا۔ اھواء بمعنی نیچے

گرانا۔ پھینکنا۔ الزجاج نے فرمایا کہ انہیں جہنم میں گرایا۔

فغشاھا ماغشا۔ (تو ان پر چھایا جو کچھ چھایا) قسم وقسم کا عذاب۔ حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا ترجمہ کیا کہ ان شہروں کو پہنایا جو کچھ پہنایا۔

فائدہ:۔ اس میں وہ تہویل و تفظیع ہے جس کا نہ اندازہ ہو سکتا ہے نہ غایت و انتہا معلوم ہو سکتی ہے۔

فائدہ:۔ ماغشی مفعول ہے اگر تضعیف غشّی کی تعدیہ کے لیے ہو۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پہنایا جو کچھ عذاب پہنایا جیسے جڑے ہوئے اور نشاندار پتھر۔ اس تقریر پر فعل اول کے دونوں مفعول مذکور ہوں گے اور دوسرے کے دونوں محذوف۔ اگر یوں کہیں کہ تضعیف غشّی کی مبالغہ بمعنی ستر ہے تو پھر لفظ ما اس کا فاعل ہے جیسے دوسری آیت فغشیھم من الیم ما غشیھم (تو انھیں دریا میں سے وہ چھایا جو کچھ چھایا) میں ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ آیت میں قالب (جسم) کی بستی اور اس کے انقلاب کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اعلیٰ کمال سے اسفل نقصان کی طرف اور اعتدال المزاج سے انحراف کی طرف پھینکا کیونکہ نفس کے ظلم کرنے کا سبب یہی ہے کہ اس سے ہی حظوظ و شہوات پورے ہوتے تھے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وکم اھلکنا من قریۃ بطرت معیشتھا (ہم نے بہت سی وہ بستیاں تباہ کر ڈالیں جن کی معیشت زوروں پر تھی)

تفسیر عالمانہ:۔ فبای الاء ربک تتمارٰی (تو پھر تو اپنے رب کی کونسی نعمتوں پر شک کرے گا۔

حل لغات:۔ آلاء بمعنی نعمتیں اس کا واحد إلیٰ و أَلی و اُلی ہے۔ استرازی الامتراء المماراۃ اس میں جھگڑنا جس میں شک اور تردد نہ ہو۔ تاج المصادر میں ہے کہ التماری بمعنی شک کے ساتھ ہونا اور ایک دوسرے سے لڑنا جھگڑنا۔

فائدہ:۔ فعل کا اسناد واحد کی طرف ہے باعتبار اس کے تعدد کے بحسب اس کے متعلق کے متعدد ہونے کے۔

خطاب کس کو:۔ یہ خطاب اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہے تو اس میں تعریض ہے دوسروں کے لیے جیسے لئن اشرکت لیحبطن عملک۔ اگر تو شرک کرے گا تو تیرا عمل اکارت ہو جائے گا۔ یہ خطاب ہر ایک کو ہے (جیسے امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ نے ترجمہ کیا ہے)

ل القاموس ۱۲ = ح اضافہ اویسی غفرلہ

سوال :۔ تمام اُمور کو نعمتیں کہا گیا ہے حالانکہ ان میں بعض اُمور تو عذاب بھی ہیں اور تکلیفیں بھی ۔

جواب :۔ عذاب اور تکلیفیں بھی نعمتیں ہیں کہ ان کے ذریعے انبیاء و مومنین کی مدد کی گئی مرد د اعداء سے بدلہ لیا گیا اور ان میں عبرت اور نصیحت بھی ہے عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے (تو یہ بھی ایک قسم کی نعمت ہوئی) ۔

فائدہ :۔ بحر العلوم (تفسیر) میں ہے کہ دشمنوں کو ہلاک کر کے اہل ایمان کا انکی صحبت اور شر اور مکر و فریب سے بچ جانا بہت بڑی نعمت ہے جو صرف اور صرف اہل ایمان کو نصیب ہوتی ہے ۔
المتنبی نے کہا ؎

ومن نكد الدنيا على الحران يرى

عدوا اله ما من صداقته بدا

ترجمہ :۔ جس نے دنیا سے دکھ دیکھے ہیں تو ایسے سمجھدار کو لائق ہے کہ وہ اسے اپنا دشمن سمجھے اور اس بات کی صداقت کے بغیر کوئی چارہ نہیں ۔

اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے دشمنوں کو تباہی کے بعد حمد کا حکم فرمایا ۔
فقل الحمد لله الذى نجانا من القوم الظلمين ۔ تو اللہ تعالیٰ کی حمد کہ جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات بخشی ۔ اور خود بھی اس پر حمد فرمائی محض بندوں کی تعلیم کے لیے چنانچہ فرمایا فقطع دابر القوم الذين ظلموا والحمد لله رب العالمين (تو اللہ تعالیٰ نے ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی اور اللہ تعالیٰ کی رب العالمین کی حمد ہے) ۔

اسی لیے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدۂ شکر ادا فرمایا جب غزوہ بدر میں ابو جہل کا سر کٹا ہوا دیکھا ۔

تفسیر صوفیانہ :۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ ان بہت بڑی نعمتوں کے عطیہ پر شکر ضروری ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے نعمت کہا اور ان کا نعمت نام رکھا ہے اور وہ مشتمل ہیں مواعظ و زواجر کی نعمتوں پر اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ان میں شک و شبہ کبھی نہ ہو اور یہ خطاب اُمت کے افراد کو ہے اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اُمت میں مشتمل ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُمت کہا ۔ ان ابراهيم كان امة قانتا ۔ ابراہیم علیہ السلام اُمت تھے فرمانبردار ۔ اب آیت کا معنیٰ یہ ہوا کہ اے حبیب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اللہ تعالیٰ کی کونسی نعمتوں پر شک اور جھگڑا کرو گے تو پہلے میں نے دوسرے انبیاء و رسل علیہم السلام اور ان کے اولیاء کی مدد اور ان کے دشمنوں کو تباہ و برباد کیا ایسے ہی آپ کی اور آپ کے دوستوں کی مدد کروں گا اور آپ کے دشمنوں کو تباہ و برباد کروں گا اس کے بعد آپ کے

دل میں کوئی تنگی محسوس نہ ہو اور نہ ہی کوئی حرج اس سے جو تم اس قوم کی سرکشی اور عناد و استکبار پر اصرار ملاحظہ فرماتے ہو۔

هذا نذیر من النذر الاولی۔ یہ پہلے ڈر سنانے والوں میں سے ہے هذا کا اشارہ

تفسیر عالمانہ: قرآن مجید کی طرف ہے النذیر مصدر ہے یعنی قرآن جسے تم دیکھ رہے ہو۔ یہ ان انذارات متقدمہ میں سے ہے جن کا انجام تم سنتے رہتے ہو یا هذا کا اشارہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہے اور النذیر بمعنی المنذر ہے یعنی نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منجملہ ان ڈر سنانے والوں میں سے ہیں جو پہلے گزر چکے ہیں۔ الاولیٰ مفرد بمعنی جمع ہے فواصل کی رعایت پر واحد لایا گیا ہے اے کافرو تم قوم سابقین کے حالات سے آگاہ ہو۔ (تم بھی ضد پر رہو گے تو عذاب میں مبتلا ہو گے)۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ یہ اشارہ قرآن اور نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہے اور انہیں کتب متقدمہ اور رسل کرام سابقہ کے ڈرانے سے تشبیہ دی گئی۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) فرماتے ہیں کہ اس میں انبیاء علیہما السلام کے وارثین کے انذار کی طرف اشارہ ہے کیونکہ ہر وہ جو بعد کو حق تعالیٰ کا پیغام سنانے والا ہے وہ النذر الاولیٰ سے ہی ہے کیونکہ وہ دعوت الی اللہ و کلمۂ حق میں ایک ہیں اور وہ انذارات جو انہیں الہام کے طور حاصل ہوتے ہیں بلحاظ زمانہ و مشرب کے وہ وہی ہوتے ہیں جو سابقین انبیاء و اولیاء کو نصیب ہوئے مبارک باد ہو اس خوش قسمت کو جو ان کی اتباع کرتا ہے اور شومیٔ قسمت اس کی جو ان کی مخالفت کرتا ہے ؎

بگو آنچہ دانی سخن سودمند
وگر ہیچ کس را نیاید پسند
کہ فردا پشیماں بر آرد خروش
کہ آوخ چرا حق نکردم نیوش
بجمراہ گفتن نکو میردی
گناہ بزرگست و جور قوی
مگو شہد شیریں شکر فائقست
کسے را کہ سقمونیا لائق است
چہ خوش گفت یک روز دار و فروش
شفاء بایدت داروئے تلخ نوش

ترجمہ: جو سود مند سخن ہے کہہ ڈال اگرچہ کسی کو ناپسند ہو۔

(۲) کل پشیماں فریاد کرے گا کہ افسوس ہیں نے حق کیوں نہ سنا۔
(۳) گمراہ کو کہنا تو ٹھیک کر رہا ہے بڑا گناہ اور سخت ظلم ہے۔
(۴) یہ نہ کہہ کے شہد اور شکر مفید ہے جسے سقمونیا لائق ہو۔
(۵) دارو فروش نے ایک دن کیا خوب کہا کہ شفا چاہیئے تو کڑوی دوائی پی۔

تفسیر عالمانہ :- ازفت الآزفة (قیامت قریب ہے)۔

نکتہ :- کفار مکہ کے عذاب کو قیامت تک موخر کرنے ہیں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم ہے اگرچہ مختصراً دنیا میں بھی انہیں عذاب ہوا لیکن مکمل عذاب ان کو قیامت میں ہی ہوگا۔

فائدہ :- لام عہد کی ہے اسی لیے اس کے بغیر بھی اس سے خبر دینا جائز ہے بوجہ کسی آزفہ کے قرب کے۔

سوال :- آزفہ معہود کے قرب کی خبر دینے کا فائدہ کوئی نہیں ہے۔

جواب :- اس سے ایک فائدہ تاکید اور انذار کی تقریر ہے۔

حل لغات :- الازف بمعنی ضیق الوقت (وقت کی تنگی) وقت ساعت کے قرب کی وجہ سے اسی لیے قیامت کو ساعت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اہل عرب کہتے ہیں ازف الرحل۔ بجوں فرح ازفا ازوفا بمعنی دنا یعنی قریب ہوا اور ازف (محرکہ) بمعنی الضیق (تنگی) (القاموس) اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ قیامت جو قرب سے موصوف ہے وہ قریب ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے قرب کی یوں خبر دی کہ اقترب الساعة یعنی اس میں دلالت ہے کہ قیامت میں کمال قرب ہے اس لیے کہ افتعال کے ابواب میں مبالغہ ہوتا ہے اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ آیت میں اشارہ ہے قیامت کے کمال قرب کی طرف بوجہ قرب کے موصوف بہ سے منسوب ہونے کے۔

لیس لہا من دون اللہ کاشفہ "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کھولنے والا نہیں یعنی کوئی ایسا نفس نہیں جو اسے کھول سکے" سوائے اللہ تعالیٰ کے کشف بمعنی اسے زائل کرنا اور اپنے وقت مقدرہ کی طرف لوٹانا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے اس کا کھولنا ضرر کے کشف کی طرح نہیں کہ اسے بالکل زائل کر ڈالے۔ الکاشفہ اسم فاعل اور اس میں تا، تانیث کی ہے اس کا موصوف محذوف ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اب کوئی ایسا نفس کاشفہ نہیں جو اسے مؤخر کر سکے سوائے اللہ تعالیٰ کے صرف وہی اسے مؤخر کرنے والا ہے یا یہ کہ اس کے وقت کو صرف وہی کھولنے والا ہے۔ کاشفہ بمعنی عالمہ ہے۔

حل لغات :- کشف الشئی سے ہے بمعنی شے کی حقیقت کا جاننا کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کب ظاہر کی

جائے گی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ لا یجلیہا لوقتہا الا ھو۔ اسے کوئی روشن نہیں کرے گا سوائے اللہ تعالیٰ کے یعنی اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اس معنیٰ پر کاشفہ مصدر ہے عاقبہ وخائنہ کی طرح یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تامبالغہ کی طرح علامت کی طرح یہ مقام انکار کرتا ہے کہ یہ ایسا مبالغہ ہو کہ کسی کو کسی طریقہ سے علم نہ ہو کیونکہ اس میں مسئلہ اپنے مقام پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے دوسرے کو بھی اس کے علم کا احتمال ہے۔ (جیساکہ فقیر نے حاشیہ پر چند حوالہ جات لکھ دیئے اور اس سے قبل متعدد مقامات پہ تحقیق لکھی ہے)۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں قیامتِ کبریٰ کے قرب کی طرف اشارہ ہے کہ وہ صدمہ سخت ضرور ہوگا اس سے وہ حقیقت مثلی کا ظہور مراد ہے جو ان اولیاء کرام کو نصیب ہوتی ہے جو اپنے نفوس سے فنا پا چکے اور متوجہ الی اللہ میں بوجہ جمع الھمت اور قوت عزیمہ کے اہل حجاب میں سے کوئی ایسا نہیں جو اسے کھول سکے اسے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کھولتا ہے اور اہل حجاب سے کھلے بھی کیسے۔ جب وہ بحر غفلت میں مستغرق اور شہوات کے گڑھوں میں ہلاک تباہ ہیں۔ یاد رہے کہ انسان ہر آن اور ہر زمان فانی ہے اسے کسی قسم کا شعور نہیں کاش یہ اپنی غفلت کے پردے ہٹا کر لقاء دیدار الٰہی سے مشرف ہوتا اسی لیے مشائخ فرماتے ہیں عارفین کے لیے ہر وقت قیامت ہے کیونکہ وہ شہود امر میں ہیں جیسا کہ وہ ہے ان کے شہود کو قیامت ظاہری کے وقوع کی حاجت نہیں اسی لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر پردے کھل جائیں تب بھی میرے یقین میں اضافہ نہ ہوگا[1] مبارک ہو اسے جس کے یقین میں اضافہ ہوا اور وہ حق الیقین کے درجہ تک پہنچے اور مقام التحقیق میں جاگزین ہو اور اللہ تعالیٰ ہی معین و مددگار ہے۔

تفسیر عالمانہ: افمن ھذا الحدیث تو کیا نہیں اس سخن سے یعنی قرآن سے۔
تعجبون۔ تم تعجب کرتے ہو انکار سے۔

فائدہ: امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ العجب والتعجب وہ حالت جو انسان کو شے کی سبب کی جہالت سے لاحق ہوتی ہے اسی لیے حکماء نے فرمایا کہ تعجب وہ امر ہے کہ جس کا سبب معلوم نہ ہو۔

---

[1] حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چونکہ پہلے سے ہی یقین مستحکم حاصل ہے اسی لیے انہوں نے فرمایا اب پردے بھی اٹھ جائیں تو بھی اضافہ نہ ہوگا۔ (فافہم)

وتضحکون (اورتم ہنستے ہو) استہزاء کے طور باوجودیکہ ایساکرنا بعید از عقل ہے۔

فائدہ:۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ الضحک استہزاء کے لیے استعارہ کے طور ہے جیسے کہاجاتا ہے ضحکت منہ میں نے اس کے ساتھ استہزاء کیا۔

ولا تبکون۔ اور مت روؤ حزن سے اس پر کہ تم نے اس کی شان میں کوتاہی کی اور اس خوف سے کہ تمھیں بھی وہی عذاب نہ گھیر لے جو سابقہ اُمم کو عذاب گھیر جاتا تھا۔

حدیث شریف نمبر (۱) مروی ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ہنستے ہوئے نہ دیکھا گیا۔

حدیث شریف نمبر (۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اہل صفہ رو پڑے یہاں تک کہ ان کے آنسو چہروں پر بہنے لگے جب نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے رونے کی آواز سُنی تو آپ نے بھی گریہ فرمایا پھر آپ کے گریہ سے ہم سب رو پڑے آپ نے فرمایا کہ وہ شخص دوزخ میں ہرگز داخل نہ ہوگا جو خوفِ خدا سے رویا اور وہ بہشت میں ہرگز داخل نہ ہوگا جو معصیت پر مصر (اصرار کرنے والا) ہو، ہاں اگر تم سے گناہ نہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم لائے گا جن سے گناہ سرزد ہو تو انھیں اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔

حدیث شریف نمبر (۳) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے تو دیکھا ایک شخص رو رہا ہے پوچھا یہ کون ہے آپ نے فرمایا فلاں ہے جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ ہم بنی آدم کے ہر عمل کا وزن کر سکتے ہیں سوائے گریہ کے کیونکہ اللہ تعالیٰ بندے کے ایک آنسو سے جہنم کی آگ کے بہت بڑا دریا بجھاتا ہے۔

حدیث شریف نمبر (۴) میں ہے کہ یہ قرآن حزن کے ساتھ نازل ہُوا جب اس کی تلاوت کرو تو گریہ کرو اگر نہ آئے تب بھی رونی شکل بناؤ" اس کی وجہ یہ ہے کہ حزن سرور تک اور گریہ ضحک تک پہنچاتا ہے۔

حضرت صائب نے فرمایا ؎

منال اے ساکن بیت الحزن از چشم تاریکی

کہ خواہد صیقلے گشت از جمال روشن یوسف

ترجمہ:۔ بیت الحزن وغم کے گھر میں بسنے والومت روؤ تاریکی چشم سے کہ کبھی مصقلہ نصیب ہوگا اور توجمال یوسف سے۔

اور فرمایا ؎

خندہ کردن رخنہ در قصر حیات افگندنست
خانہ در بستہ باشد تا غمین باشد کسے

ترجمہ: ہنسی مذاق زندگی کے محل میں رخنہ ڈالتا ہے گھر کا دروازہ بند رکھ تاکہ کسی کے غم میں اضافہ نہ ہو۔

وانتم سامدون۔ اور تم غافل و متکبر ہو۔

حل لغات: سمد البعیر فی المسیر سے ہے یعنی (اونٹ سر اونچا کر کے چلا) امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ السامد بمعنی لاھی (لہو کرنے والا) اور سر کو اونچا کرنے والا۔ یا سامدون بمعنی مغنون (گانا بجانے والے) تاکہ تم لوگوں کو اس کے سننے سے محروم کرو۔ یہ سمود سے ہے بمعنی الغنا۔ لغت حمیر میں اور کفار مکہ کی عادت تھی کہ جب کوئی قرآن سنتا تو اس کے آگے سرود اور لہو و لعب کی چیزیں سامنے لاتے تاکہ وہ قرآن نہ سن سکے یا سامدون بمعنی خاشعون جامدون ہے۔ السمود سے ہے بمعنی الجمود والخشوع اور جملہ (۹ تبکون کے فاعل سے حال ہے صرف اتنا خیال ضرور رہے کہ اس کا مضمون وجہ اخیر سے متعلق ہے اور صرف معنی کو مقید کرتا ہے پھر انکار نفی بکاء و سمود ہر دونوں اکٹھے پر وارد ہے مقام کے حق کی بناء پر پہلا زیادہ بہتر ہے اسے اچھی سوچ کر سمجھ) (کذا الارشاد)

فاسجدوا للہ واعبدوا (تو اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو) فاء ترتیب الامر کے لیے ہے یا اس کا موجب ہے جیسا مقرر ہو چکا ہے کہ ان کا قرآن کا انکار کر کے مقابلہ باطل ہے اور ایسے ان کا اس سے استہزاء بھی بلکہ اس پر ایمان لانا اور اسے قبول کرنا ضروری اور واجب ہے اور اس کی تلاوت خشوع و خضوع سے لازمی ہے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ جب امر ایسے ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کرو جس نے قرآن نازل کیا۔ اور اسی کی عبادت کرو اور اس کے غیر کی عبادت نہ کرو فرشتے کی نہ کسی بشر کی چہ جائیکہ پتھروں کی جو نفع دیتے ہیں نہ نقصان جیسے بت اور ستارے۔

فائدہ: عین المعانی میں ہے کہ سجدہ کرو نماز میں لیکن صحیح تر یہ ہے کہ یہ ایک مستقل سجدہ کا حکم ہے یعنی سجدۂ تلاوت۔

مسئلہ: سجدہ کا محل یہی آیت (آخری) ہے امام ابوحنیفہ اور اور امام شافعی علیہ الرحمۃ اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور یہی قول سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ نے سورۂ نجم میں اسی مقام پہ سجدہ فرمایا۔

فائدہ :۔ جو سورۂ نجم میں سجدہ کا قصہ ہے وہ اسی مقام پر ہوا یعنی حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تلاوت سورۂ نجم کی فراغت پر سجدہ فرمایا اس پر قریش نے بھی کیا آپ کے ساتھ تمام مسلمانوں اور مشرکوں نے سجدہ کیا بلکہ تمام انسانوں اور جنوں نے بھی جیسا کہ گزرا۔

فائدہ :۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہاں سجدۂ تلاوت نہیں ہے جیسا کہ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورۂ نجم تلاوت فرمائی تو سجدہ نہیں کیا[1]۔

فائدہ :۔ حضرت کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ تلاوت کے سجدات میں سے بارہواں سجدہ ہے فتوحاتِ مکیہ میں ہے کہ یہ سجدۂ عبادت ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس میں عاجزی و ذلت کا حکم فرماتا ہے اور اس منزل کو سوائے سالکانِ طریقت کے کوئی طے نہیں کر سکتا۔

تفسیر صوفیانہ :۔ تاویلات بقلی میں ہے کہ جب ایام وصال قریب ہوں تو اسے سالکانِ راہِ خدا اشتیاق میں اضافہ کرو اور بذل وجود اور زمین پر ماتھا رگڑنے میں جلدی کرو اور رب الارباب کی عبادت کرو کہ اس نے وجود سے کشف نقاب فرمایا۔

فائدہ :۔ میرے شیخ و مرشد قدس سرہٗ نے اپنی تصنیف "البرقیات" میں فرمایا کہ اسجدوا الخ اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ اور عبادت کرو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہ کہ اپنے نفوس کے ساتھ جب تم اسے سجدہ کرو یا عبادت کرو سجدۂ قالب سے فرمانبرداری کر کے اور اس کی عبادت ہو تو مرتبۂ شریعت میں اذعان سے اور سجدۂ قلب ہو تو فناء پا کر اور اس کی عبادت ہو تو خود کو ہلاک کر کے مرتبۂ حقیقت میں یہاں تک کہ تمہارے سجدے اور تمہاری عبادت صرف اور صرف قربت الی اللہ کی نیت پر ہو مرتبۂ اولیٰ میں اور یہ قصد ہو کہ وصال الٰہی نصیب ہو مرتبۂ ثانیہ میں اسی طرح سے تم مرتبۂ اولیٰ میں مقربین سے اور مرتبۂ ثانیہ میں واصلین سے ہو جاؤ گے یہ شان ان بندگان رحمٰن کی ہے جو خالص مخلص موحد اور فانی فی اللہ و باقی باللہ ہیں۔ ان کے ماسوا اور بزرگوں کی اطاعت و عبادت محض نفسانی اور خواہشات پر مبنی ہوتی ہے۔ مقام

---

[1] ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ ضروری نہیں کہ اسی وقت کیا ہو بلکہ بعد کو پھر فرمایا ہو جیسا کہ مسئلہ شرعیہ بھی اسی طرح ہے کہ تلاوت کے وقت سجدہ ضروری نہیں بلکہ تلاوت کی فراغت کے بعد جب چاہے سجدہ کر سکتا ہے۔

شریعت میں ایسے لوگوں کا شوائب نفسانیہ سے خالص مخلص ہونا مشکل ہوتا ہے اور مقام حقیقت میں شوائب غیریت سے صاف و شفاف ہوتی تو اور زیادہ مشکل ہے۔

فائدہ:۔ سجدۂ قالب (جسم) اور اس کی عبادت اس کے سبب و محل و موطن کے انقطاع سے منقطع ہو جاتی ہے کیونکہ وہ حادث اور فانی و زائل ہے ہاں سجدۂ قلب اور اس کی عبادت (یعنی فنا، فی اللہ ہوا ازواً ابداً بحسب نفس خود اگرچہ ایسا غوش قسمت۔ (فانی ہوتا ہے کسب نفس) باقی باللہ ہوتا ہے بوجہ تحلیتہ الوجود کے) غیر منقطع بلکہ اپنے سبب کی وجہ سے دائمی اور اپنے محل و موطن کی بقاء کی وجہ سے ازلاً و ابداً باقی ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ وضع سجدہ اور عبادت قالبیہ سے مقصود صرف اور صرف یہ ہے شہود سجدہ اور عبادت قلبیہ نصیب ہو جائے اسی لیے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تین چیزیں محبوب تھیں:۔

۱۔ خوشبو ۲۔ عورتیں ۳۔ صلوٰۃ

پہلی سے تو اس لیے کہ اس میں فی نفسہ انس و محاضرہ کا ذوق پایا جاتا ہے۔

دوسری میں قربت و وصال کا ذوق ہے۔

تیسری میں مکاشفہ و مشاہدہ کا ذوق پایا جاتا ہے۔

اور یہ تینوں اذواق سے انس و متحقق ہوتا ہے اور انس انسان سے ہے۔ انسان سے وہ حقیقی انسان مراد ہے جس میں الحضرۃ الالٰہیہ کا سِرّ (راز) متحقق ہے اور وہ نور الحضرۃ الواحدیہ سے منور ہے اور درحقیقت انسانیت سے ہی انسان نفع اٹھاتا ہے بلکہ ایسے انسان کامل کو ہی انسانیت کا حظ وافر اور ذوق کامل نصیب ہوتا ہے۔



فائدہ:۔ ہاں انسان حیوانی (جیسے ہم عوام) اسے اسی تحقق مذکور سے کوئی حظ حاصل نہیں اور نہ ہی اس انتفاع سے کوئی حصہ پاتا ہے بلکہ اس کی قسمت میں شہوات طبعیہ ہیں اور انسان اول یعنی حقیقی انسان اعلیٰ علیین سے ہے۔ دوسرا اسفل السافلین میں اور ان دونوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے جیسے آسمان و زمین میں بوجہ کمال بلندی کے پہلا انسان یعنی کامل متحقق کھانے پینے سے ملائکہ کی طرح مستغنی ہے وہ اذواق روحانیہ اور تجلیات ربانیہ میں گزر اوقات کرتے ہیں اور وہ مدّت دراز تک یہ نہیں کہ ان کے لیے یہ اذاق و تجلیات چند لمحات کے لیے ہوتے ہیں جیسے بعض بزرگوں اولیاء کے لیے ہوا۔ دوسرا یعنی عام انسان چونکہ کمال درجہ کے تسفل میں ہے اسی لیے وہ جانوروں کی طرح کھاتا پیتا ہے اور دن رات میں نہ صرف ایک بار پر اکتفاء کرتا ہے بلکہ بار بار کئی بار کھاتا پیتا ہے اگر نہ کھائے پئے تو نہ صرف سخت پریشان ہو جاتا ہے بلکہ ضعف و نقاہت سے

نڈھال پڑ جاتا ہے ایسے کو کھانے پینے کی کمی ہلاکت کے گھاٹ اُتارتی ہے۔

حکایت:۔ دو شخصوں کا ذکر ہے جو ان میں ایک موٹا تھا دوسرا کمزور دونوں کو جیل خانہ میں ایک مدت تک کسی تہمت کی وجہ سے رکھا گیا اور انھیں کھانا پینا نہ دیا گیا ہفتہ کے بعد معلوم ہوا کہ وہ اس جرم سے بری ہیں جب جیل خانہ کھولا گیا تو موٹا مر گیا تھا اور دبلا پتلا زندہ تھا۔

فائدہ:۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ جب کھانے کے عادی کو کھانا نہ ملے تو مر جاتا ہے۔

فراغت از تفسیر سورت نجم:۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے سورۃ نجم کی تفسیر سے ۱۱ رماہ رمضان ۱۴۱۱ھ میں فراغت ہوئی۔

فراغت از ترجمہ:۔ فقیر اُویسی غفرلہ سورہ نجم شریف کے ترجمہ سے ۱۶ ر ذوالقعدہ مبارکہ ۱۴۰۸ھ بروز جمعہ شریف پونے ۹ بجے دن کو فراغت پائی۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

۸/۱۱/۱۴ھ مطابق ۸۸/۶/۱ء

سُوْرَةُ الْقَمَرِ

اٰيَاتُهَا ٥٥	(٥٤) سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ (عدد نزول ٣٧)	رکوعاتها ٣

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا

وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَآءَهُمْ وَ

كُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ○ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْبَآءِ مَا فِيْهِ

مُزْدَجَرٌ ○ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ○ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ

نصف الاول

يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ○ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ

يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ○

مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ○

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ

وَّازْدُجِرَ ○ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ○ فَفَتَحْنَآ
اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ○ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا
فَالْتَقَی الْمَآءُ عَلٰٓی اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ○ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰی ذَاتِ
اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ○ تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ
كُفِرَ ○ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ○
فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ○ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ
لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ○ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَیْفَ كَانَ
عَذَابِیْ وَنُذُرِ ○ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْ
یَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ○ تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ
نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ○ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ○ وَلَقَدْ
یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ○

نہ:۔ یہ سورۃ مکّی ہے اس میں ۳ رکوع ۵۵ آیات ۲۴۳ کلمے ۱۴۲۳ حروف ہیں (خزائن)

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

پاس آئی قیامت اور شق ہوگیا چاند اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پاچکا ہے اور بے شک ان کے پاس وہ خبریں آئیں جن میں کافی روک تھی انتہا کو پہنچی ہوئی حکمت پھر کیا کام دیں ڈر سنانے والے تو تم ان سے منہ پھیر لو جس دن بلانے والا ایک سخت بے پہچانی بات کی طرف بلائے گا نیچی آنکھیں کیے ہوئے قبروں سے نکلیں گے گویا وہ ٹیڈی ہیں پھیلی ہوئی بلانے والے کی طرف لپکتے ہوئے کافر کہیں گے یہ دن سخت ہے ان سے پہلے نوح کی

قوم نے جھٹلایا تو ہمارے بندہ کو جھوٹا بتایا اور بولے وہ مجنون ہے اور اسے جھڑکا تو اس نے اپنے رب سے دُعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو میرا بدلہ لے تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے زور کے بہتے پانی سے اور زمین چشمے کر کے بہادی تو دونوں پانی مل گئے اس مقدار پر جو مقدر تھی اور ہم نے نوح کو سوار کیا تختوں اور کیلوں والی پر کہ ہماری نگاہ کے رو برو بہتی اس کے صلہ میں جس کے ساتھ کفر کیا گیا تھا اور ہم نے اُسے نشانی چھوڑا تو ہے کوئی دھیان کرنے والا تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میری دھمکیاں اور بیشک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لیے آسان فرمادیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا عاد نے جھٹلایا تو کیسا ہُوا میرا عذاب اور میرے ڈر دلانے کے فرمان۔ بیشک ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیجی ایسے دن میں جس کی نحوست ان پر ہمیشہ کے لیے رہی لوگوں کو یوں دے مارتی تھی کہ گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے ڈنڈ ہیں تو کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈر کے فرمان اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

تفسیر عالمانہ :۔ اقتربت الساعۃ (قیامت قریب آگئی)

حل لغات :۔ الاقتراب بمعنی نزدیک آنا۔

الساعۃ۔ اجزائے زمانہ کا ایک جزء قیامت کو اس سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ اُسے اس سے مشابہت ہے چند وجوہ سے :۔

۱۔ اس میں حساب و کتاب نہایت تیزی سے ہوگا۔

۲۔ دنیا آخری گھڑی پر واقع ہوگی۔

۳۔ معمولی سی گھڑی میں ایک عظیم واقعہ ہوگا وغیرہ وغیرہ۔

اس کے دیگر وجوہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں اب معنیٰ یہ ہُوا کہ قیامت قریب آگئی اور اس کے قیام و وقوع کا وقت قریب ہوگیا کیونکہ دنیا کے باقی تھوڑے لمحات رہ گئے ہیں جیسے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کے کل لمحات اللہ تعالیٰ نے نہایت تھوڑے بنائے ہیں اس کے نہایت ہی تھوڑے لمحات رہ گئے ہیں۔

فائدہ :۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کنوئیں کا صاف پانی نکال لیا جائے باقی اس کا میلا گدلا پانی بچ گیا ہو۔

فائدہ :۔ اقتراب کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ بہت اوقات گزر گئے باقی تھوڑے رہ گئے ہیں وہ عنقریب گزر جائیں گے اس کا بیان یہ ہے کہ یوم سنبلہ کچھ زیادہ گزر گیا ہے اور اس کی کل مدت سات ہزار سال ہے اور یہ صحیح ہے کہ ایک یہ اُمت ایک ہزار سال کے بعد چار سو سال نہایت پانچ سو سال سے آگے نہ بڑھے گی کیونکہ اس سے آگے کے متعلق روایات نہیں ملتیں اور اہل سنت کے اہل ظواہر و اہل بواطن کے براہین و شواہد کا تقاضا بھی یہی ہے۔

حدیث شریف قربِ قیامت کی :۔ (۱) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

الآیات بعد المائتین (بڑی آیات دو سال کے بعد ہوں گی)۔

(۲) والمہدی بعد المائتین (مہدی کی آمد دو سو سال کے بعد ہوگی)

(۳) فتنتہی دورۃ السنبلۃ بظہور عیسیٰ علیہ السلام فیکون آدم فاتحہا وعیسیٰ خاتمہا

(رُوح البیان ص ۲۶۲ ج ۹)

عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور پر سنبلہ کا دورہ ختم ہوگا اس کے فاتح آدم علیہ السلام اور خاتم عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

فائدہ :۔ اس سے ثابت ہُوا کہ آدم و ہمارے نبی علیہم السلام قیامت کی علامات میں سے ہیں جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میری اور ساعت کی مثال گھوڑے کی دو رسیوں سی ہے جب آپ قیامت کی نشانیوں سے ہیں تو چاند کے ٹکڑے ہو جانے کا معجزہ اور اس جیسے دیگر تمام معجزات حق ہیں۔

سوال :۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ دنیا کی کل عمر کتنی ہے اس بارہ میں علماء کرام کیا فرماتے ہیں۔

جواب :۔ اس پر سب متفق ہیں کہ دنیا حادث ہے لیکن اس کی عمر کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہیں فرمایا لیکن مجھے کچھ معلوم ہوتا ہے (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال) کہ اس کی کل مدت تین سو ساٹھ ہزار سال ہے کیونکہ اس کی مثال سنبلہ کے دورہ سے دی گئی ہے جو کہ ایک جمعہ دوسرے جمعہ کو ختم ہوتا ہے یعنی اس کے کل سات دن ہیں اور اس کا ہر دن آخرت کے دن کے برابر ہے اور آخرت کا ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : وان یوماً عند ربك كالف سنة (اور تیرے رب کے ہاں اس کا ایک دن ایک ہزار سال کی طرح ہے) اور سب کو معلوم ہے کہ مہینے کا اندازہ جمعہ سے لگایا جاتا ہے اور مہینے ہی سے سال بنتا ہے اسی پر محمول ہے وہ جو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ الدنیا جمعۃ من جمع الاخرۃ (جمعہ آخرت کے جمعات سے ایک ہے" اور وہ ہفتہ کا ہوتا ہے یعنی ایک جمعہ کی مدت سات ہزار سال ہوئی اور اس کے چھ ہزار ایک سو سال

گزر گئے اب اس کے باقی چند سال ہیں اس پر ایک وقت آئے گا جس میں ایک آدمی بھی توحید والا نہ ہوگا۔

دنیا بولی آدم علیہ السلام سے:۔ مروی ہے کہ دنیا آدم علیہ السلام سے مخاطب ہوئی اور کہا اے آدم (علیہ السلام) آپ تشریف لائے لیکن کہ میرا شباب ختم ہوگیا یعنی اس وقت دنیا کا ساٹھ ہزار سال ختم ہو چکا تھا۔ یہ اجمالی ذکر ہے جو ہم نے عرض کیا اور ہمیں شک نہیں کہ اب انسان کی ساٹھ اور ستر کے درمیان گردن توڑ دی جاتی ہے۔ (یعنی موت واقع ہو جاتی ہے) اور آدم علیہ السلام جب تشریف لائے تو دنیا کی اکثر عمر ختم ہو چکی تھی اس کا باقی تھوڑا وقت رہ گیا تھا اسی پر محمول ہے وہ قول جو مشہور ہے کہ دنیا کی کل عمر ستر ہزار سال ہے (اسے اچھی طرح یاد کرلے) بہرحال قیامت لوگوں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک قریب ہے کیونکہ ہر آنے والا قریب ہوتا ہے اگرچہ اس کی مدت کتنی طویل کیوں نہ ہو تو پھر جس کی واقعی مدت قلیل ہو تو پھر اسے کیوں نہ قریب کہا جائے۔

سوال: تم نے کہا کہ قیامت لوگوں کے نزدیک ہے حالانکہ قرآن فرماتا ہے انھم یرونہ بعیدا ونراہ قریبًا (وہ اسے بعید دیکھتے ہیں ہم اسے قریب دیکھتے ہیں۔

جواب:۔ یہ بُعد بہ نسبت منکرین غافلین کے ہے اور ان کا کوئی اعتبار نہیں۔

نکتہ:۔ قیامت کو قریب کہنا مکلّف (انسان کو ڈرانا) اور اسے طاعت کے لیے برانگیختہ کرنا ہے اور اسے متنبہ کرنا ہے کہ قیامت اُمور کونیہ میں سے اہل سمٰوٰت و ارض کے لیے ایک عظیم امر ہے۔

مسئلہ:۔ قیامِ قیامت کے وقت کی تعیین کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے بندوں میں سے کسی کو اس کا علم نہیں[1]۔ کیونکہ بہتری اسی میں ہے کہ انھیں اس کا علم نہ ہو اسی مصلحت کے تحت ہر نبی (علیہ السلام) نے اپنی اُمت کو دجال سے ڈرایا۔

حدیث:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے تیس[30] کذاب (دجال) آئیں گے ان سے بچ کر رہنا الخ

فائدہ:۔ کذابین سے دجاجلہ (دجال کی جمع) مراد ہیں یعنی گمراہ سربراہ۔

فائدہ:۔ فقیر (صاحب رُوح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ ہر نبی علیہ السلام نے اپنی اُمت کو دجال جیسے گمراہوں سے ڈرایا ہے کیونکہ اس جیسے دجال سے کوئی زمانہ خالی نہیں گزرا اور نہ ان

---

[1] بندوں سے ہم عوام مراد ہیں خواص بالخصوص امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے اور ان کے طفیل بعض کاملین اولیاء کرام کو بھی۔

سب کو یقین تھا کہ قیامت قائم ہو گی حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظہور اور آپ کی ختم الامم کے بعد یہ بھی علم تھا کہ دجال اعور (بھینگا) کذاب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کے بعد آئے گا بلکہ سب کو معلوم ہے کہ یہ معین دجال ۲۰۰ھ کے بعد آئے گا۔ (واللہ اعلم)

فائدہ:۔ ہر کذاب جو قیامت سے پہلے آئے گا تو اس سے مراد دجال کے مقدمات مراد ہیں خواہ وہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت مقدسہ سے پہلے ہو یا بعد کو (لیکن وہ خاص معین دجال قرب قیامت میں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول از آسمان سے پہلے آئے گا اس کا بھی علم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے جیسے ہر وہ اہل صدق جو قیامت سے پہلے ہوں گے وہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کے مقدمات سے ہیں۔

وانشق القمر:۔ اور چاند چر گیا۔

حل لغات:۔ الانشقاق بمعنی شگافتہ شدن چر جانا۔

ردِ مودودی و نیچری:۔ صیغہ ماضی دلالت کرتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں چاند چر چکا اس پر حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت بھی دال ہے حالانکہ اس کے قریب ہونے کے آیات میں سے ہے کہ بیشک چاند چر گیا۔

حکایت:۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مدائن میں تقریر کی اور اس میں فرمایا کہ:۔

الا ان الساعة قد اقتربت وان القمر قد انشق علی عهد نبیکم۔

(روح البیان ص ۲۶۳ ج ۹)

"خبردار قیامت قریب ہو گئی چاند پھٹ گیا اور یہ حضور علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں پھٹا تھا۔"

تعارف حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ:۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا راز دان ہونے کا شرف حاصل تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دان تھے ایسے ہی حضرت حذیفہ۔ یہی عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول ہے ایسے ہی آنے والے تمام اہل حق کا ایسے ہی جملہ مفسرین کرام نے اسی آیت کی تفسیر میں کہا ہے اب اس کا کیا اعتبار جو کہتا ہے کہ انه سینشق یوم القیامة۔ کہ وہ قیامت میں ہو گا جیسے آیت اذا السماء انشقت میں مراد ہے

کہ آسمان پھٹ نہیں گیا بلکہ قیامت میں پھٹے گا۔

مخالفین نے کہا: شق القمر کے منکرین نے انشق القمر میں صیغہ ماضی کا یہ جواب دیا کہ صیغۂ ماضی تحقیق الامر کے لیے ہے (جیسے علم معانی کا قاعدہ ہے)۔

جواب از اہلسنت

۱۔ ہم منکرین کے جواب میں کہتے ہیں کہ شق القمر دو دفعہ ہوا۔

(۱) حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں جو دلیل تھی اس امر کی قیامت قریب ہے۔

(۲) قیامت میں جب آسمان پھٹیں گے۔

۲۔ امام ابن الحجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتح الباری میں لکھا کہ شق القمر اور حنین الجذع (کھجور کے خشک تنہ کا رونا) ایسی احادیث ہیں جن کی نقل متفیض ہے جو قطعی (یقین) کا فائدہ بخشتی ہیں لیکن یہ ان کے ہاں قابل قبول ہوگا جو طرق الحدیث سے آگاہ ہوگا (جو مودودی اور نیچری مذہب والوں اور دورِ حاضرہ کے پروفیسروں۔ ڈاکٹروں کی طرح چند اُردو۔ انگریزی کتابوں کے مطالعہ کے بعد انکار کر دے تو وہ مجبور ہے)۔ اویسی غفرلہٗ۔

۳۔ الطیبی نے فرمایا کہ ابو اسحاق نجاج نے بیس سے ایک کم احادیث اپنی تفسیر میں ایسی باسند روایات نقل فرمائی ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شق القمر ثابت ہے۔

۴۔ حضرت سید شریف رحمۃ اللہ علیہ کی شرح المواقف میں ہے کہ:

هذا متواتر رواه جمع كثير من الصحابة كابن مسعود وغيره (روح البیان ص ۲۶۳ ج ۹)

یہ متواتر ہے اسے صحابہ کی بہت بڑی جماعت نے روایت کیا جیسے ابن مسعود وغیرہ (رضی اللہ عنہم)

فائدہ: حضرت سعدی المفتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث من كذب علىّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار کو محدثین نے متواتر نہیں مانا حالانکہ اسے ساٹھ راویوں نے یا ان سے اکثر نے روایت کیا ہے اور یہ راوی بھی صحابی ہیں اور ان میں دس روایات تو متواتر ہیں تو پھر یہ روایت شق القمر کیسے متواتر ہو سکتی ہے۔

۴۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ ابن الصلاح اور ان کے متبعین نے فرمایا کہ من کذب علی الخ متواتر ہے۔

اصول الحدیث: ہاں اسے متواتر نہ کہنا اس معنی پر ہے کہ بعض وہ روایات جو ایک جماعت نے روایت کیا جمع کثیر نہ ہوں اگر ہوں تو اس میں وہ شرائط نہ ہوں جو متواتر کے لیے

(میں اویسی غفرلہٗ کہتا ہے کہ حدیث شق القمر کو متواتر نہ ماننا روایت الفاظ کے اعتبار سے ہے ورنہ معناً تو لازماً متواتر ہے تحقیق حاشیہ میں ہے)۔

شق القمر کا واقعہ:۔ امام زاہدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک رات ابو جہل اور چند یہودی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ابو جہل نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں کوئی معجزہ دکھایئے ورنہ تمہارا سر تلوار سے قلم کر لیں گے (معاذ اللہ) آپ نے فرمایا تو چاہتا کیا ہے ابو جہل نے دائیں بائیں دیکھ کر سوچا کہ کیا عرض کر دوں کوئی ایسا معجزہ طلب کروں جو بالکل مشکل ہو یہودیوں نے کہا وہ چونکہ ساحر ہیں اسی لیے انہیں کہو کہ وہ چاند دو ٹکڑے کر دیں کیونکہ جادو صرف زمین پر ہو سکتا ہے اور جادوگر آسمان میں تصرف نہیں کر سکتا۔ ابو جہل نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) چاند چیر دے۔ آپ نے چاند کی طرف شہادت کی انگلی اٹھائی اور اشارہ فرمایا تو چاند چر گیا یعنی دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا دوسرا دوسری جگہ پر چلا گیا پھر ابو جہل نے کہا آپ اسے فرمایئے کہ آپس میں مل جائے آپ نے اشارہ فرمایا تو وہ دونوں ٹکڑے آپس میں مل گئے۔

حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

ماہ را انگشت رو بشگافتہ
مہر از فرمانش از پس تافتہ

ترجمہ:۔ چاند آپ کی انگلی مبارک سے نہیں پھٹا بلکہ آپ کے حکم سے سورج بھی واپس لوٹ آیا۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

پس قمر کہ امر بشنید و شتافت
پس دو نیمہ گشت بر چرخ و شگافت

ترجمہ:۔ پھر چاند نے آپ کا حکم سنا تو دوڑا آسمان پر ہی دو ٹکڑے ہو کر دربار عالی میں حاضر ہوا۔

حضرت جامی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

چو مہ را بر سر تیرا اشارت
ز راز سبابہ معجز بشارت
دو نون شد میم در حلقہ ماہ
جہل را ساخت او شصت از دو پنجاہ
بلے چوں داشت دستش بر قلم پشت
رقم زد خط شق بر مہ بر انگشت

ترجمہ (۱) جب چاند کو تیرا اشارہ مارا انگلی مبارک جو معجزہ کی بشارت دالی ہے۔
(۲) دونون ہوئے میم حلقۂ چاند میں۔ چالیس کو آپ کے ساٹھ بنایا دو پنجاہ سے۔
(۳) لیکن چونکہ آپ قلم سے ہاتھ کو پشت دی تو اُنگلی پر اُنگلی ماری تو وہ چر گیا۔

یہودی مسلمان ہو گیا:- حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شق القمر کا معجزہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا لیکن ابو جہل نے کہا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہماری آنکھوں پر جادو کر کے ہمیں چاند دو ٹکڑے کر دکھایا۔

چاند دو ٹکڑے:- بعض مفسرین نے فرمایا کہ قریش کے بعض رؤسا (لیڈر) چودھویں شب کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی آپ چاند دو ٹکڑے کر دیں ہم آپ پر ایمان لائیں گے۔ اگر آپ سچے ہیں تو کر دکھائیں۔ آپ نے چاند کی طرف اُنگلی کا اشارہ کیا اور حکم فرمایا کہ چاند دو ٹکڑے ہو جا چنانچہ وہ دو حصوں پر منقسم ہو گیا ایک حصہ اپنی جگہ سے چلا گیا ایک حصہ اپنی جگہ پر رہ گیا۔

فائدہ:- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حرا کو چاند کے دو حصوں کے درمیان دیکھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ چاند کے دونوں حصے اپنی جگہ سے چلے گئے۔

فائدہ:- بعض نے کہا کہ ایک حصہ مشرق کو گیا دوسرا مغرب کو اس پر تھوڑی دیر کے لیے زمین پر تاریکی چھا گئی اس کے بعد دونوں مل کر آسمان پر طلوع ہوئے جیسے پہلے تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اشہدوا۔ اشہدوا۔ گواہ ہو جاؤ۔ گواہ ہو جاؤ۔ یہ منظر دیکھ کر کفارِ قریش نے کہا سحر کمہ ابن ابی کبشہ۔ ابن ابی کبشہ نے تم پر جادو کیا۔

سارا جہان گواہ:- بعض کفار نے کہا کہ اگر (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم پر جادو کیا ہے تو کیا سارے جہان پر جادو کیا ہے روئے زمین سے آنے والوں سے پوچھئے چنانچہ اطراف سے آنے والوں سے سوال ہوا تو سب نے گواہی دی کہ فلاں وقت میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا اور ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا۔

تردید وہمیوں کی:- اس سے ثابت ہوا کہ چاند کا دو ٹکڑے ہونا صرف اہلِ مکہ کے ساتھ نہ تھا بلکہ یہ منظر جملہ اہلِ آفاق نے دیکھا اس سے اوہام پرستوں کا رد ہو گیا اور ان کے اوہام اور تردید ملاحظہ ہو۔

بعض ملحدوں نے کہا کہ چاند پھٹ جاتا تو اسے جملہ اہلِ ارض دیکھتے لیکن جملہ اہل الارض کی

شہادت کی تصریح کہیں نہیں اس کا اصلی جواب اُوپر مذکور ہوا لیکن ملحدوں کو جوابات (ذیل) دینا صحیح نہیں مثلاً کہنا کہ چونکہ ایک جماعت (کفار) نے شق القمر کا سوال کیا فلھذا صرف ان کو نظارہ دکھایا گیا (یہ جواب صحیح نہیں اس لیے کہ شق القمر محدود منظر نہ تھا بلکہ ہمہ گیر تھا)۔ اور مثلاً کہنا کہ چانداس وقت ایسی منازل میں تھا کہ بعض مقامات پر نظر آتا تھا اور بعض میں نہیں اسی لیے اگر دوسرے مقامات والوں کو نظر نہ آیا ہو تو حرج کیا ہے جب مقصد صرف سائلین کو منظر دکھانا سو وہ دکھایا گیا (یہ جواب بھی صحیح نہیں کیونکہ یہ منظر عام تھا اگرچہ منازل (مطالع) مختلف تھے تو کیا ہوا) اور مثلاً یہ کہنا کہ چونکہ یہ منظر رات کے وقت دکھایا اور ایسے وقت میں جب رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا اور بڑے بڑے لوگ اُس وقت نیند میں تھے[1] (یہ جواب صحیح نہیں کیونکہ رات کا وقت کافی گزر جانے سے کب لازم آتا ہے کہ منظر عام نہ ہو اور یہ کب لازم آتا ہے کہ اس وقت تمام لوگ سو رہے ہوں ان میں بعض بیدار ہوتے ہیں بعض نیند میں)۔

فائدہ :۔ الاسئلہ الافحمہ میں ممکن ہے اس رات بعض مقامات پہ بادل یا گرد و غبار اور آندھی شدید ہو جس کی وجہ سے بعض کو یہ منظر نظر آیا اور بعض کو نہیں (لیکن تھا منظر عام) ہاں یوں کہا جائے کہ کہ اگر شق القمر کا منظر تھا تو عام لیکن اس کی خبریں جملہ آفاق سے متواتر منقول نہیں اور نہ ہی اس خبر میں عرب و عجم جملہ آفاقی لوگ متفق ہو سکے قریبی اور بعیدی دیکھنے والوں سب کا اتفاق منقول نہیں اسی لیے اس میں اختلاف ہوا جیسے معراج کے واقعہ میں اختلاف ہوا تھا۔ اور یہ اختلاف اسی طرح کا ہے جیسے شب معراج رؤیت باری تعالیٰ کے متعلق اختلاف ہے۔ اسی طرف امام سبکی قدس سرہٗ نے اپنے قصیدہ تائیہ میں اشارہ فرمایا ؎

وبدا الدجی انشق نصفین عندنا
ارادت قریش منك اظہار آیۃ

ترجمہ :۔ چودھویں کا چاند ہمارے نزدیک دو حصے ہوا اس لیے کہ آپ سے قریش نے اظہار معجزہ چاہا۔

اور صاحب القصیدہ البردہ قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

اقسمت بالقمر المنشق ان لہ
من قلبہ نسبۃ مبرورۃ القسم

ترجمہ :۔ ٹوٹے چاند کو میں نے قسم کھا کر کہا کہ میرے قلب کو بھی تیرے ساتھ نسبت ہے (اور اس قسم کی تصدیق میرا قلب ہے)۔

---

[1] انسان العیون ۱۲

اور صاحب الہمزیہ قدس سرہ نے فرمایا ہے

شق عن صدرہ و شق لہ البدر

و من شرط کل شرط جزاء

ترجمہ: آپ کا سینہ شق ہوا اور چودھویں رات کا چہرہ دونیم ہوا یہ ہر شرط کی جزاء کے قبیل سے ہے۔

شرح: یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شق صدر ہوا تو آپ کی خاطر چودھویں شب کا چاند پھٹا وہ اس لیے کہ ہر شرط کی جزاء ہوتی ہے کیونکہ جب آپ کا شق صدر ہوا تو گویا اُس کی جزاء ملی کہ آپ کی خاطر چاند دونیم ہوا جو بظاہر ایک بڑا ہے اور یہ آپ کے بڑے معجزات سے ہے بلکہ قرآن کے بعد یہی بڑا معجزہ۔ جیسے حضرت صائب قدس سرہٗ نے فرمایا ہے

ہر محنتے مقدمۂ راحتے بود

شد ہم زباں حق چو زباں کلیم سوخت

ترجمہ: ہر محنت راحت کی مقدمہ ہے وہ رب تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہوئے جب ان کی زبان انگارے سے جلی۔

کلیم و حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ میں فرق: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا مبارک نے دریا چیر دیا لیکن حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قمر چیر دیا۔ سب کو معلوم ہے کہ دریا چیر دینا اتنا تعجب خیز امر نہیں کیونکہ دریا انسان کی سواری ہے اور وہ ملموس (ہاتھ وغیرہ لگایا ہوا) ہے کہ وہاں انسان کا ہاتھ پہنچ سکتا ہے اور انسان قصداً اپنا اثر ڈال سکتا ہے لیکن تعجب خیز امر یہ ہے کہ چاند چیر دیا جائے جس کی حقیقت تک (تاہنوز) انسان کی دریافت عاجز ہے اور وہاں انس و جن کا ہاتھ پہنچنا مشکل امر ہے۔

شق الصدر کا قصہ: بی بی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (وہ حلیمہ جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہیں (رضی اللہ عنہا) یہ بنو سعد بن بکر کی بنات سے تھیں اپنی اولاد و ازواج سمیت بعثت کے بعد مسلمان ہو گئیں تھیں ایک دن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے چلے اُس وقت آپ کی پانچ سال عمر مبارک تھی جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے جب دوپہر ہوئی بی بی حلیمہ خود فرماتی ہیں کہ میرا بیٹا دوڑتا ہوا آیا درانحالیکہ وہ پسینہ سے عبور تھا۔ روتا ہوا کہتا تھا اے اماں اے ابا مدد کو پہنچو۔ ہمارے قریشی بھائی کو پہنچو تو جب اسے ملو گے تو اسے مردہ پاؤ گے میں نے کہا

بیٹے کیا بات ہے کہا کہ ہم بکریوں کے ریوڑ میں دوڑتے کھیلتے جا رہے تھے کہ اچانک اسے ایک نوجوان نے اُچک لیا اور اسے پہاڑ کی چوٹی پر لے گیا اور ناف تک اس کا سینہ چیر دیا ہیں تو وہ مقتول محسوس ہوا بی بی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں اور میرا شوہر دوڑ کر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تو دیکھا آپ بیٹھ کر آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں جیسے کسی کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھتا ہے اور ساتھ ہی تبسم فرما رہے ہیں میں نے آپ کو گلے لگایا اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا میری جان قربان آپ کو کیا پیش آیا فرمایا امی خیر ہے گھبراؤ مت۔ دراصل بات یہ ہے کہ میں اور میرا بھائی حمزہ یہاں کھڑے کھیل رہے تھے کہ اچانک دو جوان آئے جن پر سفید کپڑے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ دو سفید پرندے تھے گویا وہ گدھ ہیں۔ ایک روایت میں ہے گویا وہ کرکی (پرندہ) ہیں ان سے دو فرشتے سیدنا جبریل و سیدنا میکائیل علیہما السلام تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ تین فرشتے یعنی حضرت جبرائیل و حضرت میکائیل و حضرت اسرافیل (علی نبینا و علیہم السلام) تھے۔

نکتہ:۔ جبرائیل علیہ السلام تو اس لیے کہ آپ ملک الوحی ہیں جو حیات القلوب ہے اور میکائیل علیہ السلام اسی لیے کہ آپ ملک الرزق ہیں جو حیات الاجساد ہے اور اسرافیل علیہ السلام جو مطلقاً مظہر الحیات ہیں۔

بقایا واقعہ:۔ جب وہ فرشتے آئے تو ان کے ایک ہاتھ میں چاندی کا لوٹا اور دوسرے ہاتھ میں زمرد اخضر کا تھال جو برف سے بھرا ہوا تھا۔

فائدہ:۔ یہاں ثلج الیقین (یقین کی ثلج) (برف) مراد ہے مجھے میرے ساتھیوں کے درمیان سے اُٹھا لیا اور پہاڑ کی چوٹی پر لے گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ وادی کے کنارے پر لے گئے اور ایک نے مجھے نہایت آرام سے لٹا کر سینہ چاک کیا اور یہ منظر میں آنکھوں سے دیکھتا رہا لیکن اس سے مجھے اس کا احساس نہ ہوا اور نہ ہی درد ہوا پھر اس نے میرا شکم اطہر میں ہاتھ ڈال کر آنتیں مبارک نکالیں انھیں برف سے دھویا اور خوب دھو یا دھو کر ڈال کر آنتیں مبارک نکالیں انہیں برف سے دھو اس نے پہلے سے کہا ہٹ جا۔ اب میں برف سے وہ کرتا ہوں جو میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اس نے مجھے اپنے قریب کر کے میرے شکم اطہر میں ہاتھ ڈال کر میری قلب اطہر نکالی اور اسے دو ٹکڑے کر دیا اس میں سے ایک سیاہ لوتھڑا نکال کر پھینکا اور کہا **ھذا الشیطان** یہ شیطان کا حصہ تھا یعنی اس کے وسوسہ ڈالنے کا مرکز یعنی وہ جگہ جہاں وہ باتیں القا کرتا جو آپ کی شان کے لائق نہ تھیں۔

سوال:۔ ایسی غلیظ شے نبی علیہ السلام میں توبہ توبہ۔
جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامل بشر پیدا فرمایا تو اس میں یہ مقام بھی تھا جو شیطانی القاء کا مرکز تھا جسے آپ کے قلب اطہر سے ہٹایا (اگر آپ میں وہ ٹکڑا نہ ہوتا تو آپ ناقص بشر ہوتے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نقص اور کمی سے پاک اور منزہ ہیں)۔
فائدہ:۔ ایسے ہی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وارثین کاملین (اولیاء) کے دل سے اسی مرکز شیطانی کو جلی ہوئی سیاہ قے کے ذریعے سے باہر پھینکا جاتا ہے جو کہ وہ نور توحید کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے۔
قاعدہ:۔ شے کے وجود سے ضروری نہیں کہ اس کے نتیجے کا بالفعل صدور بھی ہو اگر حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں وہ شیطانی مرکز تھا تو ضروری نہیں کہ آپ سے بالفعل شیطانی القاء کا صدور بھی ہوا ہو۔
سوال:۔ اگر کوئی سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مرکز (جو القائے شیطانی کے قابل ہے) پیدا ہی کیوں کیا جبکہ آپ کی ذات مقدسہ انتہائی منزہ و مقدس تھی اور پھر اس کا پیدا کرنا ممکن بھی تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کون سا امر ناممکن ہے۔
جواب:۔ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے کامل انسان پیدا فرمایا اور یہ لوتھڑا بھی منجملہ اجزائے انسان میں سے تھا اسے پیدا کر کے تخلیق انسانی کی تکمیل ہوئی اس کے بعد نکال لیا گیا اس میں آپ کی تعظیم و تکریم ہوئی۔ اگر آپ میں وہ لوتھڑا نہ ہوتا تو ایک طرف آپ کے اجزائے انسانی میں نقص ہوتا اور اللہ تعالیٰ کو آپ میں کوئی نقص و عیب گوارہ نہیں اور پھر اسے نکالا نہ جاتا تو آپ کی تکریم و عظمت شان کا اظہار نہ ہوتا۔
سوال:۔ مشہور روایات میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختون پیدا ہوئے اور ختنہ کے ٹکڑا کا نہ ہونا بھی تو اجزائے انسانی کی کمی کا موجب ہے لیکن وہ تو عظمت شان سمجھا گیا اور اس کے نہ ہونے میں بھی یہی عظمت و کرامت کا ظہور ہوتا۔
جواب:۔ ختنہ کے ٹکڑے کے ہونے میں کاٹتے وقت ستر کھولنا ضروری تھا اور یہ عیب دیگر کے علاوہ تنزہات نبوت کے خلاف تھا اور آپ کو بھی ستر کا کھلنا سخت ناگوار تھا (جیسے کعبہ کی تعمیر کے قصہ سے عیاں ہے) اور سب کو معلوم ہے کہ ختنہ کا ٹکڑا کا نہ ہونا عظمت شان سمجھا جاتا ہے۔
(اور شیطانی ٹکڑا پیدا کرنا اضافہ حسن و کمال ہے جیسے ناخنوں کا ہونا پھر انہیں کاٹنا حسن میں اضافہ

کا موجب ہے اگر وہ پیدائشی نہ ہوں تو عیب ہے ایسے ہی حظ شیطان کو سمجھئے)۔

بقایا قصہ: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر میری آستین مبارک کو اس شے سے پُر کیا جو اس کے پاس تھی یعنی حکمت و ایمان کا (نور) اس کے بعد میری آستین پاک اپنے مقام میں رکھ کر ایسے نور کی مہر لگائی کہ جو دیکھنے والوں کو حیران کر رہی تھی۔ ایک روایت یہں ہے کہ ایک فرشتہ میری طرف متوجہ ہُوا اس کے ہاتھ میں مہر تھی جس میں نور کا شعاع تھا اسے میرے دو کاندھوں مبارک اور پستان اقدس کے درمیان رکھا۔

سوال: ایک مہر کی بات مشہور ہے تم ایک اور مہر کہاں سے نکال لی۔

جواب: مہر کے تعدد کو کیا شے مانع ہے یہ قلب کی مہر تھی جو سینہ اقدس اور کاندھوں کے درمیان کی حفاظت کے لیے رکھی گئی اس میں آپ کی حفاظت میں مبالغہ ہے عقلاً بھی اس مہر کا ہونا ممکن ہے اس لیے کہ سینہ مبارک قلب کا قریبی برتن ہے اور جسم مبارک اس کا بعیدی برتن ہے (اور فرق ظاہر ہے)

نکتہ: مہر کو دو کاندھوں کے درمیان میں رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ یہی جگہ بہ نسبت دیگر جسم کے قلب کو قریب تر ہے علاوہ ازیں یہی ابلیس کی سونڈ کی جگہ ہے کیونکہ دشمن ہمیشہ گھر میں پیچھے کے حصے سے داخل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ سنگی اسی جگہ پر لگائی جاتی ہے۔

فائدہ: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسی مہر کی ٹھنڈک میں عروق (رگوں) اور مفاصل (جوڑوں میں) محسوس کرتا ہوں۔

تیسرے فرشتے کی کارروائی: تیسرا فرشتہ اُٹھا اُس نے دونوں کو ہٹا کر اللہ تعالیٰ کا وعدہ مکمل فرمایا اس نے مجھے اپنے قریب لاکر میرے سینے کے چرنے کی جگہ سے تا آخر اپنا ہاتھ پھیرا اور چرے ہوئے مقام کو مکمل طور پر جوڑ دیا اور یہ سارا منظر میں نے آنکھوں سے دیکھا۔

فائدہ: سینوں میں چیر کا نشان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دیکھا ایسے معلوم ہوتا جیسے سینہ مبارک کو سوئی سے سی دیا گیا ہو جو دراصل حضرت جبریل علیہ السلام (تیسرے فرشتے) کے ہاتھ پھیرنے کا نشان تھا پھر مجھے اُنھوں نے آرام سے زمین پر لٹا دیا۔

نبی علیہ السلام کا وزن مبارک: پھر ملائکہ میں سے پہلے (جس نے میرا سینہ چیرا تھا) کہا کہ انھیں تولو آپ کی اُمت میں سے دس آدمیوں سے مجھے وزن کیا گیا تو میں ان سے بڑھ گیا پھر کہا بیس آدمیوں کے ساتھ تولو میں ان کے ساتھ تولا گیا تو میں ان

سے بڑھ گیا پھر کہا سو آدمیوں سے تولو۔ تو بھی میں بڑھ گیا۔ پھر کہا ایک ہزار سے تولو تب بھی میں بڑھ گیا کہا کہ چھوڑ دو۔ اگر تمام اُمت سے تولا جائے تو بھی بڑھ جائیں گے۔

صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ کا پر ذوق بیان: فقیر (صاحب رُوح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتا ہے کہ اس وزن میں بڑھ جانے کا اشارہ ہے کہ آپ موجودات کے جیسے مجموعی طور افضل ہیں ایسے ہی ان کے ہر ہر فرد سے یہ جو کسی نے کہا (ہوگا) کہ آپ مجموعی طور تو افضل ہیں لیکن ہر فرد سے علیحدہ علیحدہ میں یا نہیں اس میں توقف ہے لیکن اس تفضیل میں توقف کرنے والا حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی سے اپنی جہالت کا ثبوت دے رہا ہے[1] ایسا شخص اس لیے جاہل ہے کہ اسے معلوم نہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجموعہ اسماء الٰہیہ کی احدیت اور برزخیت ہیں (اچھی طرح سمجھ لے ورنہ وہابی ہو جاؤ گے)۔ اویسی غفرلہ۔

ملائکہ کرام محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ثم انکبوا علیّ و قبلوا راسی وعینی وقالوا یا حبیباہ انك لو تدری

ما یراد بك من الخیر قرت عیناك (روح البیان)

ترجمہ: انھوں نے لوٹایا اور سر آنکھوں کو چوم کر عرض کی اے محبوب آپ کو علم ہوتا تو اس میں کتنا خیر و برکت ہے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔

تبصرہ اُویسی غفرلہ: ملائکہ کرام نے اپنے علم کے مطابق کہا ورنہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی مراد سے آگاہ نہ تھے (حاشا و کلاّ)

بقایا قصہ: حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملائکہ کرام مجھے یہاں چھوڑ کر اُڑتے ہوئے آسمانوں کی طرف چلے گئے جنہیں میں ابھی آنکھ کھول کر دیکھ رہا تھا اور آسمانوں کے جس مقام میں داخل ہوتے ہیں اگر آپ (حلیمہ رضی اللہ عنہا) چاہیں تو دکھا دوں[2]

---

[1] اگر یہی بات امام اہلسنت فاضل بریلوی شاہ احمد رضا قدس سرہ فرمائیں تو لوگ چڑتے ہیں حالانکہ وہ چڑتے ہیں جو اس قسم کے جاہل ہیں نہیں صاحب روح البیان قدس سرہ جاہل لکھ رہے ہیں (اویسی غفرلہ)

[2] جو لوگ سمجھتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے پہلے بے خبر تھے یہ ان کی جہالت بلکہ سفاہت

شق صدر کتنی بار ہوا؟ :۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شق صدر بار بار با تکرار ہوا :۔ (۱) حظ الشیطان کے اخراج کے لیے (جیسے اُوپر مذکور ہوا) کیونکہ وہ ٹکڑا آپ کے جسم اطہر میں رہنے کے لائق نہ تھا ۔

(۲) وحی کے ابتدا میں تاکہ آپ (کی بشریت) وحی کے بوجھ اُٹھانے کے لائق ہو سکے ۔

(۳) معراج کی شب تاکہ آپ (کی بشریت) اسرار و رموز کی حامل ہو سکے ۔

فائدہ :۔ شرح صدر میں اور وہ بھی بار بار اس لیے تھا کہ آپ کے باطن کی تقویت میں مزید اضافہ ہو ۔

فائدہ :۔ یہی شرح معنوی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاملین اُمت کے لیے بھی ہے اور حصول فیض الٰہی کے حصول کے لیے یہ ضروری اور نہایت ضروری ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے لیے آسان فرمائے) ۔

شق القمر کا بقایا :۔ یہاں ایک بات سمجھنا ضروری ہے بعض نے کہا کہ شق القمر وضوح الامر سے مجاز ہے یعنی شق القمر کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے لیے جملہ اُمور واضح ہوئے ۔ مثنوی شریف کے شعر ذیل کو اس پر محمول کیا جائے تو بعید نہیں ؎

سایہ خواب آرد ترا ہمچوں سمر
چوں بر آید شمس شق القمر

ترجمہ :۔ سایہ تجھے نیند میں لاتا ہے درخت کی طرح ۔ جب سورج نمودار ہوتا ہے تو چاند چھپ جاتا ہے ۔

شرح :۔ یعنی امر واضح اور ظاہر ہو گیا وہ یوں کہ قیامت کے قریب ہونے پر مخفی امر منکشف ہو جائے گا اور چھپی بات کھل کر سامنے آجائے گی اور حق و باطل ہر وجہ سے کھل جائیں گے ۔

حدیث شرح :۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب زمانہ قیامت قریب ہو جائے گا تو مومن کا (تقریباً) ہر خواب جھوٹا نہ ہوگا ۔ خلاصہ یہ کہ آخری زمانہ (قرب قیامت) میں ہر امر واضح اور حقیقت کا ظہور ہو جائے گا ۔

نکتہ :۔ یہی وجہ ہے کہ آخری دور کے سالک کے سامنے تھوڑے سے عرصہ میں وہ اُمور منکشف ہو جائیں گے جو اُمم سابقہ میں مدتوں ظاہر نہیں ہو سکتے تھے ۔

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۹۰ کا :۔

ہے یا تو وہ ایسے واقعات اور صحیح روایات کا انکار کر کے منکرین حدیث ہونے کا اعلان کریں ورنہ ہم تو پہلے سمجھ چکے ہیں کہ وہی پرانے شکاری (یہودی) ہیں جن کے جال ہیں نئے نئے ۔ (اویسی غفرلہ)

نکتہ: مذکور کی دلیل) اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے بارے میں فرمایا یوم تبلی السرائر۔ اس دن کے راز تو جب وہ زمانہ قریب ہو گا تو وہ بھی یوم قیامت کے حکم میں ہو گا اسی لیے اُمور زیادہ کشوف اور پوشیدہ باتیں زیادہ ظاہر ہوں گے۔

نثار تیری چہل پہل پہ ہزاروں عیدیں: حضرت البقلی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا ارواح انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین اور اولیاء عارفین اور جملہ صالحین کو جمال الٰہی اور وصال ربانی اور جوار رحمانی نصیب ہو گا لیکن اُس وقت محبوب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دنیا میں تشریف لائیں گے جب آپ تشریف لائے تو اس پر کفار و مشرکین کو شک ہوا کہ کیا یہ وہی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت کی صداقت پر شق القمر کا معجزہ ظاہر فرمایا تاکہ انہیں معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ کریمہ ہے کہ وہ قیامت لائے گا کہ جس میں آیاتِ الٰہی اور اس کی صفات و ذات کے آیات کے عزائب کا ظہور و صدور ہو گا۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ ساعت یعنی قیامت دو ہیں:

(۱) کبریٰ۔ یہ عام ہے یعنی جملہ مخلوق کے لیے ہے اسی کے لیے فرمایا کہ قیامت قریب ہو گئی۔

(۲) صغریٰ۔ اور یہ خاص سالکین الی اللہ کے لیے ہے کہ ان سے اوصافِ بشریہ اور علائق طبعیہ کا رفع ہو گا اور خاص ہے سائرین فی اللہ کے لیے جنہیں اوصاف الٰہیہ و اخلاق ربانیہ سے نوازا جائے گا اور خاص ہے راجعین من الحق الی الخلق کے جنہیں فنائے خلقانی کے بعد بقاء حقانی اور مقام فرق کے بعد مقام حق نصیب ہو گا۔

قیامت ہر وقت قائم ہے: یہ قیامت صغریٰ ان کے اہل کے لیے ہر وقت اور ہر آن قائم ہے اللہ تعالیٰ کی ایک تجلی جلالی ہے جو فناء کرتی ہے پھر دوسری تجلی جمالی اُٹھتی ہے تو وہ بقاء بخشی ہے اسی طرف حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

من مات فقد قامت قیامتہ

جو مرتا ہے اُس کے لیے قیامت قائم ہو جاتی ہے۔

انشق القمر یعنی قلب سالک کا قمر پھٹ گیا نفس مظلمہ کی تاریکیوں سے غلبہ نور شمس فلک الروح کی وجہ سے بہرحال ایسی قیامت قائم ہوئی اس قلب پر جو حی منور ہے ساتھ نور الٰہی کے ورنہ وہ قیامت عام تو واقع ہو گی جب موت آئے گی پھر حشر و نشر ہو گا اچھی طرح سمجھ لے اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جو ایسی بات پر

تعجب کرتے اور ہنستے اور روتے ہیں۔
(اللہ تعالیٰ توفیق اور مدد دینے والا ہے)

تفسیر عالمانہ:۔ وان یروا۔ اور اگر وہ قریش دیکھیں (آیۃ) اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے کوئی آیت جو اس کی قدرت اور حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صدق نبوت پر دلالت کرتی ہے جیسے شق القمر اور اس جیسے اور معجزات۔

فائدہ:۔ وہ امر جو انبیاء علیہم السلام (خرقاً للعادۃ) لائیں۔ اسے معجزہ اس لیے کہا جاتا ہے (کہ معجزہ کا معنیٰ عاجز کرنے والا) چونکہ مخلوق اس جیسا امر لانے سے عاجز ہے۔ اسی لیے اس نام سے موسوم ہوا۔

یعرضوا۔ اس میں تامل (غور و فکر) سے روگردانی کرتے ہیں کہ اس کی حقیقت اور اس کی طبقاتی بلندی کو سمجھ کر ایمان لاتے (لیکن نہیں معجزات میں غور و فکر کا نام تک نہ لیا)

ویقولوا۔ اور کہتے ہیں یہ تو سحر مستمر دائمی جادو ہے ایسے ہی ایسے لوگوں سے جاری ہوتا رہتا ہے اور (حضرت) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اسی دستور کے مطابق جادو کر رہے ہیں جیسے دوسرے جادوگر جادو کیا کرتے ہیں (معاذ اللہ)

حل لغات:۔ استمرار بمعنی اطراد ہے کہا جاتا ہے اطرد الشئ بمعنی اتبع بعضہ بعضا وجری اس کا بعض بعض کے پیچھے آیا اور جاری ہوا۔

فائدہ:۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کے قبل بھی کئی معجزات مسلسل دیکھے تھے اسی لیے تو تسخیر کے بعد مستمر کہا (تردید المنکرین) اس سے ثابت ہوا کہ شق القمر واقع ہوا نہ یہ کہ قیامت میں واقع ہو گا (جیسے آج کل کے منکرین کہتے ہیں) اس لیے کہ اگر شق القمر دوسرے معجزات کی جنس سے نہ ہوتا تو اس مقام پر اسے ذکر کرنا مناسب نہ ہوتا نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ تمام لوگوں اور تمام شہروں میں تھا (یہ نہیں کہ صرف عرب اور وہ بھی صرف اہل مکہ کے لیے)۔ اور جس کی نگاہ پڑی اس نے اسی شب کو دو ٹکڑے دیکھا۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ یہ ایسا جادو دائمی ہے جو زمین و آسمان تک جاری و ساری ہے۔

حل لغات:۔ یہ بھی جائز ہے کہ کہا جائے کہ استمرار انہ مِرّۃ (بالکسرہ) ہے بمعنی القوہ کہا جاتا ہے امرادتہ فاستمر۔ میں نے اسے مضبوط کیا تو وہ مضبوط ہو گیا یعنی استمرار بمعنی استحکام ہے یعنی یہ جادو ایسا قوی و مستحکم ہے کہ اس کا ازالہ ناممکن ہے یا یہ ایسا قوی اور سخت ہے جو ہر جادو پر غالب ہے۔ یا مستمر بمعنی ذاھب

ہے یعنی یہ معجزہ عنقریب چلا جائے گا اور تھوڑے سے عرصہ کے بعد مٹ جائے گا یہ ان کی اپنے لیے طفلانہ تسلی اور خیالی دلاسہ تھا اس وقت مستمر مرور (جانا) سے ہوگا۔

وکذبوا۔ اور تکذیب کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ان معجزات کی جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ظاہر فرمائے۔

واتبعوا اھوائھم :۔ اور ان شہوات کے پیچھے لگے جو انہیں شیطان حق سے پھیر کر باطل کی طرف لانے کے لیے سنگار کر دکھائے حالانکہ ان کے سامنے حق ظاہر اور واضح تھا یا یہ معنیٰ ہے کہ انہوں نے اس معجزہ کی تکذیب کی جو ابھی مذکور ہوا یعنی شق القمر کی اور اپنی شہوات و خواہشات کی اتباع کی اور کہا کہ چاند پر جادو کیا گیا ہے یا چاند اپنی حالت پر ہے لیکن ہماری آنکھوں پر جادو ہوا ہے چاند کا کچھ نہیں بگڑا یا چاند گرہن ہوا ہے اور یہ جو دو ٹکڑے نظر آئے جو کوئی اور شے تھی جو آسمان کے کناروں سے ظاہر ہوتی ہے یہ ان کی باطل خواہشات اور خیالی تصورات تھے۔

بد گمانی لازم بد باطناں افتادہ است
گوشۂ از خلق جا کردم کمین پنداشتند

ترجمہ :۔ بدگمانی بد باطنوں کو چمٹتی ہے میں نے گوشۂ تنہائی کو عافیت سمجھا انہوں نے کہ یہ چھپ کر کسی پر حملہ کرنے کے لیے تنہائی میں بیٹھا ہے۔

نکتہ :۔ ماضی کے بجائے یعرضوا و یقولوا کو مستقبل میں لانے میں اشارہ ہے کہ ان کی یہ پرانی عادت ہے۔

تفسیر صوفیانہ :۔ اس میں اشارہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے محجوب اور بحر دنیا اور اس کی شہوات میں مستغرق ہیں۔ جب ان پر خاطر رحمانی میں سے مع اقبال الی اللہ و متابعت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم و ترک حب دنیا و رفع الشہوات کا کچھ ظاہر ہوتا ہے تو وہ اس خاطر رحمانی سے روگردانی کرتے ہیں بلکہ وہ اس کی بالکل نفی کر دیتے ہیں اور ہر طرح سے اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کچھ بھی بلکہ الٹا پہلے سے زائد حب دنیا و متابعت نفس و موافقت شہوات میں غرق ہو کر اس کی تکذیب کرتے ہیں۔

تعبیر خواب :۔ کسی نے خواب میں دیکھا کہ اوپر تو خرقہ فقر پہنایا گیا ہے لیکن اس کے اندر یعنی جسم پر ریشمی قمیص ہے یعنی اوپر سے فقر کا لباس اور اندر ریشمی۔ تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس کے فقر کا محض دعویٰ ہے اور ظاہر اُفتاد کا صرف پروگرام ہے اس سے اسے حقیقتاً کوئی فائدہ نہیں ہے۔

تفسیر عالمانہ :۔ وکل امر مستقر۔ اور ہر امر مستقر ہے یعنی یہ جملہ اُمور اپنی انتہا کو پہنچیں گے جو اپنے

مقصد پر قرار پکڑیں گے ان میں سے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاملہ بھی ہے کہ وہ اپنی غایت پر اس کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی اور ان کا شان بلند و بالا ہوگا۔

نکتہ:۔ مستقر کو مبہم لانے میں تنبیہ ہے کہ وہ اپنے حال کے ظہور کے لحاظ سے ایسا کامل ہے کہ جس کی تصریح کی ضرورت بھی نہیں یا یہ کہ ان کافروں کا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ مستقر ہے یعنی عنقریب ثابت اور اپنی جگہ پر قرار پکڑے گا کہ کسے دنیا میں رسوائی اور کس کی منجانب اللہ مدد ہوتی ہے کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جب شے اپنی انتہا کو پہنچتی تو ثابت ہوتی اور قرار پاتی ہے یہاں استقرار سے اس کا لازم یعنی انتہاء الی الغایت مراد ہے کیونکہ اس وقت ہی ہر شے کی حقیقت انتہاء کو پہنچ کر ظاہر کرتی ہے کہ خیر ہے شر۔ حق ہے یا باطل خواہش نفسانی ہے یا حجت قوی پھر پتہ چلتا ہے کہ حقیقی بات منکشف ہوگئی لیکن شبہات و التباسات ختم ہو گئے قاعدہ ہے کہ عواقب (انتہائی امر) پر ظاہر ہوتے ہیں

فائدہ:۔ اس میں وعید ہے مشرکوں کو اور وعدہ و بشارت ہے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اہل ایمان کو اس کی نظیر لکل نبأ مستقر و سوف تعلمون (ہر ایک کیلئے قرار گاہ ہے اور تم عنقریب جان لوگے) یعنی کوئی مدت کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو بالآخر منتہیٰ تک ضرور پہنچے گی اور اس کی حقیقت ضرور منکشف ہوگی پھر معلوم ہوگا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا۔

فائدہ:۔ عین المعانی میں ہے کہ ہر وہ وعدہ جو انہیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ اپنے وقت پر ضرور ہوگا اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں۔

تفسیر صوفیانہ:۔

اس میں اشارہ ہے کہ اَمر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے رُوح اور امرا ابی جہل سے نفس مراد ہے اور ان ہر دونوں کی انتہا و غایت ہے جہاں وہ قرار پکڑیں گے یا تو بواسطہ تخلق بالاخلاق الالٰہیہ سعادت ابدیہ نصیب ہوگی یا بسبب اتصاف بالصفات البشریہ الحیوانیہ شقاوت دائمہ حاصل ہوگی۔

تفسیر عالمانہ:۔

ولقد جاءھم۔ بخدا اُن کے ہاں آئی ہیں۔ یعنی اہل مکہ کے ہاں قرآن میں آئی ہیں۔

من الانباء۔ خبروں میں سے۔

حل لغات:۔ الانباء نبأ کی جمع ہے وہ خبر جس سے عظیم فائدہ ہو جس سے علم یقینی یا ظن غالب حاصل ہو دراصل ہر خبر کو نبأ نہیں کہا جاتا۔ تاکہ کہا جائے کہ یہ ان اخبار ثلاثہ کو متضمن ہے یعنی قرون

خالیہ و اخبار الآخرۃ اور وہ خبریں جو عذاب الکفار سے موصوف ہیں اس معنیٰ پر لام مضاف الیہ کی عوض اور مابعد سے حال ہے۔

مافیہ مزدجر۔ وہ جو اس میں عذاب دینے کی جھڑکیاں ہیں۔

فائدہ:۔ اگر الانباء سے قرون گزشتہ مراد ہیں یا وعید ہے تو الانباء سے آخرت کی خبریں مراد ہیں یا مزدجر بمعنی عذاب کی جگہ لیکن اس وقت لفظ فی تجرید یہ ہوگا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ فی نفسہ زجر و توبیخ کی جگہ ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی میں ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی نفسہ اسوہ حسنہ ہیں۔

قاعدۂ صرفیہ[1]: مزدجر میں تاء افتعال دال سے تبدیل ہوئی کیونکہ علم الصرف کا قاعدہ ہے کہ تاء افتعال سے پہلے فاء کے مقابلہ دال۔ ذال۔ زاء واقع ہو تو بوجہ مناسبت فی المخرج یا تناسب کو حاصل کرنے پر تاء ان حروف سے تبدیل ہو جاتی ہے کیونکہ تاء مہموسہ اور یہ حروف (دال۔ ذال۔ زاء) مجہورہ ہیں یعنی مزدجر در اصل مزتجر تھا اس لیے کہ یہ الزجر سے ہے تاء دال سے تبدیل ہوئی کیونکہ زاء حرف مجہور اور تاء حرف مہموس اور ذال جہر میں زاء اور مخرج میں تاء کے مناسب ہے۔

حل لغات:۔ اہل عرب کہتے ہیں کہ زجرہ و ازدجرہ بمعنی نہاہ عن السوء۔ اسے برائی سے روکا اور اسے نصیحت کی صرف فرق یہ ہے کہ افتعل ازدجر میں مبالغہ ہے اور فعل (زجر) میں نہیں۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ الزجر بمعنی آواز دے کر روکنا کہا جاتا ہے۔ "زجرتہ فانزجر" میں نے اسے روکا تو وہ رُک گیا پھر کبھی مطلقاً الطرد (روکنا) کے معنیٰ میں مستعمل ہونے لگا اور کبھی آواز کے روکنے پر اور قول باری تعالیٰ مزدجر بمعنی آثم (گناہوں) کے ارتکاب سے روکنا۔ حکمۃ بالغۃ۔ یہ بالغہ ہے یعنی اس کی غایت حکمت تک پہنچتی ہے۔ اس میں کسی قسم کا خلل اور نقصان نہیں یا یہ انذار و نہی و وعظ کی انتہا کو پہنچتی ہے یہ ما سے بدل یا مبتداء محذوف کی خبر ہے (القاموس) میں ہے کہ الحکمۃ (بالکسر) بمعنی: (۱) العدل ۲۔ العلم ۳۔ الحلم ۴۔ النبوت القرآن (المفردات) میں ہے الحکمۃ بمعنی علم وفعل میں اصابۃ الحق (حق کے عین مطابق ہونا) اللہ تعالیٰ کی طرف حکمت منسوب ہو تو معرفت الاشیاء یا انہیں نہایت مضبوطی سے پیدا کرنا اور انسان کی طرف منسوب ہو تو بمعنی معرفت الموجودات و فعل الخیرات اور جب قرآن کو حکیم سے موصوف کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ

---

[1] قواعد صرفیہ کی مزید تفصیل فقیر کی تصانیف شرح ابواب و فیاضی شرح زرادی و صرف اویسی میں دیکھئے۔

حکمت کو متضمن ہے یعنی اس میں امور علمیہ و عملیہ ہر دونوں ہیں اور حکمت منطوق بہا سے علوم شرعیہ اور الطریقہ مراد ہے اور حکمت مسکوت عنہا سے وہ اسرار الحقیقت مراد ہیں جن سے علماء الرسوم اور عوام (جتنا ان کے لائق ہے) آگاہ ہیں ایسی حکمت انہیں یا نقصان پہنچاتی ہے یا ہلاک و تباہ کر ڈالتی ہے۔

فما تغن النذر۔ تو انھیں ڈرانے والے کسی شے سے نہ بچا سکیں گے یہاں اغناء کی نفی ہے اور اس کا مفعول محذوف ہے دراصل عبارت لم تغن النذر شیئا تھا (انہیں ڈرانے والوں نے کسی شے سے نہ بچایا) یا استفہام انکاری ہے تو ما منصوب ہے اور تغن کا مفعول بہ مقدم ہے یہ دراصل ای اغناء تغنی النذر تھا یعنی جب یہ نذر کی مخالفت و تکذیب کرتے ہیں تو کون سے اغناء کے بل بوتے پر یعنی اس سے انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا جیسے دوسرے مقام پہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و ما تغنی الآیات والنذر عن قوم لا یومنون۔ اور آیات و نذر اس قوم کو کوئی فائدہ نہ دیں گے جو ایمان نہیں لاتے) النذر نذیر کی جمع ہے بمعنی المنذر ہے یا مصدر ہے بمعنی الانذار۔

تفسیر صوفیانہ: اس میں اشارہ ہے کہ قلب و روح منذر کے ڈرانے سے نفوس متمردہ کو کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ روح منذر القرآن کا اور قلب منذر الحقیقت کے مظہر

تفسیر عالمانہ: فتول۔ تو ان سے منہ پھیر لیجئے کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ انذار ان میں اثر نہ کرے گا اور نہ ہی اس سے انہیں کوئی فائدہ ہوگا۔ فاء سببیہ ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ ان سے جنگ کے حکم کے نزول تک منہ پھیر لیجئے اور ان کی سزا کا انکار فرمایئے۔

یوم یدع الداع۔ اس دن کہ پکارنے والا پکارے گا۔

حل لغات: یہ دراصل یوم یدعو الداعی واو اور یاء کے ساتھ تھا جب لفظا یدعو کی واؤ اجتماع الساکنین کی وجہ سے گری تو لکھنے میں گرا دی گئی تاکہ لفظی مناسبت بحال رہے اور الداعی کی یاء محذوف کر کے کسرہ پر (تخفیف کے طور) اکتفا کیا گیا ہے۔ بعض نے کہا الداعی میں کو تخفیفا، میں مبالغہ کے طور ہوئی (اگرچہ انتظار ساکنین نہیں لیکن)۔ ال (الف لام الدلعی والا) کو تنوین کے قائم مقام سمجھ کر یاء محذوف کردی گئی۔

قاعدہ: قاعدہ ہے جیسے یا تنوین سے التقاء ساکنین کی وجہ سے محذوف ہوتی ہے ایسے ہی اس کے قائم مقام کے وقت بھی یوم منصوب ہے بخرجون یا اذکرہ سے اور الداعی سے حضرت اسرافیل علیہ السلام مراد ہیں کہ وہ صخرہ بیت المقدس پر کھڑے ہو کر صور پھونک کر تمام مرنے

والوں کو پکاریں گے[1] اور کہیں گے ایتہا العظام العالیہ و اللحوم المتمرقہ والشعور المتفرقہ ان اللہ یامرکن ان تجتمعن لفصل القضاء (روح البیان ج ۹ ص ۲۶۹) اے پرانی ہڈیو اور متفرق گوشت کے ٹکڑو اور متفرق بالو تمہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم فیصلہ ربانی کے لیے جمع ہو جاؤ۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اور حضرت جبریل علیہ السلام ندا دیں گے اور ندا کے الفاظ وہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئے جو بھی ہو یہاں دُعاء (پکارنا) حقیقی معنیٰ میں ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ امر کن فیکون کی طرح مجاز ہے یعنی قیامت میں پکارنا اور اموات کو لوٹانا ایسے ہے کہ ابتداءِ تکوین میں لفظ کُن کہا گیا جبکہ اُس وقت نہ داعی اسرافیل ہوں گے نہ کوئی اور بلکہ یہاں دُعاء سے مراد نفاذ مشیت باری تعالیٰ ہے۔



سوال: اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت مراد ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے ارادہ مراد کا تخلف لازم آتا ہے۔

جواب: اس سے تخلف لازم نہیں آتا داعی مطاع کی دُعاء (پکار) سے اجابت پر تخلف لازم نہیں۔

فائدہ: فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے اسے حقیقی معنیٰ میں رکھنا اَولیٰ ہے کیونکہ اسرافیل علیہ السلام مظہر الحیات ہیں اور ان کے ہاتھ میں صور بھی منجانب اللہ عطا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بعض اشیاء کو بعض سے مربوط بھی فرماتا ہے اگرچہ سب کچھ اسی کے ارادہ و مشیت پر ہوتا ہے۔

الیٰ شئی نکر۔ طرف شے ناگوار کے۔

حل لغات: النکر (بضمتین) بروزن فعل صفت ہے اسے بسکون الکاف بھی پڑھا گیا ہے ہر دونوں بمعنی منکر فظیع یعنی وہ شے جو نفوس کو ناگوار ہو بوجہ اس سے مانوس نہ ہونے اس سے میت قیامت کی ہولناکی مراد ہے اس سے منکر نکیر ماخوذ ہیں یعنی وہ دو فرشتے جو ہر قبر میں آئیں گے چونکہ وہ میت کے لیے غیر متعہود ہیں اسی لیے انہیں منکر نکیر کہا جاتا ہے۔

خشعا ابصارھم۔ نیچے ہوں گی ان کی آنکھیں (یہ) یخرجون (سے حال ہے) یخرجون نکلیں گے حال کی تقدیم اس لیے ہے کہ عامل فعل وہ فعل ہر طرح سے متصرف ہے (آگے ہو یا بعد کو) من الاجداث۔ قبروں سے۔

---

[1] یہ غیر اللہ کی پکار وہابیوں دیوبندیوں نجدیوں مودودیوں کو شرک کیوں نہیں نظر آتی ہے۔ اویسی غفرلہٗ۔

حل لغات :۔ جذث (مجرکۃ) کی جمع ہے بمعنی القبر یعنی قبروں سے نکلیں گے تو ان کا حال یہ ہوگا کہ ان کی آنکھیں ہولناکی اور عذاب کو دیکھنے کی وجہ سے نیچے ہوں گی۔

الخشوع ، عاجزی اکثر اس کا استعمال ایسی عاجزی میں ہوتا ہے جو اعضاء میں ہو الضراعۃ (عاجزی) کا اکثر استعمال قلب میں ہوتا ہے جیسے مروی ہے کہ اذا ضرع القلب خشعت الجوارح ۔ جب قلب عاجز ہو تو اعضاء بھی عاجزی والے ہوتے ہیں۔

نکتہ :۔ صرف آنکھوں کو خشوع سے اس لیے مخصوص کیا گیا ہے کہ اس وقت خشوع کا اظہار آنکھوں سے زیادہ ہوگا بہ نسبت دوسرے اعضاء کے ایسے ہی حیاء یا خوف وغیرہ بھی آنکھوں سے زیادہ ظاہر ہوتا ہے بہ نسبت دوسرے اعضاء کے۔

کانھم جراد ۔ گویا وہ ٹڈیاں ہیں ان سے صرف تشبیہ دی گئی ہے۔

حل لغات :۔ جراد بمعنی ٹڈی ۔ اسے جراد اس لیے کہا جاتا ہے کہ زمین کی کھیتی کھا کر اسے صاف کر دیتی ہے اہل عرب کہتے ہیں ارض مجرودۃ یعنی ٹڈی اس کے اوپر کی کھیتی کھا گئی ہے ۔ اب وہ صاف ہے[1]

منتشر ۔ پھیلی ہوئیں کثرت اور موج در موج ہونے اور زمین کے کناروں میں پھیلنے کی وجہ سے ایسے ہی کہا گیا ہے۔

کالفراش المبثوث ۔ پھیلے ہوئے پروانوں کی طرح ۔

مھطعین الی الداع ۔ بلانے والے کی طرف تیز دوڑنے والے ہوں گے ۔ یہ بھی حال ہے یعنی درانحالیکہ وہ داعی کی جانب تیز دوڑنے والے ہوں گے گردن کو اوپر کر کے یا اس کی طرف اسے دیکھنے والے ہوں گے اس سے آنکھیں نہ ہٹائیں گے ۔

حل لغات :۔ اہل عرب کہتے ہیں ھطع الرجل (اس نے کسی کی طرف آنکھیں لگا کر دوسری طرف نہ ہٹائیں)۔ اھطع ۔ تیز دوڑتے وقت اس نے گردن دراز کر کے سیدھا رکھا[2]

تفسیر صوفیانہ :۔ اس میں نفوس کی ابصار کی ذلت کی طرف اشارہ ہے کہ وہ بھی جب دنیا سے ایسے ہو جاتی ہیں اور ابصار قلوب کی روشنی بجھ جانے کی طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ شواہد الحق سے محروم ہیں اور نفوس ردیئہ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ صفات رذیلہ کی قبور سے نکلتے ہیں تو ان کا حال حریص ٹڈی جیسا ہوتا ہے کہ وہ قلب کی کھیتی (اخلاق روحانیہ) کے کھانے کی حرص ہے

---

[1] المفردات ۱۲ ؎ [2] الجوہری ۱۲ ؎

وہ نفوس رذیلہ پھیل جاتے ہیں۔ رُوح کے کھیتوں اور قلب کے باغات میں فساد و افساد کے ساتھ۔ اور تم دیکھتے ہو ایسے نفوس خبیثہ کو جلدی کرنے والے شہواتِ نفسانیہ اور لذاتِ جسمانیہ کے داعی کی طرف اس کی دعوت کے راغب اور اس کی طلب میں متوجہ۔

تفسیر عالمانہ:۔ یقول الکٰفرون۔ کافر کہیں گے جملہ مستانفہ ہے جواب ہے اس سے جو پیدا ہوا یوم کی ہولناکی اور لوگوں کی بدحالی سے گویا سوال ہُوا کہ اُس وقت لوگ کیا کہیں گے جواب ملا کافر کہیں گے۔

ھذا یوم عسر۔ یہ دکھی دن ہے یہ دن ہم پر سخت ہے قبور سے نکل کر چالیس سال کھڑے کھڑے کہتے رہیں گے ہمیں اس دن کی مشقت سے بچا اگرچہ جہنم میں بھیج کر پھر حساب کے لیے مامور ہوں گے۔

نکتہ:۔ اس قول کو کفار کی طرف اسناد میں اشارہ ہے کہ اہل ایمان کو قبور سے اُٹھنے کے بعد کوئی تنگی اور شدت نہ ہوگی بلکہ ایمان و اعمال صالحہ کی برکت سے وہ دن ان پر آسان ہوگا بلکہ وہ پاک و صاف اور محفوظ ہوں گے اس سے وہ حضرات مراد ہیں جن کے بواطن گمراہ کن شبہ سے اور اُن کے ظواہر مخالفات شرع سے آلودہ نہ ہوں گے وہ ایسے امن میں ہوں گے کہ ان پر انبیاء علیہم السلام رشک کریں گے صرف اس میں کہ وہ امن میں ہیں اور انبیاء علیہم السلام کو اُمتوں کی وجہ سے خوف ہوگا انبیاء رسل علیہم السلام اپنی اُمتوں سے خائف ہوں گے کہ نامعلوم ان کے ساتھ ایسے ایسے ہوگا اور یہ لوگ امن و سلامتی میں ہیں کیونکہ انبیاء و رسل علیہم السلام کی جبلی عادت بنائی ہے کہ وہ مخلوق کے لیے شفقت کریں اس لیے وہ قیامت میں کہیں گے سلم سلم (اے اللہ انہیں سلامتی دے) ورنہ ان پر تو کسی قسم کی چھوٹی بڑی کوئی گھبراہٹ نہ ہوگی۔ اس لیے وہ عاقبت کے خوف سے پُرامن ہیں۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اس میں کفار النفوس اللئیمہ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ لسان حال سے قیامت میں کہیں گے کیونکہ زبان کی مقال انہیں کوئی فائدہ نہ دے گی بوجہ اضطراب کے جب فضیحت و قطعیت دیکھیں گے دن بھرا دن کہ جس میں ہماری نجات اور اس سے ہمارا اقرار مشکل ہے ہمیں کسی قسم کی نجات نصیب نہ ہوگی اور نہ کہیں جائے پناہ ملے گی سوائے رُوح و قلب کی رسی کو مضبوط تھامنے کے اور جو کچھ وہ زبانِ حال سے کہہ رہے ہوں گے زبان مقال سے نہ کہہ سکیں گے کیونکہ وہ جھوٹی تمناؤں میں اپنی افساد ضائع اور برباد کر چکے ہوں گے اُنھوں نے دنیوی فاسد آرزوؤں کو اختیار کیا تھا اور اچھے مطالب اُخروی پس پشت ڈال دیئے تھے۔

سبق :۔ عقل مند پر لازم ہے کہ وہ باقی کو فانی پر ترجیح دے اور آرزوؤں سے دھوکہ نہ کھائے بلکہ موت سے پہلے خلاص ونجات کے اسباب کے لیے جد وجہد کرے تاکہ اسے آخرت کی نعمتیں اور درجات نصیب ہوں ورنہ جب معاملہ ہاتھ سے نکل گیا تو کل قیامت میں خالی ہاتھ ہوگا اُس وقت افسوس اور ہائے ہائے پکارنا کام نہ دے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں ان لوگوں سے بنائے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے داعی کو لبیک پکارے اور قرآن اور اسے قبول کرکے عمل صالح سے مشرف ہوئے فنائے صوری سے پہلے فنائے معنوی ہم پر آسان فرمائے اسی کے ہاتھ میں رد کرنے اور قبول کرنے کے اُمور ہیں۔

تفسیر عالمانہ :۔ کذبت قبلھم قوم نوح ۔ ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے تکذیب کی۔ یعنی اے (محبوب) محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی قوم سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے تکذیب کا کام کیا یا اُنھوں نے نوح علیہ السلام کو جھٹلایا۔ اس معنیٰ پر مفعول محذوف ہے۔

ربط :۔ اب وہ بعض اخبار بتاتے ہیں جن سے تکذیب کا فعل سرزد ہوا جو ان کے لیے زجر و توبیخ کا سبب بنا اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دینا ہے۔

فکذبوا عبدنا ۔ تو اُنھوں نے ہمارے عبد مقدس کو جھٹلایا یعنی نوح علیہ السلام کو۔ یہ اس مبہم تکذیب کی تفسیر ہے جو سابقہ جملہ میں تھی جیسے دوسرے مقام پہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و نادیٰ نوح ربہ فقال رب الخ (اور نوح علیہ السلام پکارا تو کہا اے میرے پروردگار الخ) ان دونوں مقامات پر مکذّب (جس کی تکذیب کی گئی) ایک ہے اور ذکر میں فاء تفصیلیہ تفسیر یہ تعقیبیہ ہے کیونکہ ہمیشہ تفصیل اجمال کے بعد ہوتی ہے۔

نکتہ :۔ نوح علیہ السلام عبودیت سے موصوف کرکے اسے جمع متکلم کی ضمیر کی طرف اضافت میں ان کی عظمت مطلوب ہے اور اس کا مرفوع علاً ہے اس میں مکذبین (تکذیب کرنے والوں) کی تشنیع میں تاکید ہے کیونکہ بادشاہ کے غلام کی تکذیب شنیع تر ہے بہ نسبت کسی عام کے غلام کی تکذیب کے۔

تفسیر صوفیانہ :۔ آیت میں اشارہ ہے کہ عبودیت سے بڑھ کر کوئی شے اشرف نہیں اس لیے یہ ایسی ذلت ہے کہ جس کے بالمقابل (بلندی) میں مقام ربوبیت ہے جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے جیسے عبودیت عبد سے ہی خاص ہے اور تواضع سے بھی یہی مراد ہے اور تملق (خوشامد) کی غیر ہے اس لیے تملق (خوشامد) کا کوئی اعتبار نہیں۔

حدیث شریف :۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انا سید ولد ادم ولا فخر ” میں

اولادِ آدم کا سردار ہوں، اور اس کا مجھے فخر بھی نہیں"۔ یعنی مجھے رسالت سے کوئی فخر نہیں اگر فخر ہے تو عبودیت سے ہے اور بالخصوص اس فقرے سے ہے جس میں وجود مجازی سے بالکل خارج ہونا پڑتا ہے۔

تفسیر عالمانہ: و قالوا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق کہا کہ تم تو مجنون۔ مجنون ہو یعنی انھوں نے صرف تکذیب پر اکتفا نہ کیا بلکہ نوح علیہ السلام کو جنون اور عقل میں خلل کی طرف منسوب کیا اور یہ تکذیب میں مبالغہ ہے کیونکہ بعض کاذب ایسے ہوتے ہیں جو ایسی خبر دیتے ہیں جو عقل کے موافق ہوتی ہے اور بعض وہ ہوتے ہیں جو ایسی خبر دیتے ہیں جو عقلاً ناقابل قبول ہوتی ہے بلکہ اس سے عقل کو انکار ہوتا ہے۔ وازدجر۔ اور جھڑکے گئے۔ اس کا عطف قالوا پر ہے اور یہ کلام اللہ سے ہے یعنی نوح علیہ السلام کو مختلف اذیتیں دے کر تبلیغ سے روکا گیا مثلاً گالی دی گئیں مارا پیٹا گیا گلا گھونٹا گیا۔ سنگساری سے دھمکایا گیا وغیرہ وغیرہ۔

حل لغات: امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ازدجر بمعنی طرد ہٹائے گئے اور زجر میں اس کا استعمال یوں ہے کہ مطرود کو آواز دے کر جھڑکا جائے مثلاً کہا جائے اعزب عنی۔ مجھ سے دُور ہو جا۔ تنح۔ ہٹ جا۔ وراءك۔ پیچھے ہو جا۔ بعض نے کہا کہ یہ بھی ان کی منجملہ باتوں سے ہے یعنی کہتے کہ وہ مجنون ہے اسے جنات نے دھکیلا اور اس نے اس کی عقل خراب کر ڈالی ہے اور اس میں تصرف کر کے اس کی عقل اڑا دی اور دل چھین لیا وغیرہ وغیرہ۔

تفسیر صوفیانہ نمبر (۱): اس میں اشارہ ہے کہ ہر داعی حق پر ہے اور حق داعی کے لیے ناچار ہے کہ اس کی تکذیب ہو جبکہ مکذبین کی کثرت اور اہل بدعت اور باطل پرستوں کا غلبہ ہو اور خواہشات و طغیان والوں کی بہتات ہو اور ہر زمانہ اور ہر دور میں رہا اور رہے گا۔

تفسیر صوفیانہ نمبر (۲): آیت میں نوح سے رُوح، قوم سے نفس امارہ اور اس کی صفات مراد ہیں یعنی نفس امارہ اور اس کی صفات رُوح کی دعوت الی اللہ کو قبول نہیں کرتیں کیونکہ وہ شہوات و لذات میں سخت منہمک ہیں اور ایسوں سے مالوفات (الفت والی اشیاء) کا ترک کرانا مشکل اور سخت مشکل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی جمیع حالات و مقامات میں معین و مددگار ہے۔

این جہان شہوتی بت خانہ ایست
انبیاء و کافراں را لانہ ایست
لیک شہوت بندۂ پاکان بود
زر نسوزد زانکہ نقد کان بود

ترجمہ :(۱)۔ یہ جہاں شہوت خانہ ہے انبیاء کافروں کو آپس میں کوئی مناسبت نہیں۔
(۲) لیکن بندگان پاک کی شہوت ایسے ہے جیسے زر کو کوئی ضرر نہیں جب کان میں ہو۔

ذلت الارواح من اشباحها
عزة الاشباح من ارواحها

ترجمہ :۔ ارواح کی ذلت اشباح سے ہے اور اشباح کی عزت ارواح سے ہے ۔

کم نشیں بر اسپ توسن بے لگام
عقل و دین را پیشوا کن والسلام

ترجمہ :۔ سرکش گھوڑے پر لگام کے بغیر نہ بیٹھ عقل و دین کو امام بنا (والسلام)

فدعا ربه ۔ تو اس نے اپنے رب کو پکارا یعنی جب نوح علیہ السلام کو دعوت سے جھڑکا گیا تو اپنے رب کو پکارا اور تبلیغ میں انہیں ساڑھے نو سو سال گزرے تو اپنے رب سے دعا کی انی مغلوب بیشک میں مغلوب ہوں ۔ اپنی قوم جہت سے مجھے ان سے بدلہ لینے کی قدرت نہیں ۔ فانتصر تو ہی ان سے میرا بدلہ لے ۔ یہ اس لیے کہا کہ بہت بڑی محنت و مشقت کے بعد جب انہیں ان سے مایوسی ہوئی تو ایسے کہا ۔

فائدہ :۔ مروی ہے کہ قوم کا یہ حال تھا کہ ان کا کوئی ایک آدمی آکر نوح علیہ السلام کا گلا گھونٹ دیتا یہاں تک کہ آپ بیہوش ہو کر گر پڑتے جب ہوش میں آتے تو کہتے اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون ۔ " اے اللہ میری قوم کو بخش دے اس لیے کہ وہ بے علم ہیں ۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے لیے دعا کا حکم فرمایا تو آپ نے دعا فرمائی تو ان کی تباہی کے لیے دعا قبول ہوئی جیسا کہ سورۃ والصافات میں ہے :۔

ولقد نادانا نوح فلنعم المجیبون
اور بیشک ہمیں نوح علیہ السلام نے پکارا تو ہم کیسے بہتر دعا قبول کرنے والے ہیں۔

ففتحنا ابواب السماء ۔ تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے ۔ یعنی عذاب کے لیے از طرف پانی کے اجراء کے مقام کے ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بماء منھمر ۔ ساتھ پانی برسنے والے کے ۔

حل لغات :۔ الھمر بمعنی صب الدمع والماء (آنسو اور پانی کا بہنا) کہا جاتا ہے ھمرہ یھمرہ

بمعنی صبہ۔ اسے بہایا۔ منہمر انہمر بمعنی انسکب وسال۔ پانی بہا۔ اب معنیٰ یہ ہُوا کہ بہت سخت اور زیادہ پانی بہنے والا جیسے مشکیزہ ایسا پانی بہے کہ رکنے کا نام نہ لے چنانچہ چالیس دن تک مسلسل زور سے پانی چلتا رہا اور وہ برف کی طرح ٹھنڈا اور سفید تھا یہ پانی کی کثرت و وفرت کی اور زیادہ سے زیادہ بہنے کی تمثیل ہے بماء کی باء استعانت کی ہو اور الماء ابواب السماء کے کھلنے کا آلہ ہو۔ اور یہی ظاہر ہے یا باء ملابست کی ہو۔

وفجرنا الارض عیونا۔ اور ہم نے کل زمین کو چشمہ بنا کر بہا دیا۔ گویا وہ زمین چشمے بن کر بہہ رہی تھی اور زمین کا پانی کھولتے پانی کی طرح گرم تھا۔ یہ دراصل جعلنا عیون الارض۔ اسے مفعولیت سے بدل کر تمیز بنایا گیا تاکہ مقام مبالغہ کا حق ادا ہو۔ کیونکہ اگر یہ وفجرنا عیون الارض (ہم نے زمین کے چشمے بہائے) کہنا صحیح تھا لیکن اس میں وہ مبالغہ نہیں جو فجرنا الارض عیونا میں ہے کیونکہ اس وقت معنیٰ یہ ہے کہ ہم نے زمین کے ذرہ ذرہ کو چشمے بنا کر بہا دیا) ظاہر ہے کہ اس میں خوب مبالغہ ہے فالتقی الماء تو ٹکرا یعنی آسمان وزمین کے پانی آپس میں ملے زمین کا پانی چالیس گز اُوپر پہاڑوں پر بلند ہوا۔

سوال:۔ فالتقی الماء میں مفرد کیوں لایا گیا حالانکہ الماءآن ہونا چاہیئے۔ ایک زمین کا پانی دوسرا آسمان کا۔

جواب:۔ ان دونوں کا آپس میں ٹکرانا بوجہ مجاورت اور تقارب (قرب) کے نہ تھا بلکہ بطریق احتیاط واتحاد کے تھا۔

علیٰ امر قد قدر۔ اُوپر ایسے امر کے جیسے اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا تھا یعنی ہونے والا تھا اُوپر ایسے حال کے جیسے بغیر کسی تفاوت کے اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا یا ایسی حالت کے جو مقدر اور برابر کی گئی یعنی وہ پانی جو آسمان سے اُترا وہ اتنا تھا جو زمین سے نکلا تھا یا اُوپر اس امر کے جسے اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا تھا یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر فرمایا تھا کہ قوم نوح (علیہ السلام) طوفان سے غرق ہو گی۔ اس تقریر پر لفظ علیٰ تعلیلیہ ہے۔

نکتہ:۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ یہ عذاب عام پانی کی صورت میں اس لیے واقع ہُوا کہ پانی کا اشارہ علم کی طرف ہے جب اُنہوں نے نوح علیہ السلام کے علم سے نفع نہ اُٹھایا باوجودیکہ آپ ان میں بہت طویل عرصہ رونق افروز رہے اور لوگ اپنے اَرواح اس دریا میں غرق نہ کر سکے تو پانی کے عذاب میں گرفتار ہوئے یہاں تک کہ ان کے اجسام غرق ہو گئے۔

اعجوبہ:۔ طوفان کی تاثیر ہر تیس سال کے بعد ایک بار ظاہر ہوتی ہے لیکن معمولی طور پر وہ اس طرح

کہ بارش موسلادھار ہوتی ہے جس سے بعض بستیاں اور گھر بہ جاتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ:۔ وحملناہ :۔ اور ہم نے نوح علیہ السلام اور آپ پر ایمان والوں کو اٹھا لیا علی ذات الواح۔ تختوں والیوں پر یعنی کشتیوں پر جو چوڑی لکڑیوں سے تیار کی گئی تھیں۔

حل لغات:۔ الواح لوح کی جمع ہے وہ صحیفہ جو چوڑا ہو لکڑی کا ہو یا ہڈی کا اور نوح علیہ السلام کی کشتی ساگوان کے درخت کی تھی۔ ساگوان ایک لمبا درخت ہے جو ہند میں پیدا ہوتا ہے یا وہ کشتی شمشاد کے درخت کی تھی۔ بعض کہتے ہیں وہ جوز سے تیار کی گئی تھی ودسر اور میخوں سے۔

حل لغات:۔ دسر دسار کی جمع ہے دسر سے ہے بمعنی قہر و جبر سے کسی شے کو بہت سخت دفع کرنا مثلاً کہا جاتا ہے دسرہ بالرمح۔ اس نے اسے تیر سے سخت طریق سے دفع کیا۔

مسئلہ:۔ مروی ہے کہ عنبر میں زکوٰۃ نہیں اس لیے کہ یہ وہ شے ہے جسے دریا زور دار طریق باہر پھینکتا ہے اور میخون کو دسر اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان سے کشتی کے سوراخ مدفوع (دفع کیے ہوئے) ہوتے ہیں۔

فائدہ:۔ عین المعانی میں ہے کہ میخوں سے کشتی مضبوط بنائی گئی یا دسر کو اس لیے دسر کہا جاتا ہے کہ اسے ٹھوکنے سے دفع کیا جاتا ہے۔

فائدہ:۔ ذات الواح و دسر کشتی کی صفت ہیں۔ یہ اپنے موصوف کے قائم مقام واقع ہوئے ہیں کہ ان کا نام لے کر کشتی مراد لی گئی ہے جیسے مستوی القامت عریض الاظفار بول کر انسان مراد لیا جاتا ہے۔

تجری باعیننا۔ ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی تھی۔ یعنی ہماری حفاظت سے محفوظ تھی مودع کے لیے کہا جاتا ہے۔

عین اللہ علیک۔ تجھ پر اللہ تعالیٰ کی حفاظت۔ یا اعیننا بمعنی اولیائنا جیسے اللہ تعالیٰ کے ولی کی وفات (وصال) کے وقت کہا جاتا ہے۔ مات عین من عیون اللہ (اللہ تعالیٰ کی ذات کے اولیاء سے ایک ولی فوت ہوگیا۔ جزاء لمن کان کفر۔ اس کی جزا ہے جو کافر ہے۔ مفعول لہ ہے اس کا جواب السماء کے فتح اور اس کے مابعد مذکور ہوا اور کفر کفران النعمت سے ہے یعنی ہم نے یہ مذکور نوح علیہ السلام کے اجر و ثواب کے لیے کیا اس کے لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت تھے جس کی کافروں نے ناشکری کی کیونکہ ہر نبی (علیہ السلام) اپنی امت کے لیے نعمت و رحمت ہوتا ہے اس نعمت پر نوح علیہ السلام نعمت مکفورہ ٹھہرے۔

حکایت:۔ کسی نے ہارون الرشید کو کہا الحمد للہ علیک۔ ہارون الرشید نے کہا یہ کلمات کیسے کہا چونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں اسی لیے میں نے آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ ولقد ترکناھا

اور بیشک ہم نے کشتی کو چھوڑا۔

ایۃ۔ نشانی بنا کر تا کہ جو بھی اس کی خبر سے آگاہ ہو تو وہ عبرت حاصل کرے۔

فائدہ: حضرت قتادہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ اسے اللہ تعالیٰ نے باقردی (بلاد الجزیرہ کی ایک بستی کا نام ہے) میں بعض نے کہا جبل جودی میں عرصہ دراز تک محفوظ رکھا۔ یہاں تک کہ اس اُمت (مصطفویہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام) کے اوائل میں لوگوں نے اس کشتی کی زیارت کی[1] ورنہ بہت سی کشتیاں ایک عرصہ کے بعد راکھ ہو جاتی ہے۔

تفسیر عالمانہ: کذبت عادہ۔ عاد نے تکذیب کی۔ عاد سے ہود علیہ السلام کی قوم مراد ہے یہاں ان کی تکذیب کی کیفیت کے درپے نہیں ہوئے اختصار کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ عذاب کے زجر و توبیخ میں جلدی ہو۔

فکیف کان عذابی و نذر۔ تو کیسے میرا عذاب اور ڈرائونے اُمور ہیں اس میں قلوب سامعین کو اس طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ جو ان کی طرف القاء کیا جائے اس طرف کان لگائیں اگرچہ اس کا ذکر نہیں آیا یہ اس کی تہویل و تعظیم کے لیے نہیں ان کی تعجیب حال کا اظہار فرمایا تا کہ معلوم ہو کہ وہ اتنا نالائق تھے کہ ایسے عذاب و نذرو کے باوجود ان کا حال پہلے کی طرح رہا گویا کہا گیا ہے عاد نے تکذیب کی تو تم نے کچھ سنا یا تو سنو میرا عذاب اور انذرات انھیں کیسے ہوئے۔ نذر نذیر کی جمع ہے بمعنی انذار ہے۔

---

[1] یہ کشتی بچ رہی معجزہ تھا حضرت نوح علیہ السلام کا ایسے ہی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے جس غرق شدہ کشتی کو پار لگایا وہ بھی تا حال بغداد میں موجود ہے۔ ایک بزرگ حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر سچ سچ عرض کرتا ہوں کہ بغداد شریف سے تیس میل کے فاصلہ پر دریائے دجلہ کے کنارے پر ایک چھوٹی سی بستی ہے جس کا نام زیارت سفینہ ہے بغداد شریف سے بستی مذکور کو سڑک جاتی ہے۔ لاریاں عام چلتی ہیں۔ ہر لاری والا آواز دیتا ہے زیارت سفینہ۔ تمام عرب کے علاقوں کا تفصیل سے دورہ کیا اور ہر زیارت کے لیے پہنچا اور تفصیل معلوم کی۔ میں نے سفینہ غوث اعظم آنکھوں سے دیکھا ایک جنگلہ ہے اوپر ٹین کا چھپر ہے اس میں سفینہ محفوظ ہے۔ خدام حضور غوث اعظم کی کرامت بیان فرماتے ہیں کہ وہی بیڑا ہے جو خدا کے حکم سے بارہ سال کے بعد آپ نے باہر نکالی تھی اور مائی صاحبہ کا لڑکا برات اور دلہن کے ساتھ دریا سے زندہ باہر نکل آیا تھا۔ مزید تفصیل "بڑھیا کا بیڑا" "تیرنا کی تاریخ و تحقیق و دلائل فقیر کی کتاب "بڑھیا کا بیڑا اور غوث اعظم" عربی "احیاء الموتیٰ بعد السنین بدعاء محی الدین۔"

انا ارسلنا علیہم ریحا صرصرا ۔ بیشک ہم نے ان پر بھیجی تیز آندھی ۔ یہ جملہ مستانفہ ہے جو پہلے اجمالی بیان تھا اب اس کی تفصیل ہے ۔

حل لغات :۔ صرصر الصر سے ہے بمعنی البرد ۔ ٹھنڈک ۔ یا صر الباب والقلم ۔ یعنی دروازہ وقلم کی آواز ۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ ہم نے ان پر مسلط کی ٹھنڈی ہوا یا مسلط کیا سخت اور شدید تر آواز اور سانس اس سے دبور یعنی مغرب یعنی مغرب والی آندھی مراد سورۃ فصلت وغیرہ میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے ۔

فی یوم نحس ۔ منحوس دن میں نحس ۔ سعد کی نقیض ہے ۔

مستمر ۔ ہمیشہ یوم کی صفت ہے یا نحس کی یعنی وہ دن کہ جو ہمیشہ نحس ہے کافروں کے لیے یا ہمیشہ اور تمام لوگوں کے لیے اس لیے کہ عام لوگ ہر ماہ کے آخری بدھ کو منحوس سمجھتے تھے ۔

بدھ کی نحوست :۔ ابن الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض لوگوں میں ہر ماہ آخری بدھ منحوس مشہور ہے ان کا استدلال اسی آیت یوم نحس مستمر سے ہے لیکن یاد رہے کہ بدھ کی نحوست ہر مفسد کے لیے ہے نہ کہ مصلح کے کیونکہ اس کی نحوست نے نہ انبیاء علیہم السلام پر اثر ڈالا اور نہ ہی ان کے اتباع اہل ایمان پر ۔

فائدہ :۔ الروضہ میں ہے کہ بدھ کافروں کے نزدیک منحوس تھا لیکن ضروری نہیں کہ اس کا اثر کبھی ظاہر ہو ہاں ہر ماہ کا آخری بدھ ضرور منحوس ہوتا ہے ۔

فائدہ :۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ بدھ ہر ماہ میں دائماً منحوس دن ہے شاعر نے کہا ہ

لقاؤک للمبکر فال سوء
ووجہک اربعاء لا یدور

تیرا دیدار ہر صبح کرنے والے کے لیے بُرا ہے لیکن تیرا چہرہ تو بدھ دائمی منحوس چلتا ہے ۔

مسئلہ :۔ بعض بدھ کے دن نہانا بہتر ہے اس لیے کہ اسی دن عالم دنیا کے پانیوں کے ساتھ بہشت کا پانی پلایا جاتا ہے ۔

مسئلہ :۔ ہر نیا کام بھی بدھ کو شروع کیا جائے اب معنیٰ یہ ہوا کہ ان پر ہمیشہ نحوست چھائی رہی اور جب دائمی تک دراز ہوئی یہاں تک کہ وہ سب کے سب تباہ و برباد ہوئے ۔ اس معنیٰ پر یوم بمعنی الحین (وقت ہے) ورنہ ایک دن آٹھ دنوں کا کیسے ہو گیا تھا ۔ استمرار انہی دونوں طریقوں سے بحسب الزمان تھا ۔ یا معنیٰ یہ ہے کہ وہ عذاب ان کے چھوٹے چھوٹے سب کو شامل تھا اس تقریر پر

مستمر بمعنی مطرد ہے ساتھ نسبت کے طرف اشخاص کے یا معنیٰ یہ ہے کہ اس کی کڑواہٹ سخت تھی۔

فائدہ :۔ اس عذاب کی ابتداء مہینے کے آخری بدھ سے ہوئی یعنی ان پر عذاب کا آغاز مہینے کے آخری ایام کے بدھ کی صبح سے شروع ہو کر اسی ماہ کے دوسرے بدھ جو مہینے کا وہی آخری تھا) کے غروب تک مسلسل عذاب جاری رہا۔

فائدہ :۔ مروی ہے کہ ان کے آٹھ دنوں کے عذاب کا آخری دن بدھ تھا اور وہی صفر کے مہینے کا آخری تھا یہی حسوم ہے جس کا ذکر سورۃ الحاقہ میں ہے۔

تنزع الناس (نکالتی تھی لوگوں کو) یہ ریحًا کی صفت ہے یعنی آندھی انہیں باہر نکال کر پھینک مارتی تھی۔

فائدہ :۔ مروی ہے کہ انہوں نے بڑے گہرے گڑھے کھودے اور خندقیں بنائیں اپنے بعض کو بعض سے باندھ دیا لیکن آندھی نے سب کو مردہ بنا کر باہر نکال پھینکا۔ مقاتل نے فرمایا کہ ان کی ارواح اجسام سے آندھی نے باہر نکالیں۔ سہیلی نے فرمایا اسی طرح کی تیز آندھی سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلتی رہی تاکہ ان کو کوئی نجات پاکر بچ نہ جائے جو بھی غاروں اور خندقوں میں تھے آندھی نے سب کو تباہ و برباد کیا کوئی ان کا باہر تھا یا کوئی گھروں میں تھا یا جو غاروں میں تھے ان پر غاروں کی دیواریں دے ماریں اور وہ وہیں غاروں اور خندقوں میں بھوکے پیاسے مر گئے اسی لیے فرمایا۔

فهل ترى لهم من باقية ۔ تو کیا کوئی ایک تم باقی بچا ہوا دیکھتے ہو) یعنی کہ کسی ایک کی ایسی تیز آندھی آٹھ دن مسلسل تیز چلنے والی سے بچنے کی امید رکھ سکتے ہو۔

كانهم اعجاز نخل مستقر ۔ گویا وہ پرانی کھجور کے تنے اکھڑے پڑے ہیں۔ الناس سے حال ہے۔

حل لغات :۔ اعجاز عجز کی جمع ہے انسان کا پچھلا حصہ اسی سے اس کے غیر کو تشبیہ دیتے ہیں اسی سے العجز (عاجزی) ہے کہ وہ انسان کو مؤخر الامور تک پہنچاتی ہے۔ النخل جنس کھجور کی اس کے واحد کے فرق کرنے کے لیے تاء کا اضافہ کر کے کہتے ہیں۔ نخلۃ" لفظاً مفرد ہے لیکن اس کی اکثر استعمال جمع پر آتی ہے یعنی جنس کے اعتبار سے۔ المنقعر بمعنی المنقلع اپنی جڑ سے اکھڑے ہوئے اہل عرب کہتے ہیں قعرت النخل۔ میں نے کھجور کو جڑ سے اکھیڑا فانقعرت تو وہ اکھڑ پڑی۔

المفردات میں المنقعر بمعنی زمین کے گڑھے میں جانے والا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ خندقوں سے اکھڑ کر پھر زمین میں ایسے دھنسے پڑے جیسے کھجور جڑ سے اکھیڑ کر پھر زمین میں دھنسی پڑی ہوتی

ہے یہاں تک اب ان کی نہ کوئی نشانی باقی ہے نہ کوئی اثر۔ معنیٰ یہ ہے کہ وہ اپنے گڑھوں سے اکھڑ کر باہر پڑے تھے۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ انھیں کھجور کے ان تنوں سے تشبیہ دی گئی ہے جو جڑھوں سے نکل کر پڑے ہوں اور ان کی ٹہنیاں ناپید ہوں کیونکہ آندھی پہلے ان کے سر جدا کر کے کہیں پھینکتی ہے پھر ان کے اجسام سروں کے بغیر پڑے نظر آتے تھے۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ آندھی انھیں سروں کے بل گرا کر سروں اور جسموں کو علیحدہ کر دیتی۔

فائدہ: اس میں اشارہ کہ وہ بہت بڑی قوت وطاقت کے مالک تھے اور زمین پر ایسے قابض تھے کہ ان کا وہاں سے چلے جانے کا بظاہر کوئی امکان محسوس نہیں ہوتا تھا کہ وہ اپنی قوت وطاقت کے بل بوتے گویا زمین کے اندر قدم جمائے ہوئے تھے اور وہ آندھی کا پُر زور مقابلہ کر رہے تھے لیکن جب آندھی نے انھیں تباہ کیا تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ گویا وہ کھجور کے تنے اکھیڑ کر اوندھے گرا دیئے گئے ہیں۔

فائدہ: حضرت ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں منہ کے بل گرا کر تباہ وبرباد کیا۔ گویا وہ کھجور کے تنے ہیں انہیں کھجور کے اکھڑے ہوئے تنے سے تشبیہ دی گئی ہے ان کے قد کی طوالت کی وجہ سے۔

فائدہ: حضرت مقاتل نے فرمایا ان ہر ایک کا قد بارہ گز تھا۔

فائدہ: روایت الکلبی میں فرمایا کہ ہر ایک کا قد ستر ستر گز تھا جب انھیں ان کے نبی علیہ السلام نے آندھی کا کہا تو ان سے استہزاء کہا کہ وہ ہمارا کیا بگاڑے گی اس کے باوجود پھر بھی احتیاطاً شعف میں نکل گئے اور اس میں گڑھے کھود کر گھٹنوں تک زمین کے اندر داخل ہو گئے۔ پھر نبی علیہ السلام کو کہا اب آندھی سے کہو کہ وہ ہمیں اٹھالے جائے۔ جب آندھی آئی تو وہ زمین کے نیچے سے انھیں اٹھایا اور دو دو کو اکھٹے کر کے آسمانوں کی طرف لے جا کر ایک دوسرے سے ٹکرا کر نیچے پھینکتی۔ اسی سے وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے جب ایک جوڑا زمین سے آسمان کی طرف اٹھتا تو دوسرے اس تماشہ کو آنکھوں سے دیکھتے رہتے۔ یہاں تک کہ سب کو ایسے ہی کیا اور سب کو مٹی اور ریت میں ملا دیا اور جب وہ زمین میں آ کر گرتے اور مٹی میں مٹی ہوتے تو ان کے رونے کی آواز دل میں سنائی دیتی۔

فائدہ: نخل کے لفظ کی تذکیر کی وجہ سے اس کی صفت صیغہ مذکر لایا گیا ہے ایسے ہی کبھی اس کے لیے

مونث کا صیغہ صفت بنایا اس کے معنیٰ کی وجہ سے جیسے دوسری جگہ فرمایا اعجاز نخل خاویۃ (گویا وہ تنے ہیں کھجور کے گرے ہوئے) اور فرمایا جائتہا ریح عاصف اور فرمایا و سلیمان الریح عاصفۃ
• یعنی ریح کو لفظ کے اعتبار سے مذکر ہے تو اس کی صفت صیغہ مذکر لائی گئی اور معناً جمع ہے تو اس کی صفت صیغہ مونث لائی گئی۔

فکیف کان عذابی و نذر۔ تو کیسے ہے میرا عذاب اور میرے ڈر۔ عذاب ہولناکی کا اظہار ہے ان کے بیان کے بعد ان کے معاملہ سے تعجب دلانے کے لیے فرمایا اسی لیے اس میں تکرار نہیں (الارشاد) اور بحر ہالقرآن میں فرمایا کہ عاد کے قصّہ میں فکیف کان عذابی و نذر تکرار اس لیے ہے کہ پہلا دنیا میں دوسرا عقبیٰ میں ہوگا جیسا کہ اسی قصّہ میں فرمایا کہ و لنذیقھم عذاب الخزی فی الحیاۃ الدنیا و لعذاب الاٰخرۃ اخزیٰ۔ اور ہم انھیں حیاتِ دنیا رسوائی کا عذاب چکھائیں گے اور آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کن ہے۔ بعض نے کہا کہ پہلا فکیف کان الخ انہیں ہلاک و تباہ کرنے سے پہلے کہا گیا۔ دوسرا ان کے ہلاک و تباہ ہونے کے بعد دوسروں کو ڈرانے کے لیے کہا گیا ہے۔

ولقد یسرنا القراٰن للذکر فھل من مدکر۔ اور ہم نے قرآن کو آسان کیا ذکر کے لیے تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔ اس کی تفسیر اور مطلب وہی ہے جو ہم نے پہلے میں بیان کیا۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اہل نفوس امارہ کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ وہ جو شہواتِ جسمانیہ میں منہمک ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے محجوب ہو گئے اور اس کے لطف و کرم کے موائد دسترخوان سے محفوظ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کی خواہشات ظلمانیہ اور بدعات شیطانیہ کی آندھی بھیجی محجوب ہونے کے منحوس دن میں اور وہ ان پر مسلط کر دی اس سے وہ ذلت و رسوائی کی زمین پر گرے گویا وہ گرے ہوئے کھجور کے تنے ہیں جو زمین کے اندر سے زمین کے اُوپر گرے پڑے ہیں ان اجسام کی طرح کہ جن کے سر نہ ہوں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی قہر کی تجلیات اور اس کے عذاب کے تسلط سے اس کے دن اور مہینے میں واقع ہونے سے پناہ مانگتے ہیں۔

سبق: عاقل پر لازم ہے کہ وہ اس نصیحت سے نصیحت اور اس آیت کبریٰ سے عبرت حاصل کرے۔

چو برگشتہ بختے در افتد بہ بند
ازو نیک بختاں بگیرند پند
تو پیش از عقوبت در عفو کوب
کہ سودے ندارد فغاں زیر چوب

ترجمہ: کوئی بدبخت قید میں پھنسے تو اس سے نیک بخت لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

(۲) سزا سے پہلے معافی کا دروازہ کھٹکا ڈنڈا لگنے پر فریاد کام نہ دے گی۔

مسئلہ: اگر عین سکرات کے وقت کوئی ایمان لائے یا اُس وقت کوئی توبہ کرے تو نہ ایمان قبول ہوگا اور نہ توبہ قبول ہوگی۔

فراشو چو بینی در صلح باز
کہ ناگہ در توبہ گردد فراز

مرو زیر بار گناہ اے پسر
کہ حمال عاجز بود در سفر

ترجمہ: ۱۔ آگے بڑھ جب دیکھ رہا ہے کہ صلح کا دروازہ کھلا ہے کہ اچانک توبہ کا دروازہ بند ہوگا۔

۲۔ اے مرد گناہوں کے بوجھ تلے نہ جا کہ بوجھ والا سفر میں تنگ کرتا ہے۔

جیسا کہ وارد ہے کہ خففف الحمل فان العقبۃ کئود، بوجھ ہلکا کر کیونکہ آگے کی منزل پُرکٹھن ہے۔

پئے نیک مرداں بباید شتافت
کہ ہر کیں سعادت طلب کرد یافت

و لیکن تو دنبال دیو خسی
ندانم کہ در صالحاں کے رسی

ترجمہ ۱۔ نیک لوگوں کے پیچھے دوڑ کیونکہ جس نے سعادت طلب کی اس نے ضرور پایا۔

۲۔ لیکن تُو تو نالائق شیطان کے پیچھے ہے پھر مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ نیک بختوں کے دروازے تک کب پہنچے گا۔

فائدہ: عاد کا آندھی سے تباہ ہونے کا سبب ایک یہ بھی تھا کہ انہیں صرف اور صرف قوت پہ ناز تھا لیکن معلوم نہ تھا کہ آندھی ان کی طاقت و قوت سے بڑھ کر قوت و طاقت رکھتی ہے اسی سے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کی جڑ کاٹی تاکہ آنے والی نسلوں کو ان سے عبرت حاصل ہو تاکہ وہ اپنی قوت و طاقت پہ ناز نہ کریں۔

تفسیر صوفیانہ: ریح سے مراد خواہش نفسانی ہے ایسی آندھی (خواہش نفسانی) سے چھٹکارا یونہی ہے کہ خواہشات کو ترک کیا جائے اور راہِ ہدایت حق پر چلا جائے ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل عظیم کا سوال کرتے ہیں۔

فائدہ: تفسیر ابواللیث میں ہے کہ وہ کشتی (نوح علیہ السلام) پہاڑ پر موجود رہی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے ابتدائی زمانہ میں پہاڑ پر موجود تھی۔ بعض نے کہا کہ نوح علیہ السلام کی کشتی کی ایک لکڑی بچ گئی وہ کعبہ معظمہ میں تاحال موجود ہے اور یہ ساگوان کی ہے جسے بویا گیا تو پھوٹ پڑی چالیس سال

• یک سبز رہی پھر کاٹی گئی یہاں تک کہ چالیس سال پڑی رہی بعض نے کہا تاحال کشتی کا ایک تختہ جودی پہاڑ پر موجود ہے۔

تردید از صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: یہ کہنا کہ وہ تاحال موجود ہے اگر وہ عبرت کے لیے ہے تو ہم مان لیتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ وہ چونکہ فضیلت والی ہے اسی لیے تاحال باقی ہے یہ علت صحیح نہیں اس لیے کہ وہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر مبارک سے بڑھ کر نہیں جو کہ مدینہ طیبہ میں مقابلے آگ نے جلا دیا یا دیمک نے کھایا (اگر فضیلت کی بنا پر کوئی شے باقی رہتی تو منبر بھی تاحال باقی رہتا۔)

تبرک کا ثبوت: منبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لکڑی جو جلنے سے بچی یا دیمک کے کھانے سے بچ گئی۔

فاتخذت مشطا و نحوه مما يتبرك به (روح البیان صہ ۲۴۳ ج ۹)

تو ان کے کنگھے وغیرہ تیار کیے گئے جن سے تبرک حاصل کیا گیا۔

مقام ابراہیم: ایسی بات ہوتی تو مقام ابراہیم کا اصلی اثر باقی رہتا حالانکہ وہ تو پتھر ہے جو نہ مٹنے کے باوجود ہاتھ لگانے کی کثرت سے اس کا اثر نہ رہا بلکہ صحیح تر یہ ہے کہ خود اصلی پتھر بھی باقی نہ رہا۔ اب جو مقام ابراہیم میں پتھر مشہور ہے وہ صرف وہی اصلی جگہ کا نام ہے اسے اچھی طرح سمجھ لے۔

فائدہ: عین المعانی میں ہے ہم نے غرق عام کو چھوڑا۔ اس معنیٰ پر ضمیر کا مرجع غرق عام ہے اس تقریر پر یہ اضمار قبل الذکر کے قبیل سے ہے اور یہ قرآن مجید میں دوسرے مقام میں آیا ہے انها تذكرة نصیحت ہے۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ ہم نے کشتی کو باقی چھوڑا تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں کیونکہ اس سے پہلے لوگ کشتی کو نہ جانتے تھے اس کے بعد کشتیاں بنانے لگے اسی لیے یہ کشتیاں گویا لوگوں کے لیے عبرت ہیں۔ نیز لوگوں نے ہی ایسا پانی دیکھا تھا۔ اگر زمین پر ہوتا تو صرف بحر محیط تھا اس لیے کہ طوفان کا پانی زمین نے نگل لیا لیکن جو آسمان سے پانی آیا تھا وہ بعد کو دریا بنا دیئے گئے۔ اور بحر محیط اس سے پہلے تھا بلکہ زمین کا اصل ہی بحر محیط ہے کہ اس کی جھاگ سے زمین تیار کی گئی اسی طرف اشارہ ہے۔ کان عرشه علی الماء۔ تھا اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر۔ یعنی میٹھے پانی پر اور دریا سات ہیں ان میں ایک بحر محیط بھی ہے۔ بعض نے بحر محیط ان سات دریاؤں میں شمار نہیں کیا بلکہ فرمایا یہ ان ساتوں دریاؤں کے علاوہ ہے۔

نوح علیہ السلام نجار ترکھان تھے: حضرت نوح علیہ السلام نے نجار (ترکھان کا کام کرنے والے)

تھے جبریل علیہ السلام نے آپ کو سفینہ (کشتی) بنانا سکھایا تھا فھل من مدّکر تو کیا ہے کوئی عبرت حاصل کرنے والا، اس آیت حقیقیہ کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے تو اس کے دل میں خوف خدا پیدا ہو اور گناہ کرنا چھوڑ دے۔

حل لغات: مدکر دراصل مذتکر تھا بروزن مفتعل الذکر سے۔ ذال میں مدغم ہوئی پھر ذال دال ہو کر دال مشددہ ہو گئی۔

فکیف کان عذابی و نذر۔ تو کیسے ہے میرا عذاب اور ڈرانا۔ یہ استفہام تعظیم و تعجیب کا ہے یعنی وہ اسی ڈراؤنی کیفیت سے تھی جس کی وصف نہیں ہو سکتی۔

حل لغات: النذر نذیر کی جمع ہے بمعنی انذار دراصل نذری تھا یاء متکلم محذوف ہوئی کسرہ پر اکتفا کرتے ہوئے۔

نکتہ: عذاب واحد اور نذر جمع میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت غالب ہے اس لیے کہ انذار میں اشفاق بھی اور رحمت بھی تو فرمایا میری طرف ان کو انذارات آتے رہے جس میں نعمتیں بھی ہیں اور رحمت بھی جو مسلسل ان پر وارد ہوتی رہیں لیکن جب انھیں ان چیزوں نے نفع نہ دیا تو یکبارگی انھیں عذاب نے گھیر لیا اسی معنیٰ پر نعمتیں بکثرت ہوئیں اور عذاب واحد ہے۔

و لقد یسرنا القرآن۔ بخدا ہم نے قرآن کو آسان کیا یہ جملہ قسمیہ ہے جو چاروں قصوں کے اواخر میں واقع ہوا ہے اس میں تنبیہ ہے کہ ہر قصہ ادکار (نصیحت حاصل کرنا) اور ازجار (جھڑکنا) کے لحاظ سے مستقل ہے یہ نہیں کہ صرف ایک ہی عبرت دلانے کے لیے ہے اور باقی ویسے ہی نہیں۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ بخدا ہم نے قرآن آسان کیا ہے تمھاری قوم کے لیے بایں طور کہ اسے ان کی زبان میں نازل کیا ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا کہ فانما یسرناہ بلسانک (اسے ہم نے آسان کیا تمھاری بولی میں) اور اسے ہم نے مختلف مواعظ اور عبرتوں سے سنگارا اور قسم قسم کے وعدے اور وعیدیں بیان فرمائیں۔

للذکر۔ تذکیر و القاظ (نصیحت حاصل کرنا) کے لیے ہے۔

فائدہ: حضرت حسن حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اگر فرمان الٰہی **و لقد یسرنا القرآن للذکر۔** نہ ہوتا تو کوئی انس و جن اسے پڑھنے کی طاقت نہ رکھتا۔

فھل من مدکر۔ تو کیا ہے کوئی نصیحت کرنے والا۔ یہ انکار و نفی نصیحت حاصل رنے والے کے لیے ہے یہ بلیغ اور مؤکد ترین وجہ ہے اس حیثیت سے کہ نصیحت کرنے والوں میں سے ی کو طاقت نہیں کہ وہ جواب میں کہہ سکے نعم (ہاں)

حدیث شریف:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے یہ آیت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فھل من مذکر (ذال کے ساتھ) پڑھا تو آپ نے فرمایا فھل من مدکر (دال کے ساتھ)

فائدہ:۔ برہان القرآن میں ہے کہ ان چاروں قصوں (قصہ قوم نوح و عاد و ثمود و لوط) کو فکیف کان الخ پر اس لیے ختم کیا تاکہ معلوم ہو کہ ہر قصہ تخویف و تحذیر اور جو ان میں وعظ و نصیحت ہے اس سے حافظ قرآن اور تلاوت کنندہ وغیرہ وغیرہ ہر ایک نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ[1]:۔ آیات میں اشارہ ہے کہ نوح قلب نفس امارہ کے ہاتھ میں صفات بشریہ کے غلبات سے مغلوب ہے یہاں تک کہ اپنے رب تعالیٰ کو پکارا تو اس نے دعا قبول کر لی تو اس کی صفات روحانیہ نورانیہ نفس کی صفات حیوانیہ پر ظلمانیہ پر غالب ہو گئیں بایں طور کہ ارواح علویہ کے آسمان سے رأفت و رحمت و کرامت کا پانی برسایا اور ارض بشریہ سے عیون المعارف والحقائق جاری کیے تو قلب کی قوم جسے نفس اور اس کے صفات سے تعبیر کیا جاتا ہے تباہ و برباد ہو گئی اور قلب کو سفینۂ صفات روحانیہ کے ذریعہ نجات بخشی۔

تفسیر صوفیانہ (۲):۔ اس میں ایک اور اشارہ بھی ہے وہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کسی پر کشف و عیان کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کی روح کو فناء کی طرف جھانکنے کا موقعہ بخشتا ہے۔ پھر اسے اللہ تعالیٰ عصمت کی کشتی میں داخل کر کے اسے شمال کی طرف جاری کر دیتا ہے۔

فائدہ:۔ یاد رہے کہ انبیاء و اولیاء و علیٰ نبینا و علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی عنایت کی کشتیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندے ان کا دامن پکڑ کر ضلالت کے دریاؤں اور شقاوت کی ظلمات میں ڈوب کر نے سے نجات پاتے ہیں کیونکہ یہ حضرات اس کی حسن عنایت سے اور خصوصی نگرانی سے محفوظ ہیں پھر جو بھی ان کے طریقوں پر چلتا ہے وہ بھی نیران و طغیان سے نجات پا کر جوار رحمت میں داخل ہو جاتا ہے

مثنوی شریف میں ہے ؎

این چنین فرمود آں شاہ رسل
کہ منم کشتی دریں دریائے کل
یا کسی کو در بصیرت ہائے من
شد خلیفہ راستی بر جائے من
کشتئ نوحیم در دریائے کہ تا
رو نگردانی بر جائے من

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ○ فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ
إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ○ ءَأُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِن بَيْنِنَا بَلْ
هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ○ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ○
إِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ○ وَنَبِّئْهُمْ
أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ○ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ
فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ ○ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ○ إِنَّا أَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ○ وَلَقَدْ
يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ○ كَذَّبَتْ قَوْمُ
لُوطٍ بِالنُّذُرِ ○ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ
نَّجَّيْنَاهُم بِسَحَرٍ ○ نِّعْمَةً مِّنْ عِندِنَا كَذَٰلِكَ نَجْزِي مَن
شَكَرَ وَلَقَدْ أَنذَرَهُم بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ○ وَلَقَدْ
رَاوَدُوهُ عَن ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي
وَنُذُرِ ○ وَلَقَدْ صَبَّحَهُم بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ○ فَذُوقُوا
عَذَابِي وَنُذُرِ ○ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ
مِن مُّدَّكِرٍ ○

ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا تو بولے کیا ہم اپنے میں کے ایک آدمی کی تابعداری کریں جب تو ہم

ضرور گمراہ اور دیوانے ہیں کیا ہم سب میں سے اس پر ذکر اُتار اگیا بلکہ یہ سخت جھوٹا اترونا ہے بہت جلد کل جان جائیں گے کون تھا بڑا جھوٹا اترونا ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں ان کی جانچ کو تو اے صالح تو راہ دیکھ اور صبر کر اور انہیں خبر دے دے کہ پانی ان میں حصوں سے ہے ہر حصہ پر وہ حاضر ہو جس کی باری ہے، تو اُنہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا تو اس نے لے کر اُس کی کوچیں کاٹ دیں، پھر کیسا ہُوا میرا عذاب اور ڈر کے فرمان بیشک ہم نے ان پر ایک چنگھاڑ بھیجی جبھی وہ ہو گئے جیسے گھیرا بنانے والے کی بچی ہوئی گھاس اس سوکھی روندی ہوئی اور بیشک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا، لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا بے شک ہم نے ان پر پتھراؤ بھیجا سوائے لوط کے گھر والوں کے ہم نے انھیں پچھلے پہر بچا لیا اپنے پاس کی نعمت فرما کر ہم یوں ہی صلہ دیتے ہیں اُسے جو شکر کرے اور بیشک اس نے انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا تو اُنہوں نے ڈر کے فرمانوں میں شک کیا اُنہوں نے اسے اس کے مہمانوں سے پھسلانا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھیں میٹ دیں فرمایا چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان اور بیشک صبح تڑکے ان پر ٹھہرنے والا عذاب آیا تو چکھو میرا عذاب اور ڈر کے فرمان اور بیشک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

بقیہ ص ۳۱۸ کا

ترجمہ (۱): شاہ رسولاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے ہی فرمایا ہے کہ اس دریائے کل میں کشتی ہوں۔

(۲) جو میری بصیرتوں سے واقف ہے وہی میری جگہ پر میرا نائب ہے۔

(۳) میں کشتیٔ نوح ہوں میری جگہ سے منہ نہ پھیرو۔

ہم اللہ تعالیٰ سبحانہٗ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں سفینۂ شریعت میں محفوظ رکھے اعتماد بر عقل و خیال سے ہمیں کھوٹ اور گمراہی سے بچائے (آمین)۔

تفسیر عالمانہ: کذبت ثمود بالنذر (ثمود نے نذر کی تکذیب کی) نذر سے انذارات اور وہ مواعظ مراد ہیں جو اُنہوں نے صالح علیہ السلام یا دوسرے رسل کرام علیہما السلام سے سُنے اس لیے کہ ایک کی تکذیب گویا کل کی تکذیب کی ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام شرائع (عقائد و اصول) میں سب ایک ہیں۔

فقالوا ابشرا منا۔ تو کہا گیا بشر کی جو ہمارے سے ہیں۔ جو کہ وہ ہماری جنس سے ہیں۔ بشرا ا

کا منصوب ہونا فعل مقدر سے ہے جس کی اس کا ایک مابعد تفسیر کرتا ہے اس معنیٰ پر استفہام کا حرف فعل پر داخل ہے اگرچہ وہ محذوف ہے جیسے استفہام کا قانون ہے کہ وہ فعل پر داخل ہوتا ہے۔

واحداً (ایک کی) یعنی وہ اکیلا ہے اس کا کوئی تابعدار نہیں وہ عوام میں سے ہے اسے کسی قسم کا ہم پر شرف نہیں (تو پھر ہم کیوں اس کی تابعداری کریں۔

سوال :۔ واحداً ابشرا کی صفت کو منا سے مؤخر کیوں کیا گیا۔

جواب :۔ تاکہ تنبیہ ہو جنسیت اور وحدت اتباع سے روکتی ہے اگر اسے مقدم کیا جاتا تو یہ نکتہ معلوم نہ ہوتا۔

تبعہ۔ ہم اُس کے حکم کی اتباع کریں۔

انا اذاً۔ (بیشک ہم اُس وقت ہوں گے) یعنی بالفرض والتقدیر ہم ان کی اتباع کریں حالانکہ وہ ایک ہے اور ہم بہت بڑی جماعت ہیں اور پھر وہ بادشاہ بھی نہیں جیسے کافروں کا اعتقاد تھا کہ وہ رسول ہو جو دنیا و دولت اور جاگیر کا مالک ہو یعنی وہ بشریت و رسالت کا اجتماع ممتنع سمجھتے تھے۔

لفی ضلال و سعر۔ البتہ گمراہی اور جنون میں۔ یعنی راہ حق سے ہٹے ہوئے اور پاگل کیونکہ یہ تقاضائے عقل سے بعید ہے۔

فائدہ :۔ بعض نے کہا کہ کافروں نے ان کو یہ جواب اس لیے دیا کہ نبی علیہ السلام نے انہیں کہا تھا کہ تم میری اتباع نہیں کرتے فلہذا تم راہ صواب سے ہٹے ہوئے ہو۔

فائدہ :۔ سعر سعیر کی جمع ہے بمعنی آگ۔ چونکہ وہ سرکش تھے اسی لیے وہ ان سے نرم بات کرنے کے بجائے سخت جواب دیا اور کہا کہ اگر ہم تمھاری اتباع کریں تو ہم ایسے ایسے ہوں گے چنانچہ اس سے بڑھ کر کہا۔

القی الذکر۔ کیا القاء کیا گیا ہے ذکر یعنی کتاب و وحی۔

علیہ من بنینا۔ اس پر ہمارے درمیان حالانکہ ہمارے میں اور لوگ ایسے ہیں جو اس سے اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ استفہام انکاری ہے من بنینا علیہ کی ضمیر سے حال ہے یعنی صرف یہی آل ثمود میں رسالت کا مخصوص کیوں حالانکہ اس سے بڑھ کر مال و احوال میں اور بھی بہت ہیں۔

لہ اب یہ الزام دیوبندی وہابی اہلسنت پر لگاتے ہیں حالانکہ اہلسنت کا عقیدہ یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام بشر ہوتے ہیں ہاں عام بشر اور ان میں یہ فرق ہے کہ ان کی حقیقت نور ہے اور بشریت کو بھی انہوں نے عبودیت کا ایسا کیمیا لگایا کہ وہ ان کی بشریت بھی نور ہو گی اور نورانیت و بشرانیت میں منافات بھی نہیں مثلاً ملائکہ نور ہیں لیکن وہ بشری لباس میں بھی ہوتے ہیں۔

بل ھو کذاب اشر۔ بلکہ وہ تو جھوٹا اور خود پسند ہے اسی لیے نہیں جیسے یہ کہتے ہیں کہ میں رسول ہوں بلکہ بات یہ ہے کہ وہ ایسے ایسے میں (معاذ اللہ) اسے خود پسندی نے ہمارے سے اُونچے ہونے پر اُبھارا ہے جو کہ ایسے دعویٰ کرتا ہے۔

حل لغات:۔ اشر اسم فاعل ہے فرح کی طرح بمعنی خود پسند۔ جنگجو، بےپکسار (یعنی طبیعت والا معمولی ذہن کا مالک) ارباب علم دراصل اشر بمعنی تجبر یعنی جابر ہونا و نشاط اس گھوڑے کو جو سرکش اور تندخو ہو کو فرس اشر کہتے ہیں۔

سیعلمون غداً من۔ کل معلوم کریں گے کہ وہ کون ہے) یہ استفہام ہے۔

الکذاب الاشر، جو کذاب اور خود پسند ہے۔ یہ حکایت ہے اس کی جو صالح علیہ السلام نے فرمایا ان کو وعدو وعید کے طور۔

فائدہ:۔ سین مضمون جملہ کو قریب کرنے اور تاکید کے لیے ہے الغد وہ دن جو آج کے دن کے متصل ہے اس سے نزول عذاب کا وقت مراد ہے جو زمانہ مستقبل ہوگا اس سے کوئی خاص معین یوم مراد نہیں اور نہ ہی یوم قیامت مراد ہے کیونکہ انا مرسلوا الناقۃ الخ جملہ مستانفہ ہے جو کہ حتمی مبادی الموعود کے بیان کے لیے ہے۔ اب معنیٰ یہ ہُوا کہ عنقریب انھیں معلوم ہوگا کہ کذاب خود پسند کون ہے کہ اُس نے اونچا ہونے کی اور جابر بننے کی کوشش ہے صالح علیہ السلام یا وہ قوم جس نے ان کی تکذیب کی۔ اس میں صالح علیہ السلام کی بزرگی کا بیان ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے ان کے وصف کی نفی کی جس سے کفار نے آپ پر الزام لگایا یعنی کذاب واشر کہا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اے صالح علیہ السلام آپ نہ کذاب ہیں نہ خود پسند بلکہ وہی ہیں۔

انا مرسلوا الناقۃ۔ ہم اونٹنی چھوڑنے والے ہیں یعنی اس پہاڑ سے نکالنے والے ہیں جو زمین پر پھیلا ہوا ہے یا وہ پھیلا ٹہ ہے جو ایک ہی پتھر سے پیدا کیا گیا ہے یا وہ اُونچا پہاڑ مراد ہے جو تنہا دور کھڑا ہو۔ وہ دوسرے پہاڑوں میں ملا ہوا نہ ہو جو منجملہ ان سے شمار نہ ہو (القاموس)

فائدہ:۔ مروی ہے کہ کافروں نے از راہ سرکشی صالح علیہ السلام سے سوال کیا کہ اس پہاڑ جو تنہا کھڑا ہے کے ایک کنارے کے پتھر سے (اسے الکاشبہ کہا جاتا ہے) ایک سُرخ رنگ کی بڑے پیٹ والی حسین بالوں والی دس ماہ کی گابھن نکال دیں۔ اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اونٹنی ہم نکال دیں گے جیسے تم نے چاہا۔

فتنۃ لھم۔ تمہارے لیے وہ امتحان و آزمائش ہوگی کیونکہ معجزہ ایک آزمائش اور امتحان ہوتا ہے

اسی سے امتیاز ہوتا ہے کہ عذاب الٰہی سے کون بچ گیا۔
فارتقبھم۔ تو ان کا انتظار کیجئے اور دیکھئے وہ کیا کرتے ہیں۔
واصطبر۔ اور صبر کیجئے۔ ان کی اذیتوں پر بہت بڑا صبر۔
ونبئھم۔ اور انھیں خبر دیجئے۔

ان الماء قسمۃ بینھم۔ بیشک پانی تقسیم شدہ ہے ان کے درمیان ایک دن اونٹنی کے لیے ایک دن کے لیے اس معنیٰ پر پانی تقسیم شدہ ہوگا۔

فائدہ:۔ قسمۃ مصدر بمعنی مفعول ہے جیسے ضرب الامیر میں مصدر بمعنی مفعول ہے ھُم ضمیر مذکر تغلیباً۔ عقلاء کی وجہ سے ہے۔

کل شرب۔ ہر حصہ پانی کا یا نفع اٹھانے کی باری۔

محتضر۔ حاضر کی ہوئی ہے یعنی اس کو اس کا صاحب حاضر ہوگا اس کا معنیٰ یہ نہیں کہ پانی کے دو حصے کیے جائیں گے ایک حصہ قوم کا اور ایک حصہ اونٹنی کا بلکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ کیا جائے پانی کے گھاٹ کو بطریق باری باری کے جو اپنی باری کے دن میں قوم آئے تو دوسرے دن اونٹنی اپنی باری میں۔

سوال:۔ کامل دن اونٹنی کے لیے کیوں؟

جواب:۔ چونکہ اونٹنی عظیم الجثہ تھی جسے دیکھ کر ان کے جانور بھاگ جاتے یا پانی تھوڑا تھا جسے ایک ہی باری والے کو کام آسکتا تھا۔

فنادوا۔ تو قوم ثمود نے پکارا صاحبکم اپنے ساتھی کو یعنی قدار بن سالف کو (بضم القاف والدال المھملہ) یہی ثمود کی قوم میں منحوس تر تھا اسی لیے عرب جزار کو قدار کہا کرتے اسی قدار کے ساتھ تشبیہہ دے کر۔ کیونکہ اسی بدبخت نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں جیسے آئے گا (انشاء اللہ) چھوٹے قد کا تھا اور بہت بڑا شریر تھا۔ اس کی آنکھیں نیلی تھیں۔ اشقر۔ احمر اسرخ رنگ والا تھا۔ اس کا لقب احیمر ثمود تھا۔ احمر کی تصغیر تحقیر کے طور ایسے ہی مشہور تھا۔

فائدہ:۔ کشف الاسرار میں ہے کہ اسے احمر ثمود بھی کہا جاتا ہے بعض نے کہا کہ عاد کی قوم میں یہی منحوس تر تھا یعنی عاد آخرہ کا منحوس ترین انسان یہی قدار تھا قوم عاد آخرہ سے ارم والے مراد ہیں اور قیامت تک اہل عرب اسے منحوس سمجھتے رہیں گے اس سے سجاوندی کے سوال کا جواب بھی ہے جو عین المعانی میں مذکور ہے اسے زہیر نے اپنے شعر میں ذکر کیا ہے ؎

فتنتج لکم غلمان اشأم کلھم
کاحمر عاد ثم ترضع فتطم

ترجمہ:۔ تمھارے تمام بچے منحوس پیدا ہوئے احمر عاد کی طرح پھر دودھ پئیں گے اور دودھ چھڑائے جائیں گے۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا یہ غلط ہے اس لیے کہ اس سے مراد وہی احمر ثمود ہے۔

فتعاطی فعقر: تو وہ شروع ہوا اور کوچیں کاٹیں۔

حل لغات:۔ التعاطی بمعنی اجتراء (جرأت کرنا) اس لیے تعاطی کا اصل ہے کسی شے کو بتکلف حاصل کیا جائے اور وہ شے کہ جس میں تکلف کیا جائے تو ضروری ہے کہ وہ شے ایسی ہو جو ہولناک ہے اسے کوئی ہاتھ نہ لگا سکے جب تک اس میں جرأت نہ ہو اسی مجازی معانی کے لحاظ سے تعاطی کے بعد فا تعقیب کی لائی گئی ورنہ عقر نفس مباشرۃ قتل اور اس کے درپے ہونے پر متفرع نہیں ہو سکتا (العقر بمعنی پیچھا کرنا) اہل لغت کہتے ہیں۔ عقر البعیر وامفرش فانعقر یعنی اونٹ اور گھوڑا کی کونچیں کاٹیں تو وہ کٹ گئیں۔ از باب ضرب۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ قدار نے جرأت کی بہت جرأت ایک بہت بڑے امر پر جس میں ذرہ بھر بھی کمی کوتاہی نہ کی تو اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈالیں۔

فائدہ:۔ حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ اونٹنی کو کونچیں کاٹنے کی محرک دو عورتیں تھیں:۔

۱۔ عنیزہ ام غنم ۲۔ صدوق بنت المختار

اور دوسری تفاسیر میں صدوق کے بجائے صدقہ لکھا ہے۔

اونٹنی کے قتل کا قصہ:۔ قوم صالح کے جانوروں کو اونٹنی نے ضرر پہنچائے تو صدوق (عورت) نے اپنے چچازاد مصدع بن دہر کو اپنی ملاقات کا وعدہ کیا اور عنیزہ اپنی لڑکیوں میں سے ایک کے ساتھ نکاح کا قدار کو کہا پھر دونوں ناقہ کے راستہ پر ایک پوشیدہ مقام پر چھپ کر بیٹھ گئے جب اونٹنی پانی پی کر واپس لوٹی تو مصدع نے اسے تیر کا نشانہ بنایا یہاں تک کہ اونٹنی کے پاؤں میں تیر خوب چبھ گیا۔ قدار اپنی چھپی ہوئی جگہ سے اٹھ کر باہر آیا اور تلوار سے اونٹنی کی کونچیں کاٹیں۔

فنادوا۔ تو لوگوں نے قدر کو پکار کر کہا کہ اب اونٹنی تیری گزرگاہ کے قریب آگئی یا یہ کہ جب قدار نے اس کے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس پر ہیبت چھاگئی اس پر انھوں نے اسے پکار کر ہمت بندھوائی یا یہ کہ مصدع نے تیر مار کر پکارا کہ پکڑو ناقہ کو اور اسے قتل کرو چنانچہ قدار نے اس پر حملہ کیا تو اونٹنی گر پڑی پھر اسے سب نے مل کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا پھر اس کا گوشت آپس میں تقسیم کیا۔

اونٹنی کا بچہ:۔ جب اونٹنی کا بچہ آیا تو اس نے تین آوازیں کیں پھر آسمان پر اڑ گیا۔ بعض نے کہا کہ وہ بھی قتل کر دیا گیا پھر تین روز کے بعد ان پر عذاب نازل ہوا۔ فکیف کان عذابی ونذر۔ تو پھر کیسے ہے میرا عذاب ونذر۔ اس سے حضرت جبریل علیہ السلام کی چیخ مراد ہے اور یہی ان کے گندے کرتوت کی کامل سزا تھی کیونکہ بچے کی چیخ کا سبب ان کے کرتوت بنے کہ نہ وہ اونٹنی کو قتل کرتے اور نہ وہ اس

عذاب کے مستحق بنتے۔

حدیث شریف:۔ جو بھی ماں بیٹے کے درمیان جدائی ڈالے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے اور اس کے دوستوں کے درمیان جدائی ڈالے گا (المقاصد الحسنہ للسخاوی رحمۃ اللہ علیہ)

فکانوا۔ تو ہو پڑے اس چیخ سے حالانکہ اس سے پہلے بہت بڑی رونق اور عیش وعشرت میں تھے۔

کھشیم المحتظر۔ گھیرا بنانے والی گھاس سوکھی روندی ہوئی کی طرح۔

حل لغات:۔ الہشم۔ نرم شے کو توڑنا جیسے انگوری وغیرہ۔ الہشیم بمعنی المہشوم یعنی المکسور (توڑی ہوئی) وہی درخت وغیرہ کی قسم سے توڑی ہوئی (روندی ہوئی شے) الحظر بمعنی جمع الشئی فی الحظر کسی شے کو اکٹھا کرنا) حظرہ میں المحظور بمعنی الممنوع المحتظر بکسر الظاء۔ وہ شے جو حظرہ میں کام کرے اور شے کو درست کرے۔ الجوہری نے فرمایا کہ الحظیرہ وہ جھونپڑہ جو درخت وغیرہ سے سردی اور گرمی سے بچانے کے لیے اونٹ کے لیے تیار کیا جائے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ مثل درخت سوکھے کے جسے جھونپڑے بنانے والے کے لیے بنایا یا گھاس سوکھی جسے صاحب حظیرہ نے اپنے جانوروں کے لیے جمع کیا۔

ولقد یسرنا القراٰن للذکر فھل من مدکر۔ اور بیشک ہم نے قرآن آسان کیا ذکر کے لیے کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ آیات میں اشارہ ہے کہ ثمود نفس امارہ بالسوء اور اس کے اسی معاملہ کی طرف جو اس نے نذیر یعنی قلب کے ساتھ کیا کیونکہ قلب تو اسے دعوت دیتا ہے کہ صفاتِ بشریہ سے فارغ ہو کر صفات روحانیہ سے موصوف ہو جا لیکن نفس بلاتا ہے کہ اس کے صفات میں ڈھل جا اس کی وجہ یہ ہے کہ روح ونفس بہن بھائی ہیں بلکہ نفس قلب کی بہن ہے اور قلب (دل) انسان کے پیٹ کی بائیں جانب ہے اسی طرح نفس قلب دعوت دیتا ہے کہ اس کے رتبہ کو اپنے سے مقدم نہ رکھے اور جسم میں اسے تصرف کی اجازت دے ایسے ہی ان قویٰ بشریہ وطبعیہ پر جو ہر پر قلب حاوی ہے اور نفس چاہتا ہے کہ قلب کا مرتبہ مؤخر ہے وجہ یہ ہے کہ قلب روح ونفس کے ازدواج (اکٹھے ہونے) سے پیدا ہوا اور قاعدہ ہے کہ نفس کو قلب کے رتبہ سے تقدم پر قلب کی اتباع سے اسے نفرت ہوگی اور نہ ہی وہ اس کے اوامر کی پرواہ کرے گا اور سب کو معلوم ہے کہ حسب کا شرف نسب کے شرف پر مقدم ہے اسی لیے حکماء نے فرمایا کہ تونگری ہنر سے ہے نہ کہ مال سے اور بزرگی عقل سے ہے نہ کہ سال سے۔ اسی لیے کسی شاعر نے کہا ؎

وما ینفع الاصل من ھاشم
اذا کانت النفس من باھلہ

ترجمہ:۔ ہاشم (قریشی) کو اصل (نسب) سے کوئی فائدہ نہیں جب اس کا نفس باہلہ قبیلہ کی خواہشات کا خوگر ہو۔

فائدہ: باہلہ عرب کا خساست و دناءۃ (ردی ہونا) میں ایک مشہور قبیلہ۔

بہرحال نفس نے نذیر (قلب) کے ساتھ خطار کی اور نفس ہے بھی خطار کا پتلا۔ اس نے قلب کے ساتھ اونٹنی نکال کر آزمائش کی اس کی وجہ یہ ہے کہ قلب و نفس کی حقیقت دراصل ایک شے ہے متعدد شے نہیں صرف صفات مختلفہ کے وجود سے مختلف نام پائے جب کسی کی حقیقت حق کی طرف کامل طور پر متوجہ ہوتی ہے تو اسے مطمئنہ سے موسوم کیا جاتا ہے اگر وہ طبیعت بشریہ کی طرف کامل طور پر متوجہ ہوتی ہے تو اسے امّارہ کہا جاتا ہے اگر وہ کبھی حق کی طرف اور کبھی طبیعت بشریہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو اسے لوّامہ سے موسوم کیا جاتا ہے اس معنیٰ پر ثمود (نفس) نے از جہت مکر و استکبار صالح رسول قلب سے مطالبہ کیا کہ وہ حضرۃ الروح سے سوال کرے کہ وہ نفس امّارہ کے بلند و بالا پہاڑ سے ناقہ نفس مطمئنہ نکالے بایںطور کہ اس کے امارۃ کی صفت سے نکال کر اسے صفت اطمینان میں لے جائے تو صالح رسول قلب نے حضرت روح سے اپنا مقصد طلب کیا تو اس نے اپنی قدرت و حکمت کے اظہار کے لیے اسے پورا کیا یہاں تک کہ انوار روح غالب اور ظلمات نفس بجھ گئے جیسے سورج کے طلوع سے رات کی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں اور نفس مطمئنہ کا گھاٹ مخصوص تھا یعنی معارف و حقائق ایسے ہی نفس کا بھی یعنی مشارب جسمانیہ تو خواہشات نے اپنے اعوان (مددگاروں) کے ساتھ پکارا یعنی اس کے بعض نے بعض کو کہا کہ نفس امّارہ کو استیلائے نور روح سے چھٹکارا ملے کیونکہ اب خود خواہشات کو خطرہ ہو گیا کہ وہ بھی اس میں ڈوب جائیں گی تو شروع ہوئے خواہشات کے بعض اعوان اور نفس امّارہ چونکہ مقام اطمینان میں کامل قدرت نہ رکھتا تھا کہ وہ تنہا اس پر قابو پا جائے کیونکہ اس میں بقیۂ تلوین موجود تھا اگر مقابلہ کرتا تو حضرۃ القہر و خذلان میں مٹ جاتا بلکہ نار قطیعۃ و ہجران سے جل کر راکھ ہو جاتا جیسے کہ فرمایا فکیف کان عذابی و نذر)۔

تو جو اہل ذکر و قرآن سے ہوتا ہے یعنی اسے شہود جمعی نصیب ہوتا ہے تو وہ اس فراق و ہجران سے عبرت حاصل کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ وہ نہایۃ الاطمینان علی الاطلاق تک پہنچ جائے اگرچہ نفس امارۃ سے مطمئنۃ کی طرف تبدیل بھی ہو جائے تب بھی اس کے مکر و فریب سے ڈرنا چاہیے اور اسے مطمئنۃ سے امارۃ کی طرف بدل جانے میں وہ دیر نہیں کرتا اگر خود کو اس کی طبع کے سپرد کر دیا جائے تو وہ اپنی بری عادت کی طرف لوٹنے میں دیر نہیں لگاتا جیسے بلعام اور برصیصیا کا حال سب کو معلوم ہے اسی لیے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا میں عرض کیا مجھے میرے نفس کے سپرد نہ کر ایک لمحہ بلکہ اس سے بھی کم وقت میں۔

فائدہ: حضرت جنید بغدادی قدس سرہ نے فرمایا کہ نفس کو حق کی ہرگز ہرگز الفت نہیں کیا نہیں دیکھتے ہو کہ ذمی اگرچہ خراج قبول بھی کرے تو اسے کبھی مسلم کے ساتھ اسلامی الفت نہ ہو گی ایسے ہی کوّے کے بچے کو بچپن سے ہی پالو تب بھی اس کی عادت سے توحش نہ جائے گا بہرحال نفس اصلاح اور نیکی اور لطف و کرم کے لائق نہیں اور اسے تو ہر تنگی اور مجاہدات و ریاضات میں دبائے رکھنا ضروری ہے یہاں تک کہ موت آئے یعنی روح جسم سے نکلے۔ اسی لیے

مثنوی شریف میں فرمایا ہے

اندریں رہ می خراش و می تراش
تا دم آخر دمی فارغ مباش

ترجمہ:۔ اس راہ پر خراش و تراش میں لگا رہے آخر سانس تک نکما نہ بیٹھ۔

فائدہ:۔ اس سے ہی معلوم ہوا جو صوفیاء کرام نے فرمایا کہ ورد الاستغفار لا یسقط بحال۔ استغفار کسی حال میں ساقط نہیں ہوتا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فسبح بحمد ربک واستغفرہ۔ تو اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ کر اور استغفار کر۔ اگرچہ فتح مطلق ظاہر ہو۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں علماء باعمل و ادیب باادب بنائے بطفیل اپنے نبی علیہ السلام پر خصوصی اسرار و رموز کے۔

تفسیر عالمانہ:۔ کذبت قوم لوط بالنذر۔ لوط کی قوم نے ڈرسنانے والوں کی تکذیب کی۔ نذر سے انذارات یا منذرین (ڈرانے والے) مراد ہیں جیسے گزرا۔ انا ارسلنا علیھم حاصبا بیشک ہم نے ان پر پتھراؤ کیا یعنی ہوا جس میں پتھر تھا یعنی ان پر ہوا پتھراؤ کرتی تھی وہ پتھر مٹھی بھر سے کم تھے۔

حل لغات:۔ الحصب بمعنی چھوٹی کنکریاں مارنا اسی لیے المحصب ہے بمعنی پتھروں کے مارنے کی جگہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول حصبوا المسجد (مسجد میں کنکری پھینکی) اسی سے ہے الحاصب اسم فاعل بمعنی راحی الحصباء (پتھراؤ کرنے والا) اس کی تذکیر اس لیے ہے کہ پھینکو کا اسناد مذکر کی صرف الریح مؤنث سماعی ہے اسے عذاب کی تاویل سے صیغہ مذکر لایا گیا۔

پتھراؤ کیوں:۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ شاید انھیں پتھراؤ کے عذاب میں اس لیے مبتلا کیا کہ انھیں لواطت سے روکا گیا تو نہ رُکے بلکہ اُنھوں نے اپنے نطفے غیر محل الحرث میں پھینکے تو اللہ تعالیٰ نے پتھروں کے عذاب میں مبتلا کیا اسی لیے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوطی کو سنگسار کیا جائے اگرچہ وہ غیر محصن ہو۔ علاوہ ازیں وہ مجلسیں بنا کر بیٹھتے اور ان کے ہر ایک کے پاس پیالہ کنکریوں سے پُر ہوتا تھا جب ان کے قریب مسافر گزرتا تو اسے کنکری مارتا جسے کنکری لگ جاتی اسے وہ اپنے لائق سمجھتا۔

ہوا کا عذاب کیوں؟:۔ انھیں آندھی کے عذاب میں اس لیے مبتلا کیا گیا کہ وہ اپنی مجلسوں میں کھُلم کھُلا زیادتی کرتے اس سے ذرہ برابر بھی حیا نہ کرتے۔

لواطت کی سزا:۔ انھیں اس لیے اُلٹا کیا گیا کہ وہ لواطت کے وقت بے ریش لڑکوں کو اُلٹا سلاتے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے اعمال کے مطابق سزا دی اور چونکہ اُنھوں نے حقیقہ کو اُلٹا دیا الخ

برعکس کیا بایںطور کہ محل الحرث کو چھوڑ کر دبر میں پانی گرایا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اُلٹا دیا۔

الاّ آل لوط۔ مگر لوط علیہ السلام کے گھر والے جو عذاب سے بچ گئے تھے وہ صرف تیرہ تھے بعض نے کہا وہ حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کی دو صاحبزادیاں تھیں کشف الاسرار میں ہے کہ آپ کی صاحبزادیاں اور آپ کی وہ ازواج مطہرات جو آپؑ پر ایمان لائیں۔ نجّیناھم۔ ہم نے انھیں نجات دی۔ بسحر۔ سحر میں۔ کسی اسحار کے ایک سحر میں

حل لغات:۔ سحرات کے آخری لمحات یعنی رات کا آخری چھٹا حصہ۔ المفردات میں ہے السحر بمعنی آخر اللیل سیاہ کے وہ لمحات جو دن کی صفائی میں ملے ہوں۔ اب اس کے لیے بمنزلہ اسم کے ہو گیا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ حال ہو بمعنی المتلبس بسحر۔

حضرت لوط علیہ السلام کا شہر سے باہر تشریف لے جانا:۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے گھر والوں کو لیکر رات کے حصے میں اپنے گھر سے باہر تشریف لے جائیں آپ باہر تشریف لے گئے تو سحر کے وقت آپ کی قوم پر عذاب نازل ہوا۔ اس معنیٰ پر یہ استثناء منقطع ہوگا کیونکہ وہ علیہم کی ضمیر سے استثناء ہے اور ضمیر کا مرجع مکذبین ہیں جو قوم لوط سے تھے اس تقریر پر لوط علیہ السلام کے گھر والے اس میں داخل نہیں کیونکہ آل لوط سے وہ لوگ مراد ہیں جو آپ کے دین میں آپ کے تابع ہوئے۔

نعمۃ من عندنا۔ نعمت (انعام ہے ہماری طرف سے) نجّینا کی علت ہے یہ بھی ہے کہ نجّینا کا مصدر مفعول مطلق ہو معنیٰ کے لحاظ سے کیونکہ ان کا نجات پانا بھی ایک قسم کا انعام تھا۔

کذلک۔ مثل اسی عجیب جزاء کے۔ نجزی من شکر۔ جو شکر گزار ہم جزا دیتے ہیں یعنی ہمارا انعام ایمان وطاعت کی وجہ سے ہوتا ہے یعنی ہم اہلِ ایمان کو یونہی نجات دیتے ہیں۔

ولقد انذرھم۔ اور لوط علیہ السلام نے انھیں ڈرایا بطشتنا۔ ہماری سخت گرفت سے عذاب کے ساتھ فتماروا۔ تو انھوں نے شک کرکے تکذیب کی۔ بالنذر۔ ڈر سنانے والوں کی۔ درانحالیکہ انھوں نے شک کیا تو تکذیب کی۔ تمھاری تکذیب کے معنیٰ کو متضمن ہے اسی لیے اسی کی طرح متعدی ہے۔

حل لغات:۔ تماروا کا مادہ المریہ ہے یہ دراصل تماریوا تھا بروزن تفاعلوا۔ بقاعدہ صرفیہ تماروا ہوا۔

ولقد راودوہ عن ضیفہ۔ اور بیشک (انھوں نے ان کے مہمان ورغلایا)

حل لغات:۔ المراودۃ بمعنی کسی کو اپنے ارادہ کی طرف کھینچنا اور وہ کھنچا کھنچا تمھارے ارادہ میں آجائے اپنے ارادہ کو ترک کر کے۔ اس کی تحقیق سورۃ یوسف میں گزری ہے۔

الضیف (مہمان) اب معنیٰ یہ ہوا کہ بیشک انھوں نے لوط علیہ السلام سے چاہا کہ وہ انھیں اپنے مہمانوں پر

قدرت دے دیں اور وہ مہمان ملائکہ تھے جو نوجوان لڑکوں کی شکلوں میں تشریف لائے ان میں حضرت جبریل علیہ السلام بھی تھے ان سے ان کا ارادہ بُرائی تھا۔ اس گمان پر کہ یہ بشر ہیں ۔ فطمسنا اعینھم ۔ تو ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں۔

حل لغات:۔ الطمس بمعنی المحو (مٹانا) شے کو جڑ سے اکھاڑ کر اس کا نشان تک ختم کر دینا یعنی ان کی ہم نے آنکھیں جسم کے چمڑے کے برابر کر دیں دوسرے چہرے کی طرح کہ چشم خانہ کا نشان تک نہ رہا۔

فائدہ: مروی ہے کہ جب وہ لوط علیہ السلام کے گھر میں اچانک داخل ہوئے تو جبریل علیہ السلام نے ان پر پَر مارا تو اندھے ہو کر گھر میں حیران پھر رہے تھے انہیں دروازہ کی راہ نہ ملتی تھی یہاں تک کہ حضرت لوط علیہ السلام نے انھیں خود دروازے سے باہر نکالا۔

حل لغات:۔ الصعق وہ مار جس میں آواز نہ ہو۔ فذوقوا ۔ تو چکھو یعنی ہم نے فرشتوں کی زبان سے کہا چکھو عذابی ونذر ۔ میرا عذاب اور ڈر۔ اس سے الطمس مراد ہے کیونکہ یہ بھی منجملہ ان کے لیے ہے جن سے وہ ڈرائے گئے۔

فائدہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ طمس مسح الابصار کے نتائج سے ہے اس لیے قرآن مجید میں ہے ونحشرہ یوم القیمۃ اعمی ۔ اور ہم اسے قیامت میں اندھا کر کے اُٹھائیں گے اس لیے کہ اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض کیا اور اس کی طرف ذرہ بھر بھی توجہ نہ کی ۔ ولقد صبحھم بکرۃ ۔ اور اُن کے ہاں صبح کی ۔

حل لغات:۔ التصبیح بمعنی صبح کے وقت کسی کے پاس آنا یعنی وہ ان کے پاس صبح کے وقت آیا ۔ عذاب (عذاب) اور پتھراؤ مستقر ۔ استقرار والا یعنی ان پر مستقر اور ایسا ثابت و لازم ہُوا کہ کسی وقت بھی ان سے جدا نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ انھیں کھینچ کر جہنم میں لے گیا۔ یعنی دائمی عذاب جو عذابِ آخرت تک متصل رہا۔

فائدہ:۔ استقرار کی صفت میں اشارہ ہے کہ ماقبل کا عذاب طمس وغیرہ اس عذاب تک متصل رہا۔ خلاصہ یہ کہ وہ عذاب کہ جس نے ان کی بستیاں اُلٹ دیں اور انھیں اُونچا نیچا کیا اور ان پر پتھراؤ ہُوا غیر ہے اس عذاب کا جو ان کی آنکھوں کو مٹایا گیا کیونکہ یہ تو دنیوی عذاب تھا یہ عذاب آخرت تک متصل نہ تھا ہاں پتھراؤ اور خسف عذاب کے آخرت سے متصل تھا جیسے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مرا اس کے لیے قیامت قائم ہو گئی یعنی موت کا زمانہ قیامت کے زمانے سے متصل ہے جیسے دنیا کے بعض زمانے دوسرے زمانوں کو متصل ہوتے ہیں۔ یعنی انہیں سخت عذاب میں مبتلا کرنے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں کیا گیا۔

فذوقوا عذابی ونذر ۔ تو چکھو میرے عذاب اور نذر کو۔ یہ حکایت ہے اس کی کہ پھر انھیں کیا کہا گیا ولقد یسرنا القراٰن للذکر فھل من مدکر ۔ اور البتہ ہم نے ذکر کے لیے قرآن آسان کیا تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔ اس کا بیان پہلے گزرا۔ اس میں استیناف تنبیہ کے لیے اور آگاہ کرنے کے لیے تاکہ ان پر سہو و غفلت نہ چھا جائے۔ یہی وجہ ہے فبای آلاء ربکما تکذبان اور وویل یومئذ للمکذبین کے تکرار میں۔ ایسے

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۚ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ
اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ
بَرَآءَةٌ فِى الزُّبُرِ ۚ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝
سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ
وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۝ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِىْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝
يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِى النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ۗ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ اِنَّا كُلَّ
شَىْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۝
وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ وَكُلُّ شَىْءٍ فَعَلُوْهُ فِى
الزُّبُرِ ۝ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّ
نَهَرٍ ۝ فِىْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

ترجمہ:۔ اور بیشک فرعون والوں کے پاس رسول آئے اُنہوں نے ہماری سب نشانیاں جھٹلائیں تو ہم نے اُن پر گرفت کی جو ایک عزت والے اور عظیم قدرت والے کی شان تھی کیا تمہارے کافر ان سے بہتر ہیں یا کتابوں میں تمہاری چھٹی لکھی ہوئی ہے یا یہ کہتے ہیں کہ ہم سب مل کر بدلا لیں گے۔ اب بھگائی جاتی ہے یہ جماعت اور پیٹھیں پھیر دیں گے بلکہ ان کا وعدہ قیامت پر ہے اور قیامت نہایت کڑی اور سخت کڑوی بے شک مجرم گمراہ اور دیوانے ہیں جس دن آگ میں اپنے مونہوں پر گھسیٹے جائیں گے اور فرمایا جائے گا چکھو دوزخ کی آنچ، بیشک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے جیسے پلک مارنا اور بیشک ہم نے تمہاری وضع کے ہلاک کر دیئے تو ہے کوئی دھیان کرنے والا اور اُنہوں نے جو کچھ کیا سب کتابوں میں ہے اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے بے شک پرہیزگار باغوں اور نہر میں ہیں سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور۔

بقیہ صـ ۳۲۹ کا

ہی جہاں واقعات واخبار وقصص ومواعید وزواجر وقواطع کا تکرار ہے تو اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کیونکہ قاعدہ ہے تکرار سے معانی میں کانوں اور قلوب قرار پکڑتے ہیں اور سینہ میں مضمون خوب سماتا ہے جوں جوں مضمون کا تکرار ہو گا یونہی قلب میں مضبوط سے مضبوط تر قرار پکڑے گا اور سینے میں زیادہ سے زیادہ جاگزین ہو گا اور فہم میں سخت سے سخت تر راسخ ہو گا اور نسیان وسہو سے بہت زیادہ دُور ہو گا۔

تفسیر صوفیانہ:- قصہ میں اشارہ ہے کہ لوط رُوح کا معاملہ اپنی قوم نفس امارہ کے ساتھ معاملہ عذاب کا اور لوط روح کو نجات دینے کا معاملہ بسبب اس کی صفات روحانیہ کے ہے اور قوم (نفس) کو تباہ کرنا ان کی صفات بشریہ وطبعیہ کی وجہ سے ہے جس پر شہوت بہیمیہ کا غلبہ ہو یعنی جماع کی شہوت غالب ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس صفت کو دبائے اور ذکر لا الٰہ الا اللہ کے پتھر سے اسے توڑے اور اس صفت کا اس کی ضد سے علاج کرے یعنی عفت پاکدامنی سے جو کہ وہ بھی ایک ہیئت ہے قوت شہویہ کے لیے جو فجور کے درمیان واسطہ ہے جو اس قوت شہوانیہ پر غالب ہے اور یہ خمود کے لیے بھی واسطہ ہے اور خمود بہ تفریط والی قوت ہے قوت شہوانیہ سے کیونکہ عفیف (پاکدامن) وہ ہوتا ہے جو شرع ومروت کے موافق امور سرانجام دیتا ہے بخلاف اہل شہوت کے (کہ وہ شرع ومروت سے کام سرانجام نہیں دیتا) اور شہوت وہ حرکت ہے جو نفس کی طلب پر چاہنے والے کے عین ارادہ اور نفس کے حال کے عین موافق ہو افراط ہو یا تفریط اسی لیے شہوت کی اصلاح ضروری ہے جمیع قویٰ وصفات میں کیونکہ یہی شہوت تو ہے جو لوگوں کو فسق وفجور پر ابھارتی اور انہیں فتنوں میں ڈالتی اور ان کے درمیان شر وفساد برپا کرتی ہے۔

نمی تازد نفس سرکش چناں
کہ عقلش تواند گرفتن عناں

ترجمہ:- نفس سرکش تیز دوڑتا ہے اس کی باگ عقل ہی پکڑ سکتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے عون وتوفیق اور ثبات فی طریق التحقیق کا سوال کرتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ:- ولقد جاء اٰل فرعون النذر۔ اور بیشک فرعون والوں کے پاس ڈرانے والے آئے۔

سوال:- فرعون والوں کا نام تو لیا لیکن اس کا ذکر کیوں نہیں۔

جواب:- چونکہ وہ سب کو معلوم اور معروف زمانہ ہے اسی لیے وہ نذر کے زیادہ لائق تھا اس لیے اس کے نام ظاہر کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ بخدا فرعون والوں ڈرانے والے اُمور موسیٰ وہارون علیہم السلام کی طرف

سے آئے ۔ گویا پوچھا گیا کہ پھر فرعون والوں نے کیا جواب دیا تو فرمایا گیا ۔ کذبوا بآیٰتنا کلھا ۔ اُنھوں نے ہماری تمام آیات کی تکذیب کی ۔ کذبوا بآیتنا ۔ (اُنھوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی) آیات سے نو معجزے مراد ہیں وہ یہ ہیں :۔

۱۔ ید بیضاء	۲۔ عصائے موسیٰ علیہ السلام	۳۔ طوفان	۴۔ ٹڈی
۵۔ جوئیں	۶۔ مینڈک	۷۔ خون	۸۔ موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے لکنت کا کھل جانا
۹۔ دریا کا چر جانا ۔			

فاخذ ناھم ۔ تو ہم نے انھیں تکذیب کے وقت عذاب میں مبتلا کیا ۔
اخذ عزیز ۔ گرفت کرنا بڑی قوت والے کی کہ جس پر کوئی غالب نہ ہو سکے یعنی اس غالب کی گرفت کا جو کسی سے مغلوب نہ ہو سکے (مقتدر) وہ قوت والا کہ اسے کوئی شے عاجز نہ کر سکے مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز مقتدر ہے اسی لیے انھیں ان کی تکذیب پر گرفت کی جسے کوئی مانع نہ روک سکا اور عذاب سے انھیں بحر القلزم اور نیل میں غرق کرنا مراد ہے ۔
نکتہ :۔ فرعون کو دریا میں ڈبونے کا عذاب اس لیے کہ اسے موسیٰ علیہ السلام پانی سے تابوت (صندوق) میں دستیاب ہوئے اس نے نہ پانی کا شکریہ ادا کیا اور نہ ہی موسیٰ علیہ السلام جیسی نعمت ملنے پر شکر کیا تو اس پر وہ نعمت پلٹا کھا کر عذاب بن گئی کہ اسے اور اس کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے پانی میں غرق کیا حالانکہ پانی حیات (زندگی) کا سبب ہے جو دوسروں کے لیے حیات کا سبب بنتا ہے ۔ لیکن فرعون اور اس کی قوم کے لیے عذاب (موت) کا سبب بنا ۔
نکتہ :۔ آل لوط کے لیے طمس کو عذاب کہا اور طوفان وغیرہ کو آیات کہا فرعون کے لیے فرق ظاہر ہے کہ طمس وغیرہ واقعی آل لوط کے لیے عذاب تھا لیکن آلِ فرعون کے لیے مذکورہ آیات بعض اُمور عذاب تھے اور بعض اُمور صرف معجزہ کے طور پر دکھائے گئے ۔
اکفارکم ۔ اے عرب کیا تمھارے کفار ۔ خیر ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں قوت دشدت اور گنتی کے لحاظ سے بہتر ہیں ۔ من اولئکم ۔ انھیں کفار سے جو ابھی گنے گئے یعنی قوم نوح و ہود و صالح و لوط و آل فرعون معنیٰ یہ ہے کہ ان پر عذاب نازل ہوا باوجودیکہ وہ تمھارے سے اُمور مذکورہ میں بہتر تھے تو کیا تمھیں طمع ہے کہ تم پر عذاب نازل نہ ہوگا جیسے ان پر ہوا حالانکہ تم ان سے مرتبہ کے لحاظ سے شریر تر اور حال کے اعتبار سے بدتر ہو ۔ اَمْ لکم براۃ فی الزبر ۔ کیا تمھارے لیے صحیفوں میں برأت (بری ہونا) ایک تبکیت سے دوسری تبکیت کی طرف دوسری وجہ سے انتقال فرمایا یعنی اے کفار عرب بلکہ یہ بات ہے کہ کیا تمھارے لیے کتب سماویہ میں لکھ دیا گیا ہے

کہ تم اس عذاب سے امن میں ہو جو تمہارے کفر و معاصی کی وجہ سے نازل ہونے والا ہے اسی لیے تم اپنے گناہوں پر اصرار کر رہے ہو اور اسی برآت (بری ہونا) سے عذاب الٰہی سے امن میں ہو۔ خلاصہ یہ کہ تمہارے لیے کتب سماویہ میں اس قسم کا کوئی حکم نازل نہیں ہوا کہ جو بھی تم سے کفر ے تو وہ عذاب الٰہی سے امن میں ہوگا۔

ام یقولون۔ یا وہ جہالت سے کہتے ہیں۔ نحن جمیع منتصر۔ ہم سب سے بدلہ لیں گے۔ یہ تبکیت والتفات ہے اور خبر دی جا رہی ہے ان کے حال کے مقتضیٰ کی اور ان سے اعراض اور انہیں مرتبہ خطاب سے گرا دیا گیا ہے۔ ان کے قبائح کا ذکر کر کے دوسروں کو عبرت دلائی گئی ہے۔

حل لغات :۔ کہا جاتا ہے نصرہ من عدوہ فانتصر۔ اس نے دشمن کو روکا تو وہ رُک گیا۔ اب معنیٰ یہ ہوا بلکہ بات یہ ہے کہ کیا وہ اپنی شوکت کے بل بوتے پر یہی کہتے ہیں کہ ہم طاقتور ہیں اور ہمارے امور و آراء مضبوط ہیں نہ کوئی ہمارا کچھ بگاڑ سکتا ہے اور نہ کوئی ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے یا معنیٰ یہ ہے کہ دشمنوں (کافروں) سے بدلہ لینے والے ہیں نہ ہم پر کوئی غالب ہے اور نہ ہی کوئی ہمیں روک سکتا ہے یا معنیٰ یہ ہے کہ ہم بدلہ لیں گے تمہارے بعض کو بعض پر غالب کر کے اپنی مدد سے بایں طور کہ افتعل بمعنی تفعل ہے جیسے اختصم بمعنی تخصم آتا ہے اور منتصر مفرد بمعنی الجمع ہے۔

ابو جہل کی فرعونیت :۔ مروی ہے کہ بدر کی لڑائی سے پہلے ابو جہل نے ایک کمیت گھوڑا پال رکھا تھا جسے روزانہ کئی سیر جوار کے دانے کھلاتا اور کہتا تھا کہ اسی پر سوار ہو کر (حضرت) محمد (مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل (شہید) کروں گا۔ جب بدر کے دن اس پر سوار ہوا تو قسم کھا کر مذکورہ بالا بات کہی اور کہا آج ہم (حضرت) محمد (مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور اُن کے اصحاب سے بدلہ لیں گے لیکن معاملہ یوں ہوا کہ یوم بدر اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُسے قتل کیا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا سر کاٹ کر اسے کھینچتے ہوئے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے حضور میں آئے۔

تفسیر صوفیانہ :۔ اس میں کفار یعنی نفس امارہ کے صفات اور اس کے مختلف الانواع کی طرف اشارہ ہے جیسے بہیمیۃ و سبعیۃ و شیطانیۃ و ہوائیۃ و حیوانیۃ اور اس کے بعض کے ذریعے سے بعض کی مدد اور بعض سے بدلہ لینا بعض دوسروں کی معاونت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

تفسیر عالمانہ :۔ سیہزم الجمع۔ عنقریب جماعت شکست کھائے گی۔ ان کے قول مذکور کا رد و ابطال ہے اور سین تاکید کا ہے۔ الجمع سے قریش مکہ کی جماعت مراد ہے۔

و یولون الدبر۔ اور پیٹھ پھیریں گے۔ واحد (دبر) سے جنس یعنی جمع مراد ہے یعنی جنگ سے

شکست کھا کر بھاگیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور اہل ایمان کی مدد کرے گا چنانچہ یوم بدر میں ایسے ہی ہوا۔

معجزہ حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سُنا کہ جب آیت سیھزم الجمع ویولون الدبر۔ اُتری تو میں سوچتا رہا کہ نامعلوم الجمع سے کونسی جماعت مراد ہے۔ جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدر کے ایام میں درع (ذرہ) پہنی تو فرمایا ہے تھے سیھزم الجمع الخ اس سے میں نے معلوم کیا کہ اس سے مراد قریش مکہ ہیں۔

علم غیب کا ثبوت حضرت اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں یہ بھی حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات سے ہے لانہ اخبر عن غیب فکان کما اخبر۔ اس لیے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیبی خبر دی تو ویسے ہوا جیسے آپ نے فرمایا۔

فائدہ:۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نزول آیۃ اور وقوع غزوہ بدر کے درمیان سات سال گزرے اس معنیٰ پر یہ آیت مکیہ ہے۔

بل الساعۃ موعدھم۔ بلکہ قیامت میں ان کا وعدہ ہے یعنی یہ سزا ان کی مکمل نہ سمجھو بلکہ قیامت میں ہی اصلی عذاب انہیں ملے گا یہ عذاب تو بمنزلہ مقدمۃ الجیش کے ہے۔

والساعۃ۔ اور قیامت۔ اسم ظاہر بجائے اسم ضمیر کے اس کی ہولناکی پر تیار رہنے کے لیے ہے۔ ادھی بہت زیادہ ہولناک۔

حل لغات:۔ الداھیۃ وہ ہولناک امر کہ جس سے نجات کی کوئی راہ نہ ہو۔

وامر۔ اور سخت تر کڑوی ہے۔ خلاصہ یہ کہ قیامت کا میدان میدانِ بدر سے زیادہ ہولناک ہے اور اس کا عذاب بدر کے عذاب سے شدید و عظیم تر ہے کیونکہ دنیا کا عذاب زیادہ سے زیادہ قید و قتل اور شکست وغیرہ ہے اور یہ آخرت کے عذاب کا ایک معمولی نمونہ ہے جیسے دنیا کی آگ آخرت کی آگ کا سترھواں حصہ ہے۔

ان المجرمین۔ بیشک مجرم (کافر و مشرکین پہلے اور پچھلے۔ فی ضلال وسعر۔ گمراہی اور جنون میں ہیں۔ یعنی ہلاکت اور جلانے والی آگ میں ہیں۔

حل لغات:۔ التسعیر بمعنی آگ کا سخت سے سخت تر جلانا بعض نے کہا ضلال بمعنی دنیا میں حق سے دوری اور آخرت میں جہنم کی آگ مراد ہے۔

یوم یسحبون۔ اس دن کے کھینچے جائیں گے یوم منصوب ہے یا تو ضلال کے معنیٰ و مفہوم سے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اس دن وہ ہوں گے ہلاک اور آگ میں کھینچے جائیں گے۔ فی النار۔ آگ میں علی وجوھھم اپنے

چہروں کے بل. یا یوم منصوب ہے مقدر سے جو اس کے بعد ہے یعنی یُسْحَبُوْنَ اُنہیں کہا جائے گا ذوقوا مس سقر چکھو پہنچنا سقر (جہنم) کا۔

حل لغات:۔ سقر جہنم کا علم (نام) ہے اسی لیے غیر منصرف ہے بعض نے کہا کہ اس کے پانچویں طبقے کا نام ہے یہ سقرتہ النار سے ہے بمعنی لوختہ ای غیرتہ اس نے اسے متغیر کیا گیا۔

حل لغات:۔ المس اللمس کی طرح ہے بمعنی ظاہر البشرہ (چہرہ) کو کسی شے کا پہنچنا۔ ملنا۔ اب معنی یہ ہوا کہ جہنم کی گرمی اور اس کا درد چکھو اس لیے کہ اس کا پہنچنا ہی درد و الم کا موجب ہے اس معنی پر مس سقر اس کے درد سے لعلاقہ سببیہ مجاز ہے۔ القاموس میں ہے کہ مس سقر کو چکھو یعنی اس کا پہلا درد جو تمہیں اس سے پہنچے۔

حدیث شریف:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں سب سے پہلے شہید کے متعلق فیصلہ ہوگا اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں جتلائے گا وہ انہیں یاد کرے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے دنیا میں کیا عمل کیا شہید کہے گا کہ میں تیرے راستہ میں لڑا یہاں تک کہ شہید ہوا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے اس لیے کہ تو نے اس لیے جنگ کی کہ لوگ تجھے کہیں کہ یہ بہت بڑا جنگجو ہے سو ایسے کہا گیا پھر حکم فرمائے گا کہ اسے منہ کے بل کھینچو یہاں تک کہ وہ جہنم میں پھینکا جائے گا اس کے بعد وہ مرد حاضر ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے مختلف قسم کے اموال خرچ کیے اسے لایا جائے گا اسے بھی اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں جتلائے گا وہ جان لے گا پھر اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا دنیا میں تو نے میرے لیے کیا عمل کیا عرض کرے گا میں نے خرچ کے لائق کوئی شے نہ چھوڑی تمام تیری راہ میں خرچ کر دیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے اس لیے کہ تو نے اس ارادہ پر خرچ کیا کہ لوگ تجھے سخی کہیں سو تجھے کہا گیا پھر حکم ہوگا اسے کھینچ کر جہنم میں پھینکو چنانچہ اسے بھی جہنم میں دھکیلا جائے گا اس کے بعد ایک عالم کو لایا جائے گا جس نے علم اور قرآن پڑھا اسے بھی اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں جتلائے گا۔ وہ انہیں معلوم کرے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے دنیا میں کیا عمل کیا عرض کرے گا علم پڑھا، قرآن پڑھا اللہ تعالیٰ اُس سے فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے اس لیے علم پڑھا کہ لوگ کہیں کہ فلاں عالم ہے فلاں قاری ہے سو کہا گیا حکم ہوگا اسے منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینکو تو اسے کھینچ کر جہنم میں پھینکا جائے گا۔

سعدون ولی اللہ کی کرامت:۔ حضرت عطا ر السلمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے دوستوں کے ساتھ نکلا تاکہ ہم استسقاء کی نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے بارش مانگیں راستہ میں حضرت سعدون سے ملاقات ہوئی فرمایا کہ اے عطار قلوب سماویہ کے ساتھ جا رہے ہو یا قلوب ارضیہ کے ساتھ۔ میں نے کہا قلوب سماویہ سے۔ فرمایا اے عطا بہرطہانہ ہو اس لیے ناقد بصیر ہے میں شرمندہ ہوا جب ہم نے دعا مانگی تو بارش نہ ہوئی میں نے انہیں کہا آپ دعا فرمائیں تاکہ بارش ہو اس نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔

ولی اللہ کا وسیلہ:- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھکر کہا بحرمۃ ما کان بینی و بینک البارحۃ ان تسقینا۔ اے اللہ تعالیٰ اس معاہدہ کے صدقے بارش عطا فرما جو میں اور آپ نے کیا۔ یہ کلمات ختم نہ ہوئے تو بارش ہوئی اس کے بعد وہ رو پڑے اور لوٹ گئے۔

تفسیر صوفیانہ:- دراصل تصحیح نیت ضروری ہے اور تطہیر قلب بھی یعنی غیر سے اعراض اور اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص ہو وہ جو نفس کے صفات میں گرفتار اور حق سے روگردان اور دنیا کی طرف متوجہ اور شہوات میں منہمک ہو تو وہ بعد و فراق کی طرف کھینچا جائے گا اور وہ رسوائی و جدائی کی نار کی گرمی چکھیگا۔

تفسیر عالمانہ:- ان کل شئی۔ بیشک ہم نے ہر شے کو۔ کل شئیٍ منصوب ہے ساتھ فعل مقدر کے جس کی تفسیر اگلا فعل کرتا ہے۔

خلقناہ۔ ہم نے اسے پیدا کیا درانحالیکہ وہ شے متلبس ہے۔ بقدر۔ ساتھ قدر متعین کے جیسے ہی اس کی حکمت کا تقاضا تھا کہ جس پر امر تکوین دائر ہوتا ہے۔ قدر بمعنی تقدیر ہے بمعنی شے کی صورت و شکل اور اس کی شکل ظاہرہ و باطنہ کو اس مقدار مخصوص پر برابر کرنا جیسے اس کی حکمت کا تقاضا ہے اور اس پر وہ منفعت مرتب ہے جو اس کی مخلوق کے لیے ہے یا معنیٰ یہ ہے کہ ہم اس شے مقدر کو پیدا کیا جیسا کہ اس کے وقوع سے پہلے لوح محفوظ میں لکھا ہوا تھا اس میں کوئی تبدیلی و تغیر نہیں ہے

قضی اللہ امرا وجف القلم
سر بر خط لوح ازلی دارد خموش

ترجمہ:۔ اللہ کا فیصلہ ہو گیا اور قلم خشک ہو گیا۔ لوح ازلی کے خط کا راز خاموش ہے۔

ع کہ ہر چہ قلم رفتہ در نکشند

ترجمہ:۔ جو قلم سے نکلا اس سے قلم نہیں کھینچتے۔

مسئلہ:۔ قدر سے مراد اللہ تعالیٰ کی ہے۔ تقدیر جو اس کے علم ازلی میں ہے جسے اس نے لوح محفوظ میں لکھا وہی قدر جو قضاء کے ساتھ مستعمل ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ قضاء وہ ہے جو شے مخلوق ہو گی وہ سب یکجا لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور قدر وہ ہے جو بعد حصول شرائط کے اعیان میں موجود ہے اسی لیے اسے خلقنا سے تعبیر فرمایا کہ اس کا تعلق وقت معین میں وجود ظاہری سے ہے۔

حدیث مبارکہ (۱) میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمیع مخلوق تقدیر زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے لکھی حالانکہ اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔

(۲) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شے اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہے یہاں تک ہر طاقت و عاجزی۔

(۳) نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عبد مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ چار چیزوں پر ایمان نہ لائے۔

۱۔ گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور گواہی دے کہ میں (حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے۔

۲۔ ایمان لائے مرنے کے بعد اُٹھنے پر۔

۳۔ اچھی اور بُری تقدیر پر ایمان لائے یعنی کڑوی میٹھی تقدیر پر۔

مسئلہ :۔ کشف الاسرار میں ہے کہ اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ نیکی اور بُرائی اگرچہ بندے کا فعل ہے اور اسی کو ثواب وعذاب ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور اس کی قضاء وقدر سے جیسا کہ اس نے خود فرمایا قل من عند اللہ "فرمائیے ہر ایک کام اللہ تعالیٰ سے ہی ہے۔"

(۴) نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر تقدیر بھلی اور بُری اللہ تعالیٰ سے ہے۔

مسئلہ :۔ آیت میں معتزلہ وخوارج کا رد ہے۔

تفسیر صوفیانہ :۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ ہم نے ہر شے یعنی ہر وہ موجود (جو ازل میں میرے علم وعین میں ہے) کو مقدار معین پر ہم نے پیدا کیا جیسے فرمایا اعطی کل شئی خلقه ثم هدیٰ۔ یعنی ہر شے پیدا ہوئی اس کی ذاتی استعداد کے مقتضا اور اس کی قابلیت اصلیہ ازلیہ پر اس سے نہ کچھ زیادہ ہوگا نہ کم جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس وجود کے سوا اور کوئی دیگر وجود کا امکان نہیں کیونکہ اگر مانا جائے کہ ہے تو سہی لیکن اس نے ظاہر نہیں کیا تو لازم آتا ہے کہ وہ بخیل ہے (معاذ اللہ) حالانکہ وہ جواد ہے اور لازم آتا ہے کہ وہ اس کے ظاہر کرنے سے عاجز ہے (معاذ اللہ) حالانکہ وہ قادر ہے۔

تفسیر عالمانہ :۔ وما امرنا۔ اور ہمارا امر نہیں۔ کسی امر کے لیے جسے ہم چاہیں پیدا کرنا۔ الا کلمح البصر مگر وہ آنکھ جھپکنے کی طرح یعنی ایک ہی کلمہ سے شے موجود ہو جاتی ہے اسے دوبارہ کہنے کی حاجت ہی نہیں ہوتی وہ کلمہ کُن ہے یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ امر یکبارگی کا فعل ہے یعنی ایجاد کہ جس میں دوسرا فعل شامل ہے اور نہ کسی کی معاونت کی حاجت۔

فائدہ :۔ لمح البصر۔ مراد آسان اور جلدی کیونکہ لمح البصر آنکھ جھپکنا بہت جلدی ہوتا ہے اب لمح البصر کا معنیٰ ہوا بہت جلد۔

حل لغات :۔ القاموس میں ہے لمح الیه منع کی طرح بمعنی آنکھ نے جھٹکا لگایا۔ المح کا بھی یہی معنیٰ ہے۔ (المفردات) میں ہے کہ اللمح بمعنی بجلی کا چمکنا کہا جاتا ہے۔ رأیتهٗ لمحة برق میں نے اسے بجلی کی چمک کی طرح دیکھا یا اتنا مقدار دیکھا۔

ربط :۔ حضرت ابن الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چونکہ سابقہ آیات کفار مکہ کی وعیدات پر مشتمل تھیں کہ انھیں ہلاک کیا

جائے گا جلدی یا دیر سے اور اہل ایمان کے وعدۂ خیر پر بھی مشتمل تھیں کہ ان کے لیے کفار سے بدلہ لیا جائے گا۔ اب اللہ کل شیٔ خلقنا فرما کر اس وعید و وعد کی تاکید فرمائی کہ یہ وعد و وعید حق اور سچ ہیں اور یہ وعدۂ و وعید لوح محفوظ میں ثبت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقدر ہیں اس میں اضافہ ہو گا نہ کمی اور یہ اللہ تعالیٰ ہے بھی آسان کیونکہ اس کی قضا کا امر مخلوق کی تخلیق آنکھ جھپکنے سے زیادہ تیز ہے۔

فائدہ:۔ بعض مشائخ اکابر نے فرمایا کہ کُن کے اَمر سے کاف نون مراد نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا وہ اَمر مراد ہے جس سے ظہور الاشیاء ہوا۔ کُن اسی معنیٰ کا پردۂ و حجاب ہے۔

ردّ وہابیہ دیوبند یہ:۔ ہم اہل سنت کہتے ہیں کہ انبیاءؑ و اولیاء اللہ تعالیٰ کے مظاہر صفات و افعال ہیں یہانتک کہ کُن کے بھی۔ اسے دیوبندی وہابی شرک سمجھتے ہیں۔ صاحب رُوح البیان رحمۃ اللہ علیہ ہر انسان میں کُن کی طاقت ثابت کر رہے ہیں تو پھر صاحب رُوح البیان رحمۃ اللہ علیہ ان کے نزدیک ڈبل مشرک ہوئے۔ چنانچہ فرمایا:۔

وکل انسان له فی باطنه قوة کن وماله فی ظاهره الا المعتاد وفی الاخرة یکون حکم کن منه فی الظاهر وقد یعطی الله ذلك لبعض الرجال فی هذه الدار بحکم الارث لرسول الله صلی الله علیه وسلم فانه تصرف بها فی عدة مواطن منها قوله فی غزوة تبوك کن اباذر فکان اباذر۔

ترجمہ:۔ ہر انسان کے باطن کُن کی قوت ہے اس کے لیے اب سوائے معتاد کے کوئی شے ظاہر نہیں آخرت میں کُن کا امر ہو گا بعض اولیاء کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں کُن کا امر دیا ہے[1] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وراثت میں وہ اس سے کئی مقامات پر تصرف کرتا ہے جیسے آپ نے تبوک میں ظاہر فرمایا اور کہا ہو جا ابو ذر وہ ابو ذر ہو گیا۔

حضرت انسان کی عزت کا کیا کہنا:۔ یاد رہے کہ یہ کُن کا تصرف صرف حضرت انسان کو عطا ہوا ہے اور یہ اسی سے ہی مخصوص ہے حضرات ملائکہ کرام وغیرہ کو یہ مرتبہ عطا نہیں ہوا ایسے نیابت و خلافت حضرت انسان کو عطا ہوئی ہے نہ کہ ملائکہ کرام وغیرھم کو۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اور نہیں ہے ہمارا اشیاء کل کی کل علوی سفلی کے لیے تجلی کا اَمر مگر ایک ہی جعل کے ساتھ یعنی وہ وحدانی الوصف ہے اس میں کثرت نہیں ہاں متجلی لہ کی کثرت سے کثیر ہو

---

[1] اضافہ اویسی غفرلہٗ ۱۲

ہو جاتا ہے اور بحسب الصورۃ الواحدۃ مرائی کثیرہ میں ظاہر ہو جاتا ہے شے کبیر ہے تو وہ کبیر ہو گا صغیر ہے تو وہ صغیر ہو گا مستطیل ہے تو وہ مستطیل ہو گا وہ مستدیر ہے تو وہ مستدیر ہو گا اور وہ صورت اپنی اسی اصلی حالت میں ہو گی جس طرح اسے پہلے پیدا کیا گیا اس میں تغیر و تبدل نہ ہو گا جیسے دیکھنے والا ایک لمحہ میں اس شے کو دیکھتا ہے جو اس کی آنکھ کے محاذی (بالمقابل) ہوتی ہے۔

تفسیر عالمانہ: ولقد اھلکنا اشیاعکم ۔ اور بیشک ہم نے تمہارے گروہ ہلاک کیے یعنی کفر میں تمہارے جیسے وہ کفار جو تمہارے سے پہلے گزرے ہیں۔

حل لغات: شیعہ وہ جس سے انسان قوت پکڑے اور اس سے اس کا پھیلاؤ ہو (المفردات) (القاموس) میں ہے کہ شیعۃ (بالکسر) الرجل بمعنی کسی مرد کے اتباع و انصار (تابعدار اور یار و مددگار) اور ایک علیحدہ گروہ اس کا اطلاق واحد۔ تثنیہ۔ جمع۔ مذکر۔ مونث سب پر ہوتا ہے۔

فھل من مدکر ۔ تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا جو اس سے نصیحت حاصل کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔

تفسیر عالمانہ: اس میں اشارہ ہے کہ ہم نے ہی اپنی قدرت ازلی اور حکمت بالغہ سے انہیں ہلاک کیا اور تمہارے جیسوں کو فنا و تباہ کیا اے ارباب النفوس الامارہ اور اے اصحاب القلوب الجوالہ۔ یا تو موت طبعی سے یا موت ارادی سے تو تم میں کوئی ہے عبرت کرنے والا جو اس سے عبرت حاصل کرے اور اپنے لیے وہ اختیار جو اسے لائق تر ہے۔

تفسیر عالمانہ: کل شئی فعلوہ ۔ اور ہر وہ شے جو انہوں نے کیا کفر و معاصی سے وہ تفصیل سے لکھا ہوا ہے فی الزبر۔ صحیفوں یعنی حفظہ فرشتوں کے دفتروں میں۔

حل لغات: الزبر زبور کی جمع ہے بمعنی الکتاب بمعنی الزبور جیسے الکتاب بمعنی المکتوب۔

فائدہ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سابقہ امم کے اعمال و افعال ان کے انبیاء علیہم السلام کی کتب میں لکھے ہوئے ایسے ہی ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل شدہ کتاب (قرآن) میں آپ کی امت کے کافروں کے اعمال و افعال لکھے ہوئے ہیں۔

کل صغیر و کبیر ۔ ہر چھوٹا بڑا عمل ۔ **مستطر** ۔ لکھا ہوا ہے لوح محفوظ میں تفصیل کے ساتھ۔

حل لغات: کہا جاتا ہے استطرہ کتبہ ۔ اس نے اسے لکھا[1]۔

نسخہ روحانی: حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جسے معلوم ہے کہ اس کے افعال و اعمال شہد الصدق

---

[1] القاموس ۱۲

یں حاضر ہوں گے اور ان کی جزا و سزا ملے گی تو وہ اپنے اعمال و افعال کی اصلاح میں کوشش کرتا ہے اور اپنے اُوپر استغفار لازم کرتا ہے اُن غلطیوں سے جو اس سے سرزد ہوئیں۔

حدیث شریف: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے چھوٹے گناہوں کی ایک مثال دی فرمایا کہ چھوٹے چھوٹے گناہوں کی مثال اس قوم کی ہے جو جنگل میں اُترے اور تمام لوگ جمع ہوں ان کا ہر ایک لکڑیاں جمع کرنے کے لیے چل پڑے یہاں تک کہ ہر ایک کی لکڑیاں جمع ہوئیں تو وہ ایک ڈھیر بن گیا پھر وہ اسے جلا کر ہی روٹی پکا سکتے ہیں ایسے ہی بندے میں چھوٹے چھوٹے گناہ جمع ہو کر تباہ و برباد کر دیتے ہیں ہاں اللہ اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت چاہے تو بچ جائے گا اسی لیے چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بچو۔ اس لیے اس کی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پرسش ہو گی۔ کسی نے کیا خوب کہا ؎

(۱) خل الذنوب صغیرھا
و کبیرھا ذاك التقی

(۲) واصنع کماش فوق
ارض الشکوك یحذر مایری

(۳) لا تحقرن صغیرۃ
ان الجبال من الحصی

ترجمہ: ۱۔ چھوٹے بڑے گناہ چھوڑ دے یہی پرہیزگاری ہے۔

۲۔ چلنے والے کی طرح وہ جب زمین پر کانٹا دیکھتا ہے تو اس سے ہٹ کر جاتا ہے۔

۳۔ چھوٹے گناہ حقیر نہ سمجھ کیونکہ پہاڑ چھوٹی کنکریوں سے تیار ہوا ہے۔

تفسیر عالمانہ: ان المتقین۔ بیشک کفر و معاصی سے بچنے والے۔ فی جنات۔ عظیم الشان باغات میں ہوں گے۔ ان باغات کی نعمتوں اور جو ان کے اندر ہے کا وصف بیان نہیں ہو سکتا۔ و نھر۔ اور نہروں میں ہوں گے یعنی پانی، شراب طہور، شہد، دودھ کی نہریں۔ واحد کا صیغہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ جنس کی وجہ سے ہے اسم جنس واحد پر اکتفاء کیا گیا۔ آیات کے فواصل کی وجہ سے۔

فی مقعد صدق۔ صدق کی بیٹھک میں۔ خبر کے بعد خبر ہے اور یہ اضافت اضافۃ الصفۃ الی الموصوف کے قبیل سے ہے۔ **الصدق** بمعنی الجودۃ یعنی کھرا ہونا۔ یعنی اپنی وہ پسند کے مکان میں ہوں گے اور مجلس حق میں جو لغو و تاثیم سے سالم ہو گی بخلاف مجالس دنیا کے کیونکہ بہت کم ایسی مجلسیں ہوتی ہیں جن میں لغو و تاثیم نہ ہو۔

عند ملیك۔ مالک کے نزدیک۔ عند سے منزلت و مرتبت کا قرب مراد ہے نہ کہ قرب مکان و مسافت۔ الملیك

مالک سے بلیغ تر ہے فارسی میں بمعنی پادشاہ تنکر تعظیم کی ہے اب معنی یہ ہوا کہ در انحالیکہ وہ متقین مالک عزیز (غالب) کے مقرب ہوں گے اور اس کا ملک اتنا وسیع ہے کہ اس کی وسعت کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ملک و ملکوت کی کوئی شے ایسی نہیں جو اس کے قبضہ میں نہ ہو تو جو اس کا مقرب ہو گا اسی کو اس سے بڑھ کر اور کیا مرتبہ چاہیئے بلکہ اس پر تو اور لوگ رشک کریں گے اور اس کی سعادت کا کیا کہنا۔

مقتدر۔ وہ قادر ہے کہ اسے کوئی شے عاجز نہیں کر سکتی اور اس کے امر سے اوپر کوئی اور ہے اور وہ اقتدار میں عالی قدر ہے۔

تفسیر صوفیانہ نمبر (۱):۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ متقین باللہ عما سوی اللہ وصال کی جنات اور میاہ المعرفہ والحکمۃ کی انہار میں غوطہ زن ہیں ان سے معارف کے موتی اور لآلی کے جوہر نکال لاتے ہیں اور وہ مقعد صدق میں ہیں اور وہ مقام الوحدۃ الذاتیہ ہے مقام العندیہ کے نزدیک جیسے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں گزارتا ہوں وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

فائدہ:۔ کشف الاسرار میں ہے کہ متقی اللہ تعالیٰ کے ہاں تقریب و تخصیص حاصل کر لیتے ہیں کل قیامت میں اللہ تعالیٰ کے مقربین کی دار میں انہیں قیام نصیب ہو گا اور حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم **ابیت عند ربی** کے حکم کے مطابق اس دار کے مخصوص قرب میں ہوں گے جب ایسے لوگوں کو یہ مرتبہ نصیب ہو گا تو وہ ناز کریں گے اور اس دار خاص کے پایۂ اول کی انتہا سے آگاہی نہ ہو سکے گی چہ جائیکہ اس کے اعلیٰ پایہ کے انتہا سے آگاہی حاصل کی جا سکے۔ ؎

(۱) ای محرم سر لاینزالی
مرآت جمال ذی الجلال

(۲) مہمان ابیت عند ربی
صاحب دل لا ینام قلبی

(۳) از قربت حضرت الٰہی
ہستی بمشابۂ کہ خواہی

(۴) قربیکہ عبارتش نسنجد
در حوصلۂ خرد نگنجد

(۵) گم گشتہ بود عبارت آنجا
بلکہ نرسد عبارت آنجا

ترجمہ:۔ ۱۔ اے لایزال کے محرم راز اے ذوالجلال کے جمال کے آئینہ ۔

۲۔ ابیت عند ربی کے مہمان صاحب دل کہ آپ کا دل نہیں سوتا ۔

۳۔ حضرت الٰہی کی قربت میں ہے ہستی کے مشابہ ہے اور تمھیں کیا چاہیئے ۔

۴۔ ایسا قرب کہ اس کی تعبیر نہیں ہوسکتی حوصلۂ خرد میں نہیں سماتا ۔

۵۔ وہاں عبادت گم ہے بلکہ عبارت وہاں پہنچ نہیں سکتی ۔

تفسیر صوفیانہ نمبر (۲):۔ آیت میں اشارہ ہے کہ تقویٰ بندے کو جنات الدرجات اور انہار العلوم والمعارف الحقیقۃ الالٰہیۃ تک پہنچاتا ہے اس کے بعد مقام صدیقین کی طرف پھر مقام وحدۃ ذاتیہ جن کی طرف عندیہ میں اشارہ تک لے جاتا ہے اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مکان کی مدح صدق سے فرمائی اس میں صرف اہل صدق ہی بیٹھتے ہیں اور وہ مقام ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء سے وعدہ فرمایا ہے یعنی انھیں اپنے چہرۂ کریم کی طرف دیکھنا مباح فرمایا ہے ۔ اور اس جگہ کی قیمت وعزت نہ تو مرغ بریان ہیں اور نہ جوئے رواں اور نہ خیرات حسان بلکہ صرف اور صرف دیدار ہی دیدار ہے جیسے صدف کی قیمت در شاہوار ہیں اور بس جیسے کہا گیا ہے ؎

و ما عهدی بحب تراب ارض

و لکن من یحل بها جیب

ترجمہ:۔ مجھے اس زمین کی مٹی سے محبت نہیں مجھے تو اس محبوب سے محبت ہے جو اس میں مقیم ہے ۔

فائدہ:۔ خوش قسمت ہیں ان اہل ایمان کے عیش جو اس مجلس اُنس وخطیرۂ قدس کے لیے انتظار کی آنکھیں لگا کر کعبہ دیدار تک پہنچے ۔ اور رضا وخوشنودی کی خلعت پہنی اور چشمۂ وفا سے شربت سرور پر انھیں عیش بے عتاب اور نعمت بے حساب اور دیدار بے حساب نصیب ہوا ۔

بہشت کا داخلہ:۔ حضرت صالح ابن ابان حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہما راوی نے آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اہل جنت دن میں دو بار جبار تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں گے اور اس کے سامنے قرآن پڑھیں گے اور ہر ایک اپنی نامزد مجلس میں بیٹھے گا اور میری نشستگاہ موتیوں اور زمرد اور یاقوت اور سونے اور چاندی کی ہے اور نشستگاہیں انھیں اعمال کا بدلہ میں نصیب ہوں گے لیکن اس نشست گاہ سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں گی جیسے وہ قرآن پڑھنے سے خوش ہوں گے اور آنکھیں ٹھنڈی کریں گے اور اس سے بڑھ کر اور کوئی شے نہ سنیں گے اور نہ ہی حسین تر کوئی شے اس سے بڑھ کر انھیں نظر آئے گی ۔ پھر واپس اپنی سابقہ پر آجائیں گے درانحالیکہ خوش خرم اور باغ بہار ہوں گے اس جیسے منظر سے ان کی آنکھیں کہیں ٹھنڈی نہیں ہوں گی اسی طرح یہ منظر ہر روز سے بڑھ کر ہوگا ۔

ہمنشیں :۔ بعض نے کہا کہ آیت میں وہ لوگ مراد ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے نہ تو جنت کی حاجت ہو گی اور نہ ہی اور نعمتیں اور نہ ہی کوئی اور شے۔

فائدہ :۔ البقلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اے برادر یہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جو دنیا و آخرت میں غرباء کہلاتے انہیں منازل میں غریب یعنی عجیب تر منزلیں نصیب ہوں گی یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھیں گے اس مجلس کو صرف وہ جانتے ہیں جو اس کی طلب میں سچے ہیں یعنی معرفت کے وہ فقراء جن کے متعلق حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں وہ فقراء ہیں جو اللہ تعالیٰ کے جلیس (ہمنشیں) ہیں۔

غریب کا معنیٰ :۔ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ سے غریب کا معنیٰ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جسے دنیا میں مخلوق تلاش کرے تو وہ نہ ملیں اگر اُسے فرشتہ مالک دوزخ میں تلاش کرے تو نہ ملیں اور جنہیں جنت فرشتہ رضوان تلاش کرے تو نہ ملیں عرض کی گئی تو اے بایزید (رضی اللہ عنہ) کہاں پائیں گے تو پڑھا ان المتقین فی جنات الخ۔

سبق :۔ صدق وخدمۃ الصادقین لازم ہے تاکہ انسان اس مطلب جلیل کو حاصل کر سکے۔

صدق کے مراتب :۔ صدق کے چند وجوہ و مراتب ہیں:۔

۱۔ صدق فی القول زبان سے یعنی زبان کو جھوٹ سے بچانا کیونکہ جھوٹ گناہوں میں قبیح ترین گناہ ہے۔

حدیث شریف[۱] :۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تاجر تو کافر ہیں عرض کی گئی تو کیا حضور تجارت اللہ تعالیٰ نے حلال نہیں بتائی چنانچہ فرمایا احل اللّٰہ البیع۔ اللہ تعالیٰ نے بیع حلال فرمائی ہے فرمایا ہاں لیکن وہ تاجر جو قسم کھاتے ہیں اور گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔

حدیث شریف[۲] :۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ رزق گھٹاتا ہے۔

حدیث شریف[۳] :۔ چار چیزیں ایسی ہیں جس کے اندر ہوں تو وہ منافق ہے اگرچہ روزہ رکھے نماز پڑھے اور گمان رکھے کہ وہ مسلمان ہے۔

۱۔ بات کرے تو جھوٹ بولے۔

۲۔ وعدہ کرے تو خلاف کرے۔

۳۔ امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

۴۔ جھگڑا کرے تو حد سے متجاوز ہو۔

(۲) صدق فی الحال تو یعنی حال کو ان اُمور سے بچائے جو اسے نقصان پہنچائیں مثلاً جب عزم کرے تو اس شے

سے بچے جو اس کے عزم میں حائل ہو۔

فائدہ :۔ حال تسلیم و توکل وغیرہما سے ہے اس میں صدق یہ ہے کہ عزیمت پر مداومت کرے اور نقض سے احتراز کرے

فائدہ :۔ اہل سلوک صدق الحال میں بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔

حکایت :۔ ایک سالک بہت بڑا وجدی اور جذباتی تھا۔ ایک دن حرم شریف سے باہر جاتے وقت خرقہ شیخ حرم کے ہاں چھوڑ گیا اور کہا کہ میرا اب کا وجد اور چیخنا چلانا ایک عورت کے لیے تھا جس سے مجھے عشق ہو گیا ہے اس لیے اب میں خرقہ پہننے کے لائق نہیں رہا اگر پہنوں گا تو میرا حال کاذب ہو گا کہ لباس عشاق کا پہنوں اور دل اغیار میں لگاؤں پھر چند دنوں کے بعد واپس آکر خرقہ شیخ الحرم سے سنبھال کر کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے عورت سے بچا کر مجھے اپنے حال کی طرف لوٹا دیا۔

مرید کا صدق :۔ مرید کا صدق فی الحال ہے۔ مرید کا اپنے شیخ کے ساتھ بھی ارادت جس کی کوئی حرکت شیخ کے ارادہ کے خلاف واقع ہو وہ اپنی ارادت میں جھوٹا ہے (لیکن ایسے مرید آج کہاں اور شیخ بھی سچا ہو اگر وہ بھی صرف کاروباری ہو تو پھر جیسا شیخ ویسا مرید)۔

سچا مرید :۔ سچا مرید وہ ہے جو اپنے شیخ کے ارادہ میں خود کو فنا کر دے جو نسا مرتبہ ہو قال ہو یا حال اس طرح وہ صدق حاصل کرے گا اور وہی اس کے لیے باعثِ نجات اور موجب رفع الدرجات ہو گا۔ شاعر

ل آخری آیت کی مناسبت سے ایک میں بھی عرض کر دوں :۔

حکایت :۔ زہر الریاض میں ہے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں، ایک دن میں خانہ کعبہ میں داخل ہو گیا میں نے وہاں ستون کے قریب ایک برہنہ نوجوان مریض کو پڑے دیکھا جس کے دل سے رونے کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ میں نے اس کے قریب جا کر اسے سلام کیا اور پوچھا تم کون ہو؟ اُس نے کہا میں ایک غریب الوطن عاشق ہوں۔ میں اس کی بات سمجھ گیا اور میں نے کہا میں بھی تیری طرح ہوں، وہ رو پڑا، اس کا رونا دیکھ کر مجھے بھی رونا آ گیا۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا تم کیوں رو رہے ہو؟ میں نے کہا اس لیے کہ تیرا اور میرا مرض ایک ہے اس نے چیخ ماری اور اس کی رُوح پرواز کر گئی۔ میں نے اس پر اپنا کپڑا ڈالا اور کفن لینے چلا آیا۔ جب میں کفن لے کر واپس پہنچا تو وہ نوجوان وہاں نہیں تھا۔ میرے منہ سے بے ساختہ سبحان اللہ نکلا، تب میں نے ہاتفِ غیبی کی آواز سُنی جو کہہ رہا تھا، اے ذوالنون! اس کی زندگی میں شیطان اسے ڈھونڈتا تھا مگر نہ پا سکا، رضوانِ جنت اسے تلاش کے باوجود نہ پا سکا، میں نے پوچھا وہ پھر کہاں گیا؟ جواب آیا فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر اپنے عشق اور کثرت عبادت اور تعجیل توبہ سے وہ اپنے قادر رب العزت کے حضور پہنچ گیا ہے۔

نے کہا ہ

سیفطی الصادقین بفضل صدق
نجات فی الحیاۃ و فی الممات

ترجمہ: عنقریب اللہ تعالیٰ فضل صدق کی وجہ سے حیات و ممات میں نجات بخشے گا۔

نعرۂ رسالت کا ثبوت: اس شعر کا شان ورود یہ ہے کہ تین بھائی ملک شام میں رہتے تھے وہ جہاد کی نیت سے جنگ لڑ رہے تھے انھیں رومیوں نے گرفتار کر لیا انھیں بادشاہ نے کہا نصرانی ہو جاؤ میں تمھیں بادشاہ بنا دوں گا اور اپنی لڑکیوں کا نکاح بھی تم سے کر دوں گا۔ انھوں نے انکار کیا اور کہا **یا محمداہ** اے ہمارے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مدد فرماؤ) دو کو تو اس نے کھولتے ہوئے زیتون کے تیل میں ڈال دیا اور تیسرا ایک امیر کے سپرد کرکے اس پر حسین و جمیل لڑکی مسلط کر دی۔ وہ نوجوان دن کو روزہ رکھتا اور رات کو عبادت میں گزار دیتا اس کی اس کیفیت کو دیکھ کر لڑکی مسلمان ہو گئی۔ پھر وہ دونوں ملک شام کی طرف روانہ ہو پڑے انھیں ان کے دونوں شہید بھائی ملائکہ کرام کے ساتھ رات کے وقت ملے اور ان دونوں کا نکاح کر دیا بھائی نے بھائیوں سے حال پوچھا تو کہا کہ جب سے تو نے ہمیں کھولتے تیل میں دیکھا تو ہم اس کے بعد جنت الفردوس میں ہی چلے گئے۔ اب ہمیں اللہ تعالیٰ نے تمھارے نکاح کے لیے بھیجا ہے اور یہ دونوں نوجوان اس واقعہ میں ملک شام میں بہت مشہور ہوئے یہاں تک کہ شعراء نے ان کے متعلق اشعار لکھے۔ ان میں سے ایک وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

صوفیانہ لباس کی تشریح: سیدنا جنید بغدادی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ صوف کے تین حروف ہیں۔ ص صدق اور صبر اور صفا کی اور واؤ ود و وُدّ و وَداد اور وفاء کی اور فاء فقر و فرد اور فناء کی جس میں یہ صفات نہ ہوں وہ صوفی نہیں۔

فائدہ: حضرت سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ صوفیہ کی پہلی خیانت یہی ہے کہ وہ حدیث نفس میں مبتلا ہو۔

فائدہ: حضرت فتح الموصلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال ہوا کہ صادق کون ہے فرمایا وہ ہے جو لوہے کی بھٹی سے گرم لوہا باہر نکالے لیکن اس کے ہاتھ کو آگ بھی نہ لگے اور فرمایا یہ اس کے صدق کی دلیل ہے۔

فائدہ: حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صادق دن میں چالیس بار تبدیل ہوتا ہے لیکن ریاکار چالیس سال اپنے حال سے نہیں بدلتا اس لیے عارفین کا اللہ تعالیٰ سے مطلب ہے صدق و عبودیت اور قیام بحق الربوبیۃ بغیر حظ نفس کی رعایت کے۔ ان کے ماسوا باقی کتنا عابد و زاہد و عالم ہوں وہ حظوظ النفس اور اغراض کو نہیں چھوڑتے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

فراغت صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ تفسیر سورۃ القمر شریف

صاحب روح البیان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سورۃ القمر اللہ تعالیٰ کی مدد سے ۲۳ شوال ۱۱۱۴ھ میں فراغت ہوئی۔

از اویسی غفرلہٗ

فقیر اویسی غفرلہٗ نے سورۃ القمر کی تفسیر کے ترجمہ سے ۲ ذوالحجہ شریف ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۷ جولائی ۱۹۸۸ء بروز اتوار سوا چار بجے شام کو فراغت پائی۔ الحمد للہ علی ذالک۔

وصلی اللہ علی حبیبہ الاکرم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم۔

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ
بہاول پور۔ پاکستان

سُوْرَۃُ الرَّحْمٰنِ

اٰیاتہا ٧٨ (نمبر ٥٥) سُوْرَۃُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِیَّۃٌ (عدد نزول ٩٧) رکوعاتہا ٣

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَہُ
الْبَیَانَ ۝ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ
یَسْجُدٰنِ ۝ وَالسَّمَآءَ رَفَعَھَا وَوَضَعَ الْمِیْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا
فِی الْمِیْزَانِ ۝ وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا
الْمِیْزَانَ ۝ وَالْاَرْضَ وَضَعَھَا لِلْاَنَامِ ۝ فِیْھَا فَاکِھَۃٌ
وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَکْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّیْحَانُ ۝
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ
کَالْفَخَّارِ ۝ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝ فَبِاَیِّ
اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ ۝
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ ۝
بَیْنَھُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

ترجمہ:۔ یہ سورت مدنی ہے اس میں ۳ رکوع ۷۸، آیات ۳۹۱ کلمے ۱۶۳۶ احروف ہیں (خزائن) اس کا نام عروس القرآن بھی ہے (روح)

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔ ماکان ومایکون کا بیان انھیں سکھایا سورج اور چاند حساب سے ہیں اور سبزے اور پیڑ سجدے کرتے ہیں اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا اور ترازو رکھی کہ ترازو میں بے اعتدالی نہ کرو اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن نہ گھٹاؤ اور زمین رکھی مخلوق کے لیے اس میں میوے اور غلاف والی کھجوریں اور بھس کے ساتھ اناج اور خوشبو کے پھول تو اے جن و انس تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے اس نے آدمی کو بنایا بجتی مٹی سے جیسے ٹھیکری اور جن کو پیدا فرمایا آگ کے لوکے سے تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے دونوں پورب کا رب اور دونوں پچھم کا رب تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے اس نے دو سمندر بہائے کہ دیکھنے میں معلوم ہوں ملے ہوئے اور ہے ان میں روک کہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے ان میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے اور اسی کی ہیں وہ چلنے والیاں کہ دریا میں اٹھی ہوئی ہیں جیسے پہاڑ تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

تفسیر عالمانہ:۔ الرحمٰن مبتدا اس کا مابعد اس کی خبر ہے یعنی وہ جو کامل رحمت والا ہے جیسے ایک دعا میں ہے رحمٰن الدنیا و رحیم الآخرۃ؛ دنیا میں رحمٰن اور آخرت میں رحیم ہے اس لیے کہ دنیا میں اس کا رزق عام ہے۔

ادیم زمین سفرہ عام اوست
بریں خوان یغما چہ دشمن چہ دوست

ترجمہ:۔ تمام روئے زمین اس کا عام دسترخوان ہے اس دسترخوان پر دوست و دشمن برابر ہیں۔

اور آخرت میں صرف اہلِ ایمان کو عفو سے نوازے گا۔ رحمٰن کا معنیٰ ہوا وہ بہت بڑی بخشش والا کہ اس کی رحمت ہر چیز کو پہنچتی ہے۔

الرحمۃ۔ دراصل بمعنی العطف والحنو ہے بمعنی میل روحانی اسی سے الرحم ہے کہ وہ اپنے مافیہا کی طرف جیسا منعطف ہے اللہ تعالیٰ کے لیے بمعنی ارادۃ الخیر او الانعام ہے اس لیے اس کا انعطاف کا معنیٰ یہی ہے کہ وہ کسی کو ان دونوں میں سے کسی ایک ساتھ نوازتا ہے۔

فائدہ:۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ الرحمٰن بمعنی العطوف علی العباد بالایجاد بندوں پر مہربان ہے چند وجوہ سے:۔

۱۔ ایجاد میں سے۔ ۲۔ ہدایۃ الی الایمان والاسباب السعادت بخشے ۳۔ آخرت میں سعادت بخشے گا۔ ۴۔ اپنے چہرے اقدس پر نگاہ ڈالنے کی اجازت عطا فرمائے گا۔

نکتہ:۔ چونکہ یہ سورت (الرحمٰن) کامل نعمتوں کی گنتی پر شامل ہے کہ اس میں نعمتیں دنیویہ و اُخرویہ و جسمانیہ و روحانیہ مذکور ہوئی ہیں اسی لیے اس کی طرز بدل کر الرحمٰن سے آغاز فرمایا یہ اسم الذات ہے اور اسماء الصفات کا جامع ہے اسی کی طرف ہی (اسم اللہ کے بعد) مختلف نعمتیں مسند ہوتی ہیں۔

ربط:۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں میں سے عظیم الشان نعمت ہے کیونکہ جمیع سعادات کا مدار انہی پر ہے اسی لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت کے برگزیدہ لوگ قرآن کے حفاظ ہیں یعنی اس کی تلاوت پر مداومت کرنے والے اور اصحاب اللیل یعنی شب بیدار اور فرمایا تمہارے میں بہتر وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے اور قرآن مجید جمیع کتب سماویہ کے جمیع حقائق موجود ہے اور اس کی تعلیم رحمت واسعہ کے آثار سے ہے اسی لیے اسی سے ہی اس کا آغاز فرمایا کہ "علم" سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا۔ "القرآن" قرآن مجید بواسطۂ جبریل علیہ السلام پھر بواسطہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کو۔

فائدہ:۔ حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا ترجمہ لکھا کہ اس کا سیکھنا اور دوسروں کو سکھانا آسان فرمایا۔

نکتہ:۔ حضرت عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو کل اسماء سکھائے اور ارادہ فرمایا کہ اُمتِ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس نعمت سے نوازے تو ان کے لیے فرمایا الرحمٰن علم القرآن

یعنی وہ ذات جس نے آدم علیہ السلام کو اسماء سکھائے اور انھیں ملائکہ پر فضیلت بخشی وہی ذات ہے جس نے تمھیں قرآن سکھایا اور تمھیں تمام اُمتوں پر فضیلت بخشی پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے کب قرآن سکھایا تو فرمایا کہ درحقیقت انھیں ازل سے قرآن پڑھایا لیکن ایجاد کے وقت ظاہر فرمایا اسی سے معلوم ہوا کہ اگرچہ بظاہر قرآن کی تعلیم کا واسطہ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں لیکن درحقیقت بلا واسطہ وجہ خاص کے ساتھ خود پڑھایا (جس کی وضاحت ہم آگے چل کر عرض کریں گے انشاء اللہ)

تفسیر صوفیانہ نمبر (۱):- بعض نے کہا کہ (علم القرآن) یعنی جمیع مستعدین کو ازل میں استعداد کامل عطا فرمائی اسی لیے علم القرآن فرمایا علم الفرقان نہیں فرمایا جیسے اس کے دوسرے ارشاد میں ہے "تبارک الذی نزل الفرقان" اسی لیے کہ کلام الٰہی باعتبار الجمع والبدایۃ کے قرآن اور باعتبار الفرق والنہایۃ کے فرقان ہے وہ اس معنیٰ پر موقوف نہیں خلق انسان اور اس کے ظہور پر اس عالم میں ہاں اس پر موقوف تعلیم البیان اسی لیے تعلیم القرآن کو خلق الانسان و خلق تعلیم البیان سے پہلے بیان فرمایا۔

تفسیر صوفیانہ نمبر (۲):- اس میں اشارہ ہے کہ تعلیم و تسہیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے نہ کہ معلمین (اساتذہ) حفاظ سے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اسماء کی تعلیم دی اور اس کی تعلیم کی انھیں توفیق بخشی اور اس پر اپنے اذن و عطا سے آسان کیا اور داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زرہ بننا سکھایا جیسے خود فرماتا ہے وعلمناہ صنعۃ لبوس لکم۔ ہم نے اسے تمھارے پہننے کی چیز کا علم دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو علم طب سکھایا جیسے فرمایا ویعلمہ الکتاب والحکمۃ اور اسے اللہ تعالیٰ کتاب و حکمت سکھائے گا۔ اور خضر علیہ السلام کو علم لدنی سکھایا چنانچہ فرمایا وعلمناہ من لدنا علما۔" اور ہم نے اسے اپنی طرف سے علم بخشا" اور ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن عطا فرمایا وعلمك مالم تكن تعلم" اور تجھے سکھایا وہ جو تم نہ جانتے تھے۔ وعلمہ ای الانسان البیان "اور اس انسان کو بیان سکھایا۔

فائدہ:۔ فتح الرحمٰن میں ہے کہ یہ اس عقیدہ کی دلیل ہے کہ قرآن غیر مخلوق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی کتاب میں چوّن مقامات میں اس کا ذکر فرمایا ہے ان میں کوئی ایسی جگہ نہیں جس میں لفظ خلق کی تصریح ہو بلکہ اشارہ تک بھی نہیں اور انسان کا ذکر اٹھارہ مقامات پہ ہے ان کے ہر ایک میں اس کے خلق کی دلیل ہے اسی لیے اس سورت میں ان دونوں کو ایک جگہ ملا کر بیان فرمایا ہے (کذا قال مولانا ابو السعود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اس کے بعد فرمایا گیا خلق الانسان وعلمہ البیان۔ انسان کو پیدا فرمایا

اور اسے بیان سکھایا۔ اس میں معلم کا بیان اور کیفیت تعلیم کا ذکر ہے۔ خلق انسان سے اس کی وہ تخلیق جس پہ وہ ہے مثلاً اس کے قویٰ ظاہرہ و باطنہ۔

حل لغات: بیان بمعنی اظہار ما فی الضمیر۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ البیان بمعنی کسی شے کو کھول کر ظاہر کرنا وہ نطق سے عام ہے اس لیے کہ نطق صرف انسان سے خاص ہے اور کلام کو اس لیے بیان کہا جاتا ہے کہ وہ معنیٰ مقصود کو کھولتا اور ظاہر کرتا ہے۔

فائدہ: تعلیم البیان سے یہ مراد نہیں کہ وہ صرف اپنے ما فی الضمیر کو ظاہر کر سکتا ہے بلکہ وہ اپنے علاوہ دوسرے کے ما فی الضمیر کے مطلب کو سمجھ کر بھی ظاہر کر سکتا ہے اس لیے اس پر تعلیم القرآن دائر ہے انسان سے جنس انسان مراد ہے جو اس کے جملہ اقسام و افراد کو شامل ہے۔

فائدہ: تفسیر بحر العلوم میں ہے کہ خلق الانسان بمعنی آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے انہیں مختلف اسماء و لغات (سب کے سب) سکھائے۔

آدم علیہ السلام کی بولیاں: حضرت آدم علیہ السلام سات لاکھ بولیاں بولتے تھے ان سب سے برگزیدہ عربی بولی تھی۔

تفسیر صوفیانہ: فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر لغت کا متکلم ہے اور اس کی تعلیم واسطہ سے ہو یا بلا واسطہ۔

سوال: وہ لغات کا متکلم کیسے جبکہ کلام نفسی ہر طرح کے لباس سے منزہ ہے۔

جواب: بات تو یہی ہے لیکن مراتب تنزلات و استرسالات میں اس کلام کا کسی نہ کسی لباس میں ہونا ضروری ہے اس معنیٰ پر کلام نفسی کے لیے لغت عربی ایک عارضی لباس کی طرح ہے اس کا ذائقہ ہم بھی چکھتے ہیں جب الہام و خطاب سے ہمیں نوازا جاتا ہے کہ کبھی وہ الہام عربی میں ہوتا کبھی فارسی میں کبھی ترکی میں بلا واسطہ یا بواسطہ ملک (فرشتہ) باوجودیکہ الہام کے وقت کسی کو نہ دیکھا بھی نہیں جاتا۔

تفسیر عالمانہ: الشمس والقمر بحسبان۔ (سورج اور چاند حساب کے ساتھ ہیں) یہ مبتداؤ خبر ہیں۔

حل لغات: الحسبان بالضم مصدر رہیں بمعنی حساب غفران و رجحان کی طرح کہا جاتا ہے حسبہ بمعنی عدہ (اسے گنا) از باب نصر الحساب (بالکسر) والحسبان (بالضم) الحسبان (بالکسر) بمعنی ظن از باب حسب (بالکسر) بمعنی گمان کیا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ سورج اور چاند حساب مقدر سے اپنے بروج و منازل میں چلتے ہیں کائنات سفلی کے امور کا نظام انہی سے ہے اسی لیے فصول و اوقات مختلف ہیں۔ پھر انہی سے ہی سال و ماہ۔

(اور ہفتے۔ دن۔ رات) اور حساب معلوم ہوتا ہے۔ قمری سال تین سو چون (۳۵۴) دنوں کا ہوتا ہے اور شمسی ۳۶۵ دن اور دن کی چوتھائی یا اس سے کچھ کم کا ہوتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اس میں فلک البروج کے شمس اور کرۂ قلب کے قمر اور ان کی بروج تجلیات ذاتیہ ومنازل تجلیات اسمائی وصفائی کی سیر کی طرف اشارہ ہے اور ان ہر ایک سیر ان ہر ایک کی استعداد پر حساب معلوم و امر مقسوم سے ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ والنجم۔ وہ انگوریاں جو زمین سے ظاہر ہوتی ہیں اور ان کی پنڈلی نہیں ہوتی جیسے انگور اور کدو وغیرہ۔ والشجر۔ درخت وہ جس کی پنڈلی ہو اور ہر وہ شے جو ظاہر ہو اور اپنے طریقہ سے منقطع نہ ہو وہ شجر ہے۔ یسجدان۔ سجدہ کرتے یعنی اپنے رب تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں ہر اس امر میں جو ان کے لیے اس کی مراد ہے طبعًا۔ ساجد مکلف کی طرح (طوعًا) یا سجدہ کرتا ہے اس کا سایہ جیسے اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پہ فرمایا "یتفیئا ظلٰلہ عن الیمین والشمائل سجدا للّٰہ" (مائل ہوتا ہے اس کا سایہ دائیں بائیں اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کرنے والا ہو کر)۔

فائدہ:۔ علماء فرماتے ہیں ہمیں ان کے سجدہ کرنے کا وقوف نہیں جیسے ان کی تسبیح وہ جانے اور ان کے ساجد و سابح۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و لکن لا تفقھون تسبیحھم۔ (اور تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے)

نکتہ:۔ دو آسمانی نعمتوں کے مقابلہ میں دو زمین کی نعمتوں کا فرمایا یعنی سورج و چاند دو آسمانی نعمتیں ہیں تو نجم و شجر زمین کی نعمتیں ہیں۔ نجم و شجر ہر دونوں نبات کے قبیل سے ہیں جو کہ رزق کا اصل ہیں یعنی دانے پھل۔ گھاس جانوروں انہی سے ہے۔

نکتہ:۔ پہلے جملوں کو عطف سے اس لیے خالی رکھا گیا ہے کہ ان میں نعمتوں کا شمار کیا جارہا ہے تاکہ انسان شکر میں کوتاہی نہ کرے یہ ایسے ہے جیسے کہا جاتا ہے زید اغناک بعد فقر اعزک بعد ذل کثرک بعد قلۃ فعل بک مالم یفعل احد باحد۔ فقر کے بعد تجھے غنی کیا ذلت کے بعد تجھے عزت دی قلت کے بعد تجھے کثرت بخشی تیرے ساتھ وہ احسانات فرمائے جو کسی دوسرے کسی کو نصیب نہ ہوئے۔

سوال:۔ النجم کا عطف ما قبل پر کیوں یہاں بھی نعمتوں کا شمار کیا جارہا ہے۔

جواب:۔ تقابل کی وجہ سے اس لیے کہ الشمس والقمر علوی نعمتیں ہیں اور النجم والشجر سفلی اور یہ نعمتیں علوی ہوں یا سفلی سب کی امر الٰہی کی فرمانبردار ہیں۔

سوال:۔ پہلی نعمتوں کو جملہ فعلیہ سے (مثلاً علم القرآن۔ خلق الانسان۔ علمہ البیان) اور ان نعمتوں کو جملہ اسمیہ سے کیوں (مثلاً الشمس والقمر الخ)

جواد ۔۔ یہ نعمتیں (چار، سورج ۔ چاند ۔ انگوری ۔ درخت) انسان کی ذات وصفات کی متغایر ہیں اسی لیے نظم (عبارت) کو بدل دیا تاکہ ان کے تغایر وضعی وطبعی اور صوری ومعنوی کا تحقق ہو۔

تفسیر صوفیانہ: اس میں نجم (عقل) کے سجود کی طرف اشارہ ہے کہ اسی سے ہی انسان معرفت اشیاء حاصل کرتا ہے اور یہ حقائق الٰہیہ ومعارف ربانیہ کے سامنے لاشے اس لیے ہے کہ اس میں ان کی ان کے ادراک کی قوت نہیں اور نہ ہی ذاتی طور وہ ان کے لیے مستعد ہے بطریق کشف وشہود بہ فیض الٰہی سے استفاضہ کی ہمت نہیں رکھتا اور شجر فکر کے سجود کی طرف اشارہ ہے کہ وہ فکر قوائے طبعیہ وقوائے وہمیہ وخیالیہ تیار کیا گیا ہے۔ قوۃ مزاجیہ عنصریہ میں اور یہ بھی حقائق جیساکہ یہ ہیں کے ادراک پر قدرت نہیں رکھتا۔ اسی لیے کہا جاتا ہے عقل وفکر کون کے سرادق کے ارد گرد گھومے۔ جب مکون کو دیکھا تو پگھل گئے کیوں نہ ہو جبکہ یہ دونوں حصر الخلقیۃ والحدوث کے تحت محصور پیدا کیے گئے ہیں۔ پھر محدث مخلوق خالق قدیم کی معرفت کیسے حاصل ہو۔ خود فرماتا ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر کا حق نہ کیا۔ والسماء رفعہا (اور اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بلند کیا) اس کا منصوب ہونا فعل محذوف سے ہے جس کی فعل مذکور تفسیر کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو محلاً بلند وبالا بنایا ہے جیساکہ محسوس ومشاہد ہے اور رتبۃً بھی کہ اپنے احکام وقضایا کا مرکز بھی آسمان ہے کہ وہی ہیں اللہ تعالیٰ کے فیصلے زمین پر اترتے ہیں اور وہ ملائکہ کی رہائش گاہ بھی ہے۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ اس کے سفل (نیچے یعنی زمین) سے اوپر کی طرف چھت کی طرح بنایا بندوں کی مصلحتوں کے لیے زمین وآسمان کے درمیانی خلاء پانچ سو سال کی مسافت ہے اس لیے آسمان دھواں ہے زمین کے پانی نے جوش مارا تو وہ دھواں آسمان کی صورت بن گیا۔ ووضع المیزان (اور رکھا ترازو) یعنی عدل جاری کیا اور اس کا حکم فرمایا کہ ہر حقدار کو پورا حق ملے تاکہ امر عالم کا نظام صحیح اور مضبوط ومستحکم ہو جیسے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عدل سے ہی آسمان وزمین قائم ہیں۔

المیزان کی تفاسیر:
۱۔ المیزان سے قرآن مراد ہے۔
۲۔ جس سے ہی اشیاء کی مقدار معلوم کی جائے وزن سے ہو یا کیل سے وغیرہ وغیرہ۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ ہر وہ شے کہ جس سے اشیاء وزن کی جائیں اور ان کی مقدار پہچانی جائے وضع کرکے اور زمین پر نیچے رکھ کر کہ اس سے ہی اپنے بندوں کے احکام اور ان کے فیصلے معلق فرمائے برابر اور عدل سے کہ لینے دینے میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ ہو۔

فائدہ: حضرت سعدی المفتی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ان لا تطغوا فی المیزان واقیموا الوزن الخ اس معنیٰ کو زیادہ موزوں ہیں اسی لیے اس پر اکتفا کیا اور زمخشری بھی اسے اس پر اقتصار کیا۔

فائدہ: حضرت الکاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میزان وضع فرمایا اور اسے پیدا کیا یا نازل فرمایا یا الہام فرمائی مخلوق پر اس کی کیفیت ایجاد تاکہ اسی سے ایک دوسرے کو انصاف دیں اور لیں۔ یہ نوح علیہ السلام سے شروع ہوا اور نہ اس سے پہلے وزن اور کیل نہ تھا اور نہ ہی ناپ تھی اس آیت کے تحت حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم (علیہ السلام) کو حکم فرمایا اے ابن آدم دوسروں کے لیے انصاف کر جیسے تو خود اپنے لیے انصاف چاہتا ہے اس لیے عدل ہی میں لوگوں کی بہتری ہے۔

ان لا تطغوا فی المیزان (ترازو میں بے اعتدالی نہ کرو) ان ناصبہ لا نافیہ ہے اور لام علت کی مقدر وضع المیزان سے متعلق ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ترازو اس لیے رکھا تاکہ اس میں بے اعتدالی نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو اور عدل سے تجاوز نہ کرو اور راستی کے ساتھ معاملات کرو۔

حل لغات: ابن الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ الطغیان بمعنی حد سے تجاوز کرنا جس نے کہا کہ المیزان بمعنی عدل ہے اس نے طغیان بمعنی ظلم کیا ہے اور جس نے میزان سے برابری کا آلہ مراد لیا ہے تو اُس نے طغیان بمعنی بخس بمعنی نقص (گھاٹا) لکھا ہے ؎

چوں ترازوئے تو کج بود و دغا
راست چوں جوئی ترازوئے جزا

ترجمہ: جب تیرا ترازو ٹیڑھا اور کھوٹا ہے تو پھر تو خود کیوں سیدھی اور راست کا طالب ہے۔

تفسیر عالمانہ: واقیموا الوزن بالقسط (اور انصاف کے ساتھ تول قائم رکھو) یعنی عدل سے وزن قائم کرو یعنی اسے عدل سے سیدھا رکھو۔

حل لغات: المفردات میں ہے کہ الوزن بمعنی شے کی مقدار کی معرفت اور عوام میں وزن کی پہچان ترازو کے ساتھ تولنے سے ہوتی ہے۔

تفسیر صوفیانہ: واقیموا الوزن الخ میں اشارہ ہے کہ انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے جمیع اقوال و افعال میں عدل و انصاف کو مدنظر رکھے۔

تفسیر عالمانہ: ولا تخسروا المیزان (اور وزن کو نہ گھٹاؤ)۔

حل لغات: اہل لغت کہتے ہیں خسرت الشئ (بالفتح) و اخسرته۔ میں نے اسے گھٹایا از باب ضرب

ضرب الخسر والاخسار بمعنی النقص گھٹانا۔ اب معنٰی یہ ہوا کہ وزن کو نہ گھٹاؤ کیونکہ اس کا حق یہ ہے کہ اسے برابر رکھا جائے اس لیے کہ اس کی وضع کی اصلی غرض یہی ہے یعنی برابر رکھنا۔

فائدہ:۔ خسر (بالکسر) گھٹانا یا بیع میں (المختار) (یعنی بیع کے گھاٹے کے وقت سین کو مکسور پڑھا جائے گا) (القاموس) میں ہے کہ خسر ہمچوں فرح وضرب بمعنی ضل (راہ سے ہٹنا)

فائدہ:۔ سعدی المفتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا مراد یہ ہے کہ اس شے کو نہ گھٹاؤ جو میزان میں ہے نہ کہ خود میزان کو پہلے اللہ تعالیٰ نے تسویہ (عدل) کا حکم دیا اب طغیان سے نہی فرمائی یعنی حد سے تجاوز اور زیادتی نہ کرو" اس کے بعد خسران سے روکا یعنی وزن میں کمی بیشی نہ کرو۔

نکتہ:۔ المیزان کے تکرار میں تنبیہ ہے کہ اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سخت سے سخت تاکید فرماتا ہے کہ اس کے استعمال میں عدل وانصاف سے کام لو۔ اس معاملہ میں گویا خصوصی ترغیب فرمائی گئی ہے۔

فائدہ:۔ حضرت کاشفی مرحوم نے فرمایا کہ اہل ترازو کو اس میں تاکید اس لیے ہے کہ قیامت میں اعمال کے ترازو سے شرمندگی نہ ہو۔

ہر جو و ہر حبہ کہ بازوئے تو
کم کند از کید ترازوی تو
ہست یکایک ہمہ بر جائے خویش
روز جزا جملہ بیارند پیش
با تو نمایند نہانیت را
کم دہی و بیش ستانیت را

ترجمہ:۔ ہر جو اور ہر دانہ تیرا بازو ہیں کم کرے گا تیری تدبیر کی ترازو کو۔
ہر ایک اپنی جگہ پر قائم ہے سب کو قیامت میں تیرے آگے لائیں گے۔
تیری پوشیدہ کارروائی کو ظاہر کریں گے تو کم دیتا تھا یا زیادہ لیتا تھا۔

حکایت:۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک ہمسایہ پر سکرات طاری تھی۔ آپ تشریف لے گئے۔ عرض کرتا تھا کہ میرے سامنے دو بڑے پہاڑ ہیں مجھے حکم ہوتا ہے کہ تو ان پر چڑھ فرمایا میں نے اس کے گھر والوں سے اس کا کردار پوچھا تو کہا گیا کہ اس کے دو ترازو تھے ایک سے دیتا تھا دوسرے سے لیتا تھا فرمایا میں نے دونوں منگوا کر توڑ دیئے پھر اس سے پوچھا تو کہا کہ اب سختی اور بڑھ گئی۔

فائدہ :۔ المفردات میں ہے کہ ولا تخسروا المیزان کے دو مطلب ہیں :۔
۱۔ وزن میں عدل وانصاف کی جدوجہد اور دینے لینے میں ظلم کا ترک ۔
۲۔ ایسا دینا لینا جو قیامت میں خسارہ کا موجب بنے اس سے احتراز یہی مراد ہے اس کی جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا
فمن خفت موازینہ (تو جس کے وزن اعمال ہلکے ہوں گے) ہر دونوں ایک دوسرے کو لازم و
ملزوم ہیں۔

قاعدہ :۔ ہر خسران جو قرآن میں مذکور ہوا اس سے یہی آخری معنیٰ مراد ہے نہ وہ خسران جو کاروبار دنیوی اور تجارات
بشریہ سے متعلق ہے۔

تفسیر صوفیانہ :۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتا ہے کہ میزان کو وضع الارض اور رفع السماء کے درمیان میں لاتے میں عدل کی طرف اشارہ ہے کہ اسی سے ہی آسمان و زمین قائم ہیں جیساکہ حدیث شریف میں وارد ہے اور اشارہ ہے روح وجسد کے درمیان عدل ضروری ہے تاکہ دونوں حد اعتدال میں رہیں ایک دوسرے پر متجاوز نہ ہوں اور اعتدال حقیقی افراط وتفریط جو عقلاً وشرعاً وعرفاً مذموم ہیں کی دونوں طرفوں ٹھہرنے کا نام ہے اور اس کے موزونات اُمور علمیہ عملیہ میں جو عقل کی کسوٹی سے برابر اور صحیح سمجھے جاتے ہیں وہ عقل جس کا مدار استعداد ذاتی پر ہے ۔

تفسیر عالمانہ :۔ والارض وضعھا (اور زمین رکھی) پانی پر نیچے کر کے بچھایا اور دراز کیا۔
للانام۔ مخلوق کے لیے اس کے منافع کے لیے ۔

حل لغات :۔ انام وہ جمع ہے جس کا اپنے لفظ سے واحد کا صیغہ نہیں اس سے مطلق مخلوق مراد ہے جن وغیرہ جو زمین میں رہتے ہیں (القاموس) ۔

فائدہ :۔ زمین بچھونے اور بستر کی طرح ہے اس پر مخلوق چلتی پھرتی اور تصرف کرتی ہے ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس سے صرف انسان مراد ہیں جیساکہ ذیل کا شعر دلالت کرتا ہے ۔

؎ مبارك الوجه يستسقى الغمام به
ما في الانام له عدل ولا مثل

ترجمہ :۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبارک چہرے والے ہیں۔ آپ کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی ہے لوگوں میں آپ کے برابر کا کوئی نہیں اور نہ ہی آپ کی کوئی مثل ہے ۔

فائدہ :۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ انام سے ہر ذی رُوح مراد ہے کیونکہ ہر ذی زمین پر نیند کرتا ہے بعض نے کہا یہ ونم الذباب بمعنی ہمس سے ہے۔

تفسیر صوفیانہ:- اس میں ارض بشریہ کی درازی کی طرف اشارہ ہے تاکہ ہر قبیلہ اپنی مناسبت سے اس میں زندگی بسر کرے۔ اہل نفوس کی عشرت ہے شہوات حیوانیہ و لذات جسمانیہ پورا کرنا اصحاب قلوب کی عشرت ہے واردات قلبیہ والہامات غیبیہ حاصل کرنا ارباب دارواح علویہ کی عشرت ہے۔ تجلیات روحانیہ اور محاضرات ربانیہ سے مشرف ہونا صنادید الاسرار اللاہوتیہ القدسیہ کی عشرت ہے۔ تجلیات ذاتیہ احدیہ ربانیہ مصنیہ یعنی ماسوی اللہ سے فنا کرنے والی سے سرشار ہونا۔

تفسیر عالمانہ:- فیہا فاکہۃ۔ اس میں میوے ہیں مختلف قسم کے جن سے لذت حاصل کی جائے فاکہۃ کا لفظ میوہ جات کے مختلف اقسام کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ والنخل ذات الاکمام (اور کھجوریں ہیں غلاف والی)۔

حل لغات:- اکمام کھجور کے ثمرات کے برتن ان کے کھلنے سے پہلے اُوپر کے غلاف یعنی کھجور کے خوشے غلاف میں ہیں۔ اکمام (کم بالکسر کی) جمع ہے وہ غلاف جو کھجور کے ثمرات کے اُوپر ان کے ابتدائی ظہور کے وقت ہوتا ہے جب تک ثمرات ظاہر نہیں ہوتے وہ غلاف اُن کے اُوپر ہوتے ہیں۔ النخل بمعنی کھجور کا درخت یاکم بمعنی وہ شے جو کسی دوسری شے کو چھپائے از باب نصر یعنی کم یکم (بضم الکاف) وہ جو ثمر کو چھپائے از قسم لیف (چھال) یا از قسم سقف وکفری (گری اور ثمر) کیونکہ اس سے بھی مکموم (چھپی ہوئی شے میوۂ کھجور) کی طرح فائدہ اُٹھایا جاتا ہے یعنی کھجور کے میوہ اور جمارہ (گری) سے بھی جُدوع سے بھی لیف بمعنی وہ جو جدع کو چھپائے السعف بمعنی الجمار یعنی کھجور کی گری کے کیڑے یعنی کھجور کے درخت کا دل الکفری بمعنی ثمر (والحب اور اناج) یعنی زمین میں دانے ہیں۔ الحب ہر وہ شے جو غذا کا کام دے جیسے گندم۔ جو وغیرہ وغیرہ۔ ذوالعصف (بھس والا) کھیتی کے پتے یا خشک انگوری کے پتے جیسے بھوسہ۔

حل لغات:- حضرت کاشفی مرحوم نے فرمایا کہ العصف وہ گھاس جس سے دانہ جدا کیا جائے۔ المنفردات میں ہے کہ العصف والعصیف وہ جو کھیتی سے صاف کیا جائے۔ تاج المصادر میں ہے کہ العصف بمعنی کھیتی کے پتے کا کاٹنا۔ والریحان (اور خوشبودار پھول)۔

حل لغات:- المفردات میں ہے الریحان ہر وہ شے جس میں خوشبو ہو۔ بعض نے کہا الریحان بمعنی الرزق پھر ہر کھائے جائے دانے کو ریحان کہا جانے لگا جیسے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی والحب ذوالعصف والریحان۔

حکایت:- ایک اعرابی سے پوچھا گیا کہاں جاتے ہو۔ جواب دیا الی ریحان اللہ یعنی رزق الٰہی کی تلاش

میں دراصل اس کا حقیقی معنیٰ وہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔ حضرت ابن عباس اور مجاہد و ضحاک نے فرمایا کہ لغت حمیر نے ریحان بمعنی رزق ہے یہاں پر یا رزق کا معنیٰ مراد ہے یا خوشبودار شے جیسے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ الریحان هو ریحانکم الخ ریحان وہ تمہاری خوشبو جسے سونگھا جاتا ہے اور ہر وہ انگوری اور پھول جس میں خوشبو ہو۔

مسئلہ:۔ فقہاء کرام کے نزدیک الریحان وہ شے جس کی ٹہنی میں اسی طرح خوشبو ہو جیسے چنبیلی وغیرہ (المغرب) ابن الشیخ نے فرمایا کہ ہر وہ سبزی جو خوشبودار ہو وہ ریحان ہے اس لیے کہ انسان اس کی خوشبو سونگھتا ہے اہل عرب کہتے ہیں راح الشئ یراحہ یریحہ واروح الشئ یریحہ۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی کسی شے کی خوشبو پائے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس نے کسی کو معاہدہ کے باوجود قتل کر دیا تو وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔

فائدہ:۔ روایت میں لم یرح بھی ہے راح یریحہ سے الریحان دراصل ریوحان تھا بر وزن فیعلان رَوح سے واؤ یاء سے تبدیل ہو کر اس میں مدغم ہوئی پھر عین کلمہ کو تخفیفاً حذف کیا گیا جیسے میّت میں (عین کلمہ محذوف ہوا) یا فوعلان کے وزن پر ہے اس کی واؤ یاء سے تخفیفاً تبدیل ہوئی یا الروحان کے فرق کرنے کے لیے اسے ایمان پڑھا گیا۔ الروحان وہ شے جس کے لیے روح ہو۔

فبای آلاء ربکما تکذبان (تو تم اپنے رب کی کس نعمت کو جھٹلاؤ گے) یہ خطاب ثقلین (جن و انس) کو ہے جس پر للانام دلالت کرتا ہے کیونکہ انام کا اطلاق عموماً جن و انس پر ہوتا ہے اور عنقریب صراحۃً فرمائے گا۔ ایھا الثقلان (اے جن و انس) ایسے ہی ان دونوں کے ابوین کی تصریح بھی دلیل ہے جیسے فرمایا خلق الانسان الخ اور خلق الجان الخ ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ یہ خطاب جن و انس ہر دونوں کو ہے۔

حل لغات:۔ آلاء بمعنی نعمتیں اس کا واحد اِلیٰ۔ اَلیٰ۔ الو۔ الی۔ اِلیٰ ہے۔ (القاموس) بحر العلوم میں ہے الآء وہ ظاہری و باطنی نعمتیں جو فریقین کو نصیب ہوئیں۔ اس سے اس کی خطاء واضح ہوئی جو کہتا ہے کہ آلاء صرف ظاہری نعمتوں کا نام ہے اور النعماء باطنی نعمتوں کو کہا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں (آلاء و نعماء) اسود لیوث۔ فلک۔ سفن وغیرہ کی طرح الفاظ مترادفہ سے ہیں۔

فائدہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ الآء نعمتیں ظاہری ہوں والنعماء اور نعمتیں باطنی ہوں اور آیات متوالیہ ہوں یہ سب کی سب دلالت کرتی ہیں کہ اہل ظواہر کو ظاہری نعمتیں نصیب ہوئیں نعمتوں کی تکذیب

کا معنیٰ ان کے لیے ہے کہ انھوں نے ان نعمتوں کی ناشکری کی اور اس ناشکری کو تکذیب سے اس لیے تعبیر کیا گیا کہ آلاء مذکورہ کے دلائل بتاتے ہیں کہ وہ ایمان لانا واجب ہے اور شکر ضروری گویا یہ ان کی شاہد تھیں تو ان کی ناشکری گویا تکذیب ہے۔ جب امر ایسے ہے جیسے مذکور ہوا تو پھر اپنے مالک و مربی کی نعمتوں کے کس فرد کی تم تکذیب کرتے ہو باوجودیکہ اس کی ہر نعمت کا ہر فرد اس کے صدق پر شاہد و ناطق ہے اس تقریر استفہام تقریری ہوگا یعنی برانگیختہ کرنا ہے کہ تم ان نعمتوں کا اقرار کرو اور تم پر ان نعمتوں کا شکر واجب ہے۔

حدیث شریف :۔ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے سامنے سورۃ الرحمٰن شریف تلاوت فرمائی اور اسے آخر تک پڑھ کر فرمایا کہ تمھارے سکوت (خاموشی) پر تعجب ہے تم سے تو جن بھلے کہ انھوں نے ایک دفعہ مجھ سے یہی سورہ رحمٰن سنی تو جب میں فبای آلاء ربکما تکذبٰن پڑھتا تو کہتے ولا بشیٔ من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد۔ اے ہمارے پروردگار ہم تیری نعمت کو نہیں جھٹلاتے اور تیرے لیے حمد ہے۔

فائدہ :۔ بحر العلوم میں ہے کہ اس میں واضح دلیل ہے کہ آلاء ہر قسم کی نعمتوں کو شامل ہے ظاہری ہوں یا باطنی اسے صرف ظاہری نعمتوں سے مقید نہیں کیا جا سکتا جیسے بعض اوہام کا خیال ہے۔

مسئلہ :۔ آکام المرجان میں ہے کہ جنات بھی مکلف ہیں جیسے کہ آیت سے ثابت ہوتا ہے اور اس میں کسی اہل نظر کا خلاف نہیں سوائے حشویہ فرقہ کے۔ ان کا گمان ہے کہ وہ اپنے افعال کو اضطراراً عمل میں لاتے ہیں لیکن وہ مکلف نہیں۔

(رد الحشویہ) حشویہ کے رد میں ایک دلیل قرآنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں شیاطین کی مذمت فرمائی اور انھیں ملوث فرمایا اور ان کی گمراہیوں اور شرارتوں سے بچنے سے ڈرایا اور ان کے لیے آخرت میں عذاب تیار کی خبر دی اور قاعدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لیے یہ امور بتاتا ہے جو اس کے اوامر و نواہی کے مکلف ہو کر مخالف ہو یا کبائر کا مرتکب ہو اور اس کے محارم کی ہتک کرے ساتھ اس قدرت کے کہ وہ اس کے خلاف (نہ کرے)۔

دلیل نمبر (۲) دوسری دلیل (حشویہ کے رد میں) یہ ہے کہ دین نبی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں ہے شیاطین پر لعنت کرنا اور ان کا حال بیان کرنا اور بتانا کہ وہ شیاطین شر و معاصی کی طرف بلاتے ہیں اور ان کے لیے وسواس ڈالتے ہیں۔

سوال :۔ سورۃ الرحمٰن میں اس کلمہ " فبای آلاء ربکما تکذبٰن " کا بار بار تکرار کیوں۔

جواب :۔ تاکہ غفلت دور ہو اور حجت و دلیل میں تاکید ہو اور نعمت کی تذکیر اور کرامت کی تقریر ہو جیسے تم کسی کو کہتے ہو کہ کتنی نعمتیں تمہارے لینے ہیں کتنا۔ کتنا ایسے تم جب کسی کو بکثرت نعمتوں سے نوازو اور وہ ان کا انکار کرے تو تم اسے کہتے ہو کیا تو فقیر (تنگدست) نہ تھا۔ میں نے تجھے غنی کیا تو کیا تو اس کا انکار کر سکتا ہے کیا تو ننگا نہ تھا۔ میں نے تجھے کپڑے پہنائے تو کیا اس کا تو انکار کر سکتا ہے۔ کیا تو کمزور نہ تھا میں نے تجھے قوت والا بنایا تو کیا تو اس کا انکار کر سکتا ہے وغیرہ وغیرہ شاعر نے کہا

لا تقطعن الصديق ما طرفت
عيناك من قول كاشح اشر
ولا تملن من زيادة
ذره و ذره ذد ثم ذر و ذر

ترجمہ :۔ دوستوں سے جدائی نہ کر جب تک تیری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کسی بات سخت شرارتیوں کی طرح دوست سے ملال نہ کر اس کی زیارت کر اور بار بار زیارت کر۔

فائدہ :۔ برہان القرآن میں ہے کہ اس آیت فبای آلاء ربکما تکذبان کا تکرار اکتیس (۳۱) بار ہوا ہے نو بار ان آیات کے بعد جن میں خلق الٰہی کے عجائبات و بدائع صنعت کی تعداد اور مبدا الخلق و معاد کا ذکر ہے اور سات بار ان آیات کے بعد جہاں نار اور اس کے شدائد کا ذکر ہے۔ دوزخ کے ساتوں دروازوں کے مطابق ان کے بعد نعمتوں کی تذکیر بہتر ہے کیونکہ دوزخ کا خوف اور اس سے بچنا بھی نعمت ہے۔ مذکورہ نعمتوں کی ہم پلہ ہے اس لیے کہ دوزخ دشمنان خدا کے لیے ہے۔ جب کوئی یہ سن کر بچ جائے کہ میں کیوں دشمن خدا بنوں تو نہ صرف نعمت ہے بلکہ بڑی نعمتوں سے بھی بڑی ہے ان ساتوں آیات کے بعد آٹھ بار یہ آیت واقع ہے بہشت کے اوصاف بیان کرنے اور اُن کے اہل کے ذکر کے بعد بہشت کے آٹھوں دروازوں کے مطابق اس کے بعد دو اور بہشتوں کے بعد جو ان آٹھوں کے سوا ہیں جو ان آٹھوں بہشتوں کا عقیدہ رکھ کر ان کے موجبات کے مطابق عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے یہ سب جنات عطا فرمائے گا اور ساتھ ہی دوزخ کے ان ساتوں دروازوں سے بچائے گا۔

لطیفہ :۔ الرحمٰن سورت کا آل اس سورۃ جلیلہ کا عنوان ہی دلالت کرتا ہے کہ یہ کلمات اکتیس ۳۱ بار آئیں گے ابجد کے حساب سے الف کا ایک اور لام کے تیس تو کل اکتیس (۳۱) ہوئے۔

تفسیر عالمانہ :۔ خلق الانسان من صلصال کالفخار (انسان کو پیدا کیا ٹھیکری کی طرح بجتی ہوئی مٹی سے) انسان کو خشک مٹی سے ٹھیکری کی طرح پیدا کیا یعنی وہ مٹی جو

ہاتھ مارنے سے آواز دے۔

حل لغات:۔ الصلصال غیر مطبوخ ناپختہ مٹی جس میں صلصلہ (آواز) ہو یعنی اُس کی خشکی کی وجہ سے آواز سنائی دے۔

حدیث شریف:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس وقت اللہ تعالیٰ وحی کا کلام فرماتا ہے تو اہلِ سماوات اس کی آواز سے گھنٹی سی آواز سنتے ہیں جو صاف ستھرے پتھر پر پڑی ہو۔

الفخار۔ ٹھیکری یعنی آگ سے پکائی ہوئی مٹی۔ ٹھیکری سے تشبیہ بوجہ اس کی خشکی کے ہے جب ٹھونکی جائے گی گویا وہ صور ہے جو بکثرت بجانے والے کے بجانے سے بجتی ہے یا اس لیے کہ وہ اجوف (خالی پیٹ) ہے۔

تخلیقِ آدم:۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اسے گارہ بنایا پھر وہ کالی سیاہ مٹی بو والی مٹی ہو گئی۔ پھر بجتی ہوئی مٹی کی طرح ہوئی اس پر غم و حزن کا پانی ڈالا اسی لیے تم بنو آدم کو اکثر مغموم و محزون دیکھو گے یہ اس کے منافی نہیں کہ آیت ایک کا بیان کرتی ہے تو دوسرے وقت دوسرے کا۔

و خلق الجان اور جن یا ابوالجن یا ابلیس کو پیدا فرمایا یہ ضحاک کی تفسیر ہے اور الکشف میں ہے کہ الجان سے ابوالجن مراد ہے جیسے انسان سے ابوالانس مراد ہے اور ابلیس تو ابوالشیاطین ہے۔

من مارج۔ شعلے سے جو دھوئیں صاف ہو کر نکلتا ہے حضرت مجاہد نے فرمایا کہ مارج وہ شعلے سرخ و زرد اور سبز آپس میں مل کر آگ کے اُوپر سے نکلتے جب آگ جلائی جاتی ہے۔

حل لغات:۔ کہا جاتا ہے مرج امر القوم قوم کا معاملہ رل مل گیا یہ اُس وقت بولتے ہیں جب ان کا معاملہ مخلوط اور مضطرب ہو جائے۔

فائدہ:۔ کشف الاسرار میں ہے جن کو آگ کے مذکور شعلے سے اور ملائکہ کو اس کے نور (روشنی) سے اور شیاطین کو اس کے دھوئیں سے۔ بعض نے کہا جان کو اس آگ سے پیدا کیا جو آگ سے کلہ رقیقہ اور آسمان کے درمیان ہوتا ہے اسی میں ہی بجلی ہوتی ہے اور آسمان اسی کلہ رقیقہ کے آگے ہی دیکھا جاتا ہے۔

فائدہ:۔ فتوحات شریف کے سفر ثانی کے باب نہم میں ہے کہ مارج وہ آگ جو ہوا سے ملی ہوئی ہو اُسے ہوائے مشتعل (شعلہ والی ہوا) کہتے ہیں۔ اس معنیٰ پر جان دو عنصر سے پیدا ہوا آتش اور ہوا۔ اور آدم بھی

دو عنصر سے بنا ہے پانی اور مٹی۔ جب پانی اور مٹی اکھٹے ہوتے ہیں تو طین (گارا) کہا جاتا اور جب ہوا و آتش اکھٹے ہوتے ہیں تو اسے مارج کہا جاتا ہے تو جیسے پانی رحم میں پڑنے سے بشر بنتے ہیں اور جن کی مادہ کے رحم میں ہوا پڑنے سے جنّ بنتے ہیں۔

فائدہ:۔ جان و آدم کی تخلیق کے درمیان ساٹھ ہزار سال کی مسافت ہے۔ فبای آلاء ربکما تکذبٰن (تو اپنے پروردگار کی کونسی نعمت کو ٹھکراؤ گے) وہ جو تم کو اس نے عطا فرمائیں تمھاری تخلیق کے علاوہ تم پر نعمتوں کی بارش برسادی یہاں تک کہ تمھیں افضل المرکبات اور خلاصۃ الکائنات بنایا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقت انسان الروح پر اللہ تعالیٰ نے تجلی ڈالی صفتہ صلصال اللطف والجمال کی صورت میں اور حقیقت ابلیس النفس پر صفتہ مارج القہر والجلال کی صورت میں تو ایک اُن کا صورۃ لطف کا مظہر بنا دوسرا صورۃ قہر کا تو پھر اسے رُوح لطیف اور نفس خبیث تم کونسی نعمتوں کی تکذیب کرو گے کیونکہ تمھارے ہر ایک نے لطف و قہر اور طیب و خبث کا ذائقہ چکھا جس پر تم پیدا کیے گئے۔

تفسیر عالمانہ:۔ رب المشرقین و رب المغربین۔ (وہ مشرقین و مغربین کا رب ہے) یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی وہ جس نے افاعیل بدیعہ بنائے وہی صیف و شتا کے مشرقین و مغربین کا رب ہے۔

فائدہ:۔ اس سے لازماً ثابت ہوا کہ جیسے مشرقین و مغربین کا رب ہے ایسے ہی ان کے درمیان کی جملہ کائنات کا بھی رب ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ غایت ارتفاع و غایت انخفاض کا ذکر ان کے مابین کے ذکر کو لازم ہے جیسے ایک بہت بڑے ملک کی شاہی والے کے لیے کہو کہ وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ مشرق و مغرب کے درمیان کے تمام ممالک کا مالک ہے۔

فائدہ:۔ کشف الاسرار میں ہے کہ مشرقین میں ایک مشرق وہ ہے جس میں سورج سال کے طویل دنوں میں طلوع کرتا ہے (یعنی موسم گرما) اور دوسری مشرق وہ ہے جس میں سورج سال کے چھوٹے دنوں میں طلوع کرتا ہے (یعنی موسم سرما) ان ہر دونوں کے درمیان سورج کی ایک سو اسی (۱۸۰) مشرق ہیں ایسے ہی مغربین کو سمجھ لیجئے۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا مشرقین سے ایک مشرق سورج کی اور دوسری قمر کی مراد ہے ایسے ہی مغربین۔

ازالۂ وہم:۔ وہ جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے تو وہ اہلِ مشرق کے لیے ہے یعنی اہلِ مشرق کے لیے قبلہ یہ ہے کہ مغرب الصیف کو دائیں جانب اور مشرق الشتاء کو بائیں جانب رکھا جائے تو درمیانی حصّہ کو قبلہ کی سمت ہے (فبای آلاءِ ربکما تکذبٰن)

(تو اپنے پروردگار کی کونسی نعمتوں کی تم تکذیب کرو گے) جو ان مشرقین ومغربین میں فوائد پیدا فرمائے ہیں کہ جن کا شمار ناممکن ہے مثلاً ہوا کا معتدل ہونا، فصول مختلف ہونا اور ہر فصل کے وقت میں اس کے مناسب حوادثات وغیرہ وغیرہ۔

تفسیر عالمانہ :۔ مرج البحرین (چھوڑا دو دریاؤں کو)

حل لغات :۔ اہل لغت کہتے ہیں مرجت الدابۃ (میں نے جانور کو گھاس کے لیے چھوڑا) اب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دو دریا میٹھا و کڑوا چھوڑے یعنی دو دریاؤں کو راستہ دیا کہ ایک خوشگوار اور میٹھے پانی والا ہے دوسرا کڑوا اور شور۔

یلتقیٰن (آپس میں ٹکرتے ہیں) البحرین سے حال ہے۔ حال مقدرہ کے قریب ہے یعنی ایک دوسرے کے قریب قریب بستے ہیں اور ان دونوں کی سطحیں ایک دوسرے کو مس کرتی ہیں۔ دونوں کے منظر میں کوئی فاصلہ نہیں وہ یہ کہ دجلہ دوسرے دریا میں داخل ہو کر اسے چیرتا ہوا کئی میلوں تک چلا جاتا ہے لیکن دونوں کے ذائقہ و مزہ میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں آتا۔

فائدہ :۔ بعض نے کہا اللہ تعالیٰ نے بحر فارس و روم بحر محیط میں ملاتا ہے کیونکہ یہ دونوں بحر محیط کی جھیلیں ہیں دونوں اسی سے جدا ہوتی ہیں۔

(حضرت) سعدی المفتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس تقریر پر یلتقیٰن یا حال مقدرہ ہے اگر یہ مراد ہے کہ ان دونوں کو بحر محیط کی طرف چھوڑتا ہے یا معنیٰ یہ ہے کہ بحر محیط سے نکال کر چھوڑتا ہے بہرحال ہر ایک کے لیے توجیہ ہے۔

بینہما برزخ ۔ دونوں کے درمیان آڑ ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت یا آڑ ہے زمین سے۔

حل لغات :۔ برزخ دو چیزوں کے درمیان حائل (آڑ) اس لیے قبر کو برزخ کہا جاتا ہے کہ وہ دنیا و آخرت کے درمیان حائل ہے اور وسوسہ کو بھی برزخ کہتے ہیں کہ وہ ایمان کے لیے آڑ ہے درمیان شک و یقین کے۔

لا یبغیٰن ۔ ایک دوسرے پر نہیں چڑھتے رل مل کر یا ایک دوسرے کی خاصیت کو باطل کر کے ورنہ اختلاط کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے ذائقہ میں تبدیلی آجاتی لیکن نہیں وہ دونوں اپنی اصلی حالت پر رہتے ہیں۔ اختلاط سے لمحہ بھر بھی ان کا ذائقہ نہیں بدلتا یا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اپنی حدود سے متجاوز نہیں ہوتے کہ ایک دوسرے کے درمیان خالی زمین پڑی ہو تو کوئی بھی اس خالی جگہ پر نہیں چل سکتا بلکہ خالی جگہ پر لوگ

آباد رہتے ہیں اور یہ ان کو غرق نہیں کرتے۔

فائدہ:۔ یبغی یا تو ابتعاد بمعنی طلب کے ہے یعنی اپنے مقدر کے ماسوا اور کچھ طلب نہیں کرتے۔ فبای آلاء ربکما تکذبان۔ (تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کرو گے) کیونکہ دریاؤں میں کوئی ایسی شے نہیں جو تکذیب کے قابل ہو بلکہ یہ دونوں فوائد اور عبرتوں سے بھرپور ہیں۔

یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان۔ ان دونوں سے لولو مرجان نکلتے ہیں۔

حل لغات:۔ اللؤلؤ (موتی) مرجان (سرخ مونگے) مشہور ہیں بعض کہتے ہیں اسے دریامیں جنات ڈالتے ہیں۔

فائدہ:۔ خریدۃ العجائب میں ہے کہ لولو بحر ہند و فارس میں پائے جاتے ہیں اور مرجان دریامیں درخت کی طرح اُگتے ہیں (اذا کلس المرجان عقد الزئبق) بعض سفید ہوتے ہیں بعض سُرخ بعض سیاہ اس کا سرمہ بنا کر آنکھ میں ڈالا جائے تو بینائی کو قوت بخشتا ہے اور آنکھ کی رطوبت کو چوستا (سکھاتا) ہے۔ بعض نے کہا لؤلؤ چھوٹے موتی اور مرجان بڑے موتی کو کہا جاتا ہے۔

تحقیق البحرین:۔ اگر بحرین سے بحر فارس و بحر روم مراد ہوں کی منہما کی تاویل کی ضرورت نہیں کیونکہ لولو مرجان انہی سے ہی نکلتے ہیں کیونکہ یہ ہر دونوں نمکین ہیں اور سات دریاؤں میں مٹھاس تو ہے نہیں مگر یہ اس قول کے خلاف ہے جو کہتا ہے کہ آیت میں مراد یہ ہے لولو مرجان فارس و روم کے نمکین دریاؤں سے اور چین کے میٹھے دریاؤں سے نکلتے ہیں۔ بحر العلوم میں ہے کہ لولو بحر فارس سے اور مرجان بحر روم سے نکلتا ہے یعنی اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر دونوں ان دونوں سے مخصوص ہیں۔ اگر دو دریاؤں سے مراد نمکین اور میٹھا مراد ہے تو اس وقت لولو و مرجان کے نکلنے کی نسبت بحرین کی طرف ہو گی حالانکہ یہ صرف نمکین دریا سے نکلتے ہیں یا یہ کہ تمام دریا سے بھی نہیں نکلتے بلکہ بعض جگہوں پر ہوتے ہیں تو یہ نسبت ایسے ہو گی جیسے کہا جاتا ہے بچہ ماں باپ سے پیدا ہوا حالانکہ پیدا تو صرف ماں سے ہوتا ہے (یہی تقریر مناسب تر ہے) یا یہ کہا جائے کہ لولو مرجان دو دریاؤں (نمکین و میٹھے) کے ملنے کی جگہ سے نکلتے ہیں پھر یہ بھی دو معنوں کا احتمال رکھتا ہے:۔

۱۔ ملتقی اسم مکان اور خروج بمعنی انتقال از باطن بطرف ظاہر۔ جمہور فرماتے ہیں کہ لولو مرجان کھاری پانی کی ان جگہوں سے نکلتے ہیں جہاں نہریں اور میٹھا پانی پڑتا ہے۔ اس معنیٰ پر اس کا اسناد دونوں کی طرف مناسب ہے اور یہی (غواص) غوطہ خوروں (موتی نکالنے والوں) میں مشہور ہے۔

۲۔ ملتقی مصدر میمی ہے بمعنی الالتقاء والخروج یعنی الحدوث بمعنی الوجود یعنی لولو مرجان ان دونوں کے

التقاء و اجتماع سے پیدا ہوتے ہیں جیسے رازی نے فرمایا اس معنیٰ پر پانی میٹھا نمکین کے لیے لقاح کی طرح ہوگا۔

فائدہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے مولیٰ اور شاگرد عکرمہ سے مروی ہے کہ یہ اشیاء دریا میں نزول بارش کے وقت پیدا ہوتی ہیں کیونکہ صدف بارش کے وقت منہ کھول دیتی ہیں تو اصداف بمنزلہ ارحام کے ہیں نطفوں کے لیے اور دریا کا پانی مثل غذا حاصل کرنے والے جسم کی طرح ہے۔

فائدہ:۔ یہ دلیل ہے اس مشہور قول کی کہ بارش نہ ہو تو قحط پڑجاتا ہے اور مچھلیاں سست پڑجاتی ہیں اور اصداف میں کمی آجاتی ہے نایاب ہوجاتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہو کہ منھما کی ضمیر بحرین کی طرف باعتبار جنس کے ہے (اس میں سوچ بچار کیجیے) فبای آلاء ربکما تکذبٰن (تو تم اپنے رب کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کروگے) اس لیے کہ دریاؤں کے جواہر سے تم آرائش کرتے اور ان کی خرید و فروخت سے فوائد و منافع حاصل کرتے ہو یہ اس کی ظاہری نعمتیں ہیں تو پھر تم اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں میں سے کونسی نعمتوں کی تکذیب کروگے)۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ اس سے ایک دریا آسمانی دوسرا دریا زمینی مراد ہے کیونکہ یہ دونوں ہر سال ملاقی ہوتے ہیں لیکن ان کے درمیان برزخ آڑ ہے جو آسمان کے دریا کو نیچے برسنے سے اور زمین کے دریا کو اوپر چڑھنے سے روکتا ہے۔ دریائے فلک کے قطرات زمین کے دریا میں گر کر صدف کے منہ میں موتی بن جاتے ہیں اور اسی میں پکتے ہیں پنجتن پاک (صلی اللہ علی نبینا وعلیہم وسلم) بعض نے کہا بحرین علی و فاطمہ برزخ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان دریاؤں سے دو موتی نکلے یعنی امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم اجمعین۔

تفسیر صوفیانہ نمبر (۱):۔ بعض نے کہا کہ بحرین سے عقل و ہوائے نفسانی مراد ہے ان کے درمیان برزخ لطف الٰہی ہے ان سے توفیق و عصمت ظاہر ہوتی ہے۔ بعض نے کہا بحرین سے معرفت و معصیت مراد ہے اور برزخ سے عصمت مراد ہے ان سے شوق و توبہ ظاہر ہوتے ہیں یبغیٰن سے مطلب یہ ہے کہ معصیت معرفت پر اثرانداز نہیں ہوتی۔ بعض نے کہا کہ بحرین سے دنیا و آخرت مراد ہے اور برزخ قبر ہے۔ بعض نے کہا کہ بحرین سے حیات و وفات مراد ہے اور برزخ اجل ہے بعض نے کہا بحرین حجۃ و شبہۃ ہے اور برزخ نظر ہے۔ ان سے حق و صواب ظاہر ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بحرین سے خوف و رجا مراد ہے یا قبض و بسط اور برزخ قدرت بے علت ہے اور لؤلؤ سے احوال صافی اور مرجان لطائف وافی ہیں۔

کشف الاسرار میں اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عوام کے بحرین خوف و رجا بن جاتے ہیں

ان سے گوہر زہد و ورع و طاعت تقویٰ ظاہر ہوتے ہیں اور خواص کے بحرین قبض وبسط میں ان سے جواہر فقر و وجد پیدا ہوتے ہیں اور انبیاء و صدیقین کے بحرین انس و ہیبت ہیں ان سے گوہر فنا ظاہر ہوتا ہے تاکہ ان کا صاحب منزل بقا تک پہنچ سکے۔

ز قعر بحر فنا گوہر فنا یابی
دگر نہ غوطہ خوری ایں گہر کجا یابی

ترجمہ:۔ بحر فناء کی گہرائی سے فناء کا گوہر پاؤ گے اگر غوطہ نہ لگاؤ گے تو یہ گوہر کہاں سے پاؤ گے۔

تفسیر صوفیانہ نمبر (۲):۔ بعض اکابر نے فرمایا کہ اس میں بحر روح کے اس مروج وحرکت کی طرف اشارہ ہے جو وہ تجلیات ذاتیہ سے متحرک ہوتا ہے اور بحر قلب کے مروج وحرکت کی طرف جو وہ تجلیات صفاتیہ سے متحرک ہوتی ہے اور یہ دونوں مقام وحدت مع بقائے برزخ معنوی میں جمع ہوتے ہیں۔ ان کے درمیان یہی مقام وحدت مع بقاء برزخ ہے جس کی وجہ سے بحر روح بحر رُوح پر نہیں چڑھ گزرتا اس لیے کہ اسے نزول بالکلیہ حاصل نہیں تاکہ بحر القلب کی خاصیتہ نہ مٹ جائے اور نہ ہی بحر القلب بحر الروح پر غلبہ پاتا ہے اس لیے کہ عروج بالکلیہ حاصل نہیں تاکہ اس کے غلبہ سے بحر القلب کی خاصیت ختم نہ ہو جائے۔ جیسا کہ فرمایا و ما منا الا له مقام معلوم۔ اور ہمارے ہاں ہر ایک کا مقام معلوم ہے۔ بحر رُوح و بحر قلب کے التقاء سے بحر رُوح کی گہرائیوں سے تجلیات صفاتیہ کے مرجان ظاہر ہوتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ نمبر (۳):۔ بعض نے کہا کہ بحرین میں بحر القدم والحدوث کی طرف اشارہ ہے اور بحر القدم میٹھا ہے بحیثیت قدم کے اور بحر الحدوث نمکین ہے بحیثیت علل الحدوثیتہ کے ان کے درمیان غلبۂ وحدانیت کا برزخ ہے۔ بدیں وجہ یہ دونوں ایک دوسرے سے نہیں ملتے کیونکہ اللہ تعالیٰ حلول فی الامان اور استقرار فی المواطن سے منزہ ہے۔ بحر القدم سے قرآنی اور اسماء مغفرت اور بحر الحدوث سے علم و فطنتہ ظاہر ہوتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ نمبر (۴):۔ بحر القلب جو کہ وہ بحر الاخلاق المحمودہ ہے اور بحر النفس جو کہ بحر الاخلاق المذمومہ ہے کی طرف اشارہ ہے اور ان کے عدم اختلاط کا مطلب یہ ہے کہ نہ قلب نفس ہو سکتا ہے اور نہ نفس قلب ہو سکتا ہے کیونکہ ان کے درمیان عقل و علم و شریعت و طریقت برزخ ہیں۔ جب نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے تو اس سے اور قلب سے ایمان و ایقان صفائی اور نور و طمانیت ظاہر ہوتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ نمبر (۵) :۔ حضرت ابن عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ عبد و رب کے درمیان دو بحر عمیق ہیں :۔

۱۔ بحر النجات یعنی قرآن جو اس سے متعلق ہوا وہ نجات پا گیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی رسی کو چمٹ جاؤ۔

۲۔ بحر الهلاک۔ یعنی دنیا جو اس کی طرف جھکا وہ ہلاک ہوا۔

تفسیر عالمانہ :۔ ولہ الجوار (اور اس کے لیے کشتیاں ہیں) لام کے معنی ہیں :۔

۱۔ لام ملک کی ہے۔

۲۔ لام استحسان وتعجب کی ہے جیسے کہا جاتا ہے للہ انت اللہ درک (اللہ تعالیٰ کے لیے تجھے اللہ سے انعام ہے) کشف الاسرار۔

حل لغات :۔ الجوار (بکسر الراء) دراصل الجواری (مایار) تھا بمعنی کشتیاں جاریۃ کی جمع صفت کو موصوف کے قائم مقام کھڑا کیا گیا ہے۔

فائدہ :۔ ابن الشیخ نے فرمایا کہ ارکان چار ہیں :۔

۱۔ مٹی ۲۔ پانی ۳۔ ہوا ۴۔ آگ

ان کی تفصیل اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی کہ "خلق الانسان من صلصال" انسان کو بجتی مٹی سے پیدا کیا اس میں اشارہ فرمایا کہ مٹی اصل المخلوق اور برگزیدہ ومکرم اور عجیب الشان ہے اور فرمایا خلق الجان من مارج من نار (جان کو سیاہ نار سے پیدا فرمایا) اس میں اشارہ ہے کہ آگ بھی دوسری اصل المخلوق اور عجیب الشان ہے اس کے بعد فرمایا کہ یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان (ان سے لولو امرجان نکلتے ہیں) اشارہ فرمایا کہ پانی بھی اصل المخلوق میں سے ہے اور اس کی اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر و قیمت ہے۔ اس کے بعد ہوا کا بیان فرمایا کہ اس میں کشتیوں کے چلانے میں بہت بڑی تاثیر ہے باوجودیکہ کشتیاں پہاڑوں جیسی ہیں لیکن ہوا انہیں اٹھا کر دریا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے پھینک مارتی ہے اسی لیے اس کا خصوصی طور پر ذکر فرمایا کہ دریاؤں میں جو کام ہوا کرتی ہے وہ کسی فرد بشر کے بس میں نہیں ہے اس کا انہیں اعتراف بھی ہے اسی لیے وہ کہتے ہیں لک الفلک ولک الملک (کشتی بھی تیری ملک بھی تیرا) اور جب غرق ہونے کا انہیں

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ سَنَفْرُغُ

لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ

وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ

فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فَاِذَا انْشَقَّتِ

السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ

وَالْاَقْدَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ

يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ

اٰنٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

ترجمہ: زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا تو

اپنے رب کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے اسی کے منگتا ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں

اسے ہر دن ایک کام ہے تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے جلد سب کام نبٹا کر ہم تمہارے حساب کا قصد فرماتے ہیں اسے دونوں بھاری گروہ تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے اے جن و انسان کے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے تم پر چھوڑی جائے گی بے دھوئیں کی آگ کی لپٹ اور بے لپٹ کا کالا دھواں تو پھر بدلا نہ لے سکو گے تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو گلاب کے پھول سا ہو جائے گا جیسے سرخ نری تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے تو اس دن گنہ گار کے گناہ کی پوچھ نہ ہو گی کسی آدمی اور جن سے تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے تو ماتھا اور پاؤں پکڑ کر جہنم میں ڈالے جائیں گے تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے یہ ہے وہ جہنم جسے مجرم جھٹلاتے ہیں پھیرے کریں گے اس میں اور انتہا کے جلتے کھولتے پانی میں تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

بقیہ صفحہ ٣٦٦ کا

خطرہ ہوتا ہے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں۔ کشتی کو جاریہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کا کام جاری ہونا ہے اور اپنے مالک کے امور سرانجام میں سعی کرنی ہے۔ المنشآت اُٹھی ہوئی تھی۔

حل لغات:۔ یہ اِنشاءٌ سے ہے بمعنی رفعہ اسے اونچا کیا گیا الشرع (بفتحتین) اشراع کی جمع ہے بمعنی بادبان یا منشأت بمعنی پانی میں اُٹھی ہوئی ہے۔ اب یہ ہوا کہ یہ جس کام کے لیے بنائی ہوئی ہیں اسی مطابق پانی میں اُٹھی ہوئی ہیں[1]۔ یعنی وہ کشتیاں پانی پر اُٹھی ہوئی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسی مقصد (انسانی) کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ فی البحر کالاعلام (دریاؤں میں بلند و بالا پہاڑوں کی طرح) میں یعنی وہ پہاڑ جو اونچے اور موٹے ہوں یہ المنشآت کی ضمیر سے حال ہے یعنی دریاؤں میں کشتیاں یونہی ہیں جیسے جنگلوں میں پہاڑ یا جیسے جنگلوں میں اونٹ ہیں ایسے ہی دریاؤں میں کشتیاں۔ فبای الاء ربکما تکذبٰن (تو اپنے رب کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کرتے ہو) کشتیوں کے مواد کی تخلیق سے یا ان کے حاصل کرنے کے طریقوں سے یا ان کی ترکیب کی کیفیت سے یا ان کے

---

[1] حاشیہ سعدی المفتی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲

مریا اس کے اجزاء سے کہ خشک لکڑی کے باوجود تھوڑے سے وقت میں سفر طویل طے کرتی ہیں یا ان کی وساطت سے بڑے بڑے معاملات و اُمور تجارات طے کرنے سے تمہیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی تخلیق و جمع و ترتیب پر کوئی بھی قادر نہیں۔

تفسیرِ صوفیانہ: اس میں چھٹی ہوائی شریعت و طریقت کی کشتیوں کے احکام شریعت و آداب طریقت کے جریان کی طرف اشارہ ہے کہ وہ بحر الحقیقۃ میں چلتی ہیں ایسے بڑے اونچے پہاڑ ہوں اور وہ طاعات و عبادات کثیرہ کے منافع سے پُر ہیں مقتضائے شریعت و [illegible] ت قلبیہ والہامات غلبیہ پر بطابق قانون ارباب طریقت کے (تاویلاتِ نجمیہ)۔

تفسیرِ عالمانہ: کل من علیہا فان۔ جتنا زمین پر ہیں سب کو فنا ہے۔ ہا ضمیر اغیر مذکور سے کنایہ ہے جیسے کسی بیوقوف کو کسی کام سے روکے تو کہے جری الیہ اب معنی یہ ہوا کہ جتنا زمین پر حیوانات و مرکبات ہیں من دونوں وجہوں پر تغلیب ہے یا ان سے ثقلین (انس وجن) مراد ہیں کیونکہ ان سب کو فنا ہے۔

الجوبہ: جب یہ آیت نازل ہوئی تو ملائکہ کرام نے کہا کہ بنو آدم مٹ جائیں گے اس کے بعد جب کل نفس ذائقۃ الموت اتری تو انہیں یقین ہوا کہ وہ خود بھی مٹ جائیں گے کیونکہ وہ اجسام لطیفہ اور ارواح ہیں جو ان کے ان اجسام لطیفہ سے ایسے متعلق ہیں جیسے انسان کی ارواح ان کے اجسام کثیفہ سے متعلق ہیں ان ارواح مجردہ کو فنا نہیں۔ ویبقٰی وجہ ربک اور باقی ہے تیرے رب کی ذات

وجہ کے وجوہ: وجہ سے ذات مراد ہے جیسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کہا جاتا ہے کرم اللہ وجہہ (اللہ تعالیٰ ان کی ذات کو مکرم بنائے) عضو معروف کا نام وجہ ہے لیکن بطور استعارہ ذات پر بولا جاتا ہے کیونکہ وہ اشرف الاعضاء و مجمع المشاعر اور سجود کا مقام اور آثار الخشوع کا مظہر ہے۔

فائدہ: جب تم جہات الموجودات پر غور کرو گے اور ان کے وجوہ پر فکر کرو گے تو یقین کرو گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی اس جہت کے جو اسے متصل ہے باقی سب کو فنا ہے۔

۲۔ حضرت سعدی المفتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ وجہ بمعنی القصد ہے یعنی مقصود اور وہ شے جو اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں ہے اور جہات بمعنی مقاصد آتا جس نے جہتہ سے وہ جہت مراد لی ہے جو اللہ تعالیٰ کے متصل ہے اس میں ایک قسم کا تسامح ہے۔ ہاں اس میں جہتہ سے مقصد لیا جائے اضافت بیانیہ ہو تو

اب مطلب یہ ہو کہ وہ جہت جس کی طرف ہر ایک متوجہ ہو (تو مطلب صحیح ہو سکتا ہے)۔

۳۔ الشیخ ابن نور الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ماہیات تین قسم ہیں:۔

۱۔ واجب الوجود ۲۔ ممتنع الوجود ۳۔ ممکن الوجود

واجب الوجود تو وجود بحت (خالص) ہے۔ ممتنع عدم محض ہے۔ ممکن الوجود وجود و عدم ہر دونوں سے مرکب ہے اسلیے کہ اس کے وجود میں ماہیۃ عارضہ ہے اور وہ ماہیت بھی امر اعتباری اور خارج میں معدوم ہے من حیث ھو ھو وجود کے قابل نہیں اور اس کا وجود من حیث ھو ھو عدم کے قابل نہیں۔ اس معنیٰ پر ممکن وجود و مخلوق ہے وجود و عدم سے اور یہی جمعیتہ وجود و عدم کے قابل ہے اس سے قاضی بیضاوی کے قول کا مطلب ظاہر ہوا کہ اُنھوں نے فرمایا اگر غور کرو گے تو تمہیں سب کے سب اللہ تعالیٰ کے ماسوا فانی نظر آئیں گے اور اس کی حقیقت بھی واضح ہو گئی جو حضرت شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر نے فرمایا کل شئ ھالك الا وجھه کی ضمیر شئ کی طرف راجع ہے۔ ذوالجلال والاکرام۔ صاحب جلال والاکرام کا) یہ وجہہ کی صفت ہے وہ استغناء مطلق والا ہے یا وہ ذات وصفات میں عظمت والا ہے یا فضل تام والا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کی عظیم صفات میں سے ہیں۔

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیشہ کہا کرو یا ذا الجلال والاکرام۔

فائدہ:۔ تاج المصادر میں ہے کہ الفاظ بمعنی ملازمت کرنا اور بارش کا ہمیشہ ہونا ایسے ہی الحاح اور القاموس میں ہے کہ اللفظ بمعنی اللزوم والحاح اسی سے ہے وہ جو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا جس سے آپ کا گزر ہوا اور وہ نماز پڑھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا یا ذا الجلال والاکرام تو فرمایا تیری دُعا قبول تیری دعا قبول۔ انہی دو کلمات سے دُعا کی استجابت کی اُمید رکھنی چاہیئے۔

نکتہ:۔ سب کی سب مخلوق فناء کے بعد ان اسماء کے ذکر میں اشارہ ہے کہ وہ کریم ان کی فناء کے بعد بھی ان پر لطف وکرم فرمائے گا جس کی طرف یہ ارشاد اشارہ کرتا ہے فبای الاء ربکما تکذبٰن "تو تم اپنے رب کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کرو گے"۔ اس لیے کہ بندوں کو حیات ابدیہ سے زندہ کرکے انہیں نعیم مقیم سے نوازنا بہت بڑی نعمتوں میں سے ہے۔

سوال:۔ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ربك میں ضمیر مخاطب اور تکذبٰن میں ضمیر مخاطب تثنیہ یہ کیوں حالانکہ مخاطب ایک ہے۔

جواب:۔ پہلے میں تعمیم کا اقتضاء ہے کہ وہ ہر مخاطب کے لیے صلاحیت رکھتا ہے کہ اس عظیم امر کو سمجھے اس میں

ثقلین بطریق اتم داکمل شامل ہیں لیکن دوسرے میں یہ بات نہیں اسی لیے وہ بدستور تثنیہ کی ضمیر لائی گئی۔

تفسیر صوفیانہ: کل من علیہا الخ میں اشارہ ہے کہ ارض بشریہ پہ جو بھی ہے سب پہ موت ہے خواہ موت طبعی سے شہوات حیوانیہ اور لذاتِ جسمانیہ میں غرق ہو کر یا موت ارادی سے صفات روحانیہ سے متلبس ہو کر من ذوی العقول میں تغلب ہے ان کی جن کے عقول آفات قوۃ وہمیہ وخیالیہ سے سالم ہے اس لیے کہ وہ اپنی فطرت کی پاکیزگی اور طینت کی بقاء کی وجہ سے تجلیاتِ الٰہیہ سے باقی ہیں ویبقی وجہ الخ میں اشارہ ہے کثرۃ نسبیہ اسمائیہ کی فنا اور وحدۃ الحقیقۃ الذاتیہ جو صفت جلالیہ قہریہ وجمالیہ الطیفہ سے موصوف ہے کی بقاء کی طرف تو پھر تم کونسی اُن کی نعمتوں کی تکذیب کرو گے جو مذکور ہوئیں مثلاً حیاتِ مجازیہ کی فناء حیات حقیقیہ کا بقاء صفت لطیفہ کا اظہار مستحق لطف کے لیے اور صفت قہریہ کا اظہار مستحق قہر کے لیے جو اس کا علم محیط ہے کہ کون کس صفت کا مستحق ہے۔ اگرچہ وہ بظاہر رسم الوجود پر ہے کیونکہ کسی دوسرے کے وجود سے قائم ہے درحقیقت وہ فانی ہے اس لیے کہ وہ قائم بنفسہ نہیں اور نہ ہی در حقیقت اس کا کوئی نفس ہے کیونکہ وجود حقیقی تو قدیم ذات کا ہے اسی لیے اپنی ذات کی ثناء فرمائی کہ ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ حضرت شیخ مغربی قدس سرہ نے فرمایا ؎

سایۂ ہستی می نماید لیک اندر اصل نیست
نیست را از ہست بشناختی یابی نجات

ترجمہ: سایہ کی ہستی نظر آتی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ نیست ہے جب تک نیست وہست کی پہچان نہ ہوگی نجات نہ پاسکے گا۔

حضرت جامی قدس سرہ نے فرمایا ؎

تو درمیانہ ہیچ ہر چہ ہست اوست
ہم خود الست گوید وہم خود بلیٰ کند

ترجمہ: تو درمیان میں کچھ نہیں ہے تو وہی ہے وہی الست بھی خود کہتا ہے بلیٰ بھی خود۔

مژدۂ بہار: وجہہ الباقی میں عشاق القلوب کو تسلی دینا ہے کہ اے عاشقو میں تمہارے لیے باقی ہوں غم نہ کھاؤ وہ جو تم نے دنیا میں میرے جمال کا کشف پایا وہ تمہیں نصیب ہوگا اور بلاحجاب تمہیں ایسے ہی نصیب ہوتا رہے گا۔ ذوالجلال میں اہل محبت واہل ہیبت کو برانگیختہ کرنے کے لیے ہے۔

حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت: ضمیر خطاب واحد میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ فرمایا کہ اے محبوب کشف الوجہ

تیرے لیے ہمیشہ مکشوف رہے گا اور میں تمھیں ہمیشہ اپنا چہرہ دکھاتا رہوں گا اور تیرے تابعدار اور عشاق با کمال تیری اتباع میں سرشار ہوتے رہیں گے یعنی وہ میرے چہرے پر نگاہ ڈالتے رہیں گے لیکن تیرے طفیل یعنی چہرے کا حجاب اُٹھے گا تو تیر لیے پھر دوسرے بھی تیرے طفیل سرشار ہو جائیں گے۔

شانِ صدیقی:۔ وجود الباقی سب کا سبب وجہ ہے ہاں تجلیات میں تفاوت ہے حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خصوصی تجلی سے نوازے گا اور باقی اہل ایمان کو عام تجلی سے۔

تفسیر عالمانہ:۔ یسئالہ چاہتے اور مانگتے ہیں اس سے۔ من فی السمٰوٰت والارض وہ جو تمام ہیں آسمانوں اور زمینوں میں وہ جو ان کی اپنی ذاتی ضروریات ہیں بلکہ اپنے وجود میں حدوث وبقاء کے لحاظ سے بلکہ اپنے جملہ احوال میں دائماً زبان قال سے یا حال کیونکہ وہ تمام من حیث الحقائق استحقاق الوجود سے دور ہیں اور وہ جود وجود کے کمالات اس پر متفرع میں اپنے وجود میں ایسے محتاج ہیں کہ اگر ایک آن کے لیے بھی ان سے عنایت الٰہیہ کا تعلق منقطع ہو جائے تو انہیں وجود کی بو بھی نصیب نہ ہو اسی لیے وہ ہر آن اور ہر لحظہ وہ اپنی استعداد سوال میں اسی حال میں ہیں۔

فائدہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اہل السما اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا اور اہل ارض رزق ومغفرت ہر دونوں کا سوال کرتے ہیں۔

فائدہ:۔ کشف الاسرار میں ہے کہ اہل ایمان کے دو گروہ ہیں:۔

۱۔ عابد ۲۔ عارف

ہر ایک کا سوال اس کی ہمت کی مقدار پر ہے اور اس کی نوازش اس کے حوصلہ کرم کے لائق ہے ؎

ہر کسے از ہمت والائے خویش
سود برد درخور کالائے خویش

ترجمہ:۔ اپنی بلندی ہمت سے نفع پائے گا وہ اپنے سامان کے مطابق

نکتہ:۔ عابد کچھ اور چاہتا ہے لیکن عارف خود خدا کو چاہتا ہے۔

حکایت:۔ حضرت احمد حواری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو فرمایا کہ اے احمد ہر ایک مجھ سے چاہتا ہے لیکن بایزید خود مجھے چاہتا ہے ؎

فسرت الیک فی طلب المعالی
وسار سوای فی طلب المعاش

ترجمہ:۔ میں تیری طرف چلا بلندیوں کی طلب میں دوسرے صرف معاش کی طلب میں ہیں۔

کل یوم ۔ ہر وقت از اوقات اس سے یوم الٰہی وہی آن ہے جو غیر منقسم ہے وہ درحقیقت وقت کا بطون ہے ۔ ھو ۔ وہ اللہ تعالیٰ ۔ فی شان ۔ شانوں میں سے ایک شان میں ہے ۔

تفاسیر شان :۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے جس کا وہ سوال کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہر آن میں بہت سے اشخاص کو پیدا کرتا ہے اور بہتوں کو مارتا ہے بہت بڑے احوال لاتا ہے اور بہت سے احوال لے جاتا ہے مثلاً غنا و فقر اور عزت و ذلت اور نصب و عزل اور صحت و مرض وغیرہ بتقاضائے حکمت جو بندوں کی مصلحتوں پر مبنی ہے ۔

حدیث شریف :۔ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے کہ وہ گناہ بخشے دکھ دور کرے ایک قوم کو ترقی دے دوسروں کو ذلت دے ۔

۲ ۔ حضرت حسین بن الفضل نے فرمایا شان بمعنی مقادیر کو مواقیت کی طرف لانا ۔

۳ ۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوح پیدا فرمائی جو سفید خالص موتیوں کی جس کا یاقوت سرخ تھا اور قلم نور کی اور کتاب بھی نور کی اس کو روزانہ تین سو ساٹھ بار نظر عنایت سے نوازتا ہے اس پر لکھا ہے کہ وہی پیدا کرتا ہے وہی مارتا ہے وہی زندہ کرتا ہے وہی عزت دیتا ہے وہی ذلت دیتا ہے وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے اسی لیے فرمایا ہے کل یوم ھو فی شان ۔

حدیث شریف سے تائید ملتی ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک رب تعالیٰ اپنے بندوں کو نظر عنایت سے نوازتا ہے وہی ابتداءً پیدا کرتا ہے وہی سب کو لوٹائے گا وہ جس سے محبت کی اسے پیدا فرمایا ۔

محبتِ الٰہی کا مطلب :۔ یہی اللہ تعالیٰ کی محبت ہے کہ وہ ہر روز ایک ہزار نفوس پیدا کرتا ہے اور ایک ہزار کو موت دیتا ہے ۔

سبق :۔ جب حیات فانیہ کے بعد حیات باقیہ میں بہتری ہے تو پھر تیرا کیا خیال ہے کہ حیات باقیہ میں کتنی بھلائیاں ہوں گی ۔

اعجوبہ :۔ حضرت ابن عیینہ نے فرمایا کہ دھر کل کا کل اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف دو دن ہے ایک وہی جو دنیا کی کل مدت ہے اس کی شان اس میں امر و نہی ۔ اماتۃ ۔ احیاء ۔ اعطاء ۔ منع ۔ دوسرا یوم آخرت یعنی یوم القیٰمۃ اس میں یہ شان ہے ۔ جزاء ۔ حساب ۔ ثواب ۔ عقاب ۔

شان نزول :۔ حضرت مقاتل نے فرمایا کہ یہ آیت یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے دن کا کوئی حساب نہ ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہی آیت نازل فرمائی ۔

فائدہ:۔ کل یوم هو فی شان کے مدلول کی طرف (معقول فیہ) ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہر یوم اُمور کو پھیرتا ہے اور ہر یوم انہیں پیدا فرماتا ہے وغیرہ وغیرہ (بحر العلوم)
فبای آلاء ربکما تکذبٰن "تو اپنے رب کی کونسی نعمتوں کی تم تکذیب کرو گے" جبکہ تم اپنے اُوپر کے احسانات کا مشاہدہ کر رہے ہو۔

تفسیر صوفیانہ: بحر الحقائق میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ ہر ہر نفس پر ہر آن میں تجلی حق ہو رہی ہے وہ تجلی جو اس کی استعداد کے مطابق ہے اور تجلیات کی کوئی انتہا نہیں تو تم اپنے پروردگار کی کونسی تجلی کی تکذیب کرتے ہو کہ اس نے تمہاری مطلوب صورتوں پر تجلی ڈالی کہ تمہیں کتم سے وجود بخشا اور تمہارے محبوب وجود کو پیدا فرمایا ؎

کل یوم فی شان — چہ شانست
ہر زماں جلوۂ دیگر شود — از پردہ عیاں
جلوہ حسن ترا غایت و پایانے — نیست
یعنی اوصاف کمال تو ندارد — پایاں

ترجمہ (۱) کل یوم ہو فی شان کیا ہے کہ ہر آن پردہ سے دوسرا جلوہ عیاں ہوتا ہے۔
(۲) تیرے حسن کے جلوؤں کی غایت و انتہا نہیں یعنی تیرے کمال کے اوصاف کی انتہا نہیں ہے۔

تفسیر صوفیانہ نمبر (۲): حضرت البقلی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اس سے وہ سوال کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں یعنی ملائکہ کرام سب کے سب بقدر عقامات خود (اور زمین میں رہنے والے) چاہنے والا اپنی آرزو چاہتا ہے۔ مثلاً خائف بعد و حجاب سے نجات چاہتا ہے اور راجی محل فرح تک پہنچنا چاہتا ہے مطیع قوت عبادت و ثواب اطاعت چاہتا ہے عارف مزید معرفت مانگتا ہے۔ محب وصال اور مشتاق دیدار عاشق بحر شہود میں استغراق چاہتا ہے اور جاہل وہ علم جو اسے اس سے حاجب ہو اور عالم وہ علم جو اس کا عرق بخشے ایسی ہی ہر قوم اپنے مراتب و مقامات کے مطابق مانگتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر آن نئی شان میں ہے اور شان بمعنی حال اور امر عظیم ہے۔

تفسیر عالمانہ: سَنَفْرُغُ لَكُمْ :۔ جلد ہی ہم تمام امور نبٹا کر ہم تمہارے حساب کا قصد کریں گے۔

اس سے قیامت کا دن مراد ہے کہ شئون وقت جس کی طرف کل یوم هو فی شان میں اشارہ کیا گیا ہے انتہا کے وقت کہ اس وقت صرف ایک ہی شان ہوگا یعنی جزا مجازمرسل پر اسے فراغ سے

تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ فراغت کو تجرد لازم ہے اس مشغولی سے فراغت مراد نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایک حال سے دوسرا حال مشغول نہیں کرتا۔ بعض نے کہا کہ تہدید دانے کے اس قول کا استعارہ ہے جو اپنے فریق کو کہا عنقریب میں تیرے لیے فارغ ہو کر ایسے امر میں تجھے مشغول کروں گا کہ تجھے اور کسی حال کی طرف توجہ نہ ہو گی اس سے مکمل سزا دینا اور بدلہ لینا مراد ہے اور یہ خطاب مجرمین کو ہے بخلاف پہلے کہ وہ صرف مجرموں کو نہیں بلکہ عام ہے۔ ایھا الثقلان (اے جنّو اور انسانو)

حل لغات:۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ الثقل والخفہ ایک دوسرے کی نقیض ہیں جو تول اور مقدار میں ترجیح پا جائے اسے ثقیل کہا جاتا ہے دراصل اس کا استعمال اجساد میں ہوتا ہے اور اسے معانی میں بھی استعمال کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں اثقلہ الغرم والوزد اس کے جرم وزر زیادہ دانی ہیں لیکن یہاں پر انس وجن مراد ہیں انہیں ثقل اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ زمین کے بوجھ میں یعنی انہیں سواری کے بوجھ سے تشبیہہ دی گئی ہے اور حواشی ابن الشیخ میں ہے کہ زمین کو اس سواری سے تشبیہہ دی گئی ہے جو بوجھ اٹھائے اور انس وجن گویا اسکے بوجھ ہیں ان کے ماسوا گویا فضول ہیں یا ان کی آرا وزنی ہے یا مکلف ہونے کی وجہ سے وزنی ہیں یا زمین پر ان کی عظمت شان کی وجہ سے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "میں تمہارے لیے دو بوجھ چھوڑے جا رہا ہوں۔ کتاب اللہ اور عترت"۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انھیں ثقلین اس لیے کہا گیا کہ وہ گناہوں کی وجہ سے بوجھل ہیں یا اس لیے کہ ان میں بوجھ ہے کیونکہ وہ وجود میں سب سے ان کا عین مؤخر ہے اس لیے کہ بوجھ والی شے پیچھے ہوتی ہے جیسے ہلکی شے کی عادت ہے جلدی آنا اور انس وجن سے ثقیل تر ہے۔ فبای الاء ربکما تکذبٰن "تو اپنے رب کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کرو گے"۔ منجم ک۔ وہ تنبیہہ ہے جو انہیں قیامت میں پیش آئے گا ڈرانے کے لیے اس سے جو اسے حساب کی طرف لے جائے اپنے قول و اعمال سے۔

فائدہ:۔ کشف الاسرار میں ہے کہ اس سورت کی بعض آیات میں شدائد و عذاب اور ناز و نعمت کا ذکر دو وجہوں سے ہے:۔

۱۔ ان کا نشانہ اہل ایمان نہیں بلکہ صرف کفار ہیں کیونکہ وہ نعمت سے شکر عظیم کی مقتضی ہے۔

۲۔ اس سے ڈرانا بھی ایک عظیم نعمت ہے کیونکہ انسان جس شے سے ڈرتا ہے اس میں زیادہ جد وجہد کرتا ہے بہ نسبت اس کے کہ جس میں اسے رغبت ہو۔

تفسیر عالمانہ:۔ یا معشر الجن والانس۔ "اے جن و انس کے گروہ" اس سے وہی ثقلان

مراد ہیں اب انہیں ان کے اسماء جنس سے خطاب کیا گیا ہے زیادہ تقریر کی وجہ سے اور کیونکہ افعال شاقہ میں پر قدرت میں زیادہ مشہور ہیں انہیں اسی طریقہ سے خطاب کیا گیا ہے جو ان کی قدرت کی طرف اشارہ کرتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ ان کی قدرت اس کی طاقت نہیں جس کے وہ مکلف بنائے گئے ہیں۔

حل لغات:۔ معشر بمعنی عظیم جماعت اس نام سے اس لیے موسوم ہیں کہ وہ غایت کثرۃ میں ہیں کیونکہ معشر کا مادۂ عشر ہے اور وہ گنتی میں کامل اور کثیر ہے کہ اس کے بعد اور کوئی عدد نہیں اگر ہے تو اس سے مرکب ہوگا مثلاً کہا جاتا ہے احد عشر (۱۱) اثنا عشر (۱۲) عشرون (۲۰) ایسے ہی ان کے آگے کے ہند سے مثلاً ۲۲-۲۳ وغیرہ وغیرہ جب معشر کہا جائے گا تو گویا کہا گیا ہے کہ وہ محشر یعنی جماعت کثیرہ کا محل ہے۔

سوال:۔ اس آیت میں جن کی تقدیم کیوں؟

جواب:۔ تخلیق میں وہ انس سے مقدم ہے اسی لیے اب یہاں بھی مقدم کیا گیا۔

سوال:۔ قل لئن اجتمعت الانس والجن الخ فرمایئے اگر انس وجن جمع ہو جائیں الخ) میں انس کی تقدیم کیوں؟

جواب:۔ انسان کی فضیلت وشرافت کی وجہ سے اس لیے کہ تقدیم افضیلت کو چاہتی ہے۔

ربط:۔ ابن الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت میں صرف ان کے حساب وجزا کے لیے فارغ ہو کر بیٹھیں گے یعنی حساب لیں گے اور جزاء دیں گے پھر اس پر انہیں تہدید فرمائی کہ اس کے شدید اہتمام کی وجہ سے تو اس سے ایک وہم پیدا ہوا کہ اس کا اتنا اہتمام کے باوجود پھر ہوگا کیا جواب میں فرمایا اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت حاصل ہے کیونکہ وہ سب کے سب اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور ان پر صرف اسی کا تصرف ہے کوئی بھی اس سے چوک نہ جائے گا اسی لیے اس میں ان کی عجلت طلبی کے باوجود ان پر قیامت جلد تر قائم نہ کی کیونکہ عجلت وہ کرتا ہے جسے خوف ہو کہ وہ کام اس سے فوت ہو جائے گا۔ اسی قدرت پر اس نے دہر کو دو مدتوں پر تقسیم کیا:۔

۱۔ مدت ایام دنیا ۲۔ مدت یوم القیمۃ

پہلی مدت کو تکلیف اور آزمائش کے ایام بنائے دوسری مدت کو حساب وجزاء کا دن مقرر فرمایا اور ہر دو دنوں مدتوں کو مصائب وتکالیف کا مرکز اور دکھوں اور دردوں کا سرچشمہ بنایا کہ ہر دو ثقلین میں سے کسی ایک کو بھی اس سے بھاگنے کا کوئی چارہ نہیں جو کچھ اس نے فیصلہ کیا ہے اسے ان سب کو نبھانا پڑے گا۔

فائدہ:۔ یامعشر الجن الخ کا تعلق سنفرغ لکم الخ سے ہے اس معنیٰ پر یہ دونوں گویا کلام واحد ہیں۔ ان استطعتم۔ اگر طاقت رکھتے ہو۔

سوال:۔ ان استطعتما کہا ہوتا جیسا کہ سیاق کلام کا تقاضا ہے۔
جواب:۔ چونکہ ہر دونوں گروہ مستقل ایک بہت بڑی جماعت ہے اسی لیے ان کی کثرت کے پیش نظر صیغۂ جمع کہا گیا جیسے دوسرے مقام پہ فرمایا فاذاھم فریقان یختصمون پس اس وقت وہ دو گروہ ہوں گے (ایک دوسرے جھگڑیں گے) یہاں فریقان کے کثیر گروہ کے پیش نظر یختصمون کہا یعنی جیسے یہاں فریقان کو ایک مستقل جماعت قرار دیا گیا ہے ایسے ہی ان استطعتم جمع کا صیغہ جماعت کے پیش نظر ہے پھر یا سل علیکما تثنیہ کی ضمیر ثقلین کے لفظ کے اعتبار سے ہے ان استتعتم بمعنی ان قدرتم ہے یعنی اگر تم قدرت رکھتے ہو ان تنفذوا من اقطار السموٰت والارض۔ اگر تم آسمانوں اور زمینوں کے کناروں کو پار کر جاؤ۔

حل لغات:۔ القاموس میں ہے النفاد بمعنی جواز الشئ عن الشئ الخ کسی شے کا دوسری شے سے متجاوز ہونا اور اس سے چھوٹ جانا نفوذ کا بھی یہی معنیٰ ہے اور تیر کا کمان کے درمیان میں نکل جانا اور اس کا ایک کنارے سے دوسرے کنارے سے نکل جانا اور اس کا آپس میں اثر کرنا ایسے ہی لفذ اور نفذھم بمعنی جازھم۔ وہ ان سے تجاوز کر گیا اور ان کے پیچھے ہونا ایسے ہی انفذھم النافذ بمعنی جمیع اُمور میں گزرنے والا۔ الاقطار۔ قطر (بالضم) کی جمع ہے بمعنی الجانب۔ اَب معنیٰ یہ ہوا کہ تم آسمانوں اور زمینوں کے کناروں سے نکل جاؤ اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر سے بھاگ کر۔ فانفذوا۔ تو ان سے نکلو یعنی میرے عذاب سے خود کو چھڑالو۔ یہ امر تعجیز کا ہے۔ مطلب یہ کہ نہ تو تم اللہ تعالیٰ سے چوک سکتے ہو اور نہ اسے عاجز کر سکتے ہو کہ وہ تم پر قضاء و قدر کا اجراء نہ کر سکے۔ لا تنفذون۔ قدرت نہیں رکھو گے اُوپر جاری کرنے کے الابسلطٰن مگر ساتھ قوت و قہر کے اور تم اس لیے علیحدہ اور دُور ہو۔

فائدہ:۔ مروی ہے کہ فرشتے آسمانوں سے اُتر کر جملہ مخلوق کو گھیر لیں گے اسی سے انس و جن بھاگیں گے پھر جہاں جائیں گے انھیں فرشتے گھیرے میں لیے ہوں گے پھر انھیں فرشتے یہی آیت پڑھ کر سنائیں گے تو جیسے تم قیامت میں اس سے کہیں نہیں بھاگ سکو گے ایسے ہی دنیا میں ہر ایک کو موت اور قضاء و قدر نہیں چھوڑے گی۔ فبای الاء ربکما تکذبٰن۔ "تو اپنے رب کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔"
تنبیہ و تحذیر کی نعمتوں کو یا مساہلہ درگزر اور عفو کرکے جبکہ وہ قادر ہے کہ وہ تمھیں عذاب میں مبتلا کر دے۔
یرسل علیکما شواظ۔ چھوڑتا ہے تم پر چنگاری خاص کہ جس میں دھواں نہ ہو یا اس میں آگ کا دھواں اور گرمی نہ ہو (القاموس)

فائدہ:۔ حضرت سعدی المفتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ واللہ اعلم یہ جملہ مستانفہ ہے (یا کیونکر) سوال الداعی

الی الھرب و الفرار کا جواب ہے اور یہ اُس وقت ہوگا جب لوگوں کو میدان حشر میں جمع کیا جائے گا جیسا کہ مروی ہے کہ تم پر دھوئیں کے بغیر آگ کا شعلہ چھوڑے گا تاکہ تمھیں میدان حشر کی طرف چلائے من نار آگ سے۔ یہ برسل کے متعلق ہے اور اس میں تنوین تفخیم کی ہے و نحاس اور دھواں یا تانبا پگھلا ہوا جو ان کے سروں پر ڈالی جائے۔

حل لغات:۔ المفردات میں ہے کہ النحاس بمعنی دھوئیں بغیر آگ کا شعلہ اور اس میں اس کے رنگ کو تانبا سے تشبیہ دی گئی ہے۔ القاموس میں ہے کہ النحاس (مثلثۃ) ہے۔ حضرت ابو العباس الکواشی نے فرمایا کہ النحاس بمعنی القطر (تانبا) اور النار (آگ) اور وہ چنگاری جو پگھلے ہوئے تانبہ سے اڑے یا گرم لوہے کی چنگاری جب اُنہیں آگ سے پگھلا جائے یا لوہے کو آگ دے کر نرم کیا جائے فلا تنتصران تو تم اس کے عذاب سے نہیں روکے جاؤ گے۔ فبای آلاء ربکما تکذبان "تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کروگے" حالانکہ ان کے منافع کثیر ہیں۔ ان کے مذکورہ بیان سے خبر دینا تمھیں اس شرط پر زجر و توبیخ ہے جو تمھیں اس کے عذاب کی طرف لے جائے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اس میں اشارہ طاعت و عبادت کے انوار کے شعاع ہر طرف ہیں اور اس میں انس الروح جنات کی طرف اور ظلمات المعصیت کے تراکم اور سرکش اور سلاسل الطغیان اور اغلال العصیان کی طرف اشارہ ہے کہ وہ بھی ہر طرف ہیں اور اس میں جن نفس مظلمہ کے وجود اور ان کی سرکش گردنوں کی طرف اشارہ ہے کہ وہ طاعت و فرمانبرداری سے انکاری ہیں پس تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کروگے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس دن اپنے فرمانبردار بندوں پر انعام کرنا ہے اور بے فرمان اور سرکش بندوں سے اسی دن بدلہ لینا ہے کیونکہ سرکشوں سے بدلہ لینا بھی احباب پر ایک قسم کی نعمت ہے اس لیے ان سے بدلہ لینے کے بعد حمد کا ذکر فرمایا۔ کما قال فقطع دابر القوم الذین ظلموا و الحمد للہ رب العالمین۔ تو ظالم قوم کی جڑ کٹ گئی اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ رب العالمین کے لیے ہیں اور کمال انتقام یہ ہے کہ نفس امارہ کی تمام صفات کاٹ دی جائیں۔

تفسیر عالمانہ:۔ یعرف المجرمون بسیماھم۔ مجرم اپنی علامت سے پہچانے جائیں گے۔

حل لغات:۔ ایسا اور سیماء بالکسر والمد بمعنی العلامۃ اور جملہ مستانفہ تعلیل کے قائم مقام ہے سوال کے نہ ہونے کی وجہ سے بعض نے کہا ان کی علامت چہروں کی سیاہی اور آنکھوں کا نیلہ ہونا۔ بعض نے کہا کہ ان کے چہروں سے غم و حزن ظاہر ہوگا جیسے نیک لوگ اس کے برعکس علامات سے پہچانے جائیں گے

یعنی ان کے چہرے نورانی اور خوش و خرم ہوں گے۔ فیوخذ بالنواصی والاقدام تو پکڑے جائیں گے پیشانیوں اور قدموں سے۔

حل لغات:۔ النواصی ناصیہ کی جمع ہے بمعنی سر کا اگلا حصّہ اس سے اس کے بال مراد ہیں اور جار مجرور فاعل کے قائم مقام ہے۔ اخذہ۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب ماخوذ کا گرفتار کرنا مطلوب ہو اُسی سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد خذوا حذرکم (اپنے ہتھیار لے لو) وغیرہ۔ اخذ بہ۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب مقصود کے کسی متعلق کا پکڑنا مطلوب ہو اسی سے ہے۔ قول باری تعالیٰ لا تاخذ ولا برأسی (میری داڑھی اور سر نہ پکڑ) اور مستغیث کہتا ہے خذ بیدی اخذ اللہ بیدک (مجھے مدد میں کام آ اللہ تعالیٰ تیری مدد میں کام آئے) اب معنیٰ یہ ہوا کہ فرشتے ان کی پیشانیوں یعنی سر کے بالوں کو پکڑ کر اور قدموں کو کھینچ کر انہیں جہنم میں ڈالیں گے یا کبھی انہیں جہنم کی طرف پیشانی کے پکڑ کر کھینچ کر لے جائیں گے اور کبھی انھیں منہ کے بل کھینچیں گے یا ان کی پیشانیوں اور پاؤں کو بیڑیوں سے جکڑ کر سمٹوں سے باندھ کر جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ فبای الاء ربکما تکذبن "تو تم اپنے رب کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کرو گے" عاقبتہ الکفو والعصیان کے بیان اور اس کی تحذیر سے کیونکہ یہ بھی لطف اور نعمت اور بہترین لطف و نعمت ہے۔ فاذا انشقت السماء تو قیامت جب آسمان پھٹ کر قیامت کی وجہ سے ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں گے یا اس میں سوراخ پڑ جائیں گے تو دروازوں کی طرح ہو جائیں گے ملائکہ کے نزول کے لیے جیسے اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پہ فرمایا کہ ویوم تشقق السماء بالغمام وتنزل الملائکۃ تنزیلا اور بادلوں آسمان پھٹ جائیں گے اور ملائکہ کا خوب نزول ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے کہ آسمان نار جہنم سے پھٹیں گے تو وہ ان سے ظاہر ہوگی۔ فکانت وردۃ تو ہو جائیں گے سرخ گلاب کی طرح رنگ میں وردۃ ایک مشہور پھول جسے سونگھا جاتا ہے اس کا اکثر استعمال گلاب پر ہوتا ہے ؎

ولو کنت وردا لونہ
ولکن ربی شانتی لبسوا دیا

ترجمہ:۔ اگر تو گلاب ہے تو تیرے رنگ نے مجھے عاشق بنا دیا لیکن میرے مالک نے مجھے عیب دار۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ اصلی رنگ آسمانوں کا سرخ ہے حوائل کی وجہ سے بندوں کو سیاہ نظر آتا ہے اور نار جب آسمان کے نیلے رنگ سے مخلوط ہوتی ہے تو اس کا سرخ رنگ پیدا کر دیتی ہے۔

کالدھان۔ "تری کی طرح"۔ یہ دوسری خبر ہے یعنی زیتون کی تری کی طرح وہ پھول کی سُرخی میں ہوگی اور تیل کے جاری ہونے میں بھی پہاڑ پگھل کر جاری ہو جائیں گے جیسے تیل پگھلا ہوا بہتا ہے تو وہ سُرخ ہو جائے گا جہنم کی حرارت سے اور وہ رقت د پگھلنے میں تیل کی طرح ہوں گے۔ دھان یا تو دھن (تیل) کی جمع ہے یا اس کا نام ہے جس سے تیل بنایا جاتا ہے یعنی سالن یعنی وہ شے جس سے سالن بنایا جائے اذا کا جواب محذوف ہے یعنی ایسے احوال (اہوال) ہوں گے جنہیں بیان نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس کے لیے کوئی عبارت پیش کی جا سکتی ہے۔

فائدہ:۔ حضرت سعدی المفتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اذا ناصب محذوف ہے یعنی ایسے ہولناک اُمور ہونگے جنہیں بیان نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کوئی اسے بیان کر سکتا ہے یا اسی محاورہ سے ہے کہ کوئی کہے کہ میں نے ہولناک اَمر دیکھا ہے یہی وجہ ہے کہ ایسے حصے ماقبل کا سبب بنتے ہیں اس لیے کہ شعلوں کو چھوڑنا ایسے ہولناک اُمور کا سبب بنیں گے یا ان کا دیکھنا ہی ہولناکی ہوگی۔

فبای الاءِ ربکما تکذبان۔ (تو تم کونسی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی تکذیب کروگے) جن کی عظمت شان کا کیا کہنا فیومئذ۔ تو اس دن جس میں آسمان پھٹ جائیں گے جیسے کہ مذکور ہوا۔ لا یسئال عن ذنبہ انس ولا جان۔ اپنے گناہ سے انس و جان سے سوال نہ ہوگا کیونکہ وہ خود بخود انہی علامات سے پہچانے جائیں گے اسی لیے مذنب و غیر مذنب کے امتیاز کے متعلق کوئی ضرورت نہ ہوگی کہ سوال ہو کہ یہ کس گناہ کی سزا بھگت رہے ہیں تاکہ اہل محشر کو اطلاع دی جا سکے۔ یہ قبور سے نکلتے ہی ہوگا اور موقف میں پہنچنے تک اپنی نشانیوں سے جائیں گے اور فوج در فوج جائیں گے جیسے ان کے مراتب ہوں گے۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ فوربك لنسئلنهم اجمعین۔ تیرے رب کی قسم ہم ان سے سوال کریں گے اس جیسی آیات سے تو ثابت ہوتا ہے کہ فوج در فوج نہیں بلکہ اجتماعی حیثیت میں ہوں گے۔

جواب:۔ یہ آیات ان کے لیے حساب و جزا کے متعلق ہیں۔

فائدہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ان سے سوال نہ ہوگا کہ کیا تم نے یہ عمل کیا تھا یا نہ کیونکہ ان کے اعمال کو ان سے وہ خوب جانتا ہے نیز انہی سے ہے ان سے سوال و شفاء وواحت کے طور پر سوال نہ ہوگا بلکہ انھیں تقریع و توبیخ کے طور ہوگا۔

سوال:۔ ذنبہ کی ضمیر واحد کیوں حالانکہ وہ بکثرت ہوں گے۔

جواب:۔ ضمیر واحد بوجہ ان کے فرد من الافراد کی وجہ سے ہے اور یہ ضمیر صرف انس کے لیے ہے کیونکہ انس کے افراد میں سے ایک فرد مراد ہے۔ ایسے ہی تمام جملہ کا معنیٰ یہ ہوگا کہ ان کے ہر ایک انس اور ہر جن

سے سوال نہ ہوگا۔ جان سے جن مراد ہے جیسے کہا جاتا ہے۔ تمیم۔ اس سے ان کا ایک فرد مراد ہوتا ہے۔

یطوفون بینہما۔ اور جو نار انہیں جلائے گی اس کے درمیان پھرتے ہوں گے) وبین حمیم آن۔ اور درمیان گرم پانی کے درمیان حمیم آن سے وہ پانی گرم جو گرمی میں انتہا کو پہنچی ہو گی جو ان پر ڈالی جائے گی یا اس سے انہیں پلایا جائے گا یعنی ان پر پھریں گے گرم پانی سے نار جہنم تک اور نار جہنم سے گرم پانی تک اس سے انہیں وحشت ہو گی اور پیاس بھی۔

حل لغات:۔ اَنیٰ یَأنِیْ فھو آنٍ قَضیٰ یَقضِیْ فھو قاضٍ کی طرح ہے۔ یہ اُس وقت بولتے ہیں جب کوئی شے اپنی انتہا کو پہنچے اور وہ گرمی اور پیپ میں انتہاء کو پہنچی ہو گی۔

فائدہ:۔ حضرت امام ابو اللیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ان پر پیاس مسلط کی جائے گی پھر انہیں زقوم کے درخت کی طرف لایا جائے گا وہ زقوم جس کے گابھے شیاطین کے سروں کی طرح ہوں گے وہ اسے کھائیں گے وہ ان کے حلقوم کو پکڑ لے گا اس پر وہ پانی مانگیں گے تو ان کو یہی گرم پانی لا کر پلایا جائے گا جب وہ اس پانی کو منہ کے قریب لائیں گے تو اس کی گرمی ان کے چہروں کے گوشت نوچ لے گی۔ مجبوری سے پئیں گے تو وہ پانی ان کے پیٹوں میں جوش مارے گا تو جو کچھ ان کے اندر ہو گا وہ تمام باہر آ جائے گا۔ اس کے بعد پھر انہیں پیاس ستائے گی تو کسی وقت انہیں زقوم کی طرف لایا جائے گا تو کسی وقت گرم پانی کی طرف۔

فائدہ:۔ حضرت کعب الاحبار نے فرمایا کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس میں اہل نار کا پیپ جمع ہوتا ہے وہ بیڑیوں میں جکڑ کر اس وادی میں ڈبو دیئے جائیں گے یہاں تک کہ ان کے جوڑ جوڑ کٹ کر باہر نکلیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان کے لیے نئی تخلیق فرمائے گا پھر جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

فبای آلاء ربکما تکذبٰن "تو تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کونسی نعمت کی تکذیب کرو گے؟" اور اس میں اشارہ ہے کہ اس جملہ کا تکرار اس لیے ہے کہ تاکہ معلوم ہو کہ یہ تمام امور، نعمتیں ہیں اور اظہار اس لیے تاکہ آزمائش کے موجبات سے زجر و توبیخ ہو تاکہ بندے کفر و معاصی میں مبتلا نہ ہوں بخلاف جو سورۃ کے اول میں کل یوم الخ تک بیان کیا گیا۔ اس میں یہ بات مطلوب نہیں کیونکہ ان میں ان نعمتوں کا بیان ہے جو بندوں کو دنیا میں موصول ہوئیں ایسے ہی ان کا اظہار اس لیے ہے تاکہ بندے شکر کریں اور تاکہ اس میں مداومت پر برانگیختگی ہو۔

تفسیر صوفیانہ:۔

آیت میں اشارہ ہے کہ جو لوگ مخالفت شرع اور صفات ذمیمہ اور اخلاق رذیلہ میں طبع کی موافقت میں پیش پیش ہیں یہی لوگ نار مخالفات شرعیہ و موافقات طبیعیہ اور حمیم آن کے درمیان پھر رہے ہیں کیونکہ یہ چیزیں پیاس نہیں بجھاتیں اور نہ اس سے پیاسہ کو سیرابی ہوتی ہے ہاں دنیا و آخرت میں انسان کو صرف اور صرف علم قطعی اور کشف صحیح ہے۔ اہل

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۙ

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ

تَجْرِيٰنِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ

فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى

فُرُشٍۢ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۚ فَبِاَيِّ

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ

اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ

كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۙ مُدْهَآمَّتٰنِ

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۚ فَبِاَيِّ

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۚ

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۚ

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ۚ

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۚ

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۚ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ

حِسَانٍ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝

ترجمہ :۔ اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اُس کے لیے دو جنتیں ہیں تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے بہت سی ڈالوں والیاں تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے ان میں دو چشمے بہتے ہیں تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے ان میں ہر میوہ دو دو قسم کا تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے اور ایسے بچھونوں پر تکیہ لگائے جن کا استر قناویز کا اور دونوں کے میوے اتنے جھکے ہوئے کہ نیچے سے چن لو تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے جو ان بچھونوں پر وہ عورتیں ہیں کہ شوہر کے سوا کسی کو آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتیں ان سے پہلے انھیں نہ چھوا کسی آدمی اور جن نے تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے گویا وہ لعل اور مونگا ہیں تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے نہایت سبزی سے سیاہی کی جھلک دے رہی ہیں تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے ان میں دو چشمے ہیں چھلکتے ہوئے تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے ان میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے ان میں عورتیں ہیں عادت کی نیک صورت کی اچھی تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے حوریں ہیں خیموں میں پردہ نشین تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے ان سے پہلے انھیں ہاتھ نہ لگایا کسی آدمی اور جن نے تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے تکیہ لگائے ہوئے سبز بچھونوں اور منقش خوب صورت چاندنیوں پر تو اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے بڑی برکت والا ہے تمھارے رب کا نام جو عظمت اور بزرگی والا۔

بقیہ صـــ کا

کے علوم کو دیکھ لو کہ وہ جہل کے حکم میں ہیں اس لیے ایسے علوم والے شہوات و لذات میں غرق اور اوہام و خیالات میں غوطہ زن ہیں۔

حکایت :۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی تو تنبیہ فرمائی (کہ علوم جدلیہ کوئی شے نہیں) خود فرمایا کہ وہ علوم و فنون جن میں زندگی کا کچھ حصہ صرف کیا ان کے پڑھنے پڑھانے میں عمر ضائع کی تو وہ آخرت میں کسی قسم کا فائدہ نہ دیں گے اس کے بعد علوم صوفیہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اب انہیں یقین ہوا کہ علم تصوف سے بڑھ کر نافع تر کوئی علم نہیں کیونکہ اس علم کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات و حقائق القرآن اور اس کے اسرار و رموز سے ہے اسی لیے بغداد کی بڑی یونیورسٹی (نظامیہ) کی تدریس

چھوڑ کر اس علم کی تحصیل میں چل پڑے یہاں تک کہ صوفیہ کرام سے بہت بڑا ذوق پایا اور ان کی صحبت بابرکت سے جن مراتب کو پہنچے سب کو معلوم ہیں۔

ملفوظ بایزید بسطامی :۔ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ نے فرمایا کہ تم نے مردوں سے علوم حاصل کیے ہم حی الذی لایموت سے۔

فائدہ :۔ شیخ الاسلام امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت نجم الدین کبریٰ سے پوچھا تم نے رب کو کیسے پہچانا فرمایا ان واردات سے جو اللہ تعالیٰ سے ہمارے قلوب پر وارد ہوتے ہیں جن کے نفوس تکذیب نہیں کر سکتے۔ نفس نار جہنم کی طرح ہے اس میں نار شہوات وحمیم جہالات میں جو اسے دنیا میں اس کے اوصاف ذکیہ سے تزکیہ کرتا ہے وہ قیامت میں احتراق وافتراق سے نجات دے گا ہم سوء حال و سیئات الاعمال و قبائح الاحوال سے پناہ مانگتے ہیں ؎

نمی تازد ایں نفس سرکشی چناں
کہ عقلش تواند گرفتن عناں
کہ با نفس و شیطاں بر آید بزور
مصاف پلنگاں نیاید ز مور

ترجمہ :۔ یہ نفس سرکش ایسے نہیں دوڑتا کہ اس کی عقل باگ پکڑ کر روک سکے۔
نفس و شیطان سے کس کا مقابلہ شیروں کی جنگ میں چیونٹی کی کیا مجال۔

تفسیر عالمانہ :۔ ولمن خاف مقام ربہ جنتن۔ (اور جو اللہ تعالیٰ کی علم کے سے ڈرتا ہے اس کے لیے ہے۔

ربط :۔ دنیا میں موصول شدہ نعمتیں دینویہ دینیہ کے ذکر کے بعد اب ان نعمتوں کا ذکر فرماتے ہیں جو آخرت میں عطا ہوں گی۔

حل لغات :۔ المقام اسم مکان ہے اس سے اللہ تعالیٰ کے سامنے بندوں کا حساب کے لیے کھڑے ہونے کی جگہ مراد ہے جیسے فرمایا یوم یقوم الناس لرب العالمین۔ اس دن کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے کھڑے ہوں گے یہ اضافت اختصاص کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا ملک نہ ہوگا۔

صدیق اکبر کا تقویٰ :۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی کہ ایک دفعہ پیاس سے آپ نے دودھ نوش فرمایا بعد کو معلوم ہوا کہ یہ نامشروع ہے تو آپ نے فوراً قے کر کے نکال دیا جب حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا کہ اے صدیق (رضی اللہ عنہ) یہ آیت آپ کے

حق میں نازل ہوئی ہے۔

فائدہ: اب یہ آیت عام ہے کہ جو کوئی برائی کا ارادہ کرے لیکن اللہ تعالیٰ کے خوف سے اسے چھوڑ دے تو اس کو بھی یہی انعام نصیب ہوگا جو آیت ھٰذا میں مذکور ہے۔

تفاسیر جنتان: جنتان۔ دو باغ ہیں (۱) ایک خائف انسان کے لیے ایک خائف جن کے لیے کیونکہ یہ خطاب ہر دونوں کو ہے اب معنیٰ یہ ہوا کہ ہر ایک جن و انسان کے لیے دو علیحدہ علیحدہ باغ ہیں۔

۲۔ یا ہر انسان کو دو جنتیں ملیں گی ایک عقیدہ صحیحہ کے انعام دوسری اعمال صالحہ کے انعام میں۔

۳۔ ایک اعمال صالحہ کے فعل پر دوسری معاصی (گناہوں) کے ترک پر۔

۴۔ ایک جنت اعمال کے ثواب دوسری محض فضل ربی سے۔

۵۔ ایک جنت روحانی دوسری جنت جسمانی ایسے ہی آگے جہاں بھی دو کا ذکر ہے اس سے یہی مراد ہے۔

۶۔ الموضح میں فرمایا کہ بہشت میں دو باغ عطا فرمائے گا ہر ایک باغ اتنا طویل ہوگا کہ اُس کی مسافت طولاً و عرضاً سو سال ہوگی اور ہر دو باغات کے درمیان میں خوش منظر سرائیں اور دلکش حوریں ہوں گی۔

۷۔ حضرت استاذ قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک جنت باعجلت یعنی لذت مناجات و لذت بحقائق المشاہدات اور ان کے وہ واردات جو قلب پر وارد ہوں گے دوسری مؤجلہ (عرصہ کے بعد) وہی کہ جس کا آخرت میں وعدہ ہے۔

پہلی تفسیر کا رد اور اُس کا جواب: بحر العلوم میں جو فرمایا کہ دو باغ کی مراد یہ ہے کہ ایک جنات کو ایک انسانوں کو۔ اس پر سوال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ حدیث شریف میں ہے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اہل ایمان جنات کو ثواب بھی ہوگا اور عذاب بھی لیکن وہ اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جنت میں نہیں رہیں گے بلکہ وہ اعراف میں ہوں گے۔ اعراف بہشت کی دیوار کا نام ہے کہ جس میں نہریں جاری ہیں۔ ان میں اشجار و اثمار (پھل فروٹ) پیدا ہوتے ہیں۔

فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ احقاف کے اواخر میں تحقیق گزری ہے کہ مذہب حق یہ ہے کہ جنات بنی آدم کے حکم میں ہیں کہ وہ بھی مکلف ہیں انہیں ثواب و عذاب ملے گا اس لیے کہ بنو آدم کی طرح مکلف ہیں اگرچہ ہم نہیں جانتے کہ ان کے ثواب کی کیفیت کیا ہے (تفصیل مطلوب ہو تو سورۂ احقاف کے اسی مقام کی طرف رجوع کیجئے) فبای اٰلآءِ ربکما تکذبٰن تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔

حکایت:۔ حضرت محمد بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات سو رہا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا دیکھو کون ہے کہا گیا کہ خلیفۂ وقت بلاتا ہے میں گھبرا گیا کہ نا معلوم کیا حکم ہو۔ جب میں خلیفہ کے پاس گیا تو کہا کہ میں نے آپ کو ایک مسئلہ کے لیے بلایا ہے وہ یہ کہ میں نے کہا ام محمد یعنی زبیدہ میں امام عادل ہوں اور امام عادل بہشتی ہوتا ہے اُس نے کہا تو ظالم اور گنہ گار ہے تو نے اپنی گواہی خود دے کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھا ہے تو نے خود پر جنت حرام کر دی ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے کہا کہ کیا تو کبھی کوئی گناہ کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرا اُسی وقت یا بعد کو کہا ہاں میں تو اللہ تعالیٰ سے بہت سخت ڈرتا رہتا ہوں۔ میں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں تیرے لیے نہ صرف ایک جنت بلکہ دو جنتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن۔ یہ سن کر مجھ پر مہربانی فرمائی اور کہا شکریہ اب بیشک گھر جا سکتے ہیں۔ جب میں گھر پہنچا تو خواب میں چودھویں چاند کو دیکھا جو میری طرف بعجلت آ رہا ہے اور کوئی کہہ رہا ہے یہی وہ مقام ہے جہاں بندے اللہ کے ہاں حاضر ہوں گے جب پردے کھل جائیں گے اور حقائق الامور ظاہر ہوں گے ظہور قدرت و جبروت کی وجہ سے انبیاء و اولیاء سب کے سب خاموش ہوں گے۔

سبق:۔ قیامت کے ہولناک مقام کی حاضری سے ہر وقت خوف رکھنا ضروری ہے۔

ملفوظ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ:۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ دل میں خوف نہ ہو وہ اس گھر کی طرح ہے جس کا مالک گھر میں نہ ہو تو پھر جیسے گھر مالک کے بغیر جلد تر ویران ہو جاتا ہے ایسے وہ دل جس میں خوف خدا نہ ہو وہ بھی جلد تر ویران ہو جائے گا۔

دل آباد کس کا:۔ دل کی آبادی کی علامت یہ ہے کہ دل کو خوفِ خداوندی سے پُر کرے اخلاق کو مہذب اطراف کو باادب بنائے۔

نکتہ:۔ حضرت ابو القاسم حکیم نے فرمایا خالق سے خوف اور شے ہے مخلوق سے خوف دیگر شے ہے جو مخلوق سے ڈرتا ہے تو اس سے بھاگتا ہے لیکن جو خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اس کے قریب ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا ففروا الی اللہ (تو اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگو) جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس کے پاس شہوت و دنیا و دولت نہیں آتی جو اسیر شہوت ہوا اس سے خوف خداوندی اسباب باندھ کر چلا جاتا ہے اور شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہو جاتا ہے پھر وہ اسے جیسے چاہے استعمال کرے۔

حکایت ابلیس با یحییٰ علیہ السلام:۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ابلیس پر گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ بیڑیوں سے جکڑا ہوا ہے اور وہ بیڑیاں اس

کے ہاتھ میں رنگ برنگی ہیں پوچھا ابلیس یہ کیا؟ عرض کی یہ ابنائے آدم کی شہوات ہیں انہیں سے ہی انہیں
پھانستا ہوں اور پھر جیسے چاہتا ہوں استعمال کرتا ہوں۔ یحییٰ علیہ السلام نے ابلیس سے پوچھا کہ کوئی ایسی
چیز تجھے معلوم ہے کہ جس سے کسی (مجھ جیسے) کو پھانس سکے عرض کی ہاں طعام سیر ہو کر کھانے والے کو بہت
جلد پھنساتا ہوں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس روز سے میں نے عہد کیا کہ سیر ہو کر کھانا نہیں کھاؤں
گا۔ ابلیس نے سیر ہو کر طعام کھانے سے پھنسانے کا سبب بھی بتایا کہ سیر ہو کر کھانے والا نماز اور ذکر اللہ
سے غافل ہو جاتا ہے اگرچہ تھوڑی دیر کے لیے سہی۔

فضیلتِ خوف خداوندی:۔ کسی بزرگ سے سوال ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے سے خوف زدگان کو کیا انعام
عطا فرمائے گا فرمایا کہ اگر خوف و غم واندوہ محض رضائے الٰہی پر مبنی ہو
تو ابھی حالت نزع میں ہو گا تو اللہ تعالیٰ شراباً طہورا کا کاسہ اُس کے ہاتھ پر رکھے گا جس پر لکھا ہو گا ان لا
تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ "یہ کہ خوف نہ کرو اور نہ غم کھاؤ اور تمھیں بہشت کی بشارت ہو۔

اندوہ غریباں بسر آید روزے
درکار غریبان نظر آید روزے

ترجمہ:۔ غریبوں کے غم آخر ختم ہوں گے غریبوں کے کام پر کبھی نظر کرم ہو گی۔

چار بہشت:۔ اندوہگینوں اور خوف زدگان کو چار بہشتیں نصیب ہوں گی۔ دو بہشت چاندی کی دو
بہشت سونے کی جیسے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو جنتیں چاندی کی ہیں
کہ اس کے برتن اور وہ جو ان میں ہے وہ تمام چاندی کا ہے اور دو جنتیں سونے کی کہ اس کے برتن اور جو
ان میں ہے وہ تمام سونے کا ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلاتِ نجمیہ میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ جو مقام شہود سے اپنی بقا کے لیے
ڈرتا ہے کیونکہ شہود حقیقی شاہد کو شاہدیت سے مشہود میں فانی کر کے شہود کے
مراتب کے آخری مرتبہ میں بقا بخشتا ہے اس لیے کہ شاہد کے اوائل مشاہدہ میں کوئی لذت نہیں اسی طرف
اشارہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس ارشاد کا جو آپ نے دعا میں کہا اللھم ارزقنا لذت النظر الی
لقائک (اے اللہ اپنے دیدار کی لذتِ نظر عطا فرما) اس معنیٰ پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
کو فرمایا کرتے تھے کلمینی یا حمیرا (اے حمیرا باتیں سنا) یہ اُس وقت فرماتے جب آپ اپنی حس
سے تبلیغ وارشاد کے لیے غائب ہو جاتے۔

فائدہ:۔ جنتان سے ایک نعمۃ المشہود میں جنۃ الفناء اور دوسری مشہود کے ساتھ جنۃ البقاء مراد ہے اور

مقام ربہ سے مقام شہود ربہ مراد ہے یعنی یہاں شہود مضاف محذوف ہے۔

فبای الاء ربکما تکذبٰن "تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کرتے ہو۔ نعمۃ الفناء فی اللہ کی یا نعمۃ البقاء باللہ کی۔ ذواتا افنان (بہت بڑی ڈالوں والیاں) یہ جنتان کی صفت ہے درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔ اس میں تنبیہہ ہے کہ موصوف و صفت ہر دونوں کی تکذیب انکار و توبیخ کا موجب ہے۔

حل لغات:۔ ذواتا۔ ذات کا تثنیہ ہے بمعنی صاحبہ اصل کی عرف رد کرکے کہ اس کا اصل ذویۃ تھا ذوی کی مؤنث ہے اگر ذات ہو جیسے عام مشہور ہے تو ذاتا ہونا چاہیئے الافنان فن کی جمع ہے یعنی وہ قسم قسم کے اشجار و اثمار والے ہیں یا فنن کی جمع ہے بمعنی طول میں سیدھی ٹہنی والا یا وہ ٹہنیاں جو درخت کی شاخ سے پھیلیں ایسے درختوں کی تخصیص اس لیے کہ وہ درخت پھلوں والوں دراز ٹہنیوں والے اور دراز شاخوں والے جن سے زیادہ سے زیادہ پھل حاصل ہوں گے اور بڑے بڑے سائے ہوں گے اس وصف سے موصوف کرنے میں علی سبیل الکنایہ انہیں نصیحت کرنا مطلوب ہے گویا کہا گیا ہے کہ وہ درخت پتوں والے اور پھلوں والے اور سائے والے ہوں گے۔



فبای الاء ربکما تکذبٰن۔ "تو تم اپنے رب کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کرتے ہو کیونکہ ان میں کوئی ایسی شے نہیں جو تکذیب کے قابل ہو۔

فیھما عینان تجریان۔ "ان میں دو چشمے جاری ہوں گے" یہ جنتان کی دوسری صفت ہے۔ فبای الاء ربکما الخ کو درمیان میں لایا گیا حالانکہ ان صفات میں کوئی فاصلہ نہیں جو عذاب کے متعلق ہیں یعنی یرسل علیکما شواظ من نار و نحاس میں باوجودیکہ یہ صفات ایک دوسرے کی غیر ہیں اور بہشت کی نعمتوں میں تغایر بھی نہیں (تو فاصلہ محض ان کے اہتمام بالشان کی وجہ سے ہوگا) یعنی ان باغات میں پانی کی نہریں جاری ہیں کہ ان کے پانی میں بدبو نہیں ہے اور نہریں ویسے چلیں گی جیسے ان کا صاحب چاہے گا اگر وہ اُوپر کی منزل کے لیے چاہے گا تو پانی اُوپر کو چلے گا اور اگر وہ نیچے کو چاہے گا تو پانی نیچے چلے گا جیسا کہ انہار الجنۃ کا خاصہ ہے۔



فائدہ:۔ یہاں حذف المفعول نہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ نہریں مشک کے پہاڑ سے جاری ہوتی ہیں۔

فائدہ:۔ حضرت ابن عباس اور حسن رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ وہ نہریں صاف پانی سے چلیں گی ایک نہر تسنیم کی دوسری سلسبیل کی۔

فائدہ:۔ حضرت ابوبکر وراق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ دو نہریں اس کے لیے چلیں گی جس کی دنیا میں

خوف خدا سے دونوں آنکھیں آنسو بہاتی رہیں ؎

ابر ان از دو سر چشمہ دیدہ جوی
و آلائشے داری از خود بشوی
نریزد خدا آبروئے کسے
کہ ریزد گناہ آب چشمش بسے

ترجمہ: (۱) آنکھوں کے سرچشمے کو جاری کر آلائش رکھتا ہے تو اسے اپنے سے دھو ڈال۔

(۲) اللہ تعالیٰ اس بندے کی بے عزتی نہیں کرے گا جس کی آنکھیں آنسو سے گناہ دھو ڈالتی ہیں۔

فبای الاء ربکما تکذبٰن۔ "تو اپنے پروردگار کی تم کونسی نعمتوں کی تکذیب کرتے ہو۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اس میں جنت الفناء کی جنت کی طرف اشارہ ہے کہ اس میں ایک چشمہ ہے جس سے آب حیات جاری ہوتا ہے یعنی البقاء بعد الفناء اور جنت البقاء میں ایک چشمہ ہے اس سے علم و معرفت و حکمت کا پانی جاری ہوتا ہے اور البقاء بعد الفناء انواع المعارف والحکم و اضاف الموائد والنعم کو مستلزم ہے تو تم اسے اصحاب السکر و الغیبتہ اور یا ارباب الصحو والحضور اللہ تعالیٰ کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کرتے ہو (التاویلات النجمیہ)

تفسیر عالمانہ:۔ فیھما من کل فاکھۃ زوجان۔ ان میں ہر قسم کے میوے ہیں دو طرح کے۔

۱۔ معروف ۲۔ غیر معروف جنہیں کسی نے دیکھا نہ سنا ہو، یا
۱۔ تر ۲۔ خشک یا
۱۔ میٹھے ۲۔ کھٹے۔

بعض نے کہا وہ دو رنگے ہوں گے بعض نے کہا وہ صرف منظر کے لحاظ سے دو رنگے ہوں گے نہ کہ ذائقہ کے اعتبار سے۔

اعجوبہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ دنیا کا کوئی بھی کڑوا یا میٹھا میوہ نہ ہوگا جو بہشت میں نہ ہو یہاں تک کہ حنظل (کڑوے پھل کا نام) مگر ہر کڑوا (میوہ دنیوی) بہشت میں میٹھا ہو جائے گا کیونکہ بہشت میں ہر شے طاعات کی حلاوت سے پیدا کی گئی ہے اسی لیے اس میں وہ کڑواہٹ نہ ہوگی جو سیئات کی کڑواہٹ سے ہو جیسے زقوم وغیرہ علاوہ ازیں جنت دار الجمال ہے اسی لیے اس میں سیاہ رنگ نہیں پایا جائے گا کیونکہ سیاہ آثار الجلال سے ہے اور جنتان ایک اور

ف شیعوں کو مبارک ہو کہ وہ سیاہ رنگ کو مرغوب ہے اسی لیے نہ وہ بہشت میں جائیں گے نہ انہیں مرغوب

صفت ہے فبای الاء ربکما تکذبٰن "تم اپنے رب کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کرتے ہو" ان لذیذ نعمتوں میں سے۔ متکئین۔ سہارا لیے ہوئے ہوں گے یہ خائنین سے حال ہے۔ جمع کا صیغہ مَنْ کے معنیٰ کی وجہ سے ہے اَب معنیٰ یہ ہُوا کہ انہیں دو جنتیں حاصل ہوں گی تو وہ بہشت میں ایسے بیٹھے ہوں گے جیسے بادشاہ راحت اور ٹھاٹھ باٹھ سے بیٹھتا ہے درانحالیکہ وہ آرام کر رہے ہوں گے علی فرش۔ اوپر بستروں کے۔

حل لغات:۔ فرش (بالکسر) کی جمع ہے وہ شے جو فرش پر بنائی جائے اور بچھائی جائے بیٹھنے اور نیند کے لیے دراز کی جائے۔ بطائنہا۔ اس کا اندر کا حصہ۔

حل لغات:۔ بطانہ (بالکسر) کی جمع ہے۔ کپڑے سے بنایا ہوا اندر کا حصہ ظہارۃ کے خلاف فارسی میں بمعنی آستر

من استبرق۔ "ریشم سے۔" نافع سے ورش (قاری) نے اور یعقوب سے رویس (قاری) نے استبرق کو محذوف الالف وکسر النون پڑھا ہے اور ہمزہ کی حرکت نون کو دے کر باقی قراء نے نون ساکن اور ہمزہ (مکسور) قطعی سے پڑھا ہے۔



حل لغات:۔ استبرق۔ "گاڑھا ریشم" بعض نے کہا سین استعمال کا ہے از بریق بمعنی اضاءۃ بعض نے کہا البرقہ سے بمعنی اجتماع الالوان پھر اسے اسم بنا کر اسے معرب قرار دیا گیا۔ اس کی تحقیق سورۃ الدخان میں گزری ہے۔ اَب معنیٰ یہ ہُوا کہ "دیباج ثخین" گاڑھے ریشم کے بستر بچھے ہوں گے جن کے اندر کا حصہ کپڑے کا ہوگا اس سے اس کے ظہارت (باہر کے حصے کا خود اندازہ لگائیے کہ وہ کیسا اشرف و اعلیٰ ہوگا۔

حدیث شریف:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہشتی رومال اس حلّہ (دنیوی پوشاک) سے حسین تر نہیں۔



فائدہ:۔ رومال کا ذکر فرمایا تاکہ تنبیہ ہو کہ جب بہشت میں ایک ادنیٰ (رومال) کا یہ حال ہے تو پھر اعلیٰ (پوشاک کے لوازمات) کا کیا حال ہوگا۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ بستر کا باہر کا حصہ سندس یا نور سے ہوں گے یا وہی ہو جو خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین "کوئی نہیں جانتا وہ جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی ہیں۔

وجنی الجنتان دان۔ اور جنتوں کے چلنے کے لائق میوے قریب ہوں گے۔

حاشیہ بقیہ صـ :۔ لباس ملے گا۔ سیاہ لباس کی تحقیق فقیر کی کتاب چشمۂ نور افزا میں ہے ۱۲

حل لغات:۔ جنیٰ اسم بمعنی المجنی جیسے قبض بمعنی المقبوض۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ؎

هذا جنای و خیاره فیه
و کل جان یده الی فیه

ترجمہ:۔ یہ میرا چنا ہوا ہے اس کا پسندیدہ میوہ اس میں ہے ہر چننے والے کا ہاتھ اس کے منہ کی طرف ہے۔

دان۔ دنوسے ہے بمعنی قرب دراصل دانو تھا غازی کی طرح کہ وہ بھی دراصل غازو تھا وہ پھل جو چنے جائیں) اور ایسے قریب کہ انہیں کھڑے بیٹھے اور لیٹے چنا جا سکے۔

فائدہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا درخت خود بخود جھک جائے گا اس کا میوہ اللہ کا ولی (بہشتی) چاہے کھڑے ہو کر توڑے چاہے بیٹھ کر چاہے لیٹ کر۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا پھر وہ لوٹے گا بھی نہیں اور نہ ہی اس میں کانٹے ہوں گے۔

اعجوبہ:۔ منقول ہے کہ جب بہشتی تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے جی چاہے گا کہ فلاں میوہ ہو تو درخت کی ٹہنی خود بخود جھک جائے گی جتنا چاہے گا اتنا میوہ اس کے منہ میں پہنچ جائے گا۔

قاعدہ:۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ قرب و بعد کی قید کثافت کے لیے ہے بہشت میں کثافت نہیں اور وہاں کے مقیمین (انسان وغیرہ) کے اجسام بھی نورانی اور لطیف ہوں گے ایسے جیسے ارواح ہیں۔ جس نے کہا خوب کہا ؎

بعد منزل نبود در سفر روحانی

ترجمہ:۔ سفر روحانی میں منزل بعید نہیں ہوتی۔

نکتہ:۔ دنیا میں اطاعت مطیع کی طبیعت کے موافق ہوتی ہیں۔ ایسے ہی جنت کے ثمرات بھی اس کی طبع کے موافق ہو جائیں گے یعنی بلامشقت حاصل ہوں گے تو جیسے انہیں چننے توڑنے کسی طرح کی اسے تکلیف نہ ہو گی بلکہ توڑنے اور چننے کی تکلیف بھی اس کے لیے گوارہ نہیں اس کے منہ میں میوے خود بخود پہنچ جائیں گے (جیسے کہ بعض نے کہا) فبای الاء ربکما تکذبٰن (تو کونسی نعمتوں کی تکذیب کرتے ہو) ان لذیذ اور باقی رہنے والی نعمتوں میں سے۔ فیهن۔ وہ جنتوں میں (جن پر جنتان) دلالت کرتا ہے جیسا کہ معلوم ہوا کہ ثقلین کے خائفین کے لیے جنتان (دو جنتیں) ہیں یا ہر خائف کے لیے حسب تعداد اعمال جنۃ ہو گی اور ان کے جمع کا صیغہ متکئین کی وجہ سے ہے۔ قاصرات الطرف۔ شرم و حیا سے آنکھیں نیچے رکھنے والی ہوں گی۔ اسم فاعل کی اضافت اپنے منصوب کی طرف تخفیفاً ہے اور قصر کا متعلق (یعنی علی ازواجھن) محذوف ہے کہ اس کا علم سب کو ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ ان کے لیے عورتیں ہوں گی

جنھوں نے اپنے شوہروں پر آنکھیں باندھ رکھی ہوں گی غیروں کی طرف ان کا دھیان جائے گا بھی نہیں اور کہیں گی خدا کی قسم ہمیں تو تیرے جیسا حسین ترین نظر ہی نہیں آتا اس ذات کی حمد و ثناء (شکر ہے کہ) اس نے تجھے ہمارا شوہر اور ہمیں تیری زوجات منتخب فرمایا ہے اور آنکھوں کا قصر شرم و حیا اور عمزہ و عشوہ کے طور ہوگا چونکہ قصر الطرف کا معنیٰ شرم و حیا اور عمزہ و عشوہ کے طور پر ہوگا اس لیے اب معنیٰ یہ ہوا کہ بہشت کی کنیزیں نازنین ہیں ناز نخرہ کی وجہ سے آنکھیں شکستہ ہیں۔ بعض نے قاصرات الطرف کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اپنے غیروں کی آنکھیں خود پہ بند کرنے والی کیونکہ وہ ایسی حسین ہیں جب انہیں کسی نے ایک بار دیکھ لیا تو پھر اس کی نگاہ دوسری طرف پھیرنے کو نہیں چاہے گی بوجہ ان کے حسن کے کمال کے۔ **لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان** (انھیں ہاتھ لگایا ان سے پہلے کسی انسان اور جن نے) یہ قاصرات الطرف کی صفت ہے کیونکہ یہ اضافت لفظی ہے۔

حل لغات :۔ اہلِ لغت کہتے ہیں **طمثت المرأۃ** (از باب ضرب) یہ اُس وقت بولتے ہیں جب اسے کوئی خود آلود کر کے اس کی بکارت توڑے اس معنیٰ پر دراصل الطمثت بمعنی الجماع ہوا یعنی وہ جماع جو باکرہ لڑکی کے خون نکالنے کا موجب ہو پھر ہر جماع پر اس کا اطلاق ہونے لگا اگرچہ اس سے خون ظاہر بھی نہ ہو (القاموس) میں ہے کہ الطمثت بمعنی المس۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ انہیں کسی انس و جن نے ہاتھ نہیں لگایا۔ جنیات میں یا انسیات اپنے شوہروں کے سوا اس سے قبل انہیں کسی نے ہاتھ تک نہ لگایا یہ معنیٰ ہم نے قاصرات الطرف سے سمجھا ہے کہ وہ حوریں جو انسانوں کے لیے مقرر ہیں کسی انسان کا ہاتھ ان تک نہ پہنچا ہوگا اور وہ جو جنات کے لیے مقرر ہیں ان پر کسی جن نے **تصرف** نہیں کیا ہوگا وہ الریاض الالف کی طرح ہوں گی (یعنی اس باغ کی طرح جس میں کبھی کوئی جانور چرنے کے لیے نہ گیا ہو) اس میں ان کے باکرہ ہونے کی ترغیب ہے کیونکہ **ثیبات** (شادی شدہ یعنی غیر باکرہ) کی بہ نسبت باکرہ (دوشیزاؤں) سے زیادہ رغبت ہوتی ہے۔

فائدہ :۔ اس سے ثابت ہوا کہ جنات بھی اہلِ جنت میں اور وہ انسانوں کی طرح جماع کرتے ہیں لیکن ان میں انسانوں کی طرح پانی (منی) نہیں۔ ہم نے جنات کو اس لیے شامل رکھا ہے کہ آیت میں خطاب ثقلین کو ہے اور مضمون احسان جتلانے کے لیے ہے جس میں صرف انسان کو احسان جتلانا ہوتا تو خطاب ثقلین کو نہ ہوتا بلکہ صرف انسان کو ہوتا۔

فائدہ :۔ اس منت (احسان) جماع سے ثابت ہوا کہ وہ جماع تو کرتے ہیں لیکن ان سے پانی (منی) کے بجائے ہوا خارج ہوتی ہے اسی ہوا سے ہی ان کی مؤنثات میں علوق (بچہ کے ڈھانچے کا پہلا حصہ) تیار ہوتا ہے۔ (فتوحات مکیہ)

مسئلہ :۔ اس سے ثابت ہوا کہ جنیہ سے انسان کا نکاح ناجائز ہے۔ اسی طرح بالعکس یہی جمہور کا مذہب ہے (ان میں سے ایک صاحب اکام المرجان ہیں)

فائدہ :۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا مخنث (ہیجڑے) جنوں کی اولاد ہیں اس لیے کہ اللہ (جل جلالہٗ) ورسولہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے روکا ہے کہ بحالت حیض جماع مت کرو جب کوئی (غلطی یا عمدًا) ایسے وقت جماع کرتا ہے تو شیطان اس سے سبقت کر جاتا ہے جس سے عورت حاملہ ہوتی ہے تو بچہ مخنث (ہیجڑہ) جنتی ہے یہی امام مجاہد کا قول ہے۔

مسئلہ :۔ جب مرد عورت سے جماع کرے اور بسم اللہ نہ پڑھے تو شیطان اس کے ذکر کو لپیٹ کر جماع میں اُس کے ساتھ شریک رہتے ہیں۔

فائدہ :۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جنات بھی انسان کی طرح جماع کرتے ہیں یہ حیض میں اور بسم اللہ پڑھنے سے جماع کرنے کی تحذیر ہے ایسے جیسے طعام کھاتے وقت بسم اللہ نہ پڑھنے سے شیطان کی شرکت کا کہا گیا ہے وغیرہ وغیرہ تو اس سے حقیقی شراکت مراد نہیں بلکہ اس فعل میں فعل و ترک کے فساد و ضرر کا اظہار ہے تاکہ بندے غلط رویہ سے بچ جائیں (والعلم عند اللہ)

فائدہ :۔ قاصرات الطرف سے وہ حوریں مراد ہیں جو بہشت میں ہیں اور بہشت میں پیدا کی گئی ہیں نہ وہ کسی کام میں مصروف ہیں اور نہ ہی انہیں کوئی ہاتھ لگاتا ہے یہی جمہور کا مذہب ہے لیکن شعبی و کلبی نے کہا کہ اس سے یہ دنیوی وہ عورتیں مراد ہیں جن سے نشأۃ ثانیہ میں جماع نہیں ہوا وہ دنیا میں ثیب (بیوہ) ہو کر فوت ہوئیں یا باکرہ ہو کر۔ فبای اٰلاءِ ربکما تکذبٰن "تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کرتے ہو" یہ وہی نعمتیں ہیں جن سے تم ہی نفع اُٹھاؤ گے (تو پھر تکذیب کیوں)

تفسیر صوفیانہ :۔ اس میں اشارہ ہے کہ جنات میں فانی فی اللہ باقی باللہ حضرات کے لیے حوریں ہیں یعنی تجلیات ذاتیہ و معارف الٰہیہ و حکم ربانیہ و اغیار کی نگاہوں سے مستور (پوشیدہ) ہیں نہ تو وہ عام باہر پھرتی رہتی ہیں نہ ہی اپنے ازواج کے سوا غیروں کو نظر آتی ہیں بلکہ ان پر انس (الروح) جھانک کر دیکھ سکتا ہے اور یہی جان (النفس) ان کے اپنے میں بقاء اور ظلمت نفس اور کثافت طینت کی وجہ سے۔

تفسیر عالمانہ: کانھن الیاقوت والمرجان "گویا وہ یاقوت ومرجان ہیں" یہ قاصرات الطرف کی صفت المرجان کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔

حل لغات: الیاقوت۔ وہ ایک سخت اور خشک اور صاف وشفاف پتھر ہے۔ وہ کئی قسم ہے سرخ، سفید، زرد، سبز، نیلا۔ وہ ایسا پتھر ہے اس پر آگ اثرانداز نہیں ہوتی کہ دھنیت کی کمی کی وجہ سے اسمیں سوراخ نہیں ہو سکتا اس کی غلیظ رطوبت کی وجہ سے ٹھنڈک اس پر اثرانداز نہیں ہو سکتی۔ اس کی صلابت (سخت ہونا) کی وجہ سے بلکہ ہر روز اس کے حسن میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور نایاب اور قلیل الوجود ہے بالخصوص سُرخ یہ اعلیٰ درجہ کا یاقوت ہے اس کے بعد زرد اور یہ نار پر بہت زیادہ وقت بسر کر سکتا ہے بخلاف اس کی دوسری قسموں کے اور سبز تو آگ پر وقت بسر نہیں کر سکتا۔

فائدہ: فن طب میں ہے کہ یواقیت میں قیمتی یاقوت رمانی ہے اور وہ ہے جس کے رنگ میں آگ کی ملاوٹ ہو یعنی سُرخ۔

یاقوت کے فوائد:

۱۔ یاقوت کا نگینہ پہننے والا طاعون سے محفوظ رہتا ہے اگرچہ تمام لوگ اس کی لپیٹ میں ہوں۔
۲۔ ایسا شخص آسمانی بجلی (جلانے والی) سے محفوظ ہوگا۔
۳۔ غرق (دریا وغیرہ) سے حفاظت۔
۴۔ یاقوت کامل یا اس کا کچھ حصہ کسی کی انگشتری یا ویسے اس کے پاس ہے تو وہ یاقوت بادشاہوں (افسروں) اور عوام کی نظروں میں معظم ومعزز ہوگا۔
۵۔ یاقوت کا مرجان دافع ضرر زہر ہے۔
۶۔ قوت میں اضافہ کرتا ہے۔

فائدہ: آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ حوریں یاقوت کے مشابہ ہیں لبوں کی سُرخی ہیں اور بیاض البشرہ اور اس کی صفائی میں مرجان کی طرح ہیں یعنی چھوٹے اور چمکیلے موتیوں کی طرح ہیں کیونکہ چھوٹے موتی بہ نسبت بڑے موتیوں کی چمک دمک میں زیادہ روشن اور بارونق ہوتے ہیں۔

فائدہ: قتادہ نے فرمایا کہ وہ حوریں یاقوت کی صفائی والی اور مرجان کی سفید والی ہوں گی۔

حدیث شریف: صفۃ الجنۃ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر مرد کی دو زوجہ ہوں گی ہر زوجہ پر ستر حلّے (پوشاکیں) ہوں گی جن کی پنڈلی کا مغز ان کے خون، گوشت اور چمڑے سے باہر نظر آئے گا۔

حدیث شریف (۲): حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پہلا گروہ جو بہشت میں داخل ہوگا تو چودھویں رات کے چاند کی طرح ان کے چہرے چمکتے ہوں گے، ان کے بعد وہ داخل ہوں گے جن کے چہرے روشن ترین ستارے کی طرح ہوں گے ان کے ہر ایک کا قلب ایک دوسرے کے عین مطابق ہوگا ان میں کسی قسم کا اختلاف و تناقض نہ ہوگا ان ہر ایک کے لیے دو زوجہ ہوں گی ان ہر ایک کے حسن کا یہ حال ہوگا کہ ان کی پنڈلیوں کا مغز ان کے گوشت اور خون سے باہر نظر آئے گا وہ لوگ صبح و شام میں تسبیح کرتے رہیں گے نہ بیمار ہوں گے اور نہ ہی ناک کی ریزش اور کھنگار کی آلائش پائیں گے اور نہ ہی تھوکیں گے۔ ان کے برتن چاندی سونے کے ہوں گے ان کے کنگھے سونے کے اور کستوری کا لوبان جلائیں گے ان کی اپنی ذاتی مشک خالص مشک سی ہوگی۔

حدیث شریف (۳): حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بہشتی کی حور (بہشتی عورت) کے حسن کا یہ حال ہوگا کہ اس کی پنڈلی کی سفیدی (چمک) ریشمی ستر حلّوں (پوشاکوں) کے باہر نظر آئے گی اور پنڈلی کا مغز بھی۔ اللہ تعالیٰ انھیں عورتوں کے لیے فرماتا ہے کانھن الیاقوت والمرجان۔ ”گویا وہ یاقوت و مرجان ہیں“

فائدہ: یاقوت تو وہ پتھر ہے کہ اگر اس میں دھاگہ داخل کر کے دیکھا جائے تو وہ دھاگہ باہر سے صاف نظر آئے گا۔ حضرت عمرو بن میمون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ایک حورعین ستر حلے (پوشاکیں) بھی پہنے تب بھی اس کی پنڈلی کی صفائی باہر سے ایسے نظر آئے گی جیسے سرخ شراب صاف شفاف سفید گلاس سے۔

فبای الاء ربکما تکذبٰن۔ ”تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کرتے ہو“ ان نعمتوں کی جو تمھاری نظر سے متعلق اور ان سے تم متمتع ہوں گے۔

تفسیر صوفیانہ: اس میں اشارہ ہے کہ یہ حوریں عرفانیہ وحسناء احسانیہ تجلیات بسط وانشراح کی یاقوتی تجلیات اور جمال وکمال کی تجلیات کی مرجان ہیں جن کے ہونٹوں کی سرخی کی لطافت یاقوت احمر جیسی ہے اور فطرت کی طراوت مرجان ابیض کی طرح تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کرتے ہو مشبہ کی یا مشبہ بہ کی۔

تفسیر عالمانہ: هل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ ”احسان کی جزا نہیں مگر احسان“

قاعدہ لفظ ھل: لفظ چار کے وجوہ ہیں:

۱۔ بمعنی قَدْ اللہ تعالیٰ نے فرمایا هَلْ اَتٰی۔

۲۔ بمعنی الامر اللہ تعالیٰ نے فرمایا فھل انتم منتھون بمعنی فانتھوا (تم رُک جاؤ)

۳۔ بمعنی استفہام اللہ تعالیٰ نے فرمایا فھل وجدتم ما وعد ربکم حقا (تو کیا تم نے پایا حق اسے جو تمھارے رب نے تمھارے ساتھ کیا تھا۔

۴۔ بمعنی جحد (انکار) جیسے اسی آیت میں ہے کہ فرمایا ھل جزاء الاحسان "احسان کی جزا نہیں مگر احسان ثواب میں۔

حدیث شریف :۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہی آیت پڑھ کر پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ تمھارے رب نے کیا فرمایا ہم نے کہا اللہ ورسولہ اعلم۔" اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) خوب جانتے ہیں۔" فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں جزا اسکی جسے میں معرفت و توحید سے نوازوں مگر یہ کہ میں اسے اپنی جنت اور خطیرۂ قدس میں ٹھہراؤں اپنی رحمت اور فضل وکرم سے۔

فائدہ :۔ حضرت کاشفی مرحوم نے فرمایا کہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ نیکی کی جزا نیک ہے طاعات کی جزاء بلند درجات کی صورت میں عطا ہوگی اور شکر کا بدلہ دیں گے بہت زیادہ اور نفوس کو فرحت وسرور بخشیں گے اور توبہ قبول فرمائیں گے اور دُعا مستجاب ہوگی۔ سائل کو عطا نصیب ہوگی اور استغفار دالے کو مغفرت اور جو دنیا میں اللہ تعالیٰ سے خوف کرے گا اسے آخرت میں امن ملے گا اور فانی فی اللہ ہوگا اسے باقی باللہ بنائیں گے ؎

ہر کہ در راہ محبت شد فنا
یافت از بحر لقا در بقا
ہر کرا شمشیر شوقش سر برید
میوۂ وصل از درخت شوق چید

ترجمہ :۔ (۱) جو راہ محبت میں فانی ہوا اس نے بحر لقا سے بقا کے موتی پائے۔
(۲) شوق کی تلوار نے سر کاٹا اس نے درخت شوق میوۂ وصال چُنا۔[1]

---

[1] یہ عشق الٰہی سے سرشار ہونے والوں کے لیے ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف ایسے مائل ہوئے کہ انہیں ماسوی اللہ کی پرواہ تک نہیں ہوتی اور عشق کا یہی دستور ہے کہ جب کسی کو کسی سے عشق ہو جاتا ہے تو پھر وہ معشوق کے سوا کسی طرف التفات نہیں کرتا اس کی ایک مثال حضرت زلیخا رضی اللہ عنہ کی ہے کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام کی محبت میں اپنا حسن اور مال و دولت قربان کر دیا، زلیخا کے پاس ستر اونٹوں

نسخۂ روحانی:۔ خلاصہ احسان از عبد فناء فی اللہ اور مولیٰ سے اعطاء الوجود الحقانی۔

سبق:۔ ہر آن اور ہر وقت احسان کا دامن تھامو اللہ تعالیٰ محسن کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

حکایت:۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک کافر بڑھیا کو دیکھا کہ وہ سردی کے موسم میں پرندوں کو دانے کھلا رہی ہے اللہ تعالیٰ اجنبی سے خیرات قبول نہیں کرتا بڑھیا نے کہا میرا کام ہے خدمت کرنا قبول کرے یا نہ کرے، پھر ایک عرصہ کے بعد حضرت ذوالنون مصری نے اسی بڑھیا کو حرم کعبہ میں دیکھا بڑھیا نے کہا اے ذوالنون! مجھے اللہ تعالیٰ نے دولتِ اسلام سے نوازا ہے صرف دانوں کی ایک مٹھی کی برکت سے۔

حکایت:۔ حُجّاج کے راستہ کو ایک خوفناک جانور نے روک رکھا تھا اہل قافلہ نے سمجھا کہ وہ پیاسا ہے اسی لیے ایک ہاتھ میں تلوار دوسرے میں مشک پانی بھر کر اس کے آگے رکھ دی اس نے تمام پانی پی کر راستہ چھوڑ کر چلا گیا یہاں تک کہ آنکھوں سے اوجھل ہو گیا یہ قافلہ حج سے فراغت پا کر واپس لوٹا تو اسی شخص (جس نے جانور کو پانی پلایا تھا) کو راستہ میں نیند آ گئی جس کی وجہ سے قافلہ دُور نکل گیا اکیلا جنگل میں

حاشیہ بقیہ سابقہ صفحہ کا۔

اونٹوں کے بوجھ کے برابر جواہر اور موتی تھے جو عشقِ یوسف میں نثار کر دیئے، جب بھی کوئی یہ کہہ دیتا کہ میں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا ہے تو وہ اسے بیش قیمت ہار دے دیتی یہاں تک کہ کچھ بھی باقی نہ رہا۔ اس نے ہر چیز کا نام یوسف رکھ چھوڑا تھا اور فرطِ محبت میں یوسف علیہ السلام کے سوا سب کچھ بھول گئی تھی، جب آسمان کی طرف دیکھتی تو اسے ہر ستارے میں یوسف کا نام نظر آتا تھا۔

کہتے ہیں کہ جب زلیخا ایمان لائی اور حضرت یوسف علیہ السلام کی زوجیت میں داخل ہوئی تو سوائے عبادت و ریاضت اور توجہ الی اللہ کے اسے کوئی کام نہ تھا، اگر یوسف علیہ السلام اسے دن کو اپنے پاس بلاتے تو کہتی رات کو آؤں گی اور رات کو بلاتے تو دن کا وعدہ کرتی۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا زلیخا! تُو تو میری محبت میں دیوانی تھی، جواب دیا یہ اُس وقت کی بات ہے کہ جب میں آپ کی محبت کی ماہیت سے واقف نہ تھی، اب میں آپ کی محبت کی حقیقت پہچان چکی ہوں اس لیے اب میری محبت میں تمہاری شرکت بھی گوارا نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا مجھے اللہ نے اس بات کا حکم فرمایا ہے اور مجھے بتلایا ہے کہ تیرے بطن سے اللہ تعالیٰ دو بیٹے عطا کرے گا اور دونوں کو نبوت سے سرفراز فرمایا جائے گا، زلیخا نے کہا اگر یہ حکم خداوندی ہے اور اس میں حکمتِ الٰہی ہے تو میں سرِ تسلیم خم کرتی ہوں۔

پریشان تھا اچانک دیکھا کہ ایک شخص سواری لایا ہے اور کہا کہ اس پر سوار ہو جایئے اُس شخص نے

حاشیہ بقیہ سابقہ صفحہ کا:۔

یا اس کی مثال حضرت مجنوں علیہ الرحمۃ کی ہے چنانچہ مجنوں سے کسی نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ بولا لیلیٰ! ایک دن اُس سے کسی نے کہا کیا لیلیٰ مر گئی؟ مجنوں نے جواب دیا لیلیٰ نہیں مری وہ تو میرے دل میں ہے اور میں ہی لیلیٰ ہوں، ایک دن جب مجنوں کا لیلیٰ کے گھر سے گزر ہوا تو وہ ستاروں کو دیکھتے ہوئے گزرنے لگا، کسی نے کہا نیچے دیکھو شاید تمھیں لیلیٰ نظر آجائے۔ مجنوں بولا میرے لیے لیلیٰ کے گھر کے اُوپر چمکنے والے ستارے کی زیارت ہی کافی ہے۔

عشق الٰہی کی محبت کی ابتدا اور انتہا:۔ جب منصور حلاج کو قید میں اٹھارہ دن گزر گئے تو جناب شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے پاس جا کر دریافت کیا اے منصور! محبت کیا ہے؟ منصور نے جواب دیا آج نہیں کل یہ سوال پوچھنا۔ جب دوسرا دن ہوا اور انہیں قید سے نکال کر مقتل کی طرف لے جایا جارہا تھا تو منصور نے شبلی کو دیکھ کر فرمایا! شبلی محبت کی ابتدا جلنا اور انتہا قتل ہونا ہے۔

حکایت:۔ ایک آدمی دریائے فرات میں نہا رہا تھا، اس نے سُنا کہ کوئی شخص یہ آیت پڑھ رہا ہے:۔ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (اے مجرمو! آج علیحدہ ہو جاؤ) یہ سنتے ہی وہ تڑپنے لگا اور ڈوب کر مر گیا۔

محمد بن عبداللہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، میں نے بصرہ میں ایک بلند مقام پر کھڑے ہوئے ایک نوجوان کو دیکھا جو لوگوں سے کہہ رہا تھا کہ جو عاشقوں کی موت مرنا چاہے اُسے اس طرح مرنا چاہیئے (کیونکہ عشق میں موت کے بغیر کوئی لطف نہیں ہے) اتنا کہا اور وہاں سے خود کو گرادیا، لوگوں نے جب اُسے اُٹھایا تو وہ دم توڑ چکا تھا۔ جناب جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ تصوف اپنی پسند کو ترک کر دینے کا نام ہے۔

عاشق کی پہچان:۔ ایک شیخ سے عاشق کے متعلق پوچھا گیا، اُنھوں نے کہا عاشق میل ملاپ سے دور، تنہائی پسند، غور و فکر میں ڈوبا ہوا اور چپ چاپ رہتا ہے۔ جب اسے دیکھا جائے وہ نظر نہیں آتا جب بلایا جائے تو سنتا نہیں، جب بات کی جائے تو سمجھتا نہیں اور جب اس پر کوئی مصیبت آجائے تو غمگین نہیں ہوتا، وہ بھوک کی پرواہ اور برہنگی کا احساس نہیں رکھتا،

اُسے قافلہ تک پہنچا کر واپس لوٹنے لگا اُس نے پوچھا آپ کون ہیں فرمایا میں وہی ہوں جسے

حاشیہ بقیہ سابقہ صفحہ کا:
کسی کی دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہوتا، وہ تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے التجائیں کرتا ہے، اس کی رحمت سے انس و محبت رکھتا ہے، وہ دنیا کے لیے دنیا والوں سے نہیں جھگڑتا۔

جناب ابو تراب نخشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عشق کی علامات میں یہ چند شعر کہے ہیں ؂

۱. لا تخدعن فللحبیب دلائل	و لدی من دیہ تحف الحبیب وسائل
۲. منھا تنعمہ بمر بلائہ	و سرورہ فی کل ما ھو فاعل
۳. فالمنع منہ عطیۃ مقبولۃ	و الفقر اکرام و برّ عاجل
۴. و من الدلائل ان یریٰ فی عزمہ	طوع الحبیب و ان الح العاذل
۵. و من الدلائل ان یریٰ متبسماً	و القلب فیہ من الحبیب بلابل
۶. و من الدلائل ان یریٰ متفہمًا	لکلام من یحظی لدیہ السائل
۷. و من الدلائل ان یریٰ متقشفاً	متحفظاً من کل ما ھو قائل

۱. تو دھوکہ نہ دے کیونکہ محبوب کے پاس دلائل اور عاشق کے پاس محبوب کے تحفوں کے وسائل ہیں۔
۲. ایک علامت یہ ہے کہ وہ اپنی تلخ آزمائش سے لطف اندوز ہوتا ہے اور محبوب جو کرتا ہے وہ اس پر خوش ہوتا ہے۔
۳. اس کی طرف سے منع کرنا بھی عطیہ ہے اور فقر اس کے لیے عزت افزائی اور ایک فوری نیکی ہے۔
۴. ایک علامت یہ ہے کہ وہ محبوب کی اطاعت کا پختہ ارادہ رکھتا ہے اگرا سے ملامت کرنے والے ملامت کریں۔
۵. ایک علامت یہ ہے کہ تم اسے مسکراتا ہوا پاؤ گے اگرچہ اس کے دل میں محبوب کی طرف سے آگ سلگ رہی ہوتی ہے۔
۶. اور ایک علامت یہ ہے کہ تم اسے خطا کاروں کی گفتگو سمجھتا ہوا پاؤ گے۔
۷. ایک علامت یہ ہے کہ تم اسے ہر اُس بات کا حفاظت کرنے والا پاؤ گے جسے وہ کہتا ہے۔

حکایت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک جوان کے قریب سے گزرے جو باغ کو پانی دے رہا تھا، اُس نے آپ سے کہا اللہ سے دُعا کیجئے، اللہ تعالیٰ مجھے ایک ذرّہ اپنے عشق کا عطا فرمادے۔ آپ نے فرمایا ایک ذرّہ بہت بڑی چیز ہے، تم اس کے تحمل کی استطاعت نہیں رکھتے، کہا اچھا آدھے

تو نے مشک پانی کی پلائی تھی۔

حاشیہ بقیہ سابقہ صفحہ کا۔

ذرہ کا سوال کیجئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے سوال کیا اے اللہ! اسے آدھا ذرہ اپنے عشق کا عطا فرما دے، اس کے حق میں یہ دُعا کر کے آپ وہاں سے روانہ ہو گئے۔

کافی مدت کے بعد آپ پھر اسی راستہ سے گزرے اور اس جوان کے متعلق سوال کیا۔ لوگوں نے کہا وہ تو دیوانہ ہو گیا ہے اور کہیں پہاڑوں کی طرف نکل گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رب سے دُعا کی اے اللہ! میری اس جوان سے ملاقات کرا دے، پس آپ نے دیکھا وہ ایک چٹان پر کھڑا آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا آپ نے اسے سلام کہا مگر وہ خاموش رہا۔ آپ نے کہا مجھے نہیں جانتے میں عیسیٰ ہوں؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے عیسیٰ! جس کے دل میں میری محبت کا آدھا ذرّہ موجود ہو وہ انسانوں کی بات کیسے سنے گا؟ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اگر اسے آری سے دو ٹکڑے بھی کر دیا جائے تو اسے محسوس نہ ہو گا۔

جو شخص تین باتوں کا دعویٰ کرتا ہے اور خود ان کو تین چیزوں سے پاک نہیں رکھتا تو اس کا دعویٰ باطل ہے۔

۱۔ جو شخص ذکرِ خدا کی حلاوت پانے کا دعویٰ کرتا ہے مگر دنیا سے بھی محبت رکھتا ہے۔

۲۔ جو اپنے اعمال میں اخلاص کا دعویٰ کرتا ہے مگر لوگوں سے اپنی عزت افزائی کا خواہش مند ہے۔

۳۔ جو اپنے خالق کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے مگر اپنے نفس کو ذلیل نہیں کرتا۔

فرمانِ نبوی ہے کہ میری اُمت پر عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے، جب وہ پانچ چیزوں سے محبت کریں گے اور پانچ چیزوں کو بھول جائیں گے:

۱۔ دنیا سے محبت رکھیں گے، آخرت کو بھول جائیں گے۔

۲۔ مال سے محبت رکھیں گے، آخرت کو بھول جائیں گے۔

۳۔ مخلوق سے محبت رکھیں گے مگر خالق کو بھول جائیں گے۔

۴۔ گناہوں سے محبت رکھیں گے مگر توبہ کو بھول جائیں گے۔

۵۔ مکانوں سے محبت رکھیں گے اور قبر کو بھول جائیں گے۔

حضرت منصور بن عمار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک جوان کو نصیحت کرتے ہوئے کہا اے جوان! تجھے تیری جوانی دھوکے میں نہ ڈالے، کتنے جوان ایسے تھے جنہوں نے توبہ کو مؤخر اور اپنی اُمیدوں کو طویل کر دیا۔

حکایت:۔ منقول ہے کہ ایک عورت نے سائل کو ایک لقمہ روٹی کا دیا۔ جنگل میں اچانک بھیڑیئے نے

حاشیہ بقیہ سابقہ صفحہ کا:۔
موت کو بھلا دیا اور یہ کہتے رہے کہ کل توبہ کر لیں گے، پرسوں توبہ کر لیں گے یہاں تک کہ اسی غفلت میں ملک الموت آ گیا اور اندھیری قبر میں جا سوئے، نہ انھیں مال نے، نہ غلاموں نے، نہ اولاد نے اور نہ ہی ماں باپ نے کوئی فائدہ دیا فرمان الٰہی لا ینفع مال ولا بنون الخ مومن کو چاہیئے کہ ہر گھڑی توبہ کرتا رہے اور گزشتہ گناہوں سے شرماتا رہے، تھوڑی سی متاع دنیا پر راضی رہے، دنیاوی مشاغل کو بھول کر آخرت کی فکر کرے اور خلوصِ قلب سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہے۔

ایک بخیل منافق:۔ ایک منافق انتہائی بخیل تھا، اُس نے اپنی بیوی کو قسم دی کہ اگر تو نے کسی کو کچھ دیا تو تجھ پر طلاق ہے۔ ایک دن ایک سائل اُدھر آ نکلا اور اس نے خدا کے نام پر سوال کیا، عورت نے اسے تین روٹیاں دے دیں، واپسی میں اُسے وہی بخیل مل گیا اور پوچھا تجھے یہ روٹیاں کس نے دی ہیں؟ سائل نے اس کے گھر کے متعلق بتایا کہ مجھے وہاں سے ملی ہیں۔ بخیل تیز قدموں سے گھر کی طرف چل پڑا اور گھر پہنچ کر بیوی سے بولا میں نے تجھے قسم نہیں دی تھی کہ کسی سائل کو کچھ نہیں دینا؟ بیوی بولی سائل نے اللہ کے نام پر سوال کیا تھا لہٰذا میں رد نہ کر سکی۔
کنجوس نے جلدی سے تنور بھڑکایا، جب تنور سرخ ہو گیا تو بیوی سے کہا اُٹھ اللہ کے نام پر تنور میں داخل ہو جا۔ عورت کھڑی ہو گئی اور اپنے زیورات لے کر تنور کی طرف چل پڑی، کنجوس چلایا کہ زیورات تو یہیں چھوڑ جا۔ عورت نے کہا آج میرا محبوب سے ملاقات کا دن ہے، میں اس کی بارگاہ میں بن سنور کر جاؤں گی، اور جلدی سے تنور میں گھس گئی۔ اس بدبخت نے تنور کو بند کر دیا۔ جب تین دن گزر گئے تو اس نے تنور کا ڈھکنا اُٹھا کر اندر جھانکا مگر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ عورت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اس میں صحیح و سالم بیٹھی ہوئی تھی۔ ہاتفِ غیبی نے آواز دی کیا تجھے علم نہیں کہ آگ ہمارے دوستوں کو نہیں جلاتی؟

سیدنا شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔ خود فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار بہجت اسرار سے خواب میں مشرف ہوا، آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا، بسر حانی! جانتے ہو اللہ نے تمھیں تمہارے ہم عصروں سے بلند مقام کیوں دیا ہے؟ میں نے عرض کی نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا اس لیے کہ تم نیکوں کی خدمت کرتے ہو دوستوں

اس کا لڑکا اُٹھا لیا ایک شخص نے بھاگ کر بھیڑیئے کے منہ سے بچہ نکال کر اس عورت کے آگے

حاشیہ بقیہ سابقہ صفحہ کا:۔

کو نصیحت کرتے ہو میری سنت اور اہل سنت سے محبت رکھتے ہو اور اپنے دوستوں سے حسن سلوک روا رکھتے ہو۔

فرمان نبوی ہے جس نے میری سنت کو زندہ کیا اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔

شرعۃ الاسلام اور آثارِ مشہورہ میں ہے جب مذہب میں فتنے پیدا ہو جائیں اور مخلوق میں پراگندگی رونما ہو جائے اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا ہونے کا ثواب سو شہیدوں کے اجر کے برابر ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری تمام اُمت جنت میں جائے گی مگر جس نے انکار کیا، عرض کی گئی حضور! انکار کس نے کیا؟ آپ نے فرمایا جس نے میرا اتباع کیا وہ جنت میں جائے گا، جس نے میری نافرمانی کی اس نے گویا انکار کیا، ہر وہ عمل جو میرے طریقے کے مطابق نہیں وہ گناہ ہے۔

ایک عارفِ باصفا کا ارشاد ہے اگر تو کسی شیخ کو ہوا پر اُڑتا ہوا یا پانی پر چلتا ہوا یا آگ وغیرہ کھاتا ہوا دیکھے لیکن وہ عمداً اللہ کے کسی فرض یا نبی کی کسی سنت کا تارک ہو تو وہ جھوٹا ہے اس کا دعویٰ محبت باطل ہے اور یہ اس کی کرامت نہیں، استدراج[1] ہے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ کوئی شخص بھی اللہ تک اس کی توفیق کے بغیر نہیں پہنچا اور اللہ تک پہنچنے کا راستہ، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء و اتباع ہے۔

حضرت احمد الحواری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ اتباعِ سنت کے بغیر ہر عمل باطل ہے۔

شرعۃ الاسلام فرمان نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے کہ جس نے میری سنت کو ضائع کیا اس پر میری شفاعت حرام ہے۔

اللہ کا دیوانہ عاشق:۔ ایک شخص نے ایک دیوانے سے ایک ایسا عمل سرزد ہوتے دیکھا جو خلاف توقع تھا وہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا اور

---

[1] وہ خرق عادت جو کسی غیر مسلم سے سرزد ہو۔

ڈال دیا عورت نے پوچھا آپ کون ہیں فرمایا یہ لقمہ (بچہ) اس لقمہ کا بدلہ ہے جو تو نے سائل

حاشیہ بقیہ سابقہ صفحہ کا:

واقعہ کہہ سنایا آپ نے کہا اللہ کے بہت سے عشاق ہیں، کچھ چھوٹے ہیں کچھ بڑے، کچھ عقلمند ہیں اور کچھ دیوانے ہیں، جس شخص کو تم نے دیکھا ہے وہ اللہ کا عاشق دیوانہ ہے۔

حکایت :۔ حضرت جنید کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیمار ہو گئے، ہمیں ان کی بیماری کے اسباب کا پتہ نہیں چل رہا تھا، کسی نے ہمیں ایک حکیم حاذق کا پتہ بتلایا ہم ان کا قارورہ اس حکیم کے پاس لے گئے، وہ حکیم کچھ دیر توجہ سے اسے دیکھتا رہا پھر بولا! یہ کسی عاشق کا قارورہ نظر آتا ہے۔ یہ سنتے ہی میں بیہوش ہو گیا اور بوتل میرے ہاتھ سے گر گئی، جب میں نے سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کو واپس آکر واقعہ بتلایا تو انہوں نے تبسم فرمایا اور فرمایا اسے اللہ سمجھے! اس نے یہ کیسے معلوم کر لیا؟ میں نے پوچھا کیا محبت کے اثرات پیشاب میں بھی ظاہر ہوتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں!

حضرت فضیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے، جب تجھ سے پوچھا جائے تو اللہ سے محبت کرتا ہے تو چپ ہو جا کیونکہ اگر تو نفی میں جواب دے گا تو یہ کفر ہو گا اور اگر ہاں کہے گا تو تیرے اندر عاشقوں جیسی کوئی صفت ہی موجود نہیں ہے (اسی طرح تو جھوٹا سمجھا جائے گا) بس خاموشی اختیار کر کے ناراضگی سے بچ جا۔

حضرت سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے دوست کو دوست رکھتا ہے وہ اللہ کو دوست رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے احترام کرنے والے کا احترام کرتا ہے وہ اللہ کا احترام کرتا ہے۔

حضرت سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے، حبِ خدا کی نشانی حبِ قرآن ہے، حب خدا اور حب قرآن کی نشانی حبِ نبی ہے اور حب نبی کی نشانی نبی کی سنت سے محبت ہے اور حب سنت کی نشانی آخرت کی محبت ہے، آخرت کی محبت دنیا سے بغض کا نام ہے اور دنیا سے بغض کی نشانی معمولی مال دنیا پر راضی ہونا اور آخرت کے لیے دنیا کو خرچ کرنا ہے۔

حضرت ابوالحسن زنجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے، عبادت کی بنیاد تین چیزیں ہیں آنکھ[1]، دل[2] زبان[3]۔ آنکھ عبرت کے لیے ہے، دل غور و فکر کے لیے اور زبان سچائی کا گہوارہ اور ذکر و تسبیح کے لیے ہو، چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے:۔

کو فرمادیا تھا۔

حاشیہ بقیہ سابقہ صفحہ کا:۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (تم اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو۔

حکایت :۔ حضرت عبد اللہ اور احمد بن حرب ایک جگہ گئے، احمد بن حرب نے وہاں خشک گھاس کا ایک ٹکڑا کاٹا، حضرت عبد اللہ نے حضرت احمد بن حرب سے کہا تجھے پانچ چیزیں حاصل ہوگئیں تیرے اس فعل سے تیرا دل اللہ کی تسبیح سے غافل ہوا، تو نے اپنے نفس کو اللہ کے ذکر کے ماسوا کاموں کی علوت ڈالی، تو نے اپنے نفس کے لیے ایک راستہ بنایا جس میں وہ تیرے پیچھے پڑے گا، تو نے اسے اللہ کی تسبیح سے روکا اور قیامت کے لیے اپنے نفس کو رب کے سامنے ایک حجت دے دی۔

حضرت شیخ سری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں میں نے شیخ جرجانی کے پاس پسے ہوئے ستو دیکھے، میں نے پوچھا آپ ستو کے علاوہ اور کچھ کیوں نہیں کھاتے؟ انہوں نے جواب دیا میں نے کھانا چبانے اور ستو پینے میں ستر تسبیحوں کا اندازہ لگایا ہے، چالیس سال ہوئے میں نے روٹی کھائی ہی نہیں تاکہ ان تسبیحوں کا وقت ضائع نہ ہو۔

حضرت سہل بن عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پندرہ دن میں صرف ایک مرتبہ کھانا کھاتے اور جب ماہ رمضان آتا تو مہینے میں صرف ایک مرتبہ کھانا کھاتے، بعض اوقات تو وہ ستر دنوں تک بھی کچھ نہ کھاتے۔ جب آپ کھانا کھاتے تو کمزور ہو جاتے اور جب بھوکے رہتے تو قوی ہو جاتے تھے۔

حضرت ابو حماد الاسود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تیس برس کعبہ کے مجاور رہے مگر کسی نے انہیں کھاتے پیتے نہیں دیکھا اور نہ ہی وہ ایک لمحہ اللہ کے ذکر سے غافل رہے۔

حکایت :۔ حضرت عمرو بن عبید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تین کاموں کے علاوہ کبھی گھر سے باہر نہ نکلتے نماز باجماعت کے لیے، مریضوں کی عیادت کے لیے اور جنازوں میں شرکت کے لیے، اور وہ فرماتے ہیں میں نے لوگوں کو چور اور رہزن پایا ہے، عمر ایک عمدہ جوہر ہے جس کی قیمت کا تصور نہیں کیا جا سکتا لہذا اس سے آخرت کے لیے خزانہ کرنا چاہیئے اور آخرت کے طلب گار کے لیے ضروری ہے کہ وہ دنیا میں ریاضت کرے تاکہ اس کا ظاہر اور باطن ایک ہو جائے، ظاہر و باطن اختیار حاصل کیے بغیر حالت کا سنبھالنا مشکل ہے۔

حکایت :۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ابتدائے ریاضت میں جب مجھے نیند آتی ہے تو میں آنکھوں

فائدہ ۸: حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا احسان عام ہے اُس سے کوئی احسان مراد نہیں وہ بارش، ہوا، سورج چاند کی طرح ہو۔

حاشیہ بقیہ سابقہ صفحہ کا:

میں نمک کی سلائی لگاتا، جب نیند زیادہ تنگ کرتی تو میں گرم سلائی آنکھوں میں پھیر لیتا۔

حضرت ابراھیم بن حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے، میرے والد محترم کو جب نیند آنے لگتی تو وہ دریا کے اندر تشریف لے جاتے اور اللہ کی تسبیح کرنے لگتے جسے سُن کر دریا کی مچھلیاں اکٹھی ہو جاتیں اور وہ بھی تسبیح کرنے لگتیں۔

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ نے رب سے دُعا مانگی میری رات کی نیند اڑا دے۔ اللہ نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں چالیس برس تک نیند نہ آئی (اس طرح تمام راتیں اُنھوں نے عبادت میں بسر کیں)

حضرت ... ن حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے جسم کو ٹخنوں سے گھٹنوں تک تیرہ جگہوں سے بیڑیوں میں جکڑ رکھا تھا اور اسی حالت میں وہ دن رات میں ایک ہزار رکعت نفل ادا کرتے تھے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابتدائے حال میں بازار میں جاتے اور اپنی دکان کھول کر اس کے آگے پردہ ڈال دیتے اور چار سو رکعت نفل ادا کر کے دکان بند کر کے گھر واپس آجاتے۔

حضرت حبشی بن داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔

لہٰذا ہر مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ باوضو رہے، جب بے وضو ہو جائے تو فوراً وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کرے، ہر مجلس میں قبلہ رو بیٹھے، حضور دل اور مراقبہ کے ساتھ یہ تصور کرے کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے مواجہہ شریف میں بیٹھا ہے، تحمل اور بردباری کو اپنے افعال میں لازم رکھے، دکھ جھیلے مگر برائی کا بدلہ برائی سے نہ دے، گناہوں سے استغفار کرتا رہے، خود بینی اور ریا کے قریب نہ جائے کیونکہ خود بینی شیطان کی صفت ہے، اپنے آپ کو حقارت سے اور نیک لوگوں کو احترام سے دیکھے اس لیے کہ جو شخص نیکوں کے احترام کو نہیں جانتا اللہ تعالیٰ اسے ان کی صحبت سے محروم کر دیتا ہے اور جو شخص عبادت کی حرمت وعظمت کو نہیں جانتا اللہ تعالیٰ اس کے دل سے عبادت کی شیرینی نکال لیتا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض سے ایک سوال: حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا اے ابو علی! آدمی نیک کب ہوتا ہے؟

مسئلہ :۔ بعض محققین فرماتے ہیں کہ جنت اعمال کی جزا ہے اور توحید کی جزا رویۃ حق ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر احسان کی بہترین انواع ہے۔

حاشیہ بقیہ سابقہ صفحہ کا،

فرمایا جب اس کی نیت میں نصیحت، دل میں خوف، زبان پر سچائی اور اس کے اعضاء سے اعمالِ صالحہ کا صدور ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شبِ معراج نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا اے احمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اگر آپ کو تمام لوگوں سے زیادہ پرہیزگار بننا پسند ہے تو دنیا سے بے رغبتی اور آخرت سے رغبت کیجئے۔ آپ نے عرض کی الٰہ العلمین! دنیا سے بے رغبتی کیسے ہو؟ فرمانِ الٰہی ہوا دنیا کے مال سے بقدر ضرورت کھانے پینے اور پہننے کی چیزیں لے لیجئے اور بس؟ کل کے لیے ذخیرہ نہ کیجئے اور ہمیشہ میرا ذکر کرتے رہیئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا ذکر پر دوام کیسے ہو؟ جواب ملا لوگوں سے علیحدگی اختیار کیجئے، نماز کو اور بھوک کو اپنی غذا بنایئے۔ فرمانِ نبوی ہے:۔ دنیا سے کنارہ کشی جسم و جان کی تازگی ہے اور دنیا میں رغبت میں غم و اندوہ کی فراوانی ہے، دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے اور کنارہ کشی ہر خیر و برکت کی بنیاد ہے۔

دل کی بیماری کا علاج:۔ ایک صالح شخص کا ایک جماعت کے پاس سے گزر ہوا، وہاں ایک معالج بیماریوں اور دوائیوں کا ذکر کر رہا تھا۔ صالح جوان نے پوچھا اے جسموں کے معالج! کیا تیرے پاس دلوں کا بھی علاج ہے، وہ بولا ہاں بتاؤ، دل میں کیا بیماری ہے؟ صالح جوان نے کہا گناہوں کی ظلمت نے اسے سخت کر دیا ہے۔ معالج نے کہا اس کا علاج صبح و شام گریہ و زاری، استغفار، ربِ غفور کی اطاعت میں سعی اور اپنے گناہوں پر معذرت طلبی ہے، دوا تو یہ ہے، شفا رب کے پاس ہے، وہ صالح جوان اتنا سنتے ہی بے حال ہو گیا اور کہنے لگا تم واقعی ایک اچھے طبیب ہو، تم نے لاجواب علاج بتلایا۔ معالج نے کہا یہ اس دل کا علاج ہے جو تائب ہو کر اپنے رب کے حضور آ گیا ہو۔

دو آقاؤں کی خدمت:۔ ایک شخص نے ایک غلام خریدا، غلام نے کہا اے مالک! میری تین شرطیں ہیں:۔

۱۔ جب نماز کا وقت آئے تو مجھے اس کے ادا کرنے سے نہ روکنا۔

۲۔ دن کو مجھ سے جو چاہو کام لو مگر رات کو نہیں۔

فضائل لا الٰہ الا اللہ: (۱) مروی ہے کہ جب بندہ کہتا ہے لا الٰہ الا اللہ تو یہ کلمہ اس کے عمل نامہ میں لکھا جاتا ہے تو یہ کلمہ جہاں سے گزرتا ہے اس کے گناہوں کو مٹاتا جاتا ہے یہاں تک کہ قیامت میں یہ شخص نیکیاں ہی نیکیاں پائے گا جو اس کے قرب میں ہوں گی۔
(۲) حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میری ایسے کلمہ کی طرف رہبری فرمایئے جو مجھے بہشت میں داخل کرے اور دوزخ سے دور کرے۔ آپ نے فرمایا جب تم سے گناہ ہو جائے تو فوراً نیکی کر لیا کرو کیونکہ ایک نیکی کا دس گنا ثواب ملتا ہے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لا الٰہ الا اللہ نیکی ہے آپ نے فرمایا یہ تو تمام نیکیوں سے احسن ہے۔

حاشیہ بقیہ سابقہ صفحہ کا:۔
۳۔ مجھے ایسا کمرہ دو جس میں میرے سوا کوئی نہ آئے۔
مالک نے تینوں شرطیں منظور کرتے ہوئے گھر میں رہنے کے لیے کوئی کمرہ پسند کر لو، غلام نے ایک خراب سا کمرہ پسند کر لیا، مالک بولا تو نے خراب کمرہ کیوں پسند کیا؟ غلام نے جواب دیا اے مالک! یہ خراب کمرہ اللہ کے یہاں چمن ہے چنانچہ وہ دن کو مالک کی خدمت کرتا اور رات کو اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جاتا۔ ایک رات اس کا مالک وہاں سے گزرا تو اس نے دیکھا کمرہ منور ہے، غلام سجدہ میں ہے اور اس کے سر پر ایک نورانی قندیل معلق ہے اور وہ آہ وزاری کرتے ہوئے کہہ رہا ہے، یا الٰہی! تو نے مجھ پر مالک کی خدمت واجب کر دی ہے اگر مجھ پر یہ ذمہ داری نہ ہوتی تو میں صبح و شام تیری عبادت میں مشغول رہتا، اے اللہ! میرا عذر قبول فرمالے۔ مالک ساری رات اس کی عبادت دیکھتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی، قندیل بجھ گئی اور کمرے کی چھت حسب سابق ہموار ہو گئی وہ واپس لوٹا اور اپنی بیوی کو سارا ماجرا سنایا۔
جب دوسری رات ہوئی تو وہ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر وہاں پہنچ گیا، وہاں دیکھا تو غلام سجدہ میں تھا اور نورانی قندیل روشن تھی، وہ دونوں دروازے پر کھڑے ہو گئے، اور ساری رات اسے دیکھ کر روتے رہے، جب صبح ہوئی تو انہوں نے غلام کو بلا کر کہا ہم نے تجھے اللہ کے نام پر آزاد کر دیا ہے تاکہ تو فراغت سے اس کی عبادت کر سکے، غلام نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا ؎

یا صاحب السّرّان السّرّ قد ظهرا ولا ارید حیاتی بعد ما اشتهرا

اے صاحب راز، راز ظاہر ہو گیا، اب میں اس افشائے راز اور شہرت کے بعد زندگی نہیں چاہتا۔ پھر کہا اے الٰہی! مجھے موت دے دے اور گر کر مر گیا۔ واقعی صالح، عاشق اور طالب مولیٰ لوگوں کے حالات ایسے ہی تھے۔ مزید تفصیل فقیر کی کتاب العتق فی العشق میں ہے۔ (حاشیہ ختم)

فائدہ ۸:۔ توحید کی شرافت اتنا کافی ہے کہ یہ ایمان ہے اور ایمان تمام نیکیوں کی جڑ ہے اور اس سے قلب روشن ہوتا ہے اور قلب ہی تو اللہ تعالیٰ کی نگاہ کا مرکز ہے اور گناہوں کی میل کچیل اسی سے ہی دُھلتی ہے پھر اسی سے ہی دل اُجلا صاف اور شفاف ہوتا ہے۔

فبای اٰلاء ربکما تکذبٰن ۔ (تم اپنی رب کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کرو گے) جو اس کی نعمتیں دنیا و آخرت میں تمہیں نصیب ہوتی ہیں۔

و من دونھما جنّتٰن (اور ان دو جنتوں کے آگے اور دو جنتیں ہیں) یہ مبتدا و خبر ہیں یعنی مذکورہ دو جنتوں کے علاوہ خائفین مقربین کے لیے دیگر دو جنتیں ہیں اور یہ اُن پیکلے ہیں جو ان کے ماسوا ہیں یعنی اصحاب الیمین۔ اس سے معلوم ہوا کہ خائفین دو قسم ہیں ہیں ۔ ۱۔ مقربین (۲) اصحاب الیمین یہ فضائل علمیہ و عملیہ کے لحاظ سے مقربین کے علاوہ ہیں اس سے معلوم ہُوا کہ دون بمعنی ادنیٰ مرتبہ و منزلت والے یہاں دون بمعنی غیر نہیں۔ اس معنیٰ پر پہلی دو جنتیں ان دو جنتوں سے افضل ہیں جیسے مقربین ابرار سے افضل ہیں اور دون دناءۃ سے کبھی نہیں بلکہ الدنو بمعنی القرب سے ہے ۔ یعنی ان دو جنتوں کے آگے عرش تک دو جنتیں اور ہیں یعنی عرش کو قریب تر اور ان دو جنتوں سے ارفع (زیادہ بلند) ہیں ۔ بعض مفسرین نے دُون کو غیر کے معنیٰ میں بھی لیا ہے چنانچہ علّامہ کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ بغیر ان دونوں جنات کے جو مذکور ہوئیں دو جنات (باغات) اور ہیں۔ کہتے ہیں کہ پہلے دو باغ سونے کے یہ سابقین کے لیے ہیں دوسرے دو باغات چاندی کے اصحاب الیمین کے لیے ہیں۔

فائدہ ۸:۔ صاحب کشف الاسرار نے مطلق لکھا ہے اس میں کسی کے لیے تخصیص نہیں فرمایا چنانچہ لکھتے ہیں کہ دو پہلی جنتوں کے علاوہ دو جنتیں ہیں جن کے برتن اور ان کے اندر کی دیگر اشیاء چاندی کی ہیں اور دوسری دو جنتیں سونے کی جن کے برتن اور اندر کی اشیاء سونے کی ہیں اور ہر مرد و عورت بہشتی کو دو دو جنتیں ملیں گی ایک ان کے اعمال کی جزا سے دوسری ان کافروں کی وراثت سے جو جہنم میں چلے گئے۔ بعض نے کہا کہ ہر مرد و عورت کو چار جنتیں ملیں گی جہات اربعہ سے تاکہ ہر طرف سے فرحت و سرور پائیں کہ جس طرف جائیں باغات ہی باغات ہوں اور ہر جہت سے نفع اُٹھائیں اور لطف پائیں اور انسان کی جو طبیعت ہے اس کا تقاضا بھی یونہی ہے کہ اس کی ملال و رنج یونہی دفع ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے چار سو باغات ہی باغات پائے تاکہ جہاں منتقل ہونا چاہے اسے باغات ہی باغات میسر ہوں خلاصہ یہ کہ دون کی پانچ (۵) تقریریں ہو سکتی ہیں :۔

۱۔ من دونھما فوقھما یعنی پہلی دو جنتوں کے اُوپر دو جنتیں۔

۲۔ من دونهما صفیتہما۔ ان میں دو جنتوں کی صفتوں کے علاوہ دیگر صفات والیں۔

۳۔ من دونهما فی الدرج۔ درجات کے لحاظ سے ان دو پہلی جنات کے علاوہ۔

۴۔ اما مهما دان دو کے آگے اور دو۔

۵۔ قبلهما دان دو سے پہلے دو۔

دونها سفر طال
و فلاۃ
و میل یفضی الی امیال

ترجمہ:۔ بہت سے جنگل ہیں جن کے آگے بڑا لمبا سفر ہے ایک میل طے کرنے کے بعد آگے کئی میل نظر آتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ:۔ ادنی مرتبہ والی کی تفسیر شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ کی تاویلات سے مؤید ہے فرمایا کہ اس میں ان ابرار کی جنتوں کی طرف اشارہ ہے جو اعمال صحیحہ و اقوال مستقیمہ پہ قائم اور مراتب سنیہ کے ناظر اور مراتب و مقامات علیہ (بلند) کے طالب ہیں یعنی ان کے لیے دو مذکور جنتوں کے علاوہ دیگر دو جنتیں ہیں ان کے لیے جو اپنی ناسوتیت سے فانی اور لاھوتیت میں باقی ہیں۔

فبای الاء ربکما تکذبٰن۔ "تو تم اپنے پروردگار کی تکذیب کرتے ہو" مذکورہ بالا دو جنتوں میں سے۔

تفسیر عالمانہ:۔ مدھامتان۔ یہ جنتان کی صفت ہے۔

حل لغات:۔ یہ ادہام الشئ یدھام ادہاماً فھو مدھام سے ہے بمعنی اسود (سیاہ ہوا) تاج المصادر میں ہے کہ باب افعیلال ہمچوں ادھیمام بمعنی سیاہ ہونا کیونکہ دھمۃ (بالضم) بمعنی السواد (سیاہی) ادہم بمعنی سیاہی غالب ہوگی سبزی اور تری کی شدت سیاہی مائل ہوں گے۔

سبز رنگ کا فائدہ:۔ سبز رنگ دیکھنے سے آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے۔

حدیث شریف:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں آنکھ کی روشنی بڑھاتی ہیں:

۱۔ سبزی ۲۔ جاری پانی ۳۔ حسین چہرہ دیکھنا۔

سرمہ کے فوائد:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اثمد ؛

۱۔ نیند کے وقت آنکھ میں سلائی سے لگانا آنکھ کی بینائی کو نفع دیتا ہے۔

۲۔ اعصاب کو قوت بخشتا ہے۔

۳۔ بہت سی آفات ۔ اور

۴۔ اوجاع (درد وں) کو دفع کرتا ہے بالخصوص بوڑھے مردوں اور عورتوں کو۔

فائدہ: اثمد (سیاہ سرمہ) اس میں بہتر اصفہانی ہے اور وہ بارد (ٹھنڈا) یابس (خشک) ہے۔

۵۔ سرمہ کے ساتھ مسک ملایا جائے تو اور زیادہ فائدہ دیتا ہے۔

۶۔ سرمہ آگ کے جلے ہوئے کو نفع دیتا ہے جب اس پر لیپ دیا جائے اور اس کے ساتھ شحم ملائی جائے۔

۷۔ سرمہ نکسیر کو بند کرتا ہے جب دماغ کے پردوں سے خارج ہو رہی ہو۔

حدیث شریف: میں ہے تمہارے سرموں میں بہتر سرمہ اثمد ہے یہ بال اگاتا اور آنکھ کی بینائی کو روشن کرتا ہے۔ (جریدۃ العجائب)

فائدہ: مدھامتان میں اشارہ ہے کہ ان دو پچھلے باغات میں انگوریاں اور پھول وہ ہوں گے جو زمین پر پھیلے ہوئے ہوں گے بخلاف پہلے دو باغات کے کہ ان میں درخت اور پھل بکثرت ہوں گے اس سے ثابت ہوا کہ پہلے دو باغ دوسرے باغات سے افضل ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے ان دو جنتوں کے اصحاب پر قوت بناتیہ کا غلبہ ہے یعنی اصحاب الیمین اور دوسری دو جنتوں میں اشارہ ہے کہ پہلی دو جنتوں والوں پر قوت روحانیہ کا غلبہ ہے کیونکہ ان میں اشجار و فواکہ (میوے) بکثرت ہیں اور ان کے اصحاب مقربین ہیں۔

فبای الاء ربکما تکذبٰن ۔ (تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کرو گے) کہ تمہاری آنکھیں دو باغات کی انگوریوں کی سبزی سے دیکھنے کا فائدہ اٹھاتی ہیں۔ اور ان کے پھولوں سے تمہارے ناک خوشبو کے مزے لوٹتے ہیں۔

مسئلہ: فقہاء کرام نے فرمایا کہ جب نماز میں ایک ایسی آیت پڑھی جس کا صرف ایک کلمہ ہے جیسے **مدھامتان** ۔ یا جس کا صرف ایک حرف ہے جیسے ق ۔ ص ۔ ن یہ ہر ایک بعض کے نزدیک ایک ایک آیت ہیں تو صحیح تر یہ ہے کہ یہ الفاظ فرض قرأۃ کے لیے کافی نہ ہوں گے کیونکہ ان الفاظ کے پڑھنے والے کو (عرف میں) قاری نہیں کہا جاتا کیونکہ قرأۃ بمعنی حروف و کلمات کو آپس میں ایسا ملانا کہ ان کے بعض کا بعض سے ترتیل میں تعلق ہو اور عرف میں ان الفاظ کا ایک دوسرے سے ترتیل میں تعلق نہیں۔

تفسیر عالمانہ :۔ فیہما عینان نضاختان (ان میں دو چشمے جاری ہیں)۔

حل لغات :۔ اہل عرب کہتے ہیں نفخہ منعہ کی طرح بمعنی رشنہ قطرے بہائے نفخ الماء بمعنی چشمے سے اس کے پانی نے جوش مارا (قاموس) اب معنی یہ ہوا کہ ان دو جنتوں میں پانی کے ایسے دو فوارے ہیں کہ بند نہیں ہوتے ان میں پانی کا ایسا جوش ہے کہ ان سے جتنا پانی نکالا جائے اتنا ہی پانی جوش مارتا ہے (ختم ہونے کا امکان تک نہیں) اس سے بھی پچھلے دو باغات کا پہلے دو باغات سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ پہلے دو کے لیے صرف فرمایا تجریان۔ ان کے لیے فرمایا نضاختان النفخ الجری سے کم ہے کیونکہ النفخ فوران۔ پانی کا جوش مارنا وہ یوں ہے کہ ایک جگہ سے پانی لیا جائے تو اسی جگہ سے دوسرا پانی نکل آئے اور یہ بات جاری پانی میں نہیں ہاں یہ بات ہے کہ جریان نفخ سے ابلغ ہے۔



فائدہ :۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نضاختان بمعنی مشک و عنبر سے جوش مارنے والے دو چشمے اور قلبی نے فرمایا خیر و برکت سے جوش مارنے والے۔

فبای الاء ربکما تکذبٰن۔ "تو تم اپنے رب کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کرتے ہو" کہ تمھیں ان دونوں چشموں سے جی بھر اور سیر ہو کر شراباً طہوراً پینا نصیب ہوگا۔

فیہما فاکہۃ ونخل ورمان۔ ان میں میوے اور کھجور اور انار ہوں گے۔ نخل ورمان کا فاکہۃ پر عطف ایسے ہے جیسے جبریل و میکائیل کا ملائکہ پر اس سے ان کی فضیلت کا اظہار ہے اس لیے نخل (کھجور) میوہ بھی ہے غذا بھی اور رُمان بمعنی انار یہ میوہ بھی ہے دوا بھی۔ یہ دنیا کے حسب حال ہے ورنہ بہشت کا ہر میوہ صرف مزہ اور لذت کے لیے ہوگا۔

مسئلہ :۔ جس نے قسم کھائی کہ فاکہہ (میوہ) نہ کھائے گا تو سوکھی کھجور کھائی یا انار کھایا تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک حانث نہ ہوگا ایسے ہی انگور کا ان کے نزدیک یہی حکم ہے۔

مسئلہ :۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے قسم کھائی کہ الفاکہہ (میوہ) نہ کھائے گا انار اور کھجور کھالی تو حانث نہ ہوگا خلافاً لصاحبیہ وغیرہما (ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ تعالیٰ)۔

قاعدہ :۔ جس نے کھجور و انار کو فاکہہ سے شمار کیا ہے اس کے نزدیک یہاں کی تخصیص محض فضیلت کے اظہار کے لیے جیسے ابھی گزرا اور کھجور کی فضیلت کا بیان ابھی گزرا اور تفصیل ہم سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

جنتی کھجور :۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جنت کی کھجور کا تنا زمرد اخضر کا ہے اور

اس کا چھلکا سرخ سونے کا اور اس کے پتّے اہل جنت کی پوشاک ہوں گی۔ بعض ان کے بچھونے اور بعض پہننے کی پوشاکیں اور اس کے پھل بڑے مٹکے یا بوکے کی طرح ہوں گے جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھے اور دودھ سے زیادہ لذیذ اس میں کچے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ جب ایک دفعہ میوہ لیا جائے گا تو فوراً ہی اس کا میوہ اسی جگہ پیدا ہو جائے گا اس کی نہریں غیر محدود۔

فائدہ:۔ انار گرم علاقوں میں ہی قوت پاتا ہے۔

انار کے فضائل:۔ (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرمایا کہ انار کی مادہ پھل نہیں دیتی جب تک اس میں بہشت سے دانہ نہ آئے۔

(۲) حضرت الامام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب تم انار کھاؤ تو تھوڑی سی شحم بھی اسی سے کھا لیا کرو کیونکہ وہ معدے کا دباغ ہے۔

(۳) اس کا کوئی دانہ پیٹ میں نہیں جس سے دل میں نور پیدا نہ ہو۔

(۴) اس کا ہر دانہ شیطان کے وسوسہ کو چالیس دن تک نکالتا ہے۔

(۵) حدیث شریف میں ہے جو انار کھائے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو چالیس دن تک منور رکھتا ہے۔

فائدہ:۔ ہر انار ہی لطافت سے خالی نہیں لیکن بڑا میٹھا اور نرم ان سب سے زیادہ اچھا ہوتا ہے وہ گرم رطب ہے۔

۶۔ سینہ۔ اور

۷۔ حلق کو نرم کرتا ہے۔

۸۔ معدے کو جلا بخشتا ہے۔

۹۔ خفقان (بیماری) کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

۱۰۔ قوت باہ بڑھاتا ہے۔

۱۱۔ اس کے چھلکے سے ہوام (ایذا رساں کیڑے وغیرہ) بھاگ جاتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے اصحاب یمین بہ نسبت مقربین کے استعداد میں کمزور ہیں اسی لیے کہ انار دوا ہے میوہ نہیں اور دوا کا گھر میں تیار رکھنا گھر والے کی ضعف مزاج پر دلالت کرتا ہے۔

فبای الاء ربکما تکذبٰن۔ "تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کرتے ہو" کہ تمہارے لیے وہ اشیاء (میوے) تیار فرمائے جن سے تم لذت پاؤ۔

تفسیر عالمانہ: فیہن خیرات حسان - ان میں حسین چہرے والیاں ہیں۔ یہ جنتان کی دوسری صفت ہے پہلے جملے کی طرح ہے۔

سوال:- ھُنّ ضمیر کیوں حالانکہ جنتان تثنیہ ہے جواب گذرا ہے وہ یہ کہ ہر جنۃ کو ایک مستقل گروہ قرار دے کر دونوں کو بہت بڑے گروہ کے طور پر ضمیر لائی گئی ہے۔

حل لغات: خیرات مخففہ از خیرات خیرہ کی جمع ہے اس لیے خیر جو اخیر کے معنیٰ میں ہو اس کی جمع نہیں اسے خیرون وخیرات نہیں کہا جاتا۔ خیرات بمعنی برگزیدہ عورتیں۔

خیرات: خیرات (زنان بہشت کی تعریف میں مندرجہ ذیل صفات وارد ہیں:
۱۔ لسن بدمرات ۲۔ ولا بخرات ۳۔ ولا متطلعات ۴۔ ولا متشوفات ۵۔ ولا ذربات ۶۔ ولا سلیطات ۷۔ ولا طماحات ۸۔ ولا طوافات فی الطرق (شرح الحروف والمذکور) وہ عورتیں ۱۔ دمرات نہیں۔ دمرات دمر سے ہے بمعنی بدبوئی یعنی وہ بدبو والی نہیں اور وہ ۲۔ بخرات نہیں البخر (بالتحریک) سے ہے بمعنی منہ اور بغل وغیرہ کی بدبو یعنی وہ منہ اور بغل وغیرہ کی بدبو والی نہیں اور وہ ۳۔ متطلعات نہیں التطلع سے ہے اور بمعنی چشم داشتن۔ عافی اللہ من لم یتطلع فی فمک ای یتعقب کلامک (اللہ اسے معاف فرمائے جس نے تیرے منہ کو نہ جھانکا یعنی تیرے کلام کا تعاقب نہ کیا یعنی وہ تمہاری بات کا تعاقب نہیں کرتیں اور وہ متشوفات نہیں (فضول ہار سنگار کرنے والی نہیں۔ تشوف سے ہے بمعنی ہار سنگار کرنا اور کسی سے اُمید رکھنا۔ یہ الیٰ سے متعدی ہوتا ہے۔ القاموس میں ہے کہ شفتہ شوفاً بمعنی جلوتہ (میں نے اسے سنگارا) اور شیفتہ الجاریۃ (لڑکی نے سنگار کیا) تشاف (ہار سنگار کرتی ہے) الی الخیر تطلع۔ خیر کی طرف جھانکتی ہے۔ و من السطح تطاول۔ ونظر واشرف۔ چھت سے جھانکا اور دیکھا ۵۔ ولا ذربات اور وہ تیز بان نہیں۔ یہ ذرب فرح کی طرح سے ہے۔ ذربا وذرابۃ فہو ذرب بمعنی حد (تیز ہے) الذربۃ بمعنی تیز زبان والی اور وہ ۶ سلیطات (زبان دراز) نہیں السلط والسلیط بمعنی الشدید اور طویل اللسان اور وہ طماحات نافرمان نہیں۔ طمح بصرہ الیہ منع کی طرح بمعنی ارتفع والمراۃ طمحت فہی طامح (گلیوں کا چکر لگانے والیاں نہیں (طوافات بمعنی دوارات آوارگی سے گھومنے پھرنے والیاں)۔

حسان کی تحقیق:- حسان حسنۃ وحسناء کی جمع ہے یعنی حسین چہرے اور نیک خصلت والی یعنی نیک رو و نیک خو۔ اور ان سے حورین مراد ہے۔ بعض نے کہا ان سے

نیک رو و نیک خو اہل ایمان عورتیں مراد ہیں۔ پہلے معنیٰ پر آنے والا مضمون دلالت کرتا ہے۔

حُورِعین کا نور:۔ (۱) حدیث شریف میں ہے کہ :۔

لو ان امرأۃ من نساء اھل الجنۃ اطلعت علی السمٰوٰت والارض لاضاءت ما بینھما ولملأت ما بینھما ریحا ولعصائبھا علی راسھا خیر من الدنیا و ما فیھا (روح البیان ص ۳۱۲ ج ۹)

اگر اہل جنت کی کوئی عورت آسمانوں اور زمین کی طرف جھانکے تو ان کے درمیان تمام مقامات روشن ہوں اور وہ خوشبو سے بھر جائیں ان کے سر کا دوپٹہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔

(۲) حدیث شریف میں ہے :۔

لو ان حوراء بزقت فی بحر لعذب ذلك البحر من عذابۃ ریقھا (روح البیان ص ۱۸۰ ج ۹)

اگر حور دریا میں تھوکے تو وہ دریا اس کے لعاب دہن سے میٹھا ہو جائے۔

(۳) مروی ہے کہ وہ عورتیں (حوریں) کہتی ہیں کہ :۔

نحن الناعمات فلا نبأس والراضیات فلا نسخط نحن الخالدات فلا نبید طوبیٰ لمن کنا لہ وکان لنا۔

ہم نازک ہیں ہم نا اُمید نہیں۔ ہم خوش ہیں ناراض نہیں ہوتیں۔ ہم دائمی ہیں مٹتی نہیں اسے مبارک ہو جس کے لیے ہم ہیں اور وہ ہمارے لیے ہے۔

(۴) حدیث شریف میں ہے کہ جب وہ حوریں مذکورہ بالا کلمات کہتی ہیں تو انہیں دنیا والی اہل ایمان عورتیں جواب دیتی ہیں کہ :۔

نحن المصلیات وما صلیتن و نحن الصائمات وما صمتن ونحن المتصدقات وما تصدقتن فغلبنھن واللہ غلبنھن (ایضاً)۔

ہم نماز پڑھتی ہیں تم نہیں پڑھتیں ہم روزہ رکھتی ہیں تم نہیں رکھتیں۔ ہم صدقہ دیتی ہیں تم نہیں دیتیں بخدا یہ اُن پر غالب آجاتی ہیں۔

فائدہ :۔ اس سے ثابت ہوا کہ دوسری دو بہشتیں اور ہیں اور پہلی دو اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی دو جوڑی کی صفات میں فرمایا کہ کانھن الیاقوت والمرجان ۔ اور دوسری دو کے لیے فرمایا کہ فیھن خیرات حسان اور ظاہر ہے کہ یاقوت و مرجان کے حسن جیسا کوئی اور حسن کہاں۔

تفسیر صوفیانہ:- تاویلات نجمیہ میں ہے کہ فیہن خیرات حسان سے حسن معاملات و فاضلات و مکاشفات عالیات مراد ہیں یہ وصف بھی دلالت کرتی ہے کہ جنۃ المقربین جنۃ الابرار و اصحاب الیمین سے افضل ہے اس لیے کہ اس جنۃ کا ثمرہ فناء و بقاء اور اس کا معاملات و تحسین الاخلاق۔ فبا ای الاء ربکما تکذبٰن "تم اپنے رب کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کرتے ہو" کہ تم پر عورتیں جیسی نعمتیں بخشیں تاکہ تم ان سے نفع اٹھاؤ۔

تفسیر عالمانہ:- حور۔ یہ خیرات سے بدل ہے۔

حل لغات:- حور حوراء کی جمع ہے بمعنی بیضاء (سفید رنگ والی) دوسری آیت میں ان کے لیے "عین" کہا گیا ہے۔ عیناء کی جمع ہے بمعنی عظیمۃ العیناء (موٹی آنکھوں والی) بعض نے کہا سخت سیاہ آنکھوں والی۔

مقصورٰتٌ فی الخیام (وہ پردوں میں بند ہیں) مقید ہیں خیموں میں۔

فائدہ:- حضرت کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شوہروں کے شور سے نگاہوں کو بند کئے ہوئے ہیں۔

فائدہ:- اس میں اشارہ ہے کہ وہ غیر محارم کے سامنے ظاہر نہیں ہوں گی اگرچہ جنت دار التکلیف نہیں۔ یہ دراصل نور قبیل اسرار ہیں کہ جنہیں غیروں سے بچایا جاتا ہے ان پر غیرت کی وجہ سے۔

حل لغات:- کہا جاتا ہے امرأۃ قصیرۃ و قصورۃ ای مخدرۃ و مستورۃ۔ (عورت باپردہ اور محجوب ہے کہ کہیں باہر نہیں جاتی) و مقصورات الطرف علی ازواجھن لا یبغین بھم بدلا۔ (اپنے شوہروں پر نگاہیں رکھتی ہیں ان کے بجائے دوسروں کو نہیں چاہتیں)۔

الخیام خیمہ کی جمع ہے لکڑیوں پر کھڑا کیا ہوا قبہ۔ ایسے ہی دنیا کے جمیع قبہ جات اور خیمے وہ ہیں جنہیں جنت کے قبہ جات اور خیموں سے کوئی نسبت نہیں سوائے اس کے کہ نام ایک ہے۔ بعض نے کہا کہ بہشت کے قبے اور خیمے خالص موتیوں کے ہیں جن کی چوڑائی ساٹھ مربع میل ہے ان کے اہل نہیں دیکھتے سوائے اس وقت کے جب ان کے ہاں اہل ایمان گھومتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہر زوجہ کے لیے علیحدہ علیحدہ خیمہ ہے جس کی چوڑائی ساٹھ میل ہے۔ بعض نے خیام سے عورتوں کے وہ گھر مراد لیے ہیں یعنی حجلہ جس میں وہ مستور ہیں۔

حل لغات:- دولہا دلہن کے لیے ایک خاص قسم کا گھر کی طرح تیار کیا جاتا ہے اسے حجلہ کہا جاتا ہے

القاموس میں ہے کہ الحجلہ (محرکتہ) قبہ کی شکل میں ایک جگہ جسے دلہن کے لیے کپڑوں اور پردوں سے آراستہ کیا جاتا ہے اس کی جمع حجل وحجال آتی ہے۔

تفسیر صوفیانہ نمبر (۱) :- البقلی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قلوب کی کنیزوں کی وصف بتائی کہ انہیں اپنے اولیاء کے لیے پیدا فرمایا اور اپنے نور کا لباس پہنایا اور انہیں حجلہ قدس میں سریر اُنس پر بٹھایا ہوا اور ان پر دریا قوت کے پردے ڈال دیئے ہیں وہ اپنے شوہروں یعنی عارفین کاملین کا انتظار کر رہی ہیں۔ وہ اپنے شوہروں یعنی عارفین وکاملین کے سوا کسی غیر کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتیں۔

تفسیر صوفیانہ نمبر (۲) :- آیت میں اشارہ ہے کہ اسماء بتقسیم اول دو قسم ہے۔

(۱) کونیہ یعنی ان کے لیے کون وفساد کے ملک میں مظاہر ہیں۔
۲۔ غیر کونیہ کون وفساد کے ملک میں مظاہر ہیں بلکہ یہ غیبیہ اور پوشیدہ اسرار ہیں یعنی ان کے لیے دو جنتوں کے خصائص ہیں۔ معانی وحقائق ہیں ان کے مظاہر اس عالم دنیا میں ظاہر نہیں بلکہ وہ خیام الغیب المکنون فی السر میں مستور ہیں۔

فبای الاء ربکما تکذبٰن "تو تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کونسی نعمت کی تکذیب کرو گے"؛ حالانکہ اس نے تمہارے لیے وہ نعمتیں پیدا فرمائی ہیں جو صرف اور صرف تمہارے مقصور و مستور ہیں۔

تفسیر عالمانہ :- **لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان**۔ انہیں ہاتھ نہیں لگایا کسی انس اور جان نے، جیسا کہ اس کی نظیر بجمیع وجوہ گزری ہے۔ بعض نے کہا کہ قبلھم سے اصحاب الجنتین مراد ہیں جیسا کہ جنتین کا ذکر دلالت کرتا ہے۔

فائدہ :- کشف الاسرار میں ہے کہ اس کا تکرار تشویق میں زیادتی اور رغبت میں تاکید مطلوب ہے اسی میں ہے کہ درحقیقت یہاں تکرار ہے ہی نہیں کیونکہ پہلے مضمون میں ازواج المقربین کا بیان تھا اب ازواج الابرار کا ذکر۔

بھلے بھلے :- حضرت محمد بن کعب نے فرمایا کہ بہشت میں ہر ایک مومن کو ایک ہزار ثیب ایک ہزار باکرہ عورتیں اور ایک ہزار حوریں عطا ہوں گی۔

فبای الاء ربکما تکذبٰن۔ "تو تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کرتے ہو۔" حالانکہ وہ نعمتیں دنیوی نعمتوں کی طرح نہیں کیونکہ دنیوی عورتوں کو ایک بار کسی کا ہاتھ مس کرتا ہے یعنی کسی سے اس کا نکاح کرتا ہے پھر دوسرے سے نکاح ہوتا ہے (جب پہلا شوہر مر جائے یا طلاق دے دے) یہ ایک نئی عجیب نعمت ہو گی کہ کسی سے پہلے نکاح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیا خوب اس کا وصال

اور کیا خوب اس کا حسن و جمال کوئی بھی اسے بیان نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کی وصف کا کوئی انتہا ہے اس میں عقول حیران اور قلوب مدہوش۔

تفسیر عالمانہ:۔ متکئین ۔ یہ حال ہے اس کا ذوالحال محذوف ہے جس پر قبلھم کی ھم ضمیر دلالت کرتی ہے یعنی درانحالیکہ وہ سہارا لگائے ہوئے ہوں گے۔

علیٰ رفرف

حل لغات:۔ یہ اسم جنس ہے یا اسم جمع ہے اس کا واحد رفرفۃ ہے۔ بعض نے کہا رفرف وہ لمبے پردے جو کپڑوں سے اوپر کی طرف سے لٹکائے جاتے ہیں یا بچھونے کی ایک قسم ہے یا سرہانے کی۔ المفردات میں فرمایا کہ رفرف ایک قسم کا کپڑا جو باغ کے مشابہ ہوتا ہے۔ رفرف کے معانی میں ریاض (باغات) بھی آیا ہے نوشیرواں کا بچھونا ۶۰ × ۶۰ ہاتھ تھا جو اس کے محل میں بچھایا جاتا اس پر موتیوں اور رنگ ورنگ موتیوں کا جڑا ؤ تھا اور کپڑے کا بہار کے پھولوں سا رنگ تھا یہ اس وقت اٹھایا جاتا جب اس کا رنگ مٹ جاتا۔

القاموس میں ہے کہ رفرف سبز رنگ کا کپڑا جس سے گدے و بستر بنائے جائیں اور اسے بچھایا جائے اور فضول المجالس اور فرش اسی سے تیار ہوتے ہیں اور وہ جو بچ جائے اسے دوہرا کر دیا جاتا ہے اور فراس و رقیق ریشم سے تیار ہوتے ہیں۔

خضر۔ سبز رنگ کے یہ رفرف کی صفت۔ اخضر کی جمع ہے اخضر و خضرۃ ایک شے ہے بمعنی وہ رنگ جو سفید و سیاہی کے درمیان لیکن سیاہی کو قریب تر ہو اسی لیے کبھی سیاہ کو سبز اور سبز کو سیاہ کہا جاتا ہے۔

و عبقری ۔ اس کا عطف رفرف پہ ہے اس سے اس کی جنس مراد ہے اسی لیے اس کی صفت جمع آئی ہے یعنی حسان کو عبقری کے معنیٰ پر محمول کر کے۔

حل لغات:۔ احسان حسن کی جمع ہے۔

تفاسیر العبقری:۔ (۱) عبقر کی طرف منسوب ہے۔ اہل عرب کا خیال ہے کہ عبقر کسی شہر کا نام ہے جہاں جنات بکثرت ہیں ہر عجیب شے اس کی طرف منسوب ہوتی ہے۔

(۲) قطرب نے کہا کہ یہ کسی شے کی طرف منسوب نہیں بلکہ یہ کرسی کی طرح ہے وہ ایک بستی ہے جہاں کے کپڑے حسین ہوتے ہیں۔ عبقری عباقری کی طرح بچھونے کی ایک قسم ہے۔

۳۔ المفردات میں ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ وہ جنات کی جگہ ہے۔ ہر عجیب انسان و حیوان اور کپڑا اسی طرف

منسوب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وعبقری حسان۔ وہ ایک بچھونے کی قسم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بہشت کے بچھونوں کے لیے مثال دے کر فرمایا ہے۔

(۴) التکملہ میں ہے کہ عبقر ایک جگہ کا نام ہے جہاں نقاشی کا کام ہوتا ہے عربی جب اچھی شے کو دیکھتے تو اُس کی طرف منسوب کر دیتے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی عادت پر فرمایا ہے۔

(۵) فتح الرحمٰن میں ہے العبقری اچھے بچھونے جن میں فوٹو (تصویریں) ہوں عربی جب اچھی شے کو دیکھتے یا اس کی طرف منسوب کرنا چاہتے تو کہتے عبقری۔

(۶) ابن عطیہ نے فرمایا اسی محاورہ سے ہے جو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف میں فرمایا کہ میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ کنوئیں سے پانی نکال رہے ہیں میں نے ان جیسا قوی مضبوط اور حسین سردار نہیں دیکھا کہ نہایت پھرتی سے پانی نکال رہے ہیں۔

(۷) بعض نے کہا ایک شخص کا نام ہے جو مکہ معظمہ میں رہتا تھا وہ چاندنیاں تیار کرتا جو نہایت ہی بہتر ہوتی تھیں پھر ہر اچھی شے اسی کی طرف منسوب ہونے لگی یعنی عبقری ایک قیمتی بچھونا جو نہایت ہی بہتر تھا اللہ تعالیٰ نے پہلے (بہشتیوں) کے لیے فرمایا۔

متکئین علیٰ فرش بطائنہا من استبرق "ان کے بچھونوں کے باہر والے حصے کا ذکر ترک فرمایا تاکہ ان کی رفعت شان کا اظہار ہو اور معلوم ہو کہ وہ ایسے ذی شان بچھونے ہیں جہاں افہام و عقول کا پہنچنا مشکل ہے دوسروں (بہشتیوں) کے لیے فرمایا متکئین علیٰ رفرف خضر عبقری اب سے ہر دونوں کے درمیان فرق خود سمجھ لیجئے۔

فائدہ: بعض نے کہا استبرق ریشم اور العبقری (منقش کپڑا) اور دیباج منقش سے اعلیٰ ہوتا ہے۔

(۸) ابن الشیخ نے فرمایا رفرف وہ بستر جس پر اس کا صاحب آرام کرے اور وہ ہر وقت اس کے ساتھ ہو جہاں چاہے وہ اسے اٹھا کر لے جائے۔

شب معراج کا رفرف: حدیث معراج میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو آپ کے ہاں رفرف آئی اور جبریل علیہ السلام سے لے کر آپ کو سید العرش تک لے اُڑی۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رفرف مجھے لے کر اُڑی یہاں تک کہ اُس نے مجھے میرے رب کے ہاں پہنچا دیا اس کا اڑنا کبھی اُونچا ہو جاتا کبھی نیچے۔ جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی کا ارادہ فرمایا تو عرش سے آپ کو رفرف نے لے لیا اور نیچے کو اترتے ہوئے جبریل علیہ السلام کے سپرد کر دیا۔

(۹) اس سے معلوم ہوا کہ رفرف اللہ تعالیٰ کے ہاں بمنزلہ ایک خادم کے ہے جو مخصوص اُمور کے لیے خاص ہے کہ جو وہ ایک خاص قربت و دُنو کے مقام پہ ہے جیسے براق ایک مخصوص سواری ہے جس پر صرف اور صرف انبیاء علیہما السلام کے لیے خاص ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ رفرف کو بہشت میں اللہ تعالیٰ اہل جنت کے تابع کر دے گا جس پر وہ سہارا لگائیں گے اور اسے بستر کے طور پر استعمال کریں گے۔ اور اس سے سواری کا کام لیں گے کہ وہ انہیں بہشت کی نہروں کے کناروں تک جہاں چاہیں اُڑا کر لے جائیں ایسے ہی ان کو بستروں اور ان کی ازواج اور محلات کو بھی اُٹھا کر ان کے ساتھ لے جائے۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ رفرف ان سبز رنگ کے بستروں سے زیادہ سبز ہو گی جن کا اُوپر ذکر ہوا یعنی متکئین علی فرش میں۔

فبای اٰلاءِ ربکما تکذبٰن۔ (تو تم اپنے رب کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کرو گے) حالانکہ تمھارے لیے اللہ تعالیٰ نے وہ بہترین فرش تیار فرمائے جس پر تم سہارا لگاؤ اور آرام کرو۔

تبارک اسم ربك (برکت والا ہے تیرے رب کا نام) یعنی اسی کو تنزیہ و تقدیس ہے۔ اس میں تقریر ہے اس کی جو سورہ کریمہ (رحمٰن) میں وہ نعمتیں مذکور ہوئیں جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عطا فرمائیں یا عطا فرمائے گا۔ یعنی بلند ہیں اللہ تعالیٰ کے جملہ بزرگ نام منجملہ ان کے وہ اسم مبارک ہے جس سے سورۃ کا آغاز ہوا یعنی رحمٰن کہ جو افاضۂ نعم مفصلہ کی خبر دیتا ہے اور بلند ہے اس سے جو ان امور سے جو اس کے لائق نہیں منجملہ ان کے ایک یہی ہے کفار کا انکار اور تکذیب۔

انتباہ - جب اس کے اس اسم مبارک کا یہ حال ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس سے ہی نعمتوں کا عطیہ ہے تو اس ذاتِ اقدس کی شان کتنی بلند ہو گی جو صاحب اسم ہے بعض نے کہا کہ یہاں اسم بمعنی صفت ہے بعض نے کہا اسم کا لفظ یہاں زائد ہے جیسے کہتے ہیں۔

ع ثم اسم السلام علیکما

یعنی پھر تم پر سلام ہوں۔

اس مصرعہ میں بھی اسم زائد ہے تو تبارک اسم ربک الخ میں بھی زائد ہے۔

فائدہ: فتح الرحمٰن میں ہے یہ وہی مقام ہے جہاں اسم سے مسمّٰی مراد ہے۔

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اسم دلالت کرتا ہے کہ اسم وہی مسمّٰی ہے کیونکہ متعال وہ ہے جو مسمّٰی فی ذاتہٖ ہے نہ کہ صرف اسم۔ اگر صرف اسم ہے تو اس کی برکات مسمّٰی کی وجہ سے ایسے ہی وہ جو قہر و لطف و جلال و اکرام سے موصوف ہے وہ بھی صرف مسمّٰی ہے

نہ کہ اسم۔

فائدہ :۔ الامالی میں ہے کہ اسم مسمّٰی کا غیر نہیں اور شرح الاسماء للزرقی میں ہے کہ صحیح یہ ہے اسم مسمّٰی کا غیر ہے لیکن اس کی بہت سی قوم (علماء) نے انکار کیا ہے۔ بعض لوگ اس کی تفصیل کے درپے ہوئے بعض نے توقف کیا لیکن سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان ابحاث میں کوئی گفتگو نہیں کی کہ اسم و مسمّٰی اور موصوف و صفت اور تلاوت و متلو (تلاوت کردہ کلام) (آپس میں عین ہیں یا غیر یا نہ عین ہیں نہ غیر پہلا مذہب صوفیہ کرام کا ہے دوسرا معتزلہ وغیرہ کا تیسرا اہلسنت کا۔ اسی آخری کو علماء اہلسنت قدماء و متاخرین نے لیا ہے اور یہی آسان ہے۔

صوفیہ کرام کا مذہب اہل استغراق کو لائق ہے اس کا نہ اقرار نہ انکار معتزلہ کا مذہب تو ہے ہی گمراہی (اویسی غفرلہٗ) لیکن ہم عوام کو ان میں گفتگو نہ کرنا بہتر ہے سلامتی اسی میں غیر و عین کے نزاع سے حذر کرنا ضروری ہے۔

ذی الجلال والاکرام (صاحب جلال و اکرام کا ہے) رب کی صفت جلال و اکرام سے تنزیہ و تقریر مذکور کی تکمیل کے لیے ہے۔

فائدہ :۔ بعض مفسرین نے فرمایا بعض وہ آیات جو اوائل اسلام میں اہل مکہ کو کھلم کھلا سنائی گئیں ان میں چند ایک اسی سورۃ (رحمٰن) کی ابتدائی آیات بھی تھیں۔

حکایت :۔ مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت ایک جگہ جمع ہوئی اور طے کیا کہ اہل مکہ (قریشیوں) نے قرآن نہیں سنا۔ ہمارے میں کون بہادر ہے جو کھلم کھلا انھیں قرآن سنائے تو وہ میں ہی تھا کہ جرأت کرکے کہا کہ میں ہی انھیں کھلم کھلا سناؤں گا اگرچہ وہ مجھے جتنا دکھ پہنچائیں گے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور کفار کی انجمن (محفل) سجی تھی۔ آپ نے سورۂ رحمٰن پڑھنا شروع کیا قریش نے سن کر غیظ و غضب میں آکر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو سخت زخمی کیا۔ تھوڑا سا حصہ سورۃ رحمٰن کا انہیں سنا ہی لیا۔ پھر زخم خوردہ ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں واپس آگئے صحابہ نے کہا اے ابن مسعود یہی ہمیں تیرے متعلق خطرہ تھا۔

مسئلہ :۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے فراغت پا کر اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت و تعالیت یا ذاالجلال والاکرام کی مقدار بیٹھتے (اس کے بعد نوافل وغیرہ پڑھتے یا چلے جاتے) (کشف الاسرار)۔

فائدہ :- زروقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ذوالجلال والاکرام بمعنی وہ ذات جو عظمت وکبریاء والافضال
انعام المطلق والی ہے جس نے یقین کیا کہ وہ ذات ذوالجلال والاکرام ہے تو جلال کا نام سن کر اس سے ہیبت کرے گا اکرام کا نام سُنے گا تو اس سے مانوس ہوگا اسی لیے وہ خوف ورجاء کے درمیان رہے گا۔

اسم اعظم :- ذوالجلال والاکرام ہی اسم اعظم ہے بعض نے کہا اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء مبارکہ اسم اعظم ہیں کیونکہ سب عظمت پر دلالت کرتے ہیں اس لیے کہ وہ اسم الذات ہے وہ خود اسم اعظم ہے اس کے اسماء وصفات سب اعظم (بڑی عظمت والے) ہیں ہاں یہ ہے کہ انہیں حضور وشہود واستغراق فی بحر الجود میں ذکر کیا جائے تو پھر اس کا ہر اسم اعظم ہے لیکن یہ ذکر اہل کمال کو (یعنی وہ انسانی افراد جنہیں اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہے) نصیب ہوتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ظاہراً وباطناً اولاً وآخراً ذاکرین سے بنائے۔ (آمین)۔

صاحب رُوح البیان رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ فراغت :- صاحب رُوح البیان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ یہ سورۃ رحمٰن بعون اللہ للملک ذی القعدہ شریف کے آواخر میں ۱۱۱۴ھ میں مکمل ہوئی۔

اویسی غفرلہٗ کی فراغت :- بفضلہٖ تعالیٰ فقیر اویسی غفرلہٗ تفسیر سورۃ رحمٰن کے ترجمہ سے ۱۲ ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۹۸۸ء بروز چہار شنبہ فراغت پائی۔ الحمدللہ علیٰ ذالک وصلی اللہ علیٰ حبیبہ الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ واولیاءہٖ وعلمائہٖ و العظیم۔

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی غفرلہٗ
جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور۔ پاکستان
۱۲/۱۲ھ بروز بدھ ۲۷/۸۸ء

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ

اٰیَاتُهَا ۹۶	نمبر۵۶) سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ (عدد نزول ۴۶)	رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ○ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ○ خَافِضَةٌ

رَّافِعَةٌ ○ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ○ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ

بَسًّا ○ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ○ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ○

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ۬ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ○ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ

مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ○ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ

الْمُقَرَّبُوْنَ ○ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ○ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ○

وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ○ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ○ مُّتَّكِـِٔيْنَ

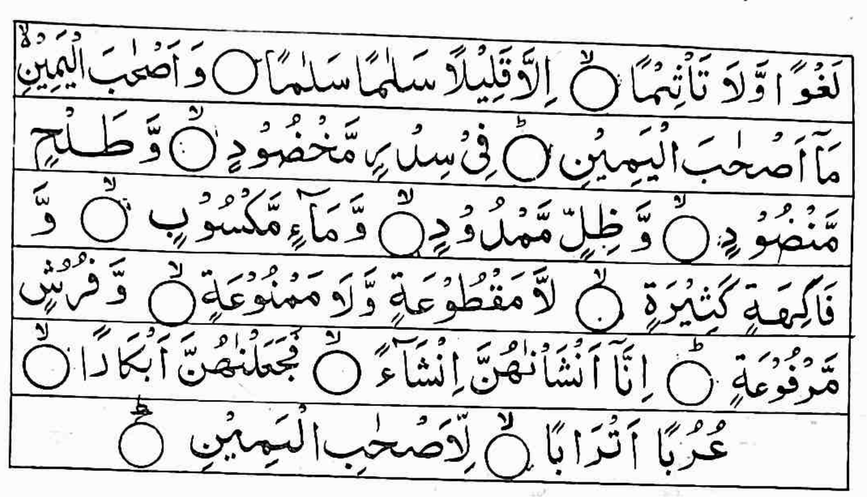
عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ○ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ○

بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ۬ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ○ لَّا يُصَدَّعُوْنَ

عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ○ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ○ وَلَحْمِ

طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ○ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ○ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ

الْمَكْنُوْنِ ○ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا


لغوا ولا تأثيما ○ الا قيلا سلما سلما ○ واصحب اليمين
ما اصحب اليمين ○ في سدر مخضود ○ وطلح
منضود ○ وظل ممدود ○ وماء مسكوب ○ و
فاكهة كثيرة ○ لا مقطوعة ولا ممنوعة ○ وفرش
مرفوعة ○ انا انشانهن انشاء ○ فجعلنهن ابكارا ○
عربا اترابا ○ لاصحب اليمين ○

ترجمہ :۔ سورۃ مکّی ہے اس میں ۳ رکوع ۹۶ آیات ۳۷۸ کلمے ایک ہزار سات سو تین حروف ہیں (خزائن)

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

جب ہولے گی وہ ہونے والی اُس وقت اُس کے ہونے میں کسی کو انکار کی گنجائش نہ ہو گی
کسی کو پست کرنے والی کسی کو بلندی دینے والی جب زمین کانپے گی تھرتھرا کر اور پہاڑ ریزہ ریزہ
ہو جائیں گے چورا ہو کر تو ہو جائیں گے جیسے روزن کی دھوپ میں غبار کے باریک ذرّے
پھیلے ہوئے اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے تو داہنی طرف والے کیسے داہنی طرف والے اور بائیں
طرف والے کیسے بائیں طرف والے اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے وہ مقرب بارگاہ ہیں چین کے
باغوں میں اگلوں میں سے ایک گروہ اور پچھلوں میں سے تھوڑے جڑاؤ تختوں پر ہوں گے
ان پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے ان کے گرد لیے پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے کوزے
اور آفتابے اور جام اور آنکھوں کے سامنے بہتی شراب اس سے نہ انھیں دردسر ہو نہ ہوش میں
فرق آئے اور میوے جو پسند کریں اور پرندوں کا گوشت جو چاہیں اور بڑی آنکھ والیاں حوریں
جیسے چھپے رکھے ہوئے موتی صلہ ان کے اعمال کا اس میں نہ سنیں گے نہ کوئی بیکار بات نہ گنہ گاری
ہاں یہ کہنا ہوگا سلام سلام اور داہنی طرف والے بے کانٹوں کی بیریوں میں اور کیلے کے گچھوں میں
اور ہمیشہ کے سائے میں اور ہمیشہ جاری پانی میں اور بہت سے میووں میں جو نہ ختم ہوں اور نہ روکے
جائیں اور بلند بچھونوں میں ان عورتوں کو اچھی اٹھان اٹھایا تو انھیں بنایا کنواریاں اپنے شوہروں
پر پیاریاں انھیں پیار دلاتیاں ایک عمر والیاں داہنی طرف والوں کے لیے ۔

تفسیر عالمانہ :۔ اذا وقعت الواقعۃ ۔"جب واقع ہو گی واقع ہونے والی"۔ اذا کی نصب فعل مضمر سے ہے معنیٰ یہ ہے کہ جب قیامت قائم ہو گی اور یہ نفخہ ثانیہ کی بات ہے اس میں ایسے ہولناک اُمور ہیں کہ جنہیں بیان نہیں کیا جاسکتا ۔

سوال :۔ اسے واقعہ کیوں کہا گیا یعنی ابھی واقع ہونے والی کیونکہ اسم فاعل میں حال کا معنیٰ ہے حالانکہ قیامت مستقبل میں واقع ہو گی ۔

جواب :۔ اس کے وقوع تحقق کی وجہ سے اسی لیے لفظ اذا اور صیغہ ماضی اختیار فرمایا ہے ۔ الواقعہ قیامت کے اسماء میں ہے ۔ الصاخہ ۔ الطامۃ ۔ آزفہ کی طرح ۔

لیس لوقعتہا کاذبۃ ۔ اس کے وقوع میں جھوٹ نہیں ۔

حل لغات :۔ حضرت امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جنگ کو الوقعہ اور ہر سقوط شدید کو بھی وقعہ سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔

حضرت ابو اللیث نے فرمایا کہ قیامت کو واقعہ اس کسی آواز کی وجہ سے کہا گیا ۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اس کے وقوع کے وقت کسی نفس کو تکذیب علی اللہ کا امکان نہ ہو گا اور نہ ہی شریک گھڑنے کی طاقت اور نہ اللہ تعالیٰ پر اولاد اور زوجہ کے بہتان کی قوت ہو گی اور نہ یہ کہہ سکے گا کہ مردے مرنے کے بعد نہیں اُٹھیں گے کیونکہ اُس وقت ہر نفس قیامت کو مان جائے گا بلکہ اسے اطمینان ہو گا کہ یہی تو ہے قیامت اللہ اس کی ہر ایک تصدیق ہو گی لیکن آج اکثر نفوس اس کی تکذیب کرتے ہیں ۔

لام توقیت کی ہے اور کاذبہ اسم فاعل ہے یا معنیٰ یہ ہے کہ اس کے واقع ہونے یا اس کے حق میں جھوٹ نہیں بلکہ جو روایات اس کے متعلق وارد ہیں وہ حق سچ ہیں ان میں کسی قسم کا شک نہیں ۔ لام تعلیل کی ہے اور الکاذبہ عاقبۃ کی طرح مصدر ہے ۔

خافضۃ ۔ بعض کو نیچے کرنے والی ہے

رافعۃ بعض کو اُونچا کرنے والی ہے ۔ علی سبیل الکنایہ اس کی عظمت کی تقریر ہے یعنی قیامت کے بڑے بڑے واقعات بہت سے لوگوں کے مراتب بلند کرنے والی ہے اور بہت سے مراتب نیچے کرنے والی ہے ۔

نکتہ :۔ نیچے کرنے کی اونچا کرنے کی تقدیم قیامت کی ہولناکی کے اظہار کے لیے ہے بعض نے کہا کہ اعداء کو جہنم میں نیچے کرنے والی ہے اور اولیاء اللہ کے بہشت میں مرتبے بلند کرنے والی ہے یا عدل سے بعض کو نیچے کرنے والی ہے یا بعض کے دعاوی کی وجہ سے مرتبے نیچے کرنے والی ہے

بعض کے حقائق سے مرتبے بلند کرنے والی ہے۔

فائدہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ان بعض کے جو دنیا میں بلند رقدر تھے ان کے آخرت میں مراتب گھٹانے والی ہے اور دنیا میں کم مرتبہ تھے آخرت میں اُن کے مراتب بلند کرنے والی ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قدر و منزلت:۔ قیامت میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تاج (زریں) اور بہشتی پوشاک پہنا کر بہتر سواری پر سوار کر کے فردوس اعلیٰ کی طرف لے جائیں گے اور اس کے آقا اُمیہ بن خلف کو بیڑیاں پہنا کر نہایت ذلت و خواری اور قسم قسم کے عذاب دے کر دوزخ کی طرف کھینچ کر لے جائیں گے تاکہ اسے دوزخ کے نچلے طبقے میں پھینکیں اور وہ منافقین جو دنیا میں ٹھاٹھ باٹھ سے رہتے تھے انہیں آخرت میں دوزخ میں لے جائیں گے اور وہ گدڑی پوش مخلص درویش جو دنیا میں نہایت مسکینی اور عاجزی سے زندگی بسر کرتے تھے انہیں بہشت میں بھیجیں گے اور مے نوش اہل بدعت کو قہر دوزخ میں اور مے نوش جو خوش اعتقاد تھا اسے بھی بہشت میں بھیجیں گے۔

بسا پیر مباجاتے کہ بے مرکب فرو ماند

بسا رند خراباتی کہ زین بر شیر نر بندد

ترجمہ:۔ بہت بوڑھے سواری کے بغیر تھک ہار کر بیٹھ گئے بہت سے رند خراباتی جنہوں نے زین شیر پر باندھی۔

اذا رجت الارض رجا۔ جب زمین کانپے گی تھرتھرا کر۔

حل لغات:۔ الرج۔ تحریک الشیٔ واز عاجہ شے کا حرکت کرنا، ہلنا والرجرجۃ بمعنی الاضطراب یعنی اونچا نیچا کرنے والی جب زمین سخت جھٹکے لگائے گی کہ اوپر والے مکانات اور پہاڑ گر جائیں گے اور اس کا زلزلہ نہ تھمے گا جب تک کہ اندر کا حصہ باہر نہ آجائے گا۔

وبست الجبال بسا۔ اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے چورا ہو کر یعنی ٹکڑے ٹکڑے ریزہ ریزہ ہو کر پانی میں بھگوئی ہوئی ستو کی طرح ہو جائیں گے۔

حل لغات:۔ یہ لبس السویق سے ہے بمعنی اذالتہ۔ اس نے ستو کو پانی میں بھگویا البسیسۃ بمعنی وہ ستو جو پانی میں بھگو کر زادِ راہ کے لئے تیار کی جائیں اور بوقت ضرورت سفر میں لائی جائیں یہ لبس الغنم سے ہے یہ اُس وقت بولتے ہیں جب انہیں ہانک کر لے جایا جائے۔

فکانت تو اس سبب سے ہو جائیں گے ھبا اُڑتی ہوئی غبار۔

حل لغات :۔ وہ گرد جو گھوڑے کے سم سے نکل کر اوپر کو چلی جائے یا در یچہ سے جو شعاع نظر آتی ہے یا وہ گرد جو آگ کے انگاروں سے اوپر کو اڑتی ہوئی نظر آتی ہے یا وہ پتے جنہیں ہوا ریزہ ریزہ کر کے اوپر کو اڑائے۔

منبثا (پھیلے ہوئے) متفرق۔

فائدہ :۔ اللہ تعالیٰ جنت کے نیچے سے ایک ہوا بھیجے گا جو زمین اور پہاڑوں کو اٹھائے گی وہ ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے اس طرح بہت دیر تک ہوتا رہے گا یہاں تک کہ ریزہ ریزہ ہو کر اڑتی ہوئی غبار کی طرح ہو جائیں گے اور وہ غبار اڑ کر کافروں کے چہروں پر پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وجوہ یومئذ علیہا غبرہ۔ وہ چہرے جن پر غبار ہو گا۔ بعض نے کہا کہ یہ غبار وہی مٹی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا لیتنی کنت ترابا۔ کافر کہیں گے کاش ہم مٹی ہوتے۔ اس کی تحقیق اپنے مقام (پ۳۰) میں آئے گی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

تفسیر صوفیانہ (۱) :۔ اس میں قیامۃ العارفین کی طرف اشارہ ہے یعنی عشق کی قیامت جذبۂ توحید اور عشق کے صدمے میں جس سے وہ قوی جسمانیہ بشریہ جو احکام کثرت کے مقتضی ہیں۔ نیچے ہو جاتے ہیں اور یہ وہ ان قوی روحانیہ کو بلند کرتی ہے جو انوارِ وحدت کے مستدعی ہیں۔ جب اس قیامت کی آندھی زمین بشریت کو ہلاتی ہے اور انانیت کے پہاڑوں سے گزرتی ہے تو اس کے تمام طعینات کو لاشے کر دیتی ہے وہ اپنی ذات وصفات میں مٹ جاتے ہیں نہ ان کا نام باقی رہتا ہے نہ نشان اور نہ کوئی اثر بلکہ اس کا عین (تعین) ہی ختم ہو جاتا ہے بلکہ اڑتی ہوئی غبار کی طرح منتشر ہو جاتے ہیں وجود میں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ وہ سراب کی طرح ہو جاتے ہیں جو ایک میدان میں پڑا ہوتا ہے۔ پیاسے کو پانی کا خیال گزرتا ہے یہاں تک کہ جب وہ اس کے قریب آتا ہے تو وہاں کوئی شے نہیں پاتا اور اللہ تعالیٰ کے سوا وہاں کچھ نہیں۔

تفسیر صوفیانہ (۲) :۔ اس میں اشارہ ہے صوفیہ کے قول کی طرف کہ جب فقر مکمل ہوتا ہے تو وہ اس کی طرف پہنچ جاتا ہے اسی لیے اس طریق حق کے سلوک میں استاذ و شیخ مرشد کامل حاذق کا ہونا ضروری ہے تاکہ وہ شیخ کامل مکمل اسے صحیح راستہ پر چلائے۔ یہاں تک کہ اس کو حقیقۃ التوحید ظاہر نظر آئے۔ قوائے روحانیہ کو قوائے جسمانیہ پر جیسے حضرت ابو سعید حرازرضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب آپ سے توحید کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے پڑھا ان الملوک اذا دخلوا قریۃ الخ جب وہ کسی بادشاہ کی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے ویران کر

ڈالتے ہیں اور اس کے غالب لوگوں کو عاجز کرکے رکھ دیتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ:۔ وکنتم (اور ہو گئے تم) یہ خطاب تغلیباً اُمت حاضرہ اور امم سابقہ کو ہے یا صرف اُمتِ حاضرہ کو۔

ازواجا ثلثہ۔ تین گروہ دو جنت میں ایک دوزخ میں وجود یا ذکر میں ہر گروہ دوسرے گروہ کے ساتھ ہوگا تو وہ زوج ہے فرد ہو یا جوڑا۔



فاصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنہ ما اصحاب المشئمۃ ما اصحاب المشئمۃ۔ دائیں جانب والے کون ہیں۔ دائیں جانبین اور بائیں جانب والی کون ہیں بائیں جانب والے) یہ اصحاب ثلاثہ کی تقسیم ہے۔

اصحاب المیمنہ مبتدا اس کی خبر ما اصحاب المیمنہ ہے۔ ما استفہام دوسرا مبتدا اور اس کا مابعد اس کی خبر ہے۔ یہ دراصل ما ھم تھا یعنی وہ کون سے حال میں ہیں اور کیا صفت ہے ان کی۔ اس سے سامعین کو فریقین کی فخامۃ و فظاعۃ پر تعجب میں ڈالنا ہے گویا کہا گیا تو نے اگر ان کا حال نہیں جانا تو اَب جان لو اور ان سے تعجب کرو۔

یاد رہے کہ اصحاب المیمنۃ نہایت اچھے حال میں ہیں اور اصحاب المشئمۃ نہایت ہی بُرے حال میں جیسے کہا جائے زید ما زید۔ یہ نہایت تعظیم و تعجب کے مقام پر بولتے ہیں یعنی اصحاب المیمنۃ نہایت ہی بہترین مرتبہ میں ہوں گے اور اصحاب المشئمۃ نہایت ہی بُرے حال میں یہ میامن کے تیمن سے لیا گیا ہے کہ دائیں جانب سے برکت کی فال ہوتی ہے اور مشأمۃ سے نحوست کی فال لی جاتی ہے بائیں جانب کی وجہ سے جیسے تم کہتے ہو فلاں منی بالیمین و ا شمال۔ یہ اُس وقت ہوتا ہے جس کے متعلق یمین سے بلند قدری اور شمال سے تحقیر و تذلیل مراد ہو ان دونوں طرفوں کی رفعت و ذلت کے پیش نظر اسی لیے بہشتیوں کو اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور دوزخیوں کو بائیں ہاتھ میں یا وہ لوگ جو عرش کی دائیں جانب ہوں گے وہ بہشتی ہوں گے اور بائیں جانب والے دوزخی یا اس لیئے کہ اصحاب الیمین اپنی طاعت کے یمین (برکت) کی وجہ سے بابرکت ہیں اور اصحاب الشمال بوجہ معصیت کے منحوس (شقی) بدعت ہوں گے یا یہ کہ اصحاب الیمین یوم میثاق آدم علیہ السلام کی دائیں جانب ہے اور اصحاب الشمال بائیں جانب۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دائیں جانب والوں کے لیے فرمایا یہ بہشتی ہیں مجھے اس کی پرواہ نہیں اور بائیں جانب والے دوزخی ہیں مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔

حل لغات:۔ القاموس میں ہے کہ الیُمن بمعنی برکت اس کی جمع ایمن و ایمان و ایامن و ایامین آتی ہے

اور برکۃ وقوۃ ایک شے ہے اور شوم یمن کی اور شامۂ میمنہ کی نقیض ہے۔ والسابقون السابقون۔ یہ تیسری قسم ثلاثہ ہے اس کا ذکر موخر اس لیے ہے تاکہ آنے والے محاسن وصفات کو مقترن ہو۔

حل لغات:۔ السبق بمعنی پہلے ہونا چلنے میں اور مجازاً کسی سے مقدم ہونا یہ مبتدا اور اخر ہے اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ لوگ جن کا ذکر و احوال مشہور اور ان کے محاسن معلوم ہیں۔ جیسے انا ابوالنجم وشعری شعری السابقون اول مبتداء دوسرا محض تاکید ہے مکرر لانا ان کی تعظیم کے لیے اور جملہ اولئٰک اس کی خبر ہے۔

فائدہ:۔ البرہان میں ہے اصل عبارت ہے السابقون ما السابقون ما حذف کیا گیا ہے جیسا کہ اس کا ماقبل دلالت کرتا ہے یعنی وہ لوگ جنہوں نے ایمان وطاعت میں سبقت کی ظہور حق کے وقت بغیر تاخیر وسستی کے اس معنیٰ پر سبقت سے سبقت زمانی مراد ہوگی۔ یا وہ لوگ جو جنہوں نے کمالات دینیہ و فضائل یقینیہ کے جمع کرنے میں سبقت کی اس معنیٰ پر یہاں سبقت سے مراد شرافت ہے۔ جیسے امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ سبق کو احراز الفضل (فضیلت جمع کرنا) کے معنیٰ میں مستعار کر کے استعمال کیا جاتا ہے اس تقریر پر معنیٰ یہ ہے کہ وہ لوگ جو ثواب الٰہی اور جنت اور اعمال صالحہ میں مقدم ہیں اولئٰک وہ جو موصوف ہیں اس جلیل صفت سے یہ مبتداء ہے اس کی خبر المقربون ہے۔ مقرب ہوں گے یعنی وہ درجات کے لحاظ سے عرش کے قریب ہوں گے اور ان کے مراتب بلند ہوں گے اور ان کے نفوس زکیہ خطائر القدس تک ترقی کر چکے ہوں گے۔

فائدہ:۔ فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہٗ) کہتا ہے کہ یہ معنیٰ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد اذا سألتم اللہ فاسئلوہ الفردوس فانہ اوسط الجنۃ و اعلی الجنۃ وفوقہ عرش الرحمٰن۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگو تو جنۃ الفردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ بہشتوں میں اوسط اور ان سب سے اعلیٰ ہے کہ اس کے بعد عرش الٰہی ہے) سے معلوم ہوا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ فردوس مقربین کا مقام ہے اور وہ عرش کی چھت کے قریب ہے۔

نکتہ:۔ متقربون نہیں مقربین فرمایا اس لیے کہ وہ قرب انہیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نصیب ہوگا نہ کہ اپنے طور حاصل کیا۔

فائدہ:۔ اس میں اشارہ ہے ان حضرات پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم اور وہ اپنے فضل وکرم سے جسے مخصوص فرماتا ہے وہ اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

فی جنات النعیم۔ نعمت والی جنات میں ہیں یہ مقربین یا فعل مضمر کے متعلق ہے اور اس فعل مضمر کی ضمیر سے حال ہے یعنی وہ جنات النعیم میں ہیں یعنی ایسے باغات جو قسم قسم نعمتوں پر مشتمل ہیں۔

سابقین اربعہ:۔ بعض نے کہا کہ السابقون چار ہیں:۔

۱۔ اُمت موسیٰ علیہ السلام میں سبقت کرنے والا یعنی خر ابیل جسے مومن آل فرعون کہا جاتا ہے۔

۲۔ اُمت عیسیٰ علیہ السلام میں سابق یعنی حبیب النجار صاحب انطاکیہ۔

۳/۴۔ اُمت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم میں دو سبقت کنندگان

(۱) ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

فائدہ:۔ حضرت کعب نے فرمایا السّابقون اہل قرآن ہیں جنہیں قیامت میں تاج پہنایا جائے گا قریب تھا کہ وہ نبی ہوتے مگر یہ کہ اُن کے ہاں وحی نہیں بھیجی گئی۔

اہل قرآن کون[1]؟:۔ اہل قرآن سے وہ لوگ مراد ہیں جو تلاوتِ قرآن مجید پر مداومت کرتے اور اُس کے ارشادات پر عمل کرتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی سیرت پاک قرآن ہی تھی۔

تین آدمی:۔ دنیا میں تین طرح کے لوگ ہوتے ہیں:۔

۱۔ جوانی سے ہی عبادت و اطاعت میں مشغول ہوئے اسی پر زندگی گزار دی یہی سابق مقرب ہیں۔

۲۔ جوانی تو گزاری گناہوں میں لیکن بعد کو عبادت و طاعت کی توفیق نصیب ہوئی اور اُسی پر موت آئی یہ صاحب الیمین ہیں۔

۳۔ ابتداء سے ہی برائیوں میں شروع ہوا یہاں تک کہ اسی پر موت آئی یہ اصحاب الشمال ہیں۔

بندے تین قسم:۔ میرے شیخ و مرشد قدس سرہٗ یعنی صاحب روح البیان کے پیرو مرشد قدس سرہما نے بعض تحریرات میں لکھا کہ بندے تین قسم کے ہوتے ہیں:۔

۱۔ اہل نسیان ۲۔ اہل ذکر ۳۔ اہل احسان

اہل نسیان وہ مطلقًا اہل فتور (سستی و کاہلی) ہیں ان میں کسی درجہ سے بھی حضور نہیں پایا جاتا یہ قطعی

---

[1] ہمارے دور میں منکرین حدیث اہل قرآن کہلاتے ہیں وہ دو ناموں سے معروف ہیں پیرویزی اور چکڑالوی۔ یہاں وہ مراد نہیں ۱۲ = اویسی غفرلہٗ =

اہل بعد ہیں انہیں کسی وقت بھی کسی طرح قرب نصیب نہ ہوگا۔

۲۔ یہی اصحاب المشئمۃ ہیں کون اصحاب المشأمۃ جن پر خدا تعالیٰ کا قہر و غضب ہے وہی نار جہنم کے دردناک عذاب میں ہوں گے اور پانی پئیں گے تو گرم سخت۔

اہل ذکر وہ من وجہ اہل فتور اور من وجہ اہل حضور ہیں یہی من وجہ اہل البعد ہیں اور من وجہ اہل قرب یہی اصحاب المیمنہ اور تمھیں کیا معلوم کہ اصحاب المیمنہ کون ہے وہ ارباب الرحمۃ و اللطف و الجمال ہیں ان کے لیے نور النعیم اور ثواب عظیم اور سرور مقیم ہے۔

۳۔ مطلق اہل الحضور ان میں کسی قسم کا فتور نہیں وہی مطلقاً اہل القرب ہیں ان میں کسی قسم کا بعد نہیں وہی السابقون ہیں اور تمھیں کیا معلوم کہ السابقون کون ہیں وہی مقربین ہیں وہی اصحاب کمال رضا و اجتبار و اصطفار ہیں سر نعیم جنۃ الوصال میں دوام الصحبۃ و المشاہدہ و المعائنہ والے ہیں اور انہیں تجلی الوجہ الحق اور جمال المطلق کی بقار والے ہیں وہی ارباب الکمال المتوجہ بوجہ الجمال و الجلال ہیں۔ قسم اول ظاہر میں ہی بلا وجہ پردہ میں ہیں۔ صنف ثانی کو توجہ بلا حجاب ظاہر ہیں تو نصیب ہو گی لیکن باطن میں کچھ نصیب نہ ہوگا اور ان کے آگے باطن سے پردہ ہوگا۔ صنف ثالث کو بلا حجاب ظاہر و باطن میں توجہ نصیب ہو گی کیونکہ یہ حضرات وجہ مطلق کے تعین اور رسالۃ عرفانیہ میں ہیں۔ اصحاب الیمین مقربین کے سوا ہیں جنہیں ظاہر میں بلا حجاب توجہ ہے کیونکہ انہیں رویت نصیب ہو گی لیکن باطن میں ان کو حجاب سے دکھا جائے گا اور انھیں باطن کی توجہ حاصل نہ ہو گی کیونکہ انھیں بصیرت کا انکشاف نہیں ہوا تھا اور اصحاب الشمال کو ظاہر میں بھی حجاب بلا توجہ نصیب ہوگا با اعتبار یعنی با عتبار بدایۃ کے اور باطن میں بھی حجاب بلا توجہ نصیب ہوگا با عتبار انتہار کے۔

چند گروہ اور ان کی تفصیل :۔ الاثحات الباقیات میں ہے کہ :۔

۱۔ بعض صرف زبان سے ذکر تے ہیں ان کا ذکر مردود ہے کیونکہ وہ صرف زبان سے کہتے ہیں لیکن ان کے دل میں ذکر کی بو تک نہیں۔

۲۔ بعض وہ ہیں جو محض زبان و عقل سے ذکر کرتے ہیں یہ ابرار کے بیدار لوگ ہیں یہ بہ نسبت نیچے والوں کے مقبول اور بہ نسبت اوپر والوں کے مردود ہیں۔

۳۔ بعض وہ ہیں جو زبان و عقل اور قلب سے ذکر کرتے ہیں۔ یہ مقربین میں سے مبتدی حضرات ہیں ان کی قبولیت نسبی ہے۔

۴۔ بعض وہ ہیں جو زبان اور عقل اور قلب اور رُوح سے ذکر کرتے ہیں یہ مقربین کے متوسط حضرات ہیں

ان کی قبولیت اضافی ہے۔

۵۔ بعض وہ ہیں جن کا ذکر مطلقاً ہے کہ ان کا ذکر لسانی بھی متحقق ہے اور فکر بھی اور ان کا مطالعۃ الآثار عقل سے ہوتا ہے اور مذکور کے حضور میں ہوتے ہیں اور مطالعۃ الآثار قلب سے کرتے ہیں اور مذکور کے انس سے سرشار ہوتے ہیں اور انوار کا مشاہدہ رُوح سے کرتے ہیں اور مذکور میں فانی ہوتے ہیں اور اسرار کا معائنہ سر سے کرتے ہیں انہیں مطلقاً قبولیت حاصل ہوتی ہے انھیں کسی طرح بھی رد نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ ان کا کمال وتمام یقیناً حقیقی ہوتا ہے یہ مقربین میں منتہی حضرات ہیں یعنی انبیاء ومرسلین اور اولیاء کاملین اکملین (صلی اللہ علی نبینا وعلیہم وسلم اجمعین)

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس میں مملکتِ انسانیہ کے اعاظم مراتب ومقامات اکابر اور اس مملکت کے صنادید (مملکت کے ارکان) کی طرف اشارہ ہے یعنی روح سابق مقرب ہے وجود اور مرتبۃً اور قلب متوسط صاحب المیمنۃ ہے اور نفس آخری گروہ ہے یعنی اصحاب المشئمہ سے روح کو سابق اس لیے کہا گیا کہ اس نے تجلیات ذاتیہ رحمانیہ وتنزلات ربانیہ میں سبقت کی اور اسے ابتدائً وانتہاءً طہارت ونزاہت حاصل ہے اور قلب اصحاب المیمنہ سے اس لیے ہے کہ یہ برکت دین والی ہے اور اس پر تجلیات صفاتیہ واسمائیہ کا غلبہ ہے اور نفس اصحاب المشائمہ سے اس لیے ہے کہ اس میں شومی اور خود بھی مشؤم (منحوس) ہے اور داعی حق کی اجابت کے وقت فرمانبرداری کے لیے سست اور ڈھیلا ہے۔ رُوح پر قلب ونفس کی تقدیم اس لیے ہے کہ رحمانیہ میں اتنی وسعت ہے کہ وہ ہر شے کو وسیع ہے جیسے فرمایا رحمتی وسعت کل شئی (میری رحمت ہر شے کو وسیع ہے) اور فرمایا رحمتی سبقت غضبی (میری رحمت میرے غضب پر سبقت کر گئی۔ نفس قلب وروح کے درمیان بمنزلہ برزخ کے ہے تاکہ کبھی رُوح کی رحمت سے استفادہ کرے اور کبھی قلب کی رحمت سے تاکہ ان کے نور سے رنگا جائے اور دونوں پر ایمان لائے اگر اللہ تعالیٰ چاہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا الا من تاب وآمن وعمل عملاً صالحا فاولئک یبدل اللہ سیآتھم حسنات (مگر وہ جو تائب ہُوا اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے وہی ہیں جنکی برائیوں نیکیوں سے تبدیل ہو جاتی ہیں)۔

جنۃ النعیم۔ میں جنات الذات والصفات والافعال کی طرف اشارہ ہے کیونکہ سابقین مقربین فانی فی اللہ بالذات والصفات والافعال اور باقی باللہ بالذات والصفات والافعال ہیں اور ان تینوں مقامات کے صاحبان کے لیے مخصوص جنتیں ہیں پوری جزا کے طور اور یہ جنتیں دنیوی اور اُخروی کو شامل ہیں اگر تم رموز الٰہیہ کو سمجھ گئے تو کنوز رحمانیہ سے مالامال ہو جاؤ گے۔

تفسیر عالمانہ: ثلۃٌ من الاولین۔ پہلے زمانہ کی امم کثیرہ جن کی کوئی شمار نہیں یعنی وہ اُمتیں جو آدم علیٰ نبینا و علیہم السلام سے ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک گزریں یہ تفسیر اس پر مبنی ہے کہ سابقین سے انبیاء علیہم السلام مراد نہ ہوں۔

حل لغات: الثلۃ الثل بمعنی توڑنا جماعۃ سابقین باوجود کثرت کے منجملہ بنی آدم سے مقطوع و مکسور یعنی توڑی ہوئی ہے۔ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا الثلہ بمعنی اون کا مجتمع قطعہ (ٹکڑا) اسی لیے بکریوں کے ریوڑ کو ثلہ کہا جاتا ہے اجتماع کے اعتبار سے کہا گیا ہے ثلۃ من الاولین۔ پہلے لوگوں کی ایک جماعت و قلیل من الاٰخرین اور تھوڑے سے پچھلے لوگوں سے یعنی اسی اُمت سے۔

سوال: یہاں تھوڑا کہا گیا حالانکہ حدیث شریف میں ہے ان امتی یکثرون سائر الامم (بیشک میری اُمت تمام اُمتوں سے کثیر ہے) یعنی کثرت میں ان پر غالب ہوں گے۔

جواب: اُمم سابقہ (گزری ہوئی اُمتوں) کے سابقین کی اکثریت اس اُمت (محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے سابقین ان کے تابعین کی اکثریت سابقہ کے تابعین کی اکثریت کو مانع نہیں مثلاً ان کے تابعین دو ہزار ہوں اور تابعین صرف ایک ہزار تو ان کی کل میزان تین ہزار ہوئی اور اس اُمت (محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے سابقین ایک ہزار اور ان کے تابعین تین ہزار تو کل میزان چار ہزار ہوئی۔ اس اعتبار سے اس اُمت (محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا مجموعہ سابقہ اُمم کے مجموعہ سے اکثر ہوا۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انا اکثرھم تبعًا یوم القیٰمۃ (میں قیامت میں ان (انبیاء علیہم السلام) سے تابعداروں کے لحاظ سے قیامت میں زیادہ ہوں گا۔)

سوال: اصحاب الیمین کو ثلۃ من الاولین و ثلۃ من الاٰخرین کہا گیا۔ اس میں اُمم سابقہ اور اُمت ہذا کی کثرت کا فرق کیا رہا۔

جواب: دونوں کی کثرت فی نفسہا ایک دوسرے کی کثرت کے دوسرے کی کثرت کے منافی نہیں اُن کی کثرت اپنے لحاظ سے ہے اُمت ہذہ کی کثرت اپنے لحاظ سے جبکہ وارد ہے کہ قیامت میں دوسری اُمتوں کے لحاظ سے یہ اُمت دو تہائی ہوگی۔

حدیث شریف: مرفوعاً مروی ہے کہ اولین و آخرین سے یہاں پر بھی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کے متقدمین و متاخرین مراد ہیں اور یہی مختار مذہب ہے۔[1]



[1] بحر العلوم ۱۲

فائدہ :۔ متقدمین سے صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسے لوگ مراد ہیں۔

شانِ نزول :۔ جب یہ ثلۃ من الاولین وثلۃ من الآخرین ۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو دیے تو عرض کی تھی یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کے تمام احکام کی تصدیق کی اس کے باوجود بھی ہمارے میں سے اہل نجات بہت کم ہوں گے اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ نازل فرمائی حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک جماعت اولین میں سے اور ایک جماعت آخرین میں سے جنتی ہیں ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سُن کر عرض کی رضینا من ربنا ۔ ہم اللہ سے راضی ہیں ۔

حدیث شریف :۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کیا تم راضی نہیں کہ اہل جنت میں سے تم چوتھا حصہ ہو ہم نے کہا کیوں نہیں پھر فرمایا کہ تم راضی نہیں کہ تم تہائی ہو ہم نے کہا ہم راضی ہیں ۔ پھر آپ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات ہے مجھے اُمید (یقین) ہے کہ اہل جنت میں آدھے تم ہو ۔

فائدہ :۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بہشت میں نفس مسلمہ (مسلمان) ہی داخل ہوگا اور اے میرے اُمتی تم مشرکین کے بالمقابل ایسے ہو جیسے بیل کے چمڑے کے سیاہ بالوں میں ایک سیاہ بال یا اس کے سُرخ بالوں میں صرف ایک سیاہ بال ۔

فائدہ :۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کل اُمتی جنتی ہیں اس کے بعد حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نصف سے ترقی کر کے بہشت میں اپنی اُمت کی دو تہائی بتائی ہے ۔

دو تہائی بہشت میں اُمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (۱)

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ نے فرمایا کہ اہل جنت کی ایک سو بیس (۱۲۰) صفیں ہوں گی ان میں سے اس اُمت (محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی اسّی صفیں ہوں گی ۔

حدیث شریف (۲) :۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم آخر میں آئے لیکن قیامت میں ہم پہلے ہوں گے یعنی سابقین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اُمت ہیں اور باب جنت میں سب سے پہلے تشریف لے جانے والے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں ۔

ل کتاب التعریف والاعلام ملی ۱۲ء

حدیث شریف (۳) حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے میں ہی بہشت کا دروازہ کھٹکاؤں گا اور بہشت میں سب سے پہلے میں اور فقراء مہاجرین ہی داخل ہوں گے۔

علم غیب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم: فرمایا کہ سب سے آخری جلتی اور سب سے آخری دوزخی ایک مرد ہو گا جس کا نام جہنیہ ہے اہل جنت کہیں گے چلو جہنیہ سے جا کر پوچھیں کہ اب بھی کوئی کلمہ گو لا الٰہ الا اللہ پر یقین رکھنے والا دوزخ میں ہے کیونکہ اس کی اسے خبر ہے۔

نماند بر ند ان دوزخ
کسے را کہ باشد چنیں دستگیر

ترجمہ: وہ دوزخ میں قیدی بن کر نہ رہے گا جس کا دستگیر ایسا ہو۔

تحقیق صاحب روح البیان رحمہ اللہ تعالیٰ: فقیر (صاحب روح البیان رحمہ اللہ تعالیٰ) کہتا ہے کہ یہ خلاصہ ہے اس کا جو مفسرین نے اس مقام پہ فرمایا ہے لیکن میرے دل کے ایک تقریر سامنے آئی ہے وہ عرض ہے وہ یہ کہ اگرچہ مقربین اہل یمین میں داخل ہیں لیکن ثلۃ من الآخرین سے وہ ثلۃ مراد ہے جو اصحاب الیمین سے ہے اور وہ مقربین کا غیر ہے جیسا کہ ازواج کی تقسیم کے قرینہ سے معلوم ہوتا ہے اور اُن کے ہر ایک گروہ کو علیحدہ بیان کرنے سے ثابت ہوتا ہے اور ہم گفتگو کر رہے ہیں مقربین کے بارہ میں بالخصوص اس اُمت (محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے سابقین کے متعلق اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ اُمم سابقہ کے سابقین سے کم ہیں جیسے قلیل من الآخرین کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے یا زیادہ جیسے اس پر بعض شواہد دلالت کرتے ہیں فیصلہ یہ ہے کہ وہ اصحاب الیمین کی طرح زیادہ ہیں اور آیت اس اُمت (محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے متقدمین و متاخرین پر محمول ہے جیسے سابقاً ہم نے اشارہ کیا ہے وہ اس لیے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی اُمت کے علماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام سے تشبیہہ دی ہے اور یہ مسلّم ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام مقربین میں سے ہیں اور اس اُمت (محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے علماء لا نہایۃ ہیں اور دلیل سے ثابت ہے کہ اس اُمت (محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے ہر زمانہ میں انبیاء علیہم السلام کی گنتی پر اولیاء کرام رہتے ہیں یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار بلکہ کبھی اس گنتی سے بھی بڑھ جاتے ہیں زمانہ کی نورانیت کے اعتبار سے۔

چالیس آدمیوں کا ولی اللہ بننا: بلکہ یہ اپنی جگہ ثابت ہے کہ اہل ایمان چالیس آدمیوں کا اجتماع

ولی اللہ عرفی کی قوت میں ہے تو جب قیامت میں اسی صفیں (اہل جنت کی) اس امت (محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے ہوں گی تو ظاہر ہے کہ ان کی گنتی سابقہ امم سے بڑھ کر ہے ان کی گنتی کی وجہ سے اصحاب الیمین سے اولیاء زائد ہونے چاہئیں اور ان کی زیادتی اولیاء مقربین سابقین کو مستلزم ہے اس مذکورہ گنتی میں بعض اغواث ہوں گے بعض اقطاب بعض اولیاء کاملین اسے اچھی طرح سمجھ لے (ورنہ وہابی ہو جاؤ گے)

تفسیر صوفیانہ: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ ثلۃ من الاولین میں اشارہ ہے کہ ارباب القلوب صواحب التجلیات الجزئیہ الصفاتیہ والاسمائیہ سے اکثر ہیں اور اس میں اصحاب اللذات النفسانیہ الظلمانیہ کی کثرت کی طرف بھی اشارہ ہے اور قلیل من الآخرین میں محمدیوں کی طرف اشارہ ہے نیز اس میں اشارہ ہے کہ ارباب الارواح الطاہرہ صواحب التجلیات الذاتیہ المقدسہ کثرات الاسماء والصفات الاعتباریہ سے اکثر ہیں۔

تفسیر عالمانہ: علی سرر موضونۃ۔ اوپر تختوں کے ہوں گے جو سونے چاندی اور موتی وجواہر سے جڑے ہوئے ہیں یہ دوسرا اجمال ہے المقربین سے۔

حل لغات:۔ سرر سریر کی جمع ہے بمعنی تخت الموضونۃ سونے چاندی سے جڑا ہوا موتی وجواہر اور یاقوت سے ڈھالے ہوئے یا بمعنی التوحید یعنی ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے۔ الوضن سے ہے زرہ بننا پھر ہر مضبوط بنے ہوئے کے لیے ہے استعارہ کے متعلق سے مستعمل ہوتا ہے۔

متکئین علیہا متقابلین۔ ان پر سہارا لگائے آمنے سامنے یہ دونوں علی سرر کے متعلق سے حال ہیں۔

حل لغات:۔ التقابل آمنے سامنے ہونا یا لذات یا بالعنایۃ والمودۃ یعنی ٹھہرنے والے تختوں پر سہارا لگانے والے یعنی بادشاہوں کی طرح بیٹھنے والے استراحت سے آمنے سامنے کہ پشت سے ایک دوسرے کو نہ دیکھیں یہ ان کی حسن معاشرت وتہذیب الاخلاق وآداب کی وصف ہے۔

فائدہ:۔ امام ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زیارت کے لیے ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے علامہ کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک دوسرے کے برابر یعنی ایک کا چہرہ دوسرے کے چہرے کے سامنے ہوگا تاکہ دیکھ کر ایک دوسرے سے مانوس ومسرور ہوں۔

یطوف علیہم:۔ ان پر ان کے ارد گرد پھریں گے خدمت کے لیے شراباً وغیرہ پانی کے وقت۔

ولدان۔ (بچے) ولید کی جمیع ہے کیونکہ چھوٹے کی خدمت بہ نسبت زیادہ موزوں ہوتی ہے۔

مخلدون۔ ہمیشہ وہ بچوں کی شکل میں ہوں گے اور انہی کی خنکی میں اس بچپن کے سن سے نہیں بدلیں گے کیونکہ وہ بقاء کیلئے پیدا کیے گئے ہیں اور جو بقاء کیلئے پیدا ہو اس میں تغیر وتبدل نہیں ہوتا۔

سوال :۔ کل نفس ذائقة الموت۔ کے حکم میں یہ بچے داخل ہیں یا نہ۔

جواب :۔ وہ مریں گے نہیں البتہ نفختین کے درمیانی مدت میں ان پر نیند طاری کی جائے گی (الاسئلة المقحمہ)

فائدہ :۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان بچوں کو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے پیدا کرے گا محض بہشتیوں کی خدمت کے لیے ہوں گے ان سے اور کوئی کام نہیں لیا جائے گا۔ بعض نے کہا کہ وہ اہل دنیا کے بچے ہوں گے جن کی کوئی نیکی نہ ہو گی کہ جس سبب سے ان کو اس کا ثواب ملتا ہے اور نہ ہی گناہ جس پر انہیں سزا ملتی۔

حدیث شریف میں ہے کہ اولاد الکفار اہل ایمان کی خدام ہوں گی۔

تائید حنفیت :۔ لفظ ولدان امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول کی تائید کرتا ہے انہوں نے فرمایا کہ کفار کی اولاد اہل ایمان کی خدام ہو گی کیونکہ جنت میں ولادت کا سلسلہ نہ ہو گا۔

فائدہ :۔ یہ بھی ہو سکتا ہے مخلدون بمعنی مقرطون بمعنی سناری گوشواروں سے آراستہ اور الخلد بمعنی کنگن اور بالی آیا ہے جیسے خلدۃ (محرکۃ) قردۃ کی طرح۔ اب مخلدون کا معنی ہوا کہ وہ کانوں میں بالیاں اور ہاتھوں میں کنگن پہنے ہوں گے یا مخلدون بمعنی وہ ہمیشہ بوڑھے نہ ہوں گے اور نہ ہی بچپن کے سن سے بدلیں گے[1] اور کشف الاسرار میں فرمایا کہ المخلدون الخلادۃ سے ہے اور یہ لغت قحطانیہ ہے

باکواب :۔ سونے اور جواہر کے کوزوں سے وہ ننگے نہ ہوں گے اور نہ ان کے پکڑنے کے لیے زائد حصہ یعنی لوٹے جن پر خرطوم یعنی زائد حصہ نہ ہو گا اور وہ پینے والے کے لیے کسی قسم کی شے حائل ہونے والی نہ ہو گی جس جگہ سے چاہے پینے والا پئے اسے یہ حاجت نہ پڑے گی کہ اسے ایک جگہ سے پینا مشکل ہے تو دوسری جگہ سے پئے۔

وابادیق۔ اور بڑے آفتابے۔ ابریق کی جمع ہے وہ لوٹا جس کو سر کی طرف سے زائد حصہ اور درمیان میں بھی جس کا رنگ چمکیلا ہو گا اس کے صاف و شفاف ہونے کی وجہ سے۔ بعض نے کہا یہ عجمی لفظ ہے آبریز کا معرب جس برتن کا سر کا حصہ نہ ہو اور نہ درمیان میں اس کا زائد حصہ اسے کوب کہتے ہیں بپیالہ وغیرہ اور ابریق (آفتابہ) ہاتھوں کے دھونے کے لیے اور پیالہ پانی پینے کیلئے جیسا کہ فرمایا وکاس من معین اور بڑے پیالے بہنے والے پانی سے یعنی شراباً طہوراً سے بھرپور بڑے پیالے چشموں سے بھرپور کے پئیں گے۔

فائدہ :۔ مروی ہے کہ بہشت کا شراب دنیا کے شراب جیسا نہ ہو گا کہ جسے بتکلف نکالا جاتا ہے اور اس کے بنانے میں کام کرنا پڑتا ہے لیکن آخرت کا شراب بلا تکلف ہو گا اور برتنوں میں عام پڑا ہو گا

---

[1] القاموس ۱۲

بلکہ نہروں کی طرح جاری ہوگا جیسا کہ فرمایا وانہار من خمر (اور شراب کی نہریں) ہوں گی۔

حل لغات:۔ کأس۔ وہ پیالہ جس میں شراب ہو خالی ہو تو قدح کہا جائے گا۔ اہل لغت کہتے ہیں معن الماء ای جریٰ۔ جاری ہوا۔ معین فعیل بمعنی فاعل یعنی جاری یا بمعنی ظاہر کہ اسے آنکھوں سے نہروں میں دیکھا جائے گا جیسے جاری پانی کو دیکھا جاتا ہے۔ کالماء المعین یعنی ظاہری طور جاری پانی کی طرح اس معنیٰ پر معین بمعنی اسم مفعول ہوگا۔ المعاینہ سے ازعانہ بمعنی شخصہ و میزہ بعینہ اسے آنکھوں سے جھانکا اور اسے علیحدہ کیا۔

القاموس میں ہے کہ امعن الماء بمعنی ظاہر و معن الماء بمعنی اسالہ۔ پانی کو بہایا وامعن الماء۔ پانی جاری ہوا۔

المعان۔ وادی میں پانی کے جاری ہونے کی جگہ۔

سوال:۔ اکواب واباریق جمع اور کأس واحد کیوں؟

جواب:۔ شرابیوں کی عادت پر ہے کہ وہ شراب تو متعدد اور مختلف برتنوں میں رکھتے ہیں لیکن پیتے ایک پیالے سے ہیں۔

لا یصدعون عنہا۔ (اس سے انہیں سر کا درد نہ ہوگا)۔

حل لغات:۔ الصداع الشق فی الاجسام الصلبہ۔ سخت جسموں کا پھٹنا جیسے شیشہ لوہا وغیرہ اسی سے الصداع استعارہ لیا گیا ہے یعنی سر کا درد سے پھٹنا اسی سے الصدیع ہے۔ بمعنی فجر کا ابتدائی وقت یعنی انہیں شراب پیتے وقت سر کا درد نہ اُٹھے گا جیسے دنیا کے شراب پینے سے ہوتا ہے اور اس کی حقیقت بھی یہی ہے کہ اس سے دردِ سر نہ اُٹھے۔

فائدہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ شراب میں چار خصلتیں ہیں:۔

۱۔ نشہ ۲۔ دردِ سر ۳۔ قے ۴۔ پیشاب کی کثرت۔

لیکن جنت کی شراب میں یہ نہ ہوگی بلکہ اس میں لذت ہی لذت ہے اور اس میں کسی قسم کی تکلیف نہیں۔

ولا ینزفون اور نہ ہوش میں فرق آئے یعنی انہیں نشہ نہ ہوگا اور ان کی عقول نہیں جائیں گی یا یہ معنیٰ ہے کہ ان کی شراب ختم نہ ہوگی انزف الشارب سے شرابی کی عقل خراب ہو گی یا شراب ختم نہ ہوگی نفاذ ختم ہونا عقل کا ہو تو بھی شراب دنیا کا عیب ہے یا شراب ختم ہو جائے تو بھی عیب ہے کہ یاران صحبت نہ آئیں گے۔ (محفل ویران پڑ جائے گی)۔

وفاکہۃ مما یتخیرون اور میوے جو وہ پسند کریں۔

حل لغات:۔ تخیرت الشئ۔ میں نے اس کے اچھے کو لیا یعنی پسند کریں گے اور اسے لیں گے جو رنگ کے لحاظ سے بہتر و افضل ہو گا حالانکہ وہ کل کے کل پسندیدہ ہوں گے اس کا عطف باکواب پر ہے یعنی ان کے سامنے بچے میوے لے کر پھرتے ہوں گے۔

الفاکہۃ وہ ثمر جو میوے کے طور پر کھایا جائے لذت کے لیے۔ صحت و تندرستی کے لیے کیونکہ بہشت میں غذا کی وجہ سے ان کی صحت اور تندرستی محفوظ ہو گی اور دنیوی غذا کی طرح نہیں ہو گی کہ اسے مجبوری سے حاصل کیا جائے اگر نہ برستے ملے تو تنگی محسوس ہو۔ اس میں اشارہ ہے کہ بہشتی وہ ماکولات لے گا جس سے تنعم و تلذذ ہو۔

ربط:۔ اس کے بعد گوشت کا ذکر فرمایا جو کہ سید الادام۔ ہر سالن کا سردار۔ عرب میں اونٹ کا گوشت وسعت سے ہوتا تھا لیکن ان کے ہاں عزیز ترین گوشت پرندوں کا تھا جو کہ وہ گوشت کی تمام قسموں سے لذیذ تر ہے اور وہ صرف سنتے تھے کہ پرندوں کا گوشت بادشاہوں کے پاس ہوتا ہے اسی کا وعدہ فرمایا کہ ولحم طیر مما یشتھون۔ اور پرندوں کا گوشت جو وہ چاہیں گے انہیں خواہش ہو گی کہ پرندوں کا بھنا ہوا یا پکا ہوا ہو تو وہ اسے خواہش کے مطابق پائیں گے اس کے لیے انھیں پریشانی نہ ہو گی اور نہ وہ مجبور رہیں گے وہ یوں ہو گا کہ مومن دسترخوان پر بیٹھے ہوں گے کہ مرغ آئے گا اور ان کے سامنے طوبیٰ کے درخت پر بیٹھ جائے گا اور آواز دے گا کہ میں پرندہ ہوں کہ بہشت کا کوئی چشمہ نہیں جس سے میں نے پانی نہ پیا ہو اور اس کا کوئی درخت نہیں جس کا میوہ میں نے نہ کھایا ہو میرا گوشت ہر گوشت سے لذیذ اور خوش تر ہے اس پر بہشتی خواہش کرے گا تو وہ پرندہ طوبیٰ کے درخت سے اڑ کر اس کے دسترخوان پر تین حصے ہو جائے گا:۔

۱۔ پختہ ۲۔ سادہ بوٹیاں ۳۔ بھنا ہوا

بہشتی جو چاہے کھائے پھر وہ پرندہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زندہ ہو کر اڑ جائے گا۔

سوال:۔ الاسئلہ الاقحمہ میں ہے کہ وفاکھۃ مما یتخیرون اور ولحم طیر مما یشتھون میں عطف ڈال کر مختلف الفاظ و یتخیرون و یشتھون کیوں؟

جواب:۔ میوہ صرف کھانے کے لیے نہیں بلکہ سونگھنے دیکھنے کے لیے بھی ہوتا ہے اور پرندے کے گوشت میں کھانے کی مختلف چاہتیں ہوتی ہیں کہ اس کے بعض حصہ کے لیے کچھ چاہت ہوتی ہے بعض کے لیے کچھ اور کسی حصہ کے لیے ہوتی ہی نہیں۔

ربط:۔ کھانے پینے کے بعد انسانی فطرتی طور پر جماع کی خواہش کرتا ہے اس کے لیے فرمایا وحور عین

اس کا عطف ولدان پر ہے یا یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے دراصل وفیہا حور عین یا ولھم حور عین تھا یعنی بہشت میں ان کے لیے حوریں ہوں گی۔

حل لغات: حور حوراء کی جمع ہے سفید یا سخت سفید آنکھوں والی جن کی سیاہی بھی سخت ہو گی۔ **عین** عیناء کی جمع ہے بڑی اور حسین آنکھوں والی۔ وہ ملائکہ کی تسبیح سے پیدا کی گئی ہیں[1] کامثال اللؤلؤ المکنون (چھپے ہوئے موتی کی طرح)۔ یہ حور کی صفت یا حال ہے یعنی صدف میں چھپے ہوئے موتی کی طرح کہ اسے ہاتھوں نے نہ چھوا اور نہ آنکھوں نے دیکھا یا محفوظ ہیں کہ انہیں کسی سے ضرر نہیں پہنچا اور نہ ہی ان پر گرد و غبار پہنچی اور نہ ہی ان کی صفائی اور رونق میں کمی آئی۔

ربط: جب ان کی وصف جزاء کو مکمل طور بیان فرمایا تو یہ دلیل ہے اس کی کہ ان کے اعمال بھی اچھے ہوں گے کیونکہ جزاء کردار کے مطابق ہوتی ہے اس لیے فرمایا جزاء بما یعلمون۔ یہ جزاء ہے اس کی جو وہ دنیا میں عمل کرتے تھے۔ یہ مفعول لہ ہے یعنی ان کے ساتھ یہ اس لیے ہو گا کہ وہ دنیا میں نیک کام کرتے تھے تو احسان کی جزاء احسان ہے کیونکہ منازل آخرت کی تقسیم اعمال کی مقدار پر ہو گی لیکن دخول جنت محض اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے ہو گا اس میں عاملوں کے اعمال کو کوئی دخل نہیں۔

سبق: جو چاہتا ہے کہ جنت میں داخل ہو اور لذیذ گوشت کھائے اور شراب طہور پئے اور حور عین سے متمتع ہو تو اس کی ملاقات کیلئے نیک اسباب اختیار کرے۔

حور بہشتی کے اطوار: مروی ہے کہ جب حور چلیں گی تو ان کے پاؤں کے جلاجل (گھنگھرو ں) سے تقدیس کی اور ان کے ہاتھوں کے کنگن کے تمجید کی آواز سنائی دے گی اور ان کا یاقوتی سینے کا ہار رہے گا اور ان کے پاؤں کے جوتے سونے کے اور ان کے تسمے موتی کے تسبیح کی آواز دیں گے ہر حور (عورت) پر ستر پوشاک ہو گی ہر پوشاک کا رنگ دوسرے رنگ سے جدا ہو گا اور ان میں ستر رنگ کی خوشبو ہو گی اور ہر خوشبو کی بو اور رنگ دوسری سے جدا ہو گی اور ان ہر ایک کے لیے ستر ستر یاقوت احمر اور موتیوں کے جڑاؤ کا تخت ہو گا ہر تخت پر ستر ستر بستر ہو گا۔ ان کا اندرونی حصہ استبر (موٹے ریشم) کا ہو گا۔ ان ہر حور (عورت) کی ستر ستر کنیزیں ہوں گی ان ہر کنیز کے ہاتھ میں دو سونے کے پیالے ہوں گے جن میں دو قسم کا رنگین طعام ہو گا جن میں سے ہر ایک لقمہ کی لذت دوسرے کے ہر لقمہ سے نرالی ہو گی ایسے ہی ہر حور کے شوہر کو سرخ رنگ کی یاقوتی تخت ملیں گے

---

[1] معین المعانی ۱۲

اس کے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہوں گے جن پر سُرخ یاقوت کا جڑاؤ ہوگا۔

ملفوظ یحییٰ بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے کہ ایسی عورت کو نکاح کا پیغام دے جو تجھے موت سے چھین نہ لے ایسی وار میں شادی رچا جسے بلاؤں کا چکر خراب و ویران نہ کردے۔ اس کے لیے ایسا گھر تیار کر جسے مصائب کی آگ نہ جلا دے۔

فائدہ:۔ مروی ہے کہ حوریں زعفران سے پیدا کی گئی ہیں (کشف الاسرار)

لا یسمعون فیہا لغوا ۔ (وہ آپس میں بیکار بات نہ سنیں گے) لغو بمعنی باطل (بیکار)

حل لغات:۔ القاموس میں ہے کہ اللغو والصفا بمعنی السقط (گری ہوئی شے اور وہ جو کسی قطار میں نہ ہو کلام ہو یا کوئی شے۔

المفردات میں ہے کہ اللغو وہ بات جس کا کوئی اعتبار نہ ہو یعنی وہ بات جو بلا سوچے سمجھے بولی جائے وہ بمنزلہ لغا کے ہے یعنی چڑیوں اور پرندوں کی سی آواز۔

ولا تاثیما (اور نہ گنہ گاری) اور نہ گناہ کی طرف نسبت کرنا یعنی یہ نہ کہا جائے گا کہ تم نے گناہ کیا یعنی بہشت میں نہ لغویات اور نہ گنہ گاری اور نہ اس قسم کی باتیں سننا ہوگا۔

حل لغات:۔ الاثم وہ افعال جو ثواب سے دور کرنے والے ہیں اس کی جمع آثام ہے۔

الا قیلا (مگر تھوڑا سا) **سلاما سلاما** ۔ (کہنا ہوگا سلام۔ سلام) یہ قیلاً سے بدل ہے اور استثناء منقطع ہے یعنی ہاں بہشت میں یہ سنیں گے سلام۔ سلام۔ یہ لایذوقون فیہا الموت الا الموتۃ الاولیٰ کی طرح ہے کہ یہ تعلیق بالمحال سے ہے۔

سماع السلام کا یہ مطلب ہے کہ وہ بہشت میں ایک دوسرے سے سلام۔ سلام کی آواز سنیں گے کہ وہ ان کو سلام کریں گے تو دوسرے ان کے جواب میں کہیں گے السلام۔ یا یہ معنیٰ ہے کہ بہشت میں اور کچھ نہ سنیں گے سوائے اس کے کہ ایک دوسرے کا ابتداً سلام کہنا اور اس کے جواب میں وعلیکم السلام کہنا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اس میں اشارہ ہے کہ سابقین مقربین کی بہشت ان کدورات سے صاف ہے جو اپنے ساکنین کی طبیعت کو منغص (کھٹا) کردے اور وہ تمام ان معاملات سے فارغ ہے جو کسی کو بے چین اور ناامید بنائے رکھیں۔ بہشتی سوائے حق کے ساتھ کچھ نہ کہیں گے اور نہ ہی حق کے سوا کچھ سنیں گے یعنی حق تعالیٰ ان پر اپنے رسم سلام کے جلوہ سے

جلوہ گر ہو گا۔ اسم سلام نقائص و آفات سے پاک سلامتی پر مشتمل اور قربات و کرامات کو متضمن ہے۔

فائدہ:۔ معزز ترین سلام تو وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نوازے گا۔ چنانچہ فرمایا سلام قولا من رب رحیم (سلام وہ جو رب رحیم سے کہنا ہے سلام) اس کے بعد سلام الارواح۔

حکایت:۔ بعض صلحاء سے منقول ہے فرمایا کہ میرا ایک بیٹا شہید ہوا تو میں نے اسے اس رات خواب میں دیکھا جس شب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال (وفات) ہوا (اور یہ بارہ خلفاء میں سے ہیں (عقائد اہلسنت) میں نے کہا بیٹے تم فوت نہیں ہو گئے تھے کہا کہ میں مرا نہیں شہید ہوا تھا اور میں اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہوں مجھے رزق دیا جاتا ہے میں نے کہا یہاں کیسے آ گئے کہا حضرت عمر بن عبدالعزیز کا وصال (وفات) ہوئی ہے میں اُن کی نماز جنازہ کے لیے آیا ہوں پھر چاہا کہ آپ کو بھی سلام کرتا چلوں۔

فقیر (صاحب رُوح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتا ہے

صاحب رُوح البیان کا مشاہدہ:۔ کہ میں نے حرمین طیبین میں ارواح کو نماز و طوائف کے لیے حاضر ہوتے اور ایک دوسرے کو السلام علیکم کرتے دیکھا یہاں تک کہ میں نے بھی سحر کے وقت مقام جبریل کے نزدیک خلفاء اربعہ اور ملائکہ اربعہ پر سلام عرض کیا (و للہ الحمد علی ذلک) اس پر اللہ تعالیٰ کی بہت بہت حمد و شکر کہ اس نے مجھے زیارت سے مشرف فرمایا)۔

سلام من الرحمٰن نحو جنابہ

لان سلامی لا یلیق ببابہ

ترجمہ:۔ رحمٰن کا سلام ہو آپ کی جناب کی ورنہ میرا سلام تو آپ کے لائق نہیں۔

تفسیر عالمانہ:۔ واصحاب الیمین۔

ربط:۔ پہلے جو فضیلت والی شانوں کو اجمالاً تقسیم فرمایا اب اُن کی تفصیل شروع فرمائی یعنی اب بتایا جائے گا کہ السابقین کو بہشت میں کیا نصیب ہو گا چنانچہ فرمایا اور اصحاب الیمین۔ یہ مبتداء اور اس کی خبر جملہ اصحاب الیمان ہے۔ یعنی تمھیں کیا معلوم کہ اصحاب الیمین کے لیے کیا خیر و برکت تیار ہے ان کی بزرگ صفات اور کمال محاسن کی۔

فی سدر مخضود۔ اور وہ بے کانٹوں کی بیریوں میں۔ یعنی ان بیریوں میں کانٹے نہیں ہوں گے جیسے دنیا کی بیریوں میں ہوتے ہیں اس لیے کہ دنیا کی بیریاں کانٹوں سے پیدا ہوتی ہیں اور جنت کی بیریاں

بغیر کانٹوں کے ہیں گویا اس کے کانٹے کاٹ کر ان سے دور کیے گئے ہیں۔

فائدہ:۔ سدرۃ مخضود یا تو مبالغہ ہے تشبیہ میں یا مجاز ہے علاقہ سببیہ سے اس لیے کہ خضد (کاٹنا) کانٹے کے نہ ہونے کا سبب ہے بعض نے کہا مخضود بمعنی ان کی ٹہنیاں دوہری ہوں گی بوجھ کی کثرت کی وجہ سے خضد الغصن سے ہے بمعنی ٹہنی دوہری ہے۔ یہ اس وقت ہے جب سبز، تر ہو اس تقریر پر مخضود میں مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کھڑا کیا گیا ہے۔

السدر۔ پھل والا درخت ہے اس کا پھل عرب کے ہاں محبوب و معروف ہے اس کے پتوں سے اشنان[1] بناتے ہیں۔

المفردات میں ہے کہ وہ درخت جو کھانے میں قلیل الغذا اور کانٹے دار اور سایہ دار ہے اس کے سایہ اور میوہ کی وجہ سے بہشت کی بیری کو تشبیہ دی گئی ہے۔

اعجوبہ:۔ بہشت کا کوئی پھل باقلاء وغیرہ کی طرح باغلاف نہ ہو گا بلکہ اس کا کل حصہ کھانے اور پینے اور سونگھنے اور نظر آنے والا ہو گا۔

وطلح منضود (اور کیلے کے گچھوں میں) اس کا بوجھ جڑا ہوا اور ایک دوسرے کو اوپر نیچے چڑھا ہوا ہو گا۔ اس کی پنڈلی نہ ہو گی اور ظاہر ہو گا طلح کیلہ کا درخت اس کے بڑے پتے اور سایہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور بیری کے پتے چھوٹے ہوتے ہیں یا وہ ام غیلان (بہت گھنہ) ہے جس کے بہت پھول اور خوشبودار پتے ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہیں اسے اہل عرب صرف نزہت و زینت کے لیے کام میں لاتے ہیں اگرچہ اس سے کچھ نہ کھایا جائے۔

فائدہ:۔ السدی نے فرمایا کہ اس کیلے کو دنیا سے تشبیہ دی گئی ہے لیکن وہ کیلہ شہد سے زیادہ میٹھا ہو گا۔

شانِ نزول:۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ طائف میں ایک وادی تھی نہایت ہی بہترین جس میں کیلے اور بیری کے درخت ہوتے تھے تو اہل عرب کہتے کاش ہمیں بہشت میں ایسی وادی نصیب ہو ان کی آرزو پر یہی آیت اتری اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وفیہا ماتشتہی الانفس وتلذ الاعین اور اس میں جو چاہیں گے ملے گا اور آنکھیں لذت پائیں گی۔

فائدہ:۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے وہ بیان فرمایا جو قوم جو چاہے اور جس سے انھیں محبت و چاہت ہو گی جنت کے کیلے اور بیری کو دنیا کے کیلے اور بیری پر وہی فضیلت حاصل ہے جو جنت کی دوسری

---

[1] جس سے ہاتھ دھوئے جائیں ۱۲، المنجد۔

نعمتوں کو دنیوی نعمتوں پر۔

وظل ممدود۔ اور دراز سائے میں نہ گھٹے اور نہ اس میں فرق آئے جیسے دنیا میں فجر و طلوع شمس اور غروب شمس کے درمیان ہوتا ہے اور جو شے غیر منقطع ہو اسے ممند کہا جاتا ہے یعنی ہمیشہ والی شے کو ممدود کہتے ہیں۔

حدیث شریف (۱) میں ہے جنت کا درخت اتنا طویل (دراز) ہوگا کہ اگر سوار سو سال اس سایہ کے نیچے چلے تب بھی اس کا سایہ ختم نہ ہوگا۔

حدیث شریف (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرمایا کہ جنت میں ایک پنڈلی دار درخت ہے جس کے نیچے اہل جنت بیٹھ کر دنیا کی باتیں یاد کر کے گفتگو کریں گے اور چاہیں گے وہی لہو (کھیل) یہاں ہوتی ان کی باتیں سن کر درخت ہلے گا تو بہشت سے ہوا چلے گی جس میں ان کی لہو (کھیل) بر آمد ہوگی جو وہ چاہیں گے۔

فائدہ :۔ کشف الاسرار میں ہے محتمل ہے کہ ظل سے مراد حفاظت ہو مثلاً کہا جاتا ہے فلاں فی ظل فلاں فلاں کی حفاظت میں ہے یعنی اس کی پناہ اور سایہ کا معنیٰ اس لیے موزوں نہیں کہ وہاں سورج نہیں ہوگا۔ (سورج ہوگا تو دھوپ ہوگی اور دھوپ ہوگی تو سایہ کی ضرورت پڑے گی جب سورج ہی ہوگا تو پھر سایہ کی ضرورت)۔

فائدہ :۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے ظل سے مراد راحت ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومدخلھم ظلاً ظلیلا۔ اور ہم انہیں بہترین راحت میں داخل کریں گے اور انسان سایہ تلے بیٹھتا ہے تو بھی استراحت کے لیے اور اہل عرب کو اس کی رغبت بھی اسی لیے تھی کہ ان میں دھوپ زیادہ اور سخت اور سائے ان میں بہت کم بلکہ گم اسی سے ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی۔ السلطان ظل اللہ فی ارضہا (سلطان اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے اس کی زمین میں) یعنی اس کی طرف ہر مظلوم اس کے عدل کی وجہ سے اس کے ہاں راحت پاتا ہے اسی سے ہے اہل عرب کا قول۔ مد اللہ ظلہ لہ۔ اللہ تعالیٰ اس کا سایہ دراز فرمائے یعنی اس کے عدل و راحت و رحمت کا سایہ یہاں تک کہ تمام لوگوں تک اس کی استراحت کا اثر پہنچے۔ وماء مسکوب۔

حل لغات :۔ مکسوب از بسکب یعنی ان کے لیے پانی بہے گا جہاں چاہیں گے اور جیسے چاہیں گے بغیر

لہ اسی لیے امام اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے ممدود کا معنیٰ (ہمیشہ) لکھا ہے ۱۲۔ اویسی غفرلہٗ۔

کسی تکلیف کے یا مسکوب بمعنی مصبوب یعنی پانی زمین پر بہے گا بغیر کھاڈوں کے اور ہمیشہ یعنی مسلسل چلتا رہے گا کبھی کسی وقت بند نہیں ہوگا یعنی اس وقت ان کے سامنے بہتا ہوا پانی بکثرت اور غیر منقطع حاصل ہوگا۔ یا یہ کہ وہ پانی ظاہر کھلا ہوا ہوگا ایسا نہیں کہ بعض کیفیات میں کھلا اور بعض میں محجوب اور نظر نہ آنے والا یا یہ کہ وہ جاری رہے گا یا کہ اہل عرب کے کنوؤں اور چشموں کی بہ نسبت بہت زیادہ ہوگا۔ ایسے نہیں کہ جیسے وہ دنیا میں پانی بو کے اور رسّی کے بغیر حاصل نہیں کر سکتے اور انہیں پانی بکثرت اور جاری ہونے کا وعدہ دیا گیا یہاں تک کہ اگر ہوا میں اُڑتے وقت پانی چاہیں گے تو انہیں وہاں بھی مل جائے گا گویا یہ سابقین کا حال بتایا گیا ہے کہ جیسے شہریوں کو پانی کی انتہائی سہولتیں حاصل ہوتی ہیں ایسے ہی ان کو اس سے بہتر اور اعلیٰ سمجھو ایسے ہی اصحاب الیمین کی حالت بستی والوں کی طرح بتائی گئی ہے کہ جیسے انہیں پانی عام کھلا اور ہر جگہ ملتا ہے ایسے ہی اصحاب الیمین بہشت میں ہر طرح کی سہولتوں سے بہرہ ور ہوں گے۔ اس سے یہ فرق بھی بتانا ہے کہ جیسے اہل بوادی اور اہل بلاد کا حال متفاوت ہے ایسے ہی السابقین و اصحاب الیمین کا فرق سمجھئے۔

وفاکھۃ۔ اور قسم قسم اور گوناگوں میوہ جات ہوں گے۔ کثیرۃ۔ بہت زیادہ لامقطوعۃ نہ ختم ہوں کسی وقت بھی دنیوی میوہ جات کی طرح۔

ولاممنوعۃ۔ اور نہ روکے جائیں۔ ان کے حاصل کرنے سے کسی بھی وجہ سے جیسے حاصل کرنے والے سے وہ دور رہیں یا پیسے نہیں کہ انہیں خریدا جا سکے یا درخت میں کانٹے ہیں جس سے توڑا نہیں جا سکتا اگر توڑا جائے تو توڑنے والے کو کانٹے چبھتے ہیں یا دیوار حائل ہے کہ وہاں داخل نہیں ہوا جا سکتا اور دیگر رکاوٹیں۔

حدیث شریف میں ہے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت کے ثمرات جس درخت سے توڑ لئے جائیں گے اللہ تعالیٰ ان کے بدلے اس پر فوراً دوگنا اور ثمرات پیدا فرما دے گا۔

وفرش اور بچھونوں میں۔

حل لغات:۔ افرش فراش کی جمع ہے وہ شے جو بچھائی جائے۔

مرفوعۃ جو بلند ہوں گے یعنی رفیع القدر یا اونچے نہ زمین و آسمان کی درمیانی مسافت کی قدر اور یہ درمیانی فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت ہے یا وہ اُن کے تختوں سے اونچے۔ بعض نے کہا فرش سے عورتیں

مراد ہیں اس لیے کہ فراش و لباس و ازار سے عورت مراد لی جاتی ہے۔

حدیث شریف :۔ میں ہے الولد للفراش۔ بچہ عورت کا ہے (زانی کو پتھر)

فائدہ :۔ اس حدیث میں عورت کو فروش کہا گیا ہے اور عورتوں کا اونچا ہونا بایں معنی ہے کہ وہ تختوں کے رو برو ہوں گی جیسے انا انشأنٰہن انشاء دلالت کرتا ہے یعنی ہم نے ان عورتوں کو اچھی اُٹھان اُٹھایا) ھُنّ کی ضمیر اس معنیٰ کی بین دلیل ہے یعنی ہم نے ان بہشتی عورتوں کو جدید تخلیق میں پیدا فرمایا بغیر ابداء و اعادہ کے ابداء کے بغیر تو یوں کہ وہ کسی عورت سے پیدا نہیں ہوئیں جیسے حوروں کے لیے تفصیل گزری ہے اور اعادۃً یوں کہ وہ بوڑھی نہ ہوں گی جیسے دنیا میں عورتوں کا حال ہے کہ جوانی کے بعد بڑھاپے میں چلی جاتی ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ :۔

ھن اللواتی قبضن فی دار الدنیا عجائز شمطا رمصا۔	وہ عورتیں دار دنیا میں بوڑھی اور شمط و رمص ہو کر فوت ہوئیں۔

شرح الحدیث :۔ شمط شمطاء کی جمع ہے۔ شمط وہ عورتیں جن کے سفید بالوں میں سیاہ بھی ملے جلے ہوں اور رمص رمصاء (بالتحریک) کی جمع ہے وہ عورت جس کی آنکھ کے اندر کے کونہ میں میل کچیل جمع ہو جائے یعنی قیامت میں انھیں اللہ تعالیٰ بڑھاپے کے بعد ایک ہی وقت میں سب کو دوشیزہ (نوجوان) بنا دے گا۔ جب ان کے ہاں ان کے شوہر ملیں گے تو وہ دوشیزہ نوجوان ہوں گی۔

حکایت :۔ جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مذکورہ ارشاد سنا تو فرمایا وا وجعاہ (ہائے درد اور دکھ نہ ہوں) حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہاں کوئی دکھ درد نہ ہو گا۔

اعجوبہ :۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ایسا کر دکھایا کہ زکریا علیہ السلام کی زوجہ کریمہ بوڑھی تھیں تو انہیں ایک ہی آن میں نوجوان بنا دیا چنانچہ فرمایا واصلحنا زوجہ (اور ہم نے اس کی زوجہ کو سنوار (نوجوان) بنا دیا۔

فائدہ :۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس اصلاح کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا کہ صلاح سے جوانی مراد ہے یعنی اسے اللہ تعالیٰ نے مشابہ (نوجوان) بنایا جبکہ وہ اس سے قبل بوڑھی تھیں اور بچے جننے کے لائق بنا دیا حالانکہ اس سے قبل وہ بانجھ تھیں یہی ارشاد باری تعالیٰ

فجعلنا هن ابکاداً کا مفہوم یعنی بعد اس کے کہ وہ بوڑھی تھیں ہم انھیں نوجوان (باکرہ) کنواریاں (دوشیزہ) بنادیں گے۔

حل لغات:۔ ابکار بکر کی جمع ہے اس کا مصدر بکارۃ (بالفتح) ہے۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ البکرۃ بمعنی اول النہار (دن کا پہلا حصہ) اسی سے تعجیل کا مفہوم لیا جاتا ہے کہ یہ دن کے اول حصے میں گویا عجلت کرکے آگیا ہے اسی لیے ہر عجلت باز کو بکر کہتے ہیں۔ جس لڑکی کی بکارۃ ابھی بحال ہو تو اسے بھی بکر کہا جاتا ہے باعتبار ثیب کے کہ گویا یہ اس سے اس مراد میں سبقت کر گئی ہے جو عورتوں سے مردوں کو ہوتی ہے۔

فائدہ:۔ حضرت سعدی المفتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اگر انشاء سے ابداء مراد ہو تو جعل بمعنی خلق ہوگا اور ابکاراً اس کا حال ہے اگر اس سے اعادہ مراد ہو تو جعل بمعنی تغییر ہوگا ابکاراً دوسرا مفعول ہوگا۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ فجعلنا هن دلالت کرتا ہے کہ اس سے دنیوی عورتیں مراد ہوں کیونکہ وہ سب کو معلوم ہے کہ ابتداءً وہی باکرہ ہوتی ہیں اور وہ حوران بہشت سے افضل و احسن ہیں کیونکہ وہ دنیا میں صالح عمل کرتی رہیں بخلاف حوران بہشت کے کہ انھیں اعمال صالحہ کا موقع نہ ملا۔

المزاح فی الکلام:۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رونق افروز تھے آپ کے ساتھ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف فرما تھیں۔ ایک بی بی بنو عامر قبیلہ سے حاضر ہوئیں اور وہ تھیں بڑھیا عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم میرے لیے دُعا فرمایئے مجھے اللہ تعالیٰ بہشت میں داخل فرمائے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اُم فلاں بوڑھی عورتوں کو اللہ تعالیٰ بہشت میں داخل نہیں فرمائے گا۔ بڑھیا روتی ہوئی چلی گئی آپ نے فرمایا بڑھیا کو خوشخبری سناؤ کہ اس دن عورتیں بوڑھی نہیں ہوں گی پھر یہی آیت پڑھ کر سنائی۔ عرباً اپنے شوہروں کو پیاریاں۔

حل لغات:۔ عُرب عروب کی جمع ہے۔ رسل رسول کی جمع کی طرح وہ عورتیں جو اپنے شوہروں کو پیاریاں اور انہیں پیار دلانے والی ہوں۔ اعرب سے ہے بمعنی (ظاہر کیا گیا) العرب وہ جو اپنے شوہر کو محبت کا اظہار کرے۔ عشوے۔ غمزے اور حسن و نازسے۔

المفردات میں ہے کہ امرأۃ عروبۃ۔ معربۃ یعنی اپنا حال عفت (پاکدامنی) سے اور شوہر سے محبت دکھانے والی۔

فائدہ:۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ عرب بمعنی عربی گفتگو کرنے والی۔

اتراباً (ایک عمر والی)۔

حل لغات :۔ اتراب ترب (بالکسر) بچہ جننا۔ ایک سن ہونا اور وہ جو کسی کا جڑواں (ایک ساتھ) پیدا ہو۔ تر بی۔ وہ عورتیں جو ہم سن تینتیس سالہ ہوں ایسے ہی ان کے شوہر کا قد ساٹھ ہاتھ لمبا سات ہاتھ چوڑا ہوگا آپ کے دادا آدم علیہ السلام کے قد کے برابر نوجوان ہوں گے اور سرمیلی آنکھوں والے چہرہ چودھویں رات کی طرح حسین چہرہ۔ ان کا پچھلا گروہ آسمان کے چمکتے ستارے کی طرح آنکھوں میں آنکھیں ملا کر ایک دوسرے (زن و شوہر بہشتی) کو دیکھیں گے نہ تھوکیں گے نہ کھنگاریں گے۔ اس طرح ان سے بڑھ کر کسی ناگوار چیز کا ہونا تو بعید تر ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک بہشتی مرد پانچ سو حوروں سے چار ہزار ثیب اور آٹھ ہزار کنواری بیویوں سے بیاہ کرے گا۔ اپنی دنیوی عمر کے برابر ان ہر ایک سے معانقہ کرے گا۔

فائدہ :۔ تبیان میں ہے کہ تمام بہشتی عورتوں کو اسی سن کا بنا کر بہشت میں لایا جائے گا اور انہیں ان کے شوہروں کے سپرد کر دیا جائے گا بوڑھیوں کو بھی اسی سن (جوانی) میں بنایا جائے گا۔

مسئلہ :۔ جو عورت دنیا میں بے شوہر رہی اسے بھی کسی مرد کے سپرد کیا جائے گا۔

مسئلہ :۔ عورت شوہر دار تھی لیکن بدقسمتی سے اس کا شوہر بہشتی نہیں بلکہ دوزخ میں چلا گیا[1]۔

---

[1] کتنا بدقسمت ہوگا وہ شوہر جس کی عورت بہشت میں اور وہ دوزخ میں ایسے ہی کتنا بدبخت ہوگا وہ سردار جس کا نوکر بہشت میں اور وہ دوزخ میں۔ اور کیسا بدبخت ہوگا وہ امیر جس کا غریب ہمسایہ بہشت میں اور وہ دوزخ میں۔ کیسا بدبخت ہوگا وہ افسر جس کا چپراسی۔ کلرک بہشت میں اور وہ دوزخ میں۔ کیسا بدبخت ہوگا وہ صدر۔ گورنر۔ وزیر۔ مشیر وغیرہ کہ وہ دوزخ میں لیکن اس کی رعایا اور ماتحت بہشت میں کیسا بدبخت ہوگا وہ منسٹر کہ وہ دوزخ میں اور اس کا ووٹر بہشت میں۔ کیسا بدبخت ہوگا وہ باپ اور ماں جس کی اولاد بہشت میں اور وہ دوزخ میں۔ کیسا بدبخت ہوگا وہ امام مسجد جس کے مقتدی بہشت میں اور وہ دوزخ میں۔ کیسا بدبخت ہوگا وہ مقرر۔ واعظ کہ اس کے سامعین بہشت میں اور وہ دوزخ میں۔ کیسا بدبخت ہوگا وہ استاد جس کے شاگرد بہشت میں اور وہ دوزخ میں۔ کیسا بدبخت ہوگا وہ پیر (بے عمل۔ جعلی۔ دھوکہ باز) جو دوزخ میں لیکن نیک عمل اور خوش اعتقاد نیک نیت مرید بہشت میں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار جیسے فرعون دوزخ میں اور اُس کی بی بی آسیہ بہشت میں تو ایسی عورت بھی کسی بہشتی کو دی جائے گی۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ○ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ○ وَأَصْحٰبُ
الشِّمَالِ ۙ مَآ أَصْحٰبُ الشِّمَالِ ○ فِي سَمُومٍ وَّحَمِيمٍ ○
وَّظِلٍّ مِّن يَّحْمُومٍ ○ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيمٍ ○ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ
ذٰلِكَ مُتْرَفِينَ ○ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ ○
وَكَانُوا يَقُولُونَ ۙ أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ○
أَوَ آبَآؤُنَا الْأَوَّلُونَ ○ قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ○ لَمَجْمُوعُونَ
إِلٰى مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ○ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّآلُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ○
لَآكِلُونَ مِن شَجَرٍ مِّن زَقُّومٍ ○ فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ○
فَشٰرِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ○ فَشٰرِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ○
هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ○ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ ○
أَفَرَءَيْتُم مَّا تُمْنُونَ ○ ءَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ
الْخٰلِقُونَ ○ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ○
عَلٰى أَن نُّبَدِّلَ أَمْثٰلَكُمْ وَنُنشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ○ وَ
لَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ○ أَفَرَءَيْتُم مَّا
تَحْرُثُونَ ○ ءَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُونَ ○ لَوْ
نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطٰمًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ○ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ ○
بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ○ أَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ○
ءَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ ○ لَوْ نَشَآءُ

جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ۝ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝

ترجمہ:۔ اگلوں میں سے ایک گروہ اور پچھلوں میں سے ایک گروہ اور بائیں طرف والے کیسے بائیں طرف والے جلتی ہوا اور کھولتے پانی میں اور جلتے ہوئے دھوئیں کی چھاؤں میں جو نہ ٹھنڈی نہ عزت کی بے شک وہ اس سے پہلے نعمتوں میں تھے اور اس بڑے گناہ کی ہٹ رکھتے تھے اور کہتے تھے کیا جب ہم مر جائیں اور ہڈیاں مٹی ہو جائیں تو کیا ضرور ہم اُٹھائے جائیں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی تم فرماؤ بے شک سب اگلے اور پچھلے ضرور اکٹھے کیے جائیں گے ایک جانے ہوئے دن کی میعاد پر پھر بیشک تم اے گمراہو جھٹلانے والو ضرور تھوہر کے پیڑ میں سے کھاؤ گے پھر اس سے پیٹ بھرو گے پھر اس پر کھولتا پانی پیو گے پھر ایسا پیو گے جیسے سخت پیاسے اُونٹ پئیں یہ اُن کی مہمانی ہے انصاف کے دن ہم نے تمھیں پیدا کیا تو تم کیوں نہیں سچ مانتے تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو گراتے ہو کیا تم اس کا آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔ ہم نے تم میں مرنا ٹھہرایا اور ہم اس سے ہارے نہیں کہ تم جیسے اور بدل دیں اور تمھاری صورتیں وہ کر دیں جس کی تمھیں خبر نہیں اور بے شک تم جان چکے ہو پہلی اُٹھان پھر کیوں نہیں سوچتے تو بھلا بتاؤ تو جو بوتے ہو کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔ ہم چاہیں تو اُسے روندن کر دیں پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ کہ ہم پر چٹی پڑی بلکہ ہم بے نصیب رہے تو بھلا بتاؤ تو وہ پانی جو پیتے ہو کیا تم نے اسے بادل سے اُتارا یا ہم ہیں اُتارنے والے ہم چاہیں تو اسے کھاری کر دیں، پھر کیوں نہیں شکر کرتے تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو کیا تم نے اس کا پیڑ پیدا کیا یا ہم ہیں پیدا کرنے والے ہم نے اسے جہنم کا یادگار بنایا اور جنگل میں مسافروں کا فائدہ تو اے محبوب تم پاکی بولو اپنے عظمت والے رب کے نام کی۔

حاشیہ بقیہ صفحہ سابق کا

مسئلہ:۔ جس عورت نے دنیا میں ایک سے زائد شوہروں سے طلاق کے بعد یا ایک شوہر کی وفات کے بعد

دوسرے سے) نکاح کیا اور وہ ہیں بھی بفضلہٖ تعالیٰ تمام بہشتی ایسی عورت پچھلے شوہر کو ملے گی (بعض نے کہا اسے ملے گی جس نے اس کے ساتھ حسنِ معاشرت سے زندگی بسر کی ہو گی)۔

حدیث شریف (۱) میں ہے کہ ادنیٰ بہشتی کے ایک ہزار خدام اور بہتر عورتیں ہوں گی اس کے لیے قبہ موتیوں اور زبرجد اور یاقوت سے تیار کیا جائے گا اس کی مسافت جابیہ سے صنعاء تک ہو گی)

فائدہ:۔ جابیہ (بالجیم) شام میں ایک شہر ہے صنعاء یمن میں ایک شہر ہے جس میں درخت اور پانی بکثرت ہے اسے دمشق سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

حدیث شریف (۲) میں ہے کہ حور ولی اللہ (بہشتی) کو کہے گی کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی مجالس میں کتنی مجلسیں تھیں جن سے تجھے اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی (یعنی ان مجالس میں تمھیں جانا نصیب ہوا) تو میں نے تجھے عشوہ وغیرہ اور اشاروں سے دیکھا لیکن تو اپنے یاروں کی صحبت میں مست رہا مجھے خیال تھا کہ میرے ان اشاروں سے تو مجھے نکاح و بیاہ کی دعوت دے گا اب تم خود بتاؤ کہ تمہارا شوق میرے شوق کے برابر ہو سکتا ہے یا تیری جد و جہد میری جد و جہد کے برابر ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ کی قسم کہ جس نے مجھے تیرے جیسا شوہر مرحمت فرمایا اور تجھے میرے جیسی عطا فرمائیں تو نے مجھے ایک بار چاہا ہے لیکن میں تجھے اللہ تعالیٰ سے ستر بار مانگ چکی ہوں اسی ذاتِ باری تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے تیرے جیسا شوہر بخشا اور تجھے میرے جیسی عطا فرمائی۔

لاصحاب الیمین۔ اصحاب یمین کے لیے۔ یہ انشأناھن کے متعلق ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ ثلۃ من الاولین (اگلوں میں سے ایک گروہ) وثلۃ من الاٰخرین اور پچھلوں میں سے ایک گروہ، یعنی اولین میں سے پہلی اُمت اور آخرین میں پچھلی اُمت۔

حدیث شریف:۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سب کے سب میرے اُمتی ہیں یعنی میری اُمت کے دو تہائی ایسے ہی تابعین باحسان ہیں اور وہ جو اُن کے قائم مقام ہیں وثلۃ اولیٰ ہیں اور باقی تمام اُمت آخر زمانہ تک ثلۃ اُخریٰ ہے۔

اُمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے ستّر ہزار:۔ (۱) سیدنا حبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی فرمایا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ تمام اُمتیں میرے پیش کی گئیں ہیں کوئی نبی علیہ السلام صرف اپنا ایک گروہ لے کر جا رہا تھا کسی کے پاس صرف

دو تھے بعض تو وہ تھے کہ ان کے ساتھ کوئی گروہ نہ تھا میں نے ایک گروہ کو دیکھا جس نے کنارے بھر دیئے تھے مجھے کہا گیا ایسے ہی دیکھتے جایئے۔ پھر میں نے ایک اور بہت بڑے گروہ کو دیکھا جس سے تمام کنارے پر تھے کہا گیا یہی آپ کی اُمت ہے ان میں ستّر ہزار ایسے ہیں جو بلا حساب بہشت میں داخل ہوں گے۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ رات کو مجھے انبیاء علیہم السلام پیش کیے گئے ان کے ساتھ ان کے اتباع (اُمتی) بھی ہیں یہاں تک کہ میرے سامنے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک بڑی جماعت سے گذرے۔

فائدہ:۔ کبکبۃ بمعنی جماعت۔ مجھے وہ بھلے لگے میں نے عرض کی اے میرے پروردگار یہ کون ہیں فرمایا یہ تیرا بھائی موسیٰ علیہ السلام ہے اور اُن کے ساتھ بنی اسرائیل ہیں۔ میں نے عرض کی تو میری اُمت فرمایا دائیں جانب دیکھئے میں نے دیکھا کہ مکہ معظمہ کے پہاڑوں کو انسانوں کے چہروں نے بھر دیا ہے۔

فائدہ:۔ ظراب مکہ جمع ظرب (بالکسر) اُبھرا ہوا تیز پتھر۔ ٹیلہ یا پھیلا ہوا پہاڑ (القاموس) کہا گیا یہی آپ کی اُمت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ارضیت: اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب راضی ہو گئے میں نے کہا ہاں یارب پھر فرمایا بائیں جانب دیکھئے میں نے بائیں جانب دیکھا تو اس کنارہ کو لوگوں کے چہروں نے پُر کیا ہوا تھا[1] فرمایا یہ بھی آپ کے اُمتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب راضی ہو گئے میں نے کہا اے ربّ راضی ہوں اے میرے پروردگار پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان میں ستر ہزار بلا حساب بہشت میں داخل ہوں گے۔

درس نبوی علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا حال سنا کر فرمایا اے میرے اُمتیو! اگر تم سے ہو سکے تو ستر ہزار والوں میں سے ہو جاؤ اگر اس سے عاجز و قاصر ہو تو اہل ظراب سے ہو جاؤ (دائیں جانب والوں سے) اگر اس سے بھی عاجز ہو تو اُفق والوں سے ہو جاؤ میں نے دیکھا ہے کہ ان میں بہت سے لوگ ملے جلے ہوئے ہیں (بعض بہشتی۔ بعض دوزخی واللہ اعلم)

فائدہ:۔ القاموس میں ہے کہ الھوش العدد الکثیر (بے شمار لوگ) الھوشۃ بمعنی الاختلاط ملا جلا ہونا الھویشہ ملی جلی جماعت۔ الھواشات (بالضم) لوگوں کی جماعتیں۔ التھاوش فی الحدیث (بات کو ملا جلا کر دینا) اس کی جمع تھوارش تھاویش کا اختصار تھواش تفعال از ہوش

---

[1] یعنی بہت زیادہ تھے ۱۲=

وتھوشوا بمعنی اختلطوا۔ تہاوشوا کی طرح بمعنی فلان پر جمع ہوئے وھاوشھم بمعنی خالطھم (ان کے ساتھ مل گیا)

تتمة الحدیث:۔ آخر میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اُمید ہے تم اہل جنۃ کا ایک حصہ ہو اس کے بعد یہی آیت پڑھی ثلۃ من الاولین وثلۃ من الاخرین۔

فائدہ:۔ فقیر (صاحب رُوح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتا ہے کہ خلاصہ یہ کہ ابرار اولین و آخرین میں بکثرت ہوں گے اور اسی طرح سابقہ اُمتوں میں لیکن سابقون ان میں کثیر ہیں اولین میں لیکن آخرین میں نہیں جس پر آیت سابقہ دلالت کرتی ہے ایسے ہی حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے یہاں تک کہ فرمایا کہ بدریوں میں ستر ایسے تھے کہ جو چیزیں تم پر حرام ہیں ان پر حلال تھیں اس کے باوجود اُنہوں نے زہد میں ان حلال اشیاء کو اپنے اُوپر حرام کیا ہوا تھا جتنا تم عیش آرام سے خوش ہوتے ہو وہ بلاؤں کے نزول پر تم سے بہت زیادہ خوش ہوتے تھے یہ اگر آج تم انہیں دیکھ لو تو تم کہو گے کہ یہ تو مجنوں ہیں اگر وہ تمھارے پسندیدہ (اخیار) لوگوں کو دیکھیں تو کہیں گے ان کے کیسے اخلاق ہیں (یعنی یہ تو بُرے عادات والے ہیں) اگر وہ تمھارے اشرار (بُرے) لوگوں کو دیکھیں تو کہیں گے یہ لوگ یوم الحساب پر ایمان نہیں رکھتے اگر ان پر حلال مال بھی پیش ہو تو قبول نہ کریں گے اس خیال پر کہ کہیں اس کے استعمال سے دل مردہ نہ ہو جائیں۔

فائدہ:۔ اُمم سابقہ کے السابقون میں اگر انبیاء علیہم السّلام کو ساتھ ملایا جائے تو وہ اس اُمت کے سابقین سے زائد ہوں گے ورنہ نہیں جس کی تحقیق ہم پہلے کر چکے وہ یہ کہ سابقہ اُمتوں کے زاہدین اگر اس اُمت کے زاہدین سے زائد بھی ہوں تب بھی قلیل سمجھے جائیں کیونکہ ان کے اکثر میں یقین پر استقرار بہت کم تھا بخلاف اس اُمت کے زاہدین کے کہ انہیں یقین پر ثابت قدم ہونا یقینی ہے اس معنیٰ پر بہ ان سے زائد ہوئے اور تجربہ شاہد ہے کہ اس اُمت کے زاہدین کے اعتقاد دراسخ اور ان کا قرآن پاک کو مضبوطی سے پکڑنا ضرب المثل ہے جیسے بعض اخبار میں وارد بھی ہوا۔

واصحاب الشمال۔ (اور بائیں طرف والے)

ربط:۔ کفار کے احوال کی تفصیل شروع ہو رہی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا والذین کفروا بآیٰتنا ھم اصحٰب المشئمۃ۔ جنھوں نے ہماری آیات سے کفر کیا وہ دائیں جانب والے ہیں علیھم نار مؤصدۃ "وہی ہیں ان پر نار بند کر دی جائے گی۔" ما اصحٰب الشمال۔ تمھیں کیا معلوم کہ اصحاب شمال کون ہیں۔" اور ان کو کیا شر پیش آئے گا اور یوم القیمۃ ان کا کتنا بُرا حال ہوگا۔

فی سموم "جلتی ہوئی آگ میں ہوں گے۔" جو مسام میں اثر کر جائے گی یعنی بدن کے سوراخوں

میں اور اجساد و اکباد (جگروں) کو جلا دے گی۔

حل لغات:۔ القاموس میں ہے کہ ہوا گرم جو اکثر دن کے وقت ہوتی ہے۔ الحرور گرم ہوا جو اکثر رات کو اور کبھی دن کو بھی ہوتی ہے۔ و حیم اور گرم پانی میں کہ وہ گرمی میں انتہا کو پہنچنے والا ہو و ظل من یحموم اور جلتے دھوئیں کی چھاؤں میں۔

حل لغات:۔ یحموم۔ دھواں اور ہر وہ شے جو تمام اشیاء میں سب سے زیادہ سیاہ ہو۔ (القاموس) وہ یفعول الحمہ (بالضم) سے ہے بمعنی کوئلہ اہل عرب کہتے ہیں اسود یحموم۔ یہ اس کے لیے ایسے ہیں جو سخت سیاہ ہو۔ الضحاک نے فرمایا وہ نار سیاہ اور اس میں داخل ہونے والے بھی سیاہ اور اس کی ہر شے سیاہ ہو گی اسی لیے بہشت کی کوئی شے سیاہ نہیں سوائے خال (تل) اور آنکھوں کی پلکوں اور ابرو کے۔

حقہ نوشی و سگریٹ نوشی حرام :۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتا ہے اس میں تحذیر (ڈراؤ) ہے حقہ (و سگریٹ نوشی) سے جو ہمارے دور میں عام شائع ہے کیونکہ اس کے پینے والے کے سر پر حقہ و سگریٹ نوشی کے وقت دھواں سایہ کی طرح (خصوصًا) چھا جاتا ہے اس کے علاوہ حقہ نوشی و سگریٹ نوشی اور تمباکو نوشی میں بہت بڑی بُری اور گندی بیماریاں اور تباہ کاریاں ہیں جن کا ذکر یہاں نہیں ہو سکتا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی عافیت کا سوال کرتے ہیں جو اس میں مبتلا ہے اس لیے کہ طبائع سلیمہ تو اس سے نفرت کرتی ہیں۔

مسئلہ :۔ (بدبودار) حقہ نوشی وغیرہ حرام ہے جیسے بعض تفاسیر میں بیان کیا گیا۔

لا بارد۔ نہ ٹھنڈی دوسرے سایوں کی طرح ولا کریم اور نہ عزت کی اور نہ ہی گرم کے بچاؤ سے نفع دینے والی اس کے لیے جو اس کے نیچے پناہ لے یہ اس وہم کے ازالہ کے لیے ہے کہ سایہ سے تو استراحت اور ٹھنڈی ہوا حاصل ہوتی ہے فرمایا کہ وہ سایہ ان باتوں کا کام نہ دے گا یعنی وہ نام کا سایہ ہے کام کا نہیں اسی لیے اس کا سایہ نام لے کر فرمایا پھر کہ اس میں نہ ٹھنڈک ہو گی اور نہ ہی عزت ملے گی یعنی وہ گرمی کی شدت سے نہ بچا سکے گی گویا وہ درحقیقت سایہ نہیں عذاب ہو گا اس سے عزت نہیں ذلت حاصل ہو گی۔

فائدہ :۔ سایہ سے دو فائدے مدنظر ہوتے ہیں:۔

۱۔ ٹھنڈک حاصل کرنا۔

۲۔ گرمی کی تکلیف دور کرنا۔

اس سے یہ دونوں چیزیں نہیں ملیں گی تو گویا وہ سایہ سایہ ہی نہیں بلکہ عذاب ہے یہ ایسے ہے جیسے کسی گھر کے تمام سوراخ بند ہوں کہیں سے بھی ہوا اندر نہ جا سکے تو وہ نام کا تو گھر ہے لیکن حقیقت میں وہ عذاب ہے ہاں اس میں ہاں اس میں پھر بھی ایک فائدہ ہے کہ سورج کی دھوپ سے بچاؤ حاصل ہوگا لیکن ہوا حاصل نہ ہوگی لیکن وہ سایہ تو ان ہر دونوں فائدوں سے خالی ہوگا۔ دراصل اس میں اصحاب المشئمہ سے تہکم مطلوب ہے کہ وہ ان فوائد کے اہل نہیں نہ سایہ کے اور نہ عزت کے بخلاف اہل جنت کے کہ انہیں ٹھنڈا سایہ اور عزت نصیب ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ انہم کانوا قبل ذالك مترفین (بیشک تھے وہ اس سے پہلے دنیا میں) نعمتوں والے۔ ان کی آزمائش کی تعلیل ہے کہ انہیں مذکورہ بالا عذاب کیوں ہوگا۔

حل لغات:۔ اہل لغت کہتے ہیں اَترِف ہمچوں فَرِحَ ای تنعم یعنی نعمت والا ہے۔ اترفتہ النعمۃ ای اطغتہ یعنی اسے نعمت نے سرکش کیا اور نعمت والا کیا اور فلاں نے یعنی سرکشی پر اصرار کیا۔

المترف مکرم کی طرح متروک کہ جو چاہے کرے اسے کوئی روکنے والا نہ ہوگا (قاموس) یعنی وہ لوگ جنہیں ایسے بڑے عذاب میں مبتلا کیا گیا دنیا میں تھے قسم و قسم اور گونا گوں نعمتوں میں کھانے پینے کی چیزیں بہترین حاصل تھیں ٹھہرنے کے لیے اعلیٰ مکانات میں رہتے تھے اور بڑے ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اور شہوات میں مست رہے اسی لیے ایسے سخت عذاب میں مبتلا کیے گئے وکانوا یصرون علی الحنث العظیم اور وہ اس بڑے گناہ (شرک) کی ہٹ رکھتے تھے الحنث العظیم بڑے گناہ سے شرک مراد ہے۔

حل لغات:۔ جب بچہ بالغ ہو جاتا ہے تو کہتے ہیں لمغ الغلام الحنث۔ بچہ بلوغت کو پہنچا اور اس کے گناہ پر مواخذہ آگیا ہے۔

وحنث فی یمینہ۔ اپنی قسم میں حانث ہوا۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا یہاں الحنث بمعنی الکذب ہے کیونکہ شرک کے باوجود جھوٹی قسمیں کھاتے کہ یبعث اللہ من یموت (مردوں کو اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد نہیں اٹھائے گا)

فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہے) کہ اس کے مابعد کا مضمون اس کی تصدیق کرتا ہے چنانچہ فرمایا ثم انکم ایہا الضالون المکذبون (پھر اے گمراہو جھٹلانے والو)۔

نکتہ:۔ ان کے عذاب کا سبب تو ظاہر کیا لیکن اصحاب الیمین کے ثواب کا سبب نہیں بتایا مثلاً فرمایا انہم کانوا قبل ذالك شاکرین مذعنین (بیشک تھے یہ اس سے پہلے شکر گزار اور یقین کرنے والے) تاکہ تنبیہہ ہو کہ یہ ثواب ان کو محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہے وہ مطیع (اطاعت گزار) کی اطاعت اور شکر گزار کے شکر سے نہیں اور کسی کو عذاب دینا اس کا عدل ہے اگر کسی کو عذاب کا سبب

معلوم نہ ہو تو ظلم کا تصور ہوتا ہے (اور اللہ تعالیٰ کے لیے ایسا تصور توبہ توبہ۔)

تفسیر صوفیانہ: آیت میں بُعد و حجاب کی ناسموم اور حمیم القہر و العقب اور شجرۃ الجہل کے ظل کی طرف اشارہ ہے کہ اس سایہ میں بڑا یقین نہ ہوگا دوسرے سایوں اور اس سے آپ کی طلب دنیا اور اس کی لذات کی حرارت عطش تسکین نہ پائے گی اور نہ ہی اس میں ہمت کی عزت ہوگی تاکہ وہ ہمت انہیں ترک دنیا کی کوئی مدد کر سکے اور اس کی زینت سے محبت چھڑا سکے اور اس کے نقش و نگار سے خیالات دور کر سکے بلکہ وہ ہمیشہ طلب دنیا کی بیماری میں مبتلا رہیں گے اس میں انہیں نہ راحت ملے گی نہ فرحت وہ اس سے پہلے نعمت والے یعنی جہل مرکب کے اس درخت سے سایہ حاصل کرنے سے پہلے (کہ جس میں برد الیقین نہیں) نہ تھے مگر بسبب استعداد ذاتیہ کے کہ جس پر وہ شہوات و لذات پیدا کیے گئے ہیں دخول وجود علینی سے پہلے اور یہ عذاب یعنی شجرہ جہل سے سایہ حاصل کرنا بوجہ اس کے ہے کہ وہ ازل میں جب نفس و دنیا میں متمکن تھے حنث عظیم ہے جب نفس و حب دنیا ہے جیسے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حب الدنیا راس کل خطیئۃ حب دنیا ہر گناہ کی جڑ ہے ؎

۱۔ مرا طاعت نفس شہوت پرست
کہ ہر ساعتش قبلۂ دیگر است

۲۔ بر مرد ہشیار دنیا خست
کہ ہر مدتے جائے دیگر کست

ترجمہ: ۱۔ میں نفس شہوت پرست کی طاعت میں ہوں کہ اس کا ہر گھڑی نیا قبلہ ہے۔

۲۔ ہشیار مرد کے لیے دنیا ایک خس ہے کیونکہ ہر مدت اس کی نئی جگہ ہوتی ہے۔

تفسیر عالمانہ: وکانوا یقولون۔ شرک کے ساتھ یہ بھی کہتے تھے انتہائی سرکشی اور عناد سے ائذا متنا (کیا جب ہم مر جائیں گے) وکنا ترابا وعظاما (اور ہو جائیں گے مٹی اور ہڈیاں) یعنی ہمارے پوست اور گوشت کے بعض اعضاء مٹی اور بعض پرانی ہڈیاں ہو جائیں گے مٹی کی تقدیم اس لیے ہے کہ یہ اجزائے بادیہ اور دوسرے اجزاء میں مل جانے اور بدل جانے میں کمی نہیں کرتی اور اس کا عامل دلالت کرتا ہے اور ارشاد گرامی ءانا لمبعوثون (کیا ہم ضرور اٹھائے جائیں گے) کا مدلول یعنی یہ خود عامل نہیں کیونکہ اِنّ اور لام اور ہمزہ کا بعد بعد ماقبل پر عمل نہیں کرتا یعنی بعث عامل نہیں ہو سکتا اور اذا خالص ظرفیۃ کے لیے۔ خلاصہ یہ کہ وہ مرنے کے بعد اٹھنے کے قائل نہ تھے اور وقت کی تخصیص انکار سے کوئی تعلق نہیں رکھتی ان کا مقصد صرف یہی تھا کہ مرنے کے بعد اٹھنا نہیں۔ بدن کے مٹنے

یا نہ ٹلنے سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا بلکہ بدن کے مٹی اور ہڈی سے تعبیر کرنے سے ان کا مقصد اپنے انکار کی توجیہ کی توثیق تھی اس کا یہ مطلب نہیں کہ بدن صحیح سالم رہے تو ہم مرنے کے بعد اٹھیں گے ورنہ نہیں بلکہ بدن کا مٹی اور ہڈیاں ہوجانا ایک عارضی امر کا ذکر ہے خلاصہ یہی کہ وہ مرنے کے بعد اُٹھنے کے انکار پر مصر تھے۔

او اٰباؤنا الاولون (اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی) واؤ کا عطف ضمیر مستکن پر ہے جو مبعوثون میں ہے یعنی وہ کہتے کہ ہمارے باپ دادا سے پردادا مائیں۔ نانیاں، دادیاں سب کی سب مرنے کے بعد اٹھیں گے۔

قل۔ فرمایئے۔ ان کے انکار کے رد اور اپنے دعویٰ حق میں۔ ان الاولین والاٰخرین (بیشک پہلے اور پچھلے) وہ امتیں جو پہلے گزری ہیں منجملہ ان کے تم اور تمہارے آباؤ اجداد بھی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ تم سبھی اُٹھو گے اور تمہارے آباؤ اجداد بھی اور تمہارے سے پہلے کی اُمتیں سب کی سب مرنے کے بعد اُٹھیں گے۔

فائدہ:۔ اولین کی تقدیم میں رد میں مبالغہ ہے کہ ان کا انکار اپنے آباؤ اجداد کی بہ نسبت پہلے لوگوں کے لیے زیادہ سخت تھا علاوہ ازیں ترتیب وجودی کا تقاضا بھی یونہی ہے کہ اولین کا ذکر پہلے ہو۔

لمجموعون۔ (البتہ جمع کیے جائیں گے) مرنے کے بعد جمع سوق (چلانے) کے معنی کو متضمن ہے اسی لیے اسے الیٰ سے متعدی کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا الی میقات یوم معلوم "ایک معلوم دن کی میعاد پر" وہ وقت جو دنیا کی انتہا کے لیے مقدر ہے اور وہ ایک وقت جس کی حد بندی اللہ تعالیٰ نے فرمائی اور وہ اسے معلوم ہے اور اسی کے نزدیک معین ہے یعنی یوم القیمہ۔

فائدہ:۔ یہ اضافت بمعنی من ہے جیسے خاتم فضۃ ای من فضۃ میقات بمعنی مقرر کردہ دن کسی شے کے لیے تیار کردہ کہ وہاں تک وہ شے ختم ہو یا کسی شے کی وہاں سے ابتدا ہو اور یوم القیمہ وہی دن ہے کہ جہاں دنیا ختم ہوگی اور قیامت کے پہلے جزو کا آغاز ہوگا[ل] یعنی میقات بمعنی وقت محدود (حد کردہ شدہ) کبھی مکان کے لیے بھی استعارۃً بولتے ہیں اسی سے مواقیت حرام یعنی وہ حدود جس نے مکہ معظمہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرنے والا احرام کے بغیر تجاوز نہ کر سکے۔

ثم انکم (پھر تم) یہ اہل مکہ اور ان خبیثوں کو خطاب ہے اس کا عطف الاولون پر ہے قول کے مقولہ میں داخل ہے اور ثم زماناً و رتبۃً تراخی کے لیے ہے۔

[ل] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا کے انتہاء کا حال بھی بتایا اور اس کے آغاز کا بھی تو پھر کس منہ سے کہا جاتا ہے کہ آپ کو قیام قیامت کا علم نہ تھا۔

ایھا الضالون۔ اے گمراہو حق و ہدایت سے (دور ہونے والو) المکذبون۔ مرنے کے بعد اٹھنے
کی تکذیب کرنے والو۔ لاٰکلون۔ ضرور کھاؤ گے (مرنے کے بعد اٹھ کر اور میدان حشر میں جمع اور جہنم میں داخلہ
کے بعد) من شجر من زقوم۔ تھوہڑ کے پیڑ میں سے۔ پہلا من ابتداء غایۃ کے لیے دوسرا شجر کے بیان و تفسیر
کے لیے یعنی تھوہڑ کے پیڑ سے کھانے کی تم ابتداء کرو گے اور پیڑ کو یہ المنظر اور کریہ ذائقہ اور بانحذ لگانے
میں گرم اور سونگھنے میں بدبو دار۔ یہ وہی درخت ہے جسے قرآن میں ملعون کہا گیا ہے۔

اعجوبہ:۔ اہل حقیقت فرماتے ہیں کہ سدرۃ المنتہی کی ٹہنیاں اہل جنت کے لیے نعمت اور اس کی جڑیں
اہل نار کے لیے زقوم (تھوہڑ) ہیں یہ (سدرۃ المنتہی) لطف و قہر جمال و جلال کا مظہر ہے۔ فمالئون
تو بھرنے والے ہو۔

حل لغات:۔ اہل لغت کہتے ہیں۔ ملأ الاناء فھو مملوء۔ برتن پر ہو گیا وہ پڑ ہے۔ از باب قطع (ملئی) بالکسر
اس کی مقدار جو برتن میں سما سکے جب وہ پُر ہو جائے تو کہا جاتا ہے ملئی۔ منھا۔ اس پیڑ سے۔ ضمیر تانیث
باعتبار معنی کے ہے۔ البطون۔ پیٹ کو۔ بھوک کی شدت سے یا جبراً ٹھونسنے سے۔

فائدہ:۔ اس میں ان کی زیادتی اور سخت انتہائی عذاب کا بیان ہے یعنی تمہارا یہ عذاب لیسے نہیں کہ تم صرف تھوہڑ
کو چکھ لو یا کسی وقت کچھ کھا لیا جیسے کوئی قسم کو پورا کرنے کے لیے کرتا ہے بلکہ تمہارا پیٹ اسی سے بھر
جائے گا یعنی تمہارا ہر ایک اس سے ہی پیٹ بھرے گا یا آنتوں کا اندرونی حصہ پُر کیا جائے گا پہلا
معنی زیادہ ظاہر اور دوسرا عذاب کرنے کے معنی کو زیادہ موزوں ہے فشاربون علیہ (تو اس پر پیو گے) یعنی
تھوہڑ کے پیڑ کے کھانے کے بعد فوراً پیو گے بوجہ غلبۂ عطش (پیاس کے)۔ علیہ میں ضمیر مذکر
شجر زقوم کے لفظ کے اعتبار سے ہے۔

من الحمیم:۔ انتہائی گرم پانی سے۔ فشاربون شرب الھیم۔ تو وہ پئیں گے پیاسے اونٹ
کی طرح۔ ماقبل کے لیے بمنزلہ تفسیر کے ہے یعنی اس کا پینا دنیوی عادت کے طور نہ ہو گا بلکہ پیاسے اونٹ
کی طرح ہو گا۔

حل لغات:۔ الھیم وہ اونٹ جسے ہیام ہو دا ہو وہ استسقاء کی طرح ایک بیماری ہے کہ اونٹ
جتنا پانی پیئے سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ مر جائے یا سخت بیماری میں مبتلا ہونے والا اونٹ اس کی جمع
اہیم و ہیماء ہے اس کا ہیم جیسے احمر و حمر ضمہ کو کسرہ سے تبدیل کیا گیا تاکہ یاء بحال رہے (یہ اس وقت
بحال رہ سکتی ہے جب اس کا ماقبل مضموم کے بجائے مکسور ہو۔ اب معنی یہ ہوا کہ ان پر پیاس کا غلبہ ہو گا
اور ان کی آنتوں میں آگ کے شعلے ہوں گے جو انہیں تھوہڑ کے کھانے سے اٹھے تھے کیونکہ وہ بھی

کھول تار کی طرح (سیاہ اور گاڑھا) ہے اس لیے مجبوراً گرم پانی پینے پر مجبور ہو جائیں گے جو ان کی آنتیں کاٹ ڈالے گا اسی لیے وہ پیاسے اونٹ کی طرح پئیں گے۔

فائدہ:۔ اس میں ان کے عذاب کی زیادتی کا بیان ہے یعنی اے گمراہو تمھارا پینا عادت کے طور پر ہوگا بلکہ اس کی طرح جو بدبودار گرم پانی پینے والوں کی عادت ہوتی ہے رہ جائے پینے کی کیفیت کو سمجھ لو) کیونکہ وہ پینے سے رک جائیں گے جب انہیں آنتوں کا درد ستائے گا (معاذ اللہ) بخلاف تمھارے اس لیے کہ پینے کے بہر حال تم دائمی طور پیاسے اونٹ کی طرح گرم پانی پیتے رہو گے اس کی طرح سیر ہو کے پیتے ہی رہو گے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ آیت میں نفس و ہوا و خواہش کے افراط کی طرف اشارہ ہے کہ وہ جہل و ضلال کے گرم پانی پینے میں حریص ہیں اور خواہشات بھری اشیاء کے تھوڑے کے کھانے کے خوگر ہیں جو انہیں وہاں تک پہنچائے گا اور وہ اپنی خواہش نفسانی کے انتہائی حرص کی وجہ سے پیاس و بھوک میں بڑھتے ہی رہیں گے اسی لیے ابن آدم کے پیٹ کو مٹی ہی پر کرتی ہے (یعنی قبر)

کیباں ذکرسیت درا ابنا ل آنر
سختی نفس می کند پا در راند

ترجمہ:۔ حرص والے برتن میں ذکر کب سما سکتا ہے سختی میں نفس پاؤں پھسلاتا ہے۔

هذا:۔ وہ جو زقوم اور گرم پانی جو انہیں دوزخ میں جاتے ہی ملیں گے۔

تفسیر عالمانہ:۔ نزلھم۔ ان کی مہمانی یعنی روزی ہے جو ان کے لیے پہلے سے تیار ہو گا یعنی یہ بمنزلہ مہمانی کے ہوں گے جو مہمان کے لیے ماحضر تیار کیا جاتا ہے اس کی عزت کے لیے یوم الدین۔ جزا کے دن۔

سبق:۔ یہ تو جاتے ہی ان کی خاطر داری ہو گی پھر آگے سوچ لو کہ جتنا عرصہ دوزخ میں ہمیشہ ٹھہرے رہیں گے ان کے ساتھ کیا کیا ہو گا کیونکہ دوزخ ہی ان کا ٹھکانہ ہے اس میں تہکم ہے جیسا کہ مخفی نہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دوسرے مقام پر فرمایا فبشرھم بعذاب الیم۔ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ کیونکہ جہنم میں جو کچھ ان کے لیے تیار ہے وہ کوئی ان کی عزت نہیں بلکہ ذلت وخواری ہے۔ اور یہ جملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے بطریق تذلیل کے۔ کلام ملقن کے مضمون کی تقریر کے لیے ہے یہ قول کے مقول میں داخل نہیں۔ نحن خلقنٰکم فلو لا تصدقون۔ ہم نے تمہیں پیدا تو کیا تصدیق نہیں کرتے سوائے کافر و منافق تخلیق کی کیونکہ ان کا عمل قول کے خلاف ہے تو سمجھو

کہ وہ تصدیق نہیں بلکہ تکذیب ہے یا بہ عمل اُن کی مرنے کے بعد اُٹھنے کے حکم کی تصدیق نہیں کرتا۔ کیا انہیں یہ
معلوم نہیں کہ وہ جیسے ابتدائی تخلیق پر قادر ہے تو لوٹانے پر بھی قادر ہے۔

قاعدہ: جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے اس سے اس کی ذات صفات و اسماء مراد
نہیں جیسے فرمایا انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ "بیشک ہم نے ذکر نازل کیا اور ہم اس کے
محافظ ہیں"۔ اور جب صیغۂ واحد استعمال فرماتے تو اس وقت اُس کی ذات مطلقہ مراد ہوگی جیسے فرمایا
انی انا اللہ رب العالمین (بیشک میں ہی رب العالمین ہوں) یہ اُس وقت ہے جب قائل خود اللہ تعالیٰ
ہو۔ اگر قائل بندہ ہو مثلاً کہے انت یا رب (تو ہے اے میرے پروردگار) اس وقت جمع کا صیغہ
نہ لائے یعنی انتم نہ کہے[1] اس میں شرک کا ابہام ہے جو توحید کے منافی ہے اس لیے کہا جاتا ہے
اشہد ان لا الٰہ الا اللہ (الا انت نہیں کہا جاتا) تاکہ اس کی ذات کی خصوصیت سے شہادت ہو
اور بندے کی توحید کا اقرار و تصدیق کا اظہار مکمل طور پر ہو۔

افرءیتم ما تمنون۔ تو کیا دیکھتے ہو وہ جو منی گراتے ہو یعنی عورتوں کی ارحام میں نطفے گراتے
ہو جن سے بچے پیدا ہوتے ہیں۔

حل لغات: افرأیتم بمعنی اخبرونی (مجھے خبر دو) ما تمنون اس کا مفعول اول جملہ استفہامیہ اس
کا مفعول ثانی ہے۔ اہل لغت کہتے ہیں امنی الرجل بمنی (مرد نے منی گرائی) اور گراتا ہے نہ اس
کا غیر۔ ومنیت الشئ ای قفیتہ میں نے اسے پورا کیا۔ منی کو اسی لیے منی کہا جاتا ہے کہ اس سے
مخلوق کی قضا و قدر ہے۔

أانتم تخلقونہ: کیا تمہیں اسے پیدا کرتے ہو مقدر اور تصویر باندھتے ہو بشر کامل بنا کر عورتوں کے
بطون میں نر یا مادہ ام نحن الخالقون۔ یا ہم اسے پیدا کرنے والے ہیں اس میں کسی کو دخل نہیں۔

فائدہ: بعض نے کہا ام منقطعہ ہے اس لیے کہ اس کا مابعد جملہ ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ بلکہ ہم ہی پیدا
کرتے ہیں استفہام تقریر کے لیے ہے۔ بعض نے کہا ام متصلہ ہے اور نحن کا الخالقون کے
بعد لانا محض تاکید کے لیے ہے۔ یہ خبر یہ بالکل نہیں۔

تفسیر صوفیانہ: اس میں اشارہ ہے کہ اعمال و افعال اور ان کے مواد کا وقوع تمہارے قلوب
کی ارحام اور تمہارے نفوس میں صرف اور صرف میری تخلیق و ارادہ پر ہے نہ کہ

---

[1] یہی اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں لیکن دیوبندی ان کی ضد سے اللہ تعالیٰ کے لیے جمع کے
صیغے بولتے ہیں اسی کو وہ ادب کا نام دیتے ہیں جو درحقیقت توحید کے منافی عمل کرتے ہیں۔ اویسی غفرلہٗ۔

تمہارے پیدا کرنے اور ارادہ پر۔ اس میں خواطر کے مواد (جو افعال و اعمال و اقوال کے مقتضی ہیں) کو اپنی ذات و قدرت کے ساتھ مخصوص فرمایا اور ساتھ یہ بھی فرمایا یہ قدرت بندوں سے مسلوب ہے یعنی بندوں کو اس پر کسی قسم کی قدرت نہیں۔

نحن قدرنا بینکم الموت (اور ہم نے تمہارے درمیان موت مقدر فرمائی ہے) یعنی ہم نے موت تم پر تقسیم فرمائی اور ہر ایک کی موت کا معین وقتِ مقرر فرمایا جیسا کہ ہماری مشیت کا تقاضا ہے جو بے شمار حکمتوں پر مبنی ہے بعض چھوٹی عمر میں بعض بڑے ہو کر مرتے ہیں۔

حکایت:۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ مجھے ایک سحر کے وقت خواب میں کہا گیا صبر کر وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا چند روز کے بعد میری ایک چھوٹی بچی (امۃ اللہ نامی) بیمار پڑ گئی یہاں تک کہ فوت ہو گئی اللہ تعالیٰ اسے میرے لیے فرط ذخیرہ شافعہ مشفعہ بنائے۔

فائدہ:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام کے ذبح میں اور یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے فراق میں مبتلا ہوئے یہ سب اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے وہ اس کو ہی پسند فرماتا ہے۔

وما نحن بمسبوقین (اور ہم سبقت کیے ہوئے ہیں) یعنی ہم قادر ہیں۔ علی ان نبدل۔ اور اس کے کہ ہم تبدیل کر دیں امثالکم۔ تمہارے جیسے اور ہم پر کوئی غالب نہیں ہم تمہیں لے جائیں اور تمہارے جیسے اور لے آئیں۔ یہ تخلیق ہماری ہے۔

حل لغات:۔ اہل لغت کہتے ہیں سبقتہ علی کذا ای غلبتہ علیہ۔ میں فلاں پر غالب ہوا اور غالب فلاں فلانا علی الشئ۔ اس نے وہ شے اس سے غلبہ پا کر لے لی۔

وننشئکم فیما لا تعلمون۔ اور ہم تمہاری تخلیق و اطوار میں وہ پیدا کریں گے جسے تم نہیں جانتے اور نہ اس جیسی چیزوں کا علم رکھتے ہو۔

فائدہ:۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تمہیں ہم بندر، خنزیر بنا دیں جیسے پہلے لوگ ہوئے اگر تم ہمارے رسل کرام پر ایمان نہ لائے یعنی ہم عاجز نہیں تمہارے جیسے اور پیدا کرنے سے اور تمہاری صورتوں کے مسخ کرنے سے بھی ہم عاجز نہیں وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ: یہ احتمال بھی ہے کہ آیت میں وعید کا اشارہ ہے اب مراد یہ ہو گی کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی تخلیق الاشیاء کو نہیں جانتے یا ان کی صفات سے آگاہ نہیں کہ ان کی کیفیات مثلاً الوان، اشکال وغیرہا کو جان سکیں۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صفات بشریہ کو صفات ملکیہ تبدیل کرنے سے عاجز نہیں اور اس سے بھی عاجز نہیں کہ وہ سالکین کو اپنی صفات کا مظہر بنا دے جب کہ وہ اس سے پہلے اس صفات پر نہ تھے کیونکہ ایک ہی نفس پر بتقاضائے حکمت بالغہ صفات مختلفہ متباینہ کا توارد فرمایا اس کے لیے محال نہیں کیا نہیں دیکھتے ہو کہ ایک جوہر کبھی چاندی ہوتا ہے تو اس میں اکسیر ڈالنے سے سونا بن جاتا ہے۔

تفسیر عالمانہ: ولقد علمتم النشأة الاولى (اور بے شک تم کو معلوم ہے نشأۃ اولیٰ یعنی پہلی تخلیق کہ تمہیں نطفہ سے پھر علقہ سے پھر مضغہ سے پیدا کیا گیا) بعض نے کہا کہ یہ آدم علیہ السلام کی فطرت یعنی مٹی کی تخلیق کی طرف اشارہ ہے۔

فلولا تذکرون (تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے) کہ وہ ذات جو پہلی تخلیق پر قادر ہے تو وہ دوسری تخلیق (اعادہ) پر بھی یقیناً قادر ہے کیونکہ یہ دوسری بہ نسبت پہلی کے صفت میں کم ہے کیونکہ یہاں مواد اور اجزاء اور امثال موجود ہیں۔

آنکہ مارا ز خلوت نابود
می کشد تا بجلوہ گاہ وجود
بار دیگر کہ از سموم ہلاک
روئے پوشیم زیر پردۂ خاک
ہم تواند باامر کن فیکون
کارد از گوشۂ لحد بیرون

ترجمہ: وہ جو ہمیں خلوت نابود سے جلوہ گاہ وجود کی طرف کھینچتا ہے۔
پھر ہمیں ہلاکت کی ہوا سے ہمارا چہرہ چھپائے گا مٹی کے پردہ کے نیچے
پھر کن کے حکم سے گوشۂ لحد سے ہمیں باہر لائے گا۔

فائدہ: حدیث شریف میں ہے کہ اس تکذیب پر تعجب ہے جو نشأۃ اولیٰ کو مانتا ہے لیکن پھر نشأۃ ثانیہ کا انکاری ہے اور اس پر تعجب ہے جو نشأۃ آخرت کی تصدیق تو کرتا ہے لیکن اس کی جدوجہد دار الغرور کے لیے ہے۔

فائدہ: آیت میں قیاس کی دلیل ہے کہ جو اولیٰ نشأۃ کا قائل ہے تو اسے چاہیے نشأۃ ثانیہ کو مانے لیکن

ء قیاس کے منکرین غیر مقلد وہابی و مرزائی و چکڑالوی اسے اچھی طرح سمجھ لیں لیکن وہ ہمارے قیاس کے منکر ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی گاڑی چلتی بھی ہے تو قیاس پر۔ اویسی

افسوس ہے کہ وہ ایک کا قائل ہے اور ایک اسے جاہل تو اسے لازم ہے کہ جہل کا عالم بنے اپنے جہل کو اس سے دور کرے (یہی قیاس ہے) اور ترک قیاس جہل سے ہے اور اگر وہ اسے علم دین للہ سیکھے تو اسے سمجھ آجائے گا کیونکہ جو چیز علم سے سمجھی جائے وہی صحیح ہوتی ہے۔ مثنوی شریف میں ہے ؎

(۱) مجتہد ہر گہ کہ باشد نص شناس
اندر آں صورت نیندیشد قیاس

(۲) چوں نیابد نص اندر صورتے
از قیاس آنجا نماید عبرتے

(۳) ایں قیاسات و تحری روز ابر
تا بشب مر قبلہ را کردست جبر

(۴) لیک با خورشید و کعبہ پیش رو
ایں قیاس و ایں تحری بجو

ترجمہ:۔ مجتہد جس وقت نص شناس ہو تو پھر قیاس اسے کیسے مسائل نکالے گا۔

(۲) ہاں نص کسی صورت میں نہ ملے تو پھر قیاس کام کر ڈالتا ہے۔

(۳) روز ابر میں ہی قیاسات اور سوچ ہے ایسی جگہ پر قیاس اور سوچ تلاش کر۔

(۴) جب سورج اور کعبہ سامنے ہو تو پھر یہ قیاس اور سوچ کا کیا کام۔

فائدہ:۔ اس سے ابلیس کے قیاس کا بطلان بھی ثابت ہوا کیونکہ اس کا قیاس امر کے خلاف تھا۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

(۱) اول آنکس کیں قیاسک ہا نمود
پیش انوار خدا ابلیس بود

(۲) گفت نار از خاک بے شک بہتر است
من ز نار و او ز خاک اکدر است

(۳) پس قیاس فرع بر اصلش کنیم
او ز ظلمت ما ز نور روشنیم

(۴) گفت حق نے بلکہ لا انساب شد
زہد و تقوی فضل را محراب شد

ترجمہ:۔ پہلا جس نے قیاس کیا اللہ تعالیٰ کے انوار کے آگے وہ ابلیس تھا۔

۲۔ کہا آگ مٹی سے بہتر ہے میں آگ سے وہ مٹی سے ہے۔

۳۔ ہم اصل پر فرع کا قیاس کرتے ہیں ظلمت کے روز ہم نور سے روشن ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہاں انساب کام نہ آئیں گے فضیلت کی محراب زہد و تقویٰ ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اس میں اشارہ ہے کہ ہم نے ہی نشاۃ اولیٰ یعنی بشریہ طبعیہ دنیویہ مقدر فرمائی باوجودیکہ مواد صفاتیہ کا وجود نہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجز کا قائل ہے وہ کافر ہے کیا انہیں دیکھتے نہیں کہ ابتداء میں وہ محروم تھے لیکن انتہاءً انہیں دولت معرفت نصیب ہوئی جیسے ابراہیم بن ادہم و فضیل بن عیاض اور مالک بن دینار وغیرہم قدس سرہ اسرارہم اللہ تعالیٰ نے ان کی دوسری نشاۃ پیدا فرمائی اگرچہ ایک عرصہ کے بعد سہی۔

تفسیر عالمانہ:۔ افرأیتم۔ (بھلے خبردو) ماتحرثون وہ جو تم کھیتی باڑی کرتے ہو۔ یعنی زمین میں بیج ڈالتے ہیں اور اس میں پانی وغیرہ پہنچاتے ہیں۔

حل لغات:۔ الحرث بمعنی زمین میں بیج ڈالنا اور اسے کھیتی کے لیے تیار کرنا

أانتم تزرعونہ (کیا کھیتی انگوری اگاتے ہو اور اسے بڑا کرتے ہو اور بڑھاتے ہو یہاں تک کہ وہ اپنی منزل تک پہنچ جاتی ہے۔

ام نحن الزارعون (یا ہم ہی اُگانے والے ہیں) یعنی تم نہیں اگا سکتے انگوری: کھیتی۔

فائدہ:۔ کیونکہ یہ اُمور الٰہیہ سے ہیں بشریت کو ان کی طاقت کہاں اسی لیے حرث ان کی طرف منسوب فرمایا لیکن زرع کی نسبت صرف اپنی طرف فرمائی۔

حدیث شریف میں ہے تمہارا کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے کھیتی کی کیونکہ حقیقی کھیتی اگانے والا اللہ تعالیٰ ہے خلاصہ یہ کہ کھیتی) کا کام بندے کا ہے کہ وہ صرف یہ کام کھیتی باڑی کو عمل میں لائیں لیکن اس کی تخلیق خالص اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے کیونکہ خوشہ اور دانہ کا اُگانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اس میں بندے کو نہ کوئی دخل نہ اختیار بندے کی طرف اس کی نسبت ہوتی ہے تو صرف اس لیے کہ یہ کام وہ کرتا ہے اور زرع و انبات کا ایک سبب ہے۔

سوال:۔ الاسئلۃ المقحمۃ میں ہے کہ الحرث والزرع ایک شے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پہ فرمایا ولا تسقی الحرث اور نہ گائے کھیتی نہیں پلاتی) اس میں اللہ تعالیٰ نے حرث کی نسبت گائے کی طرف (زمین دوبہ کہ کرنے) کی۔ اور اس مقام پہ صرف اپنی ذات کی طرف منسوب فرمائی یہ کیوں؟

جواب :۔ حرث کی اضافت بندوں کی طرف اکتساب کی وجہ سے ہے اس کی طرف بوجہ تخلیق و اختراع ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے اس مجاز و حقیقت کو ایک آیت میں بیان فرمادیا کہ و مارمیت اذ رمیت۔

کھیتی میں برکت کا وظیفہ :۔ حضرت الحلیمی نے فرمایا کہ مستحب ہے کہ زمین میں بیج ڈالتے وقت اعوذ باللہ کے بعد پڑھے افرأیتم تا بل نحن محرومون اس کے بعد کہے اللہ الزرع والمنبت والمبلغ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وارزقنا ثمرہ وجنبنا ضررہ واجعلنا لانعمک من الشاکرین (اللہ زرّاع ہے اور منبت ہے اور مبلغ ہے اللہ تعالیٰ محمد اور آپ کی آل پر درود بھیج ہمیں اس کا ثمر دے اور اس کے ضرر سے دور رکھ اپنی نعمتوں کا شکر گزار بنا۔

فائدہ :۔ یہ دعا اس کی کھیتی کے لیے امان ہوگی جمیع آفات سے کیڑوں مکوڑوں سے ٹڈی سے وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ :۔ آیت میں احسان جتلایا ہے تاکہ بندے شکر کریں اس کی کھیتی کی نعمت پر اور استدلال ہے کہ جو ذات انبات (کھیتی اُگانے) پر قادر ہے وہ اعادہ (انسان کے مرنے کے بعد اُٹھانے) پر بھی قادر ہے جیسے وہ دانہ زمین سے اُگاتا ہے ایسے ہی نطفے سے ماں کے رحم میں بچہ بنا تا ہے ایسے ہی عجب الذنب سے قبر میں سے انسان کو اُٹھاتا ہے یہ سب بیج ہیں اس لیے کہ عجب الذنب اور بیج ایک ہی شے ہیں کیونکہ عجب الذنب رائی کے دانہ کے برابر ہے جسے ہم پہلے تحقیق کرتے ہیں۔

لو نشاء ۔ اگر ہم چاہیں۔ لو ماضی کے لیے ہے اگرچہ مضارع پہ داخل ہو اسی لیے اسے مجزوم نہیں کرتا یہ شرطیہ غیر جازمہ ہے یعنی اگر ہم ارادہ کریں۔

لجعلناہ ۔ البتہ بنادیں ہم کھیتی یا کھیت کو حطاماً ۔ بھوسہ۔

حل لغات :۔ حطم کسر الشئ ۔ کسی شے کا توڑ پھوڑ کرنا۔ توڑ پھوڑ کیے ہوئے کی طرح پھر ہر وہ شے جسے چورا چورا کیا جائے کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ وہ کھیتی سوکھی اور چورا چورا ہو جائے اس کے بعد کہ ہم نے اسے اُگایا اس سے تم اُمید رکھتے تھے کہ اس کا غلہ وغیرہ حاصل کریں گے۔

فظلتم ۔ تو ہو گئے ہو یعنی تم اسی سبب سے ہو گئے۔ تفکھون ۔ باتیں بناتے تعجب کر رہے اس کی بدحالی سے بعد اس کے کہ تم نے اسے اچھے حال میں دیکھا تھا یا تم نادم ہو جاؤ اپنے کیے پر باوجودیکہ اسے بڑی جد وجہد کی اور اس پر خرچ کیا یا نادم ہوئے اس پر جو مصیبت میں مبتلا ہوئے معاصی کی وجہ سے تو باتیں بناتے رہتے۔

حل لغات :۔ التفکہ بمعنی قسم وقسم کے میوہ جات میں منتقل ہونا کبھی باتوں میں منتقل ہونا اور اسے تفکنون (نون کے ساتھ) پڑھا گیا ہے۔ التفکن بمعنی التعجب والتفکر واستنداد۔ اسی سے حدیث شریف

مثل العالم کمثل الحمۃ یاتیھا البعداء و یترکھا القرباء فبینا ہم اذ غار ماءھا فانتفع بھا قوم تیفکنون ای یتندمون (عالم دین کی اس چشمہ کی سی ہے جس کے ہاں بعید کے لوگ آتے ہیں لیکن قریب کے لوگ اسے چھوڑے رکھتے ہیں اچانک اس کا پانی گہرائی میں چلا گیا اسی سے ایک قوم نے نفع اٹھا لیا لیکن دوسری قوم ندامت کے ہاتھ ملتی رہی)

الحمۃ بمعنی وہ گرم چشمہ (الحمیم سے ہے بمعنی گرم پانی) جس سے علیل و مریض لوگ شفاء کے لیے پانی حاصل کریں انا لمغرمون۔ ہم پر چٹی پڑی۔ تفکھون کے فاعل سے حال ہے یعنی درانحالیکہ کہیں گے کہ بیشک چٹنے والے ہیں چٹی کو جو کہ ہم نے اس پر خرچ کیا۔

حل لغات:۔ الغرامۃ بمعنی انسان کو اس شے کا لازم ہونا جو اس کے ذمہ میں نہیں لیکن اب اس پر بلا وجہ لازم ہو جائے۔ یا ہم ہلاک ہونے والے ہیں اس کے تباہ ہو جانے کی وجہ سے جو ہم نے خرچ کیا یا بوجھ اپنے اپنے معاصی کی شامت سے (ہلاک ہونے والے ہیں الغرام سے بمعنی الھلاک۔

بل نحن محرومون (بلکہ ہم بے نصیب ہیں) اپنے رزق سے ہم بے نصیب یا محدود نہ کہ خوش حال محدود حد سے ہے بمعنی محروم بمعنی المنع یعنی ہمارا نصیبہ نہیں۔ ہمیں خوش حالی نصیب نہ ہوئی اور نہ بخت اگر ہم خوش حال ہوتے تو ہماری کھیتی تباہ و برباد نہ ہوتی۔

حدیث شریف:۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انصار کی زمین سے گزرے فرمایا اس میں بیج کیوں نہیں ڈالتے عرض کی یہ زمین قحط زدہ ہے فرمایا اس میں بیج ڈالو اللہ تعالیٰ نے فرمایا انا الزارع میں ہی کھیت کو اگانے والا ہوں اگر چاہوں تو پانی سے اُگا دوں اگر چاہوں تو ہوا سے اُگا دوں چاہو تو بیج سے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی افرأیتم ما تحرثون (الآیۃ)

شرح الحدیث:۔ حدیث شریف میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی عطا کرتا اور روکتا ہے اسباب سے یا بلا اسباب۔

عقیدہ:۔ توحید یہ ہے کہ تاثیر صرف اللہ تعالیٰ کی ہے کسی غیر کو اس میں دخل نہیں جیسے ستارے وغیرہ۔

مسئلہ:۔ نفس کی برائی کے ارادہ پر رزق روک دیا جاتا ہے۔

ل المغرب ۱۲:۔

حدیث شریف(۱) میں ہے کہ کوئی سال دوسرے سال زیادہ بارش نہیں دیتا صرف فرق یہ ہے کہ کوئی قوم گناہ کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان سے بارش روک کر دوسروں کو عطا فرما دیتا ہے جب سارے کے سارے ہی گناہ کرنے لگ جائیں تو وہ بارش جنگلوں اور دریاؤں کی طرف پھیر دیتا ہے۔

حدیث شریف(۲) میں ہے کہ وضو (طہارت) پہ مداومت کر تجھ پر رزق کی وسعت ہوگی۔

فائدہ: جب طہارت کی مداومت پر رزق کی وسعت ہے تو اس کے خلاف (بے وضو رہنا یعنی پاک نہ رہنا) تنگیٔ رزق کا سبب ہے۔

فائدہ: رزق دو قسم ہے۔ ظاہر۔ باطن ایسے ہی طہارت۔ نجاست (بھی دو قسم ہے)۔

سبق: طالب رزق پر مطلقاً لازم ہے کہ وہ طہارت مطلقہ پر ہمیشہ مداومت رکھے۔

سوال: ہم نے دیکھا اور پڑھا ہے کہ اکثر سلف صالحین طہارت مطلقہ پہ مداومت کے باوجود مفلس تھے۔

جواب: وہ رزق معنوی میں اکثر خلف سے بڑھ کر تھے رزق سے مقصود اصلی رزق معنوی ہے اور ظاہری رزق میں محتاج تھے لیکن یہ ان کے حقیقی کمال کی وجہ سے تھا جیسے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم دعا میں عرض کیا کرتے تھے۔ اللّٰھم اغننی بالافتقار الیك۔ (اے اللہ مجھے اپنی طرف محتاجی میں غنی فرما)

فائدہ: ان حضرات کو ظاہری غناء (مال و دولت) سے روکا گیا تا کہ ظاہر و باطن کے کسی ایک سے دوسرے کی تکمیل ہو۔ اس معنیٰ پر وہ دنیوی اغنیاء سے بڑھ کر غنی تھے اگرچہ بظاہر وہ فقیر تھے لیکن در حقیقت امیر تھے۔ ان کے سوا دوسرے لوگ فقیر دل سے بڑھ کر فقیر تھے اگرچہ بظاہر وہ غنی ہوتے ہیں۔

خوب فرمایا شیخ سعدی قدس سرہٗ نے:

ع آنانکہ غنی ترانذ محتاج ترند

ترجمہ: وہ جو زیادہ دولت مند ہیں وہی بہت زیادہ محتاج ہیں۔ (اویسی غفرلہٗ)

تفسیر صوفیانہ

مرزوق وہ ہے جسے غذائے روحانی یعنی واردات و علوم و فیوض نصیب ہیں اور محروم ہے وہ جو ان سے محروم ہوا (اسے اچھی طرح جان لے)

مثنوی شریف میں ہے ؎

۱۔ فہم نان کردن نہ حکمت اے رہے
زانکہ حق گفت کلوا من رزقہ

۲۔ رزق حق حکمت بود در مرتبت
کان گلو گیرت نباشد عاقبت

۳. ان دہاں بستی دہانے باز شد
که خورنده لقمہا راز شد

۴. گر ز شیرِ دیوتن را پروری
در فطام او بسے نعمت خوری

ترجمہ: اے سردار روٹی کو سمجھنا حکمت نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کے رزق سے کھاؤ۔

۲. مرتبہ میں رزق حق حکمت ہے جو تیرا گلو گیر ہو گا اس کی عاقبت اچھی نہیں۔

۳. ایک منہ بند کرے گا تو دوسرا کھلے گا کہ کھانے والے کا راز ظاہر ہوا۔

۴. اگر شیر دیو کا تن پا سکے گا دودھ چھڑانے کے بعد بسیار نعمت پائے گا۔

تفسیر عالمانہ: افرأیتم (بھلا بتاؤ) الماء الذی تشربون (وہ پانی جو تم پیتے ہو) میٹھا ستھرا پانی۔

نکتہ: پانی کی یہ صفت اس لیے بیان فرمائی کہ اس سے انسان کے بڑے اہم مقاصد سے اس کا پینا ہے ورنہ اس کے علاوہ پانی میں بہت بڑے فوائد و منافع ہیں۔

ءانتم انزلتموہ من المزن (تم نے اسے بادل سے نہیں اُتارا۔

حل لغات: المزن کا واحد المزنۃ ہے بعض نے کہا اس کا معنیٰ ہے سفید بادل اس کا پانی نہایت ہی مزیدار ہوتا ہے۔

ام نحن المنزلون (یا ہم ہیں اتارنے والے) اپنی قدرت سے۔

حل لغات: الرؤیۃ اگر معنی علم ہو تو اس کا تعلق استفہام سے ہے۔ اگر معنی الابصار یا المعرفۃ ہے تو جملہ استفہامیہ مستانفہ ہے۔ رضی (نحوی) نے اسے اختیار کیا ہے۔

لو نشاء جعلناہ اجاجا (اگر ہم چاہیں تو اسے کھاری کر دیں) یعنی اسے کر دیں کڑوا۔ بے مزہ جس کا پینا ممکن نہ ہو پہلے لو شرطیہ کے جواب میں لام محذوف کر دی گئی تاکہ مشروب و مطعوم کی اہمیت اور اس کے فقدان الحصول کا فرق معلوم ہو یعنی یہاں پر امر المطعوم مع الاثبات امر مشروب پر مقدم ہے اور مطعوم کے فقدان کی وعید سخت اور شدید تر ہے بہ نسبت امر مطعوم کے اور ظاہر ہے کہ اکثر مشروب کی ضرورت مطعوم کی ضرورت کے تابع ہے۔

فلولا تشکرون۔ (پھر کیوں نہیں شکر کرتے) مطعوم و مشروب کی نعمتوں کا جو مذکور ہوئی ہیں کہ منعم کی توحید کا اقرار کرو اور اس کے احکام پر عمل کرو (اس کی اطاعت کرو) یا پھر کیوں نہیں شکر کرتے کہ ہم نے اسے مزیدار پینے کا پانی بنایا۔

آسمانی دریا: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ عرش کے نیچے ایک دریا ہے اسی سے ہی حیوانات (انسان سمیت) کے رزق اُترتے ہیں اللہ تعالیٰ اسکی طرف وحی بھیجتا ہے کہ وہ برسائے (وہ جو چاہتا ہے) ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف یہاں تک کہ وہ پہلے آسمان دنیا تک پہنچتا ہے اسے حکم ہوتا ہے کہ اسے چھلنی سے چھان وہ اسے چھانتا ہے پھر ہر ایک قطرہ کو فرشتہ زمین پر لاتا ہے اور وہاں رکھتا ہے جہاں اسے حکم ہوتا ہے اور اس قطرہ کا کیل معلوم و وزن معلوم (اللہ تعالیٰ کو) ہے سوائے طوفان کے دن (قوم نوح علیہ السلام کے عذاب کے دن) کے کہ اس دن بغیر کیل و وزن کے قطرات اُترے۔

فائدہ: بعض حکماء نے کہا کہ بارش کو اللہ تعالیٰ کی قوس دریا سے اُٹھا کر بادل میں گراتی ہے پھر بادل زمین پر برساتا ہے۔ بعض نے کہا کہ قدرت کو اس میں زیادہ دخل ہے یعنی قدرت کا نظارہ دیکھئے کہ جب دریا کا کڑوا پانی نیچے سے اُوپر کو چڑھتا ہے تو کھاری بن جاتا ہے لیکن جب آسمان سے زمین پر اُترتا ہے تو میٹھا اور مزیدار ہوتا ہے۔

اعجوبہ: عرب کے بعض شہروں میں نہ کنوئیں ہیں نہ چشمے نہ نہریں جاری وہاں کے باشی بارش کے پانی پر بسر اوقات کرتے ہیں اور اسے تالاب بنا کر محفوظ کر لیتے ہیں جیسے قدس شریف اور ینبوع اور جدہ شریف وغیرہ ان شہروں میں میٹھے پانی کی بڑی قدر و منزلت ہے اسی لیے بندوں پر اللہ تعالیٰ نے پانی کا احسان جتلایا ہے۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں معرفت و علم الٰہی کے پانی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہ کسب اور جد و جہد سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ محض عطائے الٰہی و عنایت ربانی سے نصیب ہوتا ہے اگر چاہے تو وہ مشرب کشف و شہود سے میٹھے اور جاری پانی کو مشرب حجاب و احتجاب و جہالت و ضلالت سے کڑوا اور بے مزہ بنا دے۔

سبق: معارف و حقائق و حکم (حکمتوں) کی نعمتوں پر شکر ضروری ہے۔

تصوف کی فضیلت: ایک آدمی (مثلاً) کنواں کھودتا ہے مشقت کے باوجود پانی تک بھی پہنچنا نصیب ہوا یا نہ اگر پانی تک پہنچا تو نا معلوم وہ پانی کڑوا ہو تو بھی محنت بیکار اگر میٹھا پانی نکلے تو کام آئے گا لیکن غور فرمائیے کہ اسے یہ میٹھا پانی کتنا محنت و مشقت کے بعد نصیب ہوا لیکن بارش کا پانی مفت ملتا ہے اور بغیر محنت و مشقت کے یہی حال علمائے ظواہر علمائے حقیقت کا ہے اس لیے انبیاء عظام و اولیاء کرام کا علم الہام من اللہ ہے اور وحی الٰہی و الہام میں خطا کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ صوفیہ کرام کے علم تمام تر مبنی بر صواب ہے کیونکہ ان کا علم تذکری ہے انہیں ترتیب مقدمات کی

لے حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے

ضرورت ہی نہیں بخلاف رسمی علماء (ظاہری علم کے عاشق باطن علم سے لاتعلق) کے کہ ان کا علم تفکر ہی ہے وہ فکر کا محتاج ہے۔

سبق :۔ طالب الفیض پر لازم ہے کہ وہ واردات سے پہلے اس کے محل کو تیار کرے کیا دیکھتے نہیں ہو کہ کسان بیج ڈالنے سے پہلے زمین کو کیسے تیار کرتا ہے اور تیار کر کے چھوڑتا ہے کہ نامعلوم کب بارش موجب ہو گی تو اس کے کھیت کو فائدہ پہنچے گا۔

تفسیر صوفیانہ (۲):۔ روح بارش (رحمت) سے اُترتا ہے اور اس کا براس نشاۃ کے لیے تعین جو اس کے مناسب ہے جب رحم میں نطفہ کی تخلیق کی تکمیل ہو جاتی ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ رُوح پھونکتا ہے ظہور و تعین رُوح یہی ہے اسے نفخ رُوح کہا جاتا ہے ہاں عقل اس کے ادراک سے عاجز ہے۔

فائدہ :۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارش کے نزول کے وقت سر مبارک سے کپڑا اُتار لیتے اور فرماتے کہ یہ اپنے رب سے ابھی نیا آیا ہے۔

فائدہ :۔ رُوح حیات کا مطلقاً سبب ہے تو لازم ہے کہ محل کو تیار رکھے تاکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تجلیات وارادہ نصیب ہو سکیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر مبارک سے کپڑا اُتار لیتے اور نزول بارش کے محل کو تیار فرما لیتے وہ یوں کہ آسمان سے ہی بارش کا نزول ہوتا ہے تو پہلے اس پر اُترتے جو انسان کی سب سے بلند تر جگہ ہے یعنی سر پر۔

تفسیر عالمانہ:۔ افرأیتم النار التی تورون۔ تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو۔
حل لغات :۔ الایراء بمعنی چقماق سے آگ ظاہر کرنا یعنی آگ جلاتے اور چقماق سے ظاہر کرتے ہو۔ اہل عرب کا دستور ہے کہ دو لکڑیوں کو ملا کر آگ نکالتے ہیں اُوپر والی لکڑی کو زند اور نیچے والی کو زندہ کہتے ہیں۔ زن و شوہر سے تشبیہہ دے کر زند (نر) اور زندہ (مادہ) کی مثال (طرد ق زاوٹ)

لہ افسوس کہ ہمارے دور میں نجدی ابن تیمیہ کی اتباع میں صوفیہ کرامی کی دشمنی میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اور اس کام کے لیے ہر ملک میں بڑے چیلے چھوڑے ہوئے ہیں اور پانی کی طرح ریال (روپیہ) بہایا جا رہا ہے ان کے چیلے ہمارے پاکستان میں بھی ہیں اور گورنمنٹ پاکستان کے بڑے عہدوں سنبھال کر صوفیہ کرام پر حملے کر رہے ہیں لیکن ہمارا یقین ہے کہ ان کا اپنا ستیاناس ہو گا۔ صوفیہ کرام چراغ خداوندی ہیں اور چراغ مقبلان ہرگز نمیرد۔

طرد قہ زمادہ اونٹنی) یعنی وہ اونٹنی جو اس سن تک پہنچ گئی جسے طروق (نراونٹ) ضرب (مار) سکے کیونکہ الطرق بمعنی ضرب آتا ہے۔

انتم شجر تھا۔ کیا تم نے اس کا پیڑ۔ جس سے چقماق کی لکڑی لی جاتی ہے اسے عفار مرخ کہا جاتا ہے جس کی تفصیل سورۂ یٰسین میں گزری ہے۔

ام نحن المنشئون۔ یا ہم اسے پیدا کرنے والے ہیں اپنی قدرت سے۔

نحن جعلنا ھا تذکرہ (ہم نے اسے یادگار) جملہ مستانفہ ہے اس کے منافع بیان کرنے کے لیے ہے یعنی ہم نے چقماق کی آگ کو بنایا یادگار جہنم کی آگ کہ ہم نے اس کے ذریعہ اسباب معاش سمجھائے تاکہ تم اسے دیکھ کر جہنم کی وعید سے نصیحت حاصل کریں یا یادگار یا نصیحت یا جہنم کا نمونہ۔

حدیث شریف:۔ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری یہ آگ کہ جس سے بنو آدم جلاتے ہیں جہنم کی گرمی کا سترھواں حصہ ہے۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ یہ امر البعث کا تبصرہ ہے اس لیے کہ تر شے سے آگ کا نکلنا کوئی نئی بات نہیں۔

عین المعانی میں ہے کہ یہ آیت عذاب قبر کے منکرین

پرویزی معتزلہ اور چکڑالوی ٹولہ کا رد:۔ پر حجت ہے اس لیے کہ یہاں اس کا ذکر ہے کہ جس کا ظاہر نہیں جلاتا (لیکن اندر سے آگ ہی آگ ہے) اگرچہ نظر نہیں آتی۔

ومتاعًا۔ اور فائدہ اور نفع اور ضرورت کی شے کیونکہ ہر وقت آگ کو اٹھائے پھرتے ہیں مشقت اور تکلیف ہے۔ للمقوین۔ مسافروں کے لیے وہ جو جنگلوں میں اترتے ہیں۔

حل لغات:۔ المقوین القواء (بالفتح) سے ہے وہ جنگل جو پانی گھاس اور عمارت سے خالی ہو۔ اس سے مسافر لوگ مراد ہیں ان کی تخصیص اس لیے ہے کہ یہی اس کے زیادہ محتاج اور ضرورت مند ہیں تاکہ آگ کو دیکھ کر درندے بھاگ جائیں اور اس سے آگ سینک سکیں۔ (سردی دفع کر سکیں) کپڑے خشک کر سکیں، طعام پکا سکیں کیونکہ مقیم لوگ یا وہ جو ان کے قریب آکر اترتے ہیں وہ چقماق وغیرہ کے اتنا محتاج نہیں۔

نکتہ:۔ سب سے آخر میں اس نفع کا ذکر اس لیے ہے تاکہ تنبیہہ ہو کہ انسان کے لیے اہم نفع آخرت کا ہے۔

لغت کا عجوبہ:۔ اقویٰ اسے کہتے ہیں جو جنگل ویران میں اترے اور اصحر وہ جو جنگل میں داخل ہو جائے۔

حدیث شریف (۱) حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو فرمایا کہ میں نے میکائیل علیہ السلام

علیہ السلام کو کبھی ہنستے نہیں دیکھا۔ عرض کی جب سے آگ پیدا ہوئی ہے اُس وقت سے میکائیل علیہ السلام نہیں ہنسے۔

حدیث شریف (۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جہنم کا ادنیٰ عذاب یہ ہے کہ جہنم کو دو نعلین پہنائے جائیں تو اس کے سر میں اس کا دماغ آگ کی گرمی سے کھولے گا (جوش مارے گا)۔[1]

فائدہ: اس میں آخرت کی شدت گرمی کا بیان ہے کہ وہ آگ اس دنیوی آگ جیسی نہ ہوگی۔

تفسیر صوفیانہ: آیت، اشارہ ہے کہ نار محبت شعلہ والی جلائی گئی ہے طلب کی چقماق سے اس محب صادق کے دل کی جلن کے لیے جو طریق حق کا سالک ہے اور اس کا درخت عنایت الٰہیہ سرمدیہ ہے ہماری اس تاویل پر حضرت ابوالحسین المنصور قدس سرہ کا قول تائید کرتا ہے آپ سے پوچھا گیا کہ محبت کی حقیقت کیا ہے فرمایا عنایت الٰہیہ سرمدیہ اگر وہ نہ ہوتی تو مجھے معلوم نہ ہوسکتا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا۔

نحن جعلنا ھا تذکرہ۔ ہم نے اسے بنایا نصیحت ارباب نفوس بشریہ کے لیے تاکہ اس کے نور سے سلوک طریق حق کا راہ پاسکیں۔

و متاعا للمقوین۔ اور یہ نداء ہے ان محبین کی ارواح کی جو کئی دن اور کئی راتیں طعام و شراب (پانی) سے بھوکے پیاسے رہتے ہیں۔

حکایت: حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ ایک ایک ماہ بھوکے پیاسے رہتے۔

حکایت: حضرت ابو عقیل مغربی قدس سرہ نے دو سال تک کچھ کھایا نہ پیا اور مکہ معظمہ میں مقیم تھے۔

فائدہ: ایسے ہی بے شمار برگزیدہ بندگان خدا سالکین کے واقعات ہیں۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا سلوک: حضرت ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر بلایا گیا تاکہ انہیں مکمل تجرید و ترویج نصیب ہو یہاں تک کہ آپ پر روحانیت غالب ہوئی تو آپ اپنے بدن (بشریت) سے آزاد ہو کر ملائکہ سے جاملے۔ روحانیت افلاک کے قریب پہنچے اور عالم قدس کی طرف ترقی فرما گئے۔ آپ سولہ سال نہ سوئے اور نہ ہی کچھ کھایا اور نہ ہی نکاح کیا کیونکہ آپ سے شہوات بالکل خارج ہو چکی تھی یہاں تک کہ عقل مجرد ہو گئے اور اعلی الامکنہ کی طرف اُٹھائے گئے وہ مکان کہ جس کے گرد عالم الافلاک کی چکی گھومتی ہے یہی فلک الشمس ہے۔

فائدہ: یاد رہے کہ نار محبت ہر قسم کی آگ سے سخت تر ہے حضرت جنید بغدادی قدس سرہ نے فرمایا کہ آگ نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ یارب اگر میں تیری اطاعت نہ کروں تو مجھے کس شے سے عذاب کرو گے کیا مجھ سے کوئی شے دیگر سخت تر ہے فرمایا تجھ پر تجھ سے بھی بہت بڑی آگ مسلط کروں گا عرض کی کیا مجھ سے بھی کوئی اور آگ بڑی ہے فرمایا ہاں وہ ہے میری محبت کی آگ اسے میں نے اپنے اولیاء مومنین کے

---

[1] بخاری شریف میں ہے کہ اس درجہ میں ابو طالب ہوگا۔ (چوہدری مشتاق)

فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ۝ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِيۡمٌ ۝

اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ كَرِيۡمٌ ۝ فِىۡ كِتٰبٍ مَّكۡنُوۡنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا

الۡمُطَهَّرُوۡنَ ۝ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ اَفَبِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ

اَنۡتُمۡ مُّدۡهِنُوۡنَ ۝ وَتَجۡعَلُوۡنَ رِزۡقَكُمۡ اَنَّكُمۡ تُكَذِّبُوۡنَ ۝ فَلَوۡلَاۤ

اِذَا بَلَغَتِ الۡحُلۡقُوۡمَ ۝ وَاَنۡتُمۡ حِيۡنَئِذٍ تَنۡظُرُوۡنَ ۝ وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ

اِلَيۡهِ مِنۡكُمۡ وَلٰـكِنۡ لَّا تُبۡصِرُوۡنَ ۝ فَلَوۡلَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ غَيۡرَ مَدِيۡنِيۡنَ ۝

تَرۡجِعُوۡنَهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝ فَاَمَّاۤ اِنۡ كَانَ مِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ ۝

فَرَوۡحٌ وَّرَيۡحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيۡمٍ ۝ وَاَمَّاۤ اِنۡ كَانَ مِنۡ اَصۡحٰبِ

الۡيَمِيۡنِ ۝ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡيَمِيۡنِ ۝ وَاَمَّاۤ اِنۡ كَانَ

مِنَ الۡمُكَذِّبِيۡنَ الضَّآلِّيۡنَ ۝ فَنُزُلٌ مِّنۡ حَمِيۡمٍ ۝ وَّتَصۡلِيَةُ

جَحِيۡمٍ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الۡيَقِيۡنِ ۝ فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ

رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ ۝ ع

ترجمہ:۔ تو مجھے قسم ہے اُن جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں اور تم سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے بے شک یہ عزت والا قرآن ہے محفوظ نوشتہ میں اسے نہ چھوئیں مگر باوضو اتارا ہوا ہے سارے جہان کے رب کا تو کیا اس بات میں تم سستی کرتے ہو اور اپنا حصہ یہ رکھتے ہو کہ جھٹلاتے ہو پھر کیوں نہ ہو جب جان گلے تک پہنچے اور تم اس وقت دیکھ رہے ہو اور ہم اس کے زیادہ پاس ہیں تم سے مگر تمہیں نگاہ نہیں تو کیوں نہ ہوا اگر تمھیں بدلا ملنا نہیں کہ اسے لوٹا لاتے اگر تم سچے ہو پھر وہ مرنے والا اگر مقربوں سے ہے تو راحت ہے اور پھول ہے اور چین کے باغ اور اگر داہنی طرف والوں سے ہو تو اے محبوب تم پر سلام ہے داہنی طرف والوں سے اور اگر جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہو تو اس کی مہمانی کھولتا پانی اور بھڑکتی آگ میں دھنسانا یہ بیشک اعلیٰ درجہ کی یقینی بات ہے تو اے

محبوب تم اپنے عظمت والے رب کے نام کی پاکی بولو۔

بقیہ سابقہ صفحہ کا ۴۷۲

قلوب میں ٹھہرایا ہوا ہے (فتح القریب)۔

مہر جانان آتش است عشاق را
می بسوزد ہستی مشتاق را

ترجمہ: عشاق کے لیے محبوب کی مہر و محبت آتش اشتیاق والے کی ہستی کو جلا دیتی ہے۔

تفسیر عالمانہ: فسبح باسم ربك العظيم ۔ تو اے محبوب اپنے رب عظیم کی پاکی بیان کرو۔

سوال: سبح ربک کیوں نہیں فرمایا باسم ربک الخ کیوں فرمایا۔

جواب: سبح بمنزلہ فعل لازم کے ہے اس کا تعلق مفعول غیر معتبر ہے اس کا معنیٰ ہے تسبیح کو پیدا کر اپنے رب کے اسم کے ذکر سے مضاف کو محذوف کر کے یہ تسبیح اس کی نعمتوں کے شکرانہ میں ہوگی اگرچہ اس کے منکرین انکار کریں یا بذکرہ تھا مجاز کے طور کیونکہ کسی کے اسم کا کسی پر اطلاق گویا اسی کو یاد کرنا ہے یا بار استعانت یا ملابست کی ہے اور ذکر ربہ سے قرآن کی تلاوت مراد ہے۔

العظیم اسم یا رب کی صفت ہے حضرت ابن عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کی تسبیح کر کیونکہ وہ اس سے اعظم ہے کہ اسے تیری تسبیح لاحق ہو یا وہ تمہاری کسی شے کا محتاج ہو لیکن اس سے بندوں کو شرف اور بزرگی نصیب ہوگی کہ انہیں حکم فرمایا کہ وہ اس کی تسبیح کریں یعنی اس کی تنزیہ سے اپنے نفوس پاک کریں۔

تفسیر عالمانہ: فلا اقسم تو مجھے قسم ہے یہ فاقسم تھا۔ لا زائد ہے تاکید و تقویت کلام کے لیے جیسے اللہ تعالیٰ کے ارشاد لئلا یعلم اہل الکتاب میں لا زائدہ ہے۔

ازالۂ وہم: وہ جو بعض نے کہا ہے کہ لا زائدہ نہیں اور مطلب یہ ہے کہ مجھے قسم نہیں کیونکہ جب کلام واضح ہے تو قسم کی کیا ضرورت ہے بالخصوص ایسی قسم عظیم کی ایسی واضح بات میں قسم کا کوئی محل نہیں اس تقریر کو مقسم بہ کی تفخیم شان قبول نہیں کرتی۔

بمواقع النجوم (ان مقامات کی جہاں ستارے ڈوبتے ہیں) ان کے گرنے کی جگہیں یعنی ان کے مقامات ان کی تخصیص اس لیے ہے کہ ان کے غروب کے بعد ان کے اثرات مٹ جاتے ہیں

وہی مؤثر کے وجود کی دلیل ہے کہ وہ دائم ہے اور اس میں تغیر و تبدل نہیں یا یہ تہجد گزار اور اللہ تعالیٰ کی طرف عاجزی کرنے والوں کا وقت ہے اور یہی وقت ہے جس میں ان پر نزول و رحمت و رضوان ہوگا یا قسم ہے ان کی منازل و مجاری کی کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کی عظمت قدرت و کمال حکمت کی ایسی دلیل ہے کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ بعض نے کہا نجوم سے نجوم القرآن اور مواقع سے مراد ان کے نزول اوقات مراد ہیں یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے۔ بعض نے کہا اس سے صحابہ کرام اور وہ ہادی علماء مراد ہیں جو ان کے بعد دنیا میں تشریف لائے یعنی اولیاء کرام اور ان کی قبور[1] (مزارات) بعض نے اس کے علاوہ اور باتیں بھی مراد لی ہیں۔

وانہ لقسم لو تعلمون عظیم۔ اور بیشک قسم (مذکور) عظیم ہے اگر تم جانو تو، اس لیے کہ مقسم بہ میں عظمت قدرت و کمال حکمت اور زیادتی رحمت کی دلیل ہے اور یہ بھی اس کی عظیم رحمت کے مقتضیات سے ہے کہ بندوں کو کتاب کے بغیر بیکار نہیں چھوڑا۔

فائدہ:۔ لو تعلمون موصوف و صفت کے درمیان جملہ معترضہ ہے محلوف بہ کی تعظیم کی تاکید کے لیے ہے اور اس کا جواب متروک ہے اس سے مراد اُن کے علم کی نفی ہے یا محذوف ہے اس کے ظہور پر اعتماد کی وجہ یعنی اگر انہیں علم ہوتا تو وہ اسے عظیم القدر سمجھتے یا اس کے حکم کے مطابق عمل کرتے اس میں ایک امر عظیم میں مخاطبین کی تقصیر (کوتاہی) کا بیان ہے اور عظیم قسم کی صفت ہے اب بھی جملہ معترضہ ہوگا قسم اور جواب قسم ہیں جواب قسم ہے۔

انہ لقرآن کریم۔ بیشک یہ قرآن عزت والا ہے۔ یہ مقسم علیہ ہے یعنی یہ کتاب کثیر النفع ہے کیونکہ یہ اصول کے ان علوم پر مشتمل ہے جس کا مقصد صلاح المعاش و معاد ہے اور کرم مستعار ہے اس کے لیے جس کے ساتھ ذوی العقول میں سے کرم قائم ہوتا ہے اور دوسروں پر کرم کرتا ہے یا یہ کہ دوسری کتب کی بہ نسبت یہ قرآن حسن اور پسندیدہ کتاب ہے کیونکہ مکارم اخلاق اور بلند اُمور اور برگزیدہ افعال پر دلالت کرتا ہے۔ بعض نے کہا کریم اس لیے ہے کہ کریم پر نازل ہوا بواسطہ کرام المخلوق کے کرام مخلوق کی طرف۔

فی کتاب مکنون، محفوظ لکھے ہوئے میں یعنی وہ مقرب فرشتوں کے ماسوا دوسروں سے محفوظ ہے یعنی ان کے ماسوا دوسرے اس پر کوئی بھی مطلع نہیں اس سے لوحِ محفوظ مراد ہے۔

---

[1] اس سے مزارات کے دشمن نجدی وہابی دیوبندی عبرت پکڑیں اگر کچھ فہم و فکر نصیب ہے تو ورنہ۔۔۔۔

لا یمسہ الا المطھرون ۔ اسے ہاتھ نہ لگائیں مگر پاک یہ کتاب کی دوسری صفت ہے ۔ مطھرون سے ملائکہ کرام مراد ہیں جو کدورات جسمانیہ اور گناہوں کی تلویثات سے منزہ اور پاک ہیں یا یہ قرآن کی صفت ہے اس وقت المطھرون سے مطلقاً جملہ احداث (ظاہری باطنی نجاسات) سے پاک لوگ مراد ہیں اس معنیٰ پر نفی بمعنی نہی ہے ۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ لائق نہیں کہ اسے کوئی ہاتھ لگائے ہاں وہ جو انسان (یا پیدا یوں جیسے بے وضوئی اور جنابت وغیرہ سے پاک ہو یہ اس طریقہ پر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلم مسلم کا بھائی ہے اس پر ظلم کرے نہ کسی کے سپرد کرے کہ وہ اس پر ظلم کرے اور قرآن سے مصحف مراد ہے اور اسے قرآن اس کے قرب وجوار کی وجہ سے کہا جاتا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دشمن کے دیار میں قرآن کو ساتھ لے جانے سے منع فرمایا ۔

فائدہ :۔ حدیث شریف میں قرآن سے مصحف مراد ہے ۔

مسئلہ :۔ فقہ کی کتابوں میں ہے کہ حدث اصغر والے قرآن مجید کو ہاتھ لگانا جائز نہیں ۔ حدث اصغر سے وہ امر مراد ہے جس سے وضو کرنا ضروری ہے ۔

مسئلہ :۔ وہ مصحف جس پر ایسا غلاف ہو جو قرآن مجید سے جدا اور اس کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو جیسے خریطہ وغیرہ اس لیے کہ ایسے غلاف کا ہاتھ لگانا درحقیقت قرآن کو ہاتھ لگانا نہیں کیونکہ یہ قرآن مجید کے متصل نہیں (یہی صحیح ہے) ہاں وہ جلد اور کپڑا وغیرہ جو سلا ہوا قرآن مجید کے متصل ہے وہ مصحف کے حکم میں ہے کیونکہ وہ اس کے تابع ہے اس لیے قرآن مجید کی بیع میں یہ کپڑا جلد وغیرہ اس میں داخل ہوگا اگرچہ اس کا ذکر نہ بھی کیا ہو اور یہی تعظیم تکریم کو قریب تر ہے ۔

مسئلہ :۔ اپنی آستین سے (بے وضو) آدمی قرآن مجید کو ہاتھ نہ لگائے کیونکہ آستین انسان کے تابع (متصل) ہے یہ اس سے جدا نہ سمجھی جائے گی ۔ یہی وجہ ہے کہ کسی نے قسم کھائی کہ میں زمین پر نہ بیٹھوں گا زمین پر بیٹھا لیکن اس کے اور زمین کے درمیان اس کا اپنا دامن حائل ہوا تو حانث ہوگا ۔

سوال :۔ بے وضو کو قرآن مجید کے ہاتھ لگانے سے تو منع کیا گیا ہے لیکن پڑھنے سے منع نہیں کیا گیا اس کی کیا وجہ ہے ۔

جواب :۔ چونکہ حدث ہاتھ میں حلول کر گئی ہے نہ کہ منہ میں اس لیے تلاوت جائز ہے ہاتھ لگانا ناجائز یہی وجہ ہے کہ غسل میں منہ کے اندر کا حصہ دھونا فرض نہیں ۔ (سنت ہے)

مسئلہ :۔ جنب قرآن مجید کو نہ ہاتھ لگا سکتا ہے نہ پڑھ سکتا ہے ہاں دیکھ سکتا ہے لیکن دیکھنے سے قرآن مجید کو نہ پڑھے ۔

مسئلہ :۔ بے وضو اس درم کو ہاتھ نہ لگائے جس پر قرآن مجید کی کوئی سورۃ لکھی ہوئی ہو ہاں اُوپر غلاف ہو تو ہاتھ لگا سکتا ہے۔

مسئلہ :۔ جنب مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا ضرورت ہو تو جائز ہے لیکن پھر بھی تیمم کے بغیر نہ جائے (تیمم کرلے پھر جا سکتا ہے) کیونکہ تیمم پانی نہ ہو تو پلیدی دُور کر سکتا ہے لیکن تلاوت نہ کرے اگرچہ آیت سے کم الفاظ بھی ہوں کیونکہ وہ بھی تو قرآن مجید کے الفاظ ہیں۔

مسئلہ :۔ آیات قرآنیہ مشتملہ بر دعا و ثناء بارادہ دعا و ثناء پڑھ سکتا ہے جیسے بسم اللہ شریف اور الحمد شریف۔

مسئلہ :۔ مسئلہ الاشباہ میں ہے کہ اگر نماز جنازہ میں الحمد شریف بارادہ دعا و ثناء پڑھے تو مکروہ نہیں اگر تلاوت کی نیت سے پڑھے تو مکروہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ احکام قرأۃ نیت کی تبدیلی سے تبدیل ہوتے ہیں۔

مسئلہ :۔ جنب کو ذکر و تسبیح و دعاء پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ :۔ احکام مذکورہ میں حیض و نفاس والی عورت جنب کی طرح ہے۔

مسئلہ :۔ بے وضو کو چھوٹے بچے کو قرآن مجید اُٹھا دینا جائز ہے جب وضو کرنے میں حرج ہو اور نہ اُٹھا دینے میں بچے کے حفظ القرآن کا ضیاع (ضائع ہونا) ہوگا اور بچپن میں حفظ القرآن وغیرہ نقش بر سنگ (پتھر) کی طرح ہے۔

مسئلہ :۔ الاشباہ میں ہے کہ بچے (غیر بالغ) کو قرآن مجید کو بے وضو ہاتھ لگانے سے منع کیا جائے۔

فائدہ :۔ ان دو مسئلوں میں اختلاف کی توفیق (موافق کرنا) ظاہر ہے۔

مسئلہ :۔ غیر بالغ بچے کے متعلق ہمارے علماء کرام کے دو قول ہیں :۔

۱۔ بچوں کو قرآن مجید کو بے وضوء ہاتھ لگانے سے بالغوں کی طرح روکا جائے۔

۲۔ نہ روکے جائیں پھر اس کی دو وجہیں ہیں۔

۱۔ بچوں کو اگر روکا جائے گا تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ نہ وہ پڑھیں گے نہ حفظ کر سکیں گے کیونکہ یہ اس کے پڑھنے اور حفظ کرنے کا وقت ہے۔

۲۔ بچے کی طہارت بھی کامل نہیں (اسے تو صرف عادت ڈالنے کے لیے حکم دیا جاتا ہے) کیونکہ اس کی نیت شرعاً معتبر نہیں جب شریعت اجازت دیتی ہے کہ بچہ بلا طہارت قرآن مجید اُٹھا (اور اسے ہاتھ لگا) سکتا ہے تو پھر بطریق اولیٰ اسے اجازت ہو کہ وہ بلا وضوء اسے اٹھائے اور پڑھے۔

مسئلہ :۔ الانوار میں ہے کہ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حائضہ اور جنب قرآن مجید لکھ سکتے

ہیں بشرطیکہ جس شے پر لکھیں وہ اُن کی گود میں نہ ہوں بلکہ زمین پر ہوں لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا انہیں کسی حالت میں قرآن مجید کا لکھنا جائز نہیں۔

مسئلہ:۔ امام محمد بن فضل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس طہارت سے طہارت توحید مراد ہے یعنی غیر موحد (غیر مسلم) کو قرآن مجید کے پڑھنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہود و نصاریٰ کو قرآن مجید کی تلاوت کے لیے منع فرماتے تھے۔

مسئلہ:۔ بعض علماء کرام نے فرمایا کہ کفار کو تعلیم قرآن کی اجازت ہے کہ کوئی مسلمان انہیں پڑھائے ممکن ہے کہ وہ اس سے دولت اسلام سے نوازا جائے۔

مسئلہ:۔ محققین کرام فرماتے ہیں کہ آیت میں مس سے مس اعتقاد ہے کہ یعنی قرآن مجید کو وہ شخص ہاتھ نہ لگائے جس کا اس پر اعتقاد نہیں۔

صوفیانہ تحقیق:۔ صوفیہ کرام نے فرمایا کہ جس مومن کا دل پاکیزہ نہیں یا قرآن مجید کی تفسیر و تاویل نہیں جانتا وہ بھی اس کے ہاتھ لگانے کا مستحق نہیں ہاں دل پاکیزہ از ماسوی اللہ ہو تو پھر اسے ہاتھ لگا سکتا ہے اور پڑھ بھی سکتا ہے۔ ؎

جمال حضرت قرآن نقاب آنکہ براندازد
کہ دار الملک معنی را مجرد بیند از غوغا

ترجمہ:۔ قرآن مجید اپنے جمال سے نقاب اُس وقت اُٹھائے گا جو دار الملک معنیٰ کو غوغا سے خالی دیکھے گا۔

فائدہ صوفیانہ:۔ بحر الحقائق میں فرمایا کہ قرآن مجید کے اسرار و رموز کا مکاشفہ اسے نصیب ہوگا جو روش توہم غیر سے پاک اور خلق کے آئینہ سے مقام شہود حق تک پہنچا ہو اور یہ معنیٰ مشاہد کی فنا اور مشہود کے شہود کے بغیر نصیب نہیں ہوتا۔ ؎

چوں مجلی گردد اوصاف قدیم
پس بسوزد وصف حادث را کلیم

ترجمہ:۔ جب اوصاف قدیم کے جلوہ گر ہوتے ہیں تو کلیم کے اوصاف حادث جل جاتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اس میں ہاء ہویت الٰہیہ کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ اس کے اسرار کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں جبکہ وہ تمام مقامات وجودیہ کی جنابت سے پاک ہوں۔ جنابت سے اس سے متعلق ہونا اور اس کی وجہ سے حق مطلق سے بعید ہونا مراد ہے۔

فائدہ:۔ مطہر (بالفتح) کو مطہر (بالکسر) ضروری ہے اور مطہر (بالکسر) پاک کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے بندہ نہ خود

کو پاک کر سکتا ہے اور نہ اپنا تزکیہ کر سکتا ہے۔ اسے پاک بھی اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور اس کا تزکیہ بھی وہی کرتا ہے جب اسے اللہ تعالیٰ پاک کرتا ہے اور اس کا تزکیہ فرماتا ہے تو پھر وہ قرآن مجید کی مراد سمجھ سکتا ہے اس لیے بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ "القرآن بکر" ہے یعنی بہ نسبت علماء ظاہر بینی کے لیے بکر ہے اور اسم علماء کے لیے پردۂ خفاء میں ہے اگر انہوں نے اسے کچھ سمجھا ہے تو صرف اس کے ظاہر کو ورنہ حقائق کو وہ کیا جانیں اس عقدہ کا حل علمائے باطن اور علمائے حقیقت کو نصیب ہوا کیونکہ جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ۔ وہاں یہی حقیقی اہل تقویٰ مراد ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ علوم بخشے جن کی علمائے ظواہر کو ہوا بھی نصیب نہ ہوئی اگرچہ علمائے بواطن وظواہر نے قرآن مجید کو بہت کچھ سمجھا لیکن اس کے عجائب وغرائب کی کوئی انتہا نہیں۔ ایسے ہی احادیث مبارکہ کا حال ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مراد بھی اہل حقیقت کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا یہی وجہ ہے کہ شراح الحدیث نے احادیث کی شرح میں صرف اعراب اور ظاہری معنیٰ پہ اکتفاء کیا ہے اور وہ ان کے حقائق واسرار کے درپے نہیں ہوئے۔

صاحب روح البیان قدس سرہ کا صوفیہ کرام سے عقیدت کا منظر

مذکورہ بالا تقریر لکھ کر صاحب روح البیان قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ فاین شرح النووی والکرمانی وابن حجر ونحوھم من شرح الصدر القنوی ونحوہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کہاں امام نووی و کرمانی کی شرح الحدیث اور کہاں صدر الدین قونوی رضی اللہ تعالیٰ عنھم اور ان جیسے صوفیاء کرام کی شروح الحدیث۔

ع فرقیست از کجا تا کجا

ترجمہ: زمین وآسمان کا فرق ہے۔[1]

تفسیر عالمانہ: تنزیل من رب العالمین۔ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل کرنا ہے یہ قرآن کی دیگر صفت ہے تنزیل مصدر کو صفت بنایا گیا ہے اسم کے قائم مقام کر کے یعنی تنزیل بمعنی منزل ہے۔ تنزیل کو منزل کے قائم مقام بنانا یہ اتساع لغت سے ہے یعنی اس میں وسعت ہے کہ ایک شے کو دوسری شے کے قائم مقام کیا جاتا ہے جیسے مقدور کے قائم مقام قدر اور مخلوق کے خلق آتی ہے یہ اس کے نزدیک ہے جو مصدر بمعنی مفعول مانتا ہے۔ افبھذا الحدیث

---

[1] اضافہ اویسی غفرلہٗ ۱۲

تو کیا ایسی حدیث سے یعنی وہ کتاب جس کی اتنا عظیم صفیں بیان کی گئیں جو اس کے اعظام و اجلال کی موجب ہیں اس سے قرآن مجید مراد ہے اسے حدیث اس لیے کہا گیا کہ اس میں حوادث الامور ہیں (کشف الاسرار)

فائدہ: یہ مدھنون کے متعلق ہے اور اس کی تقدیم بتدار پر جائز ہے کیونکہ اس کا عامل اس کی اجازت دیتا ہے یہ دراصل افانتم مدھنون بھذا الحدیث تھا۔

انتم۔ (تم اے اہل مکہ) **مدھنون** (اس کی تحقیر کرنے والے اور اس سے سستی برتنے والے۔

حل لغات: الادھان سے ہے یہ دراصل تدھین کی طرح ہے لیکن مجازاً مدارات و ملاینہ کے لیے استعمال ہوتا ہے اور ترک الجد (جد و جہد کا ترک) کے لیے بھی آتا ہے۔ اب مدھنون بمعنی متھاونون (سستی کرنے والے) مستحقرون (حقارت کی نگاہ سے دیکھنے والے) اس شخص کی طرح جو کسی معاملہ میں سستی اور نرمی کرتا ہے یعنی اس کے لیے نرم گوشہ رکھتا ہے[1]۔ اور مخالف سے ایسے سختی نہ کرے بوجہ سستی وغیرہ کے تاج المصادر میں ہے الادہان بمعنی مداہنت اور غسل کرنا۔

فائدہ: الاحیا میں ہے کہ المداہنت والمدارت میں غرض و مقصد کی وجہ سے فرق ہے اگر کسی سے چشم پوشی اپنے دین کی سلامتی اور اپنے دوسرے کی اصلاح مطلوب ہے تو یہ مدارات ہے اگر اس میں اپنی نفسانی خواہش اور نفع دنیوی اور اپنی عزت و احترام کا اضافہ مطلوب ہے تو یہ مداہنت ہے۔

حدیث شریف: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے ساتھ نیک برتاؤ تو کرتے ہیں لیکن ہمارے ضمیر انہیں لعنت بھیج رہے ہوتے ہیں۔

فائدہ: یہ اُس وقت ہے جن لوگوں کے شر و فساد سے بچنا مشکل ہو اسی کا نام مدارات ہے۔

تجعلون رزقکم۔ اور تم کرتے ہو اپنے رزق کو یعنی رزق کے شکر کو یہاں مضاف محذوف ہے تاکہ معنیٰ صحیح ہو سکے۔

حل لغات: رزق دراصل مصدر ہے مجازاً اس معنیٰ کے لیے مستعمل ہوتا ہے جو رزق کے طور کسی کو دی جائے اس سے نعمۃ القرآن مراد ہے۔

انکم تکذبون۔ بیشک تم تکذیب کرتے ہو یعنی اپنے رازق کے لیے شکر کے بجائے تکذیب

---

[1] صلحکلیوں کی طرح جو کہتے ہیں با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام۔ یعنی گستاخان رسول و صحابہ و اولیاء کے لیے کہتے ہیں انہیں کچھ نہ کہو اور ان کے ساتھ بھائی بھائی بن کر گزارو (لاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم)۔ (اویسی غفرلہٗ)

عمل میں لاتے ہو یا تم اپنے رزق صوری کا شکر یہی کرتے ہو کہ تم تکذیب کرتے ہو کہ اسے اللہ تعالیٰ کے بجائے ستاروں کی طرف منسوب کرتے ہو۔

حدیث شریف[1]: حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ دس سال بارش روک دے یہاں تک کہ ایک قطرہ بھی نصیب نہ ہو پھر دس سال کے بعد بارش ہو تب بھی بعض ایسے بھی ہوں گے جو کہیں گے یہ بارش ستاروں نے دی ہے۔

حدیث شریف[2]: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اپنی اُمت پر تین اُمور کے متعلق بہت زیادہ خطرہ ہے:۔

۱۔ ائمہ (خلفاء امراء۔ سلاطین کا ظلم۔

۲۔ تکذیب بالقدر (تقدیر کو جھٹلانا)

۳۔ ستاروں پر ایمان۔

حدیث شریف[3]: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ میں صبح کی نماز بادل کی چھاؤں میں پڑھی جو رات سے آسمان پر بادل چھائے رہے۔ نماز سے فراغت پاکر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ تمھارے رب نے کیا فرمایا صحابہ کرام نے حسب عادت عرض کی اللہ ورسولہ اعلم (اللہ و رسول جانیں) جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے صبح کو اُٹھتے ہی مومن بھی ہوتے اور کچھ کفر کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بارش نصیب ہوئی وہ مجھ پر ایمان لانے والے ہیں اور ستاروں سے کفر کرنے والے اور کہتے ہیں کہ ہمیں بارش دی ہے ستاروں نے وہ میرے ساتھ کفر کرنے والے ہیں اور ستاروں پر ایمان لانے والے۔

حدیث شریف[4] میں ہے کہ تین اُمور جاہلیت سے ہیں:۔

۱۔ انساب پر طعن و تشنیع۔

۲۔ نیاحہ (بین کرنا)

۳۔ ستاروں کو حقیقی بارش دینے والا سمجھنا۔

شرح الحدیث: طعن علی الانساب تو مشہور مسئلہ ہے۔ النیاحۃ بمعنی میت پر رونا اس کے محاسن گن کر (جسے ہمارے عرف میں بین کہا جاتا ہے) الانواء نوء کی جمع ہے بمعنی چاند کی اٹھائیس منزلیں جاہلیت میں عرب کا عقیدہ تھا کہ بارش اور دیگر ہر چیز وبھلائی چاند کی ان منازل سے حاصل ہوتی ہے۔

فائدہ: حواشی الشیخ میں سورۃ الفرقان کی تفسیر میں ہے کہ الانواء وہ ستارے جن میں سے ایک بجانب

مغرب طلوعِ فجر کے وقت ڈوبتا ہے تو اس کا رقیب اسی وقت اس کے بالمقابل مشرق میں طلوع کرتا ہے اہل عرب (زمانۂ جاہلیت) میں بارشیں ہوئیں۔ گرمی۔ سردی اُسی ڈوبنے والے ستارے کی طرف منسوب کرتے تھے۔

حل لغات:۔ القاموس میں ہے کہ النواء النجم (ستارہ) غروب کے لیے مائل ہوا یا ستارے کا فجر کے وقت مغرب کی جانب ڈوبنا اور اس کے بالمقابل دوسرے ستارے کا مشرق کی طرف طلوع کرنا۔

مسئلہ:۔ اس سے ثابت ہوُا کہ تمام اشیاء میں تاثیر اللہ تعالیٰ ہے۔

سبق:۔ مومن پر لازم ہے کہ وہ یہ عقیدہ رکھے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ سے ہے نہ کہ افلاک و النجم (ستاروں) اور دہر وغیرہ سے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی وقت اُلو بولے یا کوئی اور پرندہ تو اس پر کوئی کہے کہ کوئی مر جائے گا اور اس کا یہی عقیدہ ہو کہ یہی پرندہ مؤثر ہے تو ایسے عقیدے والا شخص کافر ہو گیا۔

مسئلہ:۔ اگر کوئی سفر کو نکلا تو عقعق بول پڑا خود لوٹا یا کسی کے کہنے پر لوٹا اس عقیدہ پر کہ اس کی آواز کی تاثیر ہے کہ سفر بانطفر نہ ہوگا تو بعض کے نزدیک یہ شخص کافر ہو گیا بعض نے کہا کافر نہ ہوگا۔

مسئلہ:۔ کسی پرندہ کی آواز پر کہا کہ غلہ مہنگا ہوگا تو یہ شخص کافر ہوگا یا نہ بعض مشائخ نے کہا کہ کافر ہو جائیگا کیونکہ اس نے غیب کا دعویٰ کیا (ہدیۃ المہدیین)

مسئلہ:۔ بعض لوگ پرندوں کی آواز کو نحوست سمجھتے ہیں جیسے ہامہ اور اُلو کی آواز مثلاً حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

بلبلا مژدہ بہار بیار
خبر بد بہ بوم بگذار

ترجمہ:۔ اے بلبل مژدہ بہار لا۔ بری خبر اُلو کے ہاں چھوڑ۔

اگر اس آواز کی تاثیر حقیقی کا قائل ہے تو کافر ہو جائے گا ورنہ محض آواز نحوست سمجھنے سے کافر نہ ہوگا بالخصوص جب اس سے اس کی نشانیوں سے استدلال کرتا ہو لیکن مومن کے زیادہ لائق یہ ہے کہ وہ اسے تنبیہات پر محمول کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ہر شے میں حکمت ہے لیکن اسے قطعی طور مقدرات کا خیال و عقیدہ نہ رکھے ان اُمور میں ان کی کنہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کیونکہ وہ مارتا جلاتا ہے وہی سلاتا جگاتا ہے اسباب کے ساتھ بھی بغیر اسباب کے بھی۔

فلولا تو پھر کیوں نہیں اذا بلغت الحلقوم۔ جب پہنچے گا حلقوم کو۔ لولا تخصیص کے لیے ہے

ان کے اظہار کے لیے لایا گیا ہے۔ اذا ظرفیہ ہے الحلقوم۔ طعام کے جاری ہونے کی جگہ۔
کشف الاسرار میں ہے کہ الحلقوم بمعنی سانس کا مجریٰ (جاری ہونے کی جگہ) البلعوم۔ طعام کا مجریٰ (جاری ہونے کی جگہ) اب معنیٰ یہ ہُوا کہ تو کیا جب پہنچے گا سانس یعنی روح یا تمہارے کسی ایک کا سانس اور رُوح اس کے حلقوم تک اور وہ نکلنا چاہے گا اگرچہ وہ مذکور نہیں لیکن مراد یہی ہے۔
حدیث شریف:۔ بیشک ملک الموت (علیہ السلام) اور اس کے اعوان (ساتھی۔ مددگار۔ کارکن) رگیں کاٹیں گے اور رُوح کو ایک ایک رگ سے نکال کر ایک جگہ جمع کریں گے یہاں تک کہ اسے حلقوم تک پہنچائیں گے پھر اسے خود ملک الموت (علیہ السلام) فوت کریں گے۔
وانتم حینئذ (حالانکہ تم) تنظرون (دیکھتے ہو)۔ وانتم بلغت کی ضمیر سے حال ہے یعنی حالانکہ اے میت کے ارد گرد موجود لوگو تم دیکھتے ہو اس طرف جس حال میں وہ ہوگا یعنی جو اس کے موت سے جھٹکے لگیں گے اور تم اس پر لطف اور نرمی کے خواہاں ہوتے اور چاہتے ہو کہ اسے ایسی ہلاکتوں اور تکلیفوں سے بہت جلد نجات مل جائے۔
ونحن اقرب الیہ۔ ہم ہی اس کو (جس پر موت کا حملہ ہے) علم وقدرت وتصرف کے لحاظ سے قریب تر ہیں۔
فائدہ:۔ بعض نے کہا کہ اسے علم بالقرب سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ وہ اسباب اور اطلاع میں سب سے زیادہ قوی ہے۔
منکم۔ بہ نسبت تمہارے کیونکہ تم تو آثار شدت سے صرف اس کے ظاہری حال کا مشاہدہ کر رہے ہو لیکن تم اس کی کنہ وکیفیت واسباب کو نہیں جانتے اور نہ ہی تم قدرت رکھتے ہو کہ اس سے کچھ دُکھ وتکلیف معمولی طور دفع کر سکو۔ اب صرف اور صرف ہم ہی اس کے متولی ہیں صرف ہمیں اس کے تفصیلی احوال کا علم ہے اور ہمیں ہی اس پر قدرت ہے یا ان ملائکہ کو الموت کو جو اس کی رُوح قبض کر رہے ہیں ولکن لاتبصرون (لیکن تم اسے دیکھ نہیں سکتے) یعنی جو اس پر گزر رہا ہے تم اس کی کنہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ ہماری شانوں سے بے خبر ہو۔
حل لغات:۔ لاتبصرون۔ البصیرۃ سے ہے نہ کہ البصر سے اور اس تفسیر کو قریب تر ہے کہ تم اس کا ادراک نہیں کر سکتے جو ہمارا علم اس کے متعلق ہے۔
حواشی سعدی المفتی:۔ حضرت البقلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے قربات میں تفاوت ہے قرب بالعلم اور ہے اور قرب بالاحاطہ اور قرب بالفعل اور ہے قرب

بالصفۃ اور قرب بالقہر ہے اور قرب باللطف کیونکہ قرب بالمسافۃ والمکان وہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے منافی ہے۔ ہاں بعض قلوب پر جلوہ گر ہوتا ہے تو عین عظمت سے نہ اس لیے کہ اس روبیت القہر سے تو قلوب پگھل جائیں گی ایسے ہی بعض پر عین جمال سے جلوہ گر ہوتا ہے تاکہ اسے اصطفائیہ کا عرفان عطا فرمائے اور اس قرب کو صرف اہل قرب ہی دیکھتے ہیں اور یہ مشاہد اہل معرفت کے سامنے ظاہر ہیں اور خطاب میں تحذیر و ترہیب ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ فلولا۔ تو کیوں نہیں۔ لولا بمعنی ھلّا ہے۔ ان کنتم غیر مدینین تو کیوں نہ ہوا اگر تمھیں بدلہ ملنا نہیں غیر مدینین بمعنی غیر مربوبین مملوکین اذلاء۔

حل لغات:۔ یہ دان للسلطان رعیتہ سے ہے یعنی بادشاہ نے اپنی رعیت کو ذلیل کیا یعنی ان پر سیاست کی اور اپنے سے بعید رکھا۔

المفردات میں ہے کہ یا بمعنی غیر مجزیین کیونکہ دین یعنی الجزا بھی آتا ہے اور اس کا تعلق نحن خلقناکم فلولا تصدقون سے ہے کیونکہ تخصیص عدم مخضض علیہ کی داعی ہے۔

ترجعونھا۔ کہ اسے لوٹاتے یعنی نفس کو اپنے مقر (قرارگاہ) میں لوٹاتے یعنی میت کی روح کو اس کے اپنے بدن کی طرف لوٹاتے الرجع سے ہے بمعنی لوٹانا اذا کا عامل ہے لولا اولیٰ و ثانیہ کا محفض علیہ کا بار بار لوٹانا تاکیداً ہے یہ اور اس کا مع الحیز شرط کا جواب ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اگر تم قیامت میں کسی قسم کی جزا و سزا کے قائل نہیں ہو اور کہتے ہو کچھ نہ ہوگا اور نہ ہی مرنے کے بعد اٹھنا ہے جیسے تمھارا ہماری تخلیق کی تصدیق کا انکار بتاتا ہے تو نفوس کو حلقوم تک پہنچنے کے بعد بدن میں کیوں نہیں لوٹاتے۔

ان کنتم صدقین۔ اگر تم سچے ہو۔ اپنے اعتقاد میں اس لیے کہ ان کی خالقیت کی عدم تصدیق بتاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خالقیت کے قائل نہیں جیسا کہ ان کے مذہب کا موجب ہے یعنی اگر تم اس کی قدرت نہیں رکھتے یعنی روح کو جسم کی طرف نہیں لوٹا سکتے تو یقین کر لو کہ تمھارا امر تمھارے غیر کی طرف ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف تو پھر اس پر ایمان لاؤ یہ تکرار تاکید کے طور ہے شرط کے عارض ہونے کی وجہ سے نہیں کیونکہ اس وقت اس کا کوئی معنیٰ نہیں۔

فاما ان کان من المقربین۔ تو اگر وہ مقربین سے ہے۔ یہ قرب درجات عرش سے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ سے کیونکہ وہ جہات سے پاک اور منزہ ہے۔ حشویہ (فرقہ) اللہ تعالیٰ کے لیے جہات کے قائل تھے و ابن تیمیہ بھی جہت کا قائل ہے ہمارے دور کے وہابی غیر مقلد نجدی بھی اس کی اتباع میں ہیں

ربط :۔ اب مضمون اس بارہ میں شروع ہے کہ مرنے کے بعد ان حضرات (مقربین جو کہ ثلاثہ اقسام سے بزرگ تر ہیں) کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ فروح ۔ ان کے لیے استراحت و آرام ہوگا۔

فائدہ :۔ بعض نے اسے بضم الراء پڑھا ہے اس کی تفسیر رحمت سے لی گئی ہے کیونکہ وہی مرحوم کی حیات کا سبب ہے اور رُوح سے رحمت مراد لینا استعارہ تصریحیہ ہے اور حیات سے دائمی حیات مراد ہے کہ اس کے بعد موت نہیں۔

روح کے معانی :۔ ۱۔ روح الاجسام جو موت کے وقت قبض کی جاتی ہے اسی میں نفس کی زندگی تھی۔

۲۔ جبرئیل علیہ السلام کیونکہ آپ انبیاء علیہم السلام کے ہاں اُمور لاتے جن میں قلوب کی زندگی تھی۔

۳۔ عیسیٰ علیہ السلام کو رُوح اللہ کہا جاتا ہے کیونکہ آپ جبریل علیہ السلام کی پھونک سے پیدا ہوئے اس کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف محض تعظیماً ہے۔

۴۔ کلام اللہ کیونکہ اس سے جہل دُور ہوتا ہے اور کفر پر موت۔

۵۔ رحمۃ اللہ قرآن مجید میں ہے وایدھم بروح منہ اور اس کی اپنی روح یعنی رحمت سے تائید کی۔

۶۔ رزق کیونکہ یہ اجسام کی (زندگی) کی بقا کا سبب ہے۔

فائدہ :۔ القاموس میں ہے کہ رُوح (بالضم) وہ شے جس میں وہ رُوح ہو جو نفس کی حیات (بقاء) کا سبب ہے بالفتح بمعنی رحمت و نسیم الریح (باد صبا) اور کہا جاتا ہے۔ مکان روحانی یعنی پاکیزہ مکان روحانی (بالضم) وہ جس میں رُوح ہو اور کتاب الملل والنحل میں ہے کہ روحانی بالضم روح سے اور بالفتح روح (بالفتح) سے اور یہ (بالضم و بالفتح) قریب قریب ہیں گویا رُوح (بالضم) جوہر اور بالفتح وہ حالت جو اسے خاص ہے۔

وریحان (اور پھول) اور رزق یا وہ شے جو سونگھی جائے[1]

فائدہ :۔ حضرت ابو العالیہ سے ہے فرمایا مقربین میں سے کوئی ایک دنیا سے جدا نہیں ہوتا جب تک اس کے لیے بہشت کا پھول نہیں لایا جاتا وہ اسے سونگھتا ہے تو اس کی رُوح قبض کی جاتی ہے۔

فائدہ :۔ الزجاج نے فرمایا کہ ایمان سے مراد یہاں اہل جنت کا تکیہ مراد ہے۔

حکایت :۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ انسان کے لیے دنیا میں بھی روح و ریحان ہے اور آخرت میں بھی

---

[1] اس لیے اس کا ترجمہ اعلیٰحضرت قدس سرہ نے پھول لکھا ہے ۱۲۔ اویسی غفرلہٗ۔

روح ریحان ہوگا۔ دنیا میں روح یہ ہے کہ انسان کا دل ایسا آراستہ ہو کہ وہ حق و باطل کا امتیاز کر سکے اور دل کو علم سے فراوانی بخشے تاکہ قدرت الٰہی اس میں جاگزین ہو جس سے وہ دیکھے اور وہ ازلی باتیں سنے اور ایسا پاک ہو تاکہ اس کی صحبت کی سب کو تلاش ہو اور عطر وصال سے خوش ہو تاکہ اس میں مہر دوست پیدا ہو اور نور سے منور ہو تاکہ اس سے غیر کا تصور ڈھل جائے اور وہ دیکھے جو اسے پہلے نصیب تھا اور دین کی صفت سے سرائے سعادت میں پہنچے وہاں ریحان کرامت دیکھے اور باغ قدس سے اسے نسیم انس نصیب ہو تاکہ درخت وجود کے نیچے تخت رضا کا بچھا کر فرش انس پر بیٹھے اور شمع عطف الٰہی جلائے اور آسمان پر بلندی حاصل کرے جس پر دوست ازلی پردہ ہٹادے اور اپنے کانوں سے اس کا سلام سُنے اور دیدار الٰہی سے سرشار ہو۔

وجنة نعیم۔ (اور نعمتوں کے باغ) یعنی صاحب نعمت کے باغات یہ اضافۃ ادنیٰ ملابست کی وجہ سے ہے کاشفی نے اس کا ترجمہ لکھا باغ پر نعمت۔

تفسیر صوفیانہ: بعض اہل حقیقت نے فرمایا کہ اسے رُوح الوصال اور ریحان الجمال اور جنت الجمال کو نصیب ہوں گے اس کی رُوح کو رُوح الانس اور اس کے قلب کو ریحان القدس اور اس کے نفس کو جنت الفردوس نصیب ہوگی یا رُوح سے نظر الی وجہ الجبار اور ریحان سے استماع الکلام اور جنۃ النعیم یہ کہ بندے سے مولیٰ محجوب نہ ہو۔ جب اس کی زیارت چاہے اور مقربین کو یہی باتیں دار دنیا میں نصیب ہوتی ہیں ان کا رُوح مشاہدہ اور ریحان سرور الخدمۃ اور جنۃ نعیم اس کے ذکر سے سرور مراد ہے۔

فائدہ: بعض نے کہا رُوح عابدین کے لیے ریحان عارفین کے لیے جنۃ نعیم عوام کے لیے ہے یا رُوح سے شہود ذاتی اور ریحان سے سرور اور جنۃ نعیم سے ان تک پہنچ کر لذات اور ان میں داخل ہونا مراد ہے۔

فائدہ: فقیر (صاحب رُوح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ رُوح نفوس و اجساد کے لیے کیونکہ مرنے کے بعد یہی راحت پاتے ہیں کہ ان سے تکلیف کا بوجھ ہٹ گیا اگرچہ وہ اہل اللہ ہو کیونکہ اس کے بعد اسے باب الخدمت میں نشاط دائمی ہوگا کیونکہ وصول الی اللہ سے تمام تکان اُٹھ جاتی ہے کیونکہ یہ تکان نفس و طبع کا خاصہ ہے اور وصال کے بعد نہ نفس رہتا ہے نہ طبع اور ریحان قلوب و ارواح کو اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خوشبو محبوب تھی کیونکہ اس میں انس و محاضرہ (حضوری) کا ذوق پایا جاتا ہے اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اولاد کو ریحان سے تعبیر فرمایا ہے اس لیے کہ اسے پھول کی طرح سونگھا جاتا ہے کیونکہ وہ باپ کے تنزلات سے ہے جیسے قلوب اَرواح کے تنزلات سے ہے اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ریحان الرحمٰن یمن کی طرف سے پایا اور یہ خوشبو

آپ کی قلب وروح کو محسوس ہوئی اور یہ نفس عصام الدین یعنی حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے چچا کا تھا کیونکہ آپ ہی اس وقت قطب الابدال تھے اور آپ اسے ظاہری حس سے بھی سونگھتے تھے اور دارئح الجنۃ اور اس کی نعمتیں اسرار الٰہی سے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف مضاف ہے جیسا کہ فرمایا ادخلی جنتی (میری جنت میں داخل ہو) اور اس بہشت میں داخلہ کے وقت انہیں کوئی نہیں دیکھے گا کیونکہ وہ عالی طبقات و رافع درجات ہیں اسی لیے انہیں کوئی نہیں پہچانتا نہ دنیا میں نہ آخرت میں یہ المعلوم المجہول کے قبیل سے ہیں۔

تفسیر عالمانہ وامّا ان کان من اصحاب الیمین (اور اگر داہنی طرف والوں سے ہو) :۔ سابقین کو مقربین سے تعبیر فرمایا کہ وہ بزرگ ترین اوصاف کے مالک ہیں اور اصحاب الیمین کو اسی سابق لقب سے یاد فرمایا کہ سابق میں ان کی دیگر کوئی وصف نہیں بتائی کہ جس سے اس کے ماسوا ان کو یاد کیا جاتا جیسے دوسرے دو سابقین کی دیگر اوصاف بتائیں اسی لیے انہیں ان اوصاف سے یاد کیا گیا اور انہیں اصحاب الیمین سے۔

فائدہ:۔ الیمین تیمن وسعادۃ سے استعارہ کرکے انہیں اصحاب الیمین کہا گیا (کذا قال الراغب)

فسلام لك (اے محبوب تم پر سلام) من اصحاب الیمین (داہنی طرف والوں سے) تمہارے بھائیوں سے جو تمھیں سلام عرض کرتے ہیں موت کے وقت اور موت کے بعد بھی اس سلام سے اشارہ ہے کہ وہ اہل جنت سے ہے۔

فائدہ:۔ الارشاد میں ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ آگاہی بخشتا ہے کہ اہل بہشت کے بعض دوسرے بعض پر سلام کہتے ہیں جیسا کہ لام سے معلوم ہوتا ہے انشاء سلام بعض کا بعض پر کی حکایت نہیں ورنہ کہتا جاتا سلام علیك۔ اور خطاب کی طرف التفات ان پر ایک کی تشریف کے لیے ہے۔

فائدہ:۔ حضرت سہل (تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا کہ اصحاب الیمین سے موحدوں مراد ہیں یعنی ان کا انجام سلامتی ہی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے امین ہیں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی امانت کا حق ادا کیا اس میں کسی قسم کے معاصی اور لغزشوں کا ارتکاب نہ کیا اور وہ اسی خوف وہول سے امن میں ہوں گے جو ان کے غیروں کو ہوگا۔

فائدہ:۔ حقیقت یہ ہے کہ مقربین اصحاب الشہود اور اصحاب الیمین اصحاب الشہود والاسمائی والصفاتی ہیں اسی لیے اسے سلام ہوگا اس کے اخوان اسمائی سے ہم اللہ تعالیٰ سے تمہارے اور اپنے لیے اعلیٰ مقامات و درجات میں سلامتی۔ نجات اور حضور وشہود کا سوال کرتے ہیں۔

واما ان کان من المکذبین الضالین ۔ اور اگر وہ مکذبین اور گمراہوں میں سے ہے ۔ اس سے اصحاب الشمال مراد ہے اس طرح سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ سابق میں ان کے یہی اوصاف بیان فرماتے تھے چنانچہ فرمایا تھا ثم انکم ایہا الضالون المکذبون (پھر تم اے مکذبین اور گمراہو) یہ ان کے مذمت کے طور کہا گیا ہے اور اشارہ ہے کہ اس عذاب عظیم میں اسی تکذیب البعث وغیرہ اور گمراہی از ہدایت وحق کی وجہ سے مبتلا ہوئے ہیں فنزل ۔ تو ان کے لیے مہمانی ہے من حمیم (کھولتا ہوا پانی) جو زقوم کے کھانے کے بعد انہیں ملے گا جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے یعنی پھر انہیں قبر میں داخل ہوتے ہی گرم پانی کی مہمانی ملے گی اور دوزخ میں آتش کا دھواں (معاذ اللہ) وتصلیۃ جحیم ۔ اور بھڑکتی آگ میں دھنسانا) یعنی آگ میں داخل کرنا بعض اس میں ٹھہرانا اور ان کا ٹھکانا بنانا اور مختلف قسم کے عذابوں میں مبتلا کرنا۔

فائدہ :۔ بعض نے کہا کہ جو قبر میں عذاب پائے گا وہ دوزخ کا دھواں ہوگا۔

حل لغات :۔ اہل لغت کہتے ہیں اصلاہ النار وصلاہ یعنی اس میں داخل کیا۔ ویصلاھا ۔ اس میں داخل کرے گا۔

فائدہ :۔ یہاں مصدر مضاف الی المفعول ہے ان ھذا ۔ بیشک وہ جو مذکور ہوا اس سورۃ مبارکہ میں لھو الحق الیقین (البتہ وہ اعلیٰ درجہ کی یقینی بات ہے) یعنی یہ خبر یقینی اور حق ہے ۔ اضافۃ الموصوف الی الصفت کے قبیل سے ہے ۔ اتساعًا ومجازًا بعض نے کہا اس کا معنیٰ ہے کہ وہ حق بات ہے یقین سے یعنی وہ ایسا حق ثابت ہے کہ اس پر تبدل وتغیر طاری نہیں ہوتا۔

فائدہ :۔ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کا معنیٰ ہے کہ وہ یقین حق الیقین ہے۔

یقین کی تحقیق :۔ یقین وہ علم ہے جس سے سینے کی ٹھنڈک نصیب ہو اسے برد الیقین کہا جاتا ہے یعنی یقین وہ علم ہے جس سے نفس کو اطمینان حاصل شک واضطراب دفع ہو اور یہاں یہاں وہ خبر معلوم مراد ہے جو یقینی ہو اس لیے کہ بلتداء سے مراد خبر معلوم ہے تو چاہیئے کہ خبر بھی ایسے ہو اب معنیٰ یوں ہوا کہ ان ھذا لھو ثابت الخبر ۔ المتقین بہ ۔ وہ خبر ثابت ہے جس کا پورا یقین ہے یعنی اس سے ثابت ہے تو اس معنیٰ پر یہ اضافت بمعنی مِنْ ہے۔

فائدہ :۔ فتح الرحمٰن میں ہے کہ اس میں مبالغہ ہے کیونکہ اس کا ایک ہی معنیٰ ہے مثلاً وہ بات کہ جس میں تاکید مطلوب ہے تو کہا جاتا ہے ھذا الیقین الیقین وھذا صواب الصواب ۔ مطلب یہ ہے کہ یہ بات انتہائی یقینی اور بلنی بر صواب ہے ۔ اس عبارت میں بھی مبالغہ اور تاکید ہے ۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ یہ وہ خبر ہے جو یقین کا عین اور حقیقت ہے۔

فائدہ:۔ ابن الملک نے فرمایا کہ علم کی اضافت یقین کی طرف حاشی کی اضافت اس کے مترادف قبیل سے ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے عطف میں ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ شرح النصوص (بالنون) علم الیقینی وہ علم ہے جو ادراک باطنی سے بذریعہ فکر صائب و استدلال سے حاصل ہو یہ ان علماء کے لیے ہوتا ہے جنہیں غیب پر یقین ہے اور یہ مرتبہ نہیں بڑھتا جب تک کہ ارواح قدسیہ سے مناسبت نہ ہو تو ایسا علم عین ہوتا ہے اور عین کا مرتبہ وہ یقین ہے جو معلوم کے مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے اور یہ مرتبہ نہیں بڑھتا جب تک دوئی ختم نہ ہو تو وہ عین حق ہوگا اور حق کا کوئی مرتبہ نہیں سوائے ادراک احدیۃ الجمع کے یعنی انسان کی وہ حقیقت جو مدرکات ظاہرہ و باطنہ پر مشتمل ہے اور روحانیت و جسمانیت کی جامع ہے یعنی اس سے ایسا ادراک حاصل کرتا ہے جو گھیر لیتا ہے ہر اس شے کی معرفت کو جس پر مدارک کی حقیقت مشتمل ہے اس کے اُمور ظاہرہ و باطنہ کو۔ یہ کامل کا حال ہے اور اس کی حقیقت ہے جس کا قلب حق کا مستوی ہے جس میں وہ سماتا ہے جیسا کہ اس نے خبر دی ہے۔

لا یسعنی ملك مقرب الی ان قال ولکن یسعنی قلب المؤمن ۔ مجھ میں کسی کی گنجائش نہیں سوائے قلب مومن کے (اویسی غفرلہٗ) کیونکہ جمع الجمع کا حال ہے اور اس مرتبہ کا زیادہ ہونا یعنی حق الیقین کا مرتبہ کا زیادہ ہونا عدم ورود الحجاب سے ہے یعنی حق الیقین کے بعد پھر تمام پردے اُٹھ جاتے ہیں۔

فائدہ:۔ یاد رہے کہ عین الیقین اولیاء کو اور حق الیقین انبیاء علیہم السلام کو نصیب ہوتا ہے۔ ہاں حقیقۃ الیقین یعنی حق الیقین کا باطن صرف اور صرف ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو نصیب ہوا اور بس۔

سبق:۔ یہ درجات و مراتب مجاہدات سے ہی حاصل ہوتے ہیں مثلاً ہمیشہ باوضو رہنا، تھوڑا کھانا۔ بکثرت ذکر الٰہی۔ خاموشی کے وقت ملک السموٰت والارض میں فکر کرنا۔ سنن و فرائض کی ادائیگی۔ ترک ماسوی الحق کا ترک الفرض۔ تھوڑا سونا۔ تقلیل العرض۔ اکل حلال۔ صدق و مقال۔ مراقبہ بالقلب الی اللہ تعالیٰ یہ اُمور معائنہ و مشاہدہ کی کنجیاں ہیں۔

تفسیر صوفیانہ:۔ حضرت ابن عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ قرآن حق ثابت ہے۔ اہل یقین اور مومنین کے صدور میں اور وہی حق ہے حق کے ہاں اسی لیے محققین کے قلوب میں متحقق ہوتا ہے اور یقین صرف اولیاء اللہ کے قلوب میں قرار پاتا ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر مجھ سے پردے ہٹ جائیں تب بھی یقین میں میرا اضافہ نہ ہوگا (یعنی حق الیقین حاصل ہے اس سے پھر آگے اضافہ کا کیا معنیٰ)۔

حال خلا و جحیم دانستم
بہ یقین آں چنانکہ می باید
گر حجاب از میانہ بر گیرند
آں یقین ذرہ نیفزاید

ترجمہ:۔ مجھے خلا اور جحیم کا حال معلوم ہے یقین سے جیسا کہ لائق ہے۔
اگر درمیان سے حجاب اٹھ جائیں تو ذرہ بھر بھی میرے یقین میں اضافہ نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر احوال آخرت منکشف ہو جائیں اور سب کو میں آنکھوں سے دیکھوں تو بھی میرے یقین میں ذرہ برابر اضافہ نہ ہوگا کیونکہ آج (دنیا) کا میرا علم الیقین ایسے ہے جیسے آخرت میں عین الیقین۔

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کی اللھم انی اسئلک ایمانا

دعا نبوی:۔ یباشر قلبی و یقینا لیس بعدہ کفر (اے اللہ میں تجھ سے اس ایمان کا سوال کرتا ہوں جو میرے قلب میں جاگزین ہوا اور اس یقین کا سوال ہے جس کے بعد کفر نہیں۔

فائدہ:۔ وہ یقین جو آنکھوں کے سامنے ہو یعنی حقیقت کا ظہور۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ علم الیقین کا علم خطرے میں ہوتا ہے اس سے ارشاد ' حاصل نہیں ہوتا بخلاف عین الیقین والے کے کہ وہی قطب الاقطاب ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ تجلیات تین ہیں:۔
۱۔ تجلی علمی ۲۔ تجلی عینی ۳۔ تجلی حقی

پہلی جسے علم الکعبہ یہ علم ضروری ہے اگرچہ کسی نے کعبہ کو دیکھا تک نہ ہو تب بھی اسے یقین ہے کہ وہ ہے دوسری جیسے کعبہ کو دور سے دیکھنا۔ تیسری جیسے کعبہ میں داخل ہونا یعنی (حرم کی حاضری)۔

فائدہ:۔ حضرت قتادہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بھی ضائع نہیں کرتا ہر ایک کو اس قرآن کی برکت سے اسے یقین سے واقفیت بخشے گا ہاں فرق اتنا ہے کہ مومن کو دنیا میں اس کا یقین نصیب ہوا اس کا نفع آخرت میں پائے گا اور کافر کو قیامت میں یقین آئے گا لیکن اس سے اسے کوئی نفع نہ ہوگا۔ حضرت مولانا جامی قدس سرہ نے فرمایا ؎

سیراب کن ز بحر یقین جان تشنہ را
زیں بیش خشک لب منشین بر سراب ریب

ترجمہ:۔ پیاسی جان کو اس بحر یقین سے سیراب کر۔ اس سے پہلے کہ تو خشک لب نہ بیٹھ شک کے سراب پر۔

تفسیر عالمانہ: فسبّح۔ تو اے (حضرت) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تسبیح کہو، باسم ربك العظيم اپنے عظیم رب کے نام کی۔ فاء تسبیح کی ترتیب یا ماقبل پر امر کے لیے ہے کیونکہ سورہ کریمہ کے اندر جو تفصیل مذکور ہوئی ہے اس کا حق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کی جائے یعنی اللہ تعالیٰ کی تنزیہ ان اُمور سے جو اس کے شان عظیم کے لائق نہیں مثلاً اس کا شریک ٹھہرانا اور اس کی وہ آیات جو حق بولتی ہیں کی تکذیب وغیرہ۔

فائدہ: حضرت ابو عثمان قدس سرہٗ نے فرمایا تسبیح کیجیے اس شکرانہ پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت کو توفیق بخشی ہے کہ وہ آپ کی سنت پر عمل پیرا ہے۔

فائدہ: فتح الرحمٰن میں ہے کہ اس عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ کفار کے اقوال اور دنیا کے ان جملہ اُمور سے اعراض کیا جائے جو کفر سے متعلق ہیں اور اُمور آخرت اور عبادت الٰہی اور اس کی طرف رجوع اور توجہ کی جائے۔

حدیث شریف (۱) مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے رکوع میں پڑھا کرو جب سبح اسم ربک الاعلیٰ نازل ہوئی فرمایا اسے سجدہ میں پڑھا کرو۔

حدیث شریف (۲) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھا کرتے۔

نکتہ: رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ میں پڑھنے کا راز یہ ہے کہ پہلے میں تین مرتبہ حیوان کی طرف اور سجدے میں مرتبہ نباتات اور جمادات کی طرف اشارہ ہے اسی لیے تنزیہ میں بھی ترقی ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جسے وہ تحت سے فوق ہے ایسے ہی وہ فوق الفوق ہے۔ اس کی طرف جہت کی نسبت ہر طرح سے برابر ہے اسی لیے اس کے لیے ترقی کے وقت بھی تنزیہ ضروری ہے کیونکہ جہات کی قید سے منزہ ہے اسی لیے ہبوط (نیچے جانے) کے وقت بھی تسبیح مشروع ہوئی۔

مسئلہ: اس تسبیح کے بارہ میں نماز میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واجب ہے عمداً اس کے ترک سے نماز فاسد ہے سہواً پر سجدہ سہو واجب ہے اسے کم از کم ایک بار پڑھنا واجب اور کمال کا ادنیٰ مرتبہ تین بار ہے۔ امام ابو حنیفہ و شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے فرمایا کہ سنت ہے اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کا التزام مکروہ ہے کہ کہیں اس کا التزام واجب سے فرض نہ سمجھا جائے۔

فائدہ: اسم یہاں پر جنس ہے یعنی اسماء رب میں سے کوئی اسم۔ العظیم ربک کی صفت ہے۔

حکایت: سیدنا عثمان بن عفان سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مرض الموت کے وقت عیادت

کے لیے تشریف لائے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روتے دیکھ کر پوچھا وقت کیوں ہو عرض کی گناہوں سے فرمایا کچھ تمنا بھی ہے کہا ہاں رحمت رب کی یعنی یہ آرزو ہے کہ میرا پروردگار مجھ پر رحمت فرمائے اور میرے عجز وضعف پر رحم فرما کر مجھے بخش دے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اجازت ہو تو طبیب کو بلائیں تاکہ آپ کے درد کا علاج کرے فرمایا نہیں اس لیے کہ طبیب اُلٹا مجھے زیادہ بیمار کر دے گا فرمایا کچھ دراہم و دینار دوں تاکہ ضرورت میں خرچ کرو کہا مجھے کوئی ضرورت نہیں فرمایا تو بچیوں کو کچھ دے دوں تاکہ آپ کے بعد وہ اپنی ضروریات پوری کرتی رہیں گی کہا انہیں بھی ضرورت نہیں اگر ضرورت پڑی تو میں انہیں اس سے بہتر عطا دیئے جا رہا ہوں وہ یہ کہ میں نے انہیں کہا کہ اگر ضرورت محسوس ہو تو سورہ الواقعہ پڑھ لیا کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرمایا کہ جو ہر رات سورۃ الواقعہ پڑھے گا اسے فاقہ نہیں آئے گا۔

فائدہ :۔ حضرت سعدی المفتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

فضائل سورۃ الواقعہ :۔ حدیث شریف میں ہے جو سورۃ الواقعہ کے پڑھنے پر مداومت کرے گا وہ ہمیشہ تک کسی کا محتاج نہ ہو گا۔

فائدہ :۔ حضرت ابن عطیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس میں قیامت اور آخرت میں حظوظ کا ذکر ہے اسی سے سمجھا گیا کہ اس میں غنا ہے فقر نہیں جو اسے ایسا سمجھے گا تو وہ اس کی تیاری میں لگا رہے گا۔

فائدہ :۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سورۃ الواقعہ رزق کے بارے میں شدت اور فاقہ کے لیے احادیث مبارکہ از حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم مروی ہیں یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ جب آپ دنیا سے رخصت ہو رہے تھے کہ آپ سے اولاد نے تنگی معاش کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا میں تمہارے لیے سورۃ الواقعہ چھوڑے جا رہا ہوں۔

سوال :۔ امور دنیا کو امور آخرت کے ذریعہ حاصل کرنا کیسا ؟

جواب :۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے انہیں اتنا قوت ورزق عطا فرمائے گا جو ان کی گزر اوقات اور عبادت کی ادائیگی کے لیے کافی ہو گا اور اور درس علم پر بھی اکتفاء کرے گا اور یہ ریاء میں شامل نہیں بلکہ ارادۂ خیر و بھلائی ہے۔

(منہاج العابدین الغزالی)

فائدہ :۔ حضرت ہلال بن یساف حضرت مسروق سے روایت کرتے ہیں کہ جو چاہے کہ اسے اولین و آخرین اور اہل جنت و اہل نار اور دنیا و آخرت کی خبر سے آگاہی ہو تو وہ سورۃ واقعہ پڑھے۔

صاحب رُوح البیان قدس سرہ نے فرمایا

تاریخ فراغت از صاحب رُوح البیان:۔ کہ تفسیر سورۃ الواقعہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور مدد سے اوائل صفر الخیر ۱۱۱۵ھ میں مکمل ہوئی اور فقیر اویسی غفرلہٗ نے تفسیر سورۃ الواقعہ کے ترجمہ سے ۳۰، ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ ۱۴ اگست ۱۹۸۸ء بروز اتوار پونے چار بجے فراغت پائی۔ فالحمد للہ علی ذالک وصلی اللہ علی حبیبہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

سورة الحديد

رکوعاتها ۴	(۹۴)	سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ	(۵۷)	اٰیاتها ۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ لَهٗ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○
هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○
هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى
عَلَى الْعَرْشِ ؕ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ
مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ
الْاُمُوْرُ ○ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ؕ
وَهُوَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ
اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ
وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ○ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْ

يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِينَ ○ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ
لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ط وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ
رَّحِيمٌ ○ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ط لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ
وَقَاتَلَ ط أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ
وَقَاتَلُوا ط وَكُلًّا وَّعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ط وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ○ ع

سورۂ حدید مدنی بعض کے نزدیک مکیہ ہے اور اس میں انتیس[۲۹] آیتیں اور چار رکوع ہیں

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

ترجمہ: اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے اُسی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت جلاتا ہے اور مارتا اور سب کچھ کر سکتا ہے وہی اوّل وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے وہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کئے پھر عرش پر استویٰ فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے جانتا ہے جو زمین کے اندر جاتا ہے اور جو اس سے باہر نکلتا ہے اور جو آسمان سے اُترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور تمھارے ساتھ ہے تم کہیں ہو اور اللہ تمھارے کام دیکھ رہا ہے اُسی کی ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کی رجوع رات کو دن کے حصّہ میں لاتا ہے اور دن کو رات کے حصے میں لاتا ہے اور وہ دلوں کی بات جانتا ہے اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں کچھ وہ خرچ کرو جس میں تمھیں اوروں کا جانشین کیا تو جو تم میں ایمان لائے اور اس کی راہ میں خرچ کیا ان کے لیے بڑا ثواب ہے اور تمھیں کیا ہے کہ اللہ پر ایمان نہ لاؤ حالانکہ یہ رسول تمھیں بلا رہے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بیشک وہ تم سے پہلے ہی عہد لے چکا ہے اگر تمھیں یقین ہو وہی ہے کہ اپنے بندہ پر روشن آیتیں اُتارتا ہے تاکہ تمھیں اندھیریوں سے اُجالے کی طرف لے جائے اور بیشک اللہ تم پر ضرور مہربان رحم والا اور تمھیں کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین میں سب کا وارث اللہ ہی ہے تم میں برابر

نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ سبح للہ ما فی السمٰوٰت والارض۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔ تسبیح اللہ تعالیٰ کی ان باتوں سے پاکی بیان کرنا جو اس کی شانِ اقدس کے لائق نہیں اعتقاداً اور قولاً وفعلاً۔

نکتہ:۔ سورۃ الاسراء میں مصدر (سبحان) سے کیونکہ وہ اصل ہے اس کے بعد ماضی کا صیغہ لایا گیا سورہ حدید وحشر وصف میں کیونکہ ماضی حال و مستقبل سے اسبق ہے اس کے بعد صیغہ مضارع سورۃ جمعہ و تغابن میں پھر امر سورۃ سورۃ الاعلیٰ میں تاکہ تمام زمانے دلالت کریں کہ بندے پر لازم ہے کہ ہر گھڑی اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مصروف رہے خلاصہ یہ کہ ماضی۔ مضارع وحال۔ مستقبل) کو ازمنہ (زمانوں) سے خالی کرکے دلالت کی گئی ہے کہ تسبیح حق میں مشغولی لازم ہے تاکہ کوئی مخصوص زمانہ سے مخصوص نہ ہو یہاں تک کہ عدم کے بعد جب تک وجود قائم ہے ہر موجود شے تسبیح میں مصروف ہے اور رہنا چاہیئے۔

فضیلتِ تسبیح:۔ حدیث شریف میں ہے کہ افضل الکلام چار چیزیں ہیں:۔

۱۔ سبحان اللہ ۲۔ الحمد للہ ۳۔ لا الہ الا اللہ ۴۔ اللہ اکبر

اس میں کوئی حرج نہیں کہ کسی کو پہلے کہا جائے کسی کو بعد کو۔

فائدہ:۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سبحان اللہ کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا کہ یہ وہ کلمہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند فرمایا ہے۔

قاعدہ:۔ سبح خود متعدی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

'وتسبحوہ (اور اس کی تسبیح بولو) للہ میں لام زائدہ ہے تاکید کے لیے جیسے نصحت لہ (میں نے اسے نصیحت کی) میں لام زائدہ تاکید کے لیے ہے اور شکرت لہ (میں نے اس کا شکریہ ادا کیا) میں بھی کہ یہ دراصل (نصحتہ، وشکرتہ) تھے یا لام تعلیلیہ ہے اور فعل بمنزلہ لازم کے ہے اب معنیٰ یہ ہوا فعل التسبیح ولوافقہ واحدثہ لاجل اللہ تعالیٰ وخالصاً لوجہہ۔ تسبیح کا کام کیا اور اسے واقعہ کیا اسے ظاہر کے کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کی رضا کے لیے۔

فائدہ:۔ ما فی السمٰوٰت و ما فی الارض سے تمام موجود مخلوقات مراد ہے وہ زندہ ہوں یا جماد اور ما ذوی العقول کی تغلیب (اکثریت) کی وجہ سے لایا گیا ہے لیکن اکثر علماء کرام فرماتے ہیں کہ لفظ ما عام

ہے ذوی العقول وغیر ذوی العقول سب کو شامل ہوتا ہے۔

مسئلہ: یہاں سب کی تسبیح عبادت و تسبیح مقالی مراد ہے جیسے بعض اکابر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انس و جن سے جماد کی تسبیح مقالی کی قوت سماع سلب فرمائی ہے سوائے ان حضرات کے لیے جن کے لیے وہ چاہے (انبیاء و اولیاء)

مسئلہ: تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اسکی حمد کے لیے پیدا کی گئی ہے۔

سوال: جب مخلوق کی غرض تسبیح الٰہی ہے تو پھر ہم انسان (و جن) ان سے کیوں کام لیتے اور فوائد حاصل کرتے ہیں۔

جواب: ہمارا ان سے انتفاع تبعاً ہے یعنی اصلی غرض تو وہی ہے لیکن ہمارے انتفاع پر ان کی تسبیح میں انھیں حرج واقع نہیں ہوتا۔

اعجوبہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اگر تمھارے لیے ان اشیاء کی تسبیح و عبادت مخفی نہ رکھی جاتی جو ہمارے ساتھ میں گھروں میں یا باہر تو تم کبھی قرار و سکون نہ پا سکتے۔

فائدہ عجیبہ: زندہ زندہ سے صادر ہوتا ہے اگر یہ کہا جائے کہ عالم میں غیر زندہ اشیاء ہیں اور یہ نسبت حقیقتِ الٰہیہ کی طرف نہ ہوگی اور یہ محال ہے (کہ کوئی شے بھی حقیقت الٰہیہ کی طرف منسوب نہ ہو) تو اس کا حل یہ نکالا جائے کہ یہ اشیاء (جماد وغیرہ) محجوب (انسان وغیرہ) کے لیے میت لیکن فی نفس الامر (واقعۃً) حیّ ہیں میّت نہیں کیونکہ میّت کی موت حقیقت ہے۔ مفارقہ حی تدبرہ کا حی مدبر کے لیے اور مدبر ہر دونوں حی ہیں ہاں یہ نسبت مفارقۃ عدمیہ ہے نہ کہ وجودیہ۔

تائید اہلسنت: موت کا مطلب ہے موت اس شان (حال) کا نام ہے کہ زندہ (موجود) کو ولایت سے معزول کرکے ایک دار سے دوسری دار کی طرف منتقل کرنا۔

ازالۂ وہم: کسی زندہ شے کا کسی دوسرے کو احساس ضروری نہیں کیونکہ زندہ شے سے احساس و حواس اُمور معقولہ زائدہ ہیں ہاں وہ علم کے شرائط میں سے ہیں اسی لیے وہ کبھی محسوس ہوتا ہے اور کبھی نہیں مثلاً جسے مرض آکلہ ہو اسے جو شے کھا رہی ہے وہ اس کے احساس میں شے غائب ہے اسے محسوس نہیں کہ وہ شے اس کے عضو کو کیسے کاٹ رہی ہے اس کا احساس نہ ہونا ثابت ہوا حالانکہ یہ زندہ ہے لیکن اسے احساس نہیں۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے سوائے انسان کو سب کو مطلع فرمادیا ہے کہ اس کی تسبیح حمد کے ساتھ اسی طرح کریں جیسے اس نے اپنی تسبیح حمد کے ساتھ خود فرمائی ہے اور وہ ان کے مختلف ہونے کی وجہ

سے مختلف ہے۔ اور انسان اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے بغیر اس کی حمد کے اسی لیے اس کی بعض حمد نا مقبول ہوتی ہے اس لیے کہ وہ بعض حمد وہ ہوتی ہے جو اس نے اپنے لیے خود کی ہے یہی وجہ ہے کہ انسان اس کے بعض پر ایمان لاتا ہے یعنی لیس کمثلہ شئی پر اور بعض سے کفر کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی وہ تنزیہ نہیں کرتا جو اس کے لائق نہیں یعنی محدثات سے موصوف کرتا ہے (جیسے کفار کا طریقہ ہے) و ان من شئی الا یسبح بحمدہ۔ کوئی شے نہیں جو اس کی تسبیح اس کی حمد کے ساتھ نہ کرتی ہو یعنی اسی طرح حمد و ثناء کرتی ہے جو اس نے اپنے لیے کی اور اسے رسل کرام کی زبان سے بتائی نہ اس طریق جو عقل کی ایجاد ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر دی ہے جو عقل کی ایجاد سے تسبیح کرتے ہیں چنانچہ فرمایا سبحان ربك رب العزة عما یصفون پاکی ہے میرے رب کو وہ رب العزۃ ہے اس سے جو اسے موصوف کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ ہر ثناء سے بلند تر ہے۔

فائدہ :۔ اہل اللہ یعنی اولیاء کرام کو ہر شے کی تسبیح ان کی زبان سے سنائی دیتی ہے یہ نہیں کہ وہ اسے زبان حال سے تعبیر کریں جیسے بعض (معتزلہ وغیرہ) کا اعتقاد ہے۔

فائدہ :۔ اللہ تعالیٰ بعض مواقع اپنی رحمت سے ان سے قوت سماعت بیتار چھین لیتا ہے صرف عقلی طور وہ اشیاء کی تسبیح کے قائل ہوتے ہیں کیونکہ اگر وہ ہر وقت اسی حالت میں رہیں تو وہ ان کی تسبیح سن کر عقول کو پریشان کر بیٹھیں۔

حدیث شریف :۔ میں ہے کہ عذاب القبر کو ہر شے (جماد۔ حیوان) سنتے ہیں سوائے ثقلین (انس و جن) کے۔

فائدہ :۔ اس سے ثابت ہوا کہ آسمان و زمین بجمیع الاجزاء اور جو ان کے اندر ہیں فرشتے سورج چاند ستارے انس و جن۔ حیوان۔ نباتات۔ جمادات سب اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے ہیں۔

مسئلہ :۔ (اہلسنت کے نزدیک) ان (جمادات وغیرہ) میں ان کی شان کے لائق حیوٰۃ و فہم و ادراک و تسبیح و حمد ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ و ان من الا یسبح بحمل ربه و لکن لا تفقهون الا قلیلا۔ کوئی شے نہیں جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح اس کی حمد ساتھ نہ کرتی ہو لیکن نہیں سمجھتے ہو مگر قلیل۔

تفسیر صوفیانہ :۔ اللہ تعالیٰ مسبح (بصیغہ مفعول) ہے مقام تفصیل میں اور مسبح (بصیغہ فاعل) ہے مقام الجمع میں، بحسب مقام الجمع و التفصیل تسبیح کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ نقائص امکانیہ میں اور تنزیہ کمالات انسانیہ سے جو من حیث التقیید و التعیین انسان کے ساتھ مخصوص ہیں۔

تفسیر عالمانہ :۔ هوا لعزیز۔ اور وہ غالب ہے اپنی قدرت و سلطان سے اسے نہ کوئی مانع ہے اور نہ اس سے کوئی چھین سکتا ہے۔

الحکیم - وہ حکیم ہے اپنے لطف و تدبیر سے وہ نہیں کرتا مگر وہی جو اس کی حکمت و مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے - اس میں حکم کی علیت کی طرف اشارہ کیونکہ عزت بمعنی ہر شے پر غلبہ جو اس کی کمال قدرت پر اور وہ حکمت جو کمال علم و عقل پر دلالت کرتی ہے اور وہ فیصلہ کرتا ہے یعنی وہ ان دونوں صفات سے موصوف ہے اس معنیٰ پر وہ منزہ ہے ہر نقص یعنی عجز و جہل وغیرہما سے منزہ و مقدس ہے - یہی وجہ ہے کہ اس کے عذاب سے امن کفر ہے کیونکہ یہ اس کے عجز کی طرف نسبت ہوتی ہے ایسے ہی ناامیدی کیونکہ اس میں اللہ کریم کی طرف بخل کی نسبت ہوتی ہے۔

له ملك السموات والارض - اس کے ملک ہیں آسمانوں اور زمینوں کے یعنی اس کا تصرف کلی اور ان میں اسی کا امر نافذ ہے اور ان میں جو ان کے اندر موجودات ہیں من حیث الایجاد والاعلام ایسے ہی جملہ تصرفات جنہیں ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔

سوال :- فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتا ہے کہ ملک کو متناہی کی طرف کیسے منسوب کیا گیا ہے حالانکہ اس کے ملک کا کمال غیر متناہی ہے (یعنی یہاں صرف آسمانوں اور زمینوں کا ملک کہہ کر اس کے کمال کے خلاف) کہا گیا ہے۔

جواب :- آسمانوں اور زمینوں کا ایک ظاہر یعنی وہ جو حاضر ہے اور مرئی ہے جسے عالم الملک کہا جاتا ہے اور یہ متناہی ہے کیونکہ یہ من قبیل الاجسام والصور ہے اور دوسرا ان کا باطن ہے یعنی وہ جو غائب اور غیر محسوس ہے یعنی ان کے اسرار و رموز اور حقائق اور وہ غیر متناہی ہیں کیونکہ وہ عالم الملکوت والمعانی سے ہیں ملک کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا مطلق ہے جس میں دونوں ملک و ملکوت مندرج ہیں اور وہ فی الحقیقت غیر متناہی ہیں کیا نہیں دیکھتے ہو کہ قرآن مجید کے عجائبات غیر منقطع وغیر منقضی ہیں یہ وہ بحر ہے کہ اس کا ساحل (کنارہ) نہیں یعنی اس کے اسرار غیر متناہی ہیں اور بایں معنی کہ اس کا متعلم وہ ہے جس کی کوئی نہایت نہیں اگرچہ بظاہر قرآن متناہی ہے ہم اسے خود محسوس کر رہے ہیں کہ اس کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی۔

فائدہ :- یہاں پر ملک سے ملک حقیقی مراد ہے ورنہ مجازاً تو ہر بشر کسی نہ کسی شے کا مالک ہے جیسا کہ اس سورۃ مبارکہ میں اس کی وضاحت آئے گی انشاء اللہ۔

یحیی و یمیت - وہی جلاتا مارتا ہے - یہ جملہ مستانفہ ہے ملک کے بعض احکام کو بیان کرنے کے لیے ہے یعنی مردوں کو زندہ کرتا ہے ایسے نطفوں کو اور انڈوں وغیرہ وغیرہ کو اور زندوں کو مارتا ہے احیاؤ اماتۃ کا معنیٰ ہے شے کو زندہ و مردہ کرنا - انہیں کبھی استعارہ کے طور ہدایت و اضلال کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کان میتا فاحیینٰہ - یعنی وہ قلوب کو اسم المحی کے جلوہ سے زندہ کرتا ہے

اور اسم الممیت کے جلوہ سے نفوس کو مارتا ہے یا نفوس کو قلوب کی موت سے زندہ کرتا ہے اور حیاۃ نفوس سے قلوب کو مارتا ہے جس کا غلبہ اُس کی حیاۃ یا موت۔

فائدہ: حضرت ابن عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ وہ مالک الکل اور اسی کے لیے تمام ملک ہیں جسے چاہے ملک میں مشغول رکھ کر موت دے جسے چاہے اپنے ملک کی طرف متوجہ کر کے زندہ رکھے۔

و ھو علی کل شئ قدیر - وہ جملہ اشیاء کی ہر شے پر قادر ہے۔ منجملہ ان کے احیاء و اماتت ہے کہ اپنی حکمت کے مقتضا پر جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

قدیر - کامل قدرت والا ہے۔ یہ صیغۂ مبالغہ ہے۔

تفسیر عالمانہ

ھو الاول - وہی اول ہے۔ وہی ذات و صفات میں تمام موجودات سے سابق ہے کیونکہ وہی ان کا مبدأ و مبدع ہے اور یہاں سبقت و اولیت ذاتی مراد ہے نہ کہ زمانی کیونکہ زمانہ بھی منجملہ از حوادث ہے۔

والآخر - اور وہ آخر ہے یعنی حوادث کی فناء کے بعد بھی وہ باقی ہے حقیقتہً یا نظراً الی ذات الحوادث کیونکہ جملہ موجودات ممکنہ قطع نظر از علت فانی ہیں ؎

۱۔ اول او اول بے ابتداء
آخر او آخر بے انتہاء

۲۔ بود و نبود این چہ بلند پست
باشد و این نیز نباشد کہ ہست

ترجمہ: ۱۔ وہ بے ابتداء اوّل ہے اور بے انتہاء آخر ہے۔

۲۔ وہ تھا جب یہ بلند و پست (آسمان و زمین) نہ تھے اور وہ ہوگا جب یہ موجودات نہ ہوں گے۔

والظاھر - اور وہ ہے ظاہر۔ کثرۃ الوجود اس کے ظہور کے دلائل واضحہ ہیں۔

والباطن - اور وہ باطن ہے حقیقتہً اس کی کنہ تک عقل کو ادراک نہیں اللہ تعالیٰ خود اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اس کی یہ باطنیت دنیا و آخر میں برابر ہے۔ اس میں صاحب کشاف کے نظریہ کا رد ہوا کہ وہ کہتا ہے کہ آخرت میں اسے ان حواس سے معلوم کر لیا جائے گا کیونکہ جس کی کنہ سے ادراک عاجز ہے یہ اس کے منافی نہیں کہ اسے آخرت میں بعض صفات کی حیثیت سے دیکھا جائے گا۔

و ھو بکل شئ علیم - اور وہ ہر شے کو خوب جانتا ہے۔ اس کے علم سے کوئی شے مخفی نہیں نہ ظاہر نہ پوشیدہ کیونکہ علیم صیغہ مبالغہ ہے دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم تام ہے ہر شے کو وہ شے ظاہر ہو یا باطن۔

اول و آخر اور ظاہر و باطن کی تفاسیر:- یہاں اولیت کے کئی معانی ہیں:- ۱۔ اوّل وہ جس سے ہر شے کے اسباب کی ابتداء ہو۔ آخر وہ ہے جہاں جملہ مسببات کی انتہاء ہو یعنی جب موجودات متکونہ کے اسباب کے سلسلہ کو دیکھا جائے کہ وہ ایک دوسرے سے کیسے مربوط ہیں تو اسی سلسلہ کا مبدأ اللہ تعالیٰ ہوگا اور منتہٰی بھی وہی ہوگا کہ جہاں سے اسباب کی ابتداء ہوئی تھی اور مسببات تمام اسی کی طرف ہی منتہی ہوتے ہیں اسی لیے بزرگوں نے فرمایا کہ کشتی میں ہوا کی موافقت کا کوئی بھروسہ نہ ہو اور نہ ہی کشتی کی راست روی پر اعتماد ہو اگر کوئی ان پر بھروسہ کرے گا تو وہ شرک فی التوحید الافعال کا مرتکب ہوگا اور ایسا انسان حقائق الأمور سے جاہل سمجھا جاتا ہے اور جسے یہ اُمور منکشف ہو جاتے ہیں جیسے کہ یہ ہیں تو وہ سمجھتا ہے کہ ہوا خود نہیں چلتی اس کے چلانے والا کوئی اور ہے اور پھر اس کے چلانے کو کوئی اور ہے یہاں تک کہ اُس چلانے والے تک تصور پہنچے گا جس کا کوئی اور چلانے والا نہیں اور اس کی حرکت اس طرح بھی نہیں جیسے ہماری حرکات ہیں اور ایسی حرکات اور ان جیسے اُمور سے منزہ ہے۔

الظاہر۔ وہ جو ہر شے پر غالب ہے۔

الباطن۔ وہ جو ہر شے کے باطن کو جانتا ہے۔

فائدہ:- ظاہر ظہر علیہ سے ہے بمعنی علاہ اس پر غالب ہوا۔

باطن بطنہ سے ہے بمعنی اس کے اندر کو معلوم کیا لیکن زمخشری نے اس معنی کو پسند نہیں کیا اس لیے کہ اس معنیٰ میں ظاہر و باطن میں مطابقت باقی نہیں رہتی۔

دعائے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ مجھے ایک خادم عطا ہو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تجھے کسی ایسے عمل کی رہبری نہ کروں جو اس سے بہتر ہے عرض کی ہاں۔ فرمایا یہ دعا پڑھا کرو:-

اللّٰھم رب السموات السبع و رب العرش العظیم ربنا و رب کل شئ منزل التوراۃ والانجیل والفرقان فالق الحب و النوی اعوذ بک	اے ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم اور ہمارے اور ہر شے کے رب تورات و انجیل فرقان نازل کرنے والے دانوں گٹھلیوں کو چیرنے والے ہیں ہر صاحب شر کے شر سے پناہ مانگتا ہوں تو ہر ایک پیشانی

من شر کل ذی شر انت اخذ بناصیۃ انت الاول فلیس قبلک شئ و انت الاٰخر ولیس بعدک شئ و انت الظاہر فلیس فوقک شئ و انت الباطن فلیس دونک شئ اقض عنی الدین و اغننی من الفقر عنی بالظاہر و الغالب و الباطن العالم ببواطن الاشیاء ۔	پکڑنے والا ہے تو پہلا ہے تیرے سے پہلے کوئی شے نہ تھی تو آخر ہے تیرے بعد کوئی شے نہیں تو ظاہر ہے تیرے اُوپر کوئی شے نہیں تو باطن ہے تیرے سوا کوئی شے نہیں میرا قرضہ ادا کر ظاہر غالب باطن تمام اشیاء کے عالم اسماء کے طفیل مجھے فقر و فاقہ سے بے نیاز بنا ۔

فائدہ :۔ یعنی وہ ایسا غالب ہے کہ اس پر کوئی غلبہ نہیں پا سکتا وہ ہر شے پہ غالب ہے وہ مکنونات میں اپنے غلبہ کر تصرف کرتا ہے اور اسی کا استیلاء ہے سب پر اس کے اُوپر اور کوئی نہیں جو اسے روکے اور اشیاء کے بواطن کو جانتا ہے کوئی ملجا و منجیٰ اس کے سوا نہیں ہے ۔

مسئلہ :۔ امام (فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ بہت سے علماء کرام نے لفظ اول سے ثابت کیا ہے کہ معبود ایک ہے اور فرمایا کہ اول بمعنی فرد سابق یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ اول مملوک جو میں نے خریداوہ آزاد ہے بیک وقت دو غلام خریدے تو کوئی آزاد نہ ہوگا کیونکہ اس کی شرط تھی پہلا مملوک جو میں نے خریدا وہ ایک ہو تو آزاد ہوگا یہاں بیک وقت پہلی خرید میں فردیت نہیں بلکہ دوئی ہے اگر اس کے بعد ایک غلام خریدا تب بھی آزاد نہ ہوگا اس لیے کہ یہاں فردیت ہے لیکن اولیت نہیں اس سے ثابت ہوا کہ اولیت میں فردیت شرط ہے تو آیت سے واضح ہوا کہ بلکہ عالم کا صانع ایک ہے اور وہ فرد ہے وہی اول اور موجود فی الخارج ہے کیونکہ وہی موجد الکل (سب کی ایجاد کرنے والا ہے) اور وہ آخر ذہناً ہے جیسے اثبات الصانع کے براہین و دلائل سے ثابت ہے یا بحسب ترتیب العارفین ثابت ہے کہ (وہ آخر ذہناً) ہے کیونکہ جب تم عارفین کے سلوک کی ترتیب کو دیکھو گے تو اسی طرح ثابت ہوگا چنانچہ عارفین سالکین جب اللہ تعالیٰ کی طرف سیر کرتے چلتے ہیں تو منازل کے درجات کی آخری منزل اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جو معرفت بھی اس کی ذات کی معرفت سے پہلے حاصل ہوگی تو وہ بمنزلہ سیڑھی کے ہوگی آخری منزل مقصود تو ذات حق کی معرفت ہی ہے ۔

باب المعارف میں اللہ تعالیٰ کی ذات آخر ہے سلوک کی منزل طے کرنے کے درجات کے اعتبار سے وہ اول ہے باعتبار وجود خارجی کے اولاً بھی اسی سے ابتداء ہے اور آخر میں بھی وہی سب کا مرجع ہے ۔

۲۔ بعض نے کہا کہ وہ باعتبار بدائیر نزول کے اول ہے اور باعتبار ختم السیر عروہ کے آخر ہے اور بحسب النظر الی وجود الحق ظاہر ہے، رباطن ہے بحسب النظر الی وجود الخلق کے۔ اسی قاعدہ پر صوفیہ کرام نے فرمایا کہ ظاہر الحق باطن الخلق ہے اور باطن الخلق ظاہر الحق ہے اس لیے کہ ہویت ان کے درمیان برزخ ہے جو ان دونوں سے متجاوز نہیں ہوتی اسے اگر منصوب الی الحق دیکھا جائے تو ہویۃ الٰہیہ ہے اگر اسے منسوب الی الخلق دیکھا جائے تو ہویۃ کونیہ ہے اور یہ قاب قوسین کا مرتبہ ہے اس کے اوپر او ادنیٰ کا مرتبہ ہے۔

حکایت:۔ ایک دن سیدنا شبلی قدس سرہ نے صفات کے متعلق گفتگو فرماتے ہوئے کہا خاموش ہو جاؤ یہاں خطرات ہیں۔ ان کے پردے نہ اوہام سے اُٹھ سکتے ہیں اور نہ افہام ان کا ادراک کر سکتے ہیں اور ان صفات میں گفتگو ہو تو کیا کہ جہاں اضداد کا اجتماع ہے مثلاً فرمایا ھو الاول والاخر والظاہر والباطن اس نے ہمارے ساتھ ہمارے افہام کے مطابق گفتگو فرمائی ہے۔

۳۔ امام راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اول وہ ہے جو غیر کا ترتب ہو وہ کئی معنی پہ مستعمل ہوتا ہے:۔

(۱) متقدم[1] بالزمان جیسے تم کہو عبد الملك اولا ثم منصور۔ پہلے عبد الملک تھا پھر منصور۔

(۲) کسی شے پر حکومتی اعتبار سے کسی کا نمبر پہلے ہونا کسی کا دوسرا جیسے کہا جاتا ہے الامیر ثم الوزیر۔

(۳) متقدم بالوضع بالنبۃ جیسے عراق سے آنے والے کے لیے کہا جائے القادسیۃ اولاثم " جنگل یہ ایک گاؤں ہے حجاج کے راستہ پر اگر کوئی مکہ سے عراق کو جائے تو کہا جائے گا فید اولاثم القادسیہ۔

(۴) المتقدم[3] بالنظام الصناعی جیسے کہا جاتا ہے پہلے بنیاد پھر دیوار۔

فائدہ:۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفات کے لیے کہا جائے کہ وہ اول ہے تو اس کا معنیٰ یہ ہوگا کہ وجود میں کوئی شے اس سے پہلے نہیں یہی مطلب ہے اس کا جو کہتا ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں ایسے ہی کہا جائے کہ وہ مستغنی بنفسہٖ ہے۔

الظاہر والباطن۔ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں انہیں یوں نہ کہا جائے کہ یہ لازم و ملزوم کی طرح ہیں جیسے اول و آخر کے لیے بھی نہیں کہا جا سکتا ہے کہ ایک دوسرے کے مدمقابل صفات ہیں۔

بعض نے کہا کہ وہ اپنی آیات کے لحاظ سے ظاہر اور ذات کے لحاظ سے باطن ہے بعض نے کہا کہ وہ ظاہر ہے بایں معنی کہ وہ جملہ اشیاء کو محیط اور مدرک ہے اور باطن ہے ان اشیاء میں جو اس کے احاطہ میں ہیں جیسا کہ فرمایا لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار اسے آنکھیں ادراک نہیں کر سکتیں وہ

---

[1] زمانہ کے لحاظ سے پہلے ۱۲ [2] وضع و نسبتہ کے لحاظ سے پہلے [3] صناعت کے لحاظ سے پہلے ۱۲

ابصار کو محیط ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان الفاظ کے متعلق تفسیر ہے فرمایا کہ وہ اپنے بندوں کے لیے ظاہر لیکن وہ اسے دیکھ نہیں سکتے۔ وہ اپنی ذات کی زیارت تو ہر وقت کرا رہا ہے لیکن انہیں تجلی خاص سے نہیں نوازتا جسے وہ اسے دیکھ نہیں سکتے اس کی معرفت کے لیے عقل وفہم روشن کی ضرورت ہے۔ (المفردات)

وہ اول ہے اپنی عین آخریت میں اور آخر ہے اپنی عین اولیت میں اور ظاہر ہے عین باطنیت میں اور باطن ہے عین آخریت میں حیثیت واحدہ سے باعتبار واحد کے آن واحد میں اس تقاضا کی وجہ سے اس کی ذات کے جو ان اعتبارات مختلفہ اور حیثیات متنافرہ متباینہ سے مطلق ہے کیونکہ وہ سب کو محیط اور سب سے مستغنی ہے۔

حکایت: حضرت عارف ربانی خراز قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو کیسے پہچانا فرمایا جمع بین الاضداد سے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ ہو الاول والآخر والظاہر والباطن اور قاعدہ ہے کہ جمع بین الاضداد کا تصور نہیں ہو سکتا سوائے حیثیت واحدہ اور اعتبار واحد اور آن واحد وہو بکل شیٔ الخ وہ ہر شے جس کی اولیت سے ہو یا آخریت سے ظاہریت سے ہو یا باطنیت سے کو خوب جانتا ہے کیونکہ اس کا علم اس کی ذات کا عین ہے اور اس کی ذات جملہ اشیاء کو محیط ہے۔ جیسا کہ فرمایا واللہ بکل شیٔ محیط (اور اللہ تعالیٰ ہر شے کو محیط ہے) (التاویلات النجمیہ)

فائدہ: حضرت الواسطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مخلوق میں کسی ایک کو نہیں چھوڑا جب سے اپنے لیے خبر دی کہ ہو الاول والآخر والظاہر والباطن۔

فائدہ: نیز فرمایا کہ جسے اسم اول سے کچھ حصہ نصیب ہے تو اس کا شغل ماسبق (ماضی) سے ہے جسے اسم آخر سے حظ نصیب ہے تو اس کے تعلقات مستقبل سے مربوط ہیں جسے اسم ظاہر سے حظ نصیب ہے تو اسے اس کی عجائب قدرت سے کوئی حظ نصیب نہ ہوگا۔ جسے اسم باطن سے حظ ہے تو اس کے انوار سے جو سر میں جاری ہوتے سے حظ نصیب نہ ہوگا۔

فائدہ: نیز فرمایا کہ حظوظ الانبیاء باوجود ایک دوسرے کے تباین کے چار اور اسموں سے ہیں اور ہر گروہ کا قیام ان چار اسماء میں سے کسی ایک کے ساتھ ہے جس نے ان تمام اسماء کو جمع کیا تو وہ ان کے اوسط میں سے ہے اور جو ان سے ملابست کے باوجود ان میں فانی ہوا تو کامل مکمل ہے اور وہ چار اسماء یہی ہیں ہو الاول والآخر الخ۔

فائدہ: نیز فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اسم اول کی تجلی سے نوازا اس کا اسم آخر کی تجلی کا

حصول محال ہے کیونکہ وہ تجلی سے اسے نوازتا ہے جو اصل سے مفقود ہو یا بعید ہو تو اسے قریب فرماتا ہے ۔

فائدہ :۔ حضرت جنید قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میرے اول کے قدم (قدیم ہونے) کی نفی اسم اول سے اور ہر آخر کی بقاء کی نفی آخر سے فرمائی مخلوق صرف اس کی ظاہریت سے اس کی ربوبیت کے اقرار پر مجبور ہے لیکن ان کے افہام اس کی کنہ اور اس کی باطنیت سے محجوب ہیں ۔

فائدہ :۔ حضرت سدی نے فرمایا کہ وہ اول ہے اپنے احسان سے اس لیے کہ اس نے تجھے اپنی توحید کا عرفان بخشا اور آخر ہے اپنے جود سے اس لیے کہ اس نے تجھے غلطیوں سے توبہ کا طریقہ سمجھایا ظاہر ہے اپنی توفیق سے اس نے اپنے لیے سجدے کی تجھے توفیق بخشی ۔ باطن اپنے بہتر سے اس لیے کہ جب تو گناہ کرتا ہے تو وہ اسے ڈھانپ لیتا ہے ۔

فائدہ :۔ وہ کسی کی تاویل کے بغیر اول اور کسی دوسرے کے آخر ہونے کے بغیر آخر اور کسی کے اظہار کے بغیر ظاہر اور کسی کے باطن کے بغیر باطن ہے وہ اول بمعنی قدیم اور آخر یعنی رحیم اور ظاہر یعنی حلیم اور باطن یعنی علیم ہے اول ہے کہ وہ دنیا کے احوال کھولتا ہے تاکہ لوگ اس میں راغب نہ ہوں اور آخر ہے کہ وہ آخرت کے واضح کرتا ہے تاکہ لوگ اس میں شک نہ کریں اور اپنے دوستوں کے قلوب پر ایسا ظاہر ہے کہ وہ اسے خوب پہچانتے ہیں اور دشمنوں کے دلوں کے لیے ایسا باطن ہے کہ وہ اس کے وجود کا ہی انکار کرتے ہیں ۔

فائدہ :۔ وہ اول ازلیت سے آخر ہے ابدیت سے ظاہر ہے احدیت سے باطن ہے صمدیت سے ۔

فائدہ :۔ اول ہے ہیبت سے ۔

فائدہ :۔ وہ اول ہے ہیبت سے آخر ہے رحمت سے ظاہر ہے حجت سے باطن ہے نعمت سے ۔

فائدہ :۔ اول ہے عطاء سے آخر ہے جزاء سے ظاہر ہے ثناء سے باطن ہے وفا سے ۔

فائدہ :۔ اول ہے ہدایت سے آخر ہے کفایت سے ظاہر ہے ولایت سے باطن ہے رعایت سے ۔

فائدہ :۔ کشف الاسرار میں ہے کہ زبان رحمت اشارہ فرماتی ہے کہ اے بنو آدم تیرے حق میں مخلوق کے چار گروہ ہیں :۔

۱۔ وہ گروہ جو تجھے اول حال میں کام آتا ہے جیسے ماں باپ ۔

۲۔ وہ گروہ جو تجھے آخری زندگی میں کام آتا ہے جیسے اولاد ۔ احفاد (پوتے)

۳۔ وہ تیرے ساتھ کھل کر رہتے ہیں جیسے یار دوست ۔

۴۔ وہ جو پوشیدہ اوقات ہیں تیری معاش میں دخیل ہیں جیسے عورتیں کنیزیں ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بنو آدم ان پر اعتماد نہ کرنا اور نہ ہی انہیں تو اپنا کارساز خیال کر کیونکہ اول صرف میں ہوں کہ تجھے عدم سے وجود میں لایا۔ آخر میں ہوں کہ تجھے یہاں سے رخصت ہو کر بالآخر میرے ہاں حاضر ہونا ہے اور میں ظاہر ہوں کہ تیری بہتر اور خوب تر شکل وصورت بنائی ہے اور باطن میں ہوں کہ تیرے سینے میں حقائق و اسرار امانت رکھے ہیں۔

۱۔ اول و آخر توئی کیست حدوث و قدم
ظاہر و باطن توئی چیست وجود و عدم

۲۔ اول بے انتقال آخر بے ارتحال
ظاہر بے چند و چوں باطن بے کیف و کم

ترجمہ: ۱۔ تو اول تو آخر حدوث و قدم کون ہیں۔ ظاہر و باطن تو ہے وجود و عدم کیا ہیں۔

۲۔ تو اول بے انتقال تو آخر بے ارتحال تو ظاہر بے چون تو باطن بے کیف و کم ہے۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ وہ اول ہے کہ وہ خالق الاولین ہے اور آخر ہے کہ وہ خالق الآخرین ہے اور ظاہر ہے کہ وہ خالق الآدمیین ہے اور باطن ہے وہ خالق الجن والشیاطین ہے۔ اور یہ دونوں گروہ ظاہر نہیں ہوتے۔

فائدہ: (حکیم) ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اول بالتاکیف اور باطن بالتصریف آخر بالتکلیف اور باطن بالتعریف۔

فائدہ: اول بالانعام آخر بالاتمام ظاہر بالاکرام باطن بالالہام۔

فائدہ: اہل اصول محققین کے بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ نفی تشبیہ میں مبالغہ ہے کیونکہ جو اول ہوتا ہے وہ آخر نہیں ہوتا اور جو ظاہر ہوتا ہے باطن نہیں ہوتا اس لیے خبر دی کہ وہ اول و آخر ظاہر و باطن سب کچھ ہے تاکہ معلوم ہو کہ وہ مخلوق میں کسی شے سے بھی مشابہت نہیں رکھتا اور نہ ہی مصنوعات میں کسی مصنوع سے اسے مشاکلت ہے۔

فائدہ: بعض محققین اہل کشف نے فرمایا کہ وہ اول ہے اس لیے کہ وہ تھا لیکن عالم کی صورتیں نہ تھیں حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

ان اللہ ولا شئی معہ
اللہ تعالیٰ تھا اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی۔

فائدہ: اولیت سے یہی تقدم مراد ہے اور وہ اسی معنیٰ پر ان سب سے مقدم ہے وہ آخر ہے کہ عالم کی صورتوں کے ظہور کے وقت ان کا عین تھا اسی لیے انہیں تاخر ہے لیکن وہ باعتبار اپنے ظہور کے ان کے ساتھ اسے آخریت سے موصوف کیا جائیگا۔

خلاصہ یہ کہ وہ آخر ظاہر کا عین اور باطن اول کا عین ہے۔ یہ باعتبار تنزل کے من الحق الی الخلق کے ہے اور باعتبار ترقی من الخلق الی الحق کے

آخر باطن کا اور ظاہر اول کا عین ہے۔

ازالۂ وہم: حضرت امام غزالی قدس سرہٗ نے فرمایا اس سے تعجب نہ کیجئے کہ صفات باری تعالیٰ میں تضاد کیوں؟ یہ بات انسان میں بھی ہے مثلاً) انسان جس معنیٰ سے انسان ہے وہ انسان ظاہر بھی ہے باطن بھی کیونکہ اس کے ظاہر پر نظر دوڑائی جائے یعنی اس کے افعال مرئیہ محکمہ پر تو یہ ظاہر ہے اور باطن ہے اگر اسے ادراک حس سے سمجھا جائے کیونکہ حس تو صرف اس کی ظاہر بشریت مع متعلق ہے اور انسان اسی بشریت مرئیہ کا نام نہیں (بلکہ اور حقیقت کا نام ہے) بلکہ اس کی یہ بشریت بلکہ اس کے تمام اجزاء بھی تبدیل ہوجاتے ہیں لیکن انسان جو اصلی (انسان) ہے وہ تبدیل نہیں ہوتا۔ دیکھئے انسان کے جوانی کے اجزاء اور بچپن کے اجزاء اور تھے کیونکہ بچپن والے اجزاء اس جوانی والے اجزاء میں محلول ہو گئے بلکہ اپنے ہم مثل سے تبدیل ہوئے طریق غذا وغیرہ کے لیکن اس کی ہویت (اصل انسان) تبدیل نہیں ہوا یہ ہویت حواس ظاہر سے باطن اور عقل کے لیے بطریق استدلال از آثار و افعال سے ظاہر ہے۔

فائدہ: حضرت زروقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اول و آخر بایں معنیٰ ہے کہ اس کے وجود کا آغاز نہیں اور نہ اس کا اختتام ہے کہ اس کے لیے قدم ہے اور اس پر عدم محال ہے ہر شے کی ابتداء اسی سے ہوئی اور اسی کی طرف ہر شے لوٹے گی۔

فائدہ: ان اسماء کو حرف عطف سے اس لیے لایا گیا ہے کہ ان پر ایک کے معنیٰ کا موقعہ ایک دوسرے سے بعید ہے۔

فائدہ: جس نے سمجھ لیا کہ وہ اول ہے تو وہ اس کے ذریعے ماسوی اللہ سے غائب ہو گیا اور جس نے سمجھ لیا کہ وہ آخر ہے تو اس نے ہر شے سے اس کی طرف رجوع کیا۔

وظیفہ: اسم اول کی خاصیت ہے پراگندگی کا جمع کرنا اس پر جب کوئی مسافر روزانہ مواظبت کرتا ہے تو اس کے قلب سے ماسوی الحق خارج ہو جائے گا۔

فائدہ: الظاہر الباطن وہ ہے جس کی ربوبیت دلائل سے واضح اور کیفیت اور اوہام سے محجوب ہے وہ تعریف کی وجہ سے ظاہر اور کیفیت کی وجہ سے باطن ہے یہی تقریر عطف کے لحاظ سے دو سابق اسموں میں ہوگی۔

فائدہ: جس نے معلوم کر لیا کہ وہ ظاہر ہے تو اُسے اس کی ذات پر استدلال کی ضرورت نہیں وہ ہر شے سے اس کی طرف رجوع کرتے وقت جس نے معلوم کر لیا کہ وہ باطن ہے تو وہ ہر شے سے کوئی استدلال نہ کرے گا جس نے سمجھا کہ وہ باطن ہے تو وہ ہر شے سے اس کی طرف رجوع کرتے وقت استدلال کرے گا۔

وظیفہ :۔ اسم ظاہر کہ خاصیت ہے قلب قاری پر نور ولایت کا اظہار جب اسے اشراق کے وقت پڑھے۔
وظیفہ :۔ اسم باطن کی خاصیت سے وجود النفس کے لیے جو اسے دن کے ہر گھنٹہ میں تین بار پڑھے۔
وظیفہ :۔ جو دو رکعت نماز کے بعد پینتالیس بار پڑھے۔ هوالاول والآخر والظاهر والباطن وهو بکل شیٔ علیم۔ جو مطلب چاہے پائے گا۔

فائدہ :۔ بعض نے کہا کہ اول وہ ہے جس کے وجود کا آغاز عدم سے ہو لیکن یہ معنیٰ حق تعالیٰ کے لیے ہے ہرگز صحیح نہیں وہ اول ہے کہ جس پر اولیت کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنا نام ظاہر بتایا ہے تاکہ معلوم ہو کہ اس کی صفت اول مخلوق کی اولیت کی طرح نہیں کیونکہ اگر اس کی اولیت مخلوق جیسی ہوتی تو اس کے لیے آخر کا اسم صفت نہ ہوتا کیونکہ آخر (مخلوق کے لیے) وہ ہوتا ہے جو مقیدہ مخلوقات کے آخر میں ہو اسی لیے کہا جائے گا کہ آخر وہ ہے جس پر آخرت کا حکم نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ آخر وہ ہے (مخلوق کے لیے) جو مقیدہ موجودات کے آخر میں ہو (یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں) اور اللہ تعالیٰ کی صفت آخر بایں معنی ہے کہ جملہ موجودات کا ذاتاً وصفتہً وفعلاً اس کی ذات وصفات و افعال میں فانی ہوں قیامت کے ظہور سے۔

شانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :۔

حق تعالیٰ کے سوا اگر کوئی اول ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر اولیت کا حکم لگایا جا سکتا ہے جیسے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا فرمایا یعنی ہر وہ شے سب سے پہلے عدم سے وجود میں آئی وہ عقل ہے اور اس سے نور محمد (مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم) مراد ہے اور ایسے اول پر آخریت کا حکم بھی لگایا جا سکتا ہے مراد ہے جب کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ "ہم آخر میں اور (قیامت میں) سب کے اول ہوں گے۔" ایک اور روایت میں السابقون ہے یعنی ہم نشاۃ عنصریہ جسمانیہ کے لحاظ سے ظہور میں بعد کو ہے لیکن نشاۃ روحانیہ کے لحاظ سے علم الٰہی میں ہم اول ہیں۔

نکتہ :۔ جن نے نماز اول وقت میں پڑھی من حیث اولیۃ الحق جو اس سے منزہ ہے کہ اس سے پہلے کوئی شے ہو تو اسے کہا جائے گا کہ یہ اول وقت کا نمازی ہے ایسے نمازی کی نماز اس وقت سے لے کر اس کی پیدائش تک شمار ہو گی جس نے ایسی نماز پڑھی اس نے خیر اور بھلائی کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا یہی نفس مشہد ہے اسی کی طرف صوفیہ کرام نے اشارہ فرمایا کہ اس شخص نے اولیت حاصل کی یہ ان کا اصطلاحی کلمہ ہے نہ وہ اول جو لوگوں کے ذہن میں ہے (الجواہر للشعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ)

اسی لیے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث شریف پر عمل کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ نماز کا اول وقت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے بربنا بریں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ صبح کی نماز بہت جلد (اندھیرے میں) پڑھتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ومن اللیل فسبحہ وادبار السجود۔ اور بعض حصے رات میں تسبیح کرو اور سجود کے پیٹھ پھیرنے کے وقت) پر عمل کیا ہے کہ صبح کی نماز اسفار (روشنی) میں پڑھی۔ خلاصہ یہ کہ اولیت میں آخریت ہے اسی طرح بالعکس یعنی آخریت میں اولیت ہے ہر ایک کی فناء و بقاء کی حیثیت سے کوئی نہ کوئی وجہ ہے (یہ صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تقریر ہے)۔

فائدہ:۔ بعض صوفیہ کرام کو بعض اسحار میں اشارہ کیا گیا کہ کعبہ معظمہ سحر کے وقت (یعنی صبح صادق کے ظہور کے وقت) رکھا جاتا ہے اس کی وجہ انوار ذات الحقیہ میں بیان کی گئی ہے (ہم اللہ تعالیٰ سے نور کا سوال کرتے ہیں۔)

تفسیر عالمانہ:۔ ھو الذی خلق السموٰت والارض۔ وہ اللہ تعالیٰ جس نے آسمان و زمین پیدا کیے اپنی قدرت کاملہ سے فی ستۃ ایام۔ چھ دنوں میں۔ اس سے ایام آخرت یا ایام دنیا مراد ہیں۔ حضرت ابن عطیہ نے فرمایا یہی صواب تر ہے اس کا پہلا دن ہفتہ آخری جمعہ ہے تاکہ ملائکہ کرام مشاہدہ کریں کہ ایک چیز دوسری سے حادث ہوتی ہے اور معلوم ہو کہ ہر کام میں تدریج و تاخیر سنت الٰہیہ ہے۔

فائدہ:۔ اسی طرح آدم علیہ السلام کے خمیر گوندھنے کے چالیس دنوں کے متعلق اختلاف ہے کہ ان سے ایام آخرت مراد ہیں یا ایام دنیا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ اس میں صفات ستہ (چھ) کے مراتب کی طرف اشارہ ہے وہ یہ ہیں:۔ ۱۔حیات ۲۔علم ۳۔قدرت ۴۔ارادہ ۵۔سمع ۶۔بصر کل اشیاء پر اپنی ذات سے صفات ستہ کے ساتھ جلوہ گر ہوا کیونکہ وجود کی تجلی اپنے لوازم و لواحق سے متجلی ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا وان من شیئ الا یسبح بحمدہ۔ کوئی شے نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو کیونکہ تسبیح حیات اور وہ جو اس پر مترتب ہوتے ہیں کو مستلزم ہے جیسے تسبیح و مسبح کا علم اور قدرۃ علی التسبیح اور ارادہ تسبیح المسبح اور سمع کیونکہ ہر مسبح کو ضروری ہے کہ وہ مسبح کی تسبیح سنے اور بصر کیونکہ ہر مسبح کو ضروری ہے کہ وہ مسبح (جس کی تسبیح کرے) بعض مراتب الشہود کا مشاہدہ کرے (تاویلات نجمیہ۔

تفسیر عالمانہ:۔ ثم استوی۔ پھر ارادہ اپنی شان کے مطابق اس پر استیلاء فرمایا۔ علی العرش

عرش پر وہ جملہ اجسام پر محیط ہے اس کی رحمانیت کے ساتھ کیونکہ جب استویٰ علیٰ سے متعدی ہوتا ہے تو وہ بمعنی استیلاء ہوتا ہے جب وہ الیٰ سے متعدی ہو تو اس کی طرف انتہاد کے معنیٰ کا مقتضی ہوتا ہے یا بالذات یا بالتدبیر۔

فائدہ :۔ بعض اکابر نے فرمایا یہ تمثیل پر محمول ہے۔

فائدہ :۔ حضرت کاشفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ترجمہ کیا کہ پس اللہ تعالیٰ نے عرش اور اس سے جو امور متعلق ہیں بموافق ارادۂ خود قصد فرمایا۔

تفسیر صوفیانہ :۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ استعدادات مظاہر سماویہ روحانیہ و مظاہر ارضیہ جسمانیہ کے عرش پر اس کی تجلی مکمل اور متمکن ہوئی اور کسی کی استعداد کے عرش پر اس کی قابلیت کے مطابق جلوہ ہوتا ہے کہ جتنا وہ اسے قبول کر سکتا ہے اس سے نہ زائد ہوتا ہے نہ کم جیسے کسی عارف نے فرمایا ؎

یکے موئے ازیں کم نبایدت ہمی
دگر بیش باشد نشاید ہمی

ترجمہ :۔ ایک بال بھی کم نہیں ہوتا اور اس سے ایک بھی زائد نہیں ہوتا۔

تفسیر عالمانہ :۔ یعلم ما فی الارض ۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ زمین میں ہے جیسے خزانے اور دفینے۔ موتی۔ بیج اور جیسے بارش برستی ہے کہیں تو چشمہ کہیں بنتا ہے۔

دلوج بمعنی تنگ جگہ میں داخل ہونا۔

المناسبات میں ہے کہ الولوج بمعنی جملہ داخل ہونے والوں میں پوشیدہ جگہ پر داخل ہونا۔

وما یخرج منہا۔ اور وہ جو اس سے نکلتا ہے جیسے سونے چاندی و تانبے وغیرہ کے جواہر اور کھیتیاں وحیوانات اور پانی۔ اور جیسے کنور اور مردے جو قیامت میں زمین سے نکلیں گے۔

تفسیر صوفیانہ :۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم محیط سے جانتا ہے وہ جو داخل ہوتا ہے زمین بشریہ میں نفسانیت کے بیج سے جیسے مخالفات شرع و موافقات طبع اور جانتا ہے زروع الاحوال القلبیہ کو جیسے مخالفات طبع و موافقات شرع و واردات قلبیہ و الہامات غیبیہ اور جانتا ہے زروع اذواق و وجدانیات کو تجلیات رحمانیہ تنزلات ربانیہ سے کیونکہ اعمال کا ترتب نیات پر جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا انما الاعمال بالنیات (اعمال کا دار و مدار نیات پر ہے۔ اور فرمایا لکل امرئ ما نوی۔ ہر مرد کو نیت کا پھل ملتا ہے کیونکہ نیت بمنزلہ بیج کے اور عمل بمنزلہ کھیتی

کے اور نفس و روح بمنزلہ اس زمین کے ہے جو ہر قسم کے بیج کے لیے مستعد (تیار) ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ جانتا ہے وہ جو قلب مومن کی زمین میں ہے یعنی اس کے اخلاص و توحید کو اور وہ جانتا ہے جو قلب کافر کی زمین میں ہے یعنی اس کے شک و شرک کو اور وہ جانتا ہے ان سے نکلتا ہے ان کے حسب حال کو۔

وما ینزل من السماء۔ اور وہ جو آسمان سے نازل ہوتا ہے جیسے کتابیں۔ ملائکہ۔ فیصلے۔ بارشیں۔ مرفین وغیرہ۔

وما یعرج فیہا۔ اور وہ جو اس پر چڑھتے ہیں جیسے وہ ملائکہ جو اعمال نامے لکھتے ہیں اور دعائیں اور اعمال اور نیک ارواح اور بخارات اور دھوئیں۔

صوفیانہ ترجمہ: بعض (مشائخ) نے فرمایا کہ اور وہ جو آسمان سے اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے قلوب پر نازل ہوتے ہیں۔ الطاف کشوف، اور قسم وقسم کے احوال عزیزہ اور اولیائے مشتاقین کے نفوس جب ان کی حسرتیں اور آہیں اوپر کو چڑھتی ہیں۔

وھو معکم۔ اور وہ تمھارے ساتھ اینما کنتم جہاں تم ہو زمین میں یہ اس کے علم محیط کی تمثیل ہے تاکہ انہیں معلوم ہو کہ وہ جہاں بھی ہوں اس کے علم سے خارج نہیں ہوتے۔

حدیث شریف:۔ میں ہے انسان کا افضل ایمان یہ ہے کہ وہ یقین کرے کہ وہ جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے۔

۱۔ یار با تست ہر کجا ہستی
جائے دیگر چہ خواہی اے اوباش

۲۔ با تو در زیرک گلیم چو اوست
پس برد اے حریف خود را باش

ترجمہ:۔ اے رب جہاں بھی ہے تو ہی ہے اے انسان اوباش۔

۲۔ اس کے سوا تو اور کیا چاہتا ہے جب وہ ہے تو وہ تیرے ساتھ باہم گفتگو ہے۔ اے حریف جا اور اپنے ساتھ ہی رہ۔

حکایت:۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ اے پروردگار میں تجھے کہاں پاؤں فرمایا جب تو نے میرے ملنے کا ارادہ کیا تو تو مجھے وہاں پائے گا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ وہ تمھارے ساتھ ہے لیکن اس سے وہ معیت مراد نہیں جسے عوام وخواص سمجھتے ہیں۔

ایں معیت می نگنجد در بیان
نے زبان دارد خبر زد نے مکان

ترجمہ:۔ یہ معیت بیان میں نہیں آسکتی بلکہ اس معیت کا نہ کوئی وقت ہے اور نہ اسے مکان کی ضرورت ۔
بلکہ یہ معیت ذوقی ہے جو کشف و ذوق سے حاصل ہو یعنی میں تمہارے ساتھ ہوں تمہارے بحسب مراتب شہود کے اگر تم مشہد فعلی میں ہو یعنی میں تمہارے ساتھ ہوں تجلی ذات ہے۔ اس سے پیچھے نہیں ہٹتا ۔
فائدہ :۔ بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ یہ وہ معیت نہیں جو عقل سے متصور ہو حسیًّا یا ذہنًا یا خیالاً یا وہمًا اللہ تعالیٰ ایسے تصورات سے بلند و بالا ہے اور یہ وہ معیت ہے جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے خاص ہے اس کے تحقق و علم کے راز کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ہاں جن کاملین کو وہ خود مطلع کر دے لیکن ان پر دوسروں کو آگاہ کرنا حرام ہوتا ہے یہ بھی صرف عقول پر رحم کرنے کی بناء پر کہ وہ ایسے اسرار خفیہ کے ادراک سے قاصر و عاجز ہیں جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ابھموا ما ابہم اللّٰہ و بینوا ما مابین اللّٰہ ۔ انہوں نے اسے مبہم رکھا جسے اللہ تعالیٰ نے مبہم رکھا اور اسے بیان کیا جو اس نے بیان کیا یعنی جب مقام کا تقاضا ابہام کا ہے اور مطالبہ کیا جائے کہ اسے بیان کیا جائے حالانکہ عقل اس کے ادراک سے عاجز و قاصر ہے تو اس کا ابہام ضروری اور لازم ہے کیونکہ اس کے بیان سے طالب کی ہلاکت و تباہی کا خطرہ ہے ہاں اگر ایسے ابہام کے اظہار کا مطالبہ ہو جس سے عقل کو کسی قسم کا خطرہ نہ ہو کیونکہ وہ اس کے ادراک کی قوت برداشت رکھتا ہے مثلاً اس کی ایسی تاویل کر سکتا ہے کہ جسے مشرع مستحسن سمجھتی ہے تو اس کے اظہار کی شرعًا اجازت ہے اسے متاخرین نے جائز رکھا ہے تاکہ طالب کا دل کہیں دوسرے تصورات میں مبتلا نہ ہو جائے اس کے عقیدہ کو راسخ کرنے کے لیے ایسے ابہام مذکور کا اظہار جائز ہے تاکہ طالب کے دل سے وساوس و ہوا اس مندفع ہوں اس تقریر پر اس معیت سے وہ معیت مراد ہے جس کا وہ خود حافظ ہے اس کا حکم فرمایا ہے یا ان کے علاوہ کہ اس میں شرعًا و عقلاً و خارجًا اضطراب پیدا نہ ہوتا ہو۔
فائدہ :۔ آیت میں آینَ مذکور جملہ اینات کو شامل ہے ازلیہ ابدیہ کی معنوی روحانی مثالی حسی ۔ دنیوی ۔ برزخی نشری ۔ حشری ۔ نیرانی ۔ جنانی ۔ غیبی ۔ شاہدی مطلقًا کلی یا جزوی ۔
مسئلہ :۔ یہ ایْنَ بھی معیت کی طرح مبہمات و متشابہات میں سے ہے اس کی تاویل اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اس کے راز کو کوئی نہیں سمجھتا عقل والوں کے سوا ۔
فائدہ :۔ بعض نے کہا کہ آیت میں عُشّاق کو بشارت ہے کہ ان کا شاہد حقیقی ان کے ساتھ ہے جہاں

بھی ہوں اور اس میں متوکلین کی توفیق کی خوشخبری اور عارفین کو تسکین اور محبین کی رونق دوبالا کرنا اور مراقبہ والوں کو یقین اور متقلبلین کو رعایت اور موحدین کے لیے سر وحدت کی طرف اشارہ ہے۔

فائدہ:۔ حضرت حسین رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ ان کے نہ قریب ہے اور نہ جدا ہے جدا کیسے ہو جب وہ ان کا موجد و حافظ ہے اور قریب کیسے ہو جب وہ قدیم ہے اور یہ حادث بلکہ کل کائنات کا فورم اسی سے ہے وہ ہر ایک سے بائن (علیحدہ) ہے۔

تفسیر عالمانہ:۔ واللّٰہ بما تعملون بصیر۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو جانتا ہے وہی تمہارے اعمال کی جزا دے گا ثواب یا عقاب۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو محیط ہے۔ علم کی خلق سے تاخیر کی وجہ صرف یہی ہے کہ جزاء کا تعلق معلوم سے ہے جب تک معلوم کا اظہار نہ ہوگا علم ظاہر نہ ہوگا نہ یہ کہ خلق علم کی دلیل (نشانی ہے) چونکہ علم کی دلیل خلق سے ہوتی ہے اور دلیل کا مدلول سے پہلے ہونا ضروری ہے۔

فائدہ:۔ آیت غافلین کو بیدار اور بیداروں کو خوش کرتی ہے اور ان کو رب العالمین سے حیاء اور اس کا خوف کا سبق دیتی ہے اور ان کے لیے اشارہ ہے کہ ان کے اعمال محفوظ اور وہ ان پر جزاء وسزا ہوگی اگر اعمال نیک تو اچھی جزاء اگر اعمال برے تو سزا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ واللّٰہ بما تعملون بصیر کی تفسیر میں بعض اکابر نے فرمایا کہ وہ تمہارے اعمال پر بصیر اس لیے ہے کہ وہ تمہارے عامل اور تمہارے میں ہے اور ہر عامل کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنے عمل اور اس کے متعلق کو دیکھے۔

تفسیر عالمانہ:۔ لہ ملک السمٰوات والارض۔ اس کے لیے ہے آسمانوں اور زمینوں کا ملک۔ تکرار تاکید اور اگلے مضمون کی تمہید کے لیے ہے۔

والی اللّٰہ ترجع الامور۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف امور لوٹائے جائیں گے۔ بصیغہ مجہول رجع۔ رجعًا سے ہے بمعنی رُدَّ۔ ردًّا بصیغہ فاعل بھی پڑھا گیا ہے از رجع رجوعًا۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف تمہارا لوٹنا ہے نہ کہ کسی دوسرے کی طرف نہ استقلالاً نہ اشتراکاً یعنی جملہ امور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے اسی لیے اس کی ملاقات کی تیاری کرو ساتھ بہترین امور اور وہ احسن امور جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں۔

فائدہ:۔ یہ تکرار نہیں بلکہ پہلے کلام کا تعلق ابداء سے ہے دوسرے کا اعادہ سے۔ اسی لیے پہلے کو یحیی ویمیت سے ملایا گیا ہے دوسرے اس مضمون سے جس کا تعلق آخرت سے یعنی مخلوق کا اللہ تعالیٰ کی

کی طرف لوٹنا اور ان کو ثواب و عقاب کی جزا و سزا دینا۔

تفسیر صوفیانہ: اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہیں سمٰوات روحانیہ کے علوم کا ملک اور اسی سے علوم کشفیہ لدنیہ مراد ہیں جو اسم وہاب سے عطا ہوتے ہیں ان میں اسباب کے لیے بندوں کو ہاتھ پاؤں نہیں مارنے پڑتے بلکہ وہ اپنے فضل و کرم سے عطا فرماتا ہے نیز اسی کے ملک ہیں علوم رسمیہ یعنی ارضیہ جو علماء کسب اور جدوجہد سے حاصل کرتے ہیں لیکن یہ کسب اور جدوجہد بھی اس کی توفیق سے نصیب ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ علوم کشفیہ کسبیہ عنایت الٰہیہ ازلیہ ابدیہ کی طرف لوٹتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ: تولج اللیل فی النہار۔ رات کو دن میں داخل کرتا ہے۔ حل لغات:۔ الایلاج بمعنی ادخال (داخل کرنا) یعنی رات کا زمانہ دن میں داخل کرتا ہے یہاں تک کہ بعض مواسم میں دن رات سے زائد ہوتا ہے کہ دن پندرہ گھنٹے کا اور رات نو گھنٹے کی۔

و یولج النہار فی اللیل ۔ اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے یعنی دن کے اوقات رات میں شامل کر دیئے جاتے ہیں بوجہ اختلاف فصول اور بوجہ مطالع و مغارب شمس کے یہاں تک کہ پھر رات پندرہ گھنٹے کی اور دن نو گھنٹے کا لیکن شب و روز چوبیس گھنٹے سے نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے۔

فائدہ:۔ فتح الرحمٰن میں ہے کہ اس میں تنبیہہ ہے اور عبرت ہے کہ دن رات ایک دوسرے کو کیسے جذب کرتے ہیں کہ کبھی لمبے کبھی چھوٹے اور یہ بوجہ اختلاف اقطار و ازمان اربعہ کے مختلف ہوتے رہتے ہیں یہ بھی کفار کو سمجھانے کے لیے لیکن اسے جو اس میں تامل کرتا ہے۔

وھو علیم۔ وہ خوب جانتا ہے۔

بذات الصدور۔ سینے والوں کے وہ پوشیدہ اسرار و رموز و معتقدات جو ان کو لازم ہیں یعنی وہ امر جو سینہ کے امور میں سب سے زیادہ پوشیدہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے علم کا بیان ہے کہ وہ بندوں کے ان نیات کو بھی جانتا ہے جو وہ اپنے قلوب میں چھپاتے ہیں اس سے پہلے علم کے احاطہ کا تعلق ان اعمال سے بیان فرمایا جنہیں وہ ظاہر کرتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: آیت میں اشارہ ہے کہ لیل البشریہ کی ظلمت نہار الروح کے نور میں چھپ جاتی ہے بوجہ نہار الروح کے نور کے غلبہ کے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو اصحاب لیل نفوس سے سیئات صادر ہوتے ہیں اور جو نہار الروح سے نیکیاں ظاہر ہوتی ہیں ان میں سے کوئی بھی اس سے رہ نہیں جاتا۔

فائدہ :۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ سورۃ الحدید کی پہلی چھ آیات میں اسم اعظم ہے مجاہد (جنگی) لکھ کر اپنے پاس رکھے تو اس پر لوہا (تلوار) وغیرہ اثر نہ کرے گا۔ (فتح الرحمٰن)

تفسیر عالمانہ :۔ امنوا باللہ و رسولہ و انفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ۔ اللہ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اس سے خرچ کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمھیں دوسروں کا جانشین بنایا ہے۔

شانِ نزول :۔ مروی ہے یہ آیت غزوہ ذو العشیرہ کے حق میں نازل ہوئی اور یہی غزوۂ تبوک ہے اور عین المعانی میں ہے کہ یہاں انفاق سے مراد زکوٰۃ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا مراد ہے اب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں تصرف کرنے میں دوسروں کا جانشین بنایا ہے ایسا نہیں کہ تم اس کے حقیقی مالک ہو اسی لیے مال کو اللہ تعالیٰ نے ہاتھوں سے خرچ کرنے سے تعبیر فرمایا ہے حق کی تحقیق اور خرچ کرنے کی ترغیب کے لیے ہے یہ اس لیے ہے کہ جسے معلوم ہے کہ یہ شے درحقیقت تو اللہ تعالیٰ کی ہے وہ تو صرف بمنزلہ وکیل اور نائب کے ہے تو وہ وہاں خرچ کرے گا جہاں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اس کے معین کردہ مقامات سے تجاوز نہ کرے گا یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں گزشتہ لوگوں کا جانشین بنایا ہے ان امور میں جو تمھارے ہاتھوں میں ہیں کہ تمھیں ان کا وارث بنایا ہے اسی لیے تم ان کے احوال سے عبرت حاصل کرو کہ ان سے تمام امور منتقل کر کے تمھیں مالک بنایا پھر تم سے منتقل کر کے دوسروں کا مالک بنائے گا۔ ؎

و یکفیک قول الناس فیما ملکتہ
لقد کان ھذا مرۃ فعلان

ترجمہ :۔ تمھیں لوگوں کی بابت کافی ہے کہ تم اس کا مالک ہے پھر کسی وقت تجھ سے یہ منتقل ہو گی تو اس کا دوسرا مالک ہو گا۔

تو جو مال غیر کے لیے ہے اسے خرچ کر دینا چاہیئے ویسے بھی یہ دوسروں کو منتقل ہو گا اور دوسروں کا مال خرچ کرنا نفس پر آسان بھی ہے۔ جب صاحب مال کی طرف سے اجازت ہو ایسے ہی وہ مال جس کی ہلاکت کا یقین ہو۔ ؎

۱۔ مکن تکیہ بر ملک جاہ و حشم
کہ پیش از تو بودست و بعد از تو ہم

۲۔ خور و پوش و بخشائے و راحت رسان
نگہ می چہ داری ز بہر کسان

بخیل توانگر بدنیا رو سیم
طلسم است بالائے گنج مقیم
۴۔ ازاں سالہا می بماند هنریش
کہ لرزد طلسم چنیں برسرش
۵۔ بسنگ اجل ناگہاں بشکند
بآسودگی گنج قسمت کنند

ترجمہ:۔ ا۔ ملک و جاہ و حشم پر تکیہ نہ کر۔ تیرے سے پہلے بھی بہت لوگ گذرے ہیں تیرے بعد بھی بہت لوگ آئیں گے۔
۲۔ کھا۔ پہن اور دے اور راحت پہنچا لوگوں کے لیے اسے کس واسطے نگہبانی کر رہا ہے۔
۳۔ بخیل تو دینار و زر پر طلسم کی طرح ہے جو ہمیشہ خزانہ کے اوپر مقیم ہے۔
۴۔ اس لیے کسی سال اس کے پاس زر رہتی ہے کہ وہ طلسم کی طرح اس کے سر پر کھڑا پہرہ دے رہا ہے۔
۵۔ اچانک اجل کا پتھر اسے توڑتا ہے پھر آرام سے خزانہ کو تقسیم کرتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ:۔ فالذین اٰمنوا منکم و انفقوا۔ پھر جو تمہارے سے ایمان لائے اور خرچ کیا ویسے جیسے انہیں حکم تھا۔

فائدہ:۔ کاشفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ مال کو خرچ کیا۔ زکوٰۃ و جہاد اور دیگر صدقات و خیرات ہیں۔

لھم۔ اس سبب سے ان کے لیے ہے اجر کبیر۔ بہت بڑا اجر اور عظیم ثواب یعنی بہشت اور اس کی نعمتیں۔

فائدہ:۔ فتح الرحمٰن میں ہے کہ اس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ ہے اس کا حکم دائمی ہے (جو بھی یہ عمل کرے گا اسے یہی اجر و ثواب عطا ہوگا)۔

تفسیر صوفیانہ:۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ یہ خطاب تمام مشائخ و علماء کو ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کلی طور اپر وہ ایمان لے آؤ جو جملہ شرائط ایمان حقیقی و شہود و عیانی کا جامع ہے اور اس میں انہیں اللہ تعالیٰ تاکید فرما رہا ہے کہ وہ علوم وہبیہ ان کے مستحقین پر خرچ کریں علوم وراثتہ کی ان پر عام کریں جو اس کی استعداد رکھتے ہیں اس لیے کہ علماء کرام علوم رسمیہ ہیں اور مشائخ عظام معرفت و حکمت وہبیہ اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ طالبین مستحقین پر وہ خرچ کریں جو ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و

و آلہ وسلم) خرچ کیا ہے۔

حدیث شریف (۱) جس نے علم چھپایا وہ قیامت میں جہنم کی آگ کی لگام پہنایا جائے گا۔
مسئلہ :۔ اس وعید میں وہ بھی شامل ہے جو کسی کو کتاب پڑھنے کے لیے (عاریۃً) نہیں دیتا بالخصوص وہ کتاب جس کے نسخے متعدد نہ ہوں کیونکہ یہ بھی منع کے اسباب میں سے ایک ہے اور کتاب کا مالک مطالعہ کے کے لیے کسی کو نہ دے اور آج کل اس مرض میں بہت لوگ بتلا ہیں[1]۔

تفسیر صوفیانہ (۲) :۔ والذین اٰمنوا۔ پس وہ جو ایمان لے آئیں۔ روح قلب اور ایمان شہودی سے۔

وانفقوا۔ اور علوم وہبیہ وکسبیہ سے خرچ کیا نفس اور اس کے صفات پر کہ انہیں موافقات شرع ومخالفات طبع اور طریق سیر وسلوک میں صفات روحانیہ سے موصوف ہونے اور صفات بشریہ نفسانیہ سے خالی ہونے کی رہبری کی۔

لھم اجر کبیر۔ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے جیسے فرمایا من جاء الحسنۃ فلہ عشر امثالھا۔ جو ایک نیکی لایا اس کے لیے اس جیسی دس ہیں۔

تفسیر عالمانہ :۔ وما لکم لا تؤمنون باللہ۔ اور تمھیں کیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے۔ یہ لکم کی ضمیر سے حال ہے اس لیے کہ لکم میں فعل کا معنیٰ ہے یعنی کون سی شے تمھارے لیے ثابت وحاصل ہے درانحالیکہ تم ایمان لانے والے نہیں ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تمھارا ایمان نہ لانا اس کا سبب صرف انکار ونفی نہیں بلکہ تمھارے اندر مسبب کا تحقق ہو چکا ہے یعنی ازلی بد قسمتی۔

والرسول یدعوکم لتؤمنوا بربکم۔ اور رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تمھیں بلاتے ہیں تاکہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ۔ یہ لا تؤمنون کی ضمیر سے حال ہے جو ان کے کفر پر ان کی توبیخ کا فائدہ دیتا

---

[1] ۔ یہ اس دور کی بات ہے جب کتب قلمی لکھی جاتی تھیں آج کا دور تو مشینی ہے کتابیں عام ہیں لیکن بعض ان میں نایاب بھی ہوتی ہیں لیکن یہاں مرض بالعکس ہے کہ جو کتاب لے جاتا ہے پھر وہ دینے کا نام نہیں لیتا بلکہ دیتا ہی نہیں (الا ماشاء اللہ) ہاں وہ لوگ سخت عذاب میں بتلا ہوں گے جو خود تو ان پڑھ یا کم علم ہیں لیکن ان کے بزرگوں کے ذخیرے دبائے بیٹھے ہیں جو کسی کو دیکھنے تک نہیں دیتے گھر سے تب نکالتے ہیں جب دیمک یا کیڑے چاٹ جاتے ہیں اور وہ مٹی کا ڈھیر بن جاتی ہیں۔ (المقاصد الحسنہ ۱۲ء)

ہے جبکہ اَب انھیں عدم ایمان کا موجب پایا جاتا ہے پہلے توبیخ اس پر تھی جو موجب کا سبب ان میں پایا گیا یعنی اے کافرو تمھیں کونسا عذر مانع ہے جب تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کی طرف بلا رہے ہیں اور دلائل قاہرہ و حجج باہرہ دکھا کر تمھیں متنبہ کر رہے ہیں اور محض دعوت (سادہ) فائدہ نہیں دیتی جب تک ان پر دلائل و براہین قائم نہ ہوں اور ایسی سادہ دعوت پر کوئی قبول نہ کرے تو اسے ملامت ہوتی ہے نہ توبیخ۔ اس تقریر پر لتومنوا کی لام بمعنی الیٰ ہے اور اسے تعلیلیہ بھی بنایا جا سکتا ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم تمھیں بلاتے ہیں اس لیے کہ تم ایمان لے آؤ و قد اخذ میثاقکم۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے سے ایمان لانے کا وعدہ لیا تھا۔ رسل کرام علیہم السلام کی دعوت سے پہلے یہ یدعوکم کے مفعول سے حال ہے۔

المیثاق۔ وہ پختہ وعدہ جسے عہد و قسم سے مضبوط کیا جائے۔ الموثق اسی کا اسم ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ لینے کا مطلب ہے کہ اس نے دلائل کھڑے کیے اور ان میں دیکھنے اور غور کرنے کی قدرت دی بعض علماء کرام نے اسے محمول کیا ہے کہ اس ذرّ (انسان کے اصل و بیج) سے وعدہ مراد ہے جب اسے اللہ تعالیٰ نے صلب آدم علیہ السلام سے صورۃ نمل صغیر میں نکالا تھا۔

ان کنتم مؤمنین۔ اگر تم مؤمن ہو کسی موجب کی وجہ سے ہی اور موجب یہی ہے اس کے سوا کیا ہے۔

فائدہ:۔ عین المعانی میں ہے اگر تم ہو میثاق کی تصدیق کرنے والے۔

فتح الرحمٰن میں ہے کہ اگر تم مداومت کرو اس پر جس سے تمھاری ابتدا ہوئی۔

ھوالذی ینزل۔ وہ اللہ تعالیٰ جو نازل کرتا ہے۔ جبریل علیہ السلام کے واسطہ سے۔

علیٰ عبدہٖ۔ اپنے بندے (مطلق) پر یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

آیاتٍ بینات۔ آیات واضحات یعنی امر۔ نہی۔ حلال و حرام۔

لیخرجکم تاکہ تمھیں اے محمد عربی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی قوم اللہ تعالیٰ تمھیں نکالے یا بندہ مقدس (حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نکالے۔ ان آیات واضحات کی وجہ سے۔

من الظلمات الی النور۔ اندھیریوں سے نور کی طرف یعنی کفر و شرک و شک اور جہل و مخالفت و حجاب کی ظلمات سے ایمان و توحید و یقین و علم و موافقت و تجلّی کے نور کی طرف۔

و ان اللہ بکم لرءوف رحیم۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ مہربان اور رحم والا ہے کہ تمھیں سعادت الدارین کی طرف ہدایت دیتا ہے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھیج کر اور آیات نازل کرکے اور قائم کرنے حجج عقلیہ کے۔

فائدہ:۔ حضرت کاشفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ مہربان ہے کہ وہ قرآن بھیجتا ہے بخشنے والا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت کا حکم فرماتا ہے۔ بعض نے کہا وہ رؤف ہے کہ نور وحی کا فیض عطا کرتا ہے اور رحیم ہے کہ وہ نفس بشریہ سے ظلمت زائل کرتا ہے۔

وما لکم ان لا تنفقوا۔ اور تمہیں کیا ہے کہ تم خرچ نہیں کرتے۔ فی سبیل اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے کونسی شے روکتی ہے کیونکہ یہ خرچ قربت الٰہی کا سبب ہے۔ بعض نے کہا کہ کیوں خرچ نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کے سبب سے۔

و للہ میراث السمٰوٰت والارض۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہیں آسمانوں اور زمینوں کے ملک۔ لاتنفقوا کے فاعل یا اس کے مفعول محذوف سے حال ہے۔ یعنی تمہیں کیا ہے ترک انفاق فی سبیل اللہ میں حالانکہ تمہارے لیے تو کوئی شے باقی نہیں رہے گی ہر شے باقی رہے گی تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے بعد خلق کی فنا کے جب ایسی بات ہے تو پھر اسے خرچ کرنا لازم ہے تاکہ اس کا عوض تمہارے لیے باقی رہے یعنی ثواب یہی بہتر ہے روکنے سے کیونکہ تمہارے ہاتھوں سے یہ مال و دولت مفت بلاعوض نکل جائے گی تو پھر کیا کرو گے۔

سوال:۔ میراث تو مردے کے مال سے حاصل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے میراث کیسا؟
جواب:۔ چونکہ عرب اسی طرح سمجھتے تھے کہ جو مال بھی حاصل ہوتا ہے وہ کسی کا ترکہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے عرف میں سمجھایا کہ جس طرح بھی سمجھو ہر شے ملک اللہ تعالیٰ کی۔ (کذا قال ابو اللیث)

فائدہ:۔ امام راغب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خود کو میراث سے موصوف فرمایا کیونکہ تمام اشیاء بالآخر اسی کے قبضہ میں جائیں گی اور بعض کبار مشائخ نے فرمایا کہ قلوب حب مال کی خوگر ہیں اسی لیے ان پر زکوٰۃ واجب نہیں اسی لیے بعض مشائخ نے فرمایا کہ قلب پر زکوٰۃ نہیں لیکن حق یہ ہے کہ اس پر زکوٰۃ ہے جیسے اس پر نماز وطہارت وغیرہ فرض ہے ایسے ہی زکوٰۃ کیونکہ اسے معلوم ہے کہ وہ بھی عالم دنیا کی ایک شے ہے۔ اور جو بھی اس دنیا میں ہے اور جو اس عالم میں دنیا سے محبت کرتا ہے اس پر اس کا حق ادا کرنا واجب ہے اس معنیٰ پر ایک اعتبار سے زاہد ہے ایک اعتبار سے راغب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال کا حق ادا فرمایا اسی لیے کہا جاتا ہے کہ کامل وہ ہے جو دونوں وجہوں کا جامع ہو کیونکہ وجوب درحقیقت صرف مکلف پر نہیں تو وہ زکوٰۃ کی ادائیگی پر مامور ہے کیونکہ خود بخود تو نہیں نکلتا نکالنے سے نکلتا ہے عارفین کے لیے جمیع عالم کی محبت ہے جتنا اس کے وجوہ بڑھتے ہیں اتنا وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے اس سے محبت بڑھاتے ہیں

کہ یہ اسی کی پیدا کردہ ہیں نہ اس لیے کہ انہیں اس کی موجود کی ذات سے محبت ہے اسی لیے عارف پر لازم ہے کہ وہ ہر شے سے کسی نہ کسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناسبت پیدا کر کے محبت کرے اگر وہ مناسبت نہ ہو تو اسے اس سے محبت نہ ہو بلکہ اسے محبوب تو بجائے خود اس کے وجود کا تصور بھی نہ لائے۔

فائدہ:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر انسان کا قلب وہاں ہے جہاں اس کا مال ہے اے مومنو! اپنے اموال آسمان پر رکھ دو تاکہ تمہارے قلوب آسمان پر ہوں۔ دیکھئے نبوت کا کلام کتنا بہترین اور کتنا دقیق اور لذیذ ہے۔ اس میں عیسیٰ علیہ السلام نے صدقہ کی ترغیب دی ہے کیونکہ آپ کے علم میں تھا کہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ (قدرت) میں پہنچتا ہے وہ خود فرماتا ہے ' امنتم من فی السماء۔ کیا تم امن میں ہو اس سے جو آسمان میں ہے (یعنی اس کا خاص جلوہ)

سامری کے متعلق نکتہ:۔ سامری کو معلوم تھا کہ اموال کی محبت قلوب کو چمٹی ہوتی ہے اسی لیے ان کے سامنے زیورات سے بچھڑا بنایا کیونکہ قلوب اموال کے تابع ہیں اسی لیے جب انہیں دیکھا کہ بنی اسرائیل اس کی طرف راغب ہیں تو پھر انہیں اس کی عبادت کی دعوت دی۔

فائدہ:۔ اس سے ثابت ہوا کہ عارف باللہ من حیث سر ربانی جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ وصی کی طرف اللہ تعالیٰ کا نائب ہے کہ جس طرح وصی مال محجور کا دوسرے کی طرف سے نائب ہے تو بھی اس کے مال کی زکوٰۃ نکالے گا اس کا اس میں اپنا کوئی حق نہیں لیکن مومن چونکہ مالک سے محجوب ہے وہ اپنے مالک کے حکم پر زکوٰۃ نکالے گا جو اس پر زکوٰۃ فرض ہے تاکہ ثواب حاصل کرے جو اس نے اللہ تعالیٰ کے محبوب (غریب) بندوں پر خرچ کیا ہے لیکن عارف عام مومن کی طرح حکم ملک اور محبت میں کوئی شے نہیں نکالتا وہ صرف حکم کی تعمیل میں خرچ کرتا ہے اور نہ ہی مال کی محبت اس کے دل میں محبت الٰہی پر اثر انداز ہو سکتی ہے کیونکہ وہ مال سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے اسی لیے حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا مانگی ھب لی ملکاً لا ینبغی احد من بعدی انک انت الوھاب۔ اے اللہ مجھے ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو بیشک تو عطا کرنے والا ہے۔ آپ نے ایسے طلب ظاہر کی جیسے غنی کی طرف فقیر طلب کرتا ہے۔

مال کو مال کیوں کہا جاتا ہے:۔ مال کو اس لیے مال کہا جاتا ہے کہ نفوس اس طرف مائل ہیں

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کی ضروریات ضروریہ کے پورا کرنے کو مال سے متعلق فرمایا ہے کیونکہ انسان ذاتی طور پر فقیر ہے اسی لیے وہ مال کی طرف ایسا مائل ہے کہ اس کے بغیر اسے چارہ نہیں اگر مال سے حقیقی زہد حاصل ہو تو وہ مال نہ ہوگا اور ایسا زہد صرف آخرت میں ہوگا کیونکہ دنیا میں زہد کا کیا معنیٰ جبکہ چپہ چپہ پر انسان کو مال کی ضرورت ہے علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا بتایا بلکہ اس سے بڑھ کر سات سو گنا زائد۔ تو اگر مال بری شے ہوتی تو اس کا قلیل اگر حجاب ہے تو کثیر بھی۔ خلاصہ یہ کہ دنیا عارف کے لیے صفت سلیمانیہ کما لیہ ہے جیسے انہوں نے اللہ تعالیٰ کو مال عطا کے لیے کہا۔

انك انت الوهاب (بیشک تو ہی عطا کرنے والا ہے) تو اس سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے ایسی شے کا سوال کیا ہے جو ان کے لیے حجاب بنے یا انہیں اللہ تعالیٰ سے دور کر دے (معاذ اللہ) ہرگز نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں دار التکلیف (دنیا) میں عطائے نعمت پر احسان جتلایا ہے کہ هذا عَطَاءُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ (بغیر حساب یہ میری عطائے بے حساب ہے اس پر احسان کر یا روک)۔

فائدہ:۔ تصرف میں اللہ تعالیٰ نے بندے سے حرج بھی اٹھا دیا کہ اسے مانع و معطی کا مظہر بنایا اور اس مال کو اس کے لیے دنیوی جنت بنایا بشرطیکہ وہ مال اسے بارگاہ حق سے حاجب (مانع) نہ ہو۔

سبق:۔ عارف کیسا باکمال انسان ہے کہ اس نے دونوں جنتیں (دنیوی و اخروی) جمع کر لیں اور دونوں حقیقتوں سے متحقق ہوا۔ اس مال کی زکوٰۃ دی جو اس کے ہاتھ میں تھا۔

وانفقوا مما جعلكم مستخلفين فيه (اور اس سے خرچ کرو جس کے تم خلیفے بنائے گئے ہو) پر عمل کر کے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انفاق کا مالک بنایا ہے مال کا حقیقت الٰہیہ سے یہ دوسری ملک حقیقی ہے جس کا حقیقۃ الٰہیہ کے حیثیت سے متولی ہے۔

تفسیر عالمانہ

لا يستوى منكم۔ اے مومنوں تمہارے میں سے برابر نہیں۔

شان نزول:۔ مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے بہت سا مال خرچ کیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ لوگ بہت بڑا اجر پا گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا وہی اجر عظیم کے حقدار ہیں۔

من انفق من قبل الفتح۔ جس نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا یعنی وہ فتح مکہ جس کے بعد

ہجرت کا حکم ختم ہو گیا۔
حدیث شریف :۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں ہاں
جہاد اور نیت ہے۔
فائدہ :۔ یہی جمہور کا قول ہے اور شعبی نے فرمایا کہ صلح حدیبیہ مراد ہے کیونکہ وہی حقیقی فتح ہے (جیسے
سورۃ الفتح میں گزرا)
وقاتل۔ اور جنگ کی۔ دشمنوں سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے۔
حل لغات :۔ الاستواء دو چیزوں کا مقتضی ہے اس لیے یہاں ماننا پڑے گا کہ من انفق کا قسیم (دوسرا فریق)
محذوف ہے اس کے وضوح اور مابعد کی دلالت کی وجہ سے اسے محذوف کیا گیا ہے یعنی جنہوں نے فتح
مکہ سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی اور جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جنگ کی فضیلت میں برابر نہیں۔
فائدہ :۔ ظاہر یہ ہے کہ من انفق لایستوی کا فاعل ہے بعض نے کہا کہ مَنْ مبتدا اور لایستوی اس کی
خبر ہے اور منکم لایستوی کی ضمیر سے حال ہے نہ کہ انفق کی ضمیر سے کیونکہ ماموصولہ کے صلہ کو مقدم
کرنا ضعیف ہے ایسے ہی موصوف سے صفت کا مقدم ہونا ایسے ہی منکم پر خبر کی تقدیم۔ کیونکہ ان سب
کا حق ہے کہ اپنے متعلقات کے بعد آئیں۔
فائدہ :۔ انفق میں انفاق المال کی طرف اشارہ ہے اور وہ اشیاء جس پر انسان کی قدرت ہے انفاق
پر اور قاتل میں انفاق النفس کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جہاد (حقیقی) یہی ہے کہ انسان اپنے نفس
کو خرچ کرے تاکہ فناء کے بعد بقاء یعنی کمال الشہود نصیب ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا
ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء اور دوسری آیت میں فرمایا بل احیاء
عند ربھم یرزقون۔ یہ حیات اُخروی باقیہ عندیہ ہے تو حیات دنیویہ فانیہ خلقیہ اس کے برابر
کیسے ہو سکتی ہے علاوہ ازیں رزق حیات فانی ہو جائے گا لیکن جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ باقی ہے
اس لیے جنت کے میوہ جات کے لیے فرمایا اکلھا دائم۔ اس کے میوہ جات دائمی ہیں وظلھا
اور اس کا سایہ بھی یعنی درخت۔
سبق :۔ انسان عاقل وہ ہے جو دنیوی راحت تھوڑی کو اللہ تعالیٰ کے لیے چھوڑ دیتا ہے تاکہ بڑی راحت
اُخروی کو حاصل کر سکے تو وہ جہاد و قتال سے ہی حاصل ہو گی۔
اولئك۔ وہی جو قبل فتح مکہ خرچ کرتے اور جنگ کرنے والے ہیں ان سے سابقون الاولون مہاجرین
وانصار مراد ہیں (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)

اعظم درجہ۔ بڑے درجات والے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند مرتبہ ہیں ظاہر ہے کہ مرتبہ بلند ہوگا تو مرتبے والا بھی بلند قدر ہوگا۔

فائدہ:۔ درجہ بمعنی مرتبہ و طبقہ ہے اس کی جمع درجات آتی ہے اگر بمعنی مرقاۃ (سیڑھی) ہو تو اس کی جمع دُرُج آئے گی۔

من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا۔ ان سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جنگ کی اس لیے کہ پہلے والوں نے مال و نفس عزت اسلام اور اس کے اہل قوت سے پہلے خرچ کیا جبکہ اُس وقت اسلام کی قوت کو مال و نفس کی نصرت کی اشد ضرورت تھی اور فتح مکہ کے بعد والوں نے جب خرچ کیا تو اُس وقت اسلام اور اہل اسلام کو غلبہ حاصل تھا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے تھے اور اب انفاق و قتال کی اتنی ضرورت نہ تھی جتنا فتح مکہ سے پہلے تھی۔

حدیث شریف:۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان اول والوں کی فضیلت کی تصریح فرمائی چنانچہ فرمایا کہ اگر تمہارا ایک احد (پہاڑ) کے برابر سونا خرچ کرے تب بھی ان (السابقون الاولون) کے ایک مد اور اس کے نصف کے برابر خرچ کرنے کے برابر نہیں ہو سکے گا۔

حل لغات:۔ القاموس میں ہے کہ المد (بالضم) یکساں دو رطل یا ایک رطل اور اس کی تہائی یا معتدل انسان کی دو مٹھی کے برابر جبکہ وہ انہیں پُر کرے اور ہاتھوں کو پھیلا کر رکھے۔ اسی ہاتھ پھیلانے کی وجہ سے اسے مد سے موسوم کیا گیا۔ میں نے اسے آزمایا تو اسی طرح صحیح و درست پایا۔ النصف والنصف ایک شے ہے یعنی شے کے دو حصوں کا ایک حصہ نصفیہ کی ضمیر احدہم کی طرف راجع ہے نہ کہ مد کی طرف اب معنی یہ ہوا کہ اے صحابہ حاضرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُحد پہاڑ کی مقدار سونا خرچ کرنا تمہارا اس فضیلت کو نہیں پہنچ سکتا جو ان کے ایک (قبل الفتح والے) نے مد یا اس کا آدھا مد طعام خرچ کیا ہے۔ (روح البیان)

مسئلہ:۔ اس میں اشارہ ہے کہ سابقین اولین کی صحبت کاملہ تھی بہ نسبت لاحقین آخرین کے بوجہ سبقت اور تقدم کے۔

حدیث شریف:۔ عنقریب تمہارے بعد ایک قوم آئے گی جن کے بالمقابل تم اپنے اعمال کو حقیر سمجھو گے صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم افضل ہیں یا وہ فرمایا کہ اگر ان کا اُحد کے برابر سونا خرچ کرے وہ ایک درجہ کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی اس کے آدھے کو تمہارے اور عام لوگوں کے درمیان یہی آیت فرق بتاتی ہے لا یستوی منکم (امام ابو اللیث نے اسے اپنی تفسیر

میں ذکر کیا)

مسئلہ :۔ اس میں اشارہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فضائل میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

مسئلہ :۔ مطلقاً جملہ صحابہ کرام آنے والوں سے افضل ہیں کیونکہ ہر وجہ سے سابق اور اول ہیں۔

وکلا وعد اللہ الحسنیٰ ۔ اور ہر ایک اللہ تعالیٰ نے حسنیٰ یعنی اچھے ثواب کا وعدہ کیا ہے اس سے جنت مراد ہے یہ نہیں کہ جنت کا وعدہ صرف اولین کے لیے ہے اور لاحقین کے لیے نہیں ہاں درجات مختلف ہیں۔

واللہ بما تعملون خبیر ۔ اور اللہ تعالیٰ ساتھ اس کے کہ تم عمل کرتے ہو خبردار ہے اس کے ظواہر و بواطن کو جانتا ہے اسی کی موافقت تمھیں جزاو سزا دے گا۔

نکتہ :۔ چونکہ اعمال کی زکوٰۃ (صفائی) نیات ہیں اور فضیلت کا دار و مدار علم پر ہے۔ اسی لیے حسن نیات کی ترغیب اور اس میں کوتاہی سے ترہیب (ڈرانا) کی فرمایا واللہ بما تعملون خبیر۔ یعنی اوقات کے گزرنے پر اعمال کی تجدید کرتے ہو تو انہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ اس کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی نہیں جانتا کسی وجہ سے بھی اور اعمال کی جزا نیات کے مطابق ہوگی کیونکہ نیات ظاہری اعمال کی ارواح ہیں ؎

عبادت با خلاص نیت نکوست
وگرنہ چہ آید ز بے مغز پوست

ترجمہ :۔ عبادت خالص نیت سے بہتر ہے ورنہ بے مغز پوست سے کیا حاصل ہوگا۔

فضائل صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ :۔ (۱) کلبی نے فرمایا کہ یہ آیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی اس میں دلالت ظاہرہ و حجۃ باہرہ ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور آپ کی خلافت بلا فصل کے بارے میں کیونکہ آپ نے ہی سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

حکایت اور روایت :۔ حضرت ابوامامہ نے حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کہا کہ آپ کس طرح دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ سب سے پہلے اسلام لائے میں چوتھے نمبر پر ہیں فرمایا کہ میں نے لوگوں کو گمراہی کے چکر میں دیکھا اور میں نے بت پرستی

لے یہ روح البیان رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا عندیہ یا ایک قول نقل کیا ہے ورنہ حق وہی ہے جو جمہور نے کہا ۱۲۔

کو بھی اچھا نہیں سمجھتا تھا اور سنا کہ مکہ معظمہ میں ایک مرد عجیب خبریں سناتا ہے میں مکہ معظمہ کو چل دیا وہاں پہنچ کر اس شخص سے ملا اس سے پوچھا آپ کون ہیں فرمایا میں نبی ہوں (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) میں نے کہا نبی کون ہوتا ہے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوتا ہے میں نے کہا آپ کو اللہ تعالیٰ نے کس لیے بھیجا فرمایا اس لیے میں اللہ تعالیٰ کو واحد مانوں اور ان کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤں اور بتوں کو توڑ دوں اور صلہ رحمی کروں میں نے پوچھا آپ کے ساتھ کون ایمان لایا ہے فرمایا ایک حر اور ایک عبد (غلام) اس وقت آپ کے پاس حضرت ابو بکر اور حضرت بلال بیٹھے ہوئے تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) آپ کی تقریر سن کر میں نے اسلام قبول کر لیا اس معنیٰ پر میرا نمبر چوتھا ہے یعنی اپنی دانست میں میں خود کو چوتھا نمبر کہتا ہوں۔

اوّلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دلائل:

۱۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے سب سے پہلے ایمان کا اظہار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا آپ کے بعد سیدنا ابو بکر پھر عمار اور اس کی والدہ سمیہ اور صہیب اور بلال و مقداد (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

۲۔ کفار سے سب سے پہلے جنگ اور لڑائی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کی۔

۳۔ کفار سے مخاصمت سب سے پہلے آپ نے کی آپ کو کفار نے سخت مارا یہاں تک کہ آپ موت کے کنارے پر تھے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔

۴۔ سب سے پہلے کفار کو تلوار دکھا کر اسلام ظاہر کیا خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے اور آپ کے رفیق صدیق رضی اللہ عنہ نے۔

۵۔ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مال خرچ کیا جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا اور آپ کے پاس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے ان پر ایک کمبل تھا جسے آپ نے سینہ پر کانٹوں سے مضبوط کیا ہوا تھا۔

حل لغات: خلال خل الکساء بمعنی کمبل کو کانٹے سے مضبوط کرنا اسی لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا لقب ذوالخلال بھی ہے اسی لیے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تمام مال پیش کر دیا اور خود کمبل پہنا جسے کانٹوں سے مضبوط کر رکھا تھا اور فرمایا آپ کا یہ حال فتح مکہ سے

پہلے کا ہے۔

اے ابوبکر تو راضی ہے نہ :- جب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام مال بارگاہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پیش کر دیا اور ٹاٹ لپیٹ لیے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

اقرأ علیہ السلام و قل لہ اراض انت عنی فی فقرک ھذا ام ساخط فقال ابوبکر اسخط علی ربی انی عن ربی راض انی عن ربی راض انی عن ربی راض۔

(روح البیان صفحہ ۳۵۸ ج ۹)

اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر کو سلام کہہ دے اور پوچھ دیں کہ تو مجھ سے راضی ہے نہ اپنے فقر پر ابوبکر نے عرض کیا کیا میں خدا تعالیٰ پر ناراض ہونگا میں تو اس سے راضی ہوں۔

اجماع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم :- اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہر معاملہ میں مقدم رکھا اور آپ کی تقدیم کا اقرار و اعتراف کیا۔

قول علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ :- حضرت عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ :-

سبق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وثنی ابوبکر و ثلث عمر رضی اللہ عنہما۔ فلا اوتی برجل فضلنی علی ابوبکر و عمر الا جلد لتہ جلد المفتری واطرح شہادۃ۔

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سابق ہیں آپ کے بعد دوسرے نمبر پر حضرت ابوبکر تیسرے نمبر پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ میرے ہاں ہر وہ شخص لایا جائے جو مجھ کو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتا ہے تو اسے کوڑے ماروں گا اور ہمیشہ کے لیے اس کی گواہی ساقط کر دوں گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کسی نے کہا ؎

صاحب قدم مقام تجرید
سر دفتر جملہ اہل توحید
در جمع مقربان سابق
حقا کہ چو او نبود صادق

ترجمہ :۔ صاحب قدم اور صاحب مقام تجرید ہیں تمام اہل توحید کے سر دفتر ہیں تمام مقربین میں آپ سابق ہیں بخدا کہ ان سے جیسا کوئی صادق نہیں۔

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ

كَرِيمٌ ۝ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُورُهُمْ بَيْنَ

أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمٰنِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ ج يَوْمَ يَقُولُ

الْمُنٰفِقُونَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا انْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ

نُورِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا ط فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ

بِسُورٍ لَهُ بَابٌ ط بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظٰهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝

يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ ط قَالُوا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ أَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ

وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ أَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُورُ ۝

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ط مَأْوٰىكُمُ النَّارُ ط

هِيَ مَوْلٰىكُمْ ط وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ

قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ لا وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ

مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ط وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ

فٰسِقُونَ ۝ اِعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ط قَدْ بَيَّنَّا

لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ

وَأَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ۝

وَالَّذِينَ اٰمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ أُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ق صلے وَالشُّهَدَآءُ

عِنْدَ رَبِّهِمْ ط لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ط وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا

أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَحِيمِ ۝ ع

ترجمہ:۔ کون ہے جو اللہ کو قرض دے اچھا قرض تو وہ اس کے لیے دونے کرے اور اس کو عزت کا ثواب ہے جس دن تم ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دہنے دوڑتا ہے ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں تم ان میں ہمیشہ رہو یہی بڑی کامیابی ہے جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمیں ایک نگاہ دیکھو کہ ہم تمہارے نور سے کچھ حصہ لیں کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹو وہاں نور ڈھونڈو وہ لوٹیں گے جبھی اُن کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہے اس کے اندر کی طرف رحمت اور اس کے باہر کی طرف عذاب منافق مسلمانوں کو پکاریں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے وہ کہیں گے کیوں نہیں مگر تم نے تو اپنی جانیں فتنہ میں ڈالیں اور مسلمانوں کی بُرائی تکتے اور شک رکھتے اور جھوٹی طمع نے تمہیں فریب دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا اور تمہیں اللہ کے حکم پر اس بڑے فریبی نے مغرور رکھا تو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے اور نہ کھلے کافروں سے تمہارا ٹھکانہ آگ ہے وہ تمہاری رفیق ہے اور کیا ہی بُرا انجام کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لیے جو اُترا اور اُن جیسے نہ ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں بہت فاسق ہیں جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مرے پیچھے بیشک ہم نے تمہارے لیے نشانیاں بیان فرما دیں کہ تمہیں سمجھ ہو۔ بے شک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور وہ جنہوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا ان کے دونے ہیں اور ان کے لیے عزت کا ثواب ہے وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے اور اور دل پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لیے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں۔

بقیہ صفحہ پچھلے کا:۔

تفسیر صوفیانہ:۔ آیت میں اشارہ ہے کہ جس کا مجاہدہ مشاہدہ پر مقدم ہو وہی مرید مراد اور سالک مجذوب اور محب و محبوب اعلیٰ اور اجل (بزرگ تر) اور مشاہدہ کے درجات میں سے اسبق (سابق تر) درجہ والا ہے یہ درجہ مقدم ہے اس کے درجہ سے جس کا مشاہدہ مجاہدہ پر ہے۔ جب ارباب مشاہدہ مقعد صدق ملیک مقتدر کے نزدیک بیٹھیں گے تاکہ انہیں اس کی ذات کا مشاہدہ اور اس کے جمال کا دیدار نصیب ہو اس کی جنت کے وصال میں تو یہ ان پر فائق و سابق و مقدم ہو گا یہی مراد مرید اور مجذوب

سالک ہوگا کیونکہ مجاہدہ مشاہدہ سے مقدم ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا و الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا اورجنھوں نے ہمارے میں مجاہدہ کیا توہم انھیں اپنے راستوں کی ہدایت دیں گے ۔ (آیت میں مجاہدہ پہلے ہے اور مشاہدہ بعد) ایسے لوگوں کا سلوک اور عادت الٰہیہ اور سنت ربانیہ کے موافق اور سلوک ثانی علی خرق العادت ہوگا اور ترتیب الٰہی میں تقدم و تاخر اعتبار الٰہی میں وہی سلوک ہے جو بموافق عادت الٰہی و سنت ربانی ہے یہ دونوں اگرچہ باعتبار اصل مشاہدہ متحد ہیں لیکن باعتبار قدر و درجہ ان میں تفاوت ہے اور صف بصف ہوں گے لیکن ہم کو ان کا مقام و مرتبہ معلوم نہیں (کتاب اللائحات البرقیات لحضرۃ شیخی وسندی روح اللہ تعالیٰ ۔

تفسیر عالمانہ: من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا (کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دے) ۔

ترکیب مَن: مبتدا اس کی خبر ذَا ہے الذی ذَا کی صفت یا بدل ہے ۔

حل لغات: الاقراض درحقیقت عین شے کا دیگر اس کا بدل (مدت کے بعد) طلب کرنا ۔

قرضاحسنًا ۔ مفعول مطلق ہے بمعنی الاقراض یہاں انفاق میں اخلاص مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے دینا اور اچھے سے اچھا مال اور افضل وجہ سے دینے کی کوشش کرنا ۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ کون ہے اپنا مال راہ خدا میں خرچ کرکے اُمید رکھے کہ اللہ تعالیٰ اُسے اس کا عوض عطا فرمائے گا جیسے قرض دار قرض دے کر اس کے عوض کی اُمید میں ہوتا ہے ۔

فائدہ: کشف الاسرار میں ہے کہ جو بھی کوئی ایسی نیکی کرے جس سے وہ ثواب کا مستحق ہے تو وہ بھی قرض حسن کے حکم میں داخل ہے اسی مجاہدہ سے ہے اہل عرب کا قول ۔

ولا یادی قروض ۔ اسی طرح جو بھی کوئی ایسی بُرائی کرے جس سے سزا کا مستحق ہو تو اس نے بھی قرض دیا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا قرضاحسنا کیونکہ قرض بُرا ہوتا ہے اُمیہ نے کہا ؎

لا تخلطن خبیثات بطیبة
واضلع ثیابك منها و دنج عریانا
کل امرأ سوف یجزی قرضا حسنا
او سیئة و مدین مثل مادانا

ترجمہ: خوشبو میں بدبوئی نہ ملا ۔ پلیدی سے کپڑے علیحدہ کرلے اور ننگا ہو کر نجات پا ۔
ہر مرد قرض حسن کی جزا دیا جائے گا یا بُرا عمل ہے تو بری سزا وہی پائے گا جو اس نے عمل کیا ۔

فائدہ: بعض نے کہا کہ القرض سے صدقہ مراد ہے یہاں ایک وجہ اور ہے وہ یہ کہ دراصل قرض بمعنی قطع ہے۔ قرض الثوب بالمقراض۔ کپڑا مقراض سے کاٹا گیا پھر مال کے اس حصّہ پر استعمال کیا گیا جو انسان اس سے نکال کر کسی کو دے اس شرط پر کہ وہ اس کا بدل وعوض اسے دے گا اس معنٰی پر قرض حسن مفعول بہ ہوگا اب معنٰی یہ ہوگا کہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دے یعنی طیب اور حلال مال کیونکہ اللہ تعالیٰ حلال اور طیب مال قبول کرتا ہے

فیضاعفہ لہ ۔ تو وہ اس کے لیے دونے کرے۔ منصوب ہے استفہام کا جواب ہے استفہام باعتبار معنٰی ہے گویا کہا گیا ہے کیا کوئی اللہ تعالیٰ کو قرض دیتا ہے تو وہ اسے دونے دے یعنی اپنے فضل سے اس کا اجر و ثواب زیادہ سے زیادہ دے۔ ہم نے باعتبار معنٰی کے اس لیے کہا ہے کہ فاء اس فعل کو نصب دیتا ہے جو مستفہم عنہ سے رد کیا گیا ہو جیسے ابو علی فارسی نے کہا اس لیے کہ یہاں فعل سے سوال نہیں بلکہ فاعل سے ہے۔

ولہٗ اجر کریم ۔ اور اس کے لیے عزت کا ثواب ہے۔ یعنی وہ اجر جس کے ہاتھ اضعاف ملایا گیا ہے وہ باعزت اور حسن اور پسندیدہ ہے وہ فی نفسہ اس لائق ہے کہ اس میں للچائیں للچانے والے اگرچہ دونا نہ بھی ہو پھر کتنا لالچ بڑھ جائے گی جب وہ دونا ہو۔

حکایت: مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابو الدحداح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کمائی کا نصف حصّہ روزانہ راہِ خدا میں خرچ کرتے یہاں تک جوتے کے جوڑے میں ایک اپنے پاس رکھا اس کے راہ خدا میں دے دی ام الدحداح تو بی بی نے کہا تو نے اپنے رب کے ساتھ بیع کی ہے اور اس کا بہترین نفع پاتا ہے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کتنی کھجوریں ہیں بہشت میں جن کے خوشے لٹکے ہوئے ہیں وہ سب ابو الدحداح رضی اللہ عنہا کے لیے ہیں۔

فائدہ: ایک بزرگ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بندوں سے قرض طلب کیا ہے تو اب ان کو تو یہ لائق ہے کہ وہ اپنی جان پہ نکال کر اس کے پیش کر دیں بلکہ ان پر فرض تھا کہ اس کے سوال سے پہلے ہی ایسے کرتے مال تو کوئی شے ہی نہیں یہاں تو جان کی بازی لگانے میں مزا ہے کیونکہ جو کچھ بندہ کماتا ہے وہ دراصل مالک کی ملک ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کے لیے وجود مجازی خرچ کریں گے تو وہ انہیں وجود حقیقی عطا فرمائے گا اور سیر الی اللہ اور اس کے عزت والے دروازے کی طرف سیر میں بحسب جد و جہد ہی باعزت اجر عطا ہوتا ہے۔

ہر کسے از ہمت والائے خویش
سود برد در خور کالائے خویش

ترجمہ:۔ ہر کوئی اپنی بلندی پر اپنے سامان کے لائق نفع پاتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ آیت میں قرض شرعی کی طرف اشارہ ہے اس کے لیے جو قرض مانگ رہا ہے جیسا کہ اس پر حدیث قدسی دلالت کرتی ہے کہ اے میرے بندہ میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو مجھے نہ دیا۔ بندے کا قرض سے مراد اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور یہاں قرض صدقہ سے افضل ہے کیونکہ بہت سے مواقع یوں ہوا کہ صدقہ مانگنے والے نے مانگا تو اس کے پاس اتنا ہی تھا کہ وہ خود اپنی کفالت کر سکتا ہے اور قرضدار تو صرف اتنا ہی مانگے گا جو اس کی ضرورت ہوگی۔

فائدہ:۔ بعض نے فرمایا یہاں قرض سے مراد ہے سبحان اللہ و الحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ اور یہی افضل الاذکار ہے۔

حضرت حسن (بصری رحمہ اللہ تعالیٰ) نے فرمایا یہاں نوافل مراد ہیں۔

حدیث شریف:۔ مرفوع حدیث شریف میں ہے کہ نوافل مومن کا ہدیہ ہے جو وہ اپنے رب تعالیٰ کے ہاں بھیجتا ہے۔ بندے پر لازم ہے کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف اچھا ہدیہ بھیجے۔ یاد رہے کہ کریم وہ ہے جو قرض والے کو اصل کے ساتھ بہتر بدلہ دے اور ہدیہ کے مقابلہ میں بہتر اور اعلیٰ عوض پیش کرے۔

تفسیر عالمانہ:۔ یوم تری المؤمنین والمؤمنات (اس دن تم مومن مردوں عورتوں کو دیکھو گے) یوم کی نصب اذکر فعل محذوف کی وجہ سے ہے اس یوم کی عظمت کی وجہ سے۔ اب یہ معنیٰ ہوا کہ قیامت میں ان کا پل صراط سے گزرنے کا وقت دیکھنا یاد کرو۔

یسعیٰ نورھم۔ ان کا نور دوڑتا ہے۔ تری کے مفعول سے حال ہے یعنی ان کے ایمان و اطاعت کا نور۔

حل لغات:۔ السعی بمعنی تیز چلنا دوڑنے سے تھوڑا سا کم۔ کسی کام میں جدوجہد پر مستعمل ہوتا ہے وہ کام اچھا ہو یا برا لیکن اس کا اکثر استعمال افعال محمودہ کے لیے ہوتا ہے۔

بین ایدیھم و بایمانھم۔ ان کے آگے اور دہنے۔

حل لغات:۔ ایمان یمین کی جمع ہے بمعنی دایاں ہاتھ اس سے دائیں جانب مراد ہے اور بین سعی کی ظرف ہے۔

فائدہ:۔ حضرت ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نور ان کے دائیں بائیں آگے دوڑتا ہوگا اگرچہ

یہاں شمائل (بائیں جانب) کا ذکر نہیں لیکن ہوگا ایسے ہی اسے یہاں محذوف ماننا ہوگا۔

نکتہ:۔ فتح الرحمٰن میں ہے کہ دائیں جانب کا ذکر اس لیے ہے کہ آگے کی جانب نور کا ہونا انسانی ضرورت ہے اگر دائیں جانب کا ذکر اس کی شرافت و بزرگی کی وجہ سے ہے اور یہ اس کے قائم مقام ہے گویا اصل میں ہے من جمیع جہاتہم۔ ان کی تمام جہات میں نور ہی نور ہوگا۔

فائدہ:۔ کشف الاسرار میں ہے کہ جنت کا راستہ دائیں اور ان کے سامنے ہوگا اور نار کا راستہ پیچھے اور بائیں جانب کو ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے کہ میں حوض پر لوگوں کو پکاروں گا کہ ادھر آؤ اچانک چند لوگوں کو بائیں جانب پکڑے گی اور وہ میرے درمیان میں سے بچھڑ جائیں گے پھر میں کہوں گا اے لوگو! ادھر آؤ کہا جائے گا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ تمھارے بعد انہوں نے کیا کردار کیے میں کہوں گا ان کو دور ہٹاؤ۔

فائدہ:۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتا ہے کہ بین ایدیھم میں مقربین کی طرف اشارہ ہے کہ وہ گویا ظاہراً باطناً وجہ (چہرہ) ہی وجہ ہیں کہ ان کا پیچھا پہلے نہیں ان کے لیے نور مطلق ہے جو جمیع جہات سے چمکے گا۔

ایمان میں اصحاب الیمین کی طرف اشارہ ہے کہ وہ وجہ (چہرہ) میں من وجہ اور دوسرے وجہ سے ان کے لیے پیچھا ہے لیکن ان کا نور مقید ہے صرف دائیں جانب سے اور اصحاب الشمال کو تو نور نصیب ہوگا ہی نہیں کیونکہ کافر و فاجر تھے اس لیے شمال کا ذکر آیت میں نہیں۔

فائدہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہر ایک کو نور اس کے عمل کی مقدار میں نصیب ہوگا کسی کا نور تو صنعاء سے عدن کے درمیانی مسافت کی مقدار ہوگا مومن کی ادنیٰ مقدار نور کی اتنا ہوگی کہ وہ اپنے کو دیکھ سکے گا خلاصہ یہ کہ کوئی اہل ایمان نور کے بغیر نہ ہوگا۔

نور کی مقدار کا بیان:۔

بعض نے فرمایا کہ بعض کو نور کھجور کے قد برابر عطا ہوگا بعض انسان کے قد برابر ان کے ادنیٰ کی مقدار اس کے دو قدموں کے انگوٹھے کے برابر ہوگی کبھی روشن ہو جائے گا تو کبھی بجھ جائے گا جب انہیں بہشت کی طرف لے جائیں گے اور یہ پل صراط سے گزریں گے تو ان کا نور ان کی کروٹوں اور آگے دوڑے گا اور وہ پل صراط پر اپنے نور کی مقدار پر گزریں گے بعض ستاروں کے ٹوٹنے کی طرح بعض گھوڑے دوڑ اور جنہیں انگوٹھے کی مقدار نور عطا ہوگا وہ پلصراط پر کبھی منہ کے بل گر جائے گا کبھی ہاتھوں کے سہارے چلے گا کبھی پاؤں پر کبھی ٹھہرے گا تو کبھی چلے گا اس کے اعضاء دائیں بائیں آگ سے متاثر ہوں گے لیکن گرتے مرتے نجات پا جائے گا۔

فائدہ :۔ جیسے کل قیامت اہل ایمان کو نور دائیں بائیں دوڑے گا آج وہی نور ان کے قلوب میں ہے جو انہیں جمیع احوال میں ہدایت دیتا ہے اور وہ ان کے جسم میں ظاہر ہوتا ہے جب ظاہر ہوتا ہے تو انسان اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور عجز کر کے مقربین میں شامل ہو جاتا ہے جس کا نور ظاہر نہیں ہوتا وہ تکبر کرتا اور سر نہیں جھکاتا تو وہ منکرین میں شامل ہو جاتا ہے۔

حکایت :۔ جب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی نظر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر پڑی تو کہا ماھو بوجہ کذاب۔ یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ایسے ہی دوسرے ان جیسوں نے کہا بخلاف ابوجہل اور اُس کے ساتھیوں کے (انہیں نہ نور نظر آیا نہ ایمان لائے)۔

فائدہ :۔ بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ نور الایمان سے سلوک اور اللہ تعالیٰ کی طرف سیر کی قدرت اور جد و جہد کی توفیق نصیب ہو گی وہ اس لیے کہ قوت انسانی دائیں جانب میں زیادہ ہے اس سے دائیں بائیں ہاتھ کا پتہ چلتا ہے۔

بشراکم الیوم جنات۔ آج تمھیں باغات کی خوشی ہے۔ یعنی انہیں وہ ملائکہ کہیں گے جو ان کی ملاقات کو آئیں گے کہ تمھیں خوشی ہے یعنی آج تم جس سے خوش ہو گے وہ باغات ہیں یا تمھاری خوشی باغات میں دخول سے ہے یہاں مضاف محذوف ہے مضاف حذف کر کے محذوف الیہ اسکے قائم مقام کھڑا کر کے اس کا اعراب اسے دیا گیا۔

تجری من تحتھا الانہار خالدین فیہا۔ جاری ہیں ان کے نیچے نہریں تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔

ذلك۔ وہ جو نور اور جنات مذکورہ کا ذکر ہوا۔

ھوالفوز العظیم۔ وہ بہت بڑی کامیابی ہے کہ اس کا کوئی انتہا نہیں اس لیے کہ وہی پایا جو اُن کی مراد تھی۔

فائدہ :۔ حضرت کاشفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بڑی کامیابی اس لیے ہے کہ انہیں قیامت کی تمام ہولناکیوں سے نجات ملے گی اور دار الجلال میں ملک متعال کے دیدار سے بہرہ ور ہوں گے۔

ع ہزار جان فدا دیدارت

ترجمہ :۔ تیری ایک دید پر ہزاروں جان فدا۔

یوم یقول المنافقون والمنافقات۔ اُس دن منافق مرد اور منافق عورتیں کہیں گی۔ یہ یوم یوم تری سے بدل ہے۔

للذین آمنوا۔ اہل ایمان سے یعنی ان مومنوں سے جنھوں نے اخلاص سے ایمان قبول کیا۔

انظرونا۔ ہمیں بھی دیکھو یعنی ہمارا انتظار کرو۔ وہ اس لیے کہ اہل ایمان تو پل صراط پر تیزی سے بجلی کی طرح تیز رفتار سواریوں پر بہشت میں جا پہنچیں گے اور یہ پیدل چلیں گے تو جانے والوں کو کہیں گے یارو ہمارا انتظار کرو یا یہ معنیٰ ہے کہ ہمیں ایک نگاہ دیکھو[1] کیونکہ جب وہ اُن کی طرف دیکھیں گے تو چہروں سے ہی دیکھیں گے تو منافقین ان کے چہروں سے اس روشنی سے فائدہ اُٹھائیں گے جو ان کے آگے ہو گی اس لیے وہ انھیں کہیں گے کہ ان کی طرف اس طرح دیکھو یہ باب الحذف والایصال کے قبیل سے ہے کیونکہ نظر بمعنی ابصار خود متعدی نہیں ہوتا وہ اِلیٰ سے متعدی ہوتا ہے اور حمزہ (امام قرأۃ) نے اسے انظرونا پڑھا ہے النظرۃ سے بمعنی الامہال کیونکہ منافق پل صراط پر سست رفتاری سے چلیں گے تو اہل ایمان کو کہیں گے یارو آہستہ چلو تاکہ ہم تمھارے ساتھ چل سکیں۔

نقتبس من نورکم۔ تمھارے نور سے کچھ لیں یعنی اس سے ہم روشنی حاصل کریں اور اس میں تمھارے ساتھ چلیں۔

حل لغات:۔ اقتباس بمعنی اتخاذ القبس۔ چنگاری حاصل کرنا۔ القبس (محرکۃ) بمعنی شعلہ نار جو بڑی آگ سے حاصل کی جاتی ہے جیسے المقباس یعنی چنگاری۔

امام راغب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ القبس شعلہ سے حاصل شدہ الاقتباس اس کی طلب کرنا پھر استعارۃً طلب علم و ہدایت کے لیے مستعمل ہونے لگا۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا نار و نور کا اصل ایک ہے یعنی نور منتشر جو آنکھ کی روشنی کی اعانت کرے اور یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں صرف فرق یہ ہے کہ نار دنیا میں مسافرین کی متاع اور نور دنیا و آخرت ہر دونوں میں اہل ایمان کی متاع ہے اسی لیے اسے نور میں استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا نقتبس من نورکم یعنی تاکہ ہم حاصل کریں تمھارے نور سے چمکتی ہوئی چنگاری اور شعلہ۔

فائدہ:۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ان کے اعمال کے مطابق نور عطا فرمائے گا جس سے وہ پل صراط پر چلیں گے اور منافقین کو بھی نور عطا ہو گا لیکن یہ ان کے لیے ایک خفیہ تدبیر ہو گی جیسے فرمایا وھو خادعھم۔ (اور اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ خفیہ تدبیر کرے گا) وہ اس نور کو لے کر چلیں گے تو اللہ تعالیٰ آندھی بھیجے گا جس سے ان کا نور بجھ جائے گا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یوم لا یخزی اللہ النبی والذین اٰمنوا معہ نورھم یسعیٰ بین ایدیھم و بایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا (اس دن اللہ تعالیٰ نبی علیہ السلام اور ان کے ساتھ اہل ایمان کو رسوا نہ کرے گا ان کے آگے اور ان

---

[1] فاضل بریلوی قدس سرہ نے یہی معنیٰ لیا ہے ۱۲ = اویسی غفرلہٗ =

کے آگے اور ان کے دائیں جانب نور دوڑے گا کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہمارا نور مکمل فرما) اہل ایمان اس خوف سے کہیں گے کہ کہیں منافقین کی طرح ان کا ایمان سلب نہ ہو جائے۔

فائدہ:۔ کلبی نے فرمایا کہ اہل ایمان کے نور سے ہی منافقین روشنی حاصل کریں گے لیکن انہیں نور حاصل نہ ہوگا۔ جب اہل ایمان ان سے دُور نکل جائیں گے تو منافقین اندھیرے میں ہی رہ جائیں گے پھر اہل ایمان کو کہیں گے یارو ہمیں ایک نگاہ دیکھو تا کہ ہم بھی تمھارے نور سے استفادہ کریں۔

قیل۔ کہا جائے گا انہیں دھتکار کر اور ذلت کے طور اہل ایمان یا ملائکہ کی جانب سے۔ ارجعوا وراءکم اپنے پیچھے لوٹو موقف کی طرح فالتمسوا نورا۔ نور ڈھونڈو۔ وہاں سے ہی حاصل ہوگا یا دنیا کی طرف لوٹو اور وہاں سے ہی نور حاصل کرو کہ وہاں ایمان کے مبادی اور اعمال صالحہ نصیب ہوتے ہیں ؎

کار اینجا کن کہ تشویشت در محشر بسے
آب ازیں جا بر کہ در عقبیٰ بسے شور و شر است

ترجمہ:۔ یہاں کام کر لے کہ محشر میں بہت تشویش ہے پانی یہاں سے لے جا ورنہ آخرت میں بہت بڑا شور و شر ہے۔

پل صراط کا منظر:۔ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ بندے پلصراط پر ہوں گے کہ اچانک انہیں تاریکی گھیر لے گی اُس وقت اللہ تعالیٰ بندوں میں نور تقسیم فرمائے گا اہل ایمان کو عطا کرے گا کفار و منافقین کو چھوڑ دے گا پھر جیسے اندھے کو آنکھوں والے کی روشنی سے کوئی فائدہ نہیں ایسے ہی کافر و منافق کو اہل ایمان کی روشنی سے کوئی فائدہ نہ ہوگا کفار و منافقین اہل ایمان کو کہیں گے یارو ہمیں ایک نگاہ دیکھو تا کہ ہم تمھارے سے روشنی حاصل کریں اہل ایمان انہیں کہیں گے وہاں جاؤ جہاں نور تقسیم ہو رہا ہے وہ لوٹیں گے تو وہاں کچھ نہیں پائیں گے پھر ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی یا انہیں کہا جائے گا کہ ذلیل و خوار اور گھاٹے والے ہو کر لوٹو اور ہمارے سے دُور ہو جاؤ جاؤ کوئی اور نور ڈھونڈو اور انہیں تو یقین ہوگا کہ اس کے سوا اور کوئی نور نہیں پھر جائیں کہاں؟

نکتہ:۔ اہل ایمان ان کو نور کی تلاش کا کہیں گے تو یہ ان سے تہکم سے ہوگا ورنہ ظلمات کو نور کہنے کا کیا مطلب۔ اور ساتھ ہی اس طرح کہنا انکار نہیں ذلیل و خوار کرنا مطلب ہوگا۔

تفسیر صوفیانہ:۔ بعض اہل اشارہ (صوفیہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ) نے فرمایا کہ وہ ان کی استعدادات

فطریہ جو ان سے گم گئیں گویا انہیں زبانِ حال سے کہیں گی لوٹو ان استعدادات فطریہ کی طرف جنہیں تم نے جب دنیا اور اس کی لذات وشہوات سے ضائع کیا اور انہیں سے ہی نور ڈھونڈو کیونکہ تم اپنے مطلوبات کو اپنی استعدادات کے مطابق پاؤ گے حالانکہ یہ تو تمہارے اُمور دنیویہ و اعراض از احکام اُخرویہ و توجہات معنویہ کی مشغولی سے تم سے ضائع ہو گئیں (اب اپنی قسمت کا ماتم کرو)۔

تفسیر عالمانہ: فضرب بینھم۔ تو کھڑی کی جائے گی ان کے درمیان یعنی فریقین (اہل ایمان اور کفار و منافقین) کے درمیان اور کھڑا کرنے والے ملائکہ ہوں گے بحکم الٰہی چونکہ دیوار کھڑا کرنے کا تعلق ہاتھوں وغیرہ سے ہوتا ہے اور وہ ہاتھ مارنے اور دیگر آلات کے استعمال سے حاصل ہوتا ہے اس لیے اسے ضرب سے تعبیر کیا گیا ہے ایسے ہی کہا جاتا ہے ضرب الخیمہ (دیوار کی میخیں ٹھونکنا) بسور۔ دیوار بہشت و دوزخ کے درمیان میں کیونکہ شہر کی دیوار بھی چونکہ اُس کے کناروں پر مشتمل ہوتی ہے اس لیے اسے سور کہا جاتا ہے یہاں با زائدہ ہے یعنی وہ دیوار شہر کے چاروں طرف کھچی ہوئی دیوار جیسی ہوگی۔

فائدہ: بعض نے کہا اس دیوار سے مراد وہ قلعہ ہے جو بہشت و دوزخ کے درمیان ہے جہاں اہل اعراف رہیں گے وہ ادھر بہشتیوں کو دیکھیں گے ادھر دوزخیوں کو۔ یہ وہی قلعہ ہے جہاں موت کو ذبح کیا جائیگا جسے دونوں فریق (بہشتی و دوزخی) دیکھیں گے۔ لہ۔ اس دیوار کے لیے۔ باب۔ ایک دروازہ ہے جس میں اہل ایمان بہشت میں داخل ہوں گے اس معنیٰ پر یہ دیوار دوسرے حال کے وقت ہوگی یعنی دخول کے بعد نہ کہ دیوار بنانے کے وقت باطنہ۔ اس کا اندر کا حصہ دیوار یا دروازے کا۔ فیہ الرحمٰن۔ اس میں رحمت ہے کیونکہ وہ جنت کے قریب ہے وظاھرہ اور اس کا ظاہر من قبلہ اس کی جانب سے یا اس کے نزدیک العذاب، عذاب ہے کیونکہ وہ دوزخ کے قریب ہے۔

فائدہ: بعض نے کہا اس بیت المقدس کی دیوار شرقی مراد ہے اس لیے اس کے باطن میں مسجد الاقصیٰ ہے اور اس کے ظاہر کی طرف سے عذاب ہے اور وہ وادی ہے جسے وادی جہنم کہا جاتا ہے اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ دروازہ جسے باب الرحمۃ کہا جاتا ہے اسی کو فضرب بینھم بسور لہ باب میں بیان کیا گیا ہے اور یہ وادیٔ جہنم وہی ہے جسے کہا گیا ہے من قبلہ العذاب۔ ابن عطیہ نے فرمایا یہ مراد بعید از قیاس ہے بلکہ سور سے اعراف مراد ہے۔

صاحب روح البیان کا فیصلہ: فقیر (صاحب روح البیان رحمہ اللہ تعالیٰ) کہتا ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول میں کوئی بُعد نہیں اس کے لیے جو قرآن مجید کے اشارات کو سمجھتا ہے۔ اس کے لیے اس کا سمجھنا آسان ہے۔

صاحب روح البیان کے دلائل

حدیث (۱)۔ حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المقدس کی شرقی دیوار پر کھڑے رو رہے تھے کسی نے کہا اے ابوالولید (رضی اللہ عنہ) آپ کیوں روتے ہیں فرمایا یہاں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ آپ نے یہاں پر جہنم دیکھی ہے۔

حدیث شریف (۲) میں ہے کہ بیت المقدس حشر و نشر کا میدان ہے ان دونوں حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ وادی جہنم اسی سور کی جگہ ہو جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور یہ بھی ہے کہ یہی سور سور الاعراف ہو لیکن یہ بھی ہے کہ اس کی کیفیت کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ (الا ماشاء اللہ) کیونکہ قیامت میں یہ دھرتی تبدیل ہو کر دوسری دھرتی کی صورت اختیار کرے گی۔

حدیث شریف (۳) یہ بھی منقول ہے کہ عبادات خانے ارض الجنۃ سے لاحق ہوں گے۔ ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ اس میں بُعد نہیں کہ مسجد اقصیٰ جنت سے اور اس کا خارجی حصہ دوزخ سے ہو اور ان دونوں کے درمیان دیوار ہے۔

ینادونھم۔ منافقین اہل ایمان کو پکاریں گے گویا کہا گیا ہے تو پھر وہ کیا کریں گے بعد بند ہو جانے دروازوں اور مشاہدۂ عذاب کے تو کہا گیا ہے کہ دیوار کے دوسرے کنارے منافقین اہل ایمان کو پکاریں گے۔

فائدہ:۔ حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب منافقین دیکھیں گے کہ ان کے نور نہیں (یعنی اہل ایمان کا نور ان سے چھپ گیا ہے تو اہل ایمان کی طرف متوجہ ہو کر دیکھیں گے تو آگے دیوار حائل ہے اسی کے اندر جھانک کر دیکھیں گے کہ اہل ایمان جنت میں خراماں (ٹہلتے ہوئے) جا رہے ہیں تو انہیں عجز و زاری کے ساتھ پکار کر کہیں گے الم نکن۔ تو ہم نہ تھے دنیا میں معکم۔ تمھارے ساتھ۔ اس سے ان کی مراد امور ظاہرہ میں ایک دوسرے کی موافقت جیسے نماز و روزہ اور نکاح و بیاہ اور وراثت وغیرہ وغیرہ۔ قالوا بلیٰ۔ کہیں گے ہاں ظاہر ہم تمھارے ساتھ تھے۔

ولکنکم فتنتم انفسکم۔ لیکن اپنے نفسوں کو فتنہ میں ڈالا منافقت کر کے اور انہیں تباہ و برباد کیا۔ فتنہ کی اضافت کی طرف میلان و شہوت کی وجہ سے ہے اور دوسرے مقام لا یفتننکم الشیطان میں فتنہ کی نسبت شیطان کی طرف وسوسہ ڈالنے کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف چنانچہ انا فتنا قومك بیشک ہم نے (تیری قوم کو آزمائش میں ڈالا) تخلیق کی وجہ سے ہے کیونکہ اس میں گمراہی اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمائی۔

وتربصتم۔ اور تم اہل ایمان پر مصائب کا انتظار کرتے تھے التربص بمعنی الانتظار۔

فائدہ :۔ حضرت مقاتل نے فرمایا کہ تم (حضرت) محمد (مصطفےٰ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر موت کے وقوع کا انتظار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ عنقریب فوت ہوں تو ہماری جان چھوٹ جائے گی اور یہ قبیح وصف ہے کیونکہ وسائل الخیر و وسائط الحق کی موت کا انتظار عظیم جرم اور بہت بڑا قبیح امر ہے اس لیے کہ ان کی طوالت عمر سے استفادہ کیا جاتا ہے اور ان کی مجلسوں و صحبتوں کو غنیمت سمجھا جاتا ہے۔

وارتبتم ۔ اور تم شک کرتے دینی یا نبوت کے امور میں یا اس دن میں۔

وغرتکم الامانی ۔ اور تمھیں تمناؤں نے دھوکہ میں ڈالا یعنی صرف خیالی ارادے۔ منجملہ ان کے یہ خیال عنقریب دین کا معاملہ اُلٹ جائے گا۔

امانی ۔ امنیۃ کی جمع ہے جیسے اضحیہ۔

عین المعانی میں ہے کہ تمھیں شیطان نے دھوکہ دیا اور حضرت امام ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمھیں اباطیل الدنیا نے دھوکہ دیا۔

حتیٰ جاء امر اللہ ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آیا یعنی موت۔

وغرکم باللہ ۔ تمھیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دھوکہ دیا۔ الغرور ۔ دھوکہ باز نے یعنی شیطان نے دھوکہ دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا کریم ہے تمھیں عذاب نہیں کرے گا۔[1]

فائدہ :۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ شیطان کے فریب میں رہیں گے یہاں تک کہ انھیں اللہ تعالیٰ دوزخ میں ڈالے گا۔

حل لغات :۔ الزجاج نے فرمایا کہ الغرور بروزن مفعول بہ اسماء مبالغہ سے ہے مثلاً فلاں اکول (بہت کھانے والا) ایسے ہی الشیطان الغرور (شیطان فریبی) کیونکہ ابن آدم کو بہت زیادہ فریب دیتا ہے المفردات میں ہے کہ الغرور ہر وہ شے جو انسان کو فریب دے مال ہو یا جاہ۔ شہوت ہو یا شیطان ۔ اور شیطان کو غرور اس لیے کہا جاتا ہے کہ دنیا کے اسباب کے ساتھ یہی سب سے بڑھ کر فریبی ہے اس لیے کہا جاتا ہے دنیا فریب دیتی ہے ضرر رساں اور آنی جانی شے ہے۔

تفسیر عالمانہ :۔

فالیوم لا یؤخذ منکم فدیۃ ۔ اے منافقو آج تمھارے سے نہیں لیا جائے گا فدیہ) جس سے تم اپنے سے عذاب رفع کر سکو یعنی کوئی شے دے کر خود کو عذاب سے چھڑا سکو (نہیں ہو سکے گا)۔

---

[1] امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ نے ترجمہ کیا فریبی نے (کیا خوب اور بہترین ترجمہ کیا از اویسی غفرلہٗ

الفداء بمعنی کوئی شے خرچ کر کے خود کو مصیبت سے محفوظ کر لینا وہ مال ہو یا کوئی نفس دیگر یعنی تمہارے سے نہیں لے جائے گی دیت اور نہ کوئی نفس دیگر تمہارے عوض۔

ولا من الذین کفروا۔ اور نہ کافروں سے یعنی وہ جو ظاہراً باطناً کافر ہیں۔

فائدہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان (دینی لحاظ سے) تین قسم ہیں:۔

۱۔ مؤمن ۲۔ کافر ۳۔ منافق

مومن ظاہراً باطناً مخلص۔

کافر ظاہراً باطناً منکر۔

منافق ظاہراً مخلص باطناً منکر۔

ماواکم النار۔ تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے کہ اس کے غیر کی طرف تمہیں نہیں لوٹایا جائے گا تم ہمیشہ جہنم میں رہو گے۔

ھی مولاکم۔ یعنی آگ تمہاری رفیق ہے کہ تمہارے میں اسی طرح تصرف کرے گی جیسے مولیٰ اپنے غلام میں تصرف کرتا ہے کیونکہ تم نے اپنے لیے وہ کرتوت کیے جو اسی لائق ہیں جس میں تم ہو۔

تحقیق مولیٰ:

یہ اَولیٰ سے مشتق ہے بخلاف الزوائد بمعنی وہ مکان جو اسی کے لائق ہو مثلاً کہا جاتا ہے ھو اولیٰ بکم۔ ایسے ہی کہا جاتا ہے ھو مئنۃ الکرم۔ وہ کرم کی جگہ ہے مئنۃ بمعنی مکان یہ انہ کریم کے بجائے بولا جاتا ہے بہر حال اولیٰ کا مفعل (مولیٰ) ہے جیسے مئنۃ مفعلۃ اِنّ سے ہے جو تاکید کے لیے آتا ہے تحقیق یہ ہے کہ اپنے لفظ سے مشتق نہیں کیونکہ یہ حرف اس سے متعلق نہیں ہوتے بلکہ اس کلمات کی حرکت انہی حروف کو متضمن ہیں تاکہ معلوم ہو کہ اس کا معنیٰ اسی میں ہے یا مولیٰ بمعنی ناصر ہے اس محاورہ سے ہے جو کہا جاتا ہے۔ تحیۃ بینہم ضرب وجیع (ان کا تحیہ سخت مار ہے)۔ اس سے تحیہ کی نفی قطعی طور نفی مطلوب ہے کیونکہ سخت مار تو تحیہ نہیں ہوتی اس سے واضح ہے کہ ان کے درمیان تحیہ ہے ہی نہیں اسی طرح اہل نار کہا جائے گا کہ یہ دوزخ تمہاری مددگار ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا کوئی یار و مددگار ہے ہی نہیں مولیٰ بمعنی متولی ہے یعنی یہی دوزخ تم پر تصرف کرے گی جیسے تم دنیا میں اس کے موجبات میں تصرف کرتے (یعنی اس کے لیے عمل کرتے رہے)۔

وبئس المصیر۔ اور آگ تمہارا بُرا ٹھکانہ ہے۔

تفسیر صوفیانہ:

تاویلات نجمیہ میں ہے کہ اس سے نار قطعیت (ہجر و فراق) مراد ہے یعنی تمہاری ہجر و فراق کی نار تمہاری مولیٰ اور تم پر مسلط ہے اور اسی کی طرف تمہارا بُرا رجوع ہے۔

حکایت:۔ حضرت شبلی قدس سرہٗ نے ایک تر و تازہ ٹہنی دیکھی جو اصل سے کٹ گئی ہے تو رو پڑے۔ آپ سے

مریدین نے پوچھا کہ آپ کیوں روئے فرمایا کہ یہ اپنی اصل سے کٹ گئی ہے لیکن پھر بھی تروتازہ ہے اور وہ نہیں جانتی کہ اس کا انجام خشک اور بیکار ہو جانا ہے۔

حکایت :۔ حضرت شبلی قدس سرہٗ نے ایک عورت کو دیکھا کہ روتی ہے اور کہتی ہے ہائے۔ ہائے میرا بچہ مجھ سے جدا ہو گیا آپ بھی رو پڑے اور فرماتے تھے ہائے احباب کی جدائی اور فراق۔ عورت نے پوچھا آپ ایسے کیوں کہتے ہیں فرمایا تو مخلوق کی جدائی پر رو رہی ہے کہ وہ فانی ہے اس نے فنا ہونا تھا اور میں اس کی جدائی اور فراق سے نہ روؤں جو خالق اور باقی ہے ۔

فرزند و یار چونکہ بمیرند عاقبت

اے دوست دل مبند بجز حی لایموت

ترجمہ :۔ بیٹے اور دوست بالآخر مریں گے اے دوست سوائے حی لایموت کے کسی سے دل نہ لگا۔

تفسیر عالمانہ

:۔ الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ ۔ کیا ایمان والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ذکر الٰہی کے لیے ان کے دل جھک جائیں۔

حل لغات :۔ انی الامر یانی ۔ اینا و انا و اناءً بمعنیٰ اُس وقت آگیا بمعنی حان حینہ و ادرک (وقت آگیا ۔ پہنچ گیا) الخشوع بمعنی عاجزی وذلت یعنی وقت نہیں آیا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے ان کے قلوب جھک جائیں اور مطمئن ہو اس کے اوامر کی تعمیل کر کے اس کی طاعت کی طرف جھکیں اور نواہی سے رک جائیں بغیر سستی اور کمی کے۔

فائدہ :۔ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ ذکر اللہ سے اگر غیر قرآن مراد ہے تو اب مطلب یہ ہوگا کہ نرم اور رقیق ہو جائیں قلوب جب ذکر الٰہی سیں کیونکہ ذکر الٰہی خشوع القلوب کا سبب ہے اس معنیٰ پر ذکر اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے اور لام بمعنی وقت ہے۔ اگر قرآن مراد ہو تو ذکر فاعل کی طرف ہے اور لام علت کی ہے مواعظ الٰہی کے لیے جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر فرمایا اور ان آیات کے لیے جو تلاوت کی جاتی ہیں اب معنیٰ یہ ہوا کہ ابھی وقت نہیں آیا ان لوگوں کا جو مومن ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور ان کے قلوب اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نرم ہوں۔

وما نزل من الحق ۔ اور اس حق کے لیے جو نازل ہوا یعنی قرآن اس کا عطف ذکر اللہ پر ہے جب وہاں بھی یہی مراد ہو یعنی قرآن تو یہ عطف بوجہ تغایر العنوانین کے ہے کیونکہ قرآن ذکر بھی ہے وعظ بھی۔ گویا وہ حق ہے آسمان سے نازل ہوا اور نہ عطف حقیقی ہے یعنی اب تغایر العنوانین کی تاویل کی ضرورت نہیں) جیسے اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا انما المؤمنین الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم

و اذا تلیت علیھم ایاتہ زادتھم ایمانا ۔ بیشک وہ مؤمن جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو بڑھادیتی ہیں۔

حل لغات :۔ الخشوع بمعنی اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے لیے مکمل طور تعمیل اور اس کے جس طرح کے احکام ہیں ان پر عمل کرنے میں کامل طور گھٹنے ٹیکنا منجملہ ان کے وہی جو انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر ہوا اور جو آگے مذکور ہو گا۔

شانِ نزول (۱) :۔ مروی ہے کہ مکہ معظمہ میں بعض اہل ایمان تنگ تھے لیکن جب ہجرت کی اور بہت سا مال پایا اور نعمتوں سے سرفراز ہوئے تو خشوع و خضوع کے معاملہ میں سست پڑ گئے ان کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔

فائدہ :۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارے اوپر جب یہ آیت اتری اور ہمارے اسلام لانے اور اس کے نزول کے درمیان چار سال گزرے تھے۔

فائدہ :۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کے قلوب میں سستی دیکھی تو اثنائے نزول القرآن میں تیرہ سال بعد یہی آیت نازل فرمائی۔

فائدہ :۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں انتباہ فرمایا حالانکہ وہ قرآن پڑھتے تھے اگرچہ تم سے بہت کم لیکن ان سے فسق کا صدور نہ تھا اور تم قرآن بہت زیادہ پڑھتے ہو لیکن فسق زیادہ کرتے ہو۔

شانِ نزول (۲) :۔ بعض نے کہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مزاح اور خوش طبعی زیادہ ہو گئی اسی لیے انہیں تنبیہہ کی گئی اور فرمایا الم یأن للذین امنوا الخ۔

فائدہ :۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منہاج العابدین میں فرمایا کہ غور کرو کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خیر القرون کے مصداق ہیں ان سے بھی مزاح و خوش طبعی صادر ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں انتباہ فرمایا (پھر ہم تم کس قطار و شمار میں)

حکایت :۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی آپ کے ہاں اہل یمامہ آئے ہوئے تھے وہ یہ آیت سُن کر خوب روئے آپ نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ ہم بھی اسی طرح تھے لیکن اب دل سخت ہو گئے ہیں[۱]۔

---

[۱] ازالۂ وھم :۔ اس سے خود صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مراد نہیں بلکہ بعرف عام عوام مراد ہیں جیساکہ

تقریر شیخ سہروردی قدس سرہ:- حضرت شیخ سہروردی قدس سرہ عوارف المعارف میں لکھتے ہیں حتیٰ قست القلوب کا مطلب یہ ہے کہ وہ سخت ہوگئیں یعنی قرآن کے سننے سے بے رغبت ہوگئیں اور دنیا ہی کیطرف متوجہ ہوئیں اور اسکے عجائب و غرائب سے بے نیاز ہوگئیں یہاں تک کہ ان میں تبدیلی آگئی اور واحد مستغرب کی طرح ہوتا ہے اسی لیے بعض مشائخ نے فرمایا کہ میرا نماز سے وہی حال ہے جو نماز میں ہے اس میں اشارہ ہے کہ اسے شہود پر استمرار ہے اس معنیٰ پر۔
حتیٰ قست القلوب۔ بظاہر قلوب کی تقبیح ہے کہ وہ سخت ہوگئیں اور تلوین کا شکار ہوئیں ورنہ درحقیقت یہ ان کی تحسین ہے کہ وہ شہود و تمکین سے مشرف ہیں۔

تفسیر صوفیانہ:- حضرت البقلی قدس سرہ نے فرمایا کہ یہ آیت ان مریدین کے لیے ہے جو ضعیف اور جن کے نفوس میں حظوظ کا میلان ہے یہاں تک کہ وہ خشوع کے محتاج ہیں کہ جب وہ ذکر الٰہی میں ہوں تو ان پر خشوع لازم ہے ورنہ اہل صفوۃ تو وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عشق میں جل گئے ہیں اگر یہ خطاب اکابر صحابہ وغیرہم کو ہوتا تو عبارت ہوتی۔ ان تخشع قلوبھم اللہ۔ کیونکہ خشوع اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور وہ نیکی اور ارادۂ حق میں تحت شوق الی اللہ عارف کی فناء کی جگہ ہے وہ والہ و شیدا ہو کر فانی فی اللہ باقی باللہ بنتے ہیں قلب میں خشوع للذکر رقت کی جگہ ہے جب کوئی قلب رقیق ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ذکر الٰہی کے نور سے خاشع ہوتا ہے گویا اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف لطف سے دعوت دی ہے کہ وہ خشوع و خضوع اور اس کے حکم کے تابع ہو کر اس کے ذکر سے لذت پا کر اس کا ذکر سنیں یہاں تک کہ ان کے قلوب میں سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی لذت کے اور کوئی لذت نہ آسکے آئے تو ذکر الٰہی کی لذت سے کم ہو۔

فائدہ:- حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے خشوع نفاق سے پناہ مانگتا ہوں آپ سے سوال ہوا کہ خشوع النفاق کیا ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ ظاہری جسم تو خاشع لیکن دل خاشع نہ ہو۔

حاشیہ بقیہ پچھلے صفحے کا:- گفتگو میں عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ مخاطب مضامین خود پر چسپاں کر کے عوام کو انتباہ کرتا ہے۔ فقیر اویسی غفرلہ نے اس لیے انتباہ کیا کہ شیعہ عام طور پر اس طرح کی عبارات دکھا کر صحابہ ثلاثہ (کو بالخصوص) پر حملہ آور ہوتے ہیں ورنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا گریہ و زاری اور خوف خدا تو مشہور ہے جس کا سارا زمانہ معترف ہے سوائے مخالفین کے۔

۱۔ در آوازہ خواہی در اقلیم فاش
برون کن حلہ کو درون حشو باش

۲۔ اگر بیخ اخلاص در بوم نیست
ازیں در کسے چوں تو محروم نیست

۳۔ زر اندو دگاں را بآتش برند
بدید آنکہ مس یا زرند

ترجمہ:۱۔ اگر تو اپنی شہرت چاہتا ہے کہ ملک بھر میں تیرا نام ہو تو ظاہر داری کو دور کر اندر صاف ہو۔

۲۔ اگر تیرے اندر اخلاص نہیں تو تیرے جیسا اور کوئی محروم انسان نہیں۔

۳۔ جس تانبے پر سونا پلیٹ لیا جائے اُسے آگ میں ڈالتے ہیں اس کے بعد ہی ظاہر ہوتا ہے کہ سونا کیا ہے اور تانبہ کیا ہے۔

تفسیر عالمانہ: ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتٰب من قبل۔ اور اُن کی طرح نہ ہو جنہیں پہلے کتاب دی گئی۔ اس کا عطف ان تخشع الخ پر ہے اور اس میں اہل کتاب سے مماثلت کی نہی ہے اس امر میں جس کا ذکر ہوتا ہے۔

فطال علیہم الامد (پھر ان پر مدت دراز ہوئی) اَمَدٌ سے اجل اور وہ زمانہ جو ان کے اور ان کے انبیاء علیہم السلام کے مابین گزرا یا اعمار اور آمال مراد ہیں اور ان پر جفاء و قسوۃ (سختی) کا غلبہ تھا اور ان سے وہ نرمی ہٹ گئی جو توراۃ و انجیل سے حاصل ہونی چاہیئے تھی۔ جب وہ اُن کی تلاوت کرتے یا سنتے فقست قلوبھم (تو ان کے دل سخت ہو گئے) پتھر کی طرح یا اس سے بھی زیادہ سخت۔

القسوۃ بمعنی قلب کی سختی اور وہ اتباع شہوت سے حاصل ہوتی ہے۔ شہوت و صفوۃ (قلب کی صفائی) کا اجتماع نہیں ہوتا۔

وکثیر منہم فاسقون۔ ان کے اکثر فاسق ہیں یعنی اپنے دین کی حدود سے خارج ہیں اور بوجہ زیادہ ہونے جفاء و سختی قلب کے اپنی کتابوں کے احکام سے بالکل خارج ہیں۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے جو ابتداءً خشوع کا دامن چھوڑتا ہے وہ بالآخر فسق میں مبتلا ہوتا ہے اسی لیے صوفیہ کرام نے فرمایا کہ سختی دل کا نتیجہ غفلت اور دل کی نرمی کا نتیجہ طاعت کی طرف توجہ ہے ؎

دے کز نور معنیٰ نیست روشن
مخوانش دل کہ آں سنگست و آہن

ترجمہ:۔ وہ دل جو نورِ معنی سے روشن نہیں اسے دل نہ کہو بلکہ وہ پتھر اور لوہا ہے۔

دلے کز گردِ غفلت زنگ دارد　　　　ازاں دل سنگ و آہن ننگ دارد

ترجمہ:۔ وہ دل جو گردِ غفلت سے زنگ رکھتا ہے اس پتھر اور لوہے والے دل سے ننگ رکھتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ذکرِ الٰہی کے بغیر زیادہ نہ بولو دل سخت ہو جائیں گے کیونکہ سخت دل اللہ تعالیٰ سے بعید ہے۔ غلاموں کے جرائم اس طور نہ دیکھو کہ تم ان کے آقا ہو بلکہ اپنے جرائم ایسے دیکھو کہ گویا تم کسی کے غلام ہو۔ لوگ دو قسم کے ہیں:۔

۱۔ مبتلا　　　　۲۔ معاف کیے ہوئے مبتلا لوگوں پر رحم کرو اور عافیت پر اللہ تعالیٰ کا شکر۔

اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتہا۔ بیشک اللہ تعالیٰ زمین کو زندہ کرنا اسکے مرنے کے بعد ذکرِ الٰہی اور تلاوت سے۔ احیاء القلوب القاسیہ کی تمثیل ہے احیاء الارض المیتہ بارش سے اس میں خشوع اور قساوۃ قلبی سے تحذیر (ڈرنا) کی ترغیب ہے۔

فائدہ:۔ حضرت کاشفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے منکرو جان لو کہ اللہ تعالیٰ زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مرنے کے بعد اور اسی طریقہ سے اموات کو زندہ کرے گا۔

قد بینا لکم الآیات:۔ بیشک ہم نے تمھارے لیے آیات بیان کی ہیں منجملہ ان کے یہی آیات بھی ہیں۔

لعلکم تعقلون (کہ تمھیں سمجھ ہو) تاکہ تم سمجھو جو ان میں ہے اور ان کے موجب پر عمل کرو تو دارین کی سعادت سے کامیابی حاصل کرو۔

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ کا سبب:۔ منقول ہے کہ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توبہ کا سبب آیت الم یأن للذین الخ ہے کیونکہ آپ پہلے ڈاکو تھے اور بہت بڑے ناشائستہ افعال میں مبتلا تھے ایک دفعہ کسی کے عشق (مجازی) میں مبتلا ہو گئے برائی کے لیے اس سے ایک وقت مقرر کیا آدھی رات کو وقت مقررہ اور معین جگہ تک پہنچے محبوبہ کے گھر کی دیوار پر چڑھے تو کسی پڑھنے والے سے سنا الم یأن للذین اٰمنوا الخ یہ تیر دل کے نشانہ تک پہنچا اسی وقت درد و سوز دل میں اٹھا اللہ تعالیٰ کی مہربانی نے رہبری فرمائی توفیق الٰہی کے قیدی بن کر واپس لوٹے اور کہتے جاتے تھے بلیٰ و اللہ۔ ہاں بخدا قد آن۔ بیشک وقت آگیا ہے۔ واپس لوٹتے ہی ویرانہ میں جھونپڑا

ڈال دیا وہاں سے گزرنے والے ڈرتے کہ فضیل بن عیاض نے یہاں ڈیرہ جمایا ہوا ہے کہیں لوٹ نہ لے۔ وہ راہ چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کرتے اس پر خود کو ملامت کی اے بدانسان تو کتنا بدبخت ہے کہ تو گناہوں میں ایسا بدنام ہوا کہ اب تک خلق خدا تجھ سے گھبراتی ہے آدھی رات کے وقت بارگاہِ حق میں سچے دل سے تائب ہوئے اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کیا یا اللہ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور اپنی توبہ تیرے گھر کے جوار میں پیش کرتا ہوں اور تمام گناہوں سے دُور رہوں گا اور اپنی ناکسی سے آہ و فغاں کناں ہوں میرے درد کا درماں پیدا فرما اے تمام دردمندوں کے درماں ساز۔ اے پاک صفت از ہر عیب۔ اے عالی صفت از ہر کمی۔ اے بے نیاز از خدمت۔ اے میری خیانت (گناہ) سے بے نقصان مجھے اپنی رحمت سے بخش مجھ قیدی کو خواہشات کی قید سے نجات دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان پر بہت ہی رحمت فرمائی اس کے بعد خانہ کعبہ چلے گئے وہاں عرصہ دراز تک مجاور رہے اور سرخیل اولیاء ہوئے۔ (سلسلہ چشتیہ کے سرتاج ہیں)

گدائے کوئے تو از ہشت مستغنیست
اسیر عشق تو از ہر دُوں آزادست

ترجمہ: تیری گلی کا گدا آٹھ بہشتوں سے بے نیاز ہے۔ تیرے عشق کا قیدی ہر جہان سے آزاد ہے۔

حکایت: حضرت عبداللہ المبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں میں ایک باغ میں گیا اُس وقت میرا عین شباب اور میرے ہمجولے ساتھ ساتھ تھے خوب کھایا پیا۔ مجھے بانسری بجانے کا شوق تھا رات کو بانسری بجانے کے لیے اُٹھائی تو وہ بول پڑی اور کہا الم یأن للذین آمنوا الخ میں نے فوراً بانسری زمین پہ دے ماری اور اسے توڑ پھوڑ دیا اور آئندہ عہد کیا کہ ہر وہ فعل جو اللہ تعالیٰ سے دُور کرنے والا ہوگا نہیں کروں گا۔

حکایت: حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے اُن کی توبہ کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں محکمہ پولیس میں ایک سپاہی تھا اور شراب خوب پیتا تھا۔ میں نے ایک حسین لونڈی خریدی اور وہ خوب محبوب اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اس سے میرا جی لگ گیا جب وہ چلنے لگی اس سے اور پیار بڑھ گیا جب میں شراب پیتا تو وہ چھوٹی بچی مجھ سے چھین کر میرے کپڑوں پر انڈیل دیتی۔ دو سال کی ہو کر مر گئی میں اُس کی جدائی سے سخت مغموم و محزون ہوا۔ شعبان المعظم کی پندرھویں اسی سال شب جمعہ تھی میں شراب پی کر خوب مست تھا مجھ سے عشاء کی نماز بھی ادا نہ ہو سکی میں نے خواب میں دیکھا کہ آج قبرستان والے قبور سے نکلے اور میدان حشر میں تمام مخلوق جمع ہو رہی ہے۔ ان میں میں بھی ہوں اپنے پیچھے آنے والے کو محسوس کیا دیکھا تو وہ سیاہ و زرد رنگ کا بڑا سانپ ہے منہ کھولے ہوئے ہے اور میری طرف بڑھ

رہا ہے گویا مجھے اپنا لقمہ بنانا چاہتا ہے میں گھبرا کر آگے کی جانب دوڑا ۔ راستہ میں مجھے ایک بزرگ ملے جن کا
لباس نہایت صاف اور پاکیزہ اور خوشبو سے معطر ان کو السلام علیکم عرض کیا اور کہا کہ آپ مجھے اس آفت و بلا سے
نجات دلا سکتے ہیں فرمایا میں تو ایک کمزور انسان ہوں اور یہ آفت بڑی طاقت ور ہے میں اسے نہیں ہٹا سکتا
لیکن دوڑتا جا اور بہت تیز بھاگ ممکن ہے اس سے تجھے نجات مل جائے میں ان کے فرمان پر آگے کو دوڑا
اور خوب دوڑا یہاں تک کہ ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گیا دیکھا تو آگے بڑی آگ ہے اس میں اور لوگ بھی ہیں
ارادہ ہوا کہ چھلانگ لگادوں آگ بہتر ہے اس بلا و مصیبت (سانپ) سے کیونکہ وہ تو صرف میرے پیچھے مجھے
لقمہ بنانے کے لیے پیچھا کر رہا ہے چھلانگ لگانے کا ارادہ کیا تو آواز آئی پیچھے کو ہٹ جا یہ تیرے لائق
نہیں ۔ میں اس آواز سے مطمئن ہو کر پیچھے کو لوٹا تو سانپ بھی پیچھے ہٹتا گیا یہاں تک کہ میں اسی شیخ کے
ہاں واپس آ گیا اور عرض کی کہ آپ کو میں نے کہا کہ اس سانپ سے مجھے نجات دلوائیں لیکن آپ نے کوئی مدد
نہ فرمائی اب میں کیا کروں ۔ شیخ میری بات سن کر رو پڑے اور فرمایا میں ایک کمزور انسان ہوں میں کیا کر سکتا
ہوں سامنے والے پہاڑ کی طرف چلے جاؤ وہاں مسلمانوں کی امانتیں ہیں ممکن ہے تیری کوئی امانت اس
میں ہو تو پھر تیری نجات کی اُمید کی جا سکتی ہے ۔ میں نے پہاڑ کو دیکھا وہ مستدیر (گول) ہے اس میں دریچے
ہیں ان پر پردے لٹکے ہوئے ہیں ۔ ان دریچوں کے دروازے سرخ سونے کے ہیں جن پر موتیوں کا جڑاؤ
ہے اور ان کے پردے ریشمی ہیں ۔ میں بھاگ کر پہاڑ کی طرف چلا گیا اور سانپ بھی میرے پیچھے آ رہا تھا
میں پہاڑ کے قریب پہنچا تو ملائکہ کرام نے آواز دی کہ پردے ہٹا دو اور دروازے کھول دو اور اس کے
اندر جھانک کر دیکھو شاید اس خوف زدہ کی کوئی امانت اندر ہو جو اسے اس دشمن (سانپ) سے نجات دلوا
دے اس آواز پر پردے ہٹ گئے ۔ دریچے کھل گئے ۔ اچانک مجھے بچے چودھویں کے چاند سے چہرے
نظر آئے ۔ ادھر سانپ میرے بالکل قریب پہنچ گیا میں حیران تھا کہ اب کیا کروں ان بچوں میں سے
ایک نے زور سے پکارا کہ جھانکو سارے جھانکو اب سانپ اس کے قریب آ گیا ہے اس آواز کے بعد
چھوٹے بچے فوج در فوج میری طرف جھانکتے چلے جاتے یہاں تک کہ میری دو سالہ (جو مر گئی تھی) بچی نے
مجھے دیکھ پایا اور دیکھ کر رو دی اور کہا بخدا یہ تو میرا ابو ہے ۔ یہ کہہ کر نور کے گھڑے میں ایسی تیز چھلانگ
لگائی جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے پھر اچانک میرے سامنے آ گئی اور بایاں ہاتھ بڑھا کر میرے دائیں
ہاتھ سے چمٹا دیا اس کیفیت کو دیکھ کر سانپ تو پیچھے بھاگ گیا اور بچی نے مجھے بٹھایا اور میری گود میں
بیٹھ گئی اور دایاں ہاتھ میری داڑھی پر رکھ کر پڑھا الم یأن للذین الخ ابا جی کیا ایمان والوں کا وقت نہیں کہ ان
کے دل خاشع ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے ۔ بچی کی نصیحت سے میں رو پڑا اور کہا بیٹی تم لوگ بھی

قرآن مجید کو جانتے ہو۔ کہا ابّو ہم قرآن کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ میں نے کہا بیٹی تمھیں معلوم ہے وہ سانپ کیا بلا تھی کہا وہ تیرے اعمال تھے جنہیں تم روزانہ اور زیادہ بڑھا رہے ہو اس کا ارادہ تھا کہ وہ تجھے جہنم کی آگ میں ڈبو دے۔ میں نے کہا بیٹی وہ بوڑھا کون تھا جس نے میری رہبری کی کہا ابّو وہ آپ کا عمل صالح تھا جسے تو نے نہایت کمزور کر رکھا ہے یہاں تک کہ اسے تیری برائیوں کا مقابلہ مشکل ہے۔ میں نے پوچھا بیٹی تم پہاڑ میں کیا کرتی ہو کہا ہم مسلمانوں کے تمام بچے اسی میں مقیم ہیں یہاں تک کہ قیامت قائم ہو ہم تمھارے انتظار میں رہتے ہیں کہ کب آؤ گے تاکہ ہم تمھاری شفاعت کریں اس پر میں گھبرا کر جاگ اُٹھا اور صبح ہوتے ہی جملہ برائیوں سے تائب ہو گیا اور میری توبہ کا سبب یہی ہے جو مذکور ہوا۔

۱. سر و ز جیب غفلت بر آور کنوں
که فردا نماند بخجلت نگوں

۲. با پسدری خفته بیدار بود
چو مرگ اندر آرد ز خوابت چه سود

۳. ز ہجراں طفلی که در خاک رفت
چه نالی که پاک آمد و پاک رفت

۴. تو پاک آمدی بر حذر باش و پاک
که ننگ است ناپاک رفتن بخاک

ترجمہ: ۱. غفلت کے گریبان سے سر باہر لا تاکہ کل (قیامت میں) شرمساری سے سر نیچے نہ ہو۔

۲. سونے سے ابھی بیدار ہونا چاہیئے جب موت آئے گی اُس وقت خواب سے بیداری کا کیا فائدہ۔

۳. چھوٹے بچے کی جدائی سے کیوں روتا ہے کہ وہ قبر میں گیا وہ تو اچھا ہے کہ پاک پیدا ہوا اور پاک ہو کر قبر میں گیا۔

۴. تو بھی پاک آیا ہے تو ڈرتا رہ: اور پاک ہو کر زندگی بسر کر کیونکہ ناپاک ہو کر قبر میں جانا ننگ و عار اور شرم کی بات ہے۔

تفسیر عالمانہ: ان المتصدقین والمتصدقات۔ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں۔

واقرضوا اللہ قرضاحسنا (اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دیا) اس کا من حیث المعنیٰ صلہ پر عطف ہے۔ اب یہ ہُوا کہ وہ مرد اور عورتیں جنہوں نے صدقہ دیا اور اللہ کو قرض حسن دیا۔

فائدہ:۔ قرض حسن وہ صدقہ ہے جو پاک مال خوشی سے خلوص نیت کے ساتھ صدقہ کے مستحق کو دیا جائے۔

مسئلہ:۔ اس سے ثابت ہوا کہ معتبر وہی صدقہ ہے جو اخلاص سے ہو۔

سوال:۔ تکرار تو فصاحت کے خلاف ہے اور یہاں تکرار کیوں

جواب:۔ پہلا صدقہ مقید ہے، دوسرا مطلق ہے اس معنیٰ پر تکرار کہاں؟

حدیث شریف:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے عورتو میں تمھیں جہنم میں بکثرت دیکھتا ہوں۔

مسئلہ:۔ اس میں اشارہ ہے کہ عورتوں کو زیادہ صدقہ دینا چاہیئے۔

حدیث شریف:۔ مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عید میں موجود تھا خطبہ میں نہ اذان تھی اور نہ ہی اقامت۔ آپ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سہارا سے عصا لے کر خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے تقویٰ کا حکم فرمایا اور طاعت کی ترغیب دی اور لوگوں کو خوب وعظ فرمایا پھر عورتوں کے ہاں تشریف لے گئے انہیں بھی وعظ فرمایا اور فرمایا کہ صدقہ کرو اس لیے کہ جہنم کا زیادہ ایندھن تم ہو۔ ایک بی بی نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا کیوں فرمایا تم شکوہ شکایت زیادہ کرتی ہے اور شوہر کی زیادہ ناشکری ہو۔ یہ سن کر عورتیں اپنے زیورات صدقہ کے طور پر دینے لگیں اور اپنے زیورات حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالتی گئیں یہاں تک کہ بہت سامال جمع ہوگیا تو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقراء مسلمین پر تقسیم فرما دیا۔

یضاعف لہم۔ ان کے دونے ہیں (بصیغہ مجہول اپنے مابعد جار مجرور کی طرف مسند ہے بعض نے وہ جو صلہ کی جگہ پہ مصدر محذوف ہے اس کی طرف مسند ہے کہ دراصل ثواب تصدق تھا۔

ولہم اجر کریم۔ اور ان کے لیے باعزت ثواب ہے وہ ثواب جو رضائے الٰہی اور اقبال سے مقترن ہو۔

بدنیا توانی عقبیٰ خری

بخر جان من ورنہ حسرت خوری

ترجمہ:۔ دنیا سے ہی آخرت خریدی جاسکتی ہے اے میری جان ابھی خرید لے ورنہ حسرت کھائے گا۔

والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ۔ اور وہ جو اللہ تعالیٰ اور تمام رسولوں پر ایمان لائیں یہ مبتدا

ہے اس کی خبر۔

اولٰئک ۔ یہ دوسرا ابتداء ہے۔

ھم ۔ یہ تیسرا ابتداء ہے اس کی خبر "الصدیقون و الشہداء" ہے اور یہ مبتداء مع خبر پہلے مبتداء کی خبر ہے یا ہُم ضمیر فصل کی ہے اور اس کا مابعد اولٰئک کی خبر اور جملہ موصول کی خبر ہے یعنی اولٰئک کی ۔ اَب معنیٰ یہ ہُوا کہ یہی ہیں کامل سچے اور دل پر گواہ ۔

عند ربھم ۔ اپنے رب تعالیٰ کے ہاں علو مرتبہ اور رفعہ محل میں وہ بمنزلہ صدیقین اور شہداء کے ہوں گے ان سے وہی لوگ مراد ہیں جنہوں نے تصدیق (رسالت) میں سبقت کی اور راہِ خدا میں شہید ہوئے۔

فائدہ :۔ فتح الرحمٰن میں ہے کہ صدیق صیغہ صفت ہر وہ شخص جس سے صدق بکثرت ظہور رہوا اور اس اُمت میں آٹھ حضرات مشہور ہوئے جو اپنے زمانے میں روئے زمین پر دیگر لوگوں سے اسلام میں سبقت کر گئے :۔

۱۔ ابوبکر ۲۔ علی ۳۔ زید ۴۔ عثمان ۵۔ طلحہ

۶۔ زبیر ۷۔ سعد ۸۔ حمزہ ۔

نویں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو بھی شامل کیا گیا ہے ۔ اگرچہ ان کے اسلام لانے کے بعد کل چالیس مسلمان تھے انہیں ان صدیقین میں ان کی صدق نیت کی شہرت کی وجہ سے داخل کیا گیا۔

شہداء کے اقسام :۔

شہداء کے تین درجات ہیں :۔

۱۔ وہ شہداء جو اسلام و کفر کی دو صفوں کے درمیان شہادت پائے یہی تمام درجات میں بڑا درجہ ہے۔

۲۔ وہ جو کسی حادثہ یا بلاؤ مصیبت میں مبتلا ہو کر مرے جیسے پانی میں غرق ہونا ۔ آگ میں جلنا ۔ دیوار کے نیچے دب جانا ۔ طاعون میں پیٹ کی بیماری سے ۔ مسافری میں ۔ یوم جمعہ یا شب جمعہ میں ۔ اور باطہارت مرنا ۔

۳۔ تیسرا درجہ یہی جسے آیت ہذا نے بیان کیا اور یہ درجہ تمام اہل ایمان کو نصیب ہوتا ہے ۔

فائدہ :۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ الصدیق وہ جنہوں نے صدق میں مبالغہ کیا کہ ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جملہ احکام کی تصدیق کی ۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی شہادت پہ قائم رہے یا وہ شہداء اس لیے ہیں کہ وہ امم سابقہ پر قیامت میں گواہی دیں گے۔

تفسیر صوفیانہ :۔ بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ وہ جو ایمان لائے حقیقی شہودی عیانی نہ کہ

کہ علمی و بیانی اور ایمان شہودی فنانی اللہ نفساً و قلباً و اسرار و روحاً سے حاصل ہوتا ہے اور رسولوں پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ صفات قلب سے فنار اور صفات روح کی بقا حاصل کی۔

اولٰئک ھم الخ یہی لوگ صفت صدیقیت سے متحقق اور مراتب صدق کی انتہار کو پہنچنے والے ہیں اور یہی اپنے نفوس پر صدق و وفا کی گواہی دیتے ہیں ساتھ عہد (میثاق) کے کیونکہ ایسے لوگوں سے رشحات الصدق مترشح ہوتا ہے لامحالہ ان کو صدیقین کا اجر اور شہدار کا نور نصیب ہوگا اور یہ اجر و نور انہی لوگوں سے مخصوص ہے نہ کہ وہ جو مقلدانہ ایمان لائے اور تقلیدی طور پر تصدیق کرے اور مقلد ہو کر صرف زبانی گواہی بغیر عیاں کا ترتب فنار پر ہے۔

صدیق و صادق میں فرق: صادق مخلص (بالکسر) کی طرح ہے جو شوائب صفات نفسانیہ سے مطلقاً صاف ہے اور صدیق مخلص (بالفتح) کی طرح ہے جو شوائب غیریت سے صاف ہے دوسرا فلکاً اوسع اور احاطہ کے لحاظ سے اکثر ہے۔ اس معنیٰ پر ہر صدیق و مخلص (بالفتح) صادق و مخلص (بالکسر) ہے لیکن ہر صادق صدیق نہیں۔ حضرت ابو علی الجرجانی قدس سرہ نے فرمایا کہ قلوب الابرار کونین سے متعلق ہوتی ہے کہ کبھی متوجہ اور کبھی غیر متوجہ لیکن صدیقین کی قلوب عرس سے متعلق ہوتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔

تفسیر عالمانہ: لھم اجرھم و نورھم۔ ان کے لیے ان کا اجر و نور ہے یہ مبتدا و خبر ہے جملہ موصول کی دوسری خبر ہے ضمیر علی الوجہ الاول موصول کے لیے اور پچھلی دو ضمیریں صدیقین و شہدار کے لیے ہیں جب التباس کا خطرہ نہ ہو تو ایسا کرنا جائز ہے کہ یہ در اصل لھم مثل اجرہم و نورہم تھا یعنی ان کے لیے جو معروف بغایۃ الکمال و عزۃ المنال میں اجر و نور ہے اور حروف تشبیہ اس لیے محذوف ہے تاکہ قوت مماثلت پر تنبیہہ ہو اور معلوم ہو کہ یہ حد درجہ کے ایک دوسرے سے متحد ہیں جیسے کہا گیا کہ ھم الصدیقون والشھداء الخ اور اُن کے لیے بھی کہا گیا لھم اجرہم الخ لیکن یہ مماثلت اس میں نہیں کہ جو کچھ فریق اول (مصدقین واقرضوا الخ) کے لیے اجر و نور ہے اور تمام وہ جو فریق ثانی یعنی صدیقوں و شہدار کے لیے ہے وہ اضعاف کے بغیر ہو بلکہ اضعاف کا تعلق دونوں سے ہوگا تاکہ ان کے بین تفاوت کیا جا سکے بہر حال سب کا مرجع ایک ہے اور معنیٰ یہ ہے کہ ان سب کے لیے اجر و نور موعود ہے۔

فائدہ: بعض مشائخ کبار نے فرمایا کہ اجر سب عمل کے بغیر نہ ہوگا اور وہ جو اللہ تعالیٰ خارج از کسب کسی کو عطا فرمائے وہ نور وہبی ہوگا اسے اجر نہ کہا جائے گا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لھم اجرہم

و نور ہم اس لیے کہ اُجر وہ ہے جو کسب و عمل سے نصیب ہو اور نور وہ ہے جو اللہ تعالیٰ بغیر کسب کے عطا فرمائے لیکن اُجر بھی ایسی شے نہیں کہ جس میں عطائے الٰہی کا تعلق نہ ہو البتہ یہ ہے کہ اُجر وہ ہے کہ جس میں اکتساب کی وجہ استحقاق کا شائبہ ہے کیونکہ یہ عوض ہے اس کا جو عمل متقدم ہے اور وہ بندے کی طرف منسوب ہے ہاں ہر اُجر میں نور کا اختلاط ضرور ہوگا تاکہ معلوم ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بندے پر منت و احسان ہے کہ اس نے توفیق بخشی تو عمل کیا ورنہ محروم رہتا تو کیا کرتا اس لیے بندے کو اُجیر کہا جاتا ہے کہ اس نے طاعت الٰہی بجالائی اور اعمال صالحہ کا اس سے صدور ہوا تو اجارہ اسی معمولی سی نسبت سے ہے اسی لیے تو بندے نے خدمت سید خود (عبادت) پر مدد چاہی (ایاك نستعین) کہا۔

سوال:۔ عبد کے لیے اُجرت کا اطلاق کیسا جبکہ عبد پر سید (رب تعالیٰ) کی خدمت (عبادت) فرض ہے اس کے لیے اجرت کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اگر اسے مالک کے لیے اجنبی بنائیں تو بھی کام نہیں بنتا کیونکہ جب وہ اجنبی ہے تو پھر اس پر طاعت فرض کیسی اور اس پر اُجرت کا ترتب کیسا حالانکہ اجرت کا ترتب تو اس وقت ہوتا ہے جب وہ خود کو اُجرت کے لیے پیش کرے لیکن یہاں ایسے نہیں کیونکہ یہ طاعت و عبادت کے لیے خود کو پیش کرے یا نہ کرے اس پر مالک کی طرف سے بعد بلوغ خود بخود فرض ہو جاتی ہے۔

جواب:۔ انسان کی دو حالتیں ہیں:۔

۱۔ عبودیت ۲۔ حالت اجارت

اس حیثیت سے کہ وہ عبد ہے اس لیے وہ مکلف بالعبادت ہے جیسے نماز۔ زکوٰۃ و جملہ فرائض اس حیثیت سے اس کے لیے کوئی اُجرت نہیں اور جب اس کی دوسری حیثیت آئے گی کہ وہ ان کے عمل کے لیے مستعد ہے بلکہ مرتکب ہے تو بوعدۂ الٰہی اسے ان کا اجر و ثواب ہوگا لیکن یہ مخصوص احکام مندوبہ کے ساتھ نہ کہ احکام مفترضہ کیونکہ اعمال مندوبہ کا جب بندہ مرتکب ہوگا تو اسے اُجر ملے گا یعنی قرب الٰہی پر ان اعمال کا اسے اُجر و ثواب نصیب ہوگا کیونکہ ایسے اعمال سے اسے قرب حاصل ہوگا نہ کرے گا تو قرب حاصل نہ ہوگا۔ اور نہ ہی ان کے نہ کرنے پر اسے کسی قسم کا عتاب ہوگا اس معنیٰ پر بندہ بمنزلہ اجنبی کے ہے اگرچہ فرائض بھی ادا کر رہا ہے تو بھی اس کی حیثیت اجیر کی ہے باقی رہے نوافل ان کا اُجر ہے تو بھی محبت الٰہی کی حیثیت سے ہے جیسے حدیث قدسی میں ہے۔

لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ بندہ ہمیشہ نوافل سے قریب ہوتا رہتا ہے یہانتک

کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں۔

نکتہ :۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ نوافل کے متعلق بندہ بااختیار ہے۔ اجیر کی طرح کہ جب انسان چاہے گا کہ وہ عبادت کرے تو اس وقت اُس نے اپنے نفس پر ذاتِ حق کو ترجیح دی لیکن فرائض بندہ اضطراری ہے وہاں اس کے اختیار کو دخل نہیں اس سے سمجھ لیں کہ عبد اختیاری و عبد اضطراری کا کتنا فرق ہے ایسے ہی عبد اجیر مختار ہے لیکن عبد اضطراری مملوک ہے کہ مالک کے حکم کے بغیر ذرہ برابر بھی کام نہیں کر سکتا یہی اصلی عبد ہے اس کا اپنے سید پر کوئی استحقاق نہیں لیکن سید اس کے تمام کا مالک ہے وہی اسے ملے گا جو اس کی ضرورت ہے۔ کھانے پینے۔ لباس وغیرہ وہ سید کے جملہ احکام کے لیے ہر وقت مستعد رہتا ہے۔ رات دن مالک کے مکان سے باہر قدم رکھنے کا مجاز نہیں نہ ہی کوئی ایسا کام کر سکتا ہے جس میں اس کی مرضی کو دخل ہے ایسے بندے دنیا میں بھی مع اللہ ہیں اور آخرت میں بھی اور محشر میں بھی اور جنت میں بھی کیونکہ اس کا جملہ وجود اپنے مالک کی ملک ہے مالک جس طرح اس میں چاہے تصرف کرے بخلاف عبد اجیر کے کہ اسے وہی ملے گا جو اس کی اُجرت مقرر ہوئی اتنا ہی خوراک پوشاک وغیرہ لے گا جو معین ہوا اسے مالک کے حرم میں داخلہ کی اجازت نہیں ہوتی نہ ہی اسے مالک کے اسرار سے آگاہی ہوتی ہے اگر وہ سید و موجر کے پاس ہے تو ضرورت تک جب ضرورت پوری ہو گی وہ اپنی اُجرت لے کر اس سے جدا ہو جائے گا اور اپنے اہل و عیال میں آکر وقت بسر کرے گا ایسے نہیں کہ وہ اس سے بڑھ کر کوئی اور شے چاہے ہاں اگر سید اپنے لطف و کرم سے اسے جو چاہے عنایت فرمائے۔

سبق :۔ آخرت عبودیت اختیاری منقطع ہو جائے گی اضطراری عبودیت کام آئے گی اس تقریر سے وہی فائدہ اُٹھا سکتا ہے جسے اپنے مالک کا عرفان نصیب ہے دیکھئے انبیاء علیہم السلام جلیل الشان ہونے کے باوجود کتنا عبودیت میں خالص و مخلص تھے کہ معمولی طور پر بھی نفوس کی خواہشات کو دخیل نہ بنایا اور نہ ہی مخلوق میں کوئی ان کی عبودیت سے متعلق ہو سکا اس کے وجود کہتے رہے۔ ان اجری الا علی اللّٰہ۔ وہ اس لیے کہ وہ اسمائے الٰہیہ کے حکم کے آگے مکمل طور سرنگوں رہے بخلاف ان کے ماسوا کے وہ حالت اختیار و اضطرار ہر طرح ذات حق کے عبد خالص مخلص رہے اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں اسماء الٰہیہ نے خود منتخب کیا کہ وہ اپنے آثار ان میں ظاہر فرمائیں اور وہ خود بھی مختار تھے کہ وہ جس اسم کے تحت رہیں اسمائے الٰہیہ نے جب جانا کہ انہی حضرات نے ان کے تحت ہونا ہے تو انہوں نے ان کی خدمت کے اجور خود متعین فرمائے مثلاً ہر اسم پکارتا تھا کہ میرے حکم میں داخل ہو گئے تو فلاں فلاں اُجر ملے گا۔ ہر اسم کی خدمت کے تحت انبیاء علیہم السلام داخل ہوتے گئے یہاں تک سید (مالک ذات)

نے اپنی عبودیت کے لیے اعلان فرمایا تو انہوں نے دوسرے مشاغل ترک کرکے عبودیت کو اختیار فرمایا اس کے بعد انہیں اختیار دیا گیا کہ جس اسم سے مشغول ہو اجازت ہے یہی وجہ ہے کہ بندہ ہر شغل میں جس طرح مشغول ہو یعنی جس طرح کی نفلی عبادت میں مصروف ہو لیکن جب نماز کی اقامت کا اعلان ہو تو پھر باقی نوافل ترک کرکے نماز میں ہی داخل ہونا ضروری ہو جاتا ہے اس لیے کہ اس میں اپنے مالک کی معیت نصیب ہوتی ہے اور یہی اس کی عبودیت اضطراری ہے (الجواہر للامام الشعرانی قدس سرہ)

تفسیر عالمانہ: والذین کفروا وکذبوا بآیاتنا۔ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کی تکذیب کی۔

اولئك۔ وہ جو صفات قبیحہ سے موصوف ہیں اصحاب الجحیم۔ وہ دوزخی ہیں کہ ہمیشہ ہمیشہ اس سے جدا نہ ہوں گے۔

مسئلہ: اس سے ثابت ہوا کہ ہمیشہ دوزخ میں رہنا صرف کفار کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ یہ ترکیب بتاتی ہے کہ یہ خلوص کفار کا خاصہ ہے اور کفر سے کفر باللہ مراد ہے یہی ایمان باللہ کے بالمقابل ہے اور تکذیب سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے ظاہر کردہ معجزات کو ٹھکرا دیا۔ یہی ایمان باللہ وتصدیق بالرسل الکرام کے بالمقابل ہے اور یہ دونوں صفتیں ان میں موجود تھیں اسی لیے وہ دائمی دوزخ کے مستحق ہوئے۔

تفسیر صوفیانہ: اس میں اشارہ ہے کہ جنہوں نے ہماری ذات سے کفر کیا اور ہماری آیات کبریٰ کی تکذیب کی اور صریح بیّن واضح قلباً سراً و ردحاً کفر کیا تو وہ اصحاب الجحیم ہیں یعنی بُعد میں رہیں گے اور درگاہِ حق سے مطرود ہیں اور لعن مخصوص دائماً کے مستحق ہیں۔ صفات کو آیات سے اس لیے موصوف فرمایا کہ کتب الٰہیہ صفات اللہ تعالیٰ ہیں اور انبیاء علیہم السلام بھی صفات اللہ ہیں اس حیثیت سے کہ وہ اسماء الٰہیہ وصفات علیہ کے مظاہر ہیں۔ ایسے ہی جملہ مجالی و مرائی کو سمجھ لو صرف فرق ہے تو ظہور بالکمال کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام مظاہر باکمال ہیں اور دوسرے باکمال نہیں۔

مسئلہ: جس طرح انبیاء علیہم السلام اور ان کی آیات کی تکذیب ہی وعید کا موجب ہے ایسے ہی اولیاء کرام اور ان کی آیات (کرامات) کی تکذیب بھی موجب وعید ہے کیونکہ علماء باعمل یعنی اولیاء (انبیاء ومرسلین کے وارث ہیں۔

فائدہ: اولیاء کی آیات سے مراد کرامات علمیہ والکونیہ ہیں۔ ان کی ایسی کرامات کی ان کے معاصرین وغیر معاصرین نے تصدیق کی تو وہ اصحاب النعیم ہوئے اور جنہوں نے ان کی تکذیب کی تو وہ اصحاب جحیم ٹھہرے۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ
وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ
ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ
شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ
الْغُرُوْرِ ۝ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ
السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ
اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ مَآ اَصَابَ مِنْ
مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ
اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا
تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۝ الَّذِيْنَ
يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ
الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ
فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ
بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ ع

ترجمہ: جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور آرائش اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا اور مال اور
اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا اس مینہ کی طرح جس کا اگایا سبزہ کسانوں کو بھایا پھر
سوکھا کہ تو اسے زرد دیکھے پھر روندن ہو گیا اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے
بخشش اور اس کی رضا اور دنیا کا جینا تو نہیں مگر دھوکے کا مال بڑھ کر چلو اپنے رب کی بخشش
اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی جیسے آسمان اور زمین کا پھیلاؤ تیار ہوئی ہے ان کے لیے

جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں ہے قبل اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں بے شک یہ اللہ کو آسان ہے اس لیے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا اور اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اتروانا بڑائی مارنے والا وہ جو آپ بخل کریں اور اوروں سے بخل کو کہیں اور جو منہ پھیرے تو اللہ بے شک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اتاری کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور ہم نے لوہا اتارا اس میں سخت آنچ اور لوگوں کے فائدے اور اس لیے کہ اللہ دیکھے اس کو جو بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے بیشک اللہ قوت والا غالب ہے۔

بقیہ سابقہ صفحہ کا:-
سبق:- ایسی آیات (کرامات) اور ان کے اصحاب (اولیاء) تا قیامت موجود رہیں گے کیونکہ باب الولایت ہمیشہ کھلا رہے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے عمیم افضال سے اپنے اولیاء میں سے بنائے بحرمتہ النبی وآلہ (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین)۔

تفسیر عالمانہ:-

اعلموا انما الحیوۃ الدنیا۔ اے دنیا والو جان لو کہ بیشک دنیا کی زندگی۔ لفظ حیوٰۃ زائد ہے اس کا مضاف مضمر ہے۔ دراصل امور الدنیا تھا اور یہ بھی ہے کہ حیوٰۃ الدنیا امور دنیا سے بعلاقہ لزوم مجاز ہو اور کشف الاسرار میں اس کی عبارت یوں بنائی کہ وہ حیات جو در داولیٰ کو قریب تر ہے یعنی اس سرائے کی زندگانی، اور رما صلہ کا ہے کیونکہ اس سے مقصود اسی دار کی زندگی ہے ہر وہ اوقات موت سے پہلے ہیں وہ دنیا ہے اور جو اس کے بعد ہے وہ اُخری (آخرت) ہے۔

لعب کھیل ہے یعنی باطل کام خواہ مخواہ خود کو کھیل والے کی طرح بلا فائدہ تھکا رہے ہو۔

بازیچۂ اطفال ایست طفل فریب ایں دہر
بے عقل مرد آنکہ بدو مبتلا شوند

ترجمہ:- بچوں کا کھیل اور یہ اسباب زمانہ بچہ کے فریب ہیں وہ لوگ بے عقل ہیں جو اس میں مبتلا ہوتے ہیں۔

ولھو۔ اور کود اس سے نفوس سے کھیلتے اور انہیں اس سے ان اُمور سے مشغول کرتے ہو جو تمہارے

لیے آخرت کی بہبودی کا موجب تھے۔

وزینۃ۔ اور آرائش۔ لباس وسواری اور بہترین مکانات جنہیں تم سنگارتے ہو۔

وتفاخر۔ اور آپس میں بڑائی مارنا حسب ونسب سے تم ایک دوسرے پر فخر کرتے ہو۔ الفخر بمعنی وہ اشیاء جو انسانوں سے خارج ہیں جیسے مال وجاہ وغیرہ پر بڑائی مارنا اسی لیے ہر نفیس شے کو فاخر سے تعبیر کرتے ہیں (المفردات)۔

وتکاثر فی الاموال والاولاد۔ اور مال واولاد میں ایک دوسرے سے زیادتی چاہنا۔ گنتی وغیرہ سے یعنی کثرت مال واولاد کی وجہ سے فخر کرنا بالخصوص اولیاء اللہ پر خود کو اونچا سمجھنا لیکن یاد رکھو کہ تھوڑے عرصہ کے بعد یہ چیزیں تمھارے سے دُور ہو جائیں گی لہو و فرح غم اور حزن سے بدل جائیں گی یہ تمام اسباب دُور ہو جائیں گے اور یہ تفاخر و تکاثر انگارے کی طرح نیست و نابود ہو جائیں گے۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا لعب بچوں کے کھیل کی طرح اور زینت عورتوں کی زیبائش کی طرح اور تفاخر ہم زمان کے فخر کی طرح اور تکاثر دھقان کے تکاثر کی طرح۔

پند سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ دنیا کا غم نہ کھا کیونکہ یہ دنیا چند چیزوں کا نام ہے:۔

۱۔ مطعوم (خوردنی اشیاء) ۲۔ مشروب ۳۔ ملبوس ۴۔ مشموم (سونگھنے کی اشیاء) ۵۔ مرکب (سواریاں) ۶۔ منکوحہ (نکاح والی عورتیں)۔

اس کی سب سے بڑی خوردنی شے شہد ہے اور وہ ایک مکھی کا لعاب ہے اور پینے کی سب سے بڑی شے پانی ہے اور اس میں انسان وحیوان شریک ہیں اور لباس میں سب سے بڑی شے ریشم ہے اور وہ ایک کیڑے کا تانا ہے۔ اور سونگھنے میں سب سے بڑی شے مشک ہے اور ایک ہرنی کا خون ہے اور سواری میں سب سے بڑی شے گھوڑا ہے اس پر سوار ہو کر تو لوگوں کو قتل کیا جاتا ہے اور نکاح کی سب سے بڑی شے عورتیں ہیں اور یہ پیشاب گاہ ہیں اور پیشاب گاہ کی پیدائش ہیں۔

حدیث شریف:۔ میں ہے کہ میری دنیا سے کیا غرض۔ میری اور دنیا کی مثال اس سوار جیسی ہے جو گرمی کے موسم میں سایہ دار درخت کے نیچے گرمی ہٹانے کے لیے چند لمحات ٹھہر کر چل پڑے اور اس درخت کو چھوڑ دے۔

جہان اے پسر ملک جاوید نیست
ز دنیا وفا دار امید نیست

ترجمہ :۔ اے عزیز دنیا ہمیشہ کا ملک نہیں۔ دنیا سے وفا کی امید نہیں۔

کمثل غیث۔ اس بارش کی طرح۔ کاف محلاً منصوب علی الحالیۃ ہے اس ضمیر سے حال ہے جو لعب میں ہے کیونکہ اس میں وصف کا معنٰی ہے اس میں ایسے اوصاف ہیں جو غیث (بارش) کے مشابہ ہیں یا مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ دراصل ھی کمثل غیث یا حیوٰۃ الدنیا کی خبر بعد خبر ہے۔

الغیث وہ بارش جو لوگوں کو مفید ہو اور پانی کی قلت پر قحط کے وقت اسے مانگیں بخلاف المطر کے کہ وہ عام ہے (کہ قحط نہ ہو)۔

اعجب الکفار۔ جو کسانوں کو بھایا یعنی کھیتی کرنے والوں کو۔

حل لغات :۔ الازہری نے فرمایا کہ اہل عرب زارع (کسان) کو کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ یکفر بذاہ تیراب الارض۔ مٹی میں بیج کو چھپاتا ہے۔ دراصل الکفر بمعنی الستر (چھپانا) ہے کافر کو بھی اسی لیے کافر کہا جاتا ہے کہ وہ حق کو باطل سے چھپاتا ہے

اھل الکفور اھل القبور۔ اہل کفور اہل قبور ہیں۔

اللیل۔ (رات) کو کافر اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اشخاص کو چھپاتی ہے۔

نباتہ۔ اس کا اگنا یعنی وہ کھیتی جو اس سے اُگی۔ خلاصہ یہ کہ کفار کو دنیا کی زینت زیادہ بھاتی ہے بخلاف مومن کہ اسے دنیا کی کوئی شے بھائی تو اس کی فکر فوراً اس کے صانع کی طرح منتقل ہو گئی اور کافر کی فکر اس بھائی ہوئی شے سے صانع کی طرف منتقل ہوتی ہی نہیں بلکہ اسی پسندیدہ شے کے تصور میں ڈوبا رہتا ہے۔

فائدہ :۔ بعض مواقع پر زینت کے اظہار سے روکا گیا ہے تاکہ ضعیف لوگوں کے قلوب کو ٹھیس نہ پہنچے جیسے اعراس اور اس قسم کے دیگر مواقع۔

ثم یھیج۔ پھر وہ سوکھ جائے یعنی سبزی خنکی اور رونق کے بعد آفت سماویہ یا ارضیہ سے سوکھ جائے۔

حل لغات :۔ ہاج النبت (انگوری خشک ہو گئی) یہیج ہیجا ہیجانا وہیاجا (بالکسر) بمعنی یبس (سوکھ گیا) الہائجہ وہ زمین جس کی سبزی خشک یا زرد ہو جائے اَہاجہ بمعنی ایبسہ (اسے خشک کیا) و اہیجھا یعنی انگوری سے خشک پایا۔

فتراہ مصفراً (کہ تو اسے زرد دیکھے) بعد اس کے کہ تو نے اسے رونقدار اور سبزہ زار دیکھا تھا۔

سوال :۔ فیعصفر کیوں نہ کہا۔

جواب :۔ تاکہ معلوم ہو کہ اس کا نہ رہنا اس کے سوکھنے کے ساتھ ساتھ ہوا۔ اس طرح اس کا دیکھنا بھی اسی پر مرتب ہوگا۔

ثم یکون حطاما۔ پھر ہو جائے روندن۔ ایک دوسرے سے ٹوٹا پھوٹا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر۔

حل لغات :۔ القاموس میں ہے الحطم ٹوٹنا یا یہ خشک اشیاء سے خاص ہے۔

فائدہ :۔ آیت میں دنیا کے اُمور کی تحقیر ہے یعنی یہ اُمور وہ ہیں جو آنے والی کامیابی تک نہیں پہنچا سکتے اس کی مثال بھی اس دی ہوئی جو حقارت کے لیے ظاہر ہے اس میں یہ بیان بھی ہے کہ یہ دنیوی اُمور باطل ہیں۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

پند حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ :۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لوگ آب سو رہے ہیں جب مریں گے تب بیدار ہوں گے یہ قلیل النفع اور سریع الزوال ہے اس کی طرف عقل مند دھیان نہیں کرتے چہ جائیکہ اسے قیام گاہ بنائیں اور اس کے حال کی تمثیل نبات مذکور سے اس لیے دی گئی کہ یہ دنیا جلد چھوٹنے والی شے اور نہایت قلیل النفع ہے۔

مسئلہ :۔ زینت حیات دنیا دار اصل اللہ تعالیٰ کی (بنائی ہوئی) زینت ہے لیکن اس کا دارومدار نیت پر ہے کیونکہ بالطبع محبوب شے ہے جب انسان بالطبع اس کی طرف مائل ہو تو مذموم ہے اگرچہ وہ اس پر شرعاً حرام نہیں اگر وہ اپنے رب کے حکم کے مطابق اس کی طرف مائل ہو تو محمود ہے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کے امر و حکم سے ہو اور اس کا مرجع اسی کی ذات ہو تو اس کا کل کا کل محمود ہے اور حیات دنیا لہو و لعب اور زینت و تفاخر و تکاثر ہے اور انسان کا اپنے جیسے پر فخر کرنا غلط ہے کیونکہ وہ اس کی حقیقت سے بے خبر ہے یہی اس کی مذمت کا سبب ہے۔

شہوات کے سات اسباب :۔ بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ شہوات سات ہیں وہی جنہیں قرآن کریم نے بیان فرمایا :۔

زین للناس حب الشہوات انسان کے لیے حب شہوات سنگاری گئی ہیں :۔

۱۔ عورتیں ۲۔ اولاد ۳۔ قناطیر المقنطرۃ ۴۔ سونا ۔ ۵۔ چاندی ۵۔ گھوڑے نشان والے ۶۔ جانور ۔ ۷۔ کھیتی۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں اس آیت میں پانچ بیان فرمائی ہیں یعنی اعلموا انما ھذا الحیوٰۃ الدنیا لھو و لعب الخ اور سورہ محمد میں صرف دو میں ان سب کو بیان کر دیا جیساکہ فرمایا انما الحیوۃ الدنیا لھو و لعب اور ایک آیت میں ان دونوں کو ایک امر میں بند کر دیا چنانچہ فرمایا فاما من خاف

مقام ربہ و نہی النفس عن الھوی۔ بہرحال وہ بندہ کی اپنے رب تعالیٰ کی پیشی سے ڈرتا ہے اور نفس کو خواہشات سے روکتا ہے۔

الھویٰ جامع ہے تمام شہوات کو جو خواہشات سے چھوٹا وہ ہر قید اور برزخ سے نجات پا گیا اور وہ تمام مسالک وصول الی المطلب الاعلیٰ والمقصد الاقصیٰ کو پہنچ گیا۔

و فی الاخرۃ عذاب شدید (اور آخرت سخت عذاب ہے) اس کے لیے جو دنیا کی طرف متوجہ ہوا لیکن آخرت طلب نہ کی۔

نکتہ:۔ عذاب کا ذکر اس لیے کہ وہ نتیجہ ہے اس انہماک کا جو دنیا کی تفصیل میں مذکور ہوا۔

و مغفرۃ اور بہت بڑی مغفرت ہے من اللہ اللہ تعالیٰ سے و رضوان اور بہت بڑی خوشنودی کہ جس کا اندازہ کسی کو معلوم نہیں یہ اس کے لیے ہے جس نے دنیا سے اعراض کر کے آخرت کی طرف متوجہ ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ کی تلاش میں رہا کیونکہ دنیا و آخرت ہر دونوں اہل اللہ پر حرام ہیں۔ ؎

اے طالب دنیا تو بے مغروری
وے مائل عقبیٰ تو یکے مزدوری
وے آنکہ ز میل ہر دو عالم دوری
تو طالب نور بلکہ عین نوری

ترجمہ:۔ اے طالب دنیا تو بہت بڑے فریب میں ہے اور اے آخرت کا مائل تُو تو ایک مزدور ہے۔ اے وہ جو ہر دو عالم سے دور ہے تو نور کا طالب بلکہ تو عین نور ہے (تجھے مبارک ہو)

مسئلہ:۔ اس میں اچھی نیت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہ مباح وغیرہ کو طاعت بنا دیتی ہے۔

فائدہ:۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ جس کا طریقہ صحیح اور نیت اچھی ہو وہ اعمال صالحہ سے جو تمنا رکھتا ہے سب کو حاصل کرے گا۔

حدیث شریف:۔ میں ہے جو باوضو ہو کر سویا اور اس کا ارادہ تھا کہ وہ تہجد کے لیے اُٹھے گا لیکن اسے نیند نے گھیر لیا اور نہ اُٹھ سکا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے قیام اللیل کا ثواب لکھ دے گا۔

فائدہ:۔ اسی طرح اس کے لیے جو حج یا جہاد کی نیت سے گھر سے نکلا۔

سبق:۔ اس طباخ و خبّاز (کھانا تیار کرنے والے) کو سوچنا چاہیئے کہ جو رات کو بیداری میں طعام وغیرہ پکانے میں گزار دیتا ہے اور لوگ آرام سے سو رہے ہوتے ہیں اسے نفع کی اُمید ہے لوگوں سے کوئی غرض نہیں اگر اسے سوچ ہوتی تو نیت یوں کرتا کہ میرا یہ کام اللہ تعالیٰ کے بندوں کی بھلائی کے

لیے ہے تو خوب ہوتا لیکن اپنی نیت بیع کی طرف نفع ہیں گنوا دی۔

سبق:۔ خلاصہ یہ کہ بازاری ہو یا کوئی کاریگر ان کو نیت یوں کرنی چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی خدمت کر رہا ہے اور بس اس کا یہ پروگرام ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی طرح عبادت میں قوت پیدا کرنے کے لیے کام کر رہا ہے یہاں تک کہ وہ عبادت کرکے اُجر پائیں گے تو مجھے بھی ثواب ملے گا۔

فائدہ:۔ جو شخص طریقہ مذکورہ پر حکم شرع کے مطابق کام کرتا ہے مصالح عبادت کی خاطر یا کسی کے شکرانہ میں کہ اس نے اسے کسی نعمت سے نوازا تو وہ اللہ تعالیٰ کی عبودیت میں ہے کیونکہ اُس نے وہ حق ادا کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر واجب تھا اور بندوں کی خدمت کی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسی لیے اسی کا حکم ہی ہے کہ وہ حق عبودیت سے باہر نہیں ہوا بخلاف اس بندۂ خدا کے کہ وہ اپنی خواہش نفسانی پر کام کرتا ہے تو وہ اسے حق کے امر و حکم کی بو بھی نصیب نہیں یہ عبودیت میں داخل نہیں اسے چاہیئے کہ حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔

فائدہ:۔ بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ جس نے دنیا کی مذمت کی تو اس نے ماں کی نافرمانی کی کیونکہ جتنا امور از قسم انکار و شر و اللہ تعالیٰ کے بندے دنیا کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ جملہ اس کے نہیں بلکہ اس کی اولاد کے ہیں یعنی انسانوں کے کیونکہ بُرا فعل دنیا کا نہیں بلکہ مکلف کا ہے یہ تو بندے کی سواری ہے جس کے ذریعے وہ مقصد تک پہنچ سکے ہاں اسی کے ذریعے بندہ شر سے نجات بھی پا سکتا ہے بلکہ دنیا تو چاہتی ہے تو اس کی اولاد میں سے کوئی بھی خدا تعالیٰ کا نافرمان نہ ہو کیونکہ یہ اپنی اولاد کے لیے بہت بڑی شفیق ہے اور چاہتی ہے کہ اس کی اولاد میں سے کوئی بھی آخرت میں دُکھ نہ اُٹھائے حالانکہ دنیا نے اسے جنا بھی نہیں (صرف مجازی طور اہل دنیا کی ماں کہلاتی ہے) اور نہ ہی اس نے تربیت کی ہے اور ماں (دنیا) کی ایک نافرمانی یہ ہے کہ جملہ نیک امور جو اسی میں کرتے ہیں وہ آخرت کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ وہ سارے اعمال دنیا میں ہی کیے گئے ہیں۔ دنیا کو کوئی ایسی مصیبت کا اُجر ملے گا جو اسے اولاد کی طرف سے پہنچ رہا ہے۔

فائدہ:۔ جس نے دنیا کی مذمت کی وہ جاہل ہے وہ اپنی ماں (دنیا) کے حقوق نہیں جانتا اور جو ایسا ہے وہ آخرت کے حقوق سے جاہل تر ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا پر لعنت کرے تو دنیا کہتی ہے اللہ تعالیٰ اسے ملعون بنائے جو اپنے رب کا بے فرمان ہے۔

فائدہ:۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ حسن نیت سے اعمال کرکے ان کا ثواب طلب کرنا کوئی بُری بات نہیں نہ صرف عوام بلکہ خواص بھی اس سے نہیں بچ سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ انسان کی پیدائشی فطرت ہی ایسے ہی ہے کہ وہ اُمور طبعیہ و روحانیہ کی طرف فطرۃً مائل ہے اس لیے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے

وعدہ فرمایا اور اُس کی ترغیب دلائی ہے تو وہ اس طرف رجوع کریں تو کیا حرج ہے کیونکہ اس سے تو حکم الٰہی اثبات ہو گا کیونکہ مکابرہ ربوبیت کے ساتھ ناجائز ہے بلکہ کاملین اسی رغبت میں عوام کے ساتھ شریک ہیں صرف باعث وموجب ہیں عوام سے ممتاز ہیں کیونکہ ان کی طلب میں حق بحقدار رسید والی بات ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اپنے نفوس پر بھی ظلم نہیں کرتے بلکہ ان کے حقوق کی بھی ادائیگی کرتے ہیں کیونکہ جو اپنے نفس کا حق نہیں کرتا وہ بھی کمال کے درجہ سے گرا ہوا ہے اور نفس کے ساتھ کھوٹ کرنے والا ہے۔

وما الحیوٰۃ الدنیا۔ اور نہیں ہے حیات دنیا الا متاع الغرور۔ مگر دھوکا کا مال۔ یعنی اس مال کی طرح جو ٹوٹے شیشوں اور ٹھیکریوں سے تیار شدہ ہو جو چند لمحات کے بعد مٹ جائے لیکن پہلی نظر دیکھتے ہی طبیعت کو بھا جائے پھر جب اسے نفع اُٹھانے کے لیے لیا جائے تو ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے۔

حکایت:۔ منقول ہے کہ کسی بادشاہ کی خدمت میں فیروزہ رنگ کا پیالہ پیش کیا گیا جو جواہر سے مرصع تھا اس کی نظیر نہ دیکھی گئی بادشاہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا حضار مجلس میں سے دانشوروں سے اس کے متعلق پوچھا تو ایک نے کہا میں اس میں سخت تنگی اور مصیبت بعجلت دیکھتا ہوں پوچھا وہ کیسے جواب دیا کہ اگر ٹوٹ جائے تو ایسی مصیبت کہ اس کا جب نقصان نہیں ہو سکے گا اگر چوری ہو جائے تو اس کی تلاش کا محتاج ہو گا حالانکہ اس کے آنے سے پہلے تو دونوں مصیبتوں سے محفوظ تھا اتفاقاً چند ایام کے بعد پیالہ ٹوٹ گیا تو بادشاہ عظیم مصیبت میں مبتلا ہو گیا۔ بادشاہ نے کہا دانشور نے ٹھیک کہا تھا کاش یہ پیالہ میرے ہاں نہ لایا جاتا۔

فائدہ:۔ یہ دنیا دھوکہ کا سامان اس لیے ہے جو اس پر مطمئن ہے اور اسے آخرت کا ذریعہ نہیں بناتا اور وہ جو اس سے آخرت طلب کرتا ہے تو اس کے لیے یہ دنیا بہتری کی طرف پہنچانے کا سامان ہے اور بہتر جنت ہے بہرحال دنیا مقصود بالذات نہیں بلکہ اجر آخرت کے لیے بالعرض (بالواسطہ) مقصود ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اچھا مال نیک مرد کے لیے ہے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

مال را کز بہر حق باشی حمول
نعم مال صالح گفتش رسول

ترجمہ:۔ اگر مال اللہ تعالیٰ کے لیے اُٹھاتا پھر رہا ہے تو یہ اچھا ہے ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

قاعدہ صوفیانہ:۔ جو شے (خدا تعالیٰ اور) آخرت سے غافل کر دے وہ دنیا ہے اور جو اس طرح نہ ہو وہ آخرت ہے۔ بعض مشائخ اکابر نے فرمایا کہ اس بارہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد

وارد ہے وہ اپنے بندوں کو مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ میں نے مخلوق پیدا فرمائی تاکہ وہ دنیا کی کنجیاں اور لوگوں کے محاسن دیکھیں ان کی مفاتیح دنیا پر پڑے تو وہ اپنی نظر زہد کی طرف پھیر دے اور لوگوں کے محاسن (نیک کردار) دیکھ کر حسن ظن سے کام لے لیکن عام انسان نے اس کے برعکس کر دیا کہ دنیا کے خزانے دیکھ کر اس میں للچایا اور خوب پھنسا اور لوگوں کے محاسن کے بجائے مساوی (برائیاں) دیکھ کر ان کی غیبت میں لگ گئے۔

حکایت: شجاع کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے شیخ ابوالفوارس شاہین شکار کے لیے نکلے اس وقت وہ کرمان کے بادشاہ تھے۔ شکار خوب ڈھونڈا اور ان کی نگاہ ایک ویرانہ پر پڑی جو تنہا بے آب وگیاہ تھا اس کے اندر گئے دیکھا تو ایک نوجوان درندے پر سوار جا رہا ہے اور اس کے ارد گرد درندے تھے جب درندے نے شاہ کرمان کو دیکھا تو اس کی طرف بھاگا تاکہ چیر کھائے نوجوان نے درندے کو زجر و توبیخ کی جب وہ نوجوان شاہ کرمان کے قریب ہوا تو السلام علیکم کے بعد فرمایا اے شاہ کرمان اللہ تعالیٰ سے اتنا غفلت کیوں دنیا میں ایسا مشغول ہوا کہ آخرت بھی بھول گئے اور لذت وشہوت میں ایسے پھنسے کہ خدمت حق بھی گئی۔ تجھے اللہ تعالیٰ نے دنیا اس لیے دی تاکہ تم اس سے اس کی خدمت آسانی سے کر سکو لیکن تم نے اسے اس سے غفلت کا ذریعہ بنا ڈالا یہ بات ہو رہی تھی کہ اچانک ایک بڑھیا وہاں سے نکلی اس کے ہاتھ میں پانی تھا جسے اس نوجوان نے پی لیا تھوڑا بچا بادشاہ کرمان کو دیا کہا میں نے اس سے لذیذ تر پانی کبھی نہیں پیا اور ٹھنڈا ایسا کہ اس کی نظیر کہاں اور پھر مٹھاس کا کیا کہنا۔ پانی دے کر بڑھیا غائب ہو گئی۔ نوجوان نے کہا یہی بڑھیا دنیا تو تھی اسے اللہ تعالیٰ نے میری خدمت کے لیے بھیجا تھا میں جب کسی شے کو چاہتا ہوں وہ مجھے فوراً لا کر دیتی ہے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے دنیا پیدا فرمائی تو اسے فرمایا اے دنیا جو میری خدمت (عبادت) کرے تو اس کی خادم رہنا جو تیری خدمت کرے تو اسے اپنا خادم بنانا۔ جب شہزادے نے نوجوان کی باتیں سنیں تو تائب ہو گیا اور عبادت الٰہی میں اتنی جد وجہد فرمائی کہ ولی اللہ بن گیا۔

سبق: جو کچھ زمین میں ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے بنایا تو (گویا یہ دولہا ہے تمام روئے زمین کا) دولہے دلہن کے لائق نہیں کہ جو اس پر نچھاور کیا جائے وہ اس کے جمع کرنے کے درپے ہو جائے حالانکہ جو چیز جس پر نچھاور کی جاتی ہے وہ اس کے اعزاز و اکرام میں ہوتا ہے اور جو شے نچھاور کی جاتی ہے وہ اس کے لیے ایک معمولی اور حقیر شے ہوتی ہے اس لیے وہ نچھاور والی اشیاء (دراہم و دنانیر روپے پیسے) غرباء ومساکین اور کم حیثیت لوگ اٹھاتے ہیں۔

سبق :۔ جو رب جلیل کی شان پہچانتا ہے وہ شے حقیر و قلیل کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا بلکہ وہ عالی ہمت ہو کر اہل مروۃ و عالی ہمتی سے ماسوی اللہ سے روگردان اور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

تفسیر عالمانہ :۔ سابقوا۔ سبقت کرو ہمجولیوں کی طرح میدان (ہمت) میں۔ الی مغفرۃ۔ مغفرت کی طرف جو بڑی عظیم الشان ہے۔

من ربکم۔ تمہارے پروردگار سے یعنی اس کے اسباب و موجبات کی طرف جیسے استغفار اور جملہ اعمال صالحہ یعنی اللہ تعالیٰ کے وعدہ مبارک کے مطابق ورنہ عمل صالح فی نفسہٖ غیر موجب ہے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی دعا ہے اسئلك عزائم مغفرتك۔ میں تجھ سے میری تیری پختہ مغفرت کا سوال کرتا ہوں یعنی یہ کہ مجھے ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما جو عامل کے لیے لازماً مغفرت کا موجب بنیں۔

مسئلہ :۔ لزوم مغفرت کا ایک موجب نماز باجماعت میں تکبیر اولی مع الامام کا دخول بھی ہے (اور بھی ہیں جنہیں صوفیہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی تصانیف میں بیان فرمائے ہیں)

وسیلۂ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم :۔ حضرت سلمی قدس سرہ نے فرمایا کہ مغفرت کا وسیلہ صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی اتباع میں جلدی کرو اس لیے کہ تمہاری مغفرت کے صرف اور صرف ایک ہی سبب (وسیلہ) ہیں اور بس ؎

پیمبر کسے را شفاعت گرست
کہ مر جادۂ شرع پیغمبر است

ترجمہ :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کے شفیع ہیں جو آپ کی شرع پاک کے طریقہ پر ہے۔

تقریر دلپذیر صوفیانہ :۔ حضرت الشیخ الشہیر بافتادہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عالم امر سے عالم ارواح کی طرف وہاں سے عالم اجساد بھی بھیج کر بہترین شکل و صورت بخشی اور اختیار عطا فرمایا کہ اطاعت و عبادت کرو اور حسنات تک پہنچنے کے اسباب تلاش کرو تاکہ تمہیں بہشت کا داخلہ نصیب ہو بلکہ اس کریم نے وصال و رویت جمال کا راستہ بیان فرمایا پھر اس راستہ پر تیزی سے چلنے میں مبالغہ فرمایا۔ (سارعوا) کیونکہ مضارعۃ صیغہ مبالغہ ہے۔

نکتہ :۔ بعجلت راستہ طے کرنے میں اس لیے مبالغہ فرمایا کہ عمر انسانی بہت کم (اور سفر طویل) ہے اور انبیاء و اولیاء تشریف لے جا چکے ہیں اور ہم نے بھی کوچ کرنا ہے تو پھر لازم ہے کہ ہم اس میں جتنا ہو سکے جلدی سے منزل طے کریں تاکہ تکاہل و تکاسل سے درجات عالیہ تک نہ پہنچا جا سکے۔

فائدہ :۔ مرتبۂ طبعیہ میں طریقہ جلدی کرنا امر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب ہے اور مرتبۂ نفس میں اخلاق ردیئہ سے اس کا تزکیہ جیسے تکبر۔ ریا۔ عجب۔ غضب اور حسد وحب المال وحب الجاہ سے بچنا اور اسے (نفس) کو اخلاق محمودہ سے سنوارنا جیسے تواضع۔ اخلاص ہر نیک کام کی توفیق اللہ تعالیٰ سے سمجھنا۔ حلم۔ صبر۔ رضا۔ تسلیم۔ عشق۔ ارادہ۔ حکم وغیرہ وغیرہ (کی عادت ڈالنا) اور مرتبۂ روح میں معرفتِ الٰہی کی تحصیل اور مرتبۂ سر میں ماسوی اللہ کی نفی کرنا۔

تفسیر صوفیانہ :۔ حضرت البقلی قدس سرہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارادت مندوں کو مغفرت میں عجلت کرنے کے ساتھ اور مشتاقین کو اپنے جمال کی اشتیاق سے دعوت دی اور یہ خطاب ہر گروہ کو شامل ہے (ارادت مند ہوں یا اہل اشتیاق) کیونکہ ذنوب کے دریا میں ہر ایک غوطہ لگاتا ہے جب تک کہ اسے اس کی معرفت کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی اور اس کی عبادت کا حق ادا نہیں کیا ہوتا اسی لیے سب کو اپنی رحمت کے دریا میں غوطہ لگانے کے لیے تطہیر کی دعوت دی ہے وہ اس میں غوطہ لگاتے رہیں یہاں تک کہ اپنے غرور سے بالکل پاک اور صاف ہو جائیں یعنی انہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو جائے اور اللہ تعالیٰ تک پہنچ کر بھی سمجھیں کہ انہوں نے اسے ابھی تک نہیں پہچانا ایسے لوگوں کا اللہ تعالیٰ ہاتھ پکڑ کر گوناگوں الطاف کریمانہ سے نوازتا ہے۔

نسخۂ روحانی :۔ یاد رہے کہ ایسی مسابقت و مسارعت قصد وطلب کے بعد نصیب ہوتی ہے ؎

گر گراں و گر شتا بندہ بود
آنکہ جو بندہ است یا بندہ بود

ترجمہ :۔ اگر آہستہ چلے یا دوڑے جو بھی تلاش کرتا ہے وہ ضرور مطلب پاتا ہے۔

تفسیر عالمانہ :۔ وجنۃ عرضہا السموٰت والارض (اور بہشت جس کا پھیلاؤ تمام آسمان اور زمینیں ہیں) یعنی ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کا عرض اگر ان کے ایک دوسرے کو آپس میں ملایا جائے یہ اس وقت ہے جب اسماء اور زمین کا الف لام استغراق کا مانا جائے۔

سبق :۔ جب بہشت کے عرض کا یہ حال ہے تو طول کا کیا حال ہوگا کیونکہ ہر شے کا طول عرض سے لمبا ہوتا ہے۔

از ان فزون تر :۔ حضرت اسماعیل سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر زمین اور آسمانوں کو

توڑ کر ریزہ ریزہ کیا جائے تو ہر ریزہ کے بالمقابل اللہ تعالیٰ کی بہشت ہے جس کا عرض ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ہیں اور یہ تشبیہہ صرف انسان کو تمثیل سے سمجھانے کے لیے ہے کہ وہ اسی طرح سمجھتا ہے اور اسی طرح اس کے ذہن میں یہ بات مؤثر ہوگی کہ بہشت اتنا مقدار بہ طویل و عریض ہے اور مغفرت کی جنت پر تقدیم تقدم تخلیہ علی تحلیہ (پہلے صفائی پھر تزئین) کے قبیل سے ہے۔ اعدت۔ تیار کی گئی ہے۔

للذین امنوا باللہ ورسلہ۔ ان لوگوں کے لیے جو اللہ اور رسولوں پر ایمان لائے۔

ردّ المعتزلہ[1]:۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ جنت مخلوق اور بالفعل موجود ہے جیسے اہل سنت کا مذہب ہے اور اس پر اتنا ایمان لانا کافی ہے کہ وہ ہے قطع نظر اس کی تفصیل کے کہ وہ کیا اور کہاں اور کس طرح ہے۔ اس کے درجات اعمال کے مطابق نصیب ہوں گے

انتباہ:۔ ایمان بالرسل کی تکمیل ان کتب و احکام پر ایمان لانے سے ہوتی ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے اور ان پر عمل کرنے سے۔

ذٰلک۔ وہ جو وعدہ کیا گیا ہے مغفرت و جنت کا۔

فضل اللہ۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و عطا ہے یعنی اپنے کرم سے ہی ابتداءً لطف کرنا بغیر کسی سبب کے۔

یؤتیہ۔ اپنے فضل و احسان سے عطا فرمائے گا۔

من یشآء۔ جسے چاہے گا یعنی اس کی عطا اپنی مرضی پر ہے اس پر کسی سے کوئی شے واجب نہیں نہ اس طرح کہ جیسے معتزلہ کا گمان ہے کہ اس پر نیک عمل والے کی جزاء واجب ہے (معاذ اللہ)

واللہ ذو الفضل العظیم۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔ اسی لیے جو کچھ جسے جتنا چاہے جس کی کوئی حد و غایت نہیں۔

فائدہ:۔ اس میں تنبیہہ ہے کہ اسکی ذات عظیم ہے کیونکہ عظیم ذات کی ہر شے عظیم ہوتی ہے۔

مسئلہ:۔ اس میں اشارہ ہے کہ کوئی بھی اس کے فضل و کرم کے بغیر بہشت میں داخل نہ ہوگا نہ کوئی نبی علیہ السلام اور نہ کوئی ولی اللہ۔

حدیث و حکایت:۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ابھی میرے سے میرے دوست جبریل علیہ السلام مل کر تشریف لے گئے ہیں اور کہہ گئے ہیں کہ اے (حضرت) محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ پانچ سو (۵۰۰) سال

---

[1] آج کل دہریہ (کمیونسٹ، پرویزیحی، نیچری فرقے ۱۲ = اویسی غفرلہٗ

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اس پہاڑ کی چوٹی پر جو صرف اسی کو گھیرے ہوئے ہو لیکن اس کے لیے میٹھے پانی کا چشمہ پہاڑ کے نیچے ہو اور اس کے بندے کے لیے انار کا درخت ہو جو صرف اس کے لیے ہی انار کے دانے نکالے اور وہ بندہ ہر شام کو نیچے اُتر کر چشمے سے وضو کرے اور انار کے دانے کھائے اس کے بعد نماز میں مشغول ہو جائے اور دُعا کرے کہ اس کی رُوح سجدہ کی حالت میں قبض ہو اور زمین میں اس کا کوئی کام کام نہ ہو اور نہ ہی وہ زمین میں مدفون ہو جب قیامت میں اُٹھے تو اُسی پہاڑ سے اُٹھے اور سجدہ کی حالت میں اُٹھے اللہ تعالیٰ نے اس کی دُعا قبول کر لی اور جب سے ہم اس زمین پہ آتے اور پھر آسمان کو جاتے ہیں تو اسے سجدہ کی حالت میں دیکھتے ہیں لیکن اس کے متعلق ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم ہوا کہ جب وہ قیامت میں اُٹھ کر بارگاہِ حق میں پیش ہو گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے بندے کو میری رحمت سے بہشت میں لے جاؤ بندہ عرض کرے گا بلکہ میرے عمل کے بدلے میں بہشت میں لے جائیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری نعمتوں سے اس کی عبادت کا بدلہ لو اس کی پانچ سو سال کی عبادت صرف آنکھوں کی نعمت کا بدلہ بن سکیں باقی نعمتیں اس کے ذمہ باقی رہ گئیں جن کے لیے عبادت بدلہ کہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے بندے کو دوزخ میں لے جاؤ وہ بندہ فوراً بول اُٹھے گا یا اللہ مجھے تیری رحمت سے ہی بہشت میں لے جائیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے پاس واپس لے آؤ جب وہ اللہ کے سامنے لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرا بندہ بتا تجھے کس نے پیدا کیا جبکہ تو تھا ہی نہیں۔ عرض کرے گا یا رب تو نے ہی مجھے پیدا کیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیری یہ تخلیق میں نے تیرے کسی عمل سے نہیں کی یہ میری ہی رحمت ہے عرض کرے گا یا رب تیرا ہی کرم اور رحمت ہے کہ تو نے بلا عوض مجھے پیدا کیا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھے قوت کس نے بخشی کہ تو نے پانچ سو سال عبادت میں گزارا عرض کرے گا یا رب تو نے ہی قوت بخشی پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا دریا کے درمیان پہاڑ کی چوٹی پر تجھے کس نے بٹھایا اور وہاں تیرے میٹھے پانی کا چشمہ کس نے بہایا حالانکہ اس کے اردگرد سمندر کا کڑوا پانی ہے اور پھر تیرے لیے ہر شب کو انار کا انتظام کس نے کیا حالانکہ انار کا درخت سال میں صرف ایک بار پھل دیتا ہے اور تیرے لیے روزانہ دیتا رہا اور پھر تو نے مجھ سے سوال کیا کہ میں تیری روح بحالت سجدہ قبض کروں بتا تجھے تیرا سوال پورا ہوا یا نہ۔ عرض کرے گا یا رب یہ سب تیرا کرم ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ سب میری رحمت سے ہوا تو اب بہشت میری رحمت سے داخل ہو گا۔

چو روئے بخدمت نہی بر زمیں
خدا ثنا گوئی و خود را مبیں
اُمید یکہ ہمہ دارم فضل خدا است

ہمیں اعتمادم بسیاریٔ حق

امیدم بآمرزگاریٔ حق

ترجمہ:۔ ۱۔ جب خدمت کا منہ زمین پر رکھے گا اللہ تعالیٰ کی تعریف کہہ اور خود کو نہ دیکھ۔

۲۔ وہ اُمید جو رکھتا ہوں وہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اس لیے کہ اپنے اوپر تکیہ کرنا خطا ہے۔

۳۔ مجھے مدد حق تعالیٰ پر اعتماد ہے اسی لیے مجھے اس کی بخشش کی اُمید ہے۔

تفسیر عالمانہ:

ما اصاب من مصیبۃ فی الارض۔ نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں۔

حل لغات:۔ ما نافیہ ہے المصیبۃ اس کا اصل ہے جو شے کمان سے نکلے مثلاً کہا جاتا ہے اصاب الیھم۔ تیر پہنچا یعنی جس پر تیر مارا گیا اسے ٹھیک پہنچ گیا ہے پھر یہ حوادث سے مخصوص ہو گیا ہے یعنی ہر وہ شے جو زمین پر پیدا ہو جیسے قحط۔ کھیتی اور ثمرات میں (بیماری وغیرہ)۔

لا فی انفسکم۔ اور نہ تمہاری جانوں میں جیسے مرض و آفت۔ اولاد کی موت۔ خوف دشمن اور بھوک (وغیرہ)

الا فی کتاب۔ (مگر وہ ایک کتاب میں ہے) یعنی وہ لکھا ہُوا اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ثبت ہے یا لوح محفوظ میں۔

من قبل ان نبرأھا۔ اس سے پہلے کہ اسے ہم پیدا کریں نفوس کو یا مصائب کو یا زمین کو اس لیے برء لغت میں الخلق ہے البارئ بمعنی الخالق۔

حکایت:۔ ربیع بن صالح الاسلمی فرماتے ہیں کہ جب حضرت سعید بن جبیب رضی اللہ عنہ کو حجاج کے سامنے شہید کرنے کے لیے لائے تو میں اُس وقت موجود تھا میں نے دیکھا کہ حضرت سعید کا ایک رشتہ دار رونے لگا آپ نے پوچھا کیوں روتے ہو کہا اس مصیبت سے جو آپ پر پڑی ہے فرمایا مت رو یہ تو وہ ہے جو میری پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ کے علم میں میرے لیے لکھی گئی تھی کیا تو نے نہیں سنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ما اصاب من مصیبۃ الخ۔

حکایت حجاج:۔ حجاج ظالم کو مرنے کے بعد خواب میں کسی نے دیکھ کر کہا کیا حال ہے کہا دوسرے کے قتل پر ایک بار لیکن حضرت سعید بن جبیر کے قتل پر مجھے ستر بار قتل کیا جاتا ہے۔

مسئلہ:۔ آیت سے ثابت ہوا کہ جملہ حوادث ارضیہ دخول وجود سے پہلے لکھے ہوئے تھے اسی طرح جملہ اعمال الخلق بجمیع تفصیل لوح محفوظ میں مندرج تھے تاکہ ملائکہ رہبری حاصل کر سکیں کہ اللہ تعالیٰ جمیع اشیاء کو بہ جملہ تفصیل جانتا ہے اور پھر اس کے حوصلہ پر یقین کریں کہ وہ جانتا تھا کہ یہ معاصی میں کمی نہ کریں

گئے لیکن اس کے باوجود انہیں پیدا کر کے رزق عطا فرمایا اور انھیں مہلت دی اور ساتھ ہی ایسے معاصی معلوم کر کے وہ گناہوں سے بچیں اور اپنی عصمت پر توفیق کا شکر کریں کہ اس نے انہیں طاعت کی توفیق بخشی اور گناہوں سے بچایا۔

مسئلہ:۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وقوع الاشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ ہر شے کے ذرّہ ذرّہ کو جانتا تھا ورنہ ان کا اثبات فی الکتاب محال ہے۔

سوال:۔ کیا اللہ تعالیٰ اہل جنت کے انفاس کی گنتی جانتا ہے۔

جواب:۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے لیکن اسے علم ہے کہ اہل جنت کے انفاس کی گنتی ہے ہی نہیں۔

ان ذلك۔ بیشک باوجود کثرت کے انکا کتاب میں اثبات ہے۔ علی اللہ۔ اللہ تعالیٰ پر یسیر (کے متعلق ہے) آسان ہے وہ ان کی گنتی وعدت سے مستغنی ہے۔ اگرچہ یہ بندوں پر مشکل ہے۔

فائدہ:۔ سیدنا جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کو جانتا ہے تو وہ اقامۃ العبود۔ ت میں اس کا محتاج ہے اور وہ اپنے سرّ سے جانتا ہے وہ جو اللہ تعالیٰ نے آثار قدرت سے اسے عرفان بخشا ہے کہ ما اصاب الخ میں راز کیا ہے اس نے تو یہ حکم اللہ تعالیٰ سے سنکر اپنے قلب سے گواہی دی تو وہ اس سے راحت و سرور پاتا ہے اس سے اس کا سینہ کھل جاتا ہے اور جتنا مصائب اس پر آئیں ان کی پرواز نہیں کرتا۔

سوال:۔ اللہ تعالیٰ جب قادر ہے وہ بندوں پر مصائب کے انزال کے بغیر بھی مراتب عطا فرما سکتا ہے تو پھر انہیں مصائب میں کیوں ڈالا۔

جواب:۔ امتحان القہر سے حقائق الربوبیت وغرائب الطرق کے عرفان سے آگاہی کا ارادہ فرمایا تاکہ اس کے ہاں طریق الجلال والجمال سے پہنچیں۔

فائدہ:۔ آیت میں نفوس کو قضاء پر راضی اور بلاء پر صبر کا طریقہ سکھایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ شہود المبتلی عین البلاء میں ہے اسی طریقہ سے ہی اس کا تحمل آسان ہے ورنہ جو مبدا اللطف والقہر سے غافل ہے وہ لطف و قہر میں غفلت کا شکار ہے اسی لیے ایسے لوگوں کو مصیبت بھاری محسوس ہوتی ہے بخلاف اہل الحضور کے کہ وہ بلا سے اس طرح لذت پاتے ہیں جیسے ہم عافیت میں بلکہ انہیں عافیت کے بجائے بلاء میں زیادہ لذت محسوس ہوتی ہے ؎

از دست تو مشت بردہانم خوردن
خوشتر کہ بدست خویش خانم خوردن

ترجمہ: تیرے ہاتھ سے منہ پر طمانچہ کھانا بہت زیادہ خوشی ہے اس سے کہ اپنے ہاتھ سے لقمہ (روٹی) کھانا۔
فائدہ: عرب میں یہ مثال مشہور ہے ضرب الحبیب زبیب۔ محبوب کی مار لذیذ شے ہے۔

تفسیر عالمانہ:

لکیلا تأسوا۔ اس لیے کہ غم نہ کھاؤ۔
حل لغات: اہل لغت کہتے ہیں اسی علی مصیبتہ یاسیٰ اسیٰ (از باب علم) کو نے اپنی مصیبت پر محزون ہوا۔ اب خلاصہ یہ ہوا کہ ہم نے تمہیں خبر دی کہ وہ مصیبت ثابت ہے اور کتاب میں لکھی ہوئی تاکہ تمہیں حزن و ملال حاصل نہ ہو علی ما فاتکم۔ (اس پر جو تمہارے ہاتھ سے گیا) دنیا کی نعمتوں سے جیسے مال اور خوشحالی اور صحت و عافیت ولا تفرحوا بما آتاکم۔ اور نہ اتراؤ اس پر جو تمہیں اُس نے دیا۔ یعنی ان نعمتوں میں سے تمہیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کیونکہ جسے معلوم ہو کہ مصیبت و نعمت مقدر تو یقین کرے گا جو مقدر میں ہے کہ وہ نعمت اس کے ہاتھ سے جائے گی اور جو اس کے مقدر میں ہے وہ لامحالہ عطا ہو گا ایسے شخص پر نعمت کے ہاتھ سے نکل جانے کی گھبراہٹ نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی نعمت کے حصول پر اتراتا ہے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ ممکن ہے یہ اس کے ہاتھ سے نکل جائے تو اس پر اترانے کا کیا فائدہ۔



حکایت: بزرجمہر سے سوال ہوا کہ اے دانش ور زمانہ کیا وجہ ہے کہ آپ بڑی سے بڑی نعمت کے ضائع ہونے پر بھی کبھی محزون و مغموم نہیں ہوتے اور نہ ہی بڑی سے بڑی نعمت کے حصول پر کبھی اتراتے ہیں فرمایا کہ جو شے ہاتھ سے نکل گئی وہ مغموم و محزون ہونے سے واپس نہیں لوٹے گی اور نہ ہی عطا شدہ نعمت اترانے پر ہمیشہ کسی کے پاس رہ سکتی ہے خلاصہ یہ کہ نہ ہی افسوس کھانے سے گئی ہوئی شے واپس آتی ہے[1]۔ اور نہ ہی

---

[1] بزرجمہر کی کوئی تخصیص نہیں ہر دانش ور خواہ وہ روحانی پیشوا ہو یا دنیوی لیڈر ہر ایک کا یہی مسلک ہے کہ دکھ سے گھبرانا نہیں چاہیئے اور نہ ہی سکھ پر اترانا اچھا ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی قدس سرہ نے فرمایا کہ جو لوگ اپنے عزیزوں کی وفات پر صبر کرتے ہیں وہ بہت اچھا کام کرتے ہیں بخلاف اس کے کہ مرنے والوں پر جزع و فزع کریں اور ان کا نام لے کر بین کریں یہ تو کوئی اچھی بات نہ ہوئی۔

بقراط کہتے ہیں کہ بقراط کے بیس بیٹے تھے ایک ہی دن میں بیس کے بیس وفات پا گئے شاید ان پر چھت آن پڑی تھی اور وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے تھے جب لوگوں نے یہ خبر بقراط کو پہنچائی تو اس نے تھوڑا بہت بھی اپنے مزاج کو متغیر نہ ہونے دیا۔

حضرت مجنون مرحوم: مجنوں کو لوگوں نے خبر دی کہ لیلیٰ مر گئی ہے اس نے کہا جرمانہ مجھ پر ہونا چاہیئے کہ اس کو دوست ہی کیوں بنایا جو مر جاتا ہے۔ (ماخذ)

اتر انا گم شدہ شے کے قریب لا سکتی ہے۔

حاشیہ بقیہ صفحہ گزشتہ کا:۔

خواجہ نظام الدین کی مریدنی:۔ ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے بیعت کی آپ نے عورتوں کی صلاحیت کار کے نتائج اچھے کا تفصیل سے ذکر کیا اور اس سلسلے میں فرمایا کہ اندرپت میں ایک عورت تھی جسے فاطمہ کہتے ہیں وہ عفت و صلاحیت میں بڑے اونچے درجے پر فائز تھی چنانچہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کی زبان مبارک سے بارہا یہ ارشاد ہوا یہ عورت مرد ہے اور اسے عورتوں کی صورت میں بھیجا گیا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ درویش یوں دعا کرتے ہیں "بحرمت نیک زنان و نیک مردان" اس میں وہ پہلے "نیک زناں" کا ذکر کرتے ہیں اس لیے نیک عورتیں (نیک زنان) نادر یعنی کم ہوتی ہیں اس کے بعد ارشاد ہوا کہ جب شیر جنگل سے باہر آتا ہے تو کوئی نہیں پوچھتا کہ یہ شیر نر ہے یا مادہ یعنی فرزند آدم کو اطاعت و تقویٰ میں مصروف ہونا چاہیئے خواہ وہ مرد ہو یا عورت پھر آپ نے پارسا لوگوں کی فضیلت اور ان کے بیان میں یہ دو مصرعے زبان مبارک سے ارشاد فرمائے ؎

گر نیک آیم مرا از ایشاں گیرند
در بد باشم مرا بدیشاں بخشند

ترجمہ:۔ اگر میں نیک ہوں تو مجھے ان میں شمار کر لیا جائے اور اگر برا ہوں تو مجھے ان کے صدقے بخش دیا جائے۔

خواجہ صاحب نے کسی سے استفسار فرمایا کہ تمہارا اٹھنا بیٹھنا زیادہ تر کن لوگوں کے پاس ہے اس نے آپ ہی کے بعض یاران بزرگ کا نام لیا عرض کیا کہ ان کی خدمت میں رہتا ہوں آپ نے تعریف فرمائی اور زبان مبارک سے یہ ارشاد فرمایا ؎

با عاشقاں نشین و غم عاشقی گزین
باہر کہ نیست عاشق کم شو باد ترین

ترجمہ:۔ عاشقوں کے پاس بیٹھو اور عاشقی اختیار کرو جو عاشق نہیں اس کے ساتھ یارانہ کم ہی رکھو۔

آپ نے یہ شعر ارشاد فرمایا:۔ بعد ازاں بتایا کہ شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کہا ہوا ہے اس کے بعد کہا کہ مشائخ کا طریقہ یہی ہے کہ جب وہ کسی کے حال سے باخبر ہونا چاہتے ہیں تو پوچھتے ہیں کہ وہ کن لوگوں کے

حکایت :۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ انگارہ ہاتھ پر رکھوں اور وہ مجھے جلائے جتنا جلائے اور میرے ہاتھ پر رہے جتنا دیر رہے یہ میں گوارا کر سکتا ہوں لیکن یہ کہنا گوارہ نہیں کہ کہوں فلاں کام نہ ہو کاش میں ایسے کرتا تو ہو جاتا۔

فائدہ :۔ حضرت کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ اخبار (جملہ خبریہ) بمعنی نہی ہے اب معنیٰ یہ ہوا کہ اے دنیا والو دنیا کی تکالیف و شدائد سے ملول (غم گین) اور اس کے اقبال (دولت جاہ وحشمت) سے خوشی نہ کرو کیونکہ نہ اسے قرار ہے اور نہ اس کا کوئی اعتبار۔ ؎

دہد گر اے شادی نکند
در فوت شود نیز نیرزد بغمی

ترجمہ۔ نعمت ملنے پر خوشی (تکبر) نہ کر اگر وہ ہاتھ سے نکل جائے تب بھی غم نہ کھا۔

ملفوظ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ :۔ سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جو شخص اس آیت پر عمل کرے گا اسے زہد نصیب ہو گا اور زہد بھی دو جانب کا کیا خوب فرمایا کسی نے ؎

مال ار بتو رو نہد مشو شادازاں
در فوت شود مشو بفریادازاں
پندست پسندیدہ مکن یادازاں
تا دینی د دینت شود آبادازاں

حاشیہ بقیہ صفحہ سابقہ کا :۔

...... پاس اٹھتا بیٹھتا ہے۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کس گروہ میں سے ہے۔

غم گھٹانے کا نسخہ :۔ جو چاہے کہ غم کم ہوں وہ لیلۃ الرغاب کے نوافل پڑھے۔ رغاب جمع ہے رغیب کی اور رغیب کے معنی ہیں مرغوب چیز۔ لیلۃ الرغاب سے مراد یہ ہے کہ اس رات میں بہت سی مرغوب چیزیں ہوتی ہیں۔

...... لیلۃ الرغائب میں نماز پڑھنی چاہیئے جو شخص اسے پڑھتا ہے وہ اس سال نہیں مرتا۔

حکایت :۔ ایک شخص یہ نماز برابر پڑھتا تھا جس سال اس کی وفات ہونی تھی وہ سال جب پورا ہو گیا تو اس کی آخری رات میں جسے لیلۃ الرغائب ہونا تھا اس کی وفات عمل میں آئی۔ اس نے پورا سال بسر نہ کیا۔

---

[1] ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی رات کو لیلۃ الرغائب کہتے ہیں۔

ترجمہ :۔ اگر مال تیری طرف متوجہ ہو تو اس سے خوش نہ ہو اگر ہاتھ سے نکل جائے تو اس سے فریاد نہ کر۔
۲۔ ایک بہترین نصیحت ہے اسے خوب یاد کرلے۔ جب تک تو دین کا عاشق ہے تو تیرا دین آباد رہے گا۔

مسئلہ :۔ اس غم کھانے سے آیت میں ممانعت ہے جو تسلیم الامر اللہ سے مانع ہے اور اس فرح سے رکاوٹ ہے جو کبر اور اونچے خیال کا موجب ہو اسی لیے اس کے بعد فرمایا واللہ لا یحب کل مختال فخور۔ اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا ہر اترانے اور بڑی مارنے والے کو۔ کیونکہ جو حظوظ نفسانیہ پہ اتراتا اور انہیں عظیم الشان سمجھتا ہے وہ خود کو بڑا تصور کرنے لگ جاتا ہے پھر ان پر فخر و ناز کرتا ہے۔

حل لغات :۔ المختال بمعنی المعجب المتکبر۔ یہ الخیلاء سے ہے بمعنی التکبر از تخیل فضیلۃ بمعنی تتراآی للانسان من نفسہ۔ دوسرے کو اپنے سے گھٹیا سمجھنا یعنی خود کو صاحب فضیلت سمجھنا۔

الخیل (گھوڑا) اسی تاویل میں ہے کہ جو بھی گھوڑے کی سواری کرتا ہے وہ خود کو بڑا آدمی خیال کرتا ہے یہ دور سابق میں تھا ممکن ہے اب بھی ہو لیکن ہمارے دور میں لوگوں کو کار موٹر وغیرہ کی سواری پر ایسے تصورات ذہن میں آجاتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ (اضافہ اویسی غفرلہٗ)

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو پسند نہیں فرماتا جسے دنیوی نعمت کے حصول پر دوسروں کو کچھ نہ سمجھے اور دنیا و دولت سے دوسروں پر فخر و ناز کرتا ہے۔

فائدہ :۔ بحر العلوم میں ہے کہ المختال بمعنی ذوالخیلاء یعنی تکبر کرنے والا۔

مسئلہ :۔ یہ مخصوص عن البعض ہے کیونکہ بعض جگہ تکبر سے ثواب ملتا ہے۔

حدیث شریف :۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض تکبر وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اور بعض وہ ہے جو اسے مبغوض ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے وہ ہے صدقہ دیتے وقت اور دشمن (کافر) سے مقابلہ کی ملاقات کے وقت اور وہ تکبر جو اسے مبغوض ہے جو بغاوت اور فجور (فسق) سے ہو یعنی اللہ تعالیٰ ہر اس متکبر کو پسند نہیں فرماتا جو اسے دنیوی نعمت ملے تو تکبر کرے اور لوگوں پر اپنے فخر و ناز میں مبالغہ کرے۔

فائدہ :۔ بعض بلغاء نے متکبرین کی یوں وصف بیان کی کہ کسری حامل نماشیہ اور قارون وکیل نفقہ اور بلقیس دایات میں سے ایک تھی لیکن یوسف علیہ السلام نے بڑائی کو ترچھی نگاہ سے دیکھا لقمان نے حکمت سے بدل ڈالا اور خضراء نے اپنے نام سے بلندی پائی اور غبار اپنے نام سے ہی غبار آلود ہولی۔

مسئلہ :۔ فرح کی نہی کے بعد پھر مختال کہہ کر اس کی قباحت کی نہی میں تاکید و مبالغہ کیا گیا ہے یہ دنیا

کے غم کھانے سے اس پر اترانا زیادہ قبیح ہے۔

فائدہ:۔ آیت میں اشارہ ہے کہ انسان پر لازم ہے کہ ہر دکھ اور سکھ میں ثابت قدم رہے۔ اگر نعمت پر خوشی کرتا ہے تو شکر الٰہی کو ساتھ شامل کرے کہ اس کریم کی عطا نہ ہوتی تو میرے لیے اتنا بہت بڑی نعمت کہاں اس میں ذرہ برابر بھی تکبر کو دل میں جگہ نہ دے اگر کسی دکھ میں غم و حزن کا وار اور غلبہ ہو تو قضائے الٰہی کے سامنے صبر کا دامن نہ چھوڑے لیکن اس میں جزع و فزع اور شکایت نہ ہو۔

حکایت:۔ قتیبہ بن سعید فرماتے ہیں کہ میں عرب کے ایک قبیلہ میں گیا تو ایک میدان میں دیکھا کہ وہ مردہ اونٹوں سے بھرا پڑا ہے کہ اس کی کوئی شمار ہی نہیں پھر میں نے ایک ٹیلے پر دیکھا جو دھاگے بن رہا ہے میں نے اونٹوں کے بارے میں پوچھا تو کہا کہ چند روز مجھے میرے مالک نے دیئے اب اس نے واپس بلوا لیے اور یہ شعر پڑھا ؎

لا والذی انا عبد من خلائقه
والمرء فی الدهر نصب الرزء و المحن
ما سرّنی ان ابلی فی مبارکها
وما جزی من قضاء الله لم یکن

ترجمہ:۔ بخدا میں ایک بندہ اُس کے بندوں میں سے اور ہر مرد زمانہ دکھ اور تکالیف کا نشانہ ہے۔
مجھے اونٹوں سے کوئی خوشی نہ تھی جب وہ میرے ہاں تھے اور وہ جو اللہ تعالیٰ کی قضاء کا فیصلہ ہوا وہ حق ہے اس سے مجھے کیا غم۔

تفسیر صوفیانہ:۔

حضرت البقلی قدس سرہ۔ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اہل معرفت سے استقامت اور اپنی صفات سے انصاف کا مطالبہ کیا ہے یعنی اے میرے بندو میری معرفت پر ڈٹ جاؤ اور اس میں ذرّہ بھر بھی فقدان۔ وجدان اور قہر و لطف اور اتصال فی انفصال اور فراق و وصال مؤثر نہ ہوں کیونکہ شرط انصاف یہ ہے کہ ان پر التلوین و الاضطراب فی الیقین اور تمکین میں ٹیڑھاپن کے احکام کا اجراء نہیں ہوتا۔

فائدہ:۔ حضرت القاسم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو تمہارے ہاتھ سے اوقات چلے گئے اور نہ خوشی کرو اس پر جو تمھیں توبہ و طاعت کی توفیق نصیب ہوئی کیونکہ تمھیں کیا معلوم کہ تیرے لیے اللہ تعالیٰ نے کیا مقدر اور کیا فیصلہ فرمایا ہے۔

فائدہ:۔ حضرت الواسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کرامات پر خوش ہونا ایک دھوکہ ہے اور اللہ تعالیٰ

کی نعمتیں ملنے پر لذت محسوس کرنا بھی ایک قسم کی غفلت اور بے خبری ہے اس سے کہ اس کی قضاؤ قدر کے فیصلے کیا ہیں جو اس نے اپنے مامور بندے کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔

صاحب روح البیان کے پیر و مرشد کی تقریر:-

میرے شیخ نے کتاب اللائحات والبرقیات میں لکھا کہ وہ جو تمہارے ہاتھ ماسوی اللہ نکل گیا اس کا غم نہ کھاؤ اور نہ اس پر خوشی کرو جو تمہارے لیے اللہ تعالیٰ نے تیار کر کے عطا فرمایا حتیٰ کہ حزن و فرح پر ظلم نہ کرو یعنی انہیں غیر محل میں نہ کرو کہ غم کھاؤ اس پر جو تمہارے ہاتھوں سے نکل گیا اور خوشی کرو اس پر جو تمہیں اللہ تعالیٰ نے دیا بلکہ ان دونوں کے بارے میں عدل و انصاف کرو کہ انہیں اپنے موقعہ و محل میں رکھو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ حق اور اس کا ماسویٰ باطل ہے تو جیسے حزن و فرح حق کے ساتھ حق اور یہی ان کے لیے عدل ہے اور حق کا فاعل حق و عدل والا ہے تو ایسے ہی حزن و فرح باطل کے ساتھ باطل ہے اور ان پر یہی ظلم ہے اور باطل کا فاعل بطلان اور ظلم ''' ہے اور انہیں خوشی نہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مگر انہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کرنے والے ہیں اور نہیں حزن اور نہیں خوشی ماسوی اللہ کے ساتھ مگر انہیں جو اللہ تعالیٰ سے روگردانی کرنے والے ہیں۔

سبق: سالک پر لازم ہے کہ عادلوں میں رہے اپنے جمیع احوال میں اور ظالمین کے طریق اور ماسوی اللہ جیسے مال و ملک سے بچے۔

فائدہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا صاحب مال کو مال کی وجہ سے دو مصیبتیں ہیں جنہیں نہ پہلے لوگوں نے سنا اور نہ پچھلوں نے:-

۱۔ اس سے تمام مال چھین لیا جائے گا (موت کے وقت)۔

۲۔ قیامت اس کے تمام سے اس سے سوال ہوگا۔

ہمہ تخت و ملکے پذیرد زوال
بجز ملک فرماندہ لایزال
ہنر باید و فضل و دین و کمال
کہ گاہ آید و گاہ رود جاہ و کمال

ترجمہ: ۱۔ تمام تخت و ملک زوال پذیر ہیں سوائے اللہ تعالیٰ لم یزال کے ملک کے۔

۲۔ ہنر چاہیے اور فضل اور دین و کمال کہ کبھی آتا ہے اور کبھی جاہ و مال بھی آتا ہے اور جاتا بھی۔

حکایت :۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں ایک پرندہ تھا جس کی صورت اور آواز نہایت بہترین تھی کسی نے ایک ہزار روپے میں خریدا تھا۔ ایک دن اس پرندہ کے اوپر دوسرا پرندہ آیا چینخا اور چلا گیا اس کے بعد وہ پرندہ خاموش ہو گیا کبھی کوئی خوش آواز نہ سناتا تھا اس سنت کو حیرت ہوئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو شکایت سنائی آپ نے پرندے کو بلا کر پوچھا اس نے عرض کی کہ میرے پاس وہی پرندہ آیا اور کہہ گیا کہ اس پنجرے کی قید تیری بولی ہے تو بولنا چھوڑ دے قید سے جان چھوٹ جائے گی آپ میرے مالک سے فرمائیں کہ وہ مجھے چھوڑ دے ورنہ میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ پنجرے کے اندر کبھی نہ بولوں گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس شخص کو ماجرا سنایا اس نے کہا کہ میں نے اسے اس کی بولی سے ہی خریدا تھا اب اگر وہ نہ بولے گا تو مجھے اس کا کیا فائدہ آپ اسے پنجرے سے آزاد فرما دیں آپ نے پرندے کو پنجرے سے آزاد کر دیا اور اس شخص کو ہزار روپیہ اپنی جیب سے ادا کر دیا۔

فائدہ :۔ وہ پرندہ اڑتا جاتا تھا اور پڑھتا جاتا تھا سبحٰن من صورتی وفی الھواء طیرنی۔ وہ ذات پاک جس نے مجھے شکل بخشی اور مجھے اڑنے کی توفیق بخشی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ پرندہ جب تک جزع فزع کرتا رہا قید میں رہا جب صبر کیا تو آزادی حاصل کر لی۔

سبق :۔ اس صبر سے ہی انسان تعلقات دنیویہ سے نجات پا سکتا ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ انسان کو اوصاف نفس سے فناء حاصل کرنی چاہیئے جب تک بندہ فنا نہ پائے گا وہ اضطراب سے نجات نہیں پا سکے گا اور نہ ہی عالم سکون و معرفت سرۃ القدرت تک پہنچے گا۔

حدیث شریف :۔ تقدیر پر ایمان لانے سے غم اور حزن دور ہوتے ہیں۔

حکایت :۔ حضرت الشیخ ابو عبداللہ محمد بن علی الترمذی الحکیم قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بیمار ہو گیا اور کئی روز تک اس بیماری میں مبتلا رہا جب اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا بخشی تو میں نے اندازہ کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جتنے روز بیمار رکھا اتنی مقدار عبادت ثقلین اس کے مقابلہ میں ہوتی تو بھی اس مرض کے ایام کے فضائل تک نہ پہنچ سکتی۔ اب اگر مجھے اختیار دیا جائے کہ عبادۃ ثقلین چاہتے ہو یا مرض تو میں مرض اختیار کر دوں گا کیونکہ عبادت میں ریاؤ عجب کا خطرہ ہے اور مرض میں کوئی خطرہ نہیں بلکہ اس میں اجر ہی اجر ہے۔ جب یہ دقیقہ مجھے سمجھ آ گیا تو اب یہ کہہ سکتا ہوں کہ بیماری اللہ تعالیٰ نے میرے لیے اختیار فرمائی اور عبادت میں اپنے اختیار سے کرتا ہوں اور جو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ امر ہے وہ عظمت والا ہے اور میرے اختیار میں ہزاروں کوتاہیاں ہیں اس لیے میں کہہ سکتا ہوں کہ عبادت ثقلین اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بیماری کے بالمقابل کچھ بھی نہیں اسی لیے یہ ایک

عظیم نعمت ہے جسے نصیب ہو اور یہ نعمت بھی اس کی منت و احسان سے ہے اور جو منت و احسان سے شے ملے اس میں لطف و کرم ہی ہوتا ہے اس کے بعد مجھے وہ عقدہ کھلا کہ اللہ والے ہمیشہ دکھ میں ہی خوش رہتے ہیں اور بلا میں مبتلا ہو کر شادان و فرحان ہوتے ہیں۔

حضرت صائب نے فرمایا ؎

ترک ہستی کن کہ آسود است از تاراج سیل
ہر کہ پیش از سیل رخت خود بروں از خانہ ریخت

ترجمہ:۔ ترک ہستی کا کر کہ وہ آسودہ حال ہوتا ہے سیلاب کے حملہ سے کیونکہ جو سیلاب سے پہلے ہی اپنا سامان اُٹھا لے اسے سیلاب کے حملہ سے کیا خطرہ۔

تفسیر عالمانہ:۔ الذین یبخلون و یامرون الناس بالبخل۔ اور وہ جو بخل کریں اور بخل کا حکم کریں۔ یہ کل مختال الخ سے بدل ہے کیونکہ جو شخص مال سے پیار کرتا ہے تو وہ مال سے اکثر بخل بھی کرتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی اس کا حکم دیتا ہے اور نہایت درجہ کا مذموم فعل ہے کہ انسان خود بھی بخیل ہو اور دوسروں کو بھی بخل کا حکم کرے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ یہ لوگ مال روکتے ہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ کا حق نہیں ادا کرتے۔

حل لغات:۔ بخل بمعنی جن اشیاء کا حق ہے کہ کنا نکالی جائیں انہیں بند کر کے رکھ دینا اس کے مقابلہ میں جُود آتا ہے۔ اہل لغت کہتے ہیں بخل فھو باخل۔ بخیل مبالغہ ہے راحم و رحیم کی طرح۔

بخل دو قسم ہے:۔

۱۔ اپنے مال و اسباب کو روکنا۔

۲۔ دوسرے کا مال و اسباب روکنا یہی اکثر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا الذین یبخلون و یامرون الناس بالبخل[1]۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ مختال و فخور وہ لوگ ہیں کہ باوجود دنیا اور اسباب دنیا کے بخل کرتے اور اپنے مال و اسباب راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے خود تو بخیل ہیں پھر دوسروں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں۔

حدیث شریف:۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بنو سلمہ (قبیلہ) کو فرمایا کہ تمہارا سردار کون ہے عرض کی جد بن قیس اور ہم اسے بخیل پاتے ہیں فرمایا کہ بخل سے بھی بڑھ کر اور کوئی بیماری ہو

---

[1] المفردات ۱۲

سکتی ہے آج کے بعد تمھارا سردار الجعد الابیض یعنی عمرو بن الجموع ہیں۔

حدیث شریف :۔ میں ہے کہ چار اشخاص بہشت کی خوشبو نہیں سونگھ سکیں گے حالانکہ ان کی خوشبو پانچسو سال کی مسافت سے سونگھی جا سکے گی :۔

۱۔ بخیل ۲۔ احسان جتلانے والا ۳۔ شرابخوری پر مداومت کرنے والا۔

۴۔ ماں باپ (یا ان میں سے کسی ایک کا) نافرمان۔

ومن یتول :۔ اور خرچ کرنے سے روگردانی کرتا ہے۔

فان اللہ ھو الغنی۔ تو بیشک اللہ تعالیٰ اس سے اور اس کے خرچ کرنے سے بے نیاز ہے۔

الحمید۔ فی ذاتہ محمود ہے اس کے شکر کرنے سے کسی کا اعراض اسے نقصان نہیں دیتا اور نہ ہی اس کی نعمتوں سے اس کے قرب ہونے سے اسے کوئی نفع ہے۔

فائدہ :۔ اس میں تہدید ہے اور اس طرف اشارہ ہے۔ انفاق (خرچ کرنا) کا امر منفق (خرچ کرنے والا) کے اپنے فائدہ کے لیے ہے اور اشارہ ہے کہ جو اقبال (توجہ) الی اللہ سے اور انفاق سے روگردانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ وہ ذاتی طور پر نہ کسی کے اقبال (توجہ) کا محتاج ہے اور نہ صفاتی طور ہی کسی کے منہ پھیرنے سے اسے کوئی نقصان ہے بلکہ وہ اپنی ذات وصفات کے لحاظ سے محمود ہے نہ اسے کسی کا متوجہ ہونا فائدہ دیتا ہے اور نہ ہی کسی کا منہ پھیرنا نقصان پہنچاتا ہے بلکہ وہ خود نافع (نفع رساں) اور ضار (ضرر رساں) ہے نہ کہ اس کا کوئی غیر۔

تفسیر صوفیانہ :۔ اس میں اشارہ ہے طرف نفوس شریرہ امارہ بالسوء کے کہ وہ اقدام علی الطاعۃ والعبادۃ سے سستی کرتے ہیں اور قلوب وارواح کو معاصی کے ارتکاب اور بحسب الغلبہ بعض اوقات اجتناب از طاعات کی دعوت دیتے ہیں کیونکہ ظلمات قوائے جسمانیہ کی وجہ سے قوائے روحانیہ ہلاکت پذیر ہو جاتے ہیں۔

فائدہ :۔ بعض اکابر مشائخ نے فرمایا کہ انسان من حیث نشاۃ الطبیعیہ سعید ہے ایسے ہی نفس ناطقہ جب تنہا تھا نشاۃ ابتدائیہ میں سعید تھا اس کی مخالفت اُس وقت ظاہر ہوئی جب ان دونوں کا آپس میں اجتماع ہوا۔

فائدہ :۔ انسان کی جبلت میں امساک (بخل) ہی ہے کیونکہ اس کی اصل مٹی ہے اور مٹی میں خشکی اور قبض ہے اسی لیے یہ مال وغیرہ کے خرچ کرنے پر راضی نہیں۔ اسی لیے یہ خود بھی بخیل ہے اور دوسروں کو بھی بخل کا حکم دیتا ہے۔

زر از بہر خوردن بود اے پسر
زبہر نہادن چہ سنگ وچہ زر

ترجمہ:۔ اے عزیز زر خرچ کرنے کے لیے ہوتی ہے ورنہ رکھنے کے لیے تو پتھر اور سونے میں کیا فرق ہوا۔

تفسیر عالمانہ:۔ ولقد ارسلنا رسلنا۔ اور بیشک ہم نے رسل کرام کو بھیجا۔ یعنی ملائکہ کرام انبیاء واولیاء (علی نبینا وعلیہم السلام) کے پاس جوکہ وہ اُمتوں کو پیام الٰہی کے سنائیں گے یہی ظاہر تر ہے (الارشاد)

بالبینات۔ دلائل کے ساتھ یعنی معجزات ساتھ شرائع واضحہ کے۔

سوال:۔ تم نے رسل کی تفسیر ملائکہ سے کی ہے اور انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ معجزات پیدا کرتا ہے تو ان میں ملائکہ کا واسطہ نہیں مثلاً مدعی نبوت سے احیاء الموتٰی ہُوا اور عصا اژدہا بنا اور یدبیضا اور شق القمر وغیرہ تو پھر یہاں رسل سے ملائکہ کی تفسیر کیسے صحیح ہو گی۔ اگر جواب دو کہ قرآن نازل ہوا تو ملائکہ کے واسطہ سے لیکن ہر نبی علیہ السلام پر تو کتاب نازل نہیں ہوتی تھی۔

جواب:۔ معجزہ کا اظہار ہوتا تو اس کی خبر نبی علیہ السلام کو ملائکہ کرام کے واسطہ سے ہوتی تھی۔

وانزلنا معھم الکتاب۔ (اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب نازل کی) اس سے جنس کتاب مراد ہیں (یعنی کتابیں) جو تمام کتب کو شامل ہے۔ ان کے نازل کرنے کا مقصد یہ ہے تاکہ حق ظاہر اور صواب النحل میں امتیاز ہو یعنی قوۃ نظریہ وعملیہ کی تکمیل ہو۔

معھم۔ حال مقدر ہے کتاب سے یہ اس وقت ہے جب الرسل سے پیغمبران عظام علیہم السلام مراد ہو یعنی درانحالیکہ وہ کتابیں ان کے ساتھ مقدر تھیں یہ نہیں کہ جب بھی انبیاء علیہم السلام تشریف لائے تو ان کے ساتھ کتاب بھی تھی یہ شان تو ملائکہ کرام کی ہے ہاں انبیاء علیہم السلام کی شان ہے کہ کتابیں ان کی طرف نازل ہوئیں (نہ کہ ساتھ لائے تھے) اسی لیے وجہ اول کو مقدم کیا گیا تاکہ بات واضح ہو جائے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے پھر امم کی طرف بھیجے گئے پھر ان پر کتابوں کا نزول ہوا۔ اگر رسل سے مراد انبیاء علیہم السلام ہو تو انزلنا علیہم الخ ہونا چاہیئے تھا۔

والمیزان۔ اور ترازو۔ لیقوم الناس بالقسط۔ تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں تاکہ ایک دوسرے سے لین دین میں صحیح اور درست معاملہ کریں اس میں کوئی بھی کسی پر ظلم نہ کرے۔

فائدہ:۔ ترازو کے انزال سے اس کے اسباب کا انزال مراد ہے نہ کہ خود ترازو کیونکہ یہ تو انسان کی ساخت ہے اس کا آسمان سے نزول کیسا؟۔

فائدہ :۔ مروی ہے کہ ایک ترازو آسمان سے جبریل علیہ السلام لے آئے اور وہ نوح علیہ السلام کو دی اور فرمایا اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ حقوق کو برابر رکھیں معاملات میں ایک دوسرے پر زیادتی نہ کریں۔

تفسیر صوفیانہ :۔ امام غزالی قدس سرہ نے فرمایا کہ کیا تمہارا خیال یہی ہے کہ کتاب کے ساتھ جس ترازو کا ذکر ہے وہ واقعی یہی ترازو تھی جس سے گندم اور جو اور سونا اور چاندی تولے جاتے تھے کیا تیرا خیال ہے کہ اس کے دو پلڑے اور اس کے اوپر لٹکانے کے زنجیر وغیرہ ہو گا (توبہ۔ توبہ) تمہارا یہ گمان بالکل غلط بلکہ اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان ہے اللہ تعالیٰ سے ڈر کر ایسا کبھی بیان نہ دینا اگر دیا ہے تو اس پر افسوس کر اور تائب ہو) دراصل اس سے معرفت کی وہ ترازو مراد ہے جس سے اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور کتب اور رسل اور ملک وملکوت کی پہچان نصیب ہوتی ہے تاکہ انسان اس کے متعلق کیفیت انبیاء علیہم السلام سے سیکھے جیسے انہوں نے ملائکہ کرام کے ذریعے معلوم کیا اس کا پہلا تعلیم دینے والا اللہ تعالیٰ ہے دوسرے جبریل علیہ السلام تیسرے رسول علیہ السلام ان سے ہی پھر تمام مخلوق نے علم حاصل کیا۔ برائے راست انہیں اس کے علم سے کوئی چارہ کار نہیں۔ (یہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقریر ہے ہم نے ان کی عبارت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں پائی لیکن ان پر تعجب ہے کہ انہوں نے ظاہر سے عدول کر کے اپنی طرف سے جو کچھ فرمادیا جس پر ان کی طرف سے کوئی دلیل بھی نہیں (بحر العلوم) واللہ تعالیٰ اعلم)

صاحب روح البیان کا فیصلہ :۔ فقیر (صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے ممکن ہے ان کی دلیل شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ہو والملائکۃ واولوا العلم قائماً بالقسط (اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور ملائکہ نے اور اہل علم درانحالیکہ وہ انصاف کے ساتھ قائم ہے یعنی وہی عدل کا حکم دینے والا یا وہی عدل پر مقیم ہے اپنے جملہ امور میں جب اللہ تعالیٰ اپنے جملہ امور میں عدل کے ساتھ قائم ہے تو بندوں پر بھی واجب ہے کہ وہ بھی اس کے ساتھ قائم ہوں اور وہ عدل پر قائم نہیں ہو سکتے جب تک ان کے ہاں علم شامل اور معرفت کامل نہ ہو اور یہی معرفت الٰہی ہے اور یہی میزان کل ہے اور اس کے ماسوا جملہ امور اسی معرفت پر مبنی ہیں اور اسی سے سمجھے جاتے ہیں۔

تفسیر عالمانہ :۔ وانزلنا الحدید۔ اور ہم نے لوہا نازل فرمایا۔ فائدہ :۔ مروی ہے جب آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے تو لوہے کی پانچ چیزیں ساتھ لائے :۔

۱۔ سنان (حداد) بالفتح (آئرن۔ لوہا) المنجد والقاموس) یہی مراد ہے۔

شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا :۔

چوں رنداں کسے سخت روئی نبرد

تادیب بر سر نخورد

ترجمہ:۔ لوہے کی طرح جو بھی سختی ظاہر کرتا ہے تو ہتھوڑے سے اسے آداب سکھائے جاتے ہیں۔

۲۔ کلبتان (چمٹا) لوہار کا زنبور یعنی وہ آلہ جس سے گرم لوہے کو پکڑا جائے (القاموس)

۳۔ المیقعہ بکسر المیم اس کے بعد یاء مثناۃ تحتانیہ کہ دراصل موقعہ تھا (واو بوجہ ماقبل مکسور کے یاء ہوئی) گاذر کی لکڑی جس پر کپڑوں کو دھویا جائے چابک اور ہتھوڑا۔ اہل عرب کہتے ہیں وقد وقعتہ بالمیقعہ اور میں نے اسے ہتھوڑے سے ٹھوکا فہو وقیع۔

۴۔ المطرقہ چابک آلۂ طرق یعنی ضرب مارنے کا آلہ (چابک)

۵۔ سوئی یعنی لوہے سے تیار شدہ تیزی سے کاٹنے کا آلہ یعنی سوئی) اور مروی ہے کہ آپ کے ساتھ مر یعنی مسحاۃ یعنی وہ آلہ جس سے کوئی شے چھیلی جائے یعنی درانتی۔

حدیث شریف میں ہے چار برکات اللہ تعالیٰ نے زمین پر اتاری ہیں:۔

۱۔ لوہا ۲۔ آگ ۳۔ پانی ۴۔ نمک۔

فائدہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کے ساتھ تین چیزیں آسمان سے زمین پر اتریں:۔

۱۔ حجر اسود پہلے برف سے سفید تر تھا۔

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا وہ جنت کے مورد (درخت) کا اور اس کا طول دس ہاتھ تھا۔

۳۔ لوہا۔

فائدہ:۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ انزلنا بمعنی خلقنا ہے جیسے دوسری جگہ پہ فرمایا وانزلنا لکم من الانعام یعنی جانوروں سے تمہارے لیے پیدا فرمایا اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و قضایا و احکام آسمان سے نازل ہوتے ہیں۔

فائدہ:۔ بعض علماء نے فرمایا کہ انزلنا بمعنی اخرجنا یعنی ہم نے لوہا معادن (کانون) سے نکالا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عدل سیاست سے چلتا ہے اور سیاست لشکر کی محتاج ہے اور لشکر لوہے (آلات حرب) کا اور لوہے کا اصل پانی ہے اور پانی آسمان سے نازل ہوا ہے (اسی لیے فرمایا۔ وانزلنا)

ؔ المنجد ۱۲ =

فیه بأس شدید (اس میں سخت آنچ ہے) یعنی لوہے میں کیونکہ اس سے جنگ کی جاتی ہے یا اس میں سخت قوت ہے یعنی لوہا جنگ کا ہتھیار ہے اس لیے کہ جنگ کے ہتھیار اسی سے تیار ہوتے ہیں یعنی جنگی ہتھیار خواہ دفاع کے لیے ہوں جیسے سنان ونیزہ وتلوار اور پیکان اور خنجر وغیرہ وغیرہ یا اپنی حفاظت کے آلات جیسے زرہ ۔ خود وجوشن وغیرہ ۔

فائدہ :۔ اس میں اشارہ ہے کہ کتاب کے قوانین کا چلانا اور آلہ تسویۃ کا استعمال موقف ہیں صاحب سیف کے رہبر پر ۔ تاکہ عدل وانصاف کا قیام ہو سکے اور ظلم ونفوس (متکبرہ) کی عادات سے ہے اور تلوار اللہ تعالیٰ کی حجت ہے اس پر جس کے ہاں ظلم ہے ۔

ومنافع للناس ۔ اور لوگوں کے فائدے جیسے چھری ۔ کلہاڑی ۔ درانتی ۔ سوئی وغیرہ ۔ کوئی ایسی صفت نہیں جس کا آلہ لوہا نہ ہو یا کوئی ایسا عمل نہیں جس میں لوہے کو دخل نہ ہو ۔ اس میں اشارہ ہے کہ جیسے انصاف کا قیام قائم بالسیف کا محتاج ہے ایسے ہی وہ مابہ قیام التعایش (معاش کا قیام) کا بھی محتاج ہے یعنی صناعات اور آلات محترفہ (لوہے سے تیار کردہ آلات) کا بھی محتاج ہے ۔ ایسے ہی وہ اسے جذبہ کی تلوار کا محتاج ہے جسے قہر کے لوہے سے تیار کیا گیا ہو کیونکہ ہر تجلی جلالی کو تجلی جمالی کی ضرورت ہے ایسے ہی بالعکس اور یہ اولیاء اللہ ہیں جو وہ مائل الی الحق ہیں کثرت الطاف الٰہیہ واعطاف ربانیہ سے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا : یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العالمین (اے بنی اسرائیل میری وہ نعمت یاد کرو جو میں نے تم پر کی اور میں نے تمہیں عالم والوں پر فضیلت بخشی) ۔

ولیعلم اللہ من ینصرہ ورسلہ ۔ اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ دیکھے کہ کون اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے ۔ اس کا محذوف پر عطف ہے جس پر ماقبل دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ حال تعلیل کو متضمن ہے گویا کہا گیا ہے تاکہ وہ عمل کریں اور اللہ تعالیٰ وہ علم جانے جس سے جزاء کا تعلق ہے کہ کون اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے تلوار چلا کر اور تیر برسا کر ایسے ہی دیگر وہ اسلحہ جو مجاہدین دشمن جنگ کے وقت عمل میں لاتے ہیں ۔

بالغیب ۔ بے دیکھے ینصر کے فاعل سے حال ہے یعنی درانحالیکہ وہ اللہ تعالیٰ سے غائب ہیں ۔

فائدہ :۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ وہ اس کی مدد کرتے ہیں درانحالیکہ وہ اسے دیکھتے نہیں اس لیے وہ تعریف اور ثواب کے لائق ہے جو بے دیکھے مطاع کی اطاعت کرے یا یہ مفعول سے حال ہے یعنی درانحالیکہ وہ ان سے غائب ہے بایں معنی کہ وہ اسے دیکھ نہیں رہے ۔

ان اللہ قوی ۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان کے ہلاک کرنے پر قوت رکھتا ہے جنہیں وہ ہلاک کرنا چاہے ۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَّإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ
فَمِنْهُم مُّهْتَدٍ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ۝ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ
آثَارِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ
وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً ۚ وَرَهْبَانِيَّةً
ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا
حَقَّ رِعَايَتِهَا ۖ فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ
فَاسِقُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ
كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ
غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ لِّئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُونَ
عَلَىٰ شَيْءٍ مِّن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن
يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

ترجمہ:۔ اور بیشک ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور اُن کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی تو ان میں کوئی
راہ پر آیا اور ان میں بہتیرے فاسق ہیں پھر ہم نے ان کے پیچھے اسی راہ پر اپنے رسول بھیجے اور ان
کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور اسے انجیل عطا فرمائی اور اس کے پیروؤں کے دل میں نرمی اور
رحمت رکھی اور راہب بننا تو یہ بات اُنھوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی ہم نے ان پر مقرر
نہ کی تھی ہاں یہ بدعت اُنھوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اسے نہ نباہا جیسے اس کے نباہنے
کا حق تھا تو ان کے ایمان والوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہتیرے فاسق ہیں اے
ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمھیں عطا فرمائے
گا اور تمھارے لیے نور کر دے گا جس میں چلو اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے یہ
اس لیے کہ کتاب والے کافر جان جائیں کہ اللہ کے فضل پر ان کا کچھ قابو نہیں اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں
ہے دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

بقیہ صا۱۵۸ کا

عزیز۔ غالب ہے وہ غیر کی نصرت کا محتاج نہیں۔

نکتہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو جہاد کا اس لیے حکم فرمایا ہے تاکہ وہ اس سے نفع اُٹھائیں اور ثواب پائیں۔ یعنی فرمان برداری کر کے ثواب کے مستحق بنیں۔

حل لغات:۔ قوت بمعنی سخت بنیاد والی شے یہ صفت کی نقیض ہے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق بمعنی قدرت ہے یہ وہ قدرت ہے جس سے فعل پر زندہ قدرت رکھے یعنی ایسے ہی اس کے ترک پر اپنے ارادہ سے اور العزۃ بمعنی ہر شے پر غلبہ۔

فائدہ:۔ زروقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قوی ہے کہ نہ اس کی ذات میں ضعف ہے نہ اس کی صفات میں نہ افعال میں۔ اسے نہ تھکان ہے نہ تکلیف نہ اسے قصور لاحق ہوتا ہے نہ عجز نہ توڑنے میں نہ جوڑنے میں۔

فائدہ:۔ اس اسم (قوی) کی خاصیت ہے ظہور القوۃ فی الوجود جو کمزور ہمت اس کا ورد رکھے وہ قوت پائے گا اور جو جسمانی قوت کے ضعف والا اسے پڑھے تو جسمانی قوت پائے گا اگر اسے ایک ہزار بار مظلوم پڑھے اس ارادہ پر کہ ظالم ہلاک و تباہ ہو جائے تو ظالم ہو جائے گا (بشرطیکہ وہ ظالم حقیقۃً نہ ہو)۔

اسم عزیز کا خاصہ ہے وجود الغناء والعز صورۃً یا معنیً جو اسے روزانہ چالیس بار پڑھے اللہ تعالیٰ اسے عزت دے گا اور اس کی مدد فرمائے گا اور وہ مخلوق میں سے کسی کا محتاج نہ ہوگا اور اربعین ادریسیہ میں ہے یا عزیز بمعنی اے وہ ذات جو نہایت مضبوط اور غالب ہے اپنے ہر کام میں کوئی بھی اس کے بالمقابل نہیں ہو سکتا (بلاناغہ) ہر روز ایک ہزار بار پڑھے تو اس کا دشمن ہلاک و تباہ ہو جائے گا۔ اگر لشکر (کفار) کے مقابلہ میں ستر بار پڑھ کر ان کی طرف ہاتھ کے اشارہ سے دم کر دے تو لشکر کفار شکست کھا کر بھاگ جائے گا۔

تفسیر عالمانہ:۔ ولقد ارسلنا۔ (اور بیشک ہم نے بھیجا) بخدا ہم نے مبعوث فرمایا۔ نوحًا نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف۔ وہ بنو قابیل سے تھے نوح علیہ السلام کو رب ثانی کہا جاتا ہے۔ و ابراھیم۔ اور ابراہیم علیہ السلام کو بھی ان کی قوم کی طرف بھیجا یعنی نمرود اور ان کے متبعین کی طرف صرف ان کا ذکر ان کی تشریف و تکریم کی وجہ سے اور اور اس لیے کہ یہی سب سے پہلے رسول ہیں اور وہ انبیاء علیہم السّلام کے اب وجد بھی ہیں کیونکہ تمام بشر نوح علیہ السلام کی اور عرب اور عبرانی ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔

وجعلنا ذریتھما النبوۃ والکتاب۔ اور رکھی نبوت اُن کی ذریت یعنی نسل میں نبوت اور کتاب

بایں طور ان کی بعض اولاد کو نبی بنایا اور بعض کی طرف کتابیں وحی کیں جیسے ہود صالح وموسیٰ وہارون وداؤد وغیرہم علیٰ نبینا وعلیہم السلام کوئی نبی یا کوئی کتاب ایسی نہیں جوان دونوں کی طرف منسوب نہ ہوں ساتھ مضبوط تر اسباب اور عظیم تر اُمتوں کے ذریعہ سے۔

فمنہم ۔ تو بعض ان دونوں قسموں کی اولاد یا مرسل الیہم سے جن پر ارسال ومرسلین دلالت کرتا ہے بعض وہ کہ جن کی طرف رسول تشریف لائے۔

مہتدٍ ۔ ہدایت یافتہ ہوئے یعنی حق پا لیا یعنی کتاب اور نبی علیہ السلام پر ایمان لائے اور اپنے دین کو مضبوط کیا۔

وکثیر منہم فاسقون ۔ اور ان کے اکثر فاسق تھے یعنی سیدھی راہ سے خارج ہو کر گمراہ ہوئے۔

ثم قفینا علیٰ آثارھم برسلنا ۔ ان کے پیچھے انہی کے نشانات رسل کرام علیہ السلام بھیجے یعنی ان بعد ہم نے رسل علیہم السلام بھیجے ضمیر نوح وابراہیم اور ان کی طرف لوٹتی ہے جو دوسرے رسل کرام علیہم السلام دوسری اُمتوں کی طرف بھیجے گئے نوح وہود وصالح علیہ السلام کے بعد اور ابراہیم واسماعیل واسحاق ویعقوب ویوسف علیہم السلام کے بعد یا وہ رسل کرام علیہم السلام جو ان کے ہمزمان تھے بہرحال یہ ضمیر ذریت کی طرف نہیں لوٹتی اس لیے کہ جو رسل کرام بھیجے گئے وہ ان کی نسل سے تھے۔

حل لغات :۔ اہل لغت کہتے ہیں قفا اثرہ اتبعہ اس کے پیچھے لگا وقفی اثرہ بفلان ۔ فلاں کو فلاں کے پیچھے لگایا ۔ ای عقبہ یعنی اس کے پیچھے لگایا۔

الآثار واثر (بالکسر) کی جمع ہے جیسے کہا جاتا ہے خرجت علی اثرہ ۔ میں اس کے پیچھے نکلا ۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ ہم نے ایک دوسرے کے پیچھے رسول بھیجا۔

فائدہ :۔ الحریری نے درۃ الغواص میں لکھا کہ شفعت الرسول بآخر یعنی میں نے ان کو دو بنایا ۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب ان کے بعد تیسرے کو بھیجا جائے ۔ خلاصہ یہ کہ اس کلام کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ کہا جائے عززت بثالث ای قویت میں نے اسے مضبوط کیا جیسے دوسرے مقام پہ فرمایا فعززنا بثالث تو ہم نے تیسرے کے ساتھ مضبوط کیا اگرچہ رسل کرام پے در پے تشریف لائے ۔ بہتر ہے کہ کہا جائے کہ اس کا معنیٰ ہے وقفیت بالرسل جیسے آیت میں ہے ثم قفینا علیٰ آثارھم ۔ ہم نے ان کی راہ پہ اسی راہ پر اور رسول بھیجے ۔ وقفینا بعیسی ابن مریم ۔ اور ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) کو بھیجا یعنی ہم رسل کرام بھیجتے رہے یہاں تک کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام تک نوبت پہنچی کہ ہم انہیں ان کے کے بعد لائے بنی اسرائیل کا سب سے پہلا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آخری حضرت عیسیٰ علیہ السلام

ہیں خلاصہ یہ کہ ان کے بعد ہم پے درپے رسل علیہم السلام لائے آخر ہیں عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔ و
آتیناہ الانجیل۔ اور ہم نے اسے انجیل عطا فرمائی۔ یکبارگی۔
وجعلنا فی قلوب الذین اتبعوہ۔ اور ہم نے ان کے اہل ایمان پیروؤں کے دل میں رکھی یعنی وہ
لوگ جو عیسیٰ علیہ السلام کے دین کے پیروکار تھے جیسے حواریین اور ان کے پیروکار۔
رافۃ۔ نرمی۔ ورحمۃ اور رحمت یعنی شفقت۔ یعنی ان کے پیچھے لگائی۔ رافۃ سخت نرمی اس پر جو
ان کے ساتھ اتصال کا سبب بنتا اور رحمت اس پر جو ان سے متعلق ہوتا اگرچہ اس کا ان سے اور کوئی
اور تعلق نہ بھی ہوتا۔ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ہے ورحماء بینھم۔ وہ آپس میں رحیم ہیں
یہاں تک کہ وہ اہل ایمان کے لیے نہایت رحم دل تھے باوجودیکہ ان کے دل سخت تھے لیکن وہ کافروں
پر سخت گیر تھے۔

فائدہ:۔ بعض نے کہا انہیں انجیل میں حکم تھا کہ وہ درگزر اور اذیت پر بجائے مکافات (بدلہ لینے کے)
اعراض کریں۔ ؎

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی احسن من رسا

ترجمہ:۔ برائی کا برائی سے بدلہ دینا آسان ہے اگر تو جوانمرد ہے تو اس پر احسان کر جو تیرے ساتھ برائی کرتا ہے۔

تعلیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام:۔ بعض نے کہا کہ انھیں حکم تھا کہ جو تیرے چہرے کی سیدھی طرف سے تمھیں طمانچہ مارے تو اسے بائیں جانب پیش کر دے اور تجھ
سے چادر چھینے تو اُسے قمیص دے دے۔ جنایۃ فی النفس او الطرف (قتل کرنے اور کسی کا کوئی عضو کاٹنے)
پر قصاص نہیں تھا اور حکم تھا کہ ان اوامر کی اتباع اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور وہ ایک دوسرے
سے محبت کرنے اور رحم کرنے والے اور رحمت سے موصوف تھے بخلاف اُن یہود کے کہ وہ سخت قلبی
سے موصوف تھے۔

ورھبانیۃ۔ اور راہب بننا۔ یا تو منصوب ہے بوجہ فعل مضمر کے جس کی تفسیر فعل ظاہر کر رہا ہے یا عطف
کی وجہ سے منصوب ہے یعنی انہوں نے دین میں اپنی طرف بات نکالی اتباع عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ
بدعت کا ارتکاب بھی کیا۔

ابتدعوھا۔ اسے نکالا اپنی طرف یعنی ان کے نفوس نے انہیں اس پر عمل کرنے پر اُبھارا اور
ماقبل پر عطف ہو تو ابتدعوھا رہبانیت کی صفت ہے اب معنیٰ یوں ہوا کہ ہم نے ان کے دل میں

رافت و رحمت اور وہ رہبانیت ڈالی جو انہوں نے اپنی طرف سے نکالی تھی یعنی اور ہم نے انہیں پے در پے بھیجا ایک دوسرے پر رحم کرنے کے لیے اور رہبانیت اور اس کے استحداث کے لیے۔

فائدہ :۔ فتح الرحمٰن میں ہے کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ یہ صرف منصوب فعل مقدر سے جس کی تفسیر آگے آرہی ہے اس کا عطف رافت و رحمت پر نہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ ہر انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے اسی لیے وہ رہبانیت کا اعراب اپنے مذہب کے مطابق لگائیں گے۔

حل لغات :۔ الرھبانیۃ بمعنی عادت میں مبالغہ کرنا مسلسل روزے رکھ کر اور ٹاٹ پہن کر اور ترک اکل لحم و مطعم و مشرب و ملبس و نکاح کر کے اور آگ میں عبادت کے لیے بیٹھنا وغیرہ۔
رہبانیت کا معنیٰ ہے وہ فعل ہے جو رہبان (بالفتح) کی طرف منسوب ہو رہبان بمعنی خائف کیونکہ رہبۃ بمعنی خوف مع حزن و اضطراب (المفردات)۔
رہبان بروزن فعلان از رھَبَ جیسے خشیان از خشی اسے بضم الراء بھی پڑھا جاتا ہے گویا وہ اس رہبان کی طرف منسوب ہے جو راہب کی جمع ہے جیسے راکب کی جمع رکبان ہے اور یہ تردد اس احتمال سے ہے کہ کیا یہ مفتوح الراء کی طرف منسوب ہے یا مضموم الراء کی طرف پھر اس نسبت کے اختلاف سے معنیٰ بھی مختلف ہو جاتا ہے یعنی رہبان جو ایک طائفہ مخصوصہ کو کہا جاتا ہے جو ان کے لیے بمنزلہ علم کے ہو گیا ہے اگرچہ وہ فی نفسہٖ جمع ہے لیکن اب اس کی وہی حیثیت ہو گئی جو انصار و اعراب و فرائض کی ہے۔ اس معنیٰ پر نسبت کے وقت کہا جائے گا رہبانی جیسے کہا جاتا ہے انصاری و اعرابی و فرائض نسبت میں بغیر رد کرنے جمع کی طرف واحد کے امام راغب نے المفردات میں لکھا ہے کہ رہبان جمع بھی ہے واحد بھی جس نے اسے واحد کہا ہے اس کی جمع رہابین بتائی ہے اور رہبانیت جمع کو زیادہ لائق ہے۔

فائدہ :۔ رہبانیت ایک اچھی خصلت ہے جو رہبان کی طرف ہے ان کی اس بدعت کا سبب یہ ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کے بعد جب جبابرہ نے اہل ایمان پر حملہ کیا تو ان کے مقابلہ میں اہل ایمان تین دن تک مسلسل جنگ کرتے رہے ان کے اکثر شہید ہو گئے بہت تھوڑے بچ گئے انہیں خطرہ ہوا کہ ممکن ہے جبابرہ انہیں دین سے تبدیل کر دیں اسی لیے پہاڑوں کی چوٹیوں کو عبادت کے لیے اختیار کیا اپنے دین کو بچانے کی غرض سے جبابرہ سے بھاگ گئے اور عبادت میں مخلصانہ طور پہاڑوں کے گوشوں میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت کا انتظار کرنے لگے جو ان سے عیسیٰ علیہ السلام نے وعدہ کیا تھا کہ ان کے بعد آپ تشریف لانے والے ہیں جیسا

کہ قرآن مجید میں ہے ۔ ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد (آلآیۃ) خوشخبری دیتے ہوئے کہ ایک رسول میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا اسم گرامی حضرت احمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہے ۔

فائدہ: مروی ہے کہ جب فرعون اور اس کا لشکر دریا میں غرق ہُوا تو وہ ساحرین جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے انہوں نے اجازت چاہی کہ ہم لوگ مصر کی طرف اپنے اہل وعیال واپس لوٹ جائیں آپ نے انہیں اجازت دے کر ان کے حق میں دُعا فرمائی یہی لوگ پہاڑوں کی چوٹیوں میں عبادت کے لیے راہب بن کر بیٹھ گئے یہی سب سے پہلے لوگ ہیں جو راہب بنے بہت تھوڑے لوگ تھے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس رہ گئے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا اور رہبانیت بھی منقطع ہو گئی اسے عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب نے از سر نو شروع کیا ۔

ماکتبنا علیھم ۔ ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ۔ یہ جملہ مستانفہ ہے اور نفی اصل فعل کی طرف متوجہ ہے یعنی ہم نے ان پر رہبانیت فرض نہیں کی تھی ان کی کتاب میں اور نہ ہی ان کے رسل کرام علیہم السلام کی زبان سے ۔

الا ۔ یہ استثناء منقطع ہے لیکن اب معنیٰ یہ ہوا کہ انہوں نے از خود بنائی تھی ۔

ابتغاء رضوان اللہ ۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ۔

فمارعوھا حق رعایتھا ۔ تو اسے نہ نبھایا جیسے نبھانے کا حق ہے ۔ یعنی ان سب نے نہ نبھایا ساتھ ملا دیئے تثلیث (تین خدا ماننا) اور اتحاد (ان تینوں کو خدا ماننا) اور سمعۃ (شہرت) ریا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کفر کرنے وغیرہ وغیرہ کے ۔

حدیث شریف: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی اُس نے نبھانے کا حق ادا کیا اور جس نے میرے ساتھ کفر کیا اور مجھ پر ایمان نہ لایا وہی ہلاک ہونے والے ہیں ۔

فائدہ: حضرت مقاتل نے فرمایا کہ جب وہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کمزور ہو گئے تو غیرت دینی پر التزام کیا لیکن اسے نہ نبھا سکے تو پھر خنزیر کھایا شراب پی اور فساق کے ساتھ مل گئے ۔

فائدہ: المناسبات میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی اقتداء کرنے والوں سے اُن کے ان کے بعد نبھانہ ہو سکے جیسے پہلے انہوں نے اپنے اُوپر لازم کر رکھا تھا اس کے کمال کو چھوڑ کر کمی میں آگئے اور جس نیک اُمور کے پابند تھے انہیں چھوڑ دیا اور اپنے بادشاہوں کے طریقوں میں داخل ہو گئے ان میں کوئی بھی عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر قائم نہ رہا سوائے چند ایک کے اسی لیے ان کی اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی کہ نذر بھی ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاہدہ تھا جس کا توڑنا حرام ہے بالخصوص جس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مطلوب ہو ۔

فاٰتینا الذین اٰمنوا منھم ۔ تو ہم نے ان کے اہل ایمان کو ان کا ثواب عطا فرمایا یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو جو کامل ایمان تھے یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے بعد رہبانیت کے

نبھانے کے صرف رہبانیت ۔ کے نبھانے کی وجہ سے انھیں ثواب نہ ملا یہ اُس وقت جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارک ہوگئی کیونکہ آپ کے بعد آپ پر ایمان لائے بغیر رہبانیت لغو محض بلکہ خالص کفر ہوگئی ان کی اتباع کے بغیر اجر کیسا ؟

فائدہ :۔ کشف الاسرار میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم مبعوث ہوئے تو ان میں کوئی بھی ایسا نہ رہا جس نے گرجا نہ چھوڑا اور جو باہر تھا وہ واپس آگیا اور صاحب دیر نے دیر کو خیر باد کہا سوائے چند محرومین کے سب کے سب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر ایمان لے آئے۔

فائدہ :۔ صومعہ (گرجا) پروہ وہ بنا جس کا سر اس سے ملنے والا ہو اور دیر بمعنی نصاریٰ کی سرائے اور صاحب دیر کو دیار کہتے ہیں۔

اجرھم۔ ان کا اجر وہ جو نیک کام کرے اور وہ جو ان کے لائق ہے یعنی خوشنودی۔

وکثیر منھم ۔ اور ان نصاریٰ کے اکثر یعنی وہ جنہوں نے از خود نیک کام شروع کر دیا پھر اسے ضائع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے کفر کیا۔

فاسقون ۔ فاسق ہیں حدِ اتباع سے خارج۔ اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔

تفسیر المناسبات میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی اُمت میں بھی بعض ایسے ہوگئے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو آپ کے خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کی اتباع کی ان کے بعد جب خلافت راشدہ کا دور ختم ہوا تو فتنے اُٹھ کھڑے ہوئے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی تھی جو لوگ صریح ایمان کو مضبوطی سے تھامنے والے تھے ان پر بلائیں نازل ہوئیں اور کعبہ معظمہ کو فلاخن کا نشانہ بنایا گیا اور اُسے توڑا گیا اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور مدینۃ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم میں تین دن تک حرام کو حلال کر دیا گیا اور بہت سے برگزیدہ مسلمان شہید ہوئے ۔ ان کے بعد مسلمانوں نے علیحدگی کو لازم سمجھا اسی لیے اکثر گوشہ نشین ہوگئے تھے یا مساجد میں عبادت گزاری کے لیے نشیمن بنایا بہت سے دریاؤں کے سواحل کی طرف چلے گئے ان میں بہت سے لوگوں نے نفس اور دشمن کفار کے ساتھ جہاد جاری رکھا اور اپنے اخلاق کو سنوارنے کے لیے درپے ہوئے اور فقر اختیار کیا اہل صفہ کی طرح کے طریق کار کو اپنایا اسی لیے ان کا نام صوفیہ مشہور ہوا۔ یہ لوگ پرہیزگاری اور ارتقاد پر زور دیتے اور صدق و صفاء اور منازل و احوال و مقامات کی باتیں کرتے یہی لوگ اہل صفہ کے درجات پر تھے یعنی انھیں کے طریق کو اپنانے والے۔

حدیث شریف :۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا اے ابن ام معبد کیا تمھیں معلوم ہے کہ

میری اُمت کی رہبانیت کیا ہے عرض کی اللہ ورسولہ اعلم (اللہ جل جلالہٗ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو خوب معلوم ہے فرمایا ہجرت اور جہاد اور نماز و روزہ اور حج وعمرہ اور بلند ٹیلوں پر اللہ اکبر کی آواز بلند کرنا۔

حدیث شریف: مروی ہے کہ بعض صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو خوف و خشیت کا غلبہ ہوا کہ عورتوں سے علیحدہ ہوگئے اور بعض تو پہاڑوں کے اُوپر عبادت کے لیے جاکر بیٹھ گئے بعض نے کھانا پینا چھوڑ دیا وغیرہ وغیرہ تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا لا رھبانیۃ فی الاسلام۔ اسلام میں رہبانیت نہیں اور فرمایا میری اُمت کی رہبانیت مسجد میں ہے یعنی میری اُمت کے عبادت گزاروں کو نصاریٰ کا طریقہ نہیں اختیار کرنا چاہیئے بلکہ انہیں چاہیئے کہ وہ مساجد میں اعتکاف بیٹھیں نہ کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے جائیں اور صوم وصال کی نفی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں تم جیسا نہیں میں رات گزارتا ہوں تو میرا طعام کھلانے والا مجھے طعام کھلاتا ہے اور میرا ساقی مجھے پلاتا ہے۔

مثنوی شریف میں ہے ؎

۱۔ ہین مکن خود را خصی رہبان مشو
زانکہ عفت ہست شہوت را گرو

۲۔ بے ہوا نہی از ہوا ممکن نبود
غازی بُردگان نتواں نمود

۳۔ پس کُلُوا از بہر دام شہوتست
بعد ازاں لاتُسرِفُوا آں عفتست

۴۔ چونکہ رنج صبر نبود مر ترا
شرط نبود پس فرو ناید جزا

۵۔ حبذا آں شرط و شادا آں جزا
آں جزائے دلنواز جاں فزا

ترجمہ: ۱۔ خبردار خود کو خصی نہ بنا رہبان نہ ہو اس لیے کہ عفت شہوت سے وابستہ ہے۔
۲۔ شہوت کے بغیر نہی از شہوت ممکن نہ تھی غازی مردوں سے نہیں ہو سکتا۔
۳۔ کُلُوا کا حکم شہوت کی دام کے لیے ہے اس کے بعد ہی لاتسرفوا کا حکم ہے یہی عفت ہے۔
۴۔ جب تجھے صبر کی رنج حاصل نہیں تو پھر اس شرط کی جزا کہاں؟
۵۔ وہ شرط بھلی اور جزا خوش ایسی جزا دلنواز اور جان فزا ہے۔

فائدہ :۔ چار اشخاص ایسے ہیں جن کی قیامت میں اللہ تعالیٰ کوئی پرواہ نہیں کرے گا :۔

۱۔ خصی کا زہد ۲۔ لشکری کا تقویٰ ۳۔ عورت کی امانت ۴۔ بچے کی عبادت۔

لیکن یہ اکثریت پر محمول ہے۔ (المقاصد الحسنۃ)

مسئلہ :۔ اس کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عزلت و گوشہ نشینی اور خلوت اچھی نہیں۔

حکایت :۔ احیاء العلوم میں ہے کہ جب حضرت عروہ نے عقیق میں ایک مکان بنایا۔

فائدہ :۔ عقیق ہجوں امیر مدینہ طیبہ کے نواح میں ایک جگہ کا نام ہے تاکہ وہ جا کر اقامت پذیر ہوں (خلوت۔ گوشہ نشینی مطلوب تھی) آپ کو لوگوں نے کہا کہ گوشہ نشینی خوب لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد مبارک سے تو دُور ہو جاؤ گے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں نے تمہاری مساجد کو لہو و لعب کا مرکز دیکھا اور تمہاری بازاریں لغویات سے بھرپور پائیں اور فسق و فجور تمہاری گلیوں میں عام دیکھا تمھیں اس سے عافیت ہو تو مجھے یہ ادائیں نہیں بھاتیں۔

اسلاف کے احوال :۔ بعض بزرگوں نے جیسے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دعوتوں کا قبول کرنا اور مریضوں کی طبع پرسی اور جنائز کی حاضری ترک کر دی تھی بلکہ وہ اکثر اوقات گھروں میں پڑے رہنے کو عافیت سمجھتے تھے صرف جمعہ کی ادائیگی اور زیارات القبور کے لیے باہر تشریف لے جاتے بعض حضرات نے تو شہروں میں جانا بند کر دیا تھا بلکہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر بسیرہ کر رکھا تھا اور فرماتے اسی طرح عبادت با فراغت نصیب ہوتی ہے اور شواغل سے دور بھاگتے تھے۔ بعض اسلاف رحمھم اللہ تعالیٰ نے تو گوشہ نشینی لازم کر دی۔ جب بازاروں میں عام برائیاں دیکھیں اور عیدین میں لغویات اور مجمعوں میں بکواسات بکتے سنا اور انہیں روکنے کی بھی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

فائدہ :۔ واقعی ایسے حال میں گوشہ نشینی بہتر ہے بلکہ ہو سکے تو وہاں سے ہجرت مکانی کر جائے۔

مسئلہ :۔ آیت میں دلیل ہے کہ نفلی عبادت شروع کرنے والے پر واجب ہو جاتی ہے۔

مسئلہ :۔ جو شخص ایسا کام شروع کرے جو اس پر لازم نہ تھا لیکن پھر چھوڑ دیا تو اسے فاسق کہنا روا ہے اس پر سخت وعید ہے (اسی طرح صوفیہ کرام نے فرمایا جو ورد شروع کیا جائے اسے ترک کرنا سخت مذموم ہے)۔

مسئلہ :۔ منت کا ادا کرنا واجب ہے کیونکہ وہ ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاہدہ ہے اور معاہدہ توڑنا جرم عظیم ہے۔

نکتہ :۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ تراویح کا اتمام تم پر واجب ہے اس لیے کہ یہ تم پر واجب نہ تھیں لیکن جب تم نے اپنے اوپر خود واجب کیں تو اب ان کی ادائیگی واجب ہے اگر انہیں چھوڑو گے تو فاسق ہو جاؤ گے اس کے بعد یہی آیت پڑھی (وکثیر منھم فاسقون)

فقیر (صاحب روح البیان قدس سرہ) کہتا ہے

صاحب روح البیان کا انوکھا استدلال:: کہ اسی قبیل سے ہیں وہ نمازیں جو مشہور ہیں یعنی نوافل الراغب (نوافل ماہ رجب) نوافل البرأۃ (پندرہ شعبان) نوافل القدر (شب قدر) کیونکہ یہ بھی تراویح کے حکم میں ملحق ہیں کیونکہ یہ بھی تراویح کی طرح رات کو پڑھی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں انہیں وہ علماء پڑھتے رہے جو عارف باللہ تھے فلهذا انھیں ترک نہیں کرنا کرنا چاہیئے لیکن میرا یہ فتوی ان حضرات کو ہے جو عارفین باللہ کے معتقد ہیں (وہابیوں اور وہابیوں سے اثر گیر عوام کو یہ حکم نہیں صدق صاحب روح البیان قدس سرہٗ[1])

مسئلہ:۔ فتح الرحمٰن میں ہے کہ جو شخص نفلی روزہ یا نماز کا آغاز کرکے توڑ دے تو اس کا کیا حکم ہے اس میں ائمہ کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ شخص اپنے ذمّہ سے بری نہ ہوا اس پر ایسے روزہ اور نفل کی قضاء ضروری ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولا تبطلوا اعمالکم (اپنے اعمال باطل نہ کرو) امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے لیکن وہ عذر سے توڑنے والے پر قضاء کا حکم نہیں فرماتے اور امام شافعی و امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ اتمام مستحب فرماتے ہیں اگر توڑ دیا تو قضاء لازم نہیں۔



مسئلہ:۔ نفلی حج یا عمرہ توڑ دیا تو ان کی قضاء ضروری ہے اور جو فاسد ہوا اسے بھی نہیں چھوڑنا چاہیئے۔

بدعت حسنہ کا ثبوت: ہم اہلسنت بفضلہ تعالیٰ عامل بالقرآن والحدیث ہیں۔ حوادث (نئے مسائل) کو قرآن و حدیث کے مطابق پاتے ہیں تو ان پر عمل کرتے ہیں اس کا نام ہمارے نزدیک بدعت حسنہ ہے اور مخالفین بھی ایسی بدعات کے ارتکاب سے باہر نہیں وہ ان پر عمل کرنے کے باوجود انہیں بدعت حسنہ کہنے سے جھجکتے ہیں ان کی اس ضد کو صاحب روح البیان قدس سرہ صدیوں پہلے توڑ گئے چنانچہ لکھا[2]:



قال بعض الکبار جمیع ما ابتدع من السنۃ الحسنۃ علی طریق القربۃ الی اللہ تعالیٰ داخل فی الشریعۃ التی جاءت بھا الرسل عن امر اللہ تعالیٰ	بعض بزرگوں نے فرمایا کہ جو طریقہ نیا احادیث سے اخذ کرکے اللہ تعالیٰ کی قربت کے لیے نکالا جائے وہ اسی شریعت میں داخل ہے جسے رسل کرام امر الٰہی سے لے آئے اللہ تعالیٰ

---

[1] اضافہ از اویسی [2] صاحب روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بدعت حسنہ کا ثبوت آیت قرآن سے اثبات فرمایا ۱۲ = اویسی غفرلہٗ =

قال اللہ تعالیٰ ورھبانیۃ الخ فاقرھم
اللہ تعالیٰ علیہما ولم یعب علیہا فعلہا
انما عاب علیہم عدم رعایتہم
لہا فی دوام العمل فقط وخلع علیہا
اسم البدعۃ فی حقہم بخلاف ھذہ
الامۃ خلع علی ما استحسنوہ اسم
السنۃ تشریفاً لہم مما قال علیہ
السلام من سن سنۃ وما قال ما
ابتدع بدعۃ حسنۃ فافہم (ولا
تکن مع الوھابیین والنجدیین)
فاجاز لنا ابتداع ما ھو حسن وسماہ
سنۃ وجعل فیہ اجرا لمن ابتدعہ
ولمن عمل بہ واخبر ان العابد للہ تعالیٰ
بما یعطیہ نظرہ اذا لم یکن علی شرع
من اللہ معین انہ یحشر امۃ وحدہ
بغیر امام یتبعہ کما قال اللہ تعالیٰ
فی ابراھیم کان امۃ قانتاً للہ وذلک
لنظرہ فی الادلۃ قبل ان یوحی الیہ و
قال علیہ السلام بعثت لاتمم مکارم
الاخلاق فمن کان علیہا فہو علی
شرع من ربہ وان لم یعلمہ[1]

نے فرمایا ورہبانیت الخ انہیں ثابت کیا اللہ
تعالیٰ نے اور اس پر عیب نہ لگایا۔ ہاں ان
کی مذمت اس لیے فرمائی کہ وہ اس بدعت
حسنہ کو نبھا نہ سکے اس پر مداومت نہ کرسکے
ان کے حق میں بدعت ذمہ لگایا بخلاف اس
اُمت محمدیہ کے کہ یہ جو طریقہ نکالا اس کا استحسان
فرماتا ہے یہ ان کی شرافت ہے حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو اچھا طریقہ نکالتا ہے
اور فرمایا جو اچھی بدعت نکالتا ہے اسے اچھی
طرح سمجھ لے (نجدی وہابی نہ بن) ہمیں اجازت
ہے کہ ہم طریقہ نکالیں اس کا نام حضور علیہ السلام
نے سنت رکھا اور اس بدعت کے جاری کرنے
والے کو ثواب کا وعدہ فرمایا بلکہ جب تک یہ
فعل رہے گا اسے ثواب ملتا رہے گا یہ اُس
وقت بُری بدعت ہے جس کی نظیر اللہ تعالیٰ
کے حکم میں نہ ہو لیکن وہ بھی رائیگاں نہیں اگر
دین کا فائدہ ہے جب تک وحی نازل نہ ہو وہ
قابل عمل ہے اسی لیے ابراہیم علیہ السلام کو امۃ
قانتاً فرمایا جب آپ نے وحی سے پہلے از
خود دلائل سے کام لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا میں مکارم الاخلاق کے لیے مبعوث ہوا
جو ایسے طریقہ پر ہے وہ اللہ تعالیٰ کا اُمر ہے اگرچہ اسے اس کا علم نہ ہو۔

اس کے بعد صاحب رُوح البیان قدس سرہ نے مزید تصریح فرمائی تاکہ وہابیوں دیوبندیوں نجدیوں

۱؎ روح البیان ص ۳۸۴ ج ۹ مطبوع جدید

کی کوئی حرکت اہل اسلام کو پریشان نہ کرسکے چنانچہ فرمایا[1]۔

وقال بعضهم جميع ما ابتدعه العلماء والعارفون مما لم تصرح الشريعة بالامر به لا يكون بدعة الا ان خالف صريح السنة فان لم يخالفها فهو محمود وذلك لحلق الراس[2] ولبس المرقعات والرياضة بقلة الطعام والمنام والمواظبة على الذكر والجهر به على الهيئة فانها المشهورة ونحو ذلك من جميع اوصافهم فانها كلها نواميس حكمية لم يجئ بها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في عموم الناس من عند الله لكونها طريقة اهل الخصوص السالكين طريق الحق و هذه الطريقة لا تحتمل الامة الا مربها ولا تجب هي عليهم فقد علمت ان طريق القوم صادرة عن الله ولكن من غير الطريق الصريح النبوي ولولا رنه عليه السلام فتح الامة باب الاستنان ما احيرا عليه واحده منهم على ان يزيد حكما ولا وضعا ففي الصحيح من سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها (روح البيان ص ۳۸۵ / ۹۷۰)

بعض نے فرمایا جن اُمور کو علماء و عارفین نے شروع کیا اور اس کی تصریح شرع میں نہیں تو وہ بدعت (سیئہ) نہیں ہاں سنت صریح کے خلاف ہو تو وہ بدعت سیئہ[1] نہیں تو وہ محمود (بدعت حسنہ) ہے یہ ایسے جیسے بعض صوفی سر منڈاتے اور گدڑیاں پہنتے ہیں ریاضتیں کرتے ہیں مثلاً تھوڑا کھانا، تھوڑا سونا اور ذکر بالجہر بطریقہ مشہورہ وغیرہ پر مداومت کرنا ایسے ان کے جملہ اوراد و وظائف سب نئی باتیں ہیں عموم الناس کے لیے اللہ تعالیٰ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف حکم نہیں آیا کیونکہ مخصوص لوگوں کا طریقہ ہے وہ طریقہ حق کے سالک ہیں اس امر کی عام اُمت حامل نہیں ہو سکتی اور نہ ہی ان پر یہ واجب ہے معلوم ہوا کہ یہ طریقہ مخصوص ہے جو صرف اولیاء اللہ کو نصیب ہوا۔

---

[1] اضافہ اویسی غفرلہٗ [2] یہ صاحب روح البیان قدس سرہ کے صوفیاء کرام کی عادات میں ہوگا ورنہ ہمارے دور میں تو یہ علامت وہابیوں کی بن گئی ہے ۱۲ = اویسی غفرلہٗ =

فائدہ:۔ بعض نے کہا وضع شرعی سے مقصود ہے نفوس کی عملاً یا علماً تکمیل اور صوفیہ کرام نے طریقہ نبویہ سے ایسے امور زائد لائے جو غرض وغایت میں اس کے موافق ہیں جیسے وہ اُمور جن پر اس اُمت کے صوفیہ کا التزام ہے جو اللہ تعالیٰ سے واجب نہیں ہوئے جیسے تقلیل طعام وکثرت صیام لوگوں کے میل جول سے اجتناب وقلت منام (نیند) اور ذکر علی الدوام۔

فائدہ:۔ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ جو افعال واصل باللہ سے صادر ہوتے ہیں وہ شریعت ہے ایسے افعال کے علاوہ بھی لیکن اعتدال کا دامن مضبوطی سے پکڑنا ضروری ہے اس لیے حضور سرور کون ومکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شریعت میرے اقوال اور طریقت میرے اطوار اور معرفت میرا راس المال اور حقیقۃ میرا نقد حال ہے۔

سبق:۔ بعض بزرگوں نے فرمایا از سر نو کوئی کام اپنے اُوپر لازم نہ کرو ورنہ وہ تجھ پر اللہ تعالیٰ واجب کردے گا۔

فائدہ:۔ ہماری شریعت کے ہر نئے کام کو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدعت کے بجائے سنت کہا ہے کما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سن سنۃ حسنۃ الخ بلکہ ہماری شریعت نے ایسی بدعت کو ثابت رکھا ہے ایسی بدعت حسنہ پر صاحب بدعۃ کو اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیئے اور اس پر التزام کرنا لازم ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل علیہم السلام کے ساتھ ملایا اور اسے اجازت بخشی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی طرح اچھا کام از سر نو شروع کرسکتا ہے ہاں تکالیف میں کوئی ایک حکم بھی زائد نہ کرے کیونکہ اللہ ورسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی مراد اُمت پر شفقت ورحمت ہے نہ کہ شدت اور سختی۔

فائدہ:۔ بعض مشائخ نے فرمایا وہ ورد عمل میں نہ لا جو اللہ ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے وارد نہیں تجھے باادب علماء کے ساتھ ہونا چاہیئے کیونکہ اُس وقت تجھے دو ثواب ملیں گے:۔

۱۔ ذکر کا۔ ۲۔ تلاوت کا۔

اُس وقت تو جامع الذکر والتلاوۃ ہوگا اس معنیٰ پر تجھے تلاوت کرنے اور ذکر کرنے والوں کا ثواب حاصل ہوگا کیونکہ کتاب وسنت نے انسان کا دین ودنیا وآخرت کی ہر بھلائی کا مطلب بیان کیا ہے جس نے کسی فقیر سے ایسا ورد حاصل کرکے پڑھا جو کتاب وسنت کا غیر ہے وہ فقیر نہیں وہ اللہ ورسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا بے ادب ہے (غیر سے مراد خلاف ہے جیسے ہم نے مجربات اویسی میں تفصیل سے لکھا ہے) ہاں جس ورد کی اللہ جل جلالہ ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تعریف کی ہو اسے یوں سمجھو کہ یہ وہ مخصوص کلمات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے جمع کرکے اپنے مخصوص بندے کو عطا فرمائے

ہیں اُس وقت وہ فرمانبردار سمجھا جائے گا نہ کہ اختراع کنندہ (بدعتی)

حزب البحر شریف :- حزب البحر شریف حضرت شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف ہے آپ نے خود تصریح فرمائی ہے کہ اس کا کوئی حرف میں نے از خود نہیں گھڑا اس کا ایک ایک حرف فرمودۂ خدا و مصطفےٰ ہیں (جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) اس طرح کے اور اوراد و وظائف کا یہی حال ہے (ولکن الوہابیۃ قوم لایعقلون)

مسئلہ :- جس نے ایسی دعا مانگی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی دعا کی غیر وہ شخص بدعتی ہے۔

فائدہ :- عبد عبادت فرائض کی ادائیگی عبد اضطرار ہے اور نوافل میں عبد اختیار اور قاعدہ ہے کہ عبودیت الاضطرار عبودیت الاختیار سے بندے کے حق میں زیادہ برگزیدہ اور زیادہ سلامتی والی ہے کیونکہ عبودیت الاختیار دل میں امتنان کا شائبہ ہو سکتا ہے۔

فرقہ ملامیہ :- اسی لیے فرقہ ملامیہ کے اکابر مشائخ نوافل کا ترک فرماتے کہ کہیں ریا و سمعۃ کا شکار نہ ہو جائیں اور وہ صرف فرائض پر اکتفا کرتے تھے تاکہ ریا و سمعۃ وغیرہ سے عبودیت مجروح نہ ہو۔

رسمی صوفی کی نشانی :- الحکم العطائیہ میں ہے کہ اتباع خواہشات نفسانی کی ایک علامت یہ ہے کہ نوافل الخیرات وغیرہ میں تو حریص ہو لیکن فرائض و واجبات کی ادائیگی پر لے درجے کا سست اور اکثر لوگوں کا یہی حال ہے سوائے ان حضرات کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں رکھا ورنہ دیکھ لو بہت سے رسمی صوفی نوافل تو بکثرت پڑھیں گے لیکن ادائیگی فرائض و واجبات میں نہایت تنگ دل واقع ہوئے ہیں۔

تفسیر عالمانہ :- یا ایھا الذین اٰمنوا۔ اے سابقین رسل کرام پر ایمان رکھنے والے۔
اتقوا اللہ۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو ان امور میں جن سے تمھیں روکا۔

واٰمنوا برسولہ۔ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ یعنی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم پر۔

سوال :- آپ کا نام کیوں نہیں صرف رسول (مطلقاً کہہ دیا) جواب اس طرف اشارہ ہے کہ لفظ رسول حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کے لیے بمنزلہ علم کے ہے کہ یہ علی الاطلاق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی دوسری طرف ذہن منتقل نہیں ہوتا۔

یؤتکم کفلین۔ وہ تمھیں دو حصے دے گا۔

حل لغات :- امام راغب سے منقول ہے کہ الکفل بمعنی وہ حصہ جس میں کفالت ہو گویا وہ اپنے معاملہ کا خود

کفیل ہے الکفلان بمعنی النصیبان وہ (دو حصے) جن میں رغبت دلائی گئی چنانچہ فرمایا ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة ۔ اے پروردگار ہمیں دنیا میں حسنہ دے اور آخرت میں بھی حسنہ دے)

من رحمتہ۔ اپنی رحمت کے ۔ وہ اس لیے کہ ایک حصہ سابقہ رسل کرام پر ایمان لانے سے دوسرا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے لیکن اس کا معنیٰ یہ نہیں کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے بعد ان کی شریعت بھی باقی نہیں بلکہ یہ ایمان رکھنے کہ آپ کی بعثت سے پہلے ہر رسول علیہ السلام کی شریعت دوسرے رسول علیہ السلام کے تشریف لانے تک حق تھی۔

حدیث شریف :۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین اشخاص وہ ہیں جنہیں دوگنا ثواب ملے گا :۔

۱۔ وہ مرد جس کی لونڈی ہو اور وہ اسے بہتر تعلیم دے اور اچھا ادب سکھا کر اسے آزاد کر کے اپنے ساتھ نکاح کرے اسے دو اجر ملیں گے۔

۲۔ وہ اہل کتاب مومن جو اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایمان رکھے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی ایمان لے آئے اسے بھی دو اجر نصیب ہوں گے۔

۳۔ وہ غلام جو اپنے مالک کا بھی حق ادا کرے اور اس کی خیر خواہی کرے اور اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرے اسی لیے بعض غلام آزادی کے وقت رو پڑے پوچھنے پر کہا کہ میرا وہ اجر ضائع ہو گیا جو اپنے مالک کی خیر خواہی کرتا تھا اب صرف ایک اجر یعنی اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی ؎

تا دلت ہست اسیر عشق سلیم
مسند تخت سلطنت مطلب

ترجمہ :۔ جب تک تیرا قلب سلیم عشق کا قیدی ہو اس وقت تک تخت سلطنت طلب نہ کر۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

اسیرش نخواہد رہائی زبند
شکارش نجوید خلاص از کمند

ترجمہ :۔ اس کا قیدی قید سے رہائی نہیں چاہتا۔ اس کا شکار کمند سے چھٹکارا نہیں چاہتا۔

مولانا جامی قدس سرہٗ نے فرمایا ؎

مریض عشق تو چوں مائل شفا گردد
اسیر قید تو کے طالب نجات شود

ترجمہ: تیرے عشق کا مریض شفا کی طرف کیسے مائل ہوگا۔ تیرا قیدی نجات کا طالب کیسے ہو سکتا ہے۔

ویجعل لکم نورا تمشون به۔ اور قیامت میں تمہارے لیے نور کردے گا جس میں تم چلو گے جیسے دوسری آیت میں فرمایا یسعیٰ نورھم بین ایدیھم وبایمانھم ان کے آگے اور دائیں جانب ان کا نور دوڑتا ہو گا تو وہ اس روشنی سے پل صراط پر چل کر آسانی سے بہشت میں پہنچ جائیں گے کیونکہ جہنم ظلمت و تاریکی سے بنائی گئی ہے اس لیے کہ نفس امارہ کی شکل وصورت بھی یہی ہے کیونکہ نفس امارہ ظلمانی ہے اسے ایمان وتقویٰ کا نور ہی دفع اور زائل کر سکتا ہے۔ ویغفر لکم۔ اور تمھیں بخش دے گا یعنی وہ پہلا عمل میں لایا ہوں کفر و معاصی۔

مسئلہ:۔ کفار کی نیکیاں تب قبول ہیں جب اسلام لائیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

واللہ غفور رحیم۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے یعنی بہت بڑا بخشتا ہے اور بہت بڑی رحمت والا ہے۔

فائدہ:۔ اس میں اشارہ ہے کہ وہ گناہ جو ملاحظۂ نفس سے ہوا اللہ تعالیٰ اسے بھی بخش دے گا کیونکہ سب سے بڑھ کر گناہ وہ ہے جو نفس کے ملاحظہ سے ہو جیسے صوفیہ کرام نے فرمایا تیرا وجود خود گناہ ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں۔

ع چو مرد راہ شدی بگذر از سر و دستار

ترجمہ:۔ جب مرد راہ ہو گئے ہیں تو سر اور دستار کا خیال چھوڑ دو۔

لئلا یعلم اھل الکتاب۔ تاکہ کافر اہل کتاب نہ جانیں۔ اس کا تعلق جملہ طلبیہ سے ہے جو شرط کے معنیٰ کو متضمن ہے کیونکہ دراصل عبارت ان تتقوا اللہ وتؤمنوا برسولہ یؤتکم کذا وکذا لئیلا یعلم الخ تھا یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ تو تمھیں اللہ تعالیٰ ایسا ایسا اجر دے گا تاکہ نہ جانیں وہ لوگ جو مسلمان نہیں ہوئے یعنی تاکہ جان لیں یہاں لازائدہ ہے جیسے ما منعک ان لا تسجد۔ کس شے نے تجھے سجدہ کرنے سے روکا۔ یہاں بھی لازائدہ ہے جیسے قرأۃ یعلم اہل الکتاب سے واضح ہوتا ہے اب معنیٰ ہوا لان یعلم (بادغام النون فی الیاء)

فائدہ:۔ کشف الاسرار میں ہے کہ لازائدہ اس کلام میں اچھا سمجھا جاتا ہے جس کے اوائل یا اواخر میں جحد (انکار) ہو۔ ان لا یقدرون علی شئ من فضل اللہ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر انہیں کوئی قدرت نہیں۔ ان مخففہ من المثقلہ ہے اس کا اسم ضمیر الشان ہے محذوف ہے اور جملہ نصب کے محل میں اور یَعْلَمُ کا مفعول بہ ہے یعنی تاکہ وہ جان لیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کا فضل دو نصیبوں والا اور نور اور مغفرت مذکور ہوئے اس سے انہیں کچھ نہیں ملے گا بلکہ اس کے حاصل کرنے کی ان میں قدرت بھی نہیں کیونکہ یہ وہ شرط نہیں لاتے یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم پر ایمان اس کے حصول کی شرط ہے۔

و ان الفضل بید اللہ۔ اور بیشک فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس کا عطف ان لایقدرون پر ہے یعنی ثواب کا اضافہ روز جزا اور اس جیسی اور چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ہاتھ میں ہیں۔

یوتیہ۔ وہ عطا کرتا ہے من یشاء جسے چاہتا ہے۔ یہ اُن کی دوسری خبر ہے۔

و اللہ ذوالفضل العظیم۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ وہ العظیم ہے تو لازم ہے کہ اس کا احسان بھی عظیم ہو۔

فائدہ: حضرت کاشفی نے لکھا کہ خدا تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے یعنی تمام نعمتیں جو ہر خاص و عام کو نصیب ہوتی ہیں ؎

فیض و کرم رسانده از شرق تا بغرب
خوان نعم نهاده از قاف تا قاف
هستند بیش و کم ز نوال تو بهره مند
دارند نیک و بد بعطاء تو اعتراف

ترجمہ: مشرق سے مغرب تک تیرے کرم کا فیض پہنچا ہوا نعمتوں کے دسترخوان بچھے ہیں قاف سے قاف تک۔ کم و بیش ہر ایک تیری مہربانی سے بہرہ مند ہیں ہر نیک و بد کو تیرا اعتراف ہے۔

مسئلہ: غیر اہل کتاب کو ایمان و تقویٰ کا حکم کرنا جائز ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمھیں وہی دے گا جو اہل کتاب سے وعدہ کیا ہے اجر دو حصے وغیرہ جیسے دوسرے مقام پہ فرمایا اولئک یوتون اجرھم مرتین وہی ہیں جنہیں دو بار اجر دیا جائے گا اور تمھارے اجر میں ان کے اجر کی مثل کمی نہیں آئے گی کیونکہ تم دونوں ایمانوں ان جیسے ہو کیونکہ تم کسی بھی رسول کو جدا نہیں کرتے۔

شانِ نزول: مروی ہے کہ اہل کتاب دوسرے تمام اہل اسلام پر فخر کرنے لگے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے دو اجر دینے کا وعدہ فرمایا ہے یہ اسی لیے ہم تم سے افضل ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حدیث شریف: ہماری اور ہمارے سے پہلے اہل کتاب کی مثال اس شخص کی ہے جس نے مزدور کام پہ لگائے اور کہا جو آخر وقت تک کمائے گا اسے ایک قیراط دوں گا اس قوم نے کام کیا لیکن دوپہر تک پھر اس نے اوروں کو کام پہ لگایا اور کہا جو اخیر دن تک کام کرے گا اسے ایک قیراط دوں گا اس نے عصر تک کام کیا پھر اوروں کو لایا اور کہا جو رات تک کام کرے گا اسے دو قیراط دوں گا اس قوم نے رات تک کام کیا تو انھیں

دو دو قیراط نصیب ہوئے۔ اس پر پہلے دو طرح کے مزدور کہیں یہ کیا کام ہم زیادہ کریں اور ہماری مزدوری کم اور یہ کام تھوڑا کریں اور مزدوری زیادہ مالک کہے میں نے تمہاری مزدوری کم تو نہیں کی کہا نہیں فرمائے گا تو پھر میں اپنی مہربانی سے جتنا جسے چاہوں دوں۔

فائدہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب کی عمریں بڑی تھیں اور ان کے ذمہ کام بھی سخت تھے لیکن ان کا اجر کم تھا اور اُمت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمریں کم اور کام بھی تھوڑا لیکن اجر وثواب بہت زیادہ اور یہ بحیثیت استحقاق کے نہیں کیونکہ بندے کا مولیٰ پر کونسا استحقاق کہ وہ اپنی خدمت کا حق طلب کرے بلکہ یہ اس کی مہربانی ہے کہ وہ اپنے فضل سے جو چاہے دے ایسے ہی اللہ تعالیٰ جس بندے پر جو چاہے فضل کرے۔

تفسیر صوفیانہ:۔ حضرت بقلی قدس سرہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کو اکتساب وعلل الجهد والطلب سے دور رکھا ہے وہ اپنی کرامات اپنے برگزیدہ بندوں میں سے جسے چاہے عطا کرے ذوی العطاء فی الازل الی الابد ہے وہ منعم علیہ پر اپنا فضل کرتا ہے جس کا شمار نہیں اور ہمیشہ ہمیشہ ایسے کرتا ہے۔

فضیلت سورۃ:۔ مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسبحات (وہ سورتیں جو تسبیح کے الفاظ سے شروع ہوتی ہیں) آرام فرمانے سے پہلے پڑھتے اور فرماتے ان میں ایک آیت ہزار آیات سے افضل ہے۔

فائدہ:۔ مسبحات سے یہ سورتیں ہیں:۔

۱۔ الحدید ۲۔ الحشر ۳۔ الصف ۴۔ الجمعہ ۵۔ التغابن

نکتہ:۔ (صاحب روح البیان قدس سرہ) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ آیت ان سورتوں میں اسی طرح مخفی رکھی جیسے ساعۃ الاجابۃ والبدایہ وغیرہ تاکہ اُمت اس کے تلاش کرنے میں یہ سورتیں زیادہ سے زیادہ پڑھے۔ گویا ان سورتوں کی بکثرت تلاوت کی ترغیب دی گئی تاکہ لوگ یہ سورتیں بکثرت پڑھیں اور شب بیدار رہیں۔

شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا ؎

چو ہر گوشہ تیر نیاز افگنی
اُمید ہے ناگہ کہ صیدے زنی

ہمہ سنگہا پاس دارے اسیر
کہ لعل از میانش نباشد بدر

غم جملہ خورد اہوائے یکے
مراعات صدر کن برائے یکے

ترجمہ:۔ جب تم ہر کونے میں تیر پھینکو گے تو اُمید ہے کہ کوئی شکار حاصل کر لو گے۔
۲۔ تمام پتھر محفوظ رکھ اس لیے کہ لعل ان سے باہر نہ ہو گا۔
۳۔ سب کا غم کھا صرف ایک کی خاطر اور سب کی رعایت ایک کے لیے کر۔

اختتام تفسیر سورۃ الحدید از صاحب روح البیان:۔ صاحب روح البیان قدس سرہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور اس بزرگ کی مدد سے تفسیر سورۃ الحدید ربیع الاول کے اواخر ۱۰۱۵ھ میں ختم ہوئی۔

اور

فقیر اویسی غفرلہٗ نے سورۃ الحدید کی تفسیر کے ترجمہ سے ۲ صفر ۱۴۰۹ھ بروز جمعرات صبح دس بجے فراغت پائی الحمد للہ علی ذلک وصلی اللہ علی حبیبہ الکریم الامین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔
ھا انا الفقیر القادری محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ۔ بہاولپور۔ پاکستان۔